آیات جلی
فی
شان مولانا علیؑ

آیاتِ جلی
فی
شانِ مولا علیؑ

اگرچہ اس زمانہ میں فضائل و مناقب اہلبیت میں اکثر کتب
دستیاب ہوتی ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ذخیرہ تمام دکمال
عربی یا فارسی میں موجود ہے جس سے اردو داں شیعہ حضرات کما حقہ
مستفید نہیں ہو سکتے۔ اسی زبردست خیال کو مد نظر رکھ کر عالی جناب
آغا محمد علی بیگ صاحب قزلباش کربلائی رئیس دہلی نے
اس بے بہا کتاب کو تالیف فرما کر شیعہ پبلک کو بیحد ممنون فرمایا
آغا صاحب کی کئی برس کی ریاضت ہے۔ اب قدر ...
مبصرین و منتقدین کے ہاتھ سے ...

سنہ ۱۳[illegible]ھ

[illegible] حسن [illegible] زیدی الواسطی [illegible]

مختصر فہرست اسامی کتب مطبوعہ و موجودہ کتبخانہ مطبع یوسفی کشمیری محلہ گوالنڈی

نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	
تفسیر عمدة البیان	تفسیر کلام اللہ		تحفة العارفین	دربیان مباحث توحید و عدل و نبوت	
چہار جلد بزبان اردو	مصنفہ مولانا سید عمار علی صاحب قبلہ		سفینة النجات	برآمد حاجات کے لیے دعاؤں کا مخزن	
قسم اول	″	عسہ/	حرز المومنین	عملیات میں جامع کتاب ہے	
قسم دوم	″	عے/	قصہ اصحاب کہف	اس قصہ کو کتب معتمدہ سے صحت کیساتھ لکھا ہے	
کشف الحقائق	سوانحعمری جناب امام جعفر صادق علیہ السلام	[illegible]	جامع عباسی	مشہور و معروف کتاب	
کلام المبین موسوم	مناظرہ		اردو دولت بابی	ہے فقہ کی	
بہ بلاغ المبین	مصنفہ مولوی حافظ فیاض حسین صاحب کیرانوی	۰۷/	ثبوت شہادت	اثبات شہادت امام حسین	
شمس الضحی	مناظرہ	۴عہ/	مجاہدہ عرب	جنگ جمل بطور ناول	
دلیل المتحیرین	مناظرہ		تقویت [illegible]	مناظرہ	
ردحاقت شیعین	مصنفہ میر سجاد حسین صاحب مولف رسالہ سجادیہ وغیرہ	عہ/	پاکیزہ خیال	مناظرہ	
الفرق جلد اول	مناظرہ		ثواب کربلا	چودہ مراثی کا مجموعہ	
و دوم کامل	مصنفہ میرزا عابد علی صاحب اقربائش حکیم مرادآبادی	سہ/	اصلاح الغفلتین	تنقیح احوال	
[illegible]	مناظرہ	۴عہ/	فی شہادة الحسین	سفر کربلا	
...یمان	دو طالب علموں کا مناظرہ	عہ/	معجزہ رد الشمس	دربیان معجزہ	
	...مشترک صحیفہ جناب سید الساجدین کی		عین الیقین لنفی	مسئلہ رویت	
	...عاؤں کا مجموعہ ہے	عہ/	رویت رب العالمین	رویت رب العالمین پر کافی بحث	
	...	۱۰/	کاشف الرویا	تعبیر خواب	
	...کا مجموعہ	۲/	سوانح الشہادة اردو	دربیان مصائب سید الشہدا علیہ السلام	
			بشارت احمدی	اہل ہنود کی کتب سے نبوت حضرت کا ثبوت	

قال علیؑ انا قرآن ناطق وہذا قرآن صامت

الحمد للہ والمنة کہ درین ایام فرحت انجام کتاب مستطاب مملوبہ مناقب خفی وجلی علیؑ

آیات جلی فی شان مولا علیؑ

من تصنیفات جناب آغا عبد علی بیگ صاحب قزلباش کربلائی رئیس دہلی

۱۳۳۰ھ

سید صغیر حسن نے شمس مطبع یوسفی دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

غلط نامۂ کتاب آیاتِ جلی فی شانِ مولا ناعلیؑ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	آخر	اہلسنت بیان	اہلسنت سے بیانات	۱۵	۲۲	پر فائز کر	پر فائز ہوکر
۵	۱	کلام انسانی اوراس	کلام انسانی اسس	۱۶	۳	متقین وصالحین	متقین ہوکر
″	۱۰	بعد تیسری	بعد چوتھی	″	۲۳	بشارت ہی	بشارت بھی
″	۱۲	کو چوتھی	کو پانچویں	۱۸	۱۶	خداہ	خواہ
″	۱۸	اور کھی رسالی	اور کیسی آسانی	۲۳	۱۸	وبہ بعدلوں	وبہ یعدلون
۶	۹	ظاہری نام	نہ ظاہری نام	۲۵	۷	ہدی للمحسنین	ہدیً ورحمۃ للمحسنین
۷	۱۳	ان البیت سے	ان الفاظ سے	۲۷	۲۰	رسول ارد	رسول اور ایمان
۸	۴	روایت کے	روایت علیؑ کے	۳۵	۲۲	عباسس نے	عباس سے
″	۷	نقیس بیان	تھی یہاں	۴۳	۱۱	تثنیہ ووالد	تثنیہ دووالد
″	۱۱	ابنے ان کر	اپنے آنکر	″	۱۴	ہوگے اگی ایسے فردمات	ہوگئے آگے ایسے افرادت
″	۱۴	وطانفہ	وطائفۃ	۴۶	۷	اور انہیں تمام	اور انھوں نے تما
۹	۱۵	وہ کافر ہے	وہ جہنمی ہے	″	۱۸	رکوع ۳	رکوع ۳
۱۰	۱۶	وا علیا الخیر	وما ذکر علیا الا بالخیر	۵۱	۱۵	نزدیک روزی	نزدیک سے روز
۱۱	۱	علیہ السلام ہوا ہے	علیہ السلام کے ہوا ہے	۵۳	۴	دیکھلاسی	دکھلائی اور اس
″	۱۲	بقتول میں اور	مقتول میں سے اور	۵۴	۳	مقطبعات میں	مقطعات ہیں
″	۱۶	حمایت پر پہولی	حمایت پر بھولی	۵۶	۱۵	حقانیت رسول	حقیقت رسول
۱۳	۴	صالح امرالمومنین	صالح المومنین	″	۲۲	حقانیت	حقیقت
۱۳	۱۷	ایسا ہوا	ایسا ہی ہوا	۵۹	۱۲	جناب میر	جناب امیر
۱۴	۱۶	کا ذکر تیں لی	کا ذکر بہ تبدیل	۶۰	۲۳	سرایت	سرایات

سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	صادق آرہا ہے	صادق آتا ہے	۸۷	۱۰	حضرت نے حسینؑ کو	حضرت نے حسنینؑ کو
۱۰	داخل ہو	داخل ہوا	؍؍	۱۴	۴۲۸	۲۲۸
۷	منہم من	منہم من	؍؍	۱۵	۴۴۸	۲۴۸
۱۰	سے بھی فضلنا	سے بھی فضلنا	؍؍	۱۸	فغلت	فغلبت
۸	پکڑ لی رسی	پکڑ لیا رسے	؍؍	۲۰	کہ انہنا افضل.	کہ اہنا افضل
۱۲	مضبوط رسی	مضبوط چنبر	؍؍	؍؍	ہتھند کے آگے	بیمثال غیم باہنا برفعاً لا
۲۱	ایسے ادا ہوا قول عظیم	ایسے ردہوا قول آدم عظیم کا	۸۸	۲	اس پر ایمان لانے	ایمان لائے
۲	دشمنوں	(زاید ہے)	؍؍	۱۶	جہال امت میں	امت میں
۳	اگر ذکر تولد کا	آگے ذکر تولد کا ہی	؍؍	۲۱	لما اتینا کم	لما آتیتکم
۸	تعریف میں کیا	تعریف میں کہا کہ	؍؍	۲۲	علی ذالک امری	علی ذالکم اصری
۴	کو نور کی طرف	کو نور کی طرف سے	۹۱	۱۲	جاہتہم البنیا تہ	جادتہم البنات
۸	طاغوت ہیں	طاغوت ہیں	۹۴	۱۱	بسرتی ارنا طہ	بسرتن ارنا طہ
۳	کفر کیا	کفر دا کیا	۹۸	۴	طاہری برکت	ظاہر ہے برکت
۸	دوستدار ہیں	دوستدار ہیں	۹۹	۲۲	کی سی ہے اس میں	کی سی ہے جو اہیں ہوا
۱۱	دین بھی ہنیں	دین ہی ہنیں	۱۰۲	۱۵ و ۱۹	علیہ السلام میں	علیہ السلام ہیں اسی نے
۱۳	اُن پر کوئی عتاب	اِن پر کوئی عتاب	۱۰۷	۱۲	ناگاہ افتارتا تھا کہ	ناگاہ آفتاب آتا ہے
۱۹	عام کا فر مراد ہیں	عام کافر مراد ہیں	؍؍	۱۴	غصہ تو پی لیا	غصہ کو پی لیا
۲۰	ناری ہیں	ناری ہیں	۱۰۸	۱۹	تم کیوں چلے گئے	تم کیوں نہ چلے گئے
۱۰	تمشابہات	متشابہات	۱۰۸ / ۱۰۹	۲۲ / ۱	صفوں کو	صفوں نکو
۱۲	فی العلم	فی العلم	۱۱۴	۸	اور صروار ہے	اور صرور ہے
۹	ثابت ہے دو آیہ	ثابت ہے وہ آیہ	۰	۱۹	پھیلا ہے	یہ بدلا ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۴	۳	آپ لے ہمراہ	آپ کے ہمراہ	۱۵۵	۱۴	خداوند عالم	خداوند عالم
۱۱۵	۱۸	جنگ ہوی	جنگ ہوتے ہیں	۱۵۶	۲۲	یعنی قرا ن اور	یعنی قرآن اہل
۱۱۹	۴	آل محمد میں ابہی کتاب	آل محمد میں اسی کتاب	۱۵۸	۱۱	وجل پر لو راس کی	وجل کی طرف
۱۲۴	۱۵	ہے وہ موسن	ہے وہ مومنین	۱۵۹	۱۹	مقام ہی تکبیر کرنیوالوں	مقام ہی تکبیر کرنے
۱۲۹	۱۰	وہ رقیتں	وہ رقیں جو پہلے	۱۶۰	۱۲	اور اللہ اسی کے	اور اللہ اور
۱۳۱	۱۸	من نور وصہ	من نور وجہ	۱۶۴	۱۶	نیا وسم	ینہا ویہم
〃	۲۳	جمت خدا قول	حجت خدا کا قول	〃	〃	بینہم - بجم	بینہم - بجم
۱۳۲	۱۵	تمک ہوئے	متمسک ہوئے	۱۶۵	۳	جو منائع کیا	جو ضائع کیا
〃	۱۹	تاکید یگئی	تاکید کے لئے ہے	〃	۸	نعمان قہری	نعمان قہری
۱۳۳	۱۳	پاکیزہ جو	پاکیزہ بو میرے	۱۶۰	۱۰	علیہ اور صفوا سے	علیہ اور صفیہ
〃	۱۵	بیان سے معا ہوا	بیان سے معلوم ہوا	〃	۲۳	من قبل ومن بعد زینہ	من قبل ومن
〃	۱۶	روایت استنباط	روایت سے استنباط	۱۶۴	۱	وجوتارزت	وجوہات
۱۳۴	۱۰	ایہ زیر بحث جو	آیہ زیر بحث میں جو	۱۸۱	۲۳	ے جاول یا ام	ے جاؤں یا
۱۳۷	۱۸	یارسول	یا ایہا الرسول	۱۸۲	۵	اللہ حلم	اللہ یعلم
۱۳۸	۱	ہستی ہوسے توستی	کہتے ہوئے توثیق	۱۸۳	۱	خطاب ہیں کے یا	خطاب ہیں کہ یا
۱۴۶	۲۱	اقطار عالم جہالی	اقطار عالم میں جہاں	۱۸۴	۲۱	سمعص نوا	مستفیض ہوا
۱۴۸	۱۹	ایت کی دوسے	آیت کی رو سے	۱۸۵	۱۶	اورحالم	اور حاکم
۱۵۲	۳	تولا تنبرا	تولا و تبرا کے	۱۸۶	۷	وفت یقینی	وقت یقین
۱۵۲	۹	ابنیں کے	انہیں سے	۱۹۱	۱۹	واسطے بہ بثوت	واسطے بثبوت
〃	۲۰	کاعلم لوگاں کے	کا حکم لوگوں کو سنا	۱۹۲	۱۹	یہاں جبل اللہ	اور وہاں جبل
〃	۲۱	چاہی وہ علی	چاہیں تو وہ علی	۱۹۳	۱	فر قواد کا نوا	فر قوا دینہم

سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	الاماہا	الاشلہا	۲۴۲	۸	اہلبیت رسول بھی	اہلبیت رسول ہی صادقین ہیں
۱۷	مراد جو	وہ مرد جو اعراف	۲۴۸	۴	تقلیم اور لہور	تعلیم اور ظہور
۹	بوجاہل جہنم	کو داخل جہنم	۲۶۱	۱	فہم اور غیر ہم	فقیر اور غیر بھی
۲	پہچامیں کے	پہچانیں گے	۲۶۷	۱۵	فاعدہ ۵	قاعدہ ۸
۴	مال نے رخوف وغدابہا	مال رخوف وخدا قیامت	״	۱۶	سورۂ بنا	سورۂ بینہ
۱۴	ہیں کس طرح	ہیں کسی طرح	״	۱۸	الئک ہم شر البریہ	اولئک ہم خیر البریہ
۶	الناربغضبک	انا ببغضیک	۲۶۸	۴	اعصار ممکن نہیں	۴ حصار ممکن نہیں
۴	الانکرا	الّا نکما	۲۷۰	۳	کعب اخبار	کعب الاحبار
۱۴	دی اچ	دی اجد	۲۷۵	۱۵	کو جو معنی ہیں جمل صاحب سے	کو جو معانی ہیں مال محسوس ہے
۸	قاعدہ نمبر ۹	نمبر ۸	۲۷۶	۱۳	اس کا جلیگا	اسکا ملیگا
۱۱	حمنہ طیبہ	حمنہ طیبہ کو	۲۸۰	۱۵	انا عبید اللہ	انا عبد اللہ
״	نام ظاہر	نام ظاہری	״	۲۲	ضرورت ہی	ضرورت ہی نہیں
۶	قایم عدل	قایم ہیں عدل پر	۲۸۱	۱	وہی مقام دیکھنا نمبر ۲۳	(یہ عبارت) مکرر ہے
۱۵	ذی القربیٰ سے	ذوی القربیٰ کی	״	۷	بلا ہوا ہو	ملا ہوا ہو
״	ہاشم ہوتے	ہاشم کے ہوتے	״	۱۴	دور گردے	دور کردے
۱۰	معنی ہیں فاتبعوا کے	معنی ہیں فاثبتوا کی	۲۸۲	۱۹	المومنین ہیں اور	المومنین لیس اور
۱۲	جو آپ سے	جواب سے	۲۸۴	۲	ہے کہ خدا کی جس	ہے کہ خدا جس سے
۱۱	ایک مجید کتاب	ایک مجلد کتاب	״	۶	مرے بندے کہ	میرے بندے ایسے ہیں کہ
۱۴	ساتھ لیے	ساتھ ساتھ لیے	۲۸۶	۲	ذکر بھی	ذکر ہے
۵	انتظار کو بھی	انتظار کو ہی اس آیت میں	۲۸۷	۹	اقرب الخلق ہیں	اقرب الخلق منی
۴	سید سجاد حسین	سید اعجاز حسین	״	۱۴	علی و نبی بہر دو	علیؑ و نبیؐ ہر دو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	سطر
۲۸۸	۲۱	ظاہر ہوتا ہے	ظاہر ہے	۳۵۸	۷	زمین کے پاک ہونیکا	زمین کے مالک	۲۱
۲۹۱	۷	گل رٹے	گل بوٹے	۳۵۹	۱۳		قبل آیت	۲۹۵
۲۹۵	۱۹	اور دولت دونو	دولتمند دونو	۳۶۰	۱۰	مگر غنیت میں بھی	مگر غنیمت	۲۳
۲۹۶	۱	الذین السو	الذین التقوا	۳۶۱	۹	ہے پھر نفس پرور	ہے ہر نفس	۲۱
〃	۱۵	شناخت ناظرین	شناخت ناظرین کو	۳۶۳	۹	ہم ضلا تھم	ہم علی صلا	۲۳
〃	۱۹	کعب الاہبار	کعب الاحبار	〃	۲۰	سندان رہگران	سندان آشنا	۱۲
۳۰۲	۱۲	تم کوامت ایک وسطی	تم کوامت وسطی	۳۶۵	۱۳	اویر عنایت آیات	اول عنایت	۱۱
〃	〃	رسول تمہارا اوپر	رسول تمہارے اوپر	۳۶۷	۹	قریب بھی بخت	قریب ہے	۴
۳۰۴	۳	ایت کولفظن خلافت ہیں	آیت کو بضمن خلافت ہیں	۳۶۸	۹	خاشعین کا آگیا	خاشعین کا	۱
۳۰۵	۵	ایت نمبر ۸اور نمبر ۱۸	آیت نمبر ۲ ۸ اور نمبر ۱۸	۳۶۹	۲	الذین ہم صلا تہم	الذین ہم فی	۷
۳۱۶	۱۸	سورہ اتبنا	سورۃ المنیار	۳۸۸	۱	جزا دینگیں اب لوگوں	جزا دینگیں	۳و۱
۳۱۲	۱۳	تبذرو تبدیلہ	تبذر و تبذیرا	۳۸۹	۱	بروز عذیر آپ نے	بروز غدیر جو	۶
۳۲۵	۲۲	دعوے صلاحت کا کب	دعوے صلاحیت کا کب	〃	۳	سکھلا گیا ہوں	سکھلا یا گیا	۱۷
۳۳۳	۲۴	اور رجانع شہوات	اور تابع شہوات	〃	۱۴	فی العلم کا ہوں	فی العلم سے ہو	۲۱
۳۳۴	۸	مطبعان علی شامل	مطبعان علی ہیں شامل	۳۹۲	۱۶	مبوت کی جبیں	نبوت کی ہیں جب	۱۹
۳۳۸	۱۱	نے اعمال کیے	نے نیک اعمال کئے	۴۰۳	۷	قول الموصین	قول المومنین	۱۱
۳۴۱	۱۰	عدد کو اور	عدد نو اور	〃	۱۰	الموسنین	استعکسمن المومن	۱
	۱۶	حکم دو دو	حکم درو دمیں	〃	۲۴	تعلق رکھتے ہیں	تعلق رکھتی ہے	۱۴
۳۵۲	۲۱	آیت نمبر ۲۴۴	آیت نمبر ۲۵۵	۴۰۴	۱۳	جانتے کہ عبادت ہیں	جانتے کہ اس بات	۱۶
۳۵۴	۵	آخری لفظ ہوگا	آخری لفظ غم ہوگا	〃	۱۷	ویکھلو تملاف	دیکھلو بر خلاف	۱۰و
۳۵۵	۱۸	اس آیت کے ابن حجر درج ہے	دوسری مرتبہ لکھا گیا	۴۰۵	۱۵	احلفضی قومی	احلفضی فی قومی	۱

سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱	ان کی خلافت الٰہی نہیں	انکی خلافت خلافت الٰہی نہیں	۴۵۴	۲۰	الم احسب الناس ان	الم احسب الناس ان
۹و۵	ابو بکر ایسے غلیظ	ابو بکر ایسے فظ و غلیظ آدمی	〃	۲۱	کرتے ہیں آدمی	کرتے ہیں آدمی
۲۳	مجوسی شرک بھرے	مجوسی خنرک بھرے	〃	〃	اننا کہے پر	اننا کہنے پر
۲۱	الجاھلوا	الجاہلون	۴۵۵	۱	ظاہر ہے	ظاہری
۲۳	شرم آتی	شرم آتی ہے	۴۵۶	۱۶	تبرلو	تیرکو
۱۲	ایسے عابدین	عابد ہیں	۴۵۹	۱۷	سلوک ہوتا	ہوتا ہے
۱۱	بر منحصر ہیں	منحصر نہیں بلکہ	۴۶۶	۶	انصاف سے نہایت	انصاف نہایت بے
۴	ابھی کچھ تھا	ابھی تو سب کچھ تھا اور	〃	۱۹	خلافت وبانی	خلافت ربانی
۱	ان پڑھکر	ان پڑھ کو	۴۶۹	۱۵	الا اذن	الا من اذن
۷	علیہ السلام نے کہ جب	علیہ السلام نے کہا کہ جب	۴۷۲	۳	۳۲۹	۲۳۹
۱۱و۱۳	کرائے ہیں کہل گیا	کرآئے ہیں جو کھل گیا	〃	۵	حروف الف ج	کی پیروی نہیں کیگئی
۴	اپکی وزارت کو اپنے واسطے	اپنی وزارتکو علی کیواسطے	۴۷۴	۳	کرائے ہیں	کرآئے ہیں ہم
۱۷	رسول کو دوبارہ اکرام	کو دربارۂ اکرام	〃	۱۸	یجلی رسی مضبوط	کچھ لیا دستہ مضبوط
۲۲	اصحاب صفہ		۴۷۵	۱	کلمات خدا	کلمات خدائے تعالیٰ
۱۹	لوط کے اُٹھاوالے کا	لوط کے اُٹھانے والے کا	〃	۲۳	معراج اور نشانیاں	معراج جو نشانیاں
۱۱	علیہ السلام ہے کہ	علیہ السلام کہے ہے کہ	۴۷۸	۲	تعالی ظاہر	ظاہر کرتا ہے
۱	میں ہوئے	حاضر ہوئے	۴۸۰	۵	باغ اُن کا قیام	باغ ہے وہاں انکا قیام
۱۴	بما ضرورا	بما صبروا	۴۸۲	۱۲	کی خبریں جو ہوداری	کی خبریں جو بانوداری
۱۴	جہاد کرتا ہی راہ خدا ہے	جہاد کرتا ہی راہ خدا میں	۴۸۳	۱۷	اس طرح دیتی تھی	اسی طرح دیئے تھے
۱۰و	بجاوے	بجا لاوے	۴۸۶	۷	سند میں شبہ	سند میں حاشیہ
۱	طاعت محمد	طاعت آل محمد اور آئمہ	〃	۹	نہیں کہتی	نہیں رکھتے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸۷	۱	مہاجرین سہے	مہاجرین سے	۵۲۸	۱۱	جانہ کی کہ خاص	جائینگے نہ کہ خاص
″	۲۳	ہجرت ے	ہجرت کے	۵۳۰	۱۲	ہم ۸ قاعدہ	ہم ۸ قاعدہ
۴۹۲	۲۴	زیادتی اور	زیادتی ایمان اور	۵۳۱	۲۳	اشارہ اسطرف کہ	اشارہ اسطرف ہے کہ
۴۹۳	۱۳و۱۴	ضرب علی یوم الخندق	ضرب علیؓ یوم الخندق	۵۳۷	۱۲	عذا بیان	جزا کا بیان ہے
″	۱۵و۱۶	اتصال علی ابن	انتقال لعلی ابن	۵۴۱	۲۰	قاعدہ ۷	قاعدہ ۸ مقدمہ
۴۹۴	۱۴	بحث بیں ن کی	بحث بیں انُ کی	۵۴۲	۱۰	تواضع کو	تواضع کر
۴۹۵	۲۳	بعض اپنی اجل	بعض منتظر اپنی اجل کے	″	۲۳	ربہم معوہ	ربہم مغفرۃ
۴۹۶	۱۱	اور کھائی پہاڑ	اور گھاٹی پہاڑ	۵۴۹	۱۸	بہشت ان ہی کو	بہشت رہنے کو عطا کیا
۴۹۷	۱۴	فارسی بل بل	فارسل ایل ایل	۵۵۰	۱	اس اور کی اہل کو	اور اسکے اہل کو
۴۹۹	۱۷	بحر ہو سکے	بجز اسکی	۵۵۲	۱۳	یستغبونک	یستنبئونک
۵۰۲	۱۵	صفحہ ۱۹۶ ذکر	صفحہ ۱۹۶ پر ذکر آیا	۵۵۳	۱۴	ہے فستنبونک	یستنبئونک
۵۰۶	۲۱و۲۲	یس عل آیت عمل	پس عمل آئیت کے عامل	۵۵۶	۴	قاعدہ نمبر ۷	قاعدہ نمبر ۸
۵۰۸	۱۰	اس طرح	اسی طرح	۵۵۹	۱۹	رکوع	رکوع ۵
″	۱۱	اس طرح	اسی طرح	۵۶۰	۴	مالک واشتر	مالک اشتر
۵۱۷	۸	پس ہے تحقیق	پس تحقیق ہے				
۵۱۹	۱۹	اور میلان اور	اور اعلان اور				
۵۲۰	۶	انذاز	انذار				
۵۲۱	۴	قاعدہ ۸ یہ جملہ	قاعدہ ۸ یہ جملہ				
۵۲۲	۹	امانت خدا لو	امانت خدا کہلیں لوگوں کی				
۵۲۳	۱۴	اپنے بھائی کو	اپنے باپ کو				
۵۲۴	۹	لا یعذب ہو کی	لا یعذب عنہ کی				

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین رحمت للعالمین شفیع المذنبین صاحب الدنیا والدین محمد مصطفیٰ الملقب بطٰہٰ ویاسین واہلبیتہ الطیبین الطاہرین المعصومین اجمعین سیما علی امیر المومنین سید الوصیین امام المتقین صالح المومنین سید الصادقین یعسوب الدین حبل اللہ المتین قاضی احکام الشرع والدین شیخ الانصار والمہاجرین نفس ختم المرسلین قائد الغر المحجلین قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین علی ابن ابیطالب وذریتہ المیامین المعصومین الی یوم الدین۔

امابعد یہ ذرۂ بیمقدار آغا عبد علی ابن آغا بندہ علی ابن آغا رجب علی قزلباش دہلوی غفر اللہ سبحانہٗ خفی وجلی خدمت مومنین میں عرض کرتا ہے کہ کتاب متکلم یعنی کلام مجید کل اہل اسلام کا ایمان ہے کیونکہ کتاب اللہ اور کلام خدا ہے اور اسمیں جابجا ذکر اہلبیت رسالت کثرت سے ہے اور اکثر مصنفین نے اپنی اپنی کتابوں میں بقدر امکان آیات قرآنی سے فضائل اہلبیت مع تفسیر دکھائے ہیں جیساکہ مولوی شیخ احمد صاحب دیوبندی عثمانی نے کتاب **انوارُ الہدیٰ** میں بیس آیات قرآنی مع تفسیر ایسی درج کی ہیں جن سے فضیلت جناب امیر کا کافی اثبات ہے انہیں مصنف کی ایک دوسری تصنیف رسالہ کشف الحجاب مناظرہ میں ہے وہ بھی ان اوصاف سے خالی نہیں چنانچہ اُس میں بھی سولہ آیتیں درج ہیں اور دونو جگہ سندات کتب اہل سنت سے پیش کی گئی ہیں جیساکہ آپ انوار الہدیٰ کے صفحہ ۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب کے ختم ہونے تک کتب شیعہ کا مطالعہ کبھی نہیں کیا اور میں نے ایک حرف بھی اُن کی کتابوں سے یہاں اخذ نہیں کیا (۲) مولوی سید وحید الدین خان بہادر آزاد نے اپنی کتاب حد تحقیق مشرب سنی میں جناب امیرؑ اور خلفا ثلثہ میں تفریق دکھاتے ہوئے ۱۵۔ آیتیں مفسرین اہلسنت

بیان کیں ہیں ۱۳۱ سوانح عمری جناب امیرؑ اس میں تو مولوی عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری
نے اس غرض کے اظہار میں ایک علحدہ باب قائم کیا ہے جس میں پوری ۷۰ آیتیں درج ہیں جو تمام
کتب اہل سنت سے ماخوذ ہیں پس اس حساب سے یہ کل ۱۳۸ آیات مذکورۃ الصدر فضائل اہلبیتؑ میں
مقبولہ متقدمین اہلسنت ہیں جس میں اہل شیعہ کا کوئی دخل نہیں اب ہم خاص شیعہ حضرات کی کتابوں
کا حوالہ دیتے ہیں پہلی تصنیف مولوی مرزا باقر علی بیگ صاحب میرٹھی کی پیش کی جاتی ہے جس
میں مجموعہ فضائل مرتضوی کے متن میں ۵۱ آیات منتخب کرکے باقرار اہل سنت یہ بھی زیادہ کیا ہے
کہ مصحف ابن مسعود میں ۸ جگہ نام نامی جناب امیر علیہ السلام بتصریح درج تھا جو نسخہ ہائے موجودہ
میں نہیں پایا جاتا اسی ضمن میں اخبار امامیہ لکھنؤ کی ابتدائی تحریرات بھی ہیں جن میں ۹۰ آیتیں
خاص علمائے لکھنؤ کے قلم سے مع سندات سابقہ درج ہیں اس کے بعد علامہ کنتوری مدظلہ کی
ایک تازہ تصنیف الفیہ ہے جس کی جلد اول کے پہلے حصہ میں اتمام صفحہ ۱۲۸ پر ایک نوٹ ہے کہ "ابھی
۴۴ جزو اسی سلسلے میں باقی ہیں جن میں تقریباً ۵۰۰ آیات قرآنی سے امام کے معصوم ہونے کی سندات
درج ہیں" اللھم زد فزد چنانچہ اہل علم کی یہ سعی بلیغ دیکھ کر اس بے علم کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی
بزرگان دین کی تاسی کروں آیات قرآنی سے فضائل اور مناقب اہلبیت الطاہرین کا اثبات
ظاہر کرنے کی کوشش کروں چنانچہ خدا کا نام لیکر ہمت باندھی اور اس بزرگ ترین کام پر آمادہ
ہو گیا اک عرصے تک شبانہ روز اس کار خیر میں منہمک رہا راتوں کی نیند اور دن کا آرام مفقود منزل
کٹھن مسافر نابلد راہ۔ مگر پھر بھی جو کچھ تائیدات غیبی سے بہرہ ور رہا اس کا ثمرہ نہایت خوشگوار
ملا یعنی قریب ۷۰۰ آیات قرآنی منضبط اور منتخب ہو گئیں جنہیں یہ قلیل البضاعت اپنے برادران
ایمانی کے سامنے ہدیۃً پیش کرتا ہے اگر دیدۂ انصاف نور ایمان سے مجلّےٰ ہے اگر حقیقت کا الہام
قلب سلیم پر کوئی اثر رکھتا ہے تو انشاء اللہ اس مجموعہ کے مطالعہ سے ظاہر ہو جائے گا کہ ایک
ایک آیت فی الواقعی اہلبیت رسالت کا واقعی اعزاز اور فضائل و مناقب علی مرتضیٰ کا بالکل سچا قصیدہ
ہے نام اس نگارستان مدحت کا سروش غیبی نے **آیات علی فی شان علی** تعلیم فرمایا اور دل
صداقت یقین کو بہت پسند آیا امید کہ برادران ایمانی اس کے مطالعہ سے مسرور ہونگے اور اس
عاصی پر معاصی کو عند اللہ دعائے مغفرت سے یاد فرمائیں گے واللہ یحب المحسنین ❖

تعداد آیات اور خوف تطویل

حضرات اس سے پہلے کہ کتاب شروع کی جائے مندرجہ ذیل ۷۰۰ آیات کی طرف کثرت اور مبالغہ کا خیال نہ فرمائیں۔ کیونکہ موجودہ قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں اور ہر سورہ کی پیشانی پر جو تعداد آیات درج ہے اس کا کل مجموعہ ۶۲۳۸ تک پہنچتا ہے۔ گو تفسیر عمدۃ البیان میں کلام پاک کی کل آیات مفسرین متقدمین کے حوالے سے ۶۶۶۶ مانی گئی ہیں بہر حال ۷۰۰ آیات کا ہونا تو ہر طرح ثابت ہے ناظرین کو اسی تعداد پر نگاہ رکھنی چاہئیے۔ اب توجہ کیجاتی ہے اس روایت کی طرف جو سواعق محرقہ جناب ابن حجر کی صفحہ ۹۵ پر خود جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے بحوالہ اہل سنت اور فضائل مرتضویہ میں بحوالہ اہل تشیع غرض دونوں طرح منقول ہے۔ فرمایا آپ نے قرآن چار حصوں پر منقسم ہے۔ ایک ربع تو ہماری شان میں ایک ربع ہمارے دشمنوں کی تہدید میں ایک ربع قصص و امثال اور واقعات میں اور ایک ربع فرائض و احکام میں۔ بنظر بریں ہماری کتاب کی کل ۷۰۰ آیتیں تو کوئی حجم نہیں رکھتیں کیونکہ ۶۰۰۰ کا ایک چوتھائی لیا جائے بقول امام معصوم تو ۱۵۰۰ ہوا جو ہماری مفسرہ آیات کی تعداد یعنی ۷۰۰ کے دو چند سے بھی زیادہ ہے۔ دوسرے بقول صاحب انوار البدر کے کہ یہاں چند آیات بطور نمونہ دکھاتا ہوں ورنہ ⅓ قرآن فضائل و مناقب اہلبیت میں نازل ہوا ہے (گویا مولوی صاحب کا یہ اقرار کتب اہل سنت کے موافق ہوا کیونکہ مولوی شیخ احمد صاحب حنفی الہ آبادی تھے) تو اس حساب سے ۶۰۰۰ کا ⅓ دو ہزار ہوا جو ہماری ۷۰۰ آیات کے سہ چند کی برابر ہے تیسری صورت کی بنا پر جو حقیر کے ذہن میں گذری چونکہ یہ مسلّمہ امر ہے کہ دشمنان اہلبیت کے لئے جو تہدید اور عتاب الٰہی نازل ہوا ہے وہ باعث مخالفت اور بغض ان بزرگواران معصومین کے تھا پس حاصل یہ ہے کہ اصل قرآن کی تعداد کا دو ربع حصہ حق مدح و فضائل اہلبیت کا ہو گیا کیونکہ اپنے دشمن کی تذلیل اپنی توقیر کے وزن کو دوبالا کرتی ہے گویا اہلبیت کی طرفداری اور اظہار صداقت کا حصہ بھی شامل ہے فضائل و مناقب اہلبیت میں جو کل قرآن کا نصف ہوا جس کی تعداد آیات ۳۰۰۰ ہزار ہوتی ہے اور یہ تعداد ہماری مفسرہ آیات کی تعداد ۷۰۰ کے چوگنی سے بھی زیادہ ہے۔ چوتھی صورت یہاں کے موازنے کا اندازہ ہماری تعداد کو بالکل ہی خفیف کر دیتا ہے کیونکہ بقول صاحب الفقیہ

حصہ دوم صفحہ چار سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ حلی نے ۱۰۳۵ دلائل فقط عصمت امام میں قرآن پاک سے ثابت کی ہیں اللہ اللہ یہ ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور یہ ہیں تلامذہ باب مدینۃ العلم پھر آگے چلکر علامہ کنتوری تحریر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس ۱۰۳۵ کی تعداد کو تکرار اور مکرر کرنے سے وسعت دی ہے ہرگز یہ بات نہیں کہ دلایل میں تکرار ہو گیا ان لوگوں کو وہ حدیث آئمہ علیہم السلام کی یاد نہیں کہ فرمایا ہے تین ثلث قرآن ہماری شان میں نازل ہوا ہے اور یہ ایسی مشہور روایت ہے کہ جسے اکثر شعرا نے بھی نظم کیا ہے پس بموجب اس حدیث کے اوصاف وفضائل اہلبیت کی تعداد سہ ثلث ثابت ہوئی جو کل قرآن کی ⅓ آیات ہے جس کی تعداد ۴۵۰۰ تک اہلبیت کے حصے میں آئی جس کے مقابلہ میں ۷۰۰ کا عدد بہت ہی کم مایہ چیز ہے اور مشتے نمونہ از خروارے کہنا بھی بیجا ہوگا پھر مبالغہ تو کجا اس کے کسی معقول حصہ تک بھی رسائی نہوئی

قاعدہ اول مقدمۂ کتاب بذکر فصاحت

علم کلام اور افہام وتفہیم

یہاں مقصود علم کلام سے کلام الٰہی میں موشگافی اور اسکی افہام وتفہیم سے ہے گو یہ کار بزرگ مجھ جیسے ہیچمدان کی قدرت سے باہر ہے۔ لیکن پھر بھی تشخیص مطالب آیات قرآنی میں شاید میری ناچیز کوشش کچھ مدد دے سکے اس خیال سے چند جملے در بیان فصاحت وبلاغت لکھ دینی ضروری سمجھتا ہوں

قاعدہ اول مطابق فصاحت

(۱) جیسا کہ کافۃ المسلمین بلکہ روئے زمین کے نبض شناسان الفاظ کا مسلمہ فیصلہ ہے کہ کلام پاک یعنی قرآن مجید کی عبارت کمال فصاحت وبلاغت پر مبنی ہے اور میرے خیال میں فصاحت کی تعریف یہ ہوسکتی ہے کہ جہاں کلیم کے منہ سے کلام نکلا اور سامع اس کے مطالب پر فوراً پہنچگیا اور یہ بات جب ہی ہوگی جب سامع کو کلام کے سمجھنے میں ذرا بھی انتظار کرنا نہ پڑے یعنی مبتدا سے خبر بہت قریب ہو ورنہ جملہ کو ذرا طول دیا اور خبر مبتدا سے دور جا پڑی پس ابہام واقع ہوگیا اور ایسا کلام پایۂ فصاحت سے گرگیا

مگر کلام ربانی خالق بہ کلام انسانی اس عیب سے مبرا ہے جس کے متعلق ہمنے اپنی مجوزہ تیسری آیت
کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کلام پاک میں پہلے جو مطلب شروع کیا جاتا ہے وہ ایک ہی مختصر جملہ پر ختم کیا
جاتا ہے اور مبتدا سے خبر تک پہنچنے میں ذرا بھی توقف نہیں ہوتا جو عین دلیل فصاحت ہے ہاں بیشک
بعد اُس جملے کے اگر اس مبتدا سے تعلق رکھنا مقصود ہو تو پہلا جملہ دوسرے سے اور دوسرا تیسرے
سے بطور تشریح اور مزید اطلاع سامع کے منسلک کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ذالک الکتاب لاریب فیہ
ہدی للمتقین میں ثابت کر دیا کہ یہ کتاب بیشک ہدایت ہے متقین کے واسطے کیسا مختصر جملہ ہے مگر چونکہ
صفات شناخت اور اُن کا نتیجہ بیان کرنا باقی تھا اس قایل جل شانہ تعالے نے دوسری آیت
میں بیان فرمایا الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوات ومما رزقناہم ینفقون اُس کے بعد تیسری
آیت میں بعد تشریح صفات متقین جو مضمون باقی تھا اس طرح مسلسل فرماتا ہے والذین یومنون بما
انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ہم یوقنون اس کے بعد تیسری آیت میں بعد تشریح صفات
متقین جو مضمون باقی تھا اس طرح مسلسل فرماتا ہے والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل
من قبلک وبالآخرۃ ہم یوقنون آخر میں پہنچکر ان کے نتایج ظاہر کرنے کو چوتھی آیت اس طرح منضم فرمائی
اولئک علی ہدی من ربہم واولئک ہم المفلحون پس جملہ مع مبتدا اور خبر اور اُسکے نتیجے کی مکمل طور پر ختم
ہو گیا یعنی یہ کتاب ہدایت ہے متقین کے واسطے وہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان لائے غیب پر اور قایم
کرنے والے نماز کے ہیں اور جو کچھ ہمنے انکو رزق دیا اس میں سے خیرات کرتے ہیں اور ایمان اُسپر
لائے ہیں اے نبی جو کچھ تجھپر نازل ہوا اور جو کچھ تجھ سے پہلے نازل ہوا تھا اور وہ لوگ آخرت کا
بھی یقین رکھتے ہیں پس یہ لوگ ہی تو اس ہدایت پر ہیں جو اُن کے رب کی طرف سے ہوئی جسکا
ذکر اس کتاب میں ہے اور یہ لوگ فلاح یافتہ ہیں قل وجل کیا نہج اور کیا شان تسلسل ہے اور کسی آسانی
سے ایک بسیط مضمون کو جستہ جستہ ٹکڑوں میں مرتب کر کے ذہن نشین خلایق کر دیا اور فصاحت
کو ہاتھ سے جانے نہ دیا قس علی ہذا۔ تمام وکمال کلام ربانی میں یہی قاعدہ جاری فرمایا ہے یعنی اول
کی آیت میں جس کسی کا ذکر آیا ہے وہی ایک مخاطب دو چار بلکہ دس دس آیات تک معرض بحث
میں ہے اور قدرت وضع الفاظ اور شستگی کلام میں ذرا فرق نہیں بیشک بیشک قل ودل اسی کا نام ہے
اور عین فصاحت کلام خالق پر ہی ختم ہے اور ذکر احبیب رسول میں یہی قاعدہ جاری ہے۔

قاعدۂ دوم بلاغت کی تعریف میں

کلام کی دوسری صفت بلاغت ہے جس کے لغوی معنی ہیں پہنچانا یعنی وہ کلام جس میں اشارے
کنایے اور استعارے سے کام لیا جاتا ہے اور موصوف اسی صفت سے پہچانا جاتا ہے یہ قاعدہ عرب
میں عام طور پر جاری تھا چنانچہ فرقان حمید یعنی کلام باری تعالیٰ شانہ جو خاص محاورہ عرب میں نازل
ہوا ہے اس صفت سے بیشتر متصف ہے جیسا کہ سورہ مزمل میں خداوند تعالیٰ اپنے رسول کو مخاطب
کرکے فرماتا ہے یا ایہا المزمل یعنی اے چادر میں لپٹے ہوئے یا ایہا المدثر اے اوڑھے ہوئے یا جیسا
کہ فرمایا لما عبد اللہ یدعوہ اور جب کھڑا ہوا بندہ خدا کا دعوت کے لئے مذکورۂ بالا امثال سے معلوم
ہو گیا کہ ہر جگہ قائل تبارک تعالیٰ شانہ کا خطاب رسول اللہ ہی سے ہے جنکو ہر مقام پر بالکنایہ یاد فرمایا ہے
نہ ظاہری نام سے لیکن اس جدت خطاب اس اشارہ بالکنایہ کا لطف کچھ اہل زبان ہی اٹھاتا ہے
اور وہی جانتا ہے کہ خطاب سے کیا لطف خصوصیت اور منزلت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ اس سیاق
کلمہ و کلام کو فصحائے عرب بلاغت سے تعبیر کرتے تھے اسی بنا پر حدیث خاصف النعل دلچسپی سے خالی
نہیں جبکہ فرمایا رسول اللہ نے اے گروہ قریش باز آجاؤ اپنے کرداروں سے ورنہ میں ایسے شخص کو
تم پر مبعوث کروں گا جو تمہاری گردنیں مارے گا اور تمہارے زن و فرزند کو غلام بنائے گا دیکھئے
یہاں بھی اس مرد کی صفات بتائے گئے نام نہیں لیا۔ چنانچہ اس وقت کلام کی خوبی کو بیاد کرنیوالوں
میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ کیا وہ شخص میں ہوں آپ نے فرمایا لا دوسرے نے کہا تو کیا اس
مرد سے مراد میں ہوں آپ نے فرمایا لا نہیں تو بھی نہیں بلکہ وہ تو خاصف النعل ہے اللہ رے بلاغت
یعنی باوجود پے در پے بے محل سوالات کرنے پر بھی آنحضرت نے بلاغت کا ہاتھ سے جانے نہ دیا اور صریحاً
نام نہیں بتلایا بلکہ یہی ارشاد ہوا کہ وہ تو جوتی کا ٹانکنے والا ہے یاد رہے کہ جناب امیر اس وقت
سامنے ہی بیٹھے ہوئے جوتی کا ٹانکا رہے تھے اسی طرح سورہ منافقون میں عبد اللہ بن ابی کا قول
باری تعالیٰ شانہ نے نقل فرمایا ہے اس قاعدے کی بین دلیل ہے یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ
لیخرجن الاعزۃ منہا الاذل یعنی کہتے ہیں کہ مدینہ واپس جانے پر سب سے زیادہ عزت دار ان میں
ذلیل ترین کو نکال دے گا چنانچہ اس بلاغت نظام کلام سے عبد اللہ نے اپنی آپ کو عزت دار گردانا

اور معاذ اللہ آنحضرت کو ذلیل تصور کیا خاک بدہنش باد مگر یہ ایسا صاف اور عام فہم جملہ تھا کہ زبان سے نکلتے ہی جابر بن عبد اللہ انصاری جو اُس وقت بالکل کم سن تھے اصل معانی کو فوراً سمجھ گئے اور جناب رسول اللہ سے جا کر نقل بھی کر دیا اسی قبیل سے معرکہ کربلا میں جب مسلم ابن عوسجہ مجروح ہو کر گر پڑے اور حضرت امام حسینؑ حبیب ابن مظاہر کو لیکر اُن کی لاش پر تشریف لائے تو حبیب نے مسلم سے پوچھا کہ بھائی تمہاری کوئی وصیت ہو تو بیان کرو واللہ اسی حالت احتضار میں بھی بقاعدہ فصحائے عرب مسلم نے جو لفظ امام مظلوم کی طرف اشارۃً ادا کئے ہیں وہ بھی صراحتاً نام سے معرا ہیں یعنی مدد کرنا ان کی جو کھڑے ہیں۔ گویا مولانا کہا امام نہ کہا حسین نہ کہا جو خلاف محاورہ اور رسم بلاغت تھا بلکہ ہذا قائماً کہا پس ثابت ہو گیا کہ کلام بالاشارہ ہی کا نام بلاغت ہے اور یہی قاعدہ لسان العرب کے موافق تمام عبارت کلام خدا میں مستعمل ہے اور جہاں جہاں قرآن میں اظہار نسبت اظہار منظور ہے وہاں وہاں ایک ایک صفت سے مشار الیہ کو ظاہر کیا ہے کہیں صالحین کہیں متقین کہیں محسنین کہیں صادقین کہا ہے اور کسی مقام پر مومنین طیبین و طاہرین تو کسی جگہ آمنوا و عملوا الصالحات سے کام لیا ہے اور کسی جگہ یامرون بالمعروف و ناہون عن المنکر سے تعبیر کیا ہے کہاں ہیں وہ کم فہم کوتاہ نظر جو یہ اعتراض پیدا کرتے ہیں کہ کلام مجید میں ان اہلبیت سے اگر اہلبیت رسالت مقصود ہیں تو اُن کا نام صریحاً کیوں نہیں لیا گیا وہ اس قاعدہ کو دل کی آنکھوں سے پڑھیں اور کلام خالق کو مخلوق کی اصلاح سے مستغنی سمجھیں وما علینا الا البلاغ

قاعدہ تفسیر الذین آمنوا یا ایمان والوں کی شناخت

ظاہر ظہور اور اشہر مشہور یہ ہے کہ قرآن شریف میں جہاں جہاں ایمان والوں یا ایمان لانے والوں سے خطاب باری تعالیٰ ہوا ہے اس ضمیر پُر تنویر کا مرجع تمام اہل اسلام میں اول اور افضل حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہی کی ذات بابرکات ہے اس لئے ہم سب سے پہلے اُس جناب کی سبقت کو ہی ظاہر کرتے ہیں

(۱) علاوہ روایات اہل تشیع کے معتبرین اہل سنت کے نقاد یعنی صاحب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام اپنی کتاب کے صفحہ ۴۹۸ لغایت ۵۰۰ میں ۲۷ روایات نقل کرتے ہیں جو اکابرین اہل سنت کی مقبولہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے سابق الاسلام ہونے پر قول فیصل ہیں چنانچہ روایت نمبر ۶ میں ابن عمر انس

بن مالک جابر ابن عبداللہ کے حوالے سے اس طرح مروی ہے کہ پیر کے دن ظہر کے وقت جناب
رسول اللہ مبعوث برسالت ہوئے اور منگل کی صبحکو بوقت چاشت جناب امیر مشرف باسلام ہوئے یعنی جس طرح
عورات میں سبقت اسلام جناب خدیجہ بنت خویلد کے حصہ میں ہے۔ اسی طرح مردوں میں جناب امیرؑ پر مخصوص ہے
اور اسی کتاب میں روایت ۶ کے منشاء کے موافق جناب ابن عباس سے منقول ہے کہ فرمایا جناب سرور کائنات
نے کہ اوائل اسلام میں ۷ برس تک فرشتہ صرف مجھ پر اور علیؑ پر درود بھیجتے رہے کیونکہ اسوقت تک سوائے
میرے اور علیؑ کے اور کسی کی زبان سے کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ کی آواز آسمان کی طرف نہیں بلند ہوتی
تھی گمان شاید یہ سوال پیدا ہو کہ جس حالت میں سات برس تک اسلام میں ایسی بیکسی اور تنہائی تھی
تو پھر نزول قرآن بھی کیا اس مدت تک معطل رہا لا واللہ ہرگز ایسا نہیں ہوا۔ سورۂ مزمل کی شان
نزول اسکی بطلان پر پورے طور سے حاوی ہے جیسا کہ تفسیر عمدۃ البیان کے صفحہ ۱۶۴ میں نقل ہے کہ
غار حرا میں اول ہی اول جب رسول مقبول نے جبریل کو بہیئت اصلی دیکھا تو آپ کمال خائف ہوئے
یہاں تک کہ لرزہ اندام مبارک میں ساری ہو گیا گھر پر آئیے آن کر فرمایا زملونی زملونی یعنی مجھے
چادر اڑھادو چنانچہ اسی حالت کے موافق آپ پر وحی نازل ہوئے یا ایہا المزمل جس سے ثابت ہو گیا
کہ یہ سورہ کسقدر قریب العہد بعثت ہے اور اسی سورہ میں خداوند عالم جو فرماتا ہے ان ربک یعلم انک تقوم
ادنی من ثلثی اللیل و نصفہ و ثلثہ و طائفۃ من الذین معک یعنی البتہ رب تیرا جانتا ہے کہ اٹھتا ہے تو کبھی
۲/۳ رات گذرے کبھی آدھی رات گذرے اور کبھی ۱/۳ رات باقی رہے اور چند آدمی تیرے ساتھ ہوتے ہیں کہاں ہیں
وہ متبصر سیاق عبارت پر غور کریں جس حالت میں کہ ۷ برس تک کلمہ شہادت کا اقرار کرنیوالا بجز دو تین نفوس
قدسیہ کے اور کوئی نہ تھا پھر وہ کون طائفہ تھا جو اسوقت عبادت خدا میں رسول اللہ کا شریک رہتا تھا
یہاں پہنچکر ضرور ماننا پڑے گا کہ وہ من الذین معک کے مصداق جناب خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت علی مرتضیٰ
ہی تھے جو ایمان لا چکے تھے پس الذین آمنو یعنی ایمان والوں سے مراد خاص وہی بزرگوار ہیں۔
(ج) اسی ضمن میں بحوالہ عمدۃ البیان صفحہ ۶۵۴ سورۂ مدثر کا شان نزول بھی قابل توجہ ہے
یعنی حضرت ختمی مآب نے بعد اس واقعہ اول کے پھر کسی صحرا میں ایک آواز سنی اوپر دیکھا تو جبریلؑ مابین
زمین و آسمان ایک کرسی پر بیٹھے نظر آئے اس مشاہدے سے پھر خوف زدہ ہو کر اور ہراس طاری
ہوا اسی طرح لرزاں اور ترساں بیت الشرف میں داخل ہوئے اور فرمایا دثرونی دثرونی یعنی کپڑا ڈالدو

جلدی مجھے کچھ اُڑھا دو گویا یہ سورہ مثل سورۂ مزمل کے قریب تر زمانہ بعثت ہے اور ابھی سورہ مدثر میں آگے چل کر ہے و یزداد و الذین آمنوا ایماناً۔ اور زیادہ ہوئے ایمان والے اپنے ایمان میں بسوائے خدا یہ کون سے ایمان والوں کی طرف اشارہ ہے جبکہ بقول مخبر صادق ۷ برس تک ایمان کے وجود سے ایسا میدان خالی تھا کہ لا الہ الا اللہ کی آواز بھی نہیں سُنی جاتی تھی بجز اس کے کہ وہ علی ابن ابیطالب تھے اور جناب خدیجۃ الکبرا تھیں یہ تو سبقت اسلام کی تشریح تھی (د) اب جناب امیرؑ کی فضیلت اور کامل الایمان ہونا زیر بحث ہے حقیقت میں اس زمانہ میں ایمان کی مسلمہ کسوٹی جہاد فی سبیل اللہ تھا کیونکہ خدائے تعالےٰ سورۂ آل عمران کے رکوع ۱۴ میں فرماتا ہے آیت ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ویعلم الصابرین کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ داخل جنت ہو جاؤ گے اور حالت یہ ہے کہ ابھی تو خدائے تعالےٰ نے یہ بات ظاہر ہی نہیں کی کہ تم میں سے کون کون جہاد کرنے والا اور جہاد پر صبر کرنیوالا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جنت تو ایمان پر منحصر ہے اور ایمان جہاد پر اور جہاد کا حال شاہدات اور غزوات سے معلوم ہوتا ہے سب کو چھوڑ کر صرف واقعہ جنگ احد کو لیا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں جب مسلمان اسلامی لشکر سے قتل ہو چکے تو باقی صحابہ نے راہ فرار اختیار کی جس میں بڑے بڑے یار غار عشرہ مبشرہ اور فاتحان روم و شام تک پشت دکھا کر ولیتم مدبرین کے مصداق بن گئے حالانکہ خدائے تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ جہاد سے بغیر ضرورت جو کوئی پشت پھیرے گا وہ کافر ہے۔ اس عبارت سے اُس زمانہ کے مسلمانوں کے ایمان پر صاف روشنی پڑتی ہے سوائے جناب امیرؑ کے جو تن واحد دست بقبضہ ایسے نازک وقت میں سوئے خدا کی نصرت کرتے رہے اور اپنے ایمان کو ایسا قایم رکھا کہ آخر فتح کے ڈنکے بجا کر واپس ہوئے ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

رحمت ہو خدا کی جناب ملا حسن کاشی پر جنھوں نے اس مضمون کو اپنے ہفت بند میں اس طرح ادا کیا ہے

ازمیان مشرق میداں برآئی مہروار ۔ رایت نصرت زپیش آیت دولت زپس

(۱۵) اسی کفر اور ایمان کی مثال پر خود جناب امیر علیہ السلام کا قول سکہ بند ہے کہ جب آپ کفار کو پس پا کر کے خدمت رسول میں مظفر و منصور حاضر ہوئے تو فرمایا آنحضرت نے یا علی تم بھی سب کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے جس کے جواب میں آپ نے صاف طور پر عرض کر دیا یا رسول اللہ اکفر بعد

الایمان۔ روحی لہ الفدا یعنی میں تو ایمان لا چکا ہوں جنگ سے بھاگنا کفر ہے پھر میں کیونکر کفر کرتا
جو بھاگ جاتا۔ اسی بنا پر دوسرا استدلال حضرت مخبر صادقؑ کے قول سے ہے یعنی فرمایا علی کے ایمان
کا پلہ بھاری ہے تمام اہل زمین و آسمان کے پلہ سے (۳) تیسرے جنگ احزاب کو لیجئے اور علی کے ایمان
کا وزن عین انصاف سے کیجئے یعنی جب جناب امیر عمر عبدود سے لڑنے کے لئے لشکر سے باہر نکلے
تو فرمایا رسول اللہ نے برز ایمان کل الی کفر کل۔ کل ایمان جاتا ہے کل کفر کی طرف
(۴) چوتھے حدیث خاصف النعل کا آخری فقرہ بھی معیار ایمان علی ابن ابیطالب کے لئے شہادت دیتا ہے
جبکہ فرمایا جناب رسول اللہ نے کہ اے گروہ قریش اگر تم نہ مانو گے تو میں ایسے شخص کو تم پر مسلط کر دوں گا جس کے
قلب کا امتحان ایمان سے خدا نے کر لیا ہے
پس نظر بریں اقوال معتبرہ و مسلمہ فریقین جو شخص ایمان کل ہو جس شخص کا ایمان خدا اور رسول کی نظر میں تمام
اہل عالم کے ایمان سے زیادہ سنگین ہو اور جس کے ایمان کا خود خداوند جل و علا نے امتحان کر لیا ہو
و الذین آمنوا والذین یومنون یا اور اسی قسم کے خطابات کا مستحق ہو گا یا وہ لوگ ہونگے جو معاذ اللہ
معاذ اللہ رسول برحق کی نبوت میں شک کرتے تھے اور بقول حذیفہ یمان قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ واللہ
یا حذیفہ انا من المنافقین (۵) پانچویں اور اسیطرح صداقت ایمانی جناب امیر میں سوانح عمری جناب امیر کے
صفحہ ۵۹ پر ایک حدیث ابن عباس سے مروی ہے جسکو احمد ابن حنبل اور طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ابن
عبدالبر نے اپنی اپنی تصانیف میں اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے قال ما نزل یا ایہا
الذین آمنوا الا علی امیرہا و شریفہا و لقد عاتب اللہ اصحاب محمد و ما ذکر علیا الا بالخیر کہ جس آیت میں اللہ ذکر علیا الا بالخیر
تعالیٰ نے لوگوں کو یا ایہا الذین آمنوا سے مخاطب کیا ہے اس خطاب کے امیر اور شریف علی ابن ابیطالب
ہیں گو خداوند عالم نے بعض جگہ اصحاب رسول پر عتاب بھی کیا ہے مگر علی کا ذکر جہاں کیا ہے ساتھ خیر
کے اور ابوبکر بن مردویہ نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یا ایہا الذین آمنوا
نازل نہیں ہوا مگر علی اسکے لب لباب اور خاصہ اور خلاصہ ہیں۔ فضائل مرتضوی کے صفحہ ۳۹ پر ابو جعفر محمد ابن بابویہ قمی
نے کتاب اعتقادات میں جناب صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ نہیں کوئی آیت قرآن میں جسکا شروع یا ایہا الذین آمنوا ہو
مگر علی ابن ابیطالب امیر اسکے ہیں قاید اسکے اور شریف و سردار اسکے ہیں اور نہیں کوئی آیت قرآن میں جو سائق ہو طرف
جنت کے مگر یہ کہ وہ حق میں نبی اور آئمہ اور پیروان آئمہ کے نازل ہوئی ہے اور نہیں کوئی سورۃ جو کھینچنے والی ہو طرف دوزخ کی مگر یہ کہ اسکا

نزول حق میں مخالفان اور دشمنان آئمہ علیہم السلام ہوا ہے پس نتیجہ صاف نکل آیا کہ آئندہ جہاں جہاں قرآن میں اس خطاب یا ایہا الذین آمنوا آیا ہے اگر اس کی تفسیر میں جناب امیر اور ائمہ علیہم السلام کو اسکا مصداق اور مخاطب قرار دیا جائے تو بہت ہی بجا اور درست اور موافق منشاء متکلم کے ہوگا۔

خدا تعریف فرماتا ہے جن کی وہ آئمہ ہیں
کہا ہے آمنوا جن کو وہی ایمان والے ہیں

قاعدہ چہارم آمنوا و عملوا الصالحات کے بیان میں

اس خطاب میں دو صفات ہیں۔ پہلی صفت تو بموجب قاعدہ سوم حق اہلبیت رسالت ہو ہی چکی لیکن دوسری صفت یعنی عملوا الصالحات اسپر بھی صریح نص قرآنی واسطے علی ابن ابیطالب کے سورہ تحریم میں موجود ہے وان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو مولاہ و جبریل و صالح المومنین یعنی اور اگر یہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں مخالفت رسول میں پس تحقیق اللہ مددگار اسکا ہے اور جبریل اور تمام مومنین سے زیادہ نیک مرد مخفی نہیں کہ تمام مفسرین اس آیہ کریمہ کی شان نزول پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ قصہ عائشہ اور حفصہ کی سازش مخالفت رسول مقبول میں ہے اور آپ کے افشاء راز سے متعلق ہے کہ جب ان امہات المومنین کی غیر متوقع درانداز یوں سے پروردگار عالم نے اپنے نبی کو کمال متفکر پایا تو ان کی تسلی اور تشفی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی بلکہ اور بھی اس کے براہ تہدید فرمایا ہے کہ فقد صغت قلوبکما۔ پس تحقیق تم دونو کے دل پھر گئے ہیں رسول اللہ کی طرف سے نیز ان دونوں کی حرکات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ دونو اپنے اپنے باپوں کی حمایت پر پھولی بیٹھی ہیں اور اسطرح باہمی اتفاق کی وجہ سے یہ مخالف فریق چار قوتیں رکھتا ہے پس خدائے تعالے نے اپنے رسول کی طرف بھی اُسکی مدد کے لئے چار قوتیں جمع کر دیں یعنی ایک تو خود رسول مقبول دوسرا خدائے تعالے مولاء رسول پھر جبریل اور مرد صالح یعنی زوج بتول اللہ اللہ اس بشیر و نذیر کو کیسی بشارت دی گئی اور کیسے کیسے مددگار بتلائے گئے جو بجائے خود مثل و نظیر ہی نہیں رکھتے تھے۔ خدا جیسا قوی و قادر۔ جبریل جیسا قوی المتین فرشتہ جنسے شہر قوم لوط کے الٹ دئے اور صالح المومنین علی ابن ابیطالب غالب علیٰ کل غالب کنندہ در خیبر قاتل عمرو و عنتر جس کی شان میں ہاتف نے فخر و مباہات سے کہا لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

پھر بھلا مخالف جماعت کی ان مددگاروں کے مقابلے میں کیا ہستی ہو سکتی ہے۔
بالاتفاق مفسرین عامہ و خاصہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو جناب رسالتمآب نے جیسا کہ غدیر خم میں اظہار ولایت جناب امیر کیا تھا اسی اہتمام سے اسوقت بھی تمام اکابران امت اور صحابہ کے روبرو مولائے مومنین کا بازو پکڑ کے فرمایا اے لوگو یہ ہی صالح المومنین اور یہ ہے وہ میرا مددگار رکن رکین اسلام پس ثابت ہو گیا کہ جو شخص نص قرآن و حدیث رسول سے صالح المومنین ہے اسی کے اعمال صالح ہو سکتے ہیں اور وہی ذات والاصفات کلام خدا میں ہر مقام پر الفاظ آمنوا و عملوا الصالحات کا مصداق و مخاطب صحیح ہو سکتا ہے اب رہا یہ امر کہ آیات قرآنی میں اکثر ایسی ضمیریں جمع کے ساتھ وارد ہوئی ہیں ان کا ثبوت بھی کافی و وافی ہے کیونکہ جناب امیر علیہ السلام کی ذریت اور ان کے پیرو جو سب کے سب ہر زمانہ میں ایک ہی نقش قدم پر چلتی رہی ہے اور تا قیام قیامت ایک ہی صراط مستقیم کے رہرو ہیں وہ سب بزرگوار اس فضیلت اور خطاب میں شامل ہیں اور شامل رہیں گے سبحان اللہ و بحمدہ

پس مردن بھی یہ خون شہیداں ہیں روابط ہیں
جدا ہوتے نہیں ہیں دانہ تسبیح دانوں سے

قاعدہ پنجم یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر کی پہچان

عام خیال کے موافق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل ہونا اسکا کام ہے جو اپنے نفس کو بھی نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکے ورنہ صرف دوسروں پر اس قسم کے حکم چلانے والا محض جھوٹا آمر کہا جائے گا اور اس کے کلام میں کوئی اثر نہیں ہوگا۔ علاوہ اس کے خداوند عالم الغیب ہے وہ خود فرماتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ خدا خوب جانتا ہے جس جگہ اپنی رسالت کو مقرر کرتا ہے وہ اپنے کلام پاک میں کبھی نااہل کو ایسے اوصاف سے نہیں متصف کر سکتا بلکہ وہ صاف صاف فرماتا ہے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم یہ کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو گویا یہ آیہ مبارک بتلاتی ہے حقیقی آمر بالمعروف ناہی عن المنکر کو جو بجز معصوم کے دوسرا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حضرات معصومین کا نفس نیکی کی طرف راغب اور بدی سے کنارہ کش ہوتا ہے اور

ایسے ہی لوگ غیروں پر بھی حکم کر سکتے ہیں اور امت محمدیؐ کا اسبات پر اتفاق ہے کہ بجز اہلبیت رسالت
کے کوئی معصوم نہیں پس یامرون بالمعروف اور ناہون عن المنکر حقیقی سے وہی نفوس قدسیہ مراد ہیں
بلکہ اسکی صداقت پر خلیفہ دوم کے عہد میں اک مشہور واقع تاریخ میں یامرون بالمعروف وناہون عن
المنکر کا پورا پتہ دے رہا ہے۔ یعنی جب ابو شحمہ خلیفہ کے خاص بیٹے پر حد زنا قایم ہوگئی اور وہ بھرے
دربار میں سوا ہو چکا تو اُس نے کہا ایہا الناس میں اس شرعی تعذیر پر بالکل راضی ہوں مجھے حد خداوندی
کی تعذیر میں کوئی عذر نہیں بشرطیکہ مجکو حد مارنے والا وہ شخص ہو جسپر کبھی کوئی حد عاید ہوئی ہو
مجرم کی زبان سے یہ لفظ ادا ہوتے ہی بارگاہ خلافت میں سناٹا ہوگیا۔ مہاجر و انصار سب کی
گردنیں جھک گیئں اور کسی کو مجال نہوئی کہ جواب تو جواب کوئی ابو شحمہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی
دیکھے وجہ کیا تھی۔ ابو شحمہ کوئی غیر شخص نہیں تھا کم مرتبہ انسان نہیں تھا جو اراکین دربار کی
سطوت کو مان جاتا۔ بلکہ وہ گھر کا بھیدی ہونے کے سبب اُس زمانے کے تمام مسلمانوں کے
حال سے خوب واقف تھا اس موقع پر اگر ذرا بھی کوئی اُس کے خلاف اشارہ کرتا تو وہ سب کی
کرتوتیں دم بھر میں اگلٹ کر رکھہ دیتا اور بڑے بڑے اہل ثقات کی قلعی کھل جاتی۔ لہذا خموشی معنی
دارد کہ در گفتن نمی آید کا مضمون ہر شخص کے دماغ میں گردش کرنے لگا اور بجز عجز کے کوئی چارہ نہ
دیکھا۔ مگر نہیں اس مجلس میں نور اولین و آخرین وہ نفوس قدسیہ بھی موجود تھی جن سے یہ حالت
ناگوار دیکھی نہ گئی کہ حد خداوندی عاید ہوکر معطل رہجائے چنانچہ اسیوقت شیر بیشہ ولایت مہر سپہر
امامت غالب علی کل غالب علی ابن ابیطالب اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے حسنؑ اُٹھو اور تھام
لو اُسکا ہاتھ اور حسینؑ کھڑے ہو جاؤ اور پکڑ لو اس کا دوسرا ہاتھ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جناب امیرؑ نے
خود بہ نفس نفیس اتنے تازیانے اُس مغرور کو مارے کہ وہ بیدم ہوکر گر پڑا اسوقت اپنے تازیانہ ہاتھ
سے پھینک کر نہایت جوش و جلال میں تمام حاضرین کی ناک رگڑنے کے لیے یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا
کہ جا ابو شحمہ کہدینا اپنے رب سے کہ مجکو ان لوگوں نے حد ماری ہے جن پر مدت العمر میں کبھی کوئی حد
قایم نہیں ہوئی ؎

اوصاف علی بہ گفتگو ممکن نیست | گنجایش بحر در سبو ممکن نیست
من ذات علی بواجبی کے دانم | الا دانم کہ مثل او ممکن نیست

ظاہر ہے ایسی کڑی شرط جو ابوشحمہ نے لگائی تھی اُسپر اتنے بڑے مجمع میں مسلمانوں کی حالت کس قدر تنز مناک تھی مگر اہلبیت رسالت ہی نے آخر اسکو پورا کیا پس یہ بات متحقق ہو چکی کہ یہ جامہ ان ہی کے لئے قطع ہوا تھا اور یامرون بالمعروف وناہون عن المنکر کی قبائے فخر اُنہیں کے جسم اطہر کے لئے موزوں تھی - اللہم صل علی محمد وآل محمد

قاعدہ ششم متقین کے بیان میں

یہ خطاب سب سے پہلا خطاب ہے جو کلام ربانی ہیں ذالک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین کی پہلی ہدایت یعنی یہ کتاب ذرا شک نہیں کہ ہدایت ہے متقین کے لئے اکثر ایسے موقع پر جبکہ جناب رسولؐ خدا اپنی امت کا انکار دیکھ کر ملول ہوتے تو پروردگار عالم تسلی آمیز الفاظ سے اپنے حبیب کو سمجھا دیتا تھا جیسے کہ سورۂ یٰسین میں ہے انما تنذر من اتبع الذکر وخشیت الرحمان بالغیب یعنی ڈرانا تو ایسے آدمیوں کا ہے جو نصیحت کی تابعداری کریں اور ڈریں اپنے رحمان سے بحالت غیب - ایسا ہی یہ موقع ہے جبکہ امت کی طرف سے دلتنگ ہوکر عرض کی رسول اللہ نے یارب ان قومی اتخذوا ہذا القران مہجورا اے رب میرے تحقیق میری قوم نے تو اس قرآن کو دور چھوڑ دیا تو اُسوقت خدائے تعالےٰ نے اپنی رسول سے یہ کہکر تسلی فرمائی کہ یہ کتاب تو متقین کے لئے ہدایت ہے غیر متقین اگر روگردانی کریں تو اے میرے حبیب تجھے بددل نہیں ہونا چاہئے اب یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ متقین کون ہیں جن پر تمام کتاب کا مدار رکھا ہے خدا نے (الف) نظر برقراین اولیٰ تو یہی تمنا ختنا ہے کہ جن کا تعلق اس کتاب سے ہوگا انہیں کا ذکر بہتبدیل الفاظ و اسباب اسمیں ہونا لازمی ہے - اس لئے مقدمہ کتاب کے صفحہ ۵ پر جو حصہ دکھلایا گیا کہ فرقان حمید کا متن چوتھائی حصہ اہلبیت رسولؐ کی شان میں نازل ہوا ہے متقین کے لئے پہلی شہادت ہے (ب) زیادہ بریں خاص متقین کے لفظ سے جنکو خدائے تعالیٰ نے صدہا جگہ قرآن میں یاد کیا جن کے حق میں ۹۸ و ۱۰۰ آیات کے سلسلہ مسلسل نازل کئے جنکی خصوصیت میں فرمایا واللہ مع المتقین والعاقبۃ للمتقین جنکو بشارت ہے ان المتقین فی جنات ونعیم وازلفت الجنۃ للمتقین جن کے گھر کی تعریف میں ہے فنعم عقبی الدار یا نعم دار المتقین - آخر اتنے بڑے محبوب گروہ کا اس ورثیس دسردار بھی تو کوئی ہونا لازمی ہے - پھر اگر سردار ہی تحقیق ہو جائے

تو وہ گروہ جو اس سردار سے منسوب ہے خود ظاہر ہو جائے گا اور سردار بخوبی معلوم ہو جاتا ہے قول خدا
و رسول سے جیسا کہ رکوع ۲ سورہ حجرات میں تبلا دیا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی خدا کے نزدیک
تو مکرم وہ شخص ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہے پیچھے فیصلہ ہو گیا جو سب سے زیادہ متقی ہے وہی متقیوں کا
سردار ہے اور جو سردار ہے وہی مکرم ہے پیش خدا اور یہی اُس کے اکرام پر دلیل ہے کہ اُسکو سرداری کا
خطاب خدا نے اپنی طرف سے بخشا اور امام المتقین فرمایا (ج) چنانچہ کتاب سوانح عمری جناب امیر میں
ایک فہرست اسمائے مبارک کی ۴۲ نام پر ضم ہے جس میں گیارھواں نام آپ کا امام المتقین ہے اور
اسی نام کی سند میں صفحہ ۱۲ پر چار حدیثیں مختلف راویوں جابر بن عبد اللہ اور انس بن مالک اور علی
ابن ابیطالب اور عبد اللہ بن اسعد سے مروی ہیں یعنی کہا جابر نے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ خدائے
عزوجل نے وحی کی میری طرف بابت علی کے کہ وہ امام ہے متقین کا - اے علی ابن ابیطالب تمام
متقین کے امام قرار پائے بحکم خدا اور متقی لوگ گروہ علی ٹھیرے (د) اور یہی بات ہم انشاء اللہ بہت
جلد تفسیر آیہ ذالک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین میں ہدیہ ناظرین کر دیتے ہیں کہ متقین گروہ
جناب امیر کا پیرو ہے جن کے آپ سردار ملقب با مام المتقین ہیں (س) بلکہ اس دعوے کو مدد
دینے والی ایک بہت بڑی طویل آیت سورہ بقر کے رکوع ۲۲ میں ہے جس میں بہت صراحت سے متقین
کی شناخت بتلائی ہے یعنی متقی لوگوں کی ۶ صفات بیان فرمائی - ایمان مشرح - عطا و بخشش - قیام
نماز - ادائے زکواۃ - وفائے عہد - صبر بر مصائب اور آخر میں فرمایا اولئک الذین صدقوا و اولئک
ہم المتقون یعنی ان ۶ صفات مذکورہ کے صاحب ہی تو سچے لوگ ہیں اور یہی لوگ تو متقین ہیں اسکا
مقام تفسیر بھی کچھ دور نہیں بہت ہی قریب اس موقع پر اس آیت کی تفسیر میں معلوم ہو جائے گا کہ متصف
بصفات مذکورہ ذات جناب امیر ہے تو ہی جن کو خدا نے فرمایا اولئک الذین صدقوا و اولئک
ہم المتقون (ص) اسپر اور بھی روشنی پڑتی ہے ایک آیت سورہ زمر رکوع ۴ سے والذی جاء
بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون جو شخص راستی کو لیکر آیا اور جس نے اُس کی تصدیق کی یہی لوگ تو
متقین ہیں جمہور کا اتفاق ہے اسپر کہ راستی کو لانے والے جناب رسالتمآب اور اُسکی تصدیق کرنے والے
علی مرتضیٰ ہیں اور انہیں دونو صاحبوں کو خدا نے سچا اور متقی فرمایا جس میں ایک تو مراتب نبوت پر فائز
اشرف الخلق ہو گئے اور دوسرے درجہ امامت متقین پر پہنچکر مکرم اور معظم ہوئے (ط) اور ان ہر دو

آیت کی تلاوت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جیسے یہ لوگ متقین ہیں بہ نص قرآن ایسے یہ صادقین ہیں یہ دونو صفات سے متصف ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ متقین وہی ہو سکتے ہیں جو صالحین ہوں کیونکہ یہ دونو الفاظ باہم مترادف و ہم معنی و ہم صفات ہیں اور جیسا متقین و صالحین ہونے کا ثبوت بہ نص قرآن ملا ویسا ہی صالحین ہونے کا ثبوت بھی قاعدہ نمبر ۲ میں بہ نص قرآن مل چکا ہے یعنی متقین و صادقین و صالحین ایک ہی گردہ اہلبیت رسالت ہے اور اگر اس بحث کو وسیع کیا جائے تو متقین اور صالحین کی صفات میں فرماں برداری خدا میں ہر ایک نیکی کو کسب کرنا اور بخوف خدا ہر برائی سے پرہیز کرنا اور یہی تعریف یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر کی ہے جو قاعدہ پنجم میں مختص باہلبیت رسالت ہو چکا آخری نتیجہ یہی پیدا ہوا جو قاعدے نمبر ۲ میں بیان ہو چکا ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں اظہار فضیلت اہلبیت ہے وہاں ایک نہ ایک صفت سے اُنکو متصّف کیا ہے کہیں متقین تو کہیں محسنین اور صادقین اور صالحین اور کہیں مومنین اور کہیں آمنو و عملو الصالحات تو کہیں یامرون بالمعروف ینہون عن المنکر

قاعدہ ہفتم فائزون و مفلحون کی بشارت مین

مندرجہ بالا الفاظ کے معنی کامیاب ہونا یا رستگار ہونا یا برومند ہونا ہیں اور یہ الفاظ کلام پاک میں ہمیشہ جملہ مبشرہ اور خبریہ کے ساتھ ہوتے ہیں جیسا کہ فبشر الذین آمنوا و عملو الصالحات اولئک ہم المفلحون اور قرآن میں کثرت سے بشارت پانیوالے مولائے مومنین اور اُنکے تابعین ہی دکھلائی دین گے جیسا کہ آیت ۳۹ سورہ یٰسین میں ہے انما تنذر من اتبع الذکر و خشی الرحمان بالغیب فبشرہ بمغفرۃ و اجر کریم ڈراتو اُنکو ہی جو پیروی کرتے ہیں نصیحت کی اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے. بحالت غیب پس بشارت ہے اُنکو مغفرت کی اور اجر بڑے کی علاوہ اُس کے مختلف القاب سے بشارت دینا ان ہی لوگوں کو ہے اس کی شرح اوپر کے قاعدوں میں ہو چکی اور سیاق کلام ربانی ہر مقام پر اسکا بیّن گواہ ہے۔ مگر مزید وضاحت کے لئے حدیث رسول کا تطابق بھی لازمی ہے چنانچہ قول رسول ابشرک یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ مین بشارت پانے کون ہیں اور اُن کے لئے کیا صاف جملہ ہے جس میں دونو چیزیں موجود ہیں بشارت بھی اور کامیابی بھی یعنی بشارت ہوا ے

علی تم اور تمہارے شیعہ جنت میں ہونگے نیز یا علیؑ ان اللہ قد غفرک و لذریتک ولولدک واہلک وشیعتک اے علی بشیک خدا نے تیری مغفرت کردے بلکہ تیری اولاد کی اور فرزندونکی اور تیرے اہل کی اور تیرے شیعوں کی بھی مغفرت ہوگئی یا اس حدیث سے بتفصیل ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر علیہ السلام اُن کی اولاد اُن کے فرزند اور اُن کے شیعہ سب کے سب فائز اور نجات یافتہ ہیں۔ اسی قبیل سے صدہا حدیثیں بین الفریقین اس دعوے مندرجۂ بالا کے لئے دلیل روشن ہیں جنکو طوالت کی وجہ سے نظر انداز کیا جاتا ہے اور صرف ایک ہی قول مفضل اور نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا یا علی انت وشیعتک ہم الفائزون یا علی تم اور تمہارے شیعہ فائزوں میں سے ہیں ملاحظہ ہوا اور اس سے واضح الفاظ اور کیا ہو سکتے ہیں مگر نہیں ہم یہاں کلام خدا اور رسولؐ کے بعد نائب رسول کے اس آخری فقرے کا بھی ذکر کریں گے جو کمال جوش راستی میں فرمایا تھا جس سے بہتر اپنے فائز ہونیکا دعوے کوئی کر نہیں کر سکتا یعنی جس وقت جناب امیرؑ نے ابن ملجم ملعون لعن اللہ ابدا کے ہاتھ سے زخم شمشیر اُٹھایا تو اُسوقت باواز بلند فرمایا فزت برب کعبہ رب کعبہ کی قسم اب میں فائز ہوگیا اللہ اکبر اللہ اکبر یہ ہیں فائزوں جنکا ذکر قرآن میں بخطاب مفلحون اور فائزون اس کثرت سے مستعمل ہے کہ اس مختصر مجموعہ میں ۳۰ آیات اسی ذکر اور اسی خطاب سے ملحوظ آئیں گی اور ہر جگہ موافق بیان اُس آیت کے اثبات کو پہنچا دیا ہے کہ یہ القاب انہیں حضرات کے واسطے سزاوار اور موزوں ہے چنانچہ شروع میں آیت (۲) سے جو سلسلہ ذالک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین کا شروع ہوا ہے جس کی بحث میں بخوبی اطمینان کر دیا ہے کہ یہ متقین گروہ پیروان امام المتقین کا ہے اس سلسلہ میں آیت (۳) و (۴) کے ذریعہ اور کچھ صفات ان متقین کے اور زیادہ بیان کر کے آخر نمبرہ میں فرمایا ہے اولئک علی ہدیً من ربہم واولئک ہم المفلحون یعنی جن متقین کے واسطے یہ کتاب ہدایت ہے اور جن کے سردار امام المتقین قرار پا چکے اور جس میں اور صفات ایمان بالغیب اور قیام نماز اور صفت انفاق بھی موجود ہے وہی تو ہدایت یافتہ ہیں اور وہی لوگ تو مفلحون ہیں۔ اب تو بخوبی تحقیق ہوگیا کہ یہی حضرات قرآن میں جسطرح مبشر بالجنۃ ہیں اسی طرح یہ لوگ مفلحون اور فائزون کے مصداق بھی ہیں اور یہ چند خطاب جو ان قواعد مذکورہ بالا میں بیان ہوئے ہیں ان پر کیا منحصر ہے جناب امیر المومنین کی ذات تو مجمع الصفات ہے۔ ملا حسن کاشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مقصد تنزیل بلغ مظہر اسرار غیب　　مطلع تیلوہ شاہد مقطع حبل المتین
صاحب یوفون بالنذر آفتاب انما　　قرۃ العین لعمرک نازش روح الامین

اللہم صل علی محمد و آل محمد بلغ ما انزل الیک مظہر العجائب افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاہد منہ و اعتصموا بحبل اللہ جمیعا یوفون بالنذر و یخافون یوما کان شرہ مستطیرا انما ولیکم اللہ و الرسول و الذین امنوا الذین ولعمرک انہم فی سکرتہم یعمہون نازش روح الامین از ملا سید علی ابن ابی طالب۔

قاعدہ ہشتم قرینہ کلام میں

یہ تتمہ ہے اس دیباچہ کا یعنی جو قاعدے اوپر بیان کئے گئے ہیں ان میں الفاظ کے ذریعہ سے شناخت ان خاصان خدا کی کی گئی ہے مگر اس قاعدے میں صرف قرینہ عبارت کا ذکر کیا گیا ہے جو اداخر دیباچہ میں نہایت ضروری امر تھا کیونکہ کلام پاک ہیں جن حضرات کو تباحر یا ہذا دلالت کامل ہے وہ صاف طور پر اقرار کرسکتے ہیں کہ اشارے کنائے استعارے اور تسلسل قصص کے ساتھ اس کتاب محکم میں قرینہ کا بھی بہت بڑا حصہ شامل ہے۔ جسکی سمجھے بغیر بہت سے مطالب کا انکشاف نظر سے رہ جاتا ہے۔ مثلاً یہ ارشاد ہوتا ہے ہدینٰہ النجدین دکھلادیں ہمنے اسکو دو نو راہیں یا دوسرے مقام پر ہیں ہدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا دکھلادی ہمنے اسکو راہ اب خواہ وہ شکر کرنیوالا ہو اور خواہ کفر کرنیوالا اب اس کلام کا قرینہ محفوظ خاطر رکھنا چاہیے گویا دو مسالک ظاہر ہوگئے ایک نیکی کی طرف رجوع کرتا ہے اور دوسرا بدی کی طرف انہیں رہروؤں کو شکور و کفور کہو خواہ کریم و لئیم یا صفی و شقی کہو یا بہتر و بدتر چنانچہ انہیں بہترین و بدترین کی مثالیں دیتے ہوئے ہر جگہ تقابل کا یہی طریقہ مستعمل ہوا ہے یعنی جہاں بدترین خلایق کا ذکر آیا ہے اُن کا حشر دکھایا گیا ہے وہیں مقابلتاً بہترین کا بھی ذکر ہوا ہے اور اُن کے مدارج اور جزائیں دکھائی گئیں ہیں اور یہ امر لازمی تھا کیونکہ اگر فریق اول بھی ثانی سے مشابہ ہوتا یا دونوں گروہوں میں امتیاز نہوتا تو حرف گیروں کے لئے حجت بھی بھلا ایک کے لیے دوزخ اور دوسرے کے لئے جنت عدالت خداوندی میں کلام پیدا کرسکتی الی ترکیب تھی یا نہیں لہذا تمام شناخت کے لئے جہاں خداوند عالم فرقہ بدترین کی

مثال بیان فرماتا ہے اسی کے مقابل میں وہیں اپنے خاص بندوں کی بھی بطور مباہات کے تعریف
فرماتا ہے اور یہ قرینہ عبارت انہیں بے عیب معصوم اور خیر مجسم اشخاص یعنی اہلبیت رسالت کی ذات
والا صفات تک پہنچاتا ہے بلکہ یہ قرینہ اس کثرت سے جاری ہے کہ ہمنے اپنی کتاب کے اس مختصر
مجموعہ میں باوصفیکہ اکثر مقام شمار سے رہ گئے ہیں پھر بھی ۳۰ + ۴۰ جگہ پر اس کی شان کو صاف
ظاہر کردیا ہے - حضرات اس طرح کے سیاق کلام کی مثال ایسی ہے جیسا کہ سورۂ بینہ میں ارشاد
ہوا ہے - ان الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا اولئک ہم شر البریہ
بیشک کافر لوگ اہل کتاب ہوں یا مشرکین وہ آتش جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی لوگ بدترین خلائق
ہیں اسی کے مقابل میں دوسری آیت اس طرح ہے - ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم
خیر البریہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں یہی تو بہترین مخلوقات عالم سے ہیں نظر
بریں تقابل اب ہمارے مجوزہ قاعدہ چہارم کی تعبیر پر غور کرنا چاہئے کہ آمنوا وعملوا الصالحات کے اہل
کون حضرات قرار پائے اللھم صلی علی محمد وال محمد اور اسی قرینے اور قاعدے کے وزن کو دوبالا
کرنے کے لئے یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سند میں اس آیت کی کتب اہل سنت سے ایک روایت
تفسیر شواہد التنزیل کی پیش کریں ابوالقاسم حسکانی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب امیر نے کہ وقت
وفات سرور کائنات جبکہ میرا سینہ پشت مبارک رسالتمآب سے وصل تھا فرمایا حضرت نے یا علی کیا
نہیں سنا تو نے ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریہ یہ لوگ شیعہ تیرے ہیں اور
وعدہ گاہ میرا اور تمہارا حوض کوثر ہے جس وقت تمام امم سابقہ جمع ہونگے اور تم بلائے جاؤ گے
تو چہرے تمہارے اور اعضا تمہارے نورانی ہونگے پس ثابت ہوگیا کہ خیر الامم وہی لوگ ہیں جنکا ذکر
قرآن مجید میں ہر جگہ بدترین کے مقابلے میں نیکی کے ساتھ کیا گیا ہے اور ان کی شناخت کے لئے
یہ قرینہ عبارت بھی ایک ضروری عمل ہے جو تتمۂ دیباچہ کے وقت قدرت کاملہ کے وجدان سے
خود بخود منسلک ہوگیا ہے تاکہ آیات جلی فی شان علی کے مطالعہ کرنیوالے حضرات حسن مقام
پر کلام پاک میں ایسا قرینہ پائیں سمجھ لیں کہ ہر تقابل کا نیک پہلو جناب امیر روحی لہ فدا اور باقی ائمہ
معصومین اور پیرو اور شیعیان سے ہی تعلق رکھتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۂ حمد

تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ یہ سورہ بعض کے نزدیک مکی ہے۔ بعض کے نزدیک مدنی اور بعض کے قول سے دو مرتبہ نازل ہوا ہے مکہ میں بھی اور مدینے میں بھی۔ اس سورہ کے دس نام ہیں جن میں سے پانچ زیادہ مشہور ہیں۔ اول فاتحہ اس واسطے کہ قرآن میں سب سے پہلے یہ سورہ لکھا جاتا ہے گویا افتتاح قرآن اسی سے ہوتا ہے جیسے الحمد للہ رب العالمین تیسرا ام الکتاب ام اصل کو کہتے ہیں اور یہ سورہ قرآن کی اصل ہے۔ اصل اس طرح کہ جو تمام قرآن میں ہے وہی اس سورہ میں موجود ہے یعنی خدا کا معبود اور بندے کا عبد ثابت ہونا اس سے صاف ظاہر ہے چوتھا نام سورۂ سبع ہے اس میں سات آیتیں ہیں پانچواں نام سورۂ مثانی ہے اس لیے کہ نماز میں دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے یا یہ کہ دو مرتبہ نازل ہوا نیز سورۂ حجر کے چھٹے رکوع میں خداوند عالم فرماتا ہے ولقد آتیناک من المثانی والقرآن العظیم بے شک حقیقۃً ہم نے تجھے سات آیتیں اور قرآن عظیم عنایت کیا۔

ابتدائے سورۂ حمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے جو بہت بخشش والا اور بڑا مہربان ہے شروع کرتا ہوں

الحمد للہ رب العالمین ہر ایک قسم کی تعریف اور حمد و ثنا اسی اللہ کے لئے سزاوار اور زیبندہ ہے جو ہر ایک جہان کا پروردگار ہے مالک یوم الدین قیامت کے دن کا مالک ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین (خداوندا) ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں

اھدنا الصراط المستقیم (بارالہا) ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت کر

قرآن مجید کی یہ پہلی آیت ہے جس سے خداوند تعالیٰ کے کلام پاک میں فضائل اہلبیت علیہم السلام

شروع ہوئے ہیں۔

(۱) چنانچہ تفسیر خلاصۃ المنہج میں اس آیت کے معنی اس طرح لکھے ہیں "تو ہمیں سیدھا رستہ دکھا جس سے ہم بہشت جاوداں اور روضۂ رضوان تک پہنچیں اور تیرے سوا غیر کی پرستش نہ کریں۔ عزہ محدث حنبلی نے ابوہریرہ اسلمی سے اور عمدۃ البیان میں ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ صراط مستقیم طریقۂ محمدؐ و آل محمدؐ ہے جس کی بنیاد محکم اصول پر قائم ہے جو نجات اور رستگاری کا موجب ہے اور اس کے علاوہ جتنے بھی طریقے ہیں سب کے سب باعث ہلاکت و گمراہی ہیں چنانچہ رسول اللہ کا ارشاد ہے "مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجیٰ ومن تخلف عنہا غرق وہوی" میرے اہلبیت کی شان بالکل کشتی نوح کی سی ہے جو اسپر سوار ہوا وہ ناجی ہے اور جس نے اس سے تخلف کیا وہ غرق ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا یہ حدیث جسے حدیث سفینہ کہتے ہیں وہ حدیث ہے جس پر فریقین کی جانب سے صداقت کی مہریں لگی ہوئی ہیں۔

(۲) خداوند عالم اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے یٰسین والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علیٰ صراط المستقیم "اے سید و سردار با حکمت والے قرآن کی قسم کہ تو پیغمبروں میں سے ہے راہ راست پر ہے دوسری جگہ سورہ حجر کے تیسرے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے قال ھذا صراط علی مستقیم یعنی کہ یہ رستہ علی کا مستقیم ہے۔ ہمارے اس ترجمہ سے کسی کو چونکنا نہ چاہیے کیونکہ ابن مسعود کے قرآن میں اس آیت کی قرات صاف صاف اسی طرح تھی قال ھذا صراط علی مستقیم جس کا ترجمہ ہم کرآئے ہیں اب دیکھیے کہ الفاظ بالا کی توثیق کرتے ہوئے صاف معلوم ہو گیا کہ صراط مستقیم یقیناً طریقہ محمد و آل محمد ہے۔ اور اہلبیت محمد میں علی کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے تاروں میں مہتاب کی کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ علی کا رستہ ہی صراط مستقیم ہے۔

(۳) ایک سنی (ثم قادیانی) مولف مولوی عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری نے اپنی تالیف سوانح عمری جناب امیرؑ میں آیات فضیلت اہل بیت کی جو فہرست دکھائی ہے اس میں ۶۹ ویں آیت یہ ہے اھدنا الصراط المستقیم (سورہ فاتحہ) دکھا ہم کو راہ سیدھی عن مسلم بن حیان قال سمعت اباھریرۃ رضی اللہ عنہ یقول صراط محمد وآلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ وصاحب معالم التنزیل) مسلم ابن حیان بیان کرتا ہے کہ میں نے ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ صراط مستقیم سے طریقہ محمد و آل محمد مراد ہے

(۴) فضائل اہلبیت کی آیات جو صاحب اخبار امامیہ نے منتخب کی ہیں ان میں نمبر ۵ پر اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر یوں لکھی ہے " ہدایت کر ہمکو سیدھے راستے کی طرف " کہا ابو برزہ اسلمی نے جو صحابہ رسول اکرم سے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد محمد و آل محمد ہیں۔

(۵) علامہ حلی کی مشہور تصنیف الفین کا ترجمہ جو علامہ کنتوری نے بزبان اردو کیا ہے اس میں دلائل خلافت جناب امیر کا اثبات کرتے ہوئے آپ نے نمبر ۲۸ میں لکھا ہے کہ ہدایت صراط مستقیم کی دعا کرنے کا ہمکو خدا نے سورہ حمد میں حکم دیا ہے اور اسکی تفسیر یوں فرمائی صراط الذین انعمت علیہم ان بزرگواروں کا رستہ جن پر تونے انعام کیا اپنی نعمت نازل فرمائی اب غور کیا چاہیے کہ نبوت و امامت سے بڑھ کر کونسی نعمت ہو سکتی ہے بیشک یہ نعمت محمدؐ و علیؑ کو ملی جس نے ظاہر کر دیا کہ صراط مستقیم کے مالک فی الحقیقۃ محمد و آل محمد ہیں۔

مندرجۂ بالا بیان اگرچہ بالکل کافی ہے مگر ہم اس سلسلہ کی اور توضیح کئے دیتے ہیں سورہ نساء کے نویں رکوع میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین جس نے خدا و رسول کی اطاعت کی تو ایسے لوگ سب کے سب ان بزرگواروں کے ساتھ ہونگے جن پر خدائے تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے پیغمبروں سے صدیقین میں سے شہداء میں سے صالحین میں سے ہیں اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ان چار قسم کے لوگوں پر انعام باری کا نزول ہوتا ہے اور ہم انشاء اللہ آئندہ چل کر اس بات کو ثابت کر دیں گے کہ نبیین سے جناب رسولخدا صدیقین سے علی مرتضیٰ شہداء سے حسنین اور صالحین سے بقیہ آئمہ معصومین مراد ہیں اور حسب ارشاد خداوندی یہ امر بھی ثابت ہو چکا ہے کہ مالک صراط مستقیم وہ بزرگوار ہیں جو منزل انعام الٰہی ہوں۔ پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محمدؐ و آل محمد سے بہتر اور بڑھکر کسی پر انعام خداوندی سایہ فگن نہیں ہوا اب فرمائیے کہ طریقہ محمد و آل محمد کو صراط مستقیم تسلیم کرنے میں کونسا عذر باقی رہ گیا۔

(۶) اس آیۂ مبارکہ من یطع اللہ و رسولہ الخ کی تفسیر میں ابن حجام ایک عالم اہل سنت بروایت ابن عباس رقمطراز ہے کہ اس آیۂ شریفہ کے مصداق جن پر اسی جل شانہ کا انعام ہوا ہے جناب

امیر ہیں انہیں کا رستہ سیدھا ہے اور اسی کی سنت رسول اللہ نے فرمایا ہے صراط علی حق تمسکہ
(۷) پھر علامہ کنتوری کے بیان پر نظر ڈالنے سے دو پہلو منکشف ہوتے ہیں جن میں سے ایک اوپر بیان ہوا اور دوسرا یہ ہے کہ امت کا بنایا ہوا خلیفہ اہیر انعام امت کا ہے ہو سکتا ہے لیکن خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ پر انعام خدا کا ہے اس لیے ہمکو اسی خلیفہ کی پیروی کرنی واجب ہے جو خدا کے علم میں معصوم ہے گناہ اور رجس سے پاک ہے اس کے راستے میں کسی قسم کی روک نہ ہوگی برخلاف اس کے غیر معصوم اور خاطی کے رستے میں قدم قدم پر لغزش کا احتمال قوی ہے اور اس کی پیروی کرنے والے مغضوب او ضال ہونگے کیونکہ خداوند تعالے فرماتا ہے کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین اور ایسی صفات معصوم میں ہی ہیں جو اہلبیت ہیں۔

(۸) صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر معالم التنزیل امام بغوی میں یہ لکھی ہے قال عبدالرحمن بن زید ان رسول اللہ و اہلبیتہ

علاوہ ظاہری سندات کے کلام ربّانی میں ایسے راز مکنون اور اشارات ہوتے ہیں جن پر بجز اسی کی ذات والاصفات یا راسخون فی العلم کے اور کوئی آگاہ نہیں ہوتا اور ان علوم کا حصہ اگر کچھ ملتا ہے تو انہیں لوگوں کو ملتا ہے جو راسخون فی العلم کے پیرو ہیں چنانچہ ملاحظہ فرمائیے کہ اور اسرار الٰہی کے علاوہ ایک اشارہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ صراط المستقیم کے حروف بارہ ہیں اور یہ بیّن دلیل ہمارے دعوے کی ہے کہ آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کا راستہ حقیقتہً صراط مستقیم ہے

(۱۰) خطبہ غدیر جو ہم آیندہ نقل کریں گے اس میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے یہ الفاظ آپ کو نظر آئیں گے انا صراط المستقیم الذی امرکم باتباعہ ثم علی من بعدی ثم ولدی من صلبہ ائمۃ یہدون الی الحق و بہ یعدلون میں وہ صراط مستقیم ہوں جس کے اتباع کا تمکو حکم دیا گیا ہے پھر میرے بعد علی ہے پھر میری اولاد جو صلب آئمہ سے ہوگی یہ لوگ حق کی طرف ہدایت کریں گے اور اسی کیساتھ عدل و انصاف کریں گے۔

آیت نمبر (۲) سورہ بقر

پارہ اول صفحہ ۳ — صفحہ ۱

الم ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔ الف لام میم حروف مقطعات ہیں (ترجمہ)

یہ کتاب اس میں شک نہیں متقیوں کے لیئے ہدایت ہی۔ شروع قرآن کی یہ آیت بھی صریحاً اہلبیت
رسول اور افسر اہلبیت رسول (علیؑ) سے متعلق ہے جس میں تحریف کرنے والوں کے لیئے کوئی موقعہ
نہیں چھوڑا گیا۔

(۱) یہ امر بالکل مسلّم ہے کہ متقین ہیں وہ لوگ جو خداوند عالم کے نزدیک مکرّم ہیں جیسا کہ خود اپنے
کلام میں ارشاد فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کہ تم میں سے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار
ہیں وہی خداوند عالم کے نزدیک مکرّم واکرم ہیں اور آیۂ زیر بحث میں بھی انہیں متقین کے لیئے کتاب
اللہ کی ہدایت ثابت کی گئی ہے۔ یعنی کتاب الہٰی متقی اور پرہیزگاروں کے لیئے ہی باعث ہدایت
ہے غیر کے واسطے نہیں۔ اب ہمیں اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیئے فقط متقیوں کی تلاش کرنی چاہیئے
جو یقیناً حسب ارشاد نبوی جناب علی ابن ابیطالب ہیں چنانچہ مولف سوانح عمری جناب امیر لکھتے ہیں
عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل اوحی الیّ
فی علی انہ امام المتقین جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا خداوند عز وجل نے علی کے
بارے میں میرے پاس وحی بھیجی کہ وہ متقیوں کا پیشوا اور سرتاج ہے اسی طرح اس کی تائید میں
دوسری حدیث انس سے تیسری نواس بن سمعان سے اور چوتھی خود جناب امیر المومنین علیہ السلام سے
منقول ہے۔

(۲) اگر ہم قرآن کی آیات پر ایک تفتیش اور تجسس کی نگاہ ڈالیں جب بھی ہمیں متقین کا پتہ نہایت آسانی
کے ساتھ مل جائے گا ملاحظہ کیجیے سورۂ زمر رکوع ۴
والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون جو شخص صداقت لیکر آیا اور جس شخص نے
اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں۔ اس آیت کی تفسیر مطابق روایت آئمہ معصومین علیہم السلام تو
یہی ہے کہ وہ صداقت اور سچائی قرآن کریم ہے اور اسکا لانے والا رسول اکرم اور اسکی تصدیق کرنیوالا
صدیق اکبر امیر المومنین علی ابن ابیطالب مگر علمائے اہلسنت بھی اس امر میں کچھ اختلاف نہیں کرتے
چنانچہ ضحاک بروایت ابن عباس ہمارے قول کی تصدیق کر رہا ہے۔

(۳) سورۂ بقرہ رکوع ۲۳ والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین
صدقوا واولئک ہم المتقون۔ سختی۔ مضرت اور مصیبت کے وقت صبر کرنے والے یہی لوگ تصدیق کرنیوالے

اور یہی لوگ متقی ہیں۔ سورۂ مریم رکوع ۶ (۴) یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا۔ جس روز
ہم پرہیزگاروں کو بخشنے والے کیجانب محشور کریں گے (۵) سورۂ فاطر رکوع ۴ ثم
اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا۔ پھر ہم نے اُن لوگوں کو کتاب کا وارث کیا
جنہیں اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا (۶) سورۂ رعد رکوع ۶۔ قل کفیٰ باللہ شہیداً
بینی وبینکم ومن عندہٗ علم الکتاب۔ کہدے اے رسولؐ کہ میرے تمہارے درمیان اللہ
اور وہ شخص جس کے پاس علم کتاب ہے شہادت کے لئے کافی ہیں (۷) شروع سورۂ
لقمان۔ الم تلک آیات الکتاب الحکیم ہدی للمحسنین۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں (متقین)
کے واسطے ہدایت ہیں۔

(۸) ان تمام آیات مذکورہ بالا کو ہم نے اپنے اپنے مقام پر ذکر کرکے ثابت کردیا ہے
کہ متقی وارث کتاب برگزیدہ عالم علم الکتاب اور محسن خاص علیؑ ابن ابی طالب ہیں
اور یہ لفظ خاص حضرت ہی کی ذات اقدس کے لئے موزوں ہیں ہم نے محسنین کو متقین
کا مترادف تسلیم کیا ہے اس پر کسی صاحب کو معترض نہ ہونا چاہیئے کیونکہ ہمارا یہ تسلیم
کرنا بالکل کتاب اللہ کے موافق ہے ملاحظہ ہو سورۂ نحل رکوع ۴۔ وقیل للذین اتقوا ماذا
انزل ربکم قالوا خیرا للذین احسنوا فی ہذہ الدنیا حسنۃ ولدار الاخرۃ خیر ولنعم دار المتقین
پرہیزگاروں سے کہا گیا کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا انہوں نے کہا نیکی ان
اُن لوگوں کے لئے جو اس دنیا میں نیکی اور بھلائی کرتے ہیں اور البتہ دار آخرت بہتر
ہے اور کیا اچھا گھر ہے پرہیزگاروں کا۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ احسنوا
فعل انہیں حضرات کا ہے۔ جو متقی ہیں پھر اگر محسن کو متقی کہدیا تو کیا مضائقہ ہے۔
(۹) ہمارے مذکورہ بالا الفاظ کو اگر آپ بنظر انصاف دیکھیں تو آپ کو صاف معلوم
ہوجائے گا۔ کہ جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام متقی ہی نہیں بلکہ سرتاج متقین
ہیں۔ لہذا وہ سب سے زیادہ اس امر کے مستحق ہیں کہ آیۃ ذالک الکتاب لاریب فیہ
ھدی للمتقین کو آپ ہی کی ذات مبارک سے منسوب کیا جائے۔

آیات ۳ تک ۵ سورۂ بقر

پارہ اول صفحہ ۲

الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ وممارزقنٰھم ینفقون۔ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں نماز کو قایم کرتے ہیں اور ہمارے عطیہ رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ والذین یومنون بما اُنزل الیک وما اُنزل من قبلک وبالآخرۃ ہم یوقنون۔ اور وہ لوگ جو اُس شے پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر اور جو تجھ سے پہلے نازل کی گئی ہے اور آخرت کا یقین کرتے ہیں۔ اولٰئک علیٰ ھدیً من ربھم واولٰئک ھم المفلحون۔ یہ (ان صفات سے متصف ہونے والے) سب لوگ اپنے پروردگار کیجانب سے ہدایت پر (قایم) ہیں اور یہ سب کے سب فلاح یافتہ ہیں۔

حسب قاعدہ اوّل مقدمۂ کتاب

طرز کلام خدا اور سیاق عبارت کلام مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ فصاحت وبلاغت مقتضی اس امر کی ہے کہ پہلے جو مطلب شروع کیا جائے وہ ایک مختصر جملہ میں ادا کر دیا جاتا ہے یعنی خبر کو مبتدا سے بعید رکھنا خلاف فصاحت ہے لیکن بعد اتمام جملہ اولی کے سامع کی سہولت فہم کے لئے اسی کے متعلق دوسرا جملہ بطور تشریح کے بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ "انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر۔ ایک مختصر جملہ تھا اب اس کی تشریح ایک جملہ استفہامیہ اور دوسرے جملہ بیانیہ میں اس طرح کیگئی۔ ما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ مطلب ہماری اس تحریر کا یہ ہے کہ اصل آیت ادائے مطلب کے لئے تو ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین ہے باقی تین آیتیں آگے کی اسی کی تشریح کے لئے امدادی طور پر ہیں اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ جس کی شان میں وہ آیت اولی (ذالک الکتاب الخ) نازل ہوئی ہے یہ بعد کی تین آئتیں بھی اسی موصوف کے اوصاف ظاہر کرتی ہیں۔

یہ امر ہم مناسب طریقہ سے واضح کر آئے ہیں کہ یہ ذالک الکتاب الخ کا تعلق جناب امیر علیہ السلام سے نہایت اعلیٰ درجہ پر پایا جاتا ہے اور اولاد علیؑ وشیعیان علی بھی اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ لہذا یہ دعوے بالکل قرین قیاس اور سر امر صحیح

ہے کہ آئندہ کی صفاتیہ آیتیں بھی انہیں حضرت سے منسوب ہونے کے قابل ہیں
چنانچہ ملاحظہ کیجئے۔ الذین یومنون بالغیب یعنی غیب پر ایمان لانا بھی متقین کی
صفت ہے اور ایک ایسا فعل حسنہ ہے جس کی خداوند عالم مدح فرماتا ہے۔ اب اگر آپ
انصاف اور غور کی نظر سے دیکھیں تو غیب پر ایمان لانے والوں میں آپ کو جناب
امیر علیہ السلام کا پایۂ منزلت سب سے رفعت اور بلندی لئے ہوئے نظر آئے گا۔ خود
فرماتے ہیں لو کشف الغطا ما ازددت یقیناً۔ اگر حجاب ہائے قدرت اُٹھا دیئے جائیں
جب بھی میرے یقین میں زیادتی نہ ہو۔ یعنی موجودہ حالت میں مجھے وہ انتہائی اور
کامل یقین حاصل ہے جس سے بیشتر کوئی درجہ ممکن نہیں بالفاظ دیگر یوں سمجھو کہ
نقص کے لئے کمال کی ضرورت ہے مگر کمال کے لئے کسی کمال کی ضرورت نہیں نیز
ایک سایل نے حضرت سے سوال کیا۔ کیا آپ نے اُس خدا کو دیکھ لیا ہے جس کی عبادت
کرتے ہیں۔ فرمایا میں بغیر دیکھے ہوئے خدا کی عبادت نہیں کرتا یہ تھا درجۂ کمال آپ
کے عرفان اور غیب پر یقین لانے کا۔

اب لیجئے "یقیمون الصلوٰۃ" کو اور پھر ایک توجہ کی نظر ڈالئے۔ آیۂ انما ولیکم
اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ الخ پر۔ صاحب سوانح عمری
جناب امیرؑ (بسمل امرتسری) اس آیت کو ۴۹ ویں نمبر پر ذکر کرتے ہوئے ابن
عباس رض ابوذر غفاری رض اور عبد اللہ بن سلام سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ
بلال نے اذان کہی اور لوگ نماز کیلئے کھڑے ہوگئے۔ ابھی رکوع اور سجود میں ہی تھے
کہ ایک سائل سوال کرنے لگا۔ جناب امیر علیہ السلام حالت رکوع میں تھے اُسی حالت میں
آپ نے انگوٹھی عطا کی سایل نے حضرت صلعم کو اطلاع دی۔ اور حضرت نے یہ آیت
ہم کو پڑھکر سنائی۔ بجز اس کے نہیں کہ تمہارا ولی خدا اور اُس کا رسولؐ اور
ایمان والے ہیں جو نماز پڑھتے اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔
ممّا رزقناھم ینفقون۔ یہ الفاظ بھی خاص جناب امیر علیہ السلام کے لئے ہیں۔ خداوند
تعالیٰ نے سورۂ بقر رکوع ۳۷ میں فرماتا ہے۔ انّ الذین ینفقون اموالھم باللیل

والنّھار سرًّا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوفٌ علیھم ولا ھم
یحزنون۔ جو لوگ اپنے اموال کو (راہ خدا میں) راتکو دن کو پوشیدہ طریقہ
سے ظاہر طور سے خرچ کرتے ہیں تو اُن کے پروردگار کے نزدیک اُن کے
واسطے ان کا اجر و ثواب موجود ہے (قیامت کے دِن) نہ اِنہیں کچھ خوف ہوگا
نہ وہ محزون ہونگے۔ صاحب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام اپنے نمبر ۱۹
میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر ابن عباس رضہ سے یون نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت جناب
امیر علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اُن کے پاس چار درہم تھے ایک درہم
رات کو اُنہوں نے خدا کی راہ میں دیا۔ ایک دن کو۔ ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر
لہذا خداے تعالےٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔
(۵) والذین یومنون بما اُنزل الیک وما اُنزل من قبلک کی بابت ہمیں اتنا
ہی لکھنا کافی ہے کہ قرآن شریف ان کتب آسمانی کا خود مصدق ہے جو اس
سے پہلے نازل ہوئیں ہیں اور یہ امر بھی ظاہر کردیا گیا ہے کہ قرآن کی تصدیق
جناب امیرؑ سے بہتر کسی نے نہیں کی پھر ما اُنزل من قبلک کا مصداق ان سے
بڑھکر کون ہوسکتا ہے اور بالاخرۃ ھم یوقنون۔ کی صفت سے تو جناب امیر
علیہ السلام ایسے متصف ہیں کہ خود پروردگار عالم ان کی نسبت بطور مباہات
کے سورۂ توبہ رکوع ۳ میں فرماتا ہے۔ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ
المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون
عند ربھم۔ کیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام کے تعمیر کرنیکو اُس
شخص کے برابر کردیا۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ
کرتا ہے خدا کے نزدیک یہ کبھی مساوی ہی نہیں ہوسکتے۔ اس آیت کی تفسیر میں
صاحب سوانح عمری اپنے نمبر ۱۸ میں اس طرح رقمطراز ہے کہ ابو حاتم۔ ابو
شیخ۔ اور عبدالرزاق اور ابن شیبہ۔ ابن جلیل آبن مندہ اور ثعلبی اپنی تفسیر میں
اور واحدی اسباب نزول میں اور قطنی اور ابن اثیر جامع الاصول میں

اور نسائی سنن میں اور سیوطی درمنثور میں اور حافظ ابو نعیم فضایل صحابہ میں روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ اور عباسؓ اور طلحہ ابن ابی شیبہ باہم مفاخرت کرنے لگے طلحہ نے کہا میں خانہ کعبہ کا متولی ہون اگر میں چاہون تو اسی میں رہا کرون۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں زمزم کا متولی اور نگہبان ہون یہ تقریرین سُن کر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا میں نے لوگون سے چھ مہینے پیشتر نماز پڑھی اور میں خدا کے رستے میں جہاد کرنیوالا ہون اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اجعلتم سقایۃ الحاج

(۶) اولئک علیٰ ھدیً من ربھم الخ کا مطلب یہ ہے کہ یہ متقی جن کے اوصاف بیان کئے گئے۔ اپنے پروردگار کی ہدایت پر قایم ہیں۔ اور یہی عذاب سے رستگاری پانے والے ہیں اور مرتبۂ ثواب کو حاصل کرنے والے ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ علیہ وعلیٰ آبائہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ نے ارشاد کیا ہے۔ ان علیًا و شیعتہ ھم الفائزون۔ فی الحقیقت علیؑ اور اُس کے شیعہ فائز ہونے والے ہیں اور یہ روایت صواعق محرقہ میں بھی موجود ہے جو ایک سنی عالم کی تصنیف ہے۔ نیز جس وقت جناب امیر علیہ السلام کے سر اقدس پر زخم لگا تو اس وقت آپ کی زبان سے نکلا۔ فزت برب الکعبۃ قسم ہے خدائے کعبہ میں درجۂ اعلیٰ پر فائز ہوگیا اس لیئے فائزون اور مفلحون یہ لفظ خاص جناب امیر علیہ السلام کی شان میں مستعمل ہوئے ہیں اور جہان جہان قرآن میں ہیں وہان اُن سے آپ مراد ہیں یا آپ کا گروہ۔

(۷) حاشیہ قرآن مترجمہ مولوی عمار علی صاحب مرحوم پر بھی یہی عبارت تسطیر ہے کہ یہ سب آیتین انہیں مومنین اور متقین کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

(۸) اور تفسیر عمدۃ البیان بھی اسی کلام کی مصدق ہے۔

(۹) ابو القاسم حسکانی جو اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ تینون آیتیں علی مرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

آیت نمبر ٦ سورۂ بقر رکوع ٢ (پارہ اول صفحہ)

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَاِذَا خَلَوا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۔ منافقین کی حالت خداوند عالم بیان فرماتا ہے۔ کہ جس وقت وہ ایمان والون سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیاطین کے ساتھ خلوت کرتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں۔ کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں" بات صرف یہ ہے کہ مسلمانون سے تو ہم دل لگی اور استہزا کرتے ہیں"

(١) اس آیت میں جو ذکر ایمان والون کا ہے اُس سے جناب امیر علیہ السلام اور آپ کے شیعہ مراد ہیں[ف] (... ص ٩٢ طبع ثانی)

(٢) تفسیر عمدۃ البیان کے صفحۂ ٢٢ پر اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ ایک روز عبد اللہ بن اُبَی اور اُس کے تابعین نے علی علیہ السلام سے معہ دیگر اصحاب کے ملاقات کی اور ہر ایک منافق نے اُن میں سے جناب امیر علیہ السلام کی بطور خوشامد بہت تعریف کی اس پر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عبد اللہ خدا سے ڈر اپنے نفاق کو چھوڑ اور اعتقاد خالص سے ایمان لاکر زمرۂ مومنین مخلصین میں داخل ہو۔ عبد اللہ نے جواب میں کہا اے ابو الحسنؑ آپ ہم کو نفاق سے منسوب کرتے ہیں ہم تو مثل تمہارے ایمان لائے ہیں اور پیغمبرؐ کے معتقد ہیں اُسی وقت عبد اللہ کی تکذیب اور جناب امیرؑ کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت نمبر ٧ سورۂ بقر رکوع ٣ (پارہ اول صفحہ ٦)

[ف] امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں جناب ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے ما فی القرآن آیۃ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا الا علی راسها و رئیسها الخ" قرآن میں جہان کہیں بھی یا ایہا الذین آمنوا آیا ہے تو اُس کے راس و رئیس اور امیر علی ابن ابیطالب ہیں اس حدیث کو یہان لکھنا ضروری نہیں بلکہ اول دیباچہ میں مذکور ہے اور سند اس کی نمبر ٥ میں لکھی گئی ہے ١٢

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ - اگر تم اس چیز سے شک میں پڑے ہو کہ یہ کلام خدا ہے یا نہیں جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی ہے تو اس کی مانند ایک سورہ ہی نکال لاؤ۔

(۱) صاحب تفسیر عمدۃ البیان لکھتے ہیں کہ یہ آیت ابن مسعود کے قرآن میں اس طرح درج تھی کہ علی عبدنا کے آگے فی علی تھا یعنی علیؑ علیہ السلام کی شان میں اپنے بندے پر جو چیز ہم نے نازل کی ہے اگر اس کی بابت تمہیں شک ہے (اور تم خیال کرتے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ خود محمدؐ کی تصنیف ہے) تو تم اُس کی مانند ایک سورہ ہی بنا لاؤ

فایدہ (۲) اکثر حضرات اس قسم کی آیات فضیلت کو دیکھکر اس قسم کے شکوک کو دل میں جگہ دے لیتے تھے اور وہ بعض دفعہ رسولؐ کے منہ در منہ کہنے سے بھی نہ چوکتے تھے رسولؐ کا علیؑ سے محبت کرنا ان لوگوں کو نہایت شاق گزرتا تھا۔ اس لئے وہ حرب ضرب رسولؐ اللہ پر اعتراض کرتے تھے چونکہ نور اسلام پورے طریقے سے ان کے دلوں میں پرتو فگن نہ تھا تو کوئی تعجب نہیں کہ یہ خیالات ان کے دماغوں میں پیدا ہو جاتے ہوں کہ یہ آیات فضیلت جنہیں منجانب اللہ بتایا جارہا ہے خود رسول ہی کی ساختہ پرداختہ ہیں ایک صاحب نے اپنے زمانۂ حکومت میں جناب ابن عباس رضؔ سے پوچھا ہی تھا کہ کیا علیؑ ابن ابی طالب خلافت کے متمنی ہیں اُنہوں نے جواب دیا کیوں نہیں فرمایا کیا ان کا خیال ہے۔ کہ رسولؐ نے اُن کے بارے میں کسی قسم کی نص کی ہے ابن عباس نے کہا ہاں ان کا یہ خیال بیشک ہے۔ فرمانے لگے ہاں جوش محبت میں رسولؐ اللہ کے منہ سے ان کی نسبت ایسے کلمات نکلجاتے تھے مگر وہ خلافت کے قابل نہیں کیونکہ قریش ان کی حکومت سے راضی نہ ہوں گے۔ فافہم۔

(۳) جابر بن عبداللہ انصاری نے حضرت صلعم سے یہ روایت کی ہے۔ کہ جبرئیل نازل ہوئے اور اس آیت کو آپ پر اس طرح پڑھا۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی ابن ابی طالب فاتو بسورۃ من مثلہ۔

(۴) صاحب فضائل مرتضوی باب فضائل جناب امیرؑ میں (جس میں کئی فضیلتیں ہیں)

فرماتے ہیں فصل دوئم اس امر میں کہ قرآن مجید میں اکثر آیات بینات میں جناب امیر علیہ السلام کے نام کی تصریح تھی۔ مخالفین اور معاندین نے ان آیات میں تغیر کیا۔ جیسا کہ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ میں نے ابن مسعود کے قرآن میں آٹھ جگہ نام نامی جناب امیرؑ کا صراحۃً لکھا ہوا دیکھا تھا۔ منجملہ اس کے نمبر ۵ میں یہ آیت تحریر کی ہے اِنْ کُنْتم الخ

(۵) کتاب کلینی سے بھی اس قسم کی آیات مستنبط ہوتی ہیں جن میں آپ کے نام کی تصریح تھی اور پھر اُن میں تغیر ہوا۔ چنانچہ ابو بصیر بھی جناب صادق ع آل محمدؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ اس آیۂ کریمہ میں علی ع کا نام موجود تھا۔

آیت نمبر ۸ سورۂ بقر رکوع ۳ پارہ کل صفحہ ۷

فبشر الذین آمنوا و عملوا الصالحات ان لھم جنات تجری من تحتھا الانھار۔ تو ان لوگوں کو بشارت دے خوشخبری دے جو ایمان لائے جنہوں نے عمل صالح کئے (کہ حقیقۃً اُن کے لئے ایسی بہشتیں (مہیّا کی گئی) ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اس کے آگے جنت کی تعریف اور بہشتوں کو رزق ملنے کا ذکر ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

(۱) ہمارا دعوے ہے کہ قرآن کی آیات متواترہ میں جہاں مومنین کو بشارت دی ہے اُس کے سردار و سرتاج اہل بیت رسول اللہ ہیں مثلاً بشر الصابرین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دے کہ جن پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے ہیں۔

تفسیر عمدۃ البیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں ہے کیونکہ ایسی مصیبت نہ کسی پر پڑی اور نہ ایسا صبر کسی نے کیا اور نہ یہ الفاظ استرضاء حضرت امیر علیہ السلام سے پہلے کسی کی زبان پر جاری ہوئے۔

(۲) آیہ نمبر ۴ کی سند میں جو سورۂ توبہ کی آیت اجعلتم سقایۃ الحاج الخ پیش

کی گئی ہے اسی سلسلے میں آخر کلام پر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ یبشرھم ربھم برحمۃ الخ اور آیہ اجعلتم الخ جناب امیرؑ کی شان میں ثابت ہو چکی ہے۔ لہذا ہمارا دعوےٰ غلط نہیں ہو سکتا۔ کہ بشارت بھی انہیں کے لئے ہے۔

(۳) مسند احمد حنبل کی وہ حدیث جو جناب ابن عباس سے روایت کی گئی ہے۔ جسے ہم مقدمہ میں درج کر آئے ہیں جس کا صاف مفہوم ہے کہ قرآن میں جس جگہ الذین آمنو نازل ہوا ہے اُس گروہ کے راس و رئیس جناب امیر علیہ السلام ہیں اس سے بھی ہمارے دعوے کو کافی تقویت پہونچ رہی ہے اور ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ آیہ زیر بحث فبشر الذین آمنوا الخ جناب امیر علیہ السلام سے پورا تعلق رکھتی ہے۔

(۴) ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ مومنین کے واسطے جو بشارت ہے تو افضل المومنین یا اکمل المومنین یا امیر المومنین اس بشارت کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اب اس بدیہی امر کو تسلیم کرتے ہوئے اگر جناب امیر علیہ السلام کے ایمان کا اندازہ کیا جائے تو اُمت محمدیہ میں کوئی شخص اس درجہ تک نہیں پہونچ سکتا یہ ایک مشہور امر ہے کہ جنگ احزاب میں جب عمر عبدوَدّ خندق کدا کر اہل اسلام کے سر پر آ پہونچا۔ مبارز طلب کیا۔ اور مسلمانوں میں سے کسی کو اُس کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی تو آخر کار جناب امیر علیہ السلام ہی اُس کے مقابلے کو تشریف لے گئے۔ اُس وقت رسول صلعم اللہ روحی لہ الفداء نے فرمایا۔ ایمانِ کُل کفرِ کل کیطرف جا رہا ہے۔ (۵) نیز دوسری حدیث میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر تمام آسمان و زمین کی مخلوق کا ایمان ترازو کے ایک پلّے میں ہو اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلّے میں تو علیؑ کے ایمان کا پلّہ بھاری رہے گا اور (۶) حدیث خاصف النعل ایک مشہور حدیث ہے جس میں رسول اللہ نے فرمایا ہے اے گروہِ قریش خدا سے ڈرو اور ایسی باتوں سے باز آؤ۔ ورنہ تم پر ایسے شخص کو مبعوث کیا جائے گا جس کے ایمان کا خدا نے امتحان لے لیا ہے۔ وہ تمہاری گردنیں مارے گا تمہاری عورتوں کو تمہارے بچوں کو اسیر کرے گا۔ یہ سن کر ابو بکر نے کہا یا حضرت

کیا وہ شخص میں ہوں فرمایا لا تم نہیں۔ پھر عمر گویا ہوئے اور عرض کی کیا میں وہ شخص ہوں رسول ص نے ارشاد فرمایا۔ لا ولاکن خاصف النعل۔ تم وہ شخص نہیں ہو وہ شخص خاصف النعل (جوتے کی مرمت کرنے والا) ہے اور اُس وقت جناب امیر علیہ السلام اپنے پیغمبر کی کفش مرمت کر رہے تھے۔

(۷) ہمارے ان مختصر الفاظ کو بنگاہ انصاف دیکھو تو یقیناً جناب امیر علیہ السلام کو لفظاً و معناً امیر المومنین ع پاؤ گے پھر تو ہمارے اس مقولہ میں ذرا بھی شک و شبہ اور اعتراض کی گنجایش نہیں نکل سکتی کہ جو بشارت مومنین کو دی گئی ہے۔ امیر المومنین اس کا بالاولی استحقاق رکھتا ہے۔

(۸) جناب امیر علیہ السلام کے ایمان کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم اُن کے ایمان کا امتحان لے چکا ہے آزما چکا ہے جیسا کہ آپ نے حدیث خاصف النعل میں ارشاد پیغمبر ملاحظہ فرمایا۔ لہذا بشارت اور خوشخبری بھی ایسے ہی شخص کے لئے زیبندہ ہے۔

(۹) نہ کہ ان لوگوں کے لئے جن کی نسبت خداوند عالم فرماتا ہے احسب النّاس اَنْ یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون۔ کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ فقط اتنا کہدینے پر کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اور اُن کی آزمایش نہ کی جائیگی اب یہیں سے دیکھ لینا چاہیئے کہ آزمائے جانے والوں سے آزمایش شدہ بہر طور بہتر اور لایق بشارت ہے ٭

آیت نمبر ۹ سورۂ بقر رکوع ۴

صفحہ ۸ پارہ اول

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَه۔ اُس وقت کو یاد کر کہ جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں (۱) اس ارشاد باری سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعین و تقرر خلیفہ خود خداوند عالم کا کام ہے اس لئے اس کام کو اپنی ذات اقدس سے نسبت دی ہے

۲۰۲

فرشتوں سے رجو بمقابلہ انسان اس بات کے زیادہ مستحق ہیں انہیں کہا کہ تم خلیفہ مقرر کرلو اور انسان بنا لیں۔ اسی آیہ مبارکہ نے ظاہر کردیا۔ کہ منصب خلافت منجانب اللہ ہے۔ (۲) جب یہ امر مسلم ہو چکا تو اب یہ معلوم کرلینا چاہیئے۔ کہ خلیفہ منجانب اللہ چار بزرگوار گزرے ہیں۔ اول حضرت آدم ع جن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور فریقین اس کو مانتے ہیں۔ دوسرے حضرت ہارونؑ خلیفہ جناب موسےؑ جن کی خلافت خداوند عالم نے حضرت موسیٰ ع کی درخواست پر منظور فرمائی ہے اور ارشاد کیا ہے۔ سَنَشُدُّ عضدك باخيك ونجعل لكما سلطانا۔ عنقریب ہم تیرے بازوؤں کو تیرے بھائی سے مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو غلبہ عنایت کریں گے چنانچہ سورۂ اعراف میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ ع ہارون کو خلیفہ کرکے کوہ طور پر چلے گئے وقال موسیٰ لاخيه هارون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین۔

تیسرے خلیفہ حضرت داؤد ہیں جیسا کہ سورۂ صاد رکوع ۲ میں ارشاد ہوا ہے یا داؤد انا جعلناك خليفةً فی الارض واحكم بين الناس بالحق۔ اے داؤدؑ ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ کیا آدمیوں میں حق کے ساتھ عمل کرو۔

چوتھے خلیفہ جناب امیر ع ہیں جن کی خلافت کا ذکر حدیث قدسی میں موجود ہے (۳) اور حدیث قدسی بھی کلام خدا میں ہے۔ چنانچہ مولوی مقرب علی صاحب ترجمۃ العرب فی فضایل امیرالمومنینؑ میں صفحہ ۲۸ پر ذکر کرتے ہیں۔ عن السعيد بن جبير عن ابن عباس قال قال رسول الله ان الله تعالىٰ اوحى الىّ انه جاعل من امتی اخا ووصيا ووارثا وخليفته فقلت يا رب من هو فقال يا محمد ذالك من احبه ويحبنی ذالك المجاهد فی سبیلی والمقاتل للناكثين عهدی والقاسطين فی حكمی والمارقين من دينی ذالك ولی حقی وزوج بنتك وابو ولدك علی ابن ابی طالب۔ سعید بن جبیر نے جناب ابن عباسؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے میرے پاس وحی

بھیجی کہ میں تیری اُمت میں سے تیرے بھائی کو وصی اور وارث اور خلیفہ کرنے والا ہون۔ میں نے عرض کی خداوندا وہ کون شخص ہے فرمایا وہی جسے میں دوست رکھتا ہون اور وہ مجھے دوست رکھتا ہے وہ میری راہ میں جہاد کرنے والا ہے وہ میرے عہد کے توڑنے والون میرے حکم سے سرتابی کرنے والون اور میرے دین سے نکل جانے والون سے مقاتلہ کرنے والا ہے۔ وہ حق کا ولی ہے تیری بیٹی کا شوہر ہے تیرے بیٹون کا باپ ہے یعنی علیؑ ابن ابی طالب۔ اس حدیث سے یہ امر بالکل پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا کہ چوتھے خلیفہ جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۴) اسی روایت کے مطابق وہ روایت بھی ہے کہ ایک روز جناب رسالتؐ پناہ کیخدمت میں حضرت جبرئیلؑ بیٹھے تھے۔ کہ اتفاقاً جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اے زمین کے چوتھے خلیفہ آؤ۔ اُس وقت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے دریافت کیا کہ یا اخی تم نے علیؑ کو خلیفہ چہارم کیون کہا حضرت جبرئیلؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ اول خلیفہ حضرت آدمؑ ہیں۔ دوسرے جناب ہارون خلیفہ حضرت موسیٰؑ۔ تیسرے حضرت داؤدؑ اور چوتھے علیؑ ابن ابی طالب خلیفہ من جانب اللہ ہیں

(۵) جس حالت میں کہ تین خلیفہ کلام خدا میں ثابت کیے گئے ہیں اور چوتھی خلافت از روے حدیث قدسی جناب امیر المومنینؑ کو تفویض ہوئی۔ اور حدیث قدسی بھی وحی منجانب اللہ ہے جو زبان فیض ترجمان نبوی پر کلام خدا جاری ہوتا تھا اور جو کسی حالت میں زبان رسولؐ پر جاری ہو کر کلام خدا سے الگ نہیں ہو سکتی پس ثابت ہو گیا کہ خلافت جناب امیر خلافت آسمانی تھی۔ جو خداوند عالم کے حکم اور منشاء رسولؐ کے وصی کو دی گئی وہ زمین پر خلیفۃ اللہ اور حجۃ اللہ قرار پائے اور آیہ زیر بحث کے درج کرنے سے یہی ہمارا منشا تھا کہ خلیفۃ اللہ کا تقرر من جانب اللہ ہی ہوا کرتا ہے و بمطابق اسی قول کی قرآن کی اور آیات بھی موجود ہیں۔ جو درج ہو چکی ہیں ؛؛

آیت نمبر ۱ سورۂ بقر رکوع ۴

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ ایسے کلمات سیکھ لئے کہ اُن کی توبہ قبول ہو گئی اور بے شک خداوند عالم بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے (۱) اس آیت مبارکہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ ایسے کونسے کلمات تھے۔ جو باعثِ قبول توبۂ آدم ہوئے۔

اس امر کی تلاش کے لئے جب ہم مصحف عظیم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو سورۂ آل عمران میں یہ آیت نظر پڑتی ہے جس میں حضرت مریم کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا ہے یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ ابن مریمؑ بھی ایک کلمہ ہیں (۲) پھر اسی سورہ کے چوتھے رکوع میں ملائکہ کی زبانی حضرت زکریاؑ کی طرف خطاب ہوا ہے اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ فی الحقیقت خداوند عالم تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے کلمۂ کی تصدیق کرنے والا ہے (۳) نیز سورۂ انعام میں ارشاد ہوتا ہے۔ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلاً تیرے پروردگار کا کلمہ از روئے صدق وعدل کمال کو پہونچ گیا۔ نیز بموجب تحریر صاحب عمدۃ البیان حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام اپنی ماں کے شکم میں لوگوں کی باتیں سنتا ہے اور جس وقت پیدا ہوتا ہے تو اُس کے شانوں کے درمیان یا دونو آنکھوں کے درمیان یا سیدھے بازو پر لکھا ہوتا ہے۔ وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا۔

مندرجہ بالا آیات و حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ سے خداوندِ تعالےٰ کی مراد حجت اللہ ہے خواہ نبی ہو یا امام۔

(۴) اب چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ معصومین جن کے سردفتر علیؑ مرتضیٰ ہیں حجت اللہ فی الارض ہیں جیسا کہ جناب رسول اللہ کا ارشاد ہے انا وعلی حجۃ اللہ علی عبادہ۔ میں اور علیؑ خدا کے بندوں پر خدا کی حجت ہیں تو ضرور ہے "کلمات" کا

مصداق بھی یہی ہوں گے صیغہ جمع (کلمات) ہمارے اس دعوے کو اور بھی مستحکم کر رہا ہے ورنہ حضرت عیسیٰ ؑ کے لئے صیغۂ واحد (کلمہ) فرمایا گیا ہے۔

(۵) صاحب عقل کو اس مقام پر غور سے کام لینا چاہیئے کہ وہ کلمات جن کی زبان پر جاری ہوتے ہی حضرت آدم ؑ کی توبہ قبول ہوئی ضرور خداوند عالم کے نزدیک نہایت ہی محبوب ہیں آدم جیسے بزرگوار کی شفاعت کسی معمولی شخص کا کام نہیں اب لفظِ شفاعت کو پیش نظر رکھکر دیکھو کہ حضرت محمد مصطفیٰ کا لقب شفیع روز محشر ہے اس میں کسی مسلمان کو جائے انکار نہیں حتیٰ کہ "خدا کا دیدار محمد ص کی شفاعت" یہ جملہ جہال تک کی زبان پر جاری ہے اس شفاعت کی فضیلت اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ آپ کو برگزیدگان الٰہی کی شفاعت کرنے والا تسلیم کیا جائے۔ اور ضرور تسلیم کرنا پڑے گا جبکہ آنحضرت کو سرخیل انبیاء مانا جا رہا ہے اب اسی کے ساتھ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ آنحضرت کے اکثر فضائل میں اہل بیت رسول ص (خصوصاً علی ؑ مرتضیٰ) بھی شامل ہیں مثلاً جب خداوند عالم کا یہ حکم نازل ہوا۔ یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اے ایمان لانے والو تم بھی نبی ؑ پر درود بھیجو اور تم جو سلام بھیجنے کا حق ہوتا ہے تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ درود و سلام کس طرح اور کن لفظوں میں بھیجا جائے تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو اللّٰھم صلِ علیٰ محمدٍ و آل محمد چنانچہ ہر نماز کے تشہد میں اسی طرح پر آپ پر درود بھیجا جاتا ہے اور اسی کی طرف امام شافعی نے اشارہ کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے اے اہل بیت رسول ص اللہ تمہاری فضیلت کے لئے یہی امر کافی ہے کہ جب تک تم پر درود و سلام نہ بھیجا جائے نماز پڑھنے والے کی نماز صحیح نہیں جب درود میں اہل بیت کی شرکت ہے تو پھر اگر وہ شفاعت میں بھی شریک ہوں تو کوئی جائے استبعاد نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ خود پروردگار عالم لفظ "کلمات" سے اس امر کی توضیح فرما رہا ہے

(۶) کتاب اربعین فی فضائل مولانا امیر المومنین ؑ میں حدیث نمبر ۱ صفحہ ۱۹۸ بحوالہ جواہر السنت ابن عباس سے ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ جب حضرت آدم ؑ پیدا کیے گئے انہیں ملائکہ سے سجدہ کرایا گیا پھر حضرت حوا مخلوق ہوئیں اور یہ دونوں بزرگوار

بہشت میں داخل ہوئے تو آدم نے سوئے عرش دیکھا کہ پانچ سطریں بخطِ نور لکھی ہوئی ہیں آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یہ کیا لکھا ہوا ہے۔جواب ملا کہ یہ اُن شفیعانِ خلق کے نام ہیں جن کی شفاعت روزِ محشر میں قبول کروں گا حضرت آدم نے ان بزرگواروں کے نام پوچھے تو ارشاد ہوا میں محمود ہوں اور پہلا نام اس میں محمدؐ ہے۔میں اعلیٰ ہوں اور دوسرا نام علیؑ ہے۔میں فاطر ہوں اور تیسرا نام فاطمہؑ ہے۔میں محسن ہوں اور چوتھا نام حسنؑ ہے۔میں عمیم الاحسان ہوں اور پانچواں نام حسینؑ ہے۔اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ یہی بزرگوار شفیع خلق ہیں اُنہیں کے اسمائے اقدس باعث قبول توبۂ آدم ہوئے اور اُنہیں کی طرف خداوندِ عالم نے آیہ زیرِ بحث میں بلفظِ "کلمات" اشارہ کیا ہے۔

(۳) تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدم کی توبہ قبول ہونے کا وقت آیا تو جبرئیل نے کہا اے آدم کیا تم ان ناموں کو بھول گئے جو ساق عرش پر لکھے ہوئے دیکھے تھے اُس وقت آدم نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کہا خداوندا بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ میری توبہ قبول فرما۔کہ تو تواب و رحیم ہے۔خداوند تعالےٰ نے ان اسماء کی برکت سے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی اور یہی نام ان کی شفاعت کا ذریعہ ہوئے۔جن کی نسبت خداوندِ عالم فرماتا ہے فتلقی آدم من ربہ کلمات الخ اور اسی کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو کتاب خلاصۃ المصائب کے صفحہ ۲۶ پر صاحب درثمین کے حوالے سے لکھی ہے۔

(۴) تفسیر امام حسن عسکریؑ علیہ السلام کا ترجمہ جو بنام آثار حیدری چھپا ہے اِس کے صفحہ ۲۱۴ پر اس آیت کی تفسیر یوں مرقوم ہے۔تب حضرت آدمؑ نے اس طرح پر دُعا کی کہ یا اللہ محمدؐ اور اُن کی آل کا واسطہ اور محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور اُن کی آل طاہرین کا واسطہ میری توبہ قبول کرلے اور میری لغزش کو دور فرما۔اس کے جواب میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا۔اے آدمؑ میں نے تیری توبہ کو قبول کرلیا اور میں تجھ سے رضامند اور خوشنود ہوں۔

(۹) اِس تمام بحث سے ہر ایک عقلمند اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کی برکت سے آدم کی توبہ قبول ہوئی۔ اور آیہ زیر بحث سے بھی بزرگوار مراد ہیں۔ جب یہ امر ثابت ہوگیا تو پھر بے شبہ کہا جا سکتا ہے کہ علیؑ کی فضیلتون میں یہ آیہ مبارکہ ایک نمایان اضافہ کر رہی ہے۔

آیت نمبر ۱۱ سورۂ بقرہ رکوع ۵

پارہ اول صفحہ ۱۱

واقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین۔ اور نماز کو قایم کرو زکوٰۃ ادا کرو۔ اور رکوع کرنے والون کے ساتھ رکوع کرو۔ یہ آئیہ کریمہ جناب رسالت مآبؐ اور جناب امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ کافہ مسلمین میں کوئی ایسا کامل رکوع کرنے والا نہیں ملیگا۔ جو روز بعثت رسولؐ مقبول سے نماز شروع کرنے والا اور سجدہ و رکوع بجالانے والا ہو۔

۲۱۶

(۱) خود جناب امیر علیہ السلام کا قول ہمارے دعوے کی شہادت کے لئے کافی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سات برس سب سے پہلے رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور حدیث نبوی بھی اسی کی موید ہے کہ سات برس تک ملائکہ نے مجھپر اور علیؑ پر درود بھیجا ہے جبکہ زمین پر کوئی وحدۂ لاشریک کا قایل نہ تھا۔ صفحہ ۲۶۲ طبع ؟

(۲) سوانح عمری جناب امیر مؤلفہ بسمل امرتسری میں بحوالہ کتب اہلسنت بروایت ابن عفیف مرقوم ہے ابن عفیف کہتا ہے کہ ابھی اسلام ظاہر نہیں ہوا تھا کہ میں مکہ میں گیا عباسؓ سے ملا دوپہر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک جوان آیا اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کر جانب کعبہ منہ کر کے کھڑا ہوگیا اور کچھ پڑھنے لگا اس کے بعد ایک لڑکا آیا وہ بھی اسی طرح کھڑا ہوگیا پھر ایک عورت آئی وہ بھی اُسی طرح پیچھے کھڑی ہو گئی۔ پھر سب نے رکوع کیا پھر سر اُٹھایا اور پھر سجدہ کیا میں یہ طریقہ دیکھ دیکھکر حیران تھا اس لئے عباس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اُنھون نے کہا کہ یہ جوان محمدؐ میرا بھتیجا ہے یہ کہتا ہے کہ خدا سب کا ایک ہے اور دعوے کرتا ہے کہ میں خدا کا

اسد الغابہ ۳۵ صفحہ ۸۲ طبع ؟

رسولؐ ہوں خدا کا کلام اور شریعت لیکر آیا ہوں دو سرا اسکا مدد گار میرا بھتیجا علیؑ ہے، اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد اس جوان کی زوجہ ہے ان دونوں نے اس کے کلام کی تصدیق کی ہے آج روئے زمین پر ان تین شخصوں کے سوا چوتھا شخص اس عقیدہ کا نہیں۔

(۳) عزہ محدث حنبلی کا بھی یہی مذہب ہے کہ یہ آیت حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب رسولؐ اللہ اور علیؑ بن ابی طالب سے متعلق ہے کیونکہ سب سے پہلے کافۃ المسلمین میں ان دو بزرگواروں نے نماز پڑھی ہے اور رکوع کیا ہے۔

(۵) سب سے مستند اور سب سے قوی قول خود اللہ جلشانہ کا ہے جو اس دعوے پر پورا حاوی ہے خداوند عالم صاف طور سے فرماتا ہے انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ سوائے اس کے کہ نہیں تمہارا مالک اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ ہیں جو نماز کو قایم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں یہ آیت باتفاق فریقین جناب امیر کی شان میں ہے اب یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ شخص جسکی نماز اور جس کے رکوع کی خداوند عالم مدح کرتا ہو جو حسب ارشاد خداوندی بعد خدا و رسولؐ کے امور اُمت کا مالک ہو اُسی بزرگوار کی معیت یقیناً آیۂ مندرجہ عنوان میں بھی ثابت ہے۔

آیت نمبر ۱۲ سورہ بقر رکوع ۹

پارہ اول صفحہ ۱۶

والذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئك اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون۔
جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہی لوگ تو اصحاب جنت ہیں جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۱) یہ آیت اگرچہ عام مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہے مگر دو نو صفات خاص اہلبیتؑ رسولؐ سے متعلق ہیں جن کے سید و سردار علیؑ ابن ابیطالب ہیں کیونکہ آمنوا کا مخاطب اول اور اولیٰ وہی ہوگا جو اول الایمان ہے اور حدیث رسولؐ اللہ صاف صاف موجود ہے یا علیؑ اَنْتَ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا وَّاَنْتَ اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اِسْلَامًا۔ (۲) اور آمنوا کا مصداق بھی وہی زیادہ تر ہوگا جو کامل الایمان ہے اور جب جناب امیر بمقابلہ عمر عبدود جنگ کیلئے چلے تو فرمایا جناب رسولؐ اللہ نے برزوہ ایمان

۲۹۵

کل الیٰ کفر کلٌ۔ ایمان کل کفر کل کیطرف جار ہا ہے (۳) علیؑ کا تو نام بھی امیر المومنین ہے اور جناب رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا اُمت کو علیؑ کو یا امیر المومنینؑ کہکر سلام کیا کرو۔ کتاب سوانح عمری جناب امیرؑ کے صفحہ ۱۵ سے ۱۹ تک اس نام کا معہ اسناد کے منجانب اللہ مقرر ہونا ثابت کیا ہے جب علیؑ سردار مومنانِ اُمت قرار پائے تو اس خطاب آمنوا کا مستحق اول سردار ہے یا رعایا (۴) مقدمۂ کتاب کیطرف رجوع کر کے اُسی قاعدۂ نمبر ۳ پر نظر ڈالنی چاہیئے کہ جگہ جگہ اور جہاں الذین آمنوا وارد ہے مرجع اُس کے علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ تفسیر آیت نمبر ۸ سورۂ بقر میں وہ حدیث ابن عباس مُندرجہ مسند احمد حنبل دکھلائی گئی ہے۔ کہ قرآن میں جس کسی گروہ سے خطاب الذین آمنوا ہے اُس کے راس ورئیس علیؑ ابن ابیطالب ہیں اور اُسی آیت نمبر ۸ میں اس صفات پر بشارت جنت ہو چکی ہے واسطے اہلبیت رسولؐ کے ثابت کر دیا ہے پھر یہاں وہی صفات وہی جنت ہے پس وہی مبشر بجنت ہیں (۵) صفتِ دوم عملوا الصالحات تو بجز معصوم دوسرے پر ثابت نہیں آتی کیونکہ غیر معصوم خاطی و خطا کار ہوگا فساق و فجار ہوگا پھر عمل صالح کہاں ملا ہے اس لئے عامل عمل صالح آئمہ معصوم ہی ثابت ہوئے جن کے سید و سردار علیؑ ابن ابیطالب ہیں (۶) اور علیؑ کے حق میں تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ علیؑ صالح المومنین اور اپنے رسولؐ کی تصدیق خدا نے کی (۷) سورۂ تحریم میں بھی فان اللہ مولاہ و جبرئیل و صالح المومنین۔ بس اللہ اُسکا مددگار ہے اور جبرئیلؑ اور مومنوں میں سب سے زیادہ نیک بندہ اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ اُخروی مددگار علی ابن ابیطالب ہے چنانچہ سوانح عمری جناب امیرؑ کی صفحہ ۳۹ و ۴۰ پر اس کی بحث میں قول ابن عباس کا بواسطہ امام فخر رازی لکھا ہے کہ اس قول حق تعالیٰ میں صالح المومنین علیؑ ابن ابیطالب ہیں (۸) علاوہ ازیں مقدمۂ کتاب میں جو قاعدہ قرینہ نمبر ۷ کا ہم لکھ آئے ہیں کہ جہاں ذکر بدترین خلایق کا آتا ہے فوراً ہی اُس کے بعد مقابلہ میں ذکر اُن بہترین آدم و عالم کا ضرور آتا ہے وہی موقع یہاں بھی موجود ہی شناخت اہلبیت کافی ہے

آیت نمبر ۱۳ سورۂ بقر رکوع ۹

و بالوالدین احسانا و ذالقربی اور والدین کے ساتھ احسان (یعنے نیکی) کرنی چاہیئے۔

اور قرابت والوں سے (۱) ظاہر معنی والدین کے ماں باپ کے ہیں اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم
جابجا قرآن میں ہے کیونکہ انسان کی زندگی دنیا کے باعث اور وسیلہ یہی دونو اشخاص ہیں لیکن
زندگی دنیا ایک فانی شے ہے اگر غور کیا جائے تو ایک دوسری زندگی بھی تو آنے والی ہے جس کو حیات
ابدی کہا جاتا ہے اور اُس حیات ابدی کے عاش و معاش کا ذریعہ بھی تو آخر کوئی ہے اور ایسا
ذریعہ ضرور ہادیان دین ہو سکتے ہیں جن کی ہدایت موجب نجات ہو کیونکہ نجات پانا ہی تو موجب
حصولِ حیات ابدی ہے پس معلوم ہو گیا وہی ہادیان دین باعثِ حیات ابدی ہیں اور وہ بحکم
قرآن انتا منذر و لکل قوم ھاد۔ رسول اللہ اور علیؑ مرتضیٰ ہیں پس جس طرح زندگانی دنیا
کے وسیلہ ماں اور باپ ہیں اُسی طرح زندگانیٔ آخرت کے وسیلہ رسولؐ اللہ اور وصی اُن کا ہے
جو دونو باپ اس اُمت کے ہیں (۲) اور اُن کے ساتھ نیکی کرنی اُن کی مطابعت کر کے اُن کو رضامند
کرنا ہے پس نتیجہ یہ نکلا۔ کہ محمدؐ صلعم و علیؑ مرتضیٰ اُمت کے دونو باپ ہیں جو ذریعہ زندگانی آخرت
کا باعث ہیں اُن کی فرمانبرداری لازم ہے (۳) بلکہ لفظ والدین تثنیہ او والد کا باقاعدہ ہے نہ
تثنیہ دو مختلف الفاظ والدہ اور والد کا جو مشترک بعض ہونے کے سبب غلط العام مشہور ہو گیا
ہے (۴) اس آیت میں تاکید و ترتیب ایسی واقع ہوئی ہے جس سے بہت کچھ روشنی پڑتی ہے
ہمارے اس دعوے پر۔ آیت اس طرح ہے (لا تعبدون الا اللہ) نہ عبادت کرو مگر اللہ کی صاف
وحدانیت کی تعلیم ہے اور بالوالدین احسانا۔ اور دونو باپوں محمدؐ و علیؑ کی پیروی کرو نبوت اور امامت
دونو کی تعلیم کا حکم ایک ہی ساتھ ہے آگیا ہے و ذوی القربیٰ۔ یعنی اولاد رسول کی فرمانبرداری جو
بارہ امام کی تعداد کو پورا کرتی ہیں یعنی اصول مذہب حقہ پورے ہو گئے آگے اپنے فروعات کا بیان ہے۔
والیتامیٰ والمساکین وغیرہ وغیرہ اور یہ عین مماثلت حکم اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسولؐ و اولی الامر منکم
کی ہے (۶) علاوہ اس کے خداتعالےٰ فرماتا ہے۔ کل مومن اخوۃ۔ مومنین سب آپس میں بھائی ہیں
یہ تعلق اور اتصال باہمی کا ذریعہ باپ سب کا ایک ہوتا ہے یعنی تمام اُمت کے باپ جب یہ دونو
صاحب مقرر ہو گئے تو سب آپس میں بھائی بھائی ہیں (۷) اور اسی بناء پر ازواج رسولؐ کو
اُمت کی ماں فرمایا ازواجہ امھاتھم کیونکہ سورۂ احزاب میں اس کی تفسیر میں صاف لکھا ہے
کہ جس طرح بیبیاں رسولؐ اللہ کی ماں ہیں تمام اُمت کی اُسی طرح رسولؐ اللہ باپ ہیں تمام

اُمت کے بلکہ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے نزدیک قرأت اس آیت کی یہ ہے وازواجہ
اُمہاتہم وہو ابٌ لہم۔ اور قمی علیہ الرحمہ اسی قرأت کے قایل ہیں۔ (۸) علیؑ مرتضیٰ نفس رسولؐ
ہیں جو نسبت رسولؐ کو ہے اُمت سے وہی نفسِ رسولؐ کو ہے جیسا کہ فرمایا من کنت مولاہ
فعلیٌ مولاہ۔ کیا اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ من کنت ابٌ لہٗ فعلیٌ ابٌ لہٗ اگر یہ معنی نہ ہوتے
تو اولاد علیؑ کے باپ رسولُ اللہ کس طرح ہوتے اور امام حسنؑ اور حسینؑ کو اس دعوے سے رسول اللہؐ
کبھی نہ فرماتے کہ یہ میرے بیٹے ہیں۔ اور امام آخر الزمان تک کل ذریتِ علیؑ ابن رسول اللہ نہ
پکارے جاتے۔ (۹) اب جو ترجمہ قرآن بامحاورہ مولوی مقبول احمد صاحب نے کیا ہے جس پر
توثیق مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ مولانا مولوی نجم الحسن صاحب سلمہٗ الرحمان ثبت ہے اُس میں
اس آیت کی تفسیر حاشیہ پر اس طرح ہے۔ بالوالدین احسانا میں مراد یہ بھی ہے کہ رسول اللہؐ
اور علیؑ مرتضیٰ دونو صاحب باپ اس اُمت کے ہیں؎

آیت نمبر ۴ ا سورۂ بقر رکوع ۱۱

صفحہ ۲۱ پارہ اول

بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیاً ان ینزل اللہ من فضلہ
علیٰ من یشاء من عبادہ فباؤ بغضب علی غضب۔ نہایت بُری ہے وہ چیز جس کی
عوض اپنے نفسوں کو بیچ ڈالا ہے (اور وہ چیز یہ ہے) کہ از راہ سرکشی اُس شے کا انکار کرتے ہیں
جو اللہ نے نازل کی ہے (اور یہ امر بھی اُن کی سوزش کا سبب ہے) کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے
جس پر چاہتا ہے اپنا فضل نازل کرتا ہے پس (یہ دیکھکر) وہ منافقین غصہ پر غصہ کر کے پھر گئے۔
مطلب اس آیۂ کریمہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جن بندوں پر اپنے فضل سے رحمت نازل کی
ہے اور اُن کو سب سے برگزیدہ کیا ہے۔ اُن کی پیروی کو دوسروں پر واجب قرار دیا ہے اس
سے اغنیا سرکشی کرتے ہیں انکار کرتے ہیں اور خدا کے فعل کو ناپسند کر کے غصہ پر غصہ کرتے ہیں
اور جل مرتے ہیں کہ ناحق خدا نے ان لوگوں کو اس مرتبہ پر پہونچایا۔ منافقین کا یہ غصہ و انکار
اور فعل خدا سے کراہت کرنا نہایت ہی بُری چیز ہے جسے اُنہوں نے اپنی جانوں کے بدلے خریدا
ہے۔ اس کے عوض اُن کے نفوس رہن عذابِ الٰہی ہیں۔

اب اس مطلب کو ذہن نشین کر لینے کے بعد نزولِ فضل کی تفتیش باقی رہتی ہے کہ وہ ایسا کون سا فضل ہے اور کس بندے پر نازل ہوا ہے جس کو دیکھکر منافقین غم و غصّہ کی آگ میں بُھنے جاتے ہیں۔

سال سائلٌ بعذابٍ واقع کی تفسیر اور شان نزول میں مفسّرین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ جب بمقام خمِ غدیر حسب ارشادِ باری یا ایھا الرسول بلغ ما اُنزل الیك الخ۔ جناب رسولؐ اللہ نے تمام حاضرین سے جس میں تقریباً تمام عرب کے مسلمان اور تمام قبیلوں کے سردار موجود تھے جناب امیر علیہ السلام کی بیعت لے لی اور حضرت مدینے میں تشریف لے آئے تو ایک شخص حارث بن نعمان فہری خدمتِ رسولؐ میں آیا۔ اور نہایت غصّہ کے عالم میں کہنے لگا۔ کہ یہ آپنے علیؑ کو جو ہماری گردنوں پر مقرر کیا ہے یہ خدا کے حکم سے کیا ہے یا اپنی طرف سے؟ حضرت نے فرمایا جو کچھ ہوا ہے سب حکم خدا سے ہے یہ سنکر اُسے اور غصّہ پر غصّہ آیا اور یہ کہتا ہوا اپنے اونٹ کیطرف چلا۔ کہ خداوندا جو کچھ محمدؐ کہتا ہے اگر سچ ہے اور تیری طرف سے ہے تو مجھپر آسمان سے پتھر گرا دے کیونکہ میں اس امر کا متحمل نہیں ہو سکتا ان الفاظ کا زبان پر جاری ہونا تھا کہ فوراً ایک پتھر آسمان سے سر پر گرا اور مقعد کی راہ سے نکل گیا۔

(۲) اب ملاحظہ کیجئے کہ یہ واقعہ ینزل اللہ من فضلہ علیٰ من یشاءُ اور فباءُ بغضبٍ علی غضب سے تعلق نہیں رکھتا اور کیا علیؑ ابن ابیطالب ہی وہ شخص نہیں ہے جسپر فضل الٰہی نازل ہوا اور منافقین اس فضلِ باری کو دیکھ دیکھکر خار کھانے لگے۔ قرآن سے ہم کو اس دعوے کا کافی ثبوت ملتا ہے اور بے شک و شبہ منزل فضل (خلافتِ حقہ) علی مرتضیٰ ہی ہے۔

(۳) صاحب فضائل مرتضوی صفحہ ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس طرح پر نازل ہوئی تھی بئسما اشتروا بہٖ انفسھم ان یکفروا بما انزل اللہ فی علیؑ الخ۔ نہایت بُری ہے وہ چیز جس کے بدلے اُنھوں نے اپنے نفوس کو بیچدیا ہے (اور وہ یہ ہے) کہ علیؑ کی شان میں جو کچھ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے اُس کا انکار کرتے ہیں۔ والذین کفروا بولایۃ علیؑ ابن ابیطالب اولیأھم الطاغوت۔ اور جو لوگ ولایتِ علی ابن ابیطالب کا انکار کرتے ہیں اُن کے دوست شیطان ہیں وہ اخوان الشیاطین ہیں۔

بحث مندرجہ بالا سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ اس آیت سے جناب امیر علیہ السلام تعلق خاص رکھتے ہیں اور آپ کے علو مرتبت کو یہ آیت کماحقہٗ ظاہر کر رہی ہے در حقیقت مخالفین جناب امیرؑ نے اِس قولِ خدا کے موافق اپنا عمل دکھا دیا یہ پوشیدہ نہیں رہا۔

آیت نمبر ۵ سورۂ بقر رکوعٔ ۱۵

واذا ابتلے ابراهیم ربه بکلماتٍ فاتمهنّ قال اِنّی جاعلك للنّاس اماما جس وقت کہ ابراہیمؑ کو اُس کے پروردگار نے کلمات کے ساتھ آزمایا اور اُنہیں تمام کیا تو کہا تحقیقاً میں تمہیں آدمیون کے لئے امام بنانے والا ہون۔

(۱) یہ مقام نہایت غور اور توجہ کے قابل ہے کہ حضرت ابراہیمؑ باوصفیکہ پیغمبر تھے لیکن درجہ امامت پر فائز نہ تھے۔ خداوندِ عالم نے یہ درجہ بھی انہیں عنایت فرمایا۔ مگر کس طرح؟ امتحان لیکر آزمایش کرکے اور "کلمات" کے ساتھ آزما کر۔ اب پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کلمات کونسے ہیں اس کا جواب ہر عاقل بجائے خود سمجھ سکتا ہے کہ یہ وہی کلمات ہیں جن کی نسبت خداوندِ عالم فرما چکا ہے۔ فتلقی آدم من ربه کلماتٍ۔ یہ وہی کلمات ہیں جن کے وسیلے سے آدم کی توبہ قبول ہوئی یہ وہی کلمات ہیں جنہیں آدمؑ نے ساقِ عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا اور انہیں کلمات کی محبت کی کسوٹی پر کس کر حضرت ابراہیمؑ کو درجۂ امامت مرحمت ہوا ہے۔

تفسیرِ عمدۃ البیان میں ایک روایت درج ہے کہ کلمات سے مراد وہ کلمے ہیں جن کے ذریعے سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی تھی اور وہ محمدؐ علیؑ فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم السلام ہیں جن کی محبت میں ابراہیمؑ کامل پائے گئے ہیں اسلئے اُن کو مرتبہ پیغمبریؑ ہی کے علاوہ منصب امامت بھی عطا ہوا۔

(۲) مندرجہ بالا بیان کی سند کے لئے آیۂ قرآنی بالکل کافی ہے سورۂ صافات رکوعؑ میں خداوندِ عالم کا یہ قول موجود ہے اِنّ من شیعته لابراهیم۔ ابراہیم اُس کے پیرؤون میں سے ہے اس آیت کی تفسیر میں صاف لکھا ہے کہ شیعته میں (ہ) کی ضمیر جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کیطرف راجع ہے اور یہی الفاظ تفسیر عمدۃ البیان میں مرقوم ہیں۔

(۳) ایک اور روایت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ابراہیم کو خواب

میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے فرزند کو ذبح کر رہے ہیں اِس خواب کے موافق جب اُنہوں نے ذبح
کا ارادہ کیا تو بدا، واقع ہوا۔ اُس وقت ابراہیمؑ نے کہا کہ کاش میرے ہاتھ سے میرا فرزند ذبح ہوتا
میرے دل کو درد پہنچتا۔ جو باعث حصولِ درجات عالیہ ہوتا اُس وقت حکم ہوا کہ اے ابراہیم تو میری
مخلوق میں کس کو دوست رکھتا ہے۔ عرض کی محمدؐ سے زیادہ کسی کو دوست نہیں رکھتا۔ ارشاد ہوا اچھا
اپنے فرزند کو زیادہ دوست رکھتا ہے یا محمدؐ کے فرزند کو۔ عرض کی محمدؐ کا فرزند مجھے زیادہ ہے پھر
حکم ہوا کہ اُس کے فرزند کا مظلومیت سے ذبح ہونا تجھے زیادہ غمناک کرے گا۔ یا اپنے فرزند کا
ہماری راہ میں ذبح ہونا۔ ابراہیمؑ نے عرض کی خداوندا اُن کے فرزند کا مظلومیت کے ساتھ ذبح ہونا
میرے دل کو زیادہ صدمہ پہونچائے گا اُسی وقت حضرت ابراہیمؑ کو واقعہ کربلا کی مفصل خبر دیگئی
جسے سُن کر آپ اشکبار ہوئے اور آپ کا دل بیحد دردمند ہوا اس پر جناب احدیت کا دریائے
رحمت جوش میں آیا اور وحی نازل ہوئی کہ ہم نے تیری اس گریہ وزاری کو جو تو نے اپنے بیٹے کو
اپنے ہاتھ سے ذبح کئے جانے پر کرتا اس گریہ وزاری پر فدا کر دیا جو تو نے اس وقت فرزند محمدؐ کے
ذبح ہونے پر کی ہے اور اس کے صلے میں تیرے درجات کو بلند کر دیا۔

(۵) اس روایت سے بھی ہمارے مدعا میں کوئی فرق نہیں آتا اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب
حضرت ابراہیمؑ محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت میں پورے اُترے تو انہیں درجات عالیہ نصیب ہوئے (اور
پیغمبری کے علاوہ منصبِ امامت بھی مرحمت کیا گیا)

(۶) فائدہ۔ اس آیت سے یہ بات بھی بخوبی ثابت ہے کہ انبیا اور آئمہ کو معصوم ہونا چاہیئے۔
گنہگار آدمی اس منصب امامت کی قابلیت نہیں رکھتا چنانچہ جب خداوند عالم نے فرمایا۔ اِنی
جاعلك للناس اماما۔ میں تجھے آدمیوں کے لئے امام بنانے والا ہوں۔ تو حضرت ابراہیمؑ
نے عرض کی "ومن ذریتی" اور میری ذریت میں سے؟ یعنی کیا یہ منصب میری اولاد میں بھی
باقی رہے گا۔ ارشاد باری ہوا لاینال عھدی الظالمین۔ میرا عہد (درجہ امامت) ظالمین کو
نہیں پہونچ سکتا اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ گنہگار سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا عصمتِ امامت کے
لئے یہ ایک بیّن اور واضح دلیل ہے۔

نمبر ۱۶ سورۂ بقر رکوع (۱۷)

وکذالک جعلنا کم اُمۃً وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیداً ط اور ایسا ہی ہم نے تمہیں اُمتِ عادل بنایا تاکہ تم آدمیون پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

(۱) اُمۃً وسطاً سے مراد آئمۂ ہدےٰ علیہم السلام ہیں حاشیہ مترجمہ مولوی عمار علی صاحب پر اس دعوے کی دو دلیلیں مرقوم ہیں ایک تو یہ کہ خدا نے جس کو عادل کیا وہ بیشک معصوم ہی ہو سکتا ہے کیونکہ خداوند عالم ہر شخص کے ظاہر و باطن کا حال جانتا ہے یعنی غیر معصوم سے عدالت ناممکن ہے اور جب تک آدمی تمام گناہون سے پاک نہ ہولے خداے تعالےٰ اُس کو عادل (معصوم) نہیں کہہ سکتا دوسرے یہ کہ عادل کی گواہی مقبول ہوتی ہے اور خدا نے اِن کو گواہی میں رسول کے برابر رکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی بمنزلہ رسول ہیں اور رسول معصوم ہے لہذا یہ بھی معصوم ہونے چاہئیں۔

(۲) نیز خداوند عالم کا یہ ارشاد کہ تم لوگون پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہے اس سے صاف صاف خلافت و نیابتِ رسول ثابت ہوتی ہے یعنی آئمۂ معصومین علیہم السلام لوگون پر گواہی دیں گے کہ اُنہون نے ہماری ہدایت کو قبول کیا۔ اور پیروی خدا و رسول میں ہمارے تابع رہے یا علیحدہ ہو کر اپنا پیشوا حسب دلخواہ بنا لیا۔ اور ہماری ہدایت سے خارج ہو گئے۔

(۳) تفسیر عمدۃ البیان میں بروایت سلیمان ابن قیس ہلالی تحریر ہے کہ جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ آیہ لتکونوا شہداء علی الناس سے مراد ہم ہیں اور رسول خدا ہمارے گواہ ہیں اور ہم خدائے تعالےٰ کی خلقت پر گواہ ہیں ہم زمین خدا پر حجتِ خدا ہیں اور ہم وہ ہیں کہ ہمارے حق میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وکذالک جعلنا کم اُمۃً وسطاً الخ

(۴) دوسرے مقام پر سورۂ نحل میں خدا تعالےٰ اِسی مضمون کو بہ تغیرِ الفاظ یون فرماتا ہے وَیوم نبعث فی کل اُمۃٍ شہیداً علیہم من انفسہم وجئنا بک شہیداً علی ہٰؤلاء جس روز ہم مبعوث کریں گے ہر ایک اُمت میں گواہ اُن پر اُن کے اُنکے نفسون سے اور لائیں گے تجھکو اِن سب پر گواہ۔

(۵) سورۂ حج میں ارشاد ہوا ہے مِلۃَ اَبیکُم ابراہیمَ ھُوَ سماکم المُسلمینَ مِن قبل وفی ھذا

ھذا لیکون الرّسول شہیدًا علیکم وتکونوا الشُّہداء علی النّاس - اس کی تفسیر
میں امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ رسولؐ اللہ تو ہمارے گواہ ہونگے جو کچھ بھی اُنہوں نے
جانب خدا سے ہمیں پہونچایا اور ہم سب بروز قیامت سب آدمیوں کے گواہ ہوں گے - اور
جناب رسولؐ اللہ کا قول ہے کہ مراد اس سے تیرہ آدمی ہیں ایک میں اور ایک میرا بھائی
اور باقی اُس کے گیارہ فرزند یہ سب گواہ ہوں گے اور اُن کے گواہ ہونے کی وجہ یہ ہے - کہ
وہ معصوم ہیں (۶) چوتھی جگہ سورۂ زمر میں بھی اس کا ذکر ہے حال قیامت میں فرمایا ووضع
الکتاب وجای بالنبیین والشہداء رکھے جاویں نامہ اعمال اور لا جائیں نبی اور گواہ

آیت نمبر ۷ سورۂ بقر رکوع ۱۸

ولکلٍ وجھۃٌ ھو مولّیھا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا - ہر ایک
کے واسطے قبلہ ہے وہ اُس کی طرف منہ پھیرنے والا ہے بس تم خیرات اور نیکیوں کیطرف
سبقت کرو اور جہاں بھی ہو گے خداوند عالم تمہیں اکٹھا کر لائیگا -

(۱) اس آیہ وافی ہدایہ میں جو نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کا حکم ہوا ہے یہ نیکیاں کیا ہیں؟
یہ خیرات کونسی ہے مومنین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہاں نیکیوں سے مراد محبت اہلبیتِ رسالت
ہے (۲) کیونکہ اسی سورہ کے رکوع ۳۷ میں مرقوم ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرًا
کثیرًا جسے حکمت دیگئی اُسے خیر کثیر مرحمت ہوئی اس آیت میں بھی خیر کثیر سے مراد محبت اہلبیت
رسالت ہے (۳) اور تفسیر عمدۃ البیان میں بھی مرقوم ہے کہ خیر کثیر سے دوازدہ امام مراد ہیں
(۴) انعام رکوع ۲۰ (۵) قصص ع ۹ (۶) نمل ع ۷ میں من جاء بالحسنۃ کی تفسیر میں دوستیٔ
اہلبیت لکھی ہے (۷) اب یات بکم اللہ جمیعا کیطرف رجوع ہونا چاہیئے اس سے مراد اصحاب
امام آخر الزمان مراد ہیں (۸) امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس وقت ہمارا قایم ظہور
کریگا تو خداوندِ عالم ہمارے شیعوں کو شہر شہر سے اس کے پاس جمع کر دے گا (۹) یہاں سے
معلوم ہوا کہ اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعًا کے مصداق پیروانِ محمدؐ و آل محمد ہیں اور
وہی خیر کثیر کیطرف رجوع کرنے والے ہیں ٭

آیت نمبر ۱۸ سورۂ بقر رکوع ۱۹ صفحہ ۲۶

یا ایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔ اے ایمان لانے والو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ (صبر اور صلوٰۃ کے ذریعے سے) مدد چاہو تحقیقاً پروردگار عالم صابرین کے ساتھ ہے۔

(۱) اس آیہ وافی ہدایہ میں خدائے لم یزال بذریعہ صبر و صلوٰۃ خدا سے مدد چاہنے کو ارشاد فرماتا ہے اور دوسری جگہ بھی کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ اس کیطرف وسیلہ کی تلاش کرو۔ اور آدمؑ نے بھی جب تک اسمائے پنجتن پاک کو وسیلہ نہ گردانا۔ توبہ قبول نہ ہوئی۔ نظر برمیں صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جناب احدیت میں وسیلہ پسند ہے! در بغیر وسیلہ کے جو خواستگار امداد ہوگا اُس کی دُعا قبول نہ ہوگی۔

(۲) اب غور طلب یہ امر ہے کہ اس آیت میں جو صبر و صلوٰۃ کو وسیلہ بنانے کا حکم ہوا ہے اُس سے خداوندِ عالم کی کیا مراد ہے تفسیر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر سے مراد ہے صوم روزہ یعنی صوم و صلوٰۃ کے ذریعہ سے دعا مانگنے کا حکم ہے اگرچہ اس بناء پر کہ صوم و صلوٰۃ کا آپس میں گہرا تعلق ہے مان لیں۔ مگر اندریں صورت ان اللہ مع الصابرین اپنے ماقبل سے کچھ زیادہ مربوط نہیں ہو سکتا۔ ہاں دوسری تفسیر اس آیت کی بالکل قرین ثواب معلوم ہوتی ہے یعنی صبر سے مراد صابر لوگ ہیں اور محاورہ بھی اہل زبان کا یہ ہے کہ فلاں شخص نے ایسا صبر کیا کہ صبر مجسم ہو گیا اب صبر سے اگر صابرین کیطرف اشارہ ہو تو کوئی جائے استبعاد نہیں ہو سکتی اب رہا صلوٰۃ اِس کے معنی درود کے بھی ہیں اور درود بھی افضل الصابرین پر ہی واقع ہوا ہے جو محمدؐ و آل محمدؐ ہیں جن کے برابر کسی نے صبر نہیں کیا۔

دوسرے مقام پر فرماتا ہے والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون۔ فقر و فاقہ و رنج و سختی میں صبر کرنے والے ہی صادق ہیں اور یہی لوگ صاحب اتقاء ہیں اس آیت کے مصداق اہل بیت رسالت ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کا صبر ایسا صبر ہے کہ ابتدائے آفرینش عالم سے تا ایندم جس کی نظیر نہیں ملتی آپ ہی کو صبر مجسم کہا جا سکتا ہے جس کی شان میں خداوندِ تعالےٰ فرماتا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ

ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ۔ اے نفسِ مطمئن اے صبرِ مجسم اپنے پروردگار کیجانب رجوع کر ایسی حالت میں کہ تو خدا سے راضی ہے اور خداوندِ عالم تجھ سے خوشنود ہے۔

(۴) تفسیر آیۃ وابتغوا الیہ وسیلۃ میں ثابت کردیا گیا ہے۔ کہ وسیلے کے لایق اہل بیت رسالت ہیں اب پورے طور پر ثابت ہوگیا کہ بارگاہ رب العالمین میں دُعا کرتے وقت جو مدد چاہنے کا ارشاد ہوا ہے اُس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ ان صابرین کے وسیلے سے دُعا مانگو جن پر درود بھیجنے کا حکم ہے اور جو اہلبیت رسالت ہیں۔

(۵) اور انہیں کے ساتھ خدا بھی ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے ان اللہ مع الصّابرین گویا ان حضرات سے مدد چاہنی جن کے ساتھ خدا ہے خدا سے ہی مدد چاہنی ہے۔

آیت نمبر ۱۹ سورۂ رکوع ۱۹

صفحہ ۳۶

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے شہید ہوئے اُنہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم ان کے دیکھنے کا شعور نہیں رکھتے۔

(۱) اسی آیت کی تصدیق کے لئے دوسری جگہ فرماتا ہے ولا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ جو لوگ راہ خدا میں قتل ہوئے اُنہیں مردہ شمار نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے نزدیک سے روزی پاتے ہیں۔

(۲) تفسیر میں لکھا ہے کہ اُحد کی لڑائی کے بعد اکثر صحابہ کہا کرتے تھے۔ کہ فلاں شخص نے بدر کی لڑائی میں جان دی اور لذاتِ دنیا سے محروم ہوگیا اُس وقت آیۂ مبارکہ نازل ہوئی کہ اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندۂ جاوید ہیں (۳) اس سے ثابت ہوگیا کہ شہیدان راہ خدا زندہ ہیں اور پروردگار کے نزدیک نعمائے گوناگون اور مدارج عالیہ پر فائز ہیں (۴) اس میں عام شہداء شریک ہیں اب خیال کیجئے کہ ان بزرگواروں کے کیا مراتب ہوں گے جو سرخیل شہداء اول الشہداء اور سید الشہداء ہو گزرے ہیں جیسے جناب حمزہؓ جناب جعفر طیارؓ عبیدہ ابن حارث حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب اور جناب سید الشہداء مظلوم کربلا روحی لہ الفداء اور اُن کی اولاد (۵) کیونکہ ان بزرگواروں کی شہادت

محض بغرض اشاعت دین و اجرائے کلمۂ حق و استحکام شریعت نبوی تھی (۶) علاوہ اس کے آخر الذکر بزرگوار کی شہادت اور بھی مہتم بالشان نظر آتی ہے جس کی شہادت حسب اقرار شاہ عبدالعزیز صاحب سر الشہادتین خود جناب رسول اللہ کی شہادت ہے آیۂ زیر بحث بدرجۂ اولیٰ اس بزرگ شہید سے تعلق رکھتی ہے۔

صفحہ ۱۹ آیت نمبر ۲۰ و ۲۱ سورۂ بقر رکوع ۱۹ صفحہ ۳۶

ولنبلونکم بشیٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

البتہ ہم تم کو آزمائیں گے ایک چیز کے ساتھ خوف سے بھوک سے بربادی مال سے نقصان جان سے اور اتلاف ثمرات (میوہ جات) سے اور خوشخبری ہے ان صبر کرنے والوں کے لئے جن پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ (بیساختہ یہی) کہتے ہیں بے شک ہم بھی خدا ہی کے لئے ہیں اور ہماری بازگشت بھی اسی کیطرف ہے۔

(۱) حکم اس آیت کا اگرچہ عام ہے لیکن واقعات کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیۂ مبارکہ جس قدر امام حسین علیہ السلام کے حال پر صادق آتی ہے اتنی کسی دوسرے پر نہیں آتی گویا یہ آیت از قسم اخبار غیب ہے۔

امام حسین علیہ السلام اور اُن کے انصار کی آزمایش کو مفصل اگر دیکھنا چاہتے ہو تو کتب مقاتل میں دیکھو مگر بطریق ایجاز ارشاد باری سے اُن شہدا کے حالات کو یوں مطابقت دیجا سکتی ہے۔

(۲) خوف۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہم تمہیں خوف میں مبتلا کریں گے اب دیکھو حسین علیہ السلام کو علاوہ اور باتوں کے یہ کتنا بڑا خوف لاحق تھا کہ مبادا دشمن کسی طرف سے حملہ آور ہو کر خیام اہلبیت رسالت کو تاراج کردے یہی لیے آپ نے خیمۂ اطہر کے گرد خندق کھدوا کر آگ روشن کرادی تھی جو اس گرمیٔ قحط آب اور پیاس کے عالم میں اور بھی ایذا دے رہی تھی۔

(۳) بھوک۔ بھوک کے ساتھ بھی خداوند عالم نے آزمانے کا ارشاد کیا ہے اب ملاحظہ کیجئے کہ حسینؑ اور اولاد حسینؑ پر تین دن سے پانی ہی بند تھا کھانے کا تو کیا ذکر ہے بھوک کے علاوہ یہاں

پیاس کا ذکر بھی ہو ایسی پیاس تھی کہ جس کی نظیر اگر دنیا میں تلاش کرو تو انہیں مظلومون کی پیاس ہو سکتی ہے جون جولائی کا مہینہ گرمیون کی فصل اور گرمی بھی عرب کی گرمی صحرا کی گرم ہوا خیمونکا ریتی پر برپا ہونا اور پھر بہتر گھنٹون کا اسی عالم میں گزر جانا اس سے زیادہ بھوک پیاس کی مثال کہیں نظر نہیں آسکتی اور یہ حسینؑ ہی کا جگر تھا کہ اس ابتلا میں وہ ثابت قدمی دکھلائی اس امتحان میں ایسے پورے اُترے کہ خداوند عالم سے نفس مطمئن کا خطاب لے لیا۔

(۴) نقصان اموال۔ ارشاد باری سے معلوم ہوتا ہے کہ بربادی مال کے ساتھ بھی خاص بندے کو آزمایا جاتا ہے اب حسینؑ کے مال کا نقصان دیکھو جس کے لئے کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

لکھا ہے کہ کربلا میں گھر زہراؑ کا ہوا ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

مخدرات عصمت و طہارت کی چادریں چھوٹے چھوٹے بچّون کے گوشوارے غرض جو چیز بھی از قسم اسباب دُنیوی موجود تھی وہ بے حیا بے شرم یزیدیون کی دستبرد سے نہیں بچ سکی۔

(۵) نقصان جان۔ یہ بھی ایک امتحان ہے بلکہ سخت امتحان ہے مگر واقعات کی کتاب اُٹھا کر دیکھو کہ حسینؑ نے تن تنہا اپنی ہی جان نہیں دی بلکہ بہتر جانون کو اُس کی راہ میں نثار کر دیا بھائی بیٹے بھتیجے بھانجے عزیز دوست احباب خادم رفیق سب کے سب اُس کی راہ میں نثار کر دیئے حتیٰ کہ چھ مہینے کا بچہ تیر کھا کر مظلوم باپ کے ہاتھ پر دم توڑ گیا مگر امام حسین علیہ السلام کے صبر کی پیشانی اُسی طرح خندان تھی۔

(۶) نقصان ثمرات۔ امتحان آزمایش کا یہ انتہائی درجہ ہے جسے خداوند عالم نے سب کے آخر میں ذکر کیا ہے یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ثمرات سے مراد یہان اولاد ہے اور یہ وہ میوہ ہے جس کے لئے انسان اپنا گھر بار اپنا مال لٹا دینا گوارا کر لیتا ہے بلکہ اپنی جان تک پر کھیل جاتا ہے مگر حسینؑ نے خدا کی راہ میں اس میوہ کے تلف ہو جانے کی بالکل پروا نہ کی وہ نونہال جس پر اٹھارہ سال کامل ریاضت کی تھی جس کی بہار دیکھنے کے اب دن آئے تھے اُسے نہایت اطمینان اور صبر کے ساتھ تلوارون کی چھاؤن میں بھیجدیا۔

اس تطابق پر نظر کر کے ہر ذی عقل غور کر سکتا ہے کہ یہ آیت جناب سید الشہداؑ سے کس قدر تعلق رکھتی ہے یہیں سے سمجھ لو کہ بشر الصابرین بھی انہیں بزرگوارون کا حق ہے جن کا بے مثال

صبر و دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

(۷) سورۂ مریم کے شروع میں خداوند تعالےٰ حضرت زکریاؑ کو اطلاع دیتا ہے۔ کھٰیٰعص یہ حروف مقطعات میں جن کی تفسیر حضرت صاحب الزمانؑ سے یوں مروی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ بحکم ربّ العالمین حضرت زکریاؑ کو اسمائے پنجتن پاک تعلیم فرمائے تو نام حسینؑ اُن کے لئے باعث حزن و ملال ہوا۔ اُس وقت آپ نے عرض کی کہ بار الٰہا اس کا سبب کیا ہے خدا تعالےٰ نے قصۂ حسینؑ سے اُنہیں مطلع کیا اور ان حروف کے ذریعے سے خبر دی جن میں کاف سے کربلا ھ سے ہلاکت عترت طاہرہ ی سے یزید پلید علیہ اللعنہ ع سے عطش امام۔ اور صاد سے صبر مراد ہے۔ اب دیکھئے جس کے صبر کے قصے پروردگار عالم قبل از وقوع انبیاء سے بیان فرماتا ہے اُس سے زیادہ مستحق اس بشارت کا کون ہوگا۔

(۸) الذین اذا اصابتہم مُصیبۃ۔ یہ تشریح ہے اس بشارت کی یعنی پہلے تو مجمل طریقہ سے فرمایا کہ صابرون کو بشارت ہے اور اب تشریحاً فرماتا ہے کہ ان صابرین نے کیا کیا؟ انہوں نے یہ کیا کہ جب اُن پر مصیبت پڑی تو یہی کہا کہ ہم خدا ہی کے لئے ہیں اور ہماری بازگشت بھی اسی کی طرف ہے گویا راہ خدا میں واقع ہونے والی مُصیبت کو حقیقت ہی نہ سمجھا تھا کہ یہ کام انہیں صابروں کا ہے اور اسی لئے یہ بشارت انہیں سے مختص ہے۔

(۹) حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں ہے جبوقت کہ اُن کو خبر پہنچی کہ حضرت جعفرؓ طیار جنگ میں شہید ہوگئے تو اُس وقت آپ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون جناب امیرؑ سے پہلے کسی کی زبان پر یہ کلمہ جاری نہیں ہوا تھا اس صورت میں اگرچہ یہ آیت خاص حضرت ہی کے لئے نازل ہوئی ہے مگر حکم اس کا عام ہے ؎

آیت نمبر ۲۲ سورۂ بقر رکوع ۱۹

صفحہ ۳۶

اولئک علیہم صلوٰۃ من ربہم و رحمۃ و اولئک ھم المھتدون۔ آیہ نمبر ۲۰ و ۲۱ اور یہ آیت نمبر ۲۲ تینوں ایک ہی سلسلے میں ہیں۔ خداوند عالم انہیں صابرین کی شان میں فرماتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہی لوگ

ہدایت یافتہ ہیں یعنی وہی صابرین جو نزول مصیبت کے وقت انا للہ کہتے ہیں اُن پر اُن کے پروردگار کیجانب سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

(۱) اور جبکہ یہ امر ثابت ہوگیا ہے کہ وہ صابرین اہل بیت رسالت اور جناب امیرالمومنینؑ ہیں تو لازمی امر ہے کہ اولئک علیھم صلوات الخ کے مصداق بھی یہی بزرگوار ہیں۔

(۲) لفظ صلوٰۃ" اس آیت میں نہایت ہی دلچسپ لفظ ہے جو ہمارے دعوے کی پوری پوری تصدیق کر رہا ہے۔ اس بات کو پیشتر بیان کر آئے ہیں اور بضرورت مقام یہاں بھی اعادہ کیا جاتا ہے کہ جب آیہ یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما نازل ہوئی تو آنحضرت سے دریافت کیا گیا کہ آپ پر درود کس طرح بھیجا جائے آپ نے فرمایا اس طرح "اللھم صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ" اس سے معلوم ہوگیا کہ صلوٰۃ کا تعلق محمدؐ و آل محمدؐ ہی سے ہے اور یہی بزرگوار اولئک علیھم صلوات کے مستحق ہیں۔

(۳) اولئک ھم المھتدون۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں ہم نے شروع عنوان میں دعوے کیا ہے کہ اس کا مصداق آئمہ ہدے ہیں سو اس کی دلیل کے لئے ہمیں زیادہ تلاش کی ضرورت نہیں جناب رسالت مآب کا یہ نہایت مشہور قول ہے کہ علیؑ اس اُمت کا ہادی اور مہدی ہے ہدایت کنندہ بھی ہے اور ہدایت یافتہ بھی۔ (۴) اگر آیہ ولکل قوم ھاد (۵) اور عن النجم یھتدون کی تفسیر دیکھی جائے۔ تو بھی ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہوگی اور صاف اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ آیہ زیر بحث اولئک ھم المھتدون علیؑ و اولاد علیؑ (جو آئمہ ہدے ہیں) سے تعلق رکھتی ہے

(۶) ایک نکتہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جب آزمایش کی گئی اور وہ اس امتحان میں پورے اُترے تو انہیں درجۂ امامت مرحمت ہوا۔ اب امام حسین علیہ السلام جو درجۂ امامت پر قبل امتحان بھی فائز تھے تو اس امتحان اور ابتلا کے بعد انہیں یہ مرتبہ عنایت ہوا۔ کہ پروردگار عالم کیجانب سے اُن پر صلوٰۃ نازل ہوئی اور صلوٰۃ وہ گرانبہا چیز ہے جس کی نسبت خداوند عالم فرماتا ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی فافہم وتدبر۔

آیت نمبر ۲۳ سورۂ بقر رکوع ۱۹

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بنیاہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون۔ وہ نشانیان اور وہ ہدایتیں جو ہم نے نازل کی ہیں جو لوگ انہیں چھپاتے ہیں! بعد اس کے کہ ہم نے اُسے آدمیون کے لیئے کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خداوندعالم لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے جنہیں لعنت کرتے ہیں۔

(۱) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت علمائے یہود کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ توریت میں جو حضرت رسالت مآب کی نشانیان موجود تھیں اور آپ کی مطابقت کی ہدایتیں وہ دیکھ چکے تھے اُنہیں چھپاتے تھے تاکہ لوگ آپ پر ایمان نہ لائیں

(۲) اگرچہ اس آیت کا نزول علمائے یہود کے لیئے ہو مگر یہ بات ضرور اس سے نکلتی ہے کہ سچی بات کا چھپانا ضرور مستوجب لعنت کر دیتا ہے اور نصِ خلافت جناب امیرؑ کو پوشیدہ کرنے والے ضرور اس یلعنہم اللہ الخ کے تحت میں داخل ہیں

(۳) طرز بیان قرینہ اور اکثر الفاظ اس آیت کے ہمارے دعوی کی نہایت زور سے تصدیق کر رہے ہیں سورۂ آل عمران رکوع ۹ کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینات۔ اُن لوگون کو پروردگار عالم کیونکر ہدایت کر سکتا ہے جو اپنے ایمان لانے اور حقانیتِ رسولؐ کی شہادت دینے کے بعد کافر (منکر) ہو گئے اور اُنکے پاس دلیلیں آئیں

(۴) خیال فرمایئے یہ آیت بالکل آیت مذکورہ کے مطابق ہے یا نہیں اس تطابق پر اور بھی روشنی پڑے گی جب آیہ کا جملہ آیندہ ملاحظہ فرمائیں گے اولئک جزاؤھم ان علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ایسے لوگون (ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والون) کی جزا یہ ہے کہ اُن پر خدا کی ملائکہ کی اور تمام آدمیون کی طرف سے لعنت برستی ہے۔

(۵) ان فقرون کے دیکھ لینے اور ذہن نشین کرنے کے بعد ہرگز مطابقت میں کوئی شبہ نہیں رہ سکتا کیونکہ جیسا کہ آیت مندرجہ عنوان میں کتمان بینات و ہدے موجب لعنتِ خدا و لاعنین ہے ایسا ہی اس آیت میں بھی ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا حقانیتِ رسول کی شہادت دیکر ٹلجانا بینات سے منہ پھرانا یہ افعال اللہ اور فرشتون اور تمام آدمیونکی طرف سے لعنت کے باعث ہوئے ہیں

(۶) اور ہم نے اس آیۂ سورۂ عمران کو جہاں رقم کیا ہے وہاں ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ ناکثین بیعت غدیر خم اس آیت کے مصداق ہیں تو اب درصورت تطابق الفاظ و معنی آیہ ان الذین یکتمون الخ کے مصداق یہ لوگ کیونکر نہ ہوں گے۔

(۷) بینات والھدیٰ۔ یہ دو لفظ بھی آیۂ زیر بحث میں غور طلب ہیں۔ سورۂ یونس اور سورۂ عنکبوت میں بھی یہ لفظ آئے ہیں اور ہم نے وہاں ثابت کر دیا ہے کہ ان الفاظ سے آئمہ ہدے اور سر خیل آئمہ ہدیٰ جناب امیر المومنین علیہ السلام مراد ہیں جیسا کہ آئندہ چلکر آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

(۸) اب اس آیہ کے معنی یوں سمجھئے کہ بینات والھدیٰ سے مراد آئمہ معصومین ہیں اور بعد ما بیناہ سے مراد آیات انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ و یاایھا الرسول بلّغ ما اُنزل الیک الخ اور کتاب سے مراد قرآن اور ناس سے مراد وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع ہے جو بیعت جناب امیر کے لئے عین دوپہر کے وقت بالکل چٹیل میدان میں ٹھیرا لیا گیا تھا۔ اب ایسے روشن اور بیّن امر کو جن لوگوں نے چھپایا وہ یقیناً یلعنھم اللہ الخ کے مصداق ہیں۔

(۹) صاحب فضائل مرتضوی نے باب دویم میں جہاں ان آیات کی بحث کی ہے جن میں حسب تحریر مصحف ابن مسعود حضرت امیرؑ کا نام درج تھا وہاں اس آیت کو اس طرح لکھا ہے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات فی علیؑ ابن ابیطالب۔

وجوہات مندرجہ ذیل پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت علیؑ کی تعریف اور اُس کے دشمنوں کی توہین و تہجین کے پہلو لئے ہوئے ہے۔

نمبر ۴ ۲ سورۂ بقر رکوع ۲۲

صفحہ ۲۱

لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولٰکن البرّ من آمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتاب والنبیین واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصّابرین فی البأساء والضرّاء وحین البأس اولٰئک

الذین صدقوا واولئٓک ھم المتقون۔
یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم مشرق اور مغرب کیطرف منہ پھیرالو بلکہ نیک وہ شخص ہے جو خدا پر یوم آخرت پر ملائکہ پر اور انبیا پر ایمان لایا جس نے اُس کی محبت میں اقربا کو یتیموں کو مسافروں کو اور آزادیٔ بندگان کا سوال کرنے والوں کو اپنا مال دیا جس نے نماز کو قایم کیا زکوۃ ادا کی (اور نیک وہ لوگ ہیں) جو معاہدہ کر کے اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں سختی رنج داندوہ اور شدائد کیوقت (جہاد میں) صبر سے کام لیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو صادق ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔

(۱) یہ آیہ کریمہ جیسا کہ اُس کے الفاظ سے ظاہر ہے متقیوں کی شان میں نازل ہوا ہے چونکہ متقی ہونا ایک نہایت ہی مشکل امر ہے لہذا اُس کی شناخت کے لئے صفات بھی خود ہی مقرر فرمادی ہیں اور ان صفات کا حاصل ہونا ایسا دشوار ہے کہ سوائے معصوم کے ہم تو دوسرے کا جامہ نہیں دیکھتے جو ان اوصاف سے متصف ہو سکے۔

(۲) متقی کے لئے پہلی صفت جو بیان ہوئی ہے وہ ایمان ہے اور جن چیزوں پر ایمان لانے سے یہ صفت کامل ہوتی ہے اُن کا ذکر اسی آیت میں کر دیا گیا ہے اب تلاش کر لینا چاہیئے کہ اُمتِ محمدیہ میں کس کی ایمانی قوت بڑھی ہوئی ہے اور کس کا ایمان قابلِ ستایش ہے۔

(۳) اگر قوتِ ایمانی کا اندازہ کرنے کے لئے سبقتِ اسلام کو معیار مقرر کیا جائے (جو کسی طرح ناموزوں اور نامناسب نہیں) تو جناب امیر علیہ السلام کے ایمان کی رفعت معلوم ہو سکتی ہے انس بن مالک کی روایت ہے جسے صاحب تفسیر کبیر اور تفسیر ثعلبی نے لیا ہے صاف بیان کر رہی ہے۔ کہ دوشنبہ کے روز جناب رسالتمآب مبعوث برسالت ہوئے اور منگل کے روز جناب امیر علیہ السلام ایمان لائے یہ روایت فقط مخالف کی تسکین کے لئے پیش کیجاتی ہے ورنہ ہم اُس کو کچھ قابل توجہ نہیں سمجھتے کیونکہ ہمارے نزدیک تو ان بزرگواروں کا ایمان اُسی روز کامل ہو چکا تھا جب ان کا نور آدمؑ سے کئی ہزار برس پیشتر خلق ہو کر زینتِ عرش ہو رہا تھا اور یہی ایمانی تکمیل کا یہ اثر تھا کہ لوکشف الغطا ما ازددت یقینا۔ زبان پر جاری ہوتا تھا دوسرے شخص کی مجال کیا ہے جو بغیر کسی خاص قوت کے اس قسم کے خاص الفاظ زبان سے نکال سکے اُسی کمال ایمان کے باعث خود خداوندِ عالم

نے اُس کے ایمان کی تحمید و تعریف کی جسے ہم آیۂ اجعلتم سقایۃ الحاج الخ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کر آئے ہیں۔ کمن آمن باللہ

(۴) وَاتی المال علیٰ حبّہ صفتِ ایمان کے بعد اس جملہ کیطرف آؤ۔ اور دیکھو کہ اس کی ترکیب سورۂ دہر کی آیہ وَیُطعمون الطعام علیٰ حبّہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً سے کس قدر ملتی جلتی ہے اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ سورۂ دہر خاص اہلبیت کی شان میں ہے پھر یہ جملہ کیونکر اُن سے متعلق نہ ہو سکے گا۔

(۵) وَاقام الصلوٰۃ و اتی الزکوٰۃ۔ اس جملہ کا مصداق کون ہے اس امر کے لئے آیہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ کی تفسیر دیکھ لو شیعہ تو اس امر کے قایل ہیں ہی کہ یہ آیہ جناب امیر علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر سنّی کتب بھی مثل تفسیر کشاف و مدارک و زاہدی و معالم التنزیل اس دعوے کی نہایت صفائی کے ساتھ شہادت دے رہی ہیں۔

(۶) والموفون بعہدھم اذا عاھدوا۔ اگر نظر امعان سے دیکھا جائے تو اس جزو کو بھی جناب امیرؑ سے پورا پورا تعلق ہے سورۂ احزاب رکوع ۳ میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر۔ مومنین میں سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ان عہدوں کو سچا کر دکھایا جو خداوند عالم سے کئے تھے ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنا کام ادا کر دیا ہے اور بعض (اس کام کو پورا کرنے میں) انتظار کر رہے ہیں مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت جناب عبیدہ ابن حارث و جناب حمزہ و حضرت علی ابن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی۔ عبیدہؓ جنگِ بدر میں شہید ہوئے اور حمزہؓ جنگِ اُحد میں یہ دونو وہ بزرگ ہیں جن کیطرف منھم من قضیٰ نحبہ میں ارشاد ہوا ہے اور منھم من ینتظر کے مشارٌ الیہ جناب امیرؑ ہیں بعض نے جعفر طیار کو بھی اس آیت میں داخل کیا ہے اور اس طرح وہ بھی منھم من قضیٰ الخ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اب اس مختصر سی بحث میں آپ کو ضرور معلوم ہو گیا ہو گا کہ جناب امیر علیہ السلام کو والموفون بعہدھم الخ سے کتنا تعلق ہے۔

(۷) والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس۔ تاریخ اسلام کا جس نے ذرا بھی مطالعہ

کیا ہے وہ بخوبی جان چکا ہے۔ کہ فقر و فاقہ و رنج و سختی کے عالم میں صبر کرنے والا اہلبیت رسولؐ کی برابر دوسرا شخص نہیں ہو سکتا اس امر کی شہادت کے لیئے قرآن موجود ہے حسنین علیہم السلام کی علالت جناب سیدۂ اور جناب امیرؑ کا تین روزے نذر ماننا بعد صحت حسنینؑ ایفائے نذر پر مستعد ہونا نادار ی کا عالم بمشکل تمام کچھ آرد جو کا مہیا ہونا اُس کی پانچ روٹیاں تیار کرنا عین افطار کے وقت ایک مسکین کا آکر آواز دینا سب کے سب کا اُسے اپنا حصہ عطا کر ڈالنا۔ تین روز برابر اسی واقعہ کا پیش آنا۔ خود بھوکے رہنا مسکین و یتیم و اسیر کو شکم سیر کرنا۔ کمسن بچوں (حسنینؑ) کا اس ایثار میں کامل حصہ لینا بغیر غذا کے فقط پانی کے سہارے متواتر روزہ رکھنا یہ ہے وہ عظیم الشان واقعہ جسے تمام مفسّرین لکھ رہے ہیں اور یہ ہے وہ حیرت انگیز ایثار جو موجب ہے نزول سورۂ دہر کا پھر کیا ایسے بزرگواروں کا تعلق والصّابرین فی البأساء الخ سے نہیں خیال کیا جا سکتا کون ایسا نادان اور بیوقوف ہے جو اس کا جواب نفی میں دینے کو تیار ہو سکتا ہے۔

(۸) سورۂ حشر رکوع ا- یوثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ اپنے نفس پر دوسروں کو مقدّم رکھتے ہیں اگرچہ خود اُن کو احتیاج ہو اس آیہ کی تفسیر میں بروایت ابو القاسم دمشقی جو ابو سعید خدری سے مروی ہے لکھا ہے کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام نے غذائے چاشت کا حال جناب سیدۂ سے دریافت کیا جناب معصومہ نے بتبسم فرمایا کہ میرے پاس قسم طعام سے کچھ نہیں ہے یہ سن کر جناب امیر علیہ السلام گھر سے نکلے اور ایک دینار قرض لیکر کچھ طعام خریدنے کا ارادہ کیا۔ اثنائے راہ میں مقداد کو نہایت اضطراب کی حالت میں دیکھا۔ اور عند الاستفسار مقداد نے عرض کی یا علیؑ میرے اطفال بھوک کی شدّت سے روتے ہیں مجھ سے ان کا یہ حال دیکھا نگیا اور گھر سے نکل آیا حضرت نے اُسی وقت وہ دینار مقداد کے حوالے کیا اور فرمایا کہ میں اپنے نفس پر تیرے نفس کو ترجیح دیتا ہوں اور خالی ہاتھ چلے آئے۔ پس خداوند عالم نے طعامِ بہشت اہلبیتؑ کے لئے بھیجا۔ اور یہ آیت نازل فرمائی۔

(۹) حین البأس اس جزو کو اگر ایک معمولی نظر سے بھی دیکھا جائے تو سوائے قتّالِ عرب قاتل المشرکین امیر المومنین کے کوئی دوسرا شخص دنیائے اسلام میں نظر نہیں آسکتا۔ ابتدائے اسلام میں جس قدر محاربات غزوات و سرایات گزرے ہیں وہ اس دعوے کے لئے کافی دلیل ہیں جنگ احد

میں تمام مسلمانوں کا فرار کر جانا چند نفوس کا باقی رہجانا حضرت کا نو حلمداران کفار کو تن تنہا قتل کر کے لشکر کفار کو ہزیمت دینا ہاتف غیب سے "لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار" کا تمغہ حاصل کرنا ایسا واقعہ نہیں جسے نظری کیا جا سکے۔ خداوند عالم فرماتا ہے ان الذین یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص۔ خداوند عالم اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو صف باندھکر اُس کی راہ میں قتال کرتے ہیں گویا وہ ایک مضبوط دیوار ہیں (جو اپنی جگہ سے سرکتے ہی نہیں) بروایت ابن عباس یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں ہے۔

الفاظ بالا پر نظر کر کے ہر عقلمند نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس آیت کا ایک ایک لفظ جناب امیر علیہ السلام کی ذات والاصفات پر صادق آتا ہے اِس بناء پر بے شبہ کہہ سکتے ہیں کہ اولئٓک الذین صدقوا بدرجہ اولیٰ حضرت سے متعلق ہے۔

آیت نمبر ۲۵ سورۂ بقر رکوع ۲۴

ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا و لٰکن البر من اتقٰی واتوا البیوت من ابوابھا فاتقوا اللہ لعلکم تفلحون یہ کوئی نیکی اور بھلائی نہیں ہے کہ تم گھروں میں اُن کے پس پشت سے داخل ہو لیکن نیکی یہ ہے (اور نیک وہ شخص ہے) جو خدا سے ڈرے اور گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو۔ اب تم خدا سے ڈرو شاید کہ تم فلاح پاؤ اور تمہیں رستگاری حاصل ہو۔

(۱) مفسرین لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب لوگ حج کا احرام باندھ لیتے تھے اور اُس کے بعد گھر میں آنے کی ضرورت پڑتی تھی تو پسِ پشت سے زینہ لگا کر آتے تھے۔ یہ تفسیر اور تاویل عقل کے نزدیک بالکل قرینِ صواب معلوم نہیں ہوتی اس آیت میں کلمہ فاتقوا سے خدا سے اتقا کی تاکید فرمائی ہے اور گھروں میں دروازوں سے داخل نہ ہونا کوئی ایسا فعل نہیں ہے جس سے اس سختی کیساتھ منع کرنے کی ضرورت ہو۔ اور بصیغۂ امر تنبیہ کیجائے جو فرائض کے لیئے ہوا کرتا ہے اصل یہ ہے کہ الفاظ قرآن کی تفسیر ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے اس کے غوامض سے وہی آگاہ ہو سکتے ہیں جو راسخون فی العلم ہیں۔

(۲) چنانچہ تفسیر اہلبیت کے مطابق اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تم علوم کو اُن کے دروازوں سے حاصل

کرو۔ جو جناب امیر علیہ السلام اور اُن کی اولاد طاہرین ہیں اغیار (یعنی پشتِ مکان) کی طرف نہ جھکو
حدیث نبوی میں بھی اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا۔
(۳) جامع الاصول صحیح ترمذی اور مشکوۃ میں بھی یہ مطلب ان الفاظ میں موجود ہے انا دار الحکمۃ
وعلیؑ بابھا (۴) اور استیعاب میں اور بھی یوں توضیح کیگئی ہے انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا
ومن اراد العلم فالیات من بابہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے اب جس شخص
کو علم حاصل کرنا مقصود ہو وہ اُس کے دروازے سے آوے یہ حدیث آیۂ زیر بحث سے بالکل
مطابق ہے۔

(۵) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس نے ہماری پیروی کی ہماری محبت کا اقرار کیا وہ گھروں
کے دروازوں میں سے آیا اور جس نے ہماری مخالفت کی اغیار کو ہم پر فضیلت دی وہ مکان کے پس
پشت سے داخل ہوا (۶) اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ مکان علم و دین خدا جناب رسالتمآب ہیں
اور اُس مکان کے دروازے جناب امیرؑ و باقی آئمہ معصومین یہی لوگ ہیں جن کے ذریعہ سے سچے
اسلام اور ایمان کا سبق ملتا ہے جس سے کسی عقلمند کو انکار نہیں ہوسکتا۔

(۷) خانۂ خدا یعنی مسجد میں حسب ارشادِ خداوندی سب لوگوں کے دروازے بند کئے گئے فقط جناب امیرؑ
کا دروازہ کھلا رہا یہ بھی ایک خاص اشارہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کی پیروی گویا
دین خدا میں دروازہ سے آنا ہے اور علیؑ سے مخالفت کرکے دوسروں کیطرف رجوع ہونا مکان
کے پسِ پشت جانا ہے جس سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۸) ایک مشہور حدیث نبوی ہے۔ اتقاکم علیؑ۔ تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی علی ابن ابی
طالب ہے اور اوپر کی آیت میں جو اتقوا فرمایا گیا ہے گویا یہ ایک حکم ہے کہ تم سب سے زیادہ متقی
کی متابعت کرو۔ اور اسی متابعت پر مژدۂ فلاح سنایا گیا ہے یعنی اگر تم پرہیزگاری کروگے اور
سب سے زیادہ پرہیزگاری کا اتباع کروگے علم و دین کو اُس کے دروازے سے حاصل کروگے تو
فلاح پاؤگے (۹) اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے یا
علیؑ انت وشیعتک ہم الفائزون۔ یا علیؑ تو اور تیرے شیعہ نجات یافتہ اور درجہ نجات پر
فائز ہیں۔

آیت نمبر ۲۶ سورۂ بقر رکوع ۲۵

ضمیمہ ص ۲۱

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللّٰہ واللّٰہ رؤف بالعباد۔ آدمیون میں سے ایک ایسا شخص ہے۔ جو اپنی جان کو محض رضامندی الٰہی حاصل کرنے کے لئے بیچتا ہے اور اللّٰہ اپنے بندون پر مہربان ہے۔

(۱) اس آیت کی تفسیر میں فخرالدین رازی نیشاپوری ثعلبی حافظ ابونعیم اور تمام محدثین ومفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۲) تفسیر عمدۃ البیان میں اس آیت کا بشان جناب امیر علیہ السلام نازل ہونا باتفاق شیعہ وسنی مفسّرین ثابت کیا گیا ہے چنانچہ ثعلبی اپنی تفسیر میں اس واقعہ کو یون قلمبند کرتا ہے کہ جناب سیّد ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب شب غار بخوف کفار حکم پروردگار سے ہجرت کا ارادہ کیا تو جناب امیر علیہ السلام کو بلایا۔ اُس وقت آپ کی عمر اکتیس برس کی تھی۔ اور فرمایا یا علیؑ کفار نے مجھے فرش خواب پر قتل کرنے کا مشورہ کیا ہے اور حکم خدا یہ ہے کہ تم میرے بستر پر میری عبا اوڑھ کر سو رہو تاکہ کفار میری موجودگی کا یقین کرین اور مین یہان سے ایسی جگہ چلا جاتا ہون۔ جہان دشمنون کے شر سے امین رہون آپ نے عرض کی اگر مین آپ کی جگہ سو رہون تو آپ کو کوئی ضرر نہ پہونچیگا؟ فرمایا یقینی۔ اُس وقت جناب امیر علیہ السلام نے التماس کیا یا رسول اللہؐ آپ کی سلامتی کی خوشخبری نے مجھے موت سے خوشحال کردیا اور اس قرارداد کے بعد جناب رسولؐ اللہ دولت سرا سے باہر تشریف لائے اور چلتے ہوئے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ کہ اگر مین زندہ رہا اور مکّہ سے کہیں چلا گیا تو تم مکّہ مین توقف کرنا اور لوگون سے کہنا کہ اگر کسی کی امانت یا کسی کا قرض محمدؐ کے ذمّے ہو تو وہ آئے اور مجھ سے وصول کرلے اور جس وقت تم میرے قرض کو ادا کرچکو تو معہ فاطمہ بنتِ اسد اپنی مان کے اور فاطمہ بنتِ محمدؐ اور فاطمہ بنتِ زبیر بن عبدالمطلب کے مدینہ کو روانہ ہوجانا یہ فرماکر آپ شبا شب روانہ ہوگئے اور جناب امیرؑ آپ کی سبز ردا اوڑھکر آپ کے بستر پر جا لیٹے۔ اسی اثنا مین کفار نے دولت سرا کا محاصرہ کرلیا کہ محمدؐ کہیں باہر نہ نکل جائے۔ اور رات بھر مکان پر پتھر برساتے رہے صبح ہوتے ہی ہجوم کرکے اندر داخل ہوئے۔ اور تلوارین علم کرکے بستر رسولؐ کیجانب قدم بڑھائے

حملہ کا ارادہ کیا۔ اتنے میں جناب امیر علیہ السلام تلوار لیکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بپھرے ہوئے شیر کی سی نگاہ اُن پر ڈالی اور للکارا کہ سب حیران رہگئے اُس وقت سردار کفار۔ ابو جہل۔ خالد بن ولید اور حنظلہ بن ابو سفیان کہنے لگے اے علیؑ ہمیں تجھ سے تو کوئی غرض نہیں مگر یہ بتا تیرے چچا کا بیٹا (محمد صلعم) کہاں ہے آپ نے فرمایا وہ جہاں ہے امن خدا میں ہیں یہ سُن کر ملاعنہ وہاں سے ناکام

پھرے اسی واقعہ پر خداوند عالم فرماتا ہے۔ ومن الناس من یشری نفسہ الخ

(۳) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں آیات فضایل کے نمبرہ ۲ پر امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم سے اُس رات کا قصہ بعینہٖ مذکورہ بالا طریقہ سے لکھا ہے بلکہ اتنا زاید ہے کہ خداوند عالم نے دونون فرشتون جبرئیل و میکائیل کو حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور علیؑ کی حفاظت کرو کہ وہ اپنی جان کو پیغمبر کی جان پر فدا کرکے اُن کے بستر پر سو رہا ہے چنانچہ جبرئیل سرہانے اور میکائیل پائینتی آئے اور تمام رات اُن کی حفاظت کرتے ہوئے کہتے رہے۔ شاباش اے علیؑ ابن ابیطالب کہ خدا اور اُس کے فرشتے تجھ پر فخر کررہے ہیں (۴) علاوہ ازین تفسیر حسینی (۵) فہرست اخبار امامیہ (۶) قواضب البیان (۷) فضایل مرتضوی۔ حدتحقیق بمشترستی (۸) اور جواہر ایمان میں یہ واقعہ اسی طرح مرقوم ہے۔

(۹) اس آیت میں خداوند عالم نے جناب امیر علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ اُنھون نے اپنے نفس کو بیچ ڈالا یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان فدا کردی اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ جناب امیر اپنی طرف سے تو رسول اللہ پر قربان ہو چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد زندہ رہے یہ محض فضل الہی ہے اسی قربانی اور اسی فدیے کی بناء پر آپ کا نفس نفسِ رسولؐ ہو گیا جیسا کہ خداوند عالم آیہ مباہلہ میں ارشاد فرماتا ہے قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم الخ کہدے اے رسولؐ (ان نصرانیون سے) کہ ہم اپنے بیٹون کو بلائیں تم اپنے بیٹون کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتون کو طلب کریں تم اپنی عورتون کو طلب کرو ہم اپنے نفسون کو لے آئیں تم اپنے نفسون کو لے آؤ۔ (پھر مباہلہ کریں) اس آیت میں ابنائے محمدؐ حسنینؑ نساءِ محمدؐ فاطمہؑ۔ اور نفسِ محمدؐ سے علیؑ ابن ابیطالب مراد ہیں۔

آیت نمبر ۲۷ سورۂ بقر رکوع ۳۳

تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعضٍ منہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجات۔
ان رسولون میں سے بعض کو فضیلت دی ہم نے بعض پر ان میں ایسے بھی ہیں جن سے اللہ نے کلام
کیا ہے اور بعضون کے درجے بلند کئے ہیں (۱) فاضل ترین فرقہ ابنیار میں تو مرسلین ہیں مگر اس
آیت میں خدا تعالےٰ ان رسولون میں بھی ایک کی فضیلت دوسرے پر بیان فرماتا ہے اور شرح اس
کی اس طرح ہے کہ تازہ ترجمہ قرآن کا اُردو میں جو مولوی مقبول احمد صاحب کر رہے ہیں حاشیہ اُس کا
بالکل تفاسیر مذہب شیعہ سے لکھا ہے ماخذ جس کا احادیث اور اقوال آئمہ طاہرین ہی ہے (۲) پس
اس آیت کی تفسیر میں عبارت حاشیہ کی یہ ہے منہم من کلم اللہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام
ہیں جن سے خدا تعالےٰ نے کوہ طور پر باتیں کی تھیں اور دوسرے فخر ابنیا جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہیں جن سے شب معراج اُس وقت باتیں کیں تھیں جبکہ ان حضرت مقام قاب قوسین
او ادنیٰ پر فائز ہوئے تھے پس اس تقابل سے یہی فضلنا بعضہم علیٰ بعض کے یہی معنی بخوبی
سمجھے جا سکتے ہیں کہ کہاں طور کا پہاڑ اور کجا عرشِ عظیم پروردگار اور یہ فضیلت بعض علی بعض ہی
کسوٹی ہے رفع الدرجات کی (۳) اور بمقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام علاوہ اس فضیلتِ مقامی کے یہ
تفاوت درجات کیا کم ہے کہ موسیٰؑ تو اس میدان پر از خس و خاشاک میں معہ نعلین نہ جا سکے اور جناب
اشرف الانبیاء معہ نعلین عرش خداوند پر تشریف لے گئے ؎ ببین تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔
(۴) اور حاشیہ مذکورہ بر رفع بعضہم درجات کی تفسیر میں عیون الاخبار الرضا سے نقل کیا ہے کہ
فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ پروردگار عالم نے کوئی مخلوق مجھ سے افضل پیدا
نہیں کیا اور نہ مجھ سے زیادہ کسی کی عزت ہے خدا کے نزدیک (۵) نیز یہ فرماتے ہیں جناب امیرؑ کہ
میں نے دریافت کیا کہ یا رسولؐ اللہ آپ افضل ہیں یا جبریلؑ امین آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے انبیاء مرسلین کو ملائکہ مقربین پر فضیلت بخشی ہے اور مجھ کو کل انبیاء مرسلین پر فضیلت دی
ہے اور اے علیؑ میرے بعد فضیلت میں تمہارا درجہ ہے پھر اُن آئمہ کا جو تمہارے بعد ہون گے اور
ملائکہ تو ہمارے اور ہمارے دوستون کے خادم ہیں (۶) اور حقیقت میں جن کے اطفال کی گہوارہ جنبانی
اور گھر کی آسیاسائی کی خدمت جبرئیلؑ کو ملی اُن کی فضیلت کے سامنے جبرئیلؑ کا کیا مقابلہ کیا خوب کہا
ہے ایک شاعر نے ؎

شب و روزان کے صاحبزادون کا گہوارہ جنبان تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

اس آیت کے تفسیر سے فضیلت جناب امیر علیہ السلام اور کل آئمہ طاہرین مثل جناب رسالتمآب کے کل مرسلین اور ملائکہ مقربین پر بخوبی نکل آئی

آیت نمبر ۲۸ سورۂ بقر رکوع ۳۴ صفحہ ۶۶

فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم - پس جو شخص طاغوت کا منکر ہے اور اللہ پر ایمان لائے اُس نے بے شک پکڑلی رسی مضبوط جو ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے (۱) چونکہ خدا عالم و دانا ہے پس بہ اعتبار علم فرماتا ہے کہ خدائے تعالےٰ پر ایمان لانے والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو دشمنان خدا سے انکار اور بیزاری کرے اور جس نے ایسا کیا کہ دشمنان خدا سے نفرت کرکے بہ نیت خالص خدا کے آگے جھک گیا اُس نے بڑا قوی رستہ بدون لغزش کے اختیار کیا جس کو استعارہ میں ادا کیا ہے کہ ایسی مضبوط رسی پکڑلی جو ٹوٹنے والی نہیں (۲) اور یہ ارشاد خدا تعالےٰ کا ایسا مطابق اصول مذہب حقہ کے معلوم ہوتا ہے کہ گویا مطلق تولا و تبرا اسی حکم سے قایم ہوا ہے (۳) اب یہ بھی دیکھ لینا ضروری ہے کہ وہ طاغوت کون ہے جس کی بیزاری ایمان خدا کو کامل کرتی ہے تفسیر قمی میں ہے کہ اُن سے وہ لوگ مراد ہیں جنہون نے آل محمدؐ کا حق غصب کیا ہے اور قاعدہ بھی مقتضی اس امر کا ہے کہ اپنے دوست کا دشمن بھی بمنزلہ خاص اپنے دشمن کے ہوتا ہے اور چونکہ جناب رسالتمآب محبوب خدا ہیں اور جناب امیرؑ ولی اللہ ہیں پس ایسے محبوب اور ایسے ولی اپنے کا دشمن ضرور خدا کا دشمن ہے جس کو طاغوت فرمایا۔

(۴) پس بخوبی ثابت ہو گیا بدون بیزاری دشمنان اہلبیتؑ نہ ایمان کامل ہوتا ہے نہ راہ مستقیم پر فائز ہوتا ہے (۵) اور قمی نے اپنی تفسیر میں قول جناب امیر علیہ السلام اس کے موافق لکھا ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ ہماری محبت اور ہمارے دشمنون کی اُلفت ایک دل میں جمع نہیں ہوتی۔ اور اس ارشاد جناب امیرؑ سے ادا ہوا قول عظیم کا جو کہتے ہیں کہ اہلبیتؑ رسولؐ کو ہم عزیز رکھتے ہیں دل و جان سے اور ثلاثہ سے محبت رکھتے ہیں ایمان سے یہ وہی بات ہے جو شیخ احمد صاحب دیوبندی نے لکھی ہے۔

کہ یہ لوگ وہ ہیں جو عید و بقرعید بھی مناتے ہیں اور ہولی دیوالی بھی پوجتے ہیں (۶) اور حافظ شیراز بھی کہتے ہیں ؎ بادشمنان منشیں حافظا تولا کن، نجاتِ خویش طلب کن بجانِ ہشت و چہار، ہوشیار دشمنوں کے پاس نہ بیٹھنا یہی بیزاری اور تبرا ہے اور آگے ذکر تولا کا ہے (۷) اب رہا تشبیہ و استعارہ یہ تو خاص زبان عرب کا جوہر ہے جیسا اس جگہ تمسک عروۃ الوثقیٰ کو محبت رکھنے اہلبیت اطہار سے استعارہ کیا ایسا ہی بہت جگہ قرآن میں ناظرین ملاحظہ کریں گے جیسے کہ بہت قریب سورۂ آل عمران رکوع ۱۱ میں ہے واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً وَّلا تفرقوا تمسک کرو خدا کی رسّی سے سب ملکر اور متفرق مت ہو یہ حبل اللہ اور عروۃ الوثقیٰ دوستیٔ اہلبیتِ رسالت ہے تو ہے (۸) اور کافی میں عروۃ الوثقیٰ کی تعریف میں کہا فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ ہم اہلبیت کی مودّت اس سے مراد ہے۔

(۹) اور لا انفصام لہا کی تفسیر میں معانی اخبار میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ جسے یہ منظور ہو کہ وہ ایسی مضبوط رسی پکڑے جو کبھی نہ ٹوٹے اُسے لازم ہے میرے بھائی میرے وصی علیؑ ابن ابیطالب کی ولایت منظور اور قبول کرے کیونکہ جو ان سے محبت اور تولے رکھیگا وہ ہرگز ہلاک نہ ہوگا اور جو اُن سے بُغض و عداوت رکھے گا۔ وہ ہرگز نجات نہ پائیگا

آیت نمبر ۲۹ سورۂ بقر رکوع ۳۴

اللّٰہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور والذین کفروا اولیٰئہم الطاغوت یخرجونہم من النور الی الظلمات اولئك اصحاب النار ھم فیہا خالدون

اللہ دوست اور حمایتی اُن لوگوں کا ہے جو ایمان لائے ہیں نکالتا ہے اُن کو اندھیروں سے نور کیطرف اور جو لوگ کافر اور منکر ہیں اُن کے دوست طاغوت ہیں جو نکالتے ہیں اُن کو نور میں سے تاریکیوں کیطرف یہی لوگ تو اہل جہنم ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔ (۱) اس آیت میں دو گروہوں کا ذکر ہے ایک تو ایمان لانے والے جن کا دوست خدا ہے یا وہ دوست خدا کے ہیں ایک ہی بات ہے نیز خدا سے تعالیٰ انکے ساتھ حق دوستی کا پورا کرتا ہے کہ اُن لوگوں کو ظلمتِ دشمنیِ آلِ محمدؐ سے نکالکر نورِ ایمان یعنی محبتِ آلِ محمدؐ میں داخل کرتا ہے کیونکہ قرآن مترجم مولوی مقبول احمد صاحب کے صفحہ ۶۶ پر حاشیہ میں بذریعہ کافی قول امام جعفر صادق سے بھی منقول ہے

کہ نور سے مراد آل محمدؐ ہیں اور ظلمات سے مراد دشمن اُن کے ہیں (۲) دوسرا گروہ منکران حکم خدا کا
ہے جن کے دوست خاص دشمنان خدا طاغوت یعنی سرکش لوگ ہیں جن کی تعریف ابھی آیتِ سابق
کے فقرۂ ۳ میں ہو چکی بقول قمی علیہ الرحمہ وہ غاصبانِ حق آلِ محمدؐ ہیں اب وہ حقِ دوستی اپنے پیروؤن
سے یہ ادا کرتے ہیں کہ ان سب کو نور کی طرف سے یعنی دوستیٔ آلِ محمدؐ کی طرف سے نکالتے ہیں اور داخل کرتے
ہیں اُس تاریکی میں جو دشمنیٔ آل محمدؐ کی ہے جس کا نتیجہ ان داخل ہونیوالون ظلمات کے حق میں یہ
ہوا کہ یہ لوگ اہل جہنم بن گئے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے (۳) اب دونون فریق روشنی
کے میدان میں نظر آنے لگے کہ گروہ اول پیروانِ اہلبیت رسالت اور محب آل محمدؐ ہے اور دوسرا
مخالف اُن کا پیروانِ طاغوت ہیں (۴) گروہِ اول کے واسطے اگر محبت کی ضرورت دیکھیں تو ایک
صفت الذین آمنو کیا کم دلیل ہے جو قاعدہ ۳ مقدمہ کتاب میں اور ۲۴ آیت نمبر ۳ یومنُون
بالغیب ۲۴ اور آیت نمبر ۹ فبشر الذین آمنوا ۲۴ اور نمبر ۱۸ یا ایہا الذین آمنوا ۲۴ اور آیت نمبر ۱۷۲
ولٰکن البرّ من آمن باللہ میں ثابت ہو چکا کہ قرآن میں مخاطب الذین آمنوا جو گروہ
ہے اُس کے راس و رئیس علی ابن ابیطالب ہیں (۵) دوسری شناخت اللہ ولی الذین ہے۔
کیونکہ ولی اللہ بھی اسی گروہ کا سردار ہے ۲۴ اول تو علی ولی اللہ کلمۂ شہادت کا ایک جزو ہے ۲۴ علاوہ
اس کے کتاب سوانح عمری جناب امیرؑ میں جو ایک فہرست اسمائے جناب امیرؑ کی ہے منجملہ ۳۰ نام
کے ایک نام آپ کا ولی اللہ بھی ہے ۲۴ اور سند میں اسی نام کی روایت ہے جناب امیرؑ سے کہ فرمایا
جناب رسالتمآبؐ نے لما اسری بی الی السماء رایت علیٰ باب جنّت مکتوُب
بالذہب لا الٰہ الا اللہ محمد حبیب اللہ و علی ولی اللہ۔ کہ جب مجھکو آسمانون
پر معراج ہوئی تو جنت کے دروازے پر سونے سے لکھا ہوا دیکھا میں نے کوئی خدا نہیں سوائے
اللہ کے محمد حبیب اللہ کا ہے اور علیؑ ولی اللہ کا ہے۔
(۶) اور سورۂ مایدہ رکوع ۸ میں صاف فرمایا ہے ومن یتول اللہ و رسولہ والذین آمنوا فان
حزب اللہ ھم الغالبون۔ جو کوئی دوست رکھنے والا خدا کا اور رسولؐ کا اور دوست مومنین کا ہے
وہی گروہ خدا ہے اور وہی غالب ہے اب گروہ اول جن کا دوست خدا ہی ثابت ہو گیا وہ پیروان
نبی و اہلبیتِ رسولؐ ہے اور وہی حزب اللہ ہیں جنکو نعمت عداوت اہلبیت سے نکالکر خدا تعالےٰ

داخل کرتا ہے نور ایمان میں اور اُلفتِ اہلبیتِ رسولؐ میں (۷) اور گروہِ دوم کے واسطے اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں جبکہ وہ مخالف اس گروہِ اول کا ہے گروہ اول کا دوست خدا ہے اور اُس گروہ دوم کا دوست طاغوت ہے گروہِ اول کو الذین آمنوا فرمایا تو گروہ دوم کو کفر کہا ہے گروہِ اول کو نور کیطرف نکالتا ہے خداتعالے گروہ دوم کو ظلمات کیطرف لے جاتا ہے طاغوت پس گروہ اول اگر پیروان اہلبیت ہے تو گروہِ دوم دشمنان اہلبیت سے ہے (۸) اور اس کی تصدیق ہوتی ہے روایت ابن ابی یعفور سے جو حاشیہ پر قرآن مذکور کے بھی لکھا ہے کہ میں نے عرض کی امام جعفر صادقؑ سے مجھکو تعجب ہے اس امر کا کہ جو لوگ آپ سے تولّا نہیں رکھتے اور فلان فلان کے دوستدار ہیں ان میں امانت اور سچائی اور وفا پائی جاتی ہے اور جو لوگ آپ کے دوستدار ہیں اُن میں نہ امانت ہے نہ وفا اور نہ سچائی۔ ابن ابی یعفور کا قول ہے کہ امام علیہم السلام یہ سن کر سیدھے ہو بیٹھے اور مثل ایک غصّہ ور شخص کے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ جو شخص امام ظالم کی ولایت کا قایل ہو اور ایسے امام کو مانتا ہو جن کا تقرر خدا کی طرف سے نہیں ہے اُس کا کوئی دین بھی نہیں ہے اور جو امام عادل کی ولایت کا قایل ہے جس کا تقرر خدا کیطرف سے ہے اُسپر کوئی عتاب نہ ہونا چاہیئے میں نے عرض کی اُن کا کوئی دین نہیں ہے۔ اور اُن پر کوئی عتاب نہیں فرمایا ہان ان کا کوئی دین نہیں کیا تو نے یہ خدا کا کلام نہیں سُنا اللہ ولی الذین آمنو یخرجہم من الظلمات الی النور یعنی گناہون کی تاریکی سے تو یہ مغفرت کی روشنی کیطرف بوجہ ولایتِ امام عادل و منصوص من اللہ منتقل کردیتا ہے پھر فرمایا والذین کفروا اولیٰئہم الطاغوت یخرجونہم من النور الی الظلمات۔ اسی کا یہ مطلب ہے کہ وہ نورِ اسلام میں تھے جب امام ظالم کی اطاعت کی جو خدا کیطرف سے نہتھا تو ایسون کی ولایت تاریکی کفر کیطرف لیگئی نتیجہ یہ ہوا کہ خداتعالے نے کفار کے ساتھ اُن کے لئے بھی جہنم واجب کردیا۔ ابن ابی یعفور کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی والذین کفروا سے عام کافر مراد نہین فرمایا ہرگز نہیں کیونکہ کافرون کے پاس پہلا نور کونسا تھا جس سے نکالکر طاغوت اُن کو ظلمات کی طرف لے گئے ؎

آیت نمبر ۳۰ سورۂ بقر رکوع ۳۶ صفحہ ۶۸

مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ

مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاءُ واللہ واسعٌ علیمٌ۔ اُن لوگوں کی مثال جو راہ خدا
میں خرچ کرتے ہیں اُس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں (خوشے) نکلیں اور ہر ایک خوشے
میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے (اُس کے اجر و ثواب یا مال کو) زیادہ کرتا ہے اور
صاحب وسعت اور صاحب علم ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنے سے
بیحد ثواب ملتا ہے اور ایک کے ساتھ سو حاصل ہوتے رہا یہ آیت اگرچہ عام حکم رکھتی ہے مگر جیسا کہ
اہلبیتِ رسالت نے اس پر عمل کیا اور جس طرح کہ یہ بزرگوار اس وعدۂ الٰہی سے متمتع ہوئے اس کی
نظیر دوسری جگہ نہیں مل سکتی چنانچہ منقول ہے کہ ایک دن جناب امیر علیہ السلام دولت سرا میں تشریف
لائے تو حسنین ع کو شدت گرسنگی سے بیچین پایا آپ نے جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا سے استفسار کیا تو
جواب ملا کہ آج تیسرا فاقہ ہے ایک کھیل تک اُڑ کر بچوں کے منہ میں نہیں گئی یہ سن کر مولائے مومنان
باہر تشریف لائے اور عبدالرحمٰن بن عوف سے ایک دینار قرض لیا اور بازار کو طعام خریدنے کی غرض
سے چلے بازار میں ایک مومن صادق کو بھی اپنے عیال کی بھوک سے پریشان پایا۔ آپ نے فوراً وہ درہم
اُس شخص کو دیدیا مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور نماز مغربین رسول اللہ کے ساتھ ادا کی بعد نماز آنحضرت
نے فرمایا آج ہم تمہارے مہمان ہونا چاہتے ہیں آپ نے عرض کی بسم اللہ یا رسول اللہ یہ تو میرا شرف ہے
بلحاظ حیا اظہار ناداری نہ کر سکے اور ہمراہ رسول ص دولت سرا میں آئے یہ دیکھکر جناب سیدہ ع مضطر ہوئیں
اُسی وقت حجرۂ اقدس میں تشریف لے گئیں دو رکعت نماز ادا کی پہلی رکعت میں بعد الحمد سورہ حٰم سجدہ
اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ انعام تلاوت فرمائی اور درگاہِ خدا میں عرض کی بارِ الٰہا
تیرا رسول ص ہمارا مہمان ہے تو نعمتہائے بہشت نازل فرما اور ہم ناداروں کو اُس کے حضور میں سرخرو کر
یہ دُعا ختم نہوئی تھی کہ ایسا کھانا جو کسی انسانی آنکھ نے نہ دیکھا تھا بہشتی خوان میں لگا ہوا موجود پایا
جسے پنجتن پاک نے باہم ملکر تناول فرمایا جب صبح ہوئی تو ایک اعرابی درِ مسجد پر آیا اور صرۂ زر جس میں
سات سو درہم تھے حضرت رسالتمآب کو دیکر غائب ہوگیا اُس وقت حضرت نے فرمایا یا علی ع یہ جبرئیل
امین تھے کہ اس درہم کی عوض جو تم نے راہ خدا میں ایثار کیا تھا خدا تعالےٰ نے یہ سات سو درہم تم کو
عطا فرمائے اور آخرت میں اس کا ثواب اس قدر عظیم ہے کہ پروردگار عالم کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا
چنانچہ وہ خود فرماتا ہے واللہ یضاعف لمن یشاءُ واللہ واسعٌ علیمٌ ؕ

آیت نمبر ۳۱ سورۂ بقر رکوع ۳۶

الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله ثم لا یتبعون ما انفقوا منًّا و لا اذی لهم اجرهم
عند ربهم و لا خوف علیهم و لا هم یحزنون جو لوگ خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں
اور اپنے دیئے پر متابعت کے طالب نہیں ہوتے احسان نہیں رکھتے اذیت نہیں دیتے اُن کے لئے
اُن کے پروردگار کیطرف سے اُن کا اجر و ثواب مقرر ہے نہ ان لوگوں کو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ وہ
روز قیامت غمگین ہوں گے (۱) اس آیت کا منشا یہ ہے کہ راہِ خدا میں دینا صرف خوشنودی خالق
کے لئے ہونا چاہیئے اُس کو دیکر واپس نہ لے جس کو دیا ہے اُسپر احسان نہ جتائے اور نہ اُس کے معاوضہ
میں کسی کو ایذا دے۔

اس آیت میں بھی اگرچہ عام ہدایت ہے لیکن اس ہدایت پر عمل کرنیوالوں کی تعداد اگر دیکھی جائے تو اہلبیت
رسالت کے سوا کوئی دوسرا نظر نہیں آئیگا جن کے عمل کو خداوند عالم نے بھی بنظرِ قبولیت دیکھا اور انکی
مدح میں سورۂ دہر نازل فرمایا۔ انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاءً و لا شکورا
یہ وہ قصہ ہے تین روز تک متواتر اپنا قوتِ لایموت محض خدا کی خوشنودی کے لئے عطا کر دینے کا جسے
خداوندِ عالم بزبان اہلبیت یوں بیان فرماتا ہے کہ ہم تمہیں محض لوجہ اللہ کھانا کھلاتے ہیں اس کے
معاوضہ میں تم سے کسی جزا اور کسی شکریہ کے طالب نہیں ہوتے۔ اب ہر ایک عاقل غور کر سکتا ہے
کہ آیۂ زیرِ بحث کا یہی مقصد ہے جسے اہلبیتِ رسولؐ اور جناب امیر المومنینؑ نے پورا کرکے دکھا دیا۔

(۳) اور جو الفاظ اہلبیتِ رسالت کی زبان پر جاری ہوئے ہیں وہی آیت میں موجود ہیں۔

(۴) تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس متبرک اور برگزیدہ گروہ میں جہاں اور صفاتِ قدسیہ پائی جاتی تھیں
وہاں بذل و ایثار کی صفت بھی اُن میں اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانے پر موجود تھی چنانچہ امام زین العابدین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال میں مرقوم ہے کہ فرزدق ایک مشہور شاعر نے آپ کی مدح میں قصیدہ
لکھکر بھیجا آپ نے اُس کو انعام بھجوایا شاعر نے وہ انعام واپس کیا اور عرض کی یا مولا میں نے انعام
کے لالچ سے مدح سرائی نہیں کی صرف خوشنودیٔ خدا اور وسیلۂ نجات مدنظر تھا جناب سیّد
الصابرین نے وہ مال پھر اُسی کو واپس کیا اور فرمایا خداوندِ عالم تیری نیت سے واقف ہے انشاء اللہ

تو محروم نہ رہے گا اگر یہ مال تیرا ہے تو لے لے۔ کیونکہ ہم اہلبیتِ رسالت جو کچھ کسی کو دیدیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔

(۵) ایہا الناظرین۔ یہ حضرات حجتِ خدا تھے اس لیئے اِس کو فہمایش کی کہ ہم قول خدا ثم لا یتبعون مَا انفقوا کے عامل ہیں اس لئے جو کچھ دیتے ہیں اُسے واپس نہیں لیا کرتے اب ہر شخص بجائے خود سمجھ سکتا ہے کہ لا خوفٌ علیہم ولا ھم یحزنون ایسے ہی بزرگوارون کے لئے ہے۔

آیت نمبر ۳۲ سورۂ بقر رکوع ۳۷

یوتی الحکمۃ من یشاءُ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً وما یذکر الا اولوا الالباب جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دیگئی اُسے خیر کثیر عنایت کیگئی اور اس بات کو صاحبان عقل کے سوا دوسرا نہیں سمجھتا۔

(۱) یہ بالکل ایک ظاہر امر ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں حکمت سے مراد علم شریعت ہے کیونکہ شرع اسلام میں کوئی مسئلہ خالی از حکمت نہیں اب رہا خیر کثیر اس سے مراد یقیناً محبت و معرفت آئمہ علیہم السلام ہے۔

(۲) اور بمفاد حدیث نبوی انا مدینۃُ العلم و علیٌّ بابھا یہی خاندان مخزن علم و حکمت ہے اسی خاندان کے پیرو حکمت یافتہ اور خیر کثیر سے حصّہ لینے والے ہیں۔

(۳) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃً جاھلیۃً۔ جس شخص نے اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ جاہلیت (کفر) کی موت مرگیا اب خیال فرمایئے کہ شناختِ امام جو موت جاہلیت سے چھڑا کر حلقہ اسلام و ایمان میں لانے والی ہے اس سے بہتر اور خیر کثیر کیا ہوگی جس سے اسلام و ایمان کی تکمیل ہو اور یہی حدیث ہمارے مندرجہ بالا دعوے کے لئے کافی ہے۔

(۴) جناب رسول اللہ کا قول ہے ستفترق اُمتی الی ثلاثۃ وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحد۔ میری اُمت تہتّر فرقوں میں متفرق ہوگی جن میں سے ایک کے سوا سب کے سب ناری ہیں اب غور فرمایئے کہ ناجی فرقہ وہی ہوگا جسے معرفت امام میسّر ہوگی۔

(۵) آخر آیت میں جو فرماتا ہے کہ اس عطیہ کو صاحب عقل ہی سمجھتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہی

فرقہ صاحبِ عقل ہے جسے خیر کثیر مرحمت ہوئی ہے جو آئمہ معصومین (منصوص من اللہ) کی محبت و مودت میں پورا حصّہ لیتا ہے باقی سب کے سب سفیہ اور بےعقل ہیں۔

اس مختصر سی بحث سے آپ کو ضرور معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ آیت علیؑ و دیگر آئمہ علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

آیت نمبر ۳۳ سورہ بقر رکوع ۳۸

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرًّا وعلانیۃً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون۔ وہ لوگ جو اپنے مال کو رات اور دن ظاہر اور پوشیدہ (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اُن کے لئے اُن کے خدا کے پاس ان کا اجر موجود ہے ان پر کسی قسم کا خوف نہیں ہے اور نہ وہ (بروز قیامت) محزون ہوں گے۔

نہایت ہی کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۱) قرآن مجید میں جہاں کہیں نفقہ کا ذکر ہے وہاں آپ کی ذات خاص کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام اُمت میں سخاوت میں آپ منفرد ہیں حتیٰ کہ روٹی کے سائل کو اونٹوں کی قطار بخش دی۔

(۲) آیہ نمبر ۳۱ میں جو کچھ بیان ہوا ہے تو آیہ زیر بحث کے شروع اور آخر کے الفاظ بالکل اسی کے مطابق ہیں گویا اس آیت میں بھی مخاطبینِ آیت اولی ہی کی جانب اشارہ ہے اور اسی آیت کی تاکید آیہ زیر بحث سے ہو رہی ہے۔

(۳) سنّی اور شیعی علماء اس بات کے قایل ہیں اور باتفاق روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب امیرؑ کے پاس چار درہم تھے آپ نے اُن میں سے ایک درہم رات کے وقت راہ خدا میں دیا ایک دن کو ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ اُس وقت جناب رسولؐ اکرم نے فرمایا کہ اے علیؑ تو نے اس طرح کیوں تصدق کیا عرض کی یا رسولؐ اللہ جس تصدق سے خدا راضی ہو وہ ان چار صورتوں سے باہر نہ ہوگا اس پر حضرت اقدس نے ارشاد کیا کہ اے علیؑ جو کچھ کہ تو اُمید رکھتا ہے خدا تعالےٰ تجھکو وہی عنایت فرمائے گا۔ اس لئے یہ آیت بشانِ جناب امیر علیہ السلام اسی ترتیب صدقہ کے موافق انہیں الفاظ میں نازل ہوئی۔ دیکھو سوانح عمری جناب امیرؑ ابن عساکر ص ۷۲ طبع ثانی

(۴) تفسیر عمدۃ البیان میں مرقوم ہے کہ اُس تصدق کے وقت جناب رسالتمآب نے یہ بھی فرمایا کہ علیؑ نے جو چار درہم تصدق کئے ہیں اُن میں چار ہزار درہم پر سبقت لیگیا کیونکہ ایک مقام میں جیسا کہ آیت نمبر ۳۰ میں بیان ہوا ہے ایک کا ثواب سات سو کے برابر ہوتا ہے اور یہاں تو چونکہ اوقات مختلفہ میں تصدق کئے ہیں اور رات کی عبادت دن کی عبادت سے بدرجہا افضل ہوتی ہے لہذا یہ تصدق بھی اور صدقات سے افضل ہوا اور ظاہر ہوگیا کہ آیۂ موصوف کو جناب امیرؑ کی ذات سے گہرا تعلق ہے

آیت نمبر ۳۴ سورۂ آلِ عمران رکوع ۱

وما یعلم تاویلہٗ اِلّا اللّٰہ والراسخونَ فی العلم یقولونَ آمنا بہٖ کلٌّ من عند ربّنا وما یذّکّر اِلّا اولی الالباب ۔ اس کی تاویل اللہ اور مضبوط علم والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ مضبوط علم والے کہتے ہیں آمنا ہم ایمان لائے کہ یہ بالکل ہمارے رب کی طرف سے ہے اور یہ بات کو صاحبان عقل ہی یاد رکھتے ہیں۔

(۱) اس آیت کے ماقبل جو آیت ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں آیات محکمات بھی ہیں متشابہات بھی جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور ان متشابہات کی تاویل یا تو اللہ جانتا ہے یا راسخون فی العلم۔ اب فقط اس امر کی تلاش کر لیجئے کہ وہ راسخ فی العلم کون بزرگوار ہیں۔

(۲) جناب رسولؐ اللہ کا یہ مشہور ارشاد ہم کسی جگہ نقل کر آئے ہیں انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابہا من اراد العلم فلیات من بابہا میں شہر علم ہوں علیؑ اُس کا دروازہ ہیں جو شخص حصول علم کا ارادہ کرے اسے چاہیئے کہ دروازے سے داخل ہو پہلے آستانہ علیؑ پر جھک جائے پھر نبیؐ تک رسائی ممکن ہوگی)

(۳) اور اسی امر کا اشارہ قول خداوندی سے بھی ظاہر ہے جیسے آیۂ نمبر ۲۵ میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ پسِ پشت سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں ہے یعنی سوائے راسخونَ فی العلم کے جو حصولِ علم کا ارادہ رکھتے ہیں اور تاویل متشابہات میں قیاس دوڑاتے ہیں وہ گویا پشت کیجانب سے دار العلم میں آنا چاہتے ہیں یہ ان کی عقل کی کجی ہے خیر اب آپ کو قول رسول وارشاد خدا سے ضرور ثابت ہوگیا ہوگا کہ راسخون فی العلم کون ہیں اور وہ بزرگوار جو درِ شہر علم نبیؐ ہیں اُس سے زیادہ کون اس لقب کا مستحق ہوسکتا ہے۔

(۴) اکثر جگہ یہ امر ثابت کیا گیا ہے کہ اہلبیت رسولؐ ہی مخزنِ علم وحکمت ہیں اور یہی بزرگوار راسخون فی العلم کہے جانے کے مستحق ہیں تفسیر عمدۃ البیان اور ترجمہ حاشیۂ قران میں اس امر کی کافی توضیح وتشریح موجود ہے کہ

اہل بیت کوہی علم رسولؐ سینہ بسینہ پہونچاہے اور رسولؐ خدا کو جبرئیلؑ سے جبرئیلؑ کو لوح محفوظ سے اور لوح محفوظ کی تحریر ید قدرت کی تحریر ہے۔

(۵) تفسیر اہلبیت میں وارد ہے کہ آیہ موصوفہ کی قرأت کے وقت الا اللہ پر وقف نہیں کرنا چاہیئے بلکہ راسخون فی العلم پر چاہیئے کیونکہ تاویلات متشابہات کا جیسا علم خدا کو ہے ویساہی راسخون فی العلم کو ہے لہذا یہاں فقرہ تمام ہے اور وقف لازم آیا۔

(۶) ابن عباس سے روایت ہے کہ جس وقت جناب امیر علیہ السلام اس آیت کو پڑھتے تھے تو فرماتے تھے میں ہوں راسخون فی العلم سے کہ جو تاویل متشابہات جانتے ہیں اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ مشکل مسئلون میں اکثر اصحاب آپ کیطرف رجوع کرتے تھے اور آپ کو کبھی کسی کی جانب رجوع ہونے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

(۷) جناب رسالتمآبؐ نے ایک دفعہ حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ تم میں سے ایک شخص ایسا ہے کہ تاویل قرآن پر جنگ کریگا جیسا کہ میں تنزیل قرآن پر جنگ کرتا تھا اور دست مبارک جناب امیرؑ کے شانے پر رکھکر فرمایا کہ مراد اس سے یہ مرد ہے۔

(۸) حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم راسخون فی العلم ہیں ہم جانتے ہیں تاویل قرآن اور حضرت صلعم ہم سب سے افضل تھے۔

(۹) اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے کہ تاویل قرآن اس شخص سے بہتر کون جان سکتا ہے جسپر قرآن نازل ہوا ہو اُن کے بعد اگر تاویل قرآن کے عالمون کی تلاش کرو تو انہیں لوگون کو پاؤگے جنہون نے اسی مکتب سے تعلیم پائی ہے جو علم لدنی کے وارث ہیں جو پیغمبر کے وصی برحق ہیں یہی حضرات راسخون فی العلم ہوسکتے ہیں انہیں کی مدح جابجا قرآن میں وارد ہے اور یہی لوگ آیۂ زیر بحث کے مشارٌ الیہ ہیں انہیں کو دار ان کو کلام خدا کے یاد رکھنے کی قابلیت ہے اور یہی حضرات اولوا الالباب (صاحبانِ عقل) ہیں جنکو خدا تعالیٰ فرماتا ہے ومن عندہٗ علم الکتاب۔

آیت نمبر ۳۵ سورۂ آل عمران رکوع ۲

والصابرین والصادقین والقانتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار۔ جو لوگ صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور حکم برداری کرنے والے اور خرچ کرنے والے اور بخشش چاہنے والے

صلح کے وقت کے ہیں اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ تمام الفاظ جناب امیر علیہ السلام کی ذات بابرکات پر صادق آتے ہیں۔

(۱) ملاحظہ کیجئے اول صفت ہے صابرین (صبر کرنے والے) اور مجموعہ ہذا کے نمبر ۲۴ سے آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ والصابرین فی الباساء والضراء وحین البأس سے کون بزرگوار مراد ہیں۔

(۲) دوسری صفت صادقین (سچ بولنے والے) ہے۔ یہ صفت بھی بمفاد آیہ سورۂ زمر اولئک الذین صدقوا الخ سے جناب امیر علیہ السلام کی شان میں ثابت ہے (۳) پھر تیسری صفت قانتین ہے اس کے معنی اگر فرمانبرداری کرنے والے کے جائیں تو یہ ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی برابر کسی نے خدا اور رسولؐ کی متابعت نہیں کی جنگ اُحد میں تمام لشکر اسلام رسول اللہؐ کو نرغہ میں چھوڑ کر فرار ہو گیا ایک ابو دجانہ باقی تھے وہ حضرت کے مرکب کی عنان تھامے ہوئے تھے انہیں جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا صرف جناب امیر علیہ السلام لشکر کفار کے مقابلے میں کھڑے تھے حملہ آور تھے صفوں کو توڑتے تھے اور حفاظت رسول اللہؐ فرماتے تھے (۴) جنگ حنین میں مع چند بنی ہاشم کے جن کے راس و رئیس آپ ہی تھے فرمانبرداری رسولؐ میں قائم و ثابت رہے باقی تمام لشکر اسلام نافرمانبرداری میں مبتلا ہو کر بھاگ نکلا رسول اللہؐ پکارتے ہی رہے دوسری فرمانبرداری وہ ہے (۵) کہ شب ہجرت تنہا بنفس نفیس تلواروں کی چھاؤں میں بستر پر تمام رات آرام فرمایا کہ فرشتے بھی اس امر میں مقابلہ نہ کر سکے آدمی تو کجا (۶) اور اگر قانتین سے مراد لیجئے "نماز میں قنوت پڑھنے والے" تو جس نے سات برس تمام اُمت سے پہلے رسول اللہؐ کے پیچھے نماز پڑھی ہو وہ اول قنوت پڑھنے والا ہے دوسرے حضرت کی یہ عادت تھی کہ تمام شب میں ایک ہزار رکعت نماز نافلہ ادا کیا کرتے تھے پس جو پانچ سو قنوت نماز میں تمام اُمت سے زیادہ پڑھتا ہو وہی قنوت پڑھنے والوں میں شمار ہو گا علاوہ ازین ایک دوسری صورت اور بھی ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد تمام اسلام کے فرقوں نے نماز میں سے قنوت موقوف کر دیا مگر پیروان جناب امیر علیہ السلام ہر نماز میں قنوت پڑھتے تھے یعنی سنت رسول اللہؐ پر باقی ہیں پس بہ طفیل جناب امیر علیہ السلام ابھی تک قنوت جاری ہے لہٰذا قانتین کا دعویٰ انہیں کے واسطے مناسب ہے۔

(۷) چوتھی صفت والمنفقین ہے اگر آیات گزشتہ نمبر ۳۰ مثل الذین ینفقون الخ اور نمبر ۳۱ الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ الخ اور نمبر ۳۲ الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار الخ

وغیرہم پر نظر ڈالی جائے قرآن وحدیث وکتب تاریخ کو دیکھیں تو خدا کی راہ میں خرچ کرنیوالا جناب امیرؑ کے سوا دوسرا شخص نظر نہیں آسکتا (۸) اب باقی رہا والمستغفرین بالاسحار۔ تفسیر اہلبیت جسے سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے اُس کی رو سے والمستغفرین بالاسحار سے مراد جناب امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام ہیں اور حضرت کا واقعہ شہادت اس امر کا کافی شاہد ہے کہ جب ایک بدترین مخلوقات نے ضرب شمشیر سے آپ کو زخمی کیا تو بعد ادائے فریضہ صبح حسنین علیہما السلام آپ کو کمل میں لپیٹ کر گھر کیطرف لے چلے اُس وقت آپ نے افق چرخ کیطرف اشارہ فرما کر کہا اُے تنفس والی صبح تمام مدۃ العمر میں تو نے کبھی علیؑ کو وقت صبح عبادت خدا سے غافل اور آرام سے سوتا ہوا پایا ہے سبحان اللہ ۶۳ سال کی عمر میں ایک صبح بھی ایسی طالع نہیں ہوئی کہ شب بیدار کو اپنے تنفس کے وقت سوتا ہوا پایا ہو یہ ہیں مستغفرین بالاسحار۔

(۹) جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو کوئی صبح کے وقت ستر مرتبہ استغفر اللہ پڑھے وہ مستغفرین بالاسحار میں شامل ہے امام عالیمقام نے یہ اُمت کو ثواب کے واسطے ترغیباً ہدایت فرمائی ہے ورنہ آیت مذکورہ کے پورے صفات جناب امیر علیہ السلام کی ہی ذات پر صادق آتے ہیں۔

(۱۰) اور اگر اس سے زیادہ ثبوت چاہیئے تو سورۂ ذاریات رکوع اول میں وبالاسحار ہم یستغفرون کی تفسیر میں ملیگا جہاں ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

آیت نمبر ۳۶ سورۂ آل عمران رکوع ۲

شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملائکۃ واولو العلم قائماً بالقسط لا الہ الا ہو العزیز الحکیم۔ گواہی دی اللہ نے کہ بے شک اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور صاحبان علم نے درآنحالیکہ وہ بعدل ہے نہیں کوئی معبود مگر وہ غالب حکمت والا۔

(۱) اس آیت میں خداوند تعالےٰ نے اپنی وحدانیت کا اس طرح دعوےٰ فرمایا ہے کہ اُس پر گواہ بھی ساتھ ہی ساتھ بیان کردیئے ہیں اول گواہ تو خود وہی رب پاکذات ہے جو ہر نقص وعیب سے مبرّا ومنزّہ ہے دوسرے گواہ ملائکہ قدسی ہیں تیسرے گواہ صاحبان علم ہیں جو ہر رجس اور گناہ سے پاک اور معصوم عن الخطا ہیں (۲) اور یہ قاعدے کی بات ہے کہ گواہی معصوم ہی کی کامل ہوتی ہے

جیسی ذات وحدہٗ لاشریک پاک وصاف ہے۔ ویسے ہی دونو گواہ بھی اُس نے معصوم ہی بیان کئے جو ملائکہ وصاحبانِ علم ہیں۔ (۳) اور صاحبان علم اس لئے فرمایا کہ بے علم نتوان خدارا شناخت انہیں حضرات کو معرفت خدا حاصل ہے تب رجوع قلب سے اُس کی وحدانیت کی شہادت دیتے ہیں (۴) اب فقط اس امر کی تلاش باقی ہے کہ وہ صاحبانِ علم کون ہیں عقل سلیم صاف حکم کرتی ہے کہ یہ وہی راسخون فی العلم ہیں جن کا نمبر ۳۴ میں ذکر ہو چکا ہے انہیں کا علم مضبوط ہے اور محکمات و متشابہات کا علم اُن کو حاصل ہے اور وہ جناب رسول خدا اور اُن کے اوصیائے برحق ہیں (۵) قرآن میں جہاں کہیں بھی صاحبان علم کا ذکر پایا جاتا ہے اُس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب کوئی خاص امر خداوند تعالےٰ کو بیان کرنا منظور ہوتا ہے تو اس اُمت میں حضرات آئمہ معصومین کے سوا دوسرا کوئی قابل اعتبار شخص دستیاب نہیں ہوتا آخران ہی سے ذکر شروع ہوتا ہے ہاں دوسرے درجہ پر ملائکہ کو شامل کر لیا جاتا ہے جیسا کہ اسی آیت میں شامل اولی العلم کئے گئے ہیں (۶) اب دیکھیے سورۂ تحریم میں خداوند عالم فرماتا ہے۔ وان تظاھروا علیہ فَاِنَّ اللّٰہ ھو مولاہ وجبرئیل وصالح المومنین۔ (۷) اس آیت میں بھی امداد رسولؐ کے لئے جبرئیل ملک مقرب اور صالح المومنین کو انتخاب فرمایا اور آیۂ زیر بحث میں بھی اپنی ذات کے سوا جو دو گواہ بیان کئے وہ بھی فرشتے اور راسخون فی العلم ہیں جو اہلبیت رسولؐ ہیں (۸) اب ایک باریک نکتہ اس آیت میں اور ہے کہ خدا نے جو اپنی وحدانیت کا ذکر کیا ہے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ قایم بالقسط یعنی عادل ہے اِسی سے اصول دین مذہبِ حق کی مطابقت بخوبی ہوتی ہے کہ اس مذہب میں اول توحید دوئم عدل مانا گیا ہے اور خدا بھی فرماتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو اس اظہارِ توحید کے بعد فرماتا ہے۔ قائمٌ بالقسط یعنی وہ وحدہٗ لاشریک عادل بھی ہے (۹) اب کہاں ہے وہ فرقہ جو خدا کی ذات میں عدالت کی ضرورت نہیں سمجھتا اور خدا ضرورت سمجھتا ہے تو یہ فرقہ مخالف خدا ہوا عجب طرح کے مسلمان ہیں جو قول وفعل خدا کو عبث اور لغو تصور کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ہذا۔

آیت نمبر ۳۷ سورۂ آلِ عمران رکوع ۳

اِنَّ الذین یکفرونَ بایٰتِ اللّٰہ ویقتلونَ النبیّین بغیرِ حقٍ ویقتلونَ الذینَ یامرون بالقسطِ من النّاس فبشرھم بعذابٍ الیم ۝ جو لوگ خدا کی نشانیوں سے انکار کرتے ہیں

ابنیا کو ناحق قتل کرتے ہیں اور اُن لوگون کو قتل کرتے ہیں جو انسانون میں عادل ہیں ایسے لوگون کو ہمیشہ قایم رہنے والے عذاب کی بشارت دے۔

(۱) یہ آیت صریحًا فضایل اہل بیت میں سے ہے اور مخالفان اہل بیت کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے اسی سے کمال فضیلت اہل بیت کی ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے دشمنون سے خداوند عالم سخت بیزار ہے۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ اہل بیت رسولؐ ایسے محبان خدا ہیں کہ خداوند عالم اُن کے مخالفون کو اپنا مخالف سمجھتا ہے اور اُن کو بدترین عذاب دوزخ سے ڈراتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالے نے اُن کے نشان اور پتے بھی بتلا دیئے ہیں کہ وہ آیات خدا سے روگردانی کرنے والے ہیں ابنیا کے قاتل ہیں اور اُن لوگون کو قتل کرتے ہیں جو انصاف سے حکم کرتے ہیں۔

(۳) اسی کیمطابق روایت ہے کہ کسی نے حضرت صلعم سے دریافت کیا کہ زیادہ عذاب قیامت میں کن لوگون پر ہوگا۔ فرمایا جو قتل کریں ابنیا کو یا اُس شخص کو جو نیکی کا حکم کرتا ہو اور بُرے کام سے روکتا ہو پھر یہ آیت تلاوت فرمائی (۴) اور فرمایا کہ بنی اسرائیل نے اول روز ایک وقت میں تینتالیس[۴۳] ابنیاء کو قتل کیا اُس کے بعد ایک سو بارہ آدمی عابدان بنی اسرائیل میں سے کھڑے ہوئے اور اُنہون نے اُن قاتلون کو نیکی کا حکم دیا اور بدی سے منع کیا ان قاتلون نے اُنہیں بھی آخر روز میں مار ڈالا۔ یہ تو حال اُن لوگونکا ہے جو بنی اسرائیل میں پہلے گزرے ہیں (۵)، مگر اس آیت میں بصیغۂ امر جو بشر کا لفظ آیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ رسولؐ اللہ میں بھی ان کی اولاد موجود تھی جو اپنے بزرگون کے اُن افعال سے راضی تھے اور قتل رسولؐ و اہلبیتِ رسولؐ پر آمادہ تھے (۶) اور انصاف کیطرف حکم کرنیوالے اہلبیتِ رسولؐ ہی تو ہیں جن کے حق میں بیسیون آیات اس صفت یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر کو ظاہر کرتی ہیں جیسے سورۂ آل عمران رکوع ۱۱ میں ہے۔ وَلتکن اُمّةٌ یدعونَ الی الخیر یامرونَ بالمعروفَ وینہونَ عنَ المنکر (۷) اور آیہ زیر بحث سے یہ بھی صاف طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ نیکی کرنیوالون کا قتل بھی قتلِ ابنیا سے کم نہیں ہے پس اہلبیتِ رسولؐ جو بہترین نیکی کرنے والے ہیں اُن کا قتل قتلِ رسالتمآبؐ ہے حدیث نبوی سے یہ امر صاف ظاہر ہوتا ہے جس میں جناب امیر علیہ السلام کی نسبت لحمك لحمی ودمك دمی وحربك حربی۔ فرمایا گیا۔ ہے پس جناب امیر المومنین علیہ السلام کا خون بہانا عین جناب پیغمبر کا خون بہانا ہے اور اولاد قاتلین یا سلف نے اس زمانے میں کوئی دقیقہ مخالفتِ رسولؐ و اہلبیتِ رسولؐ کا باقی نہیں

(۸) واپسی حجۃ الوداع اور واقعہ غدیر خم کے بعد جب اس امر کا اعلان ہو گیا کہ رسولؐ اللہ علیؑ کو خلیفہ کر چکے ہیں تو اُسی رات کو بمقام عقبہ رسولؐ اللہ پر حملہ کیا گیا جس کا ذکر کتب اہل سنت میں صاف طور سے مذکور ہے اور حملہ کرنیوالوں کے نام کتبِ امامیہ میں درج ہیں از انجملہ بعض بعض ان لڑائیوں میں بھی موجود تھے جو جناب امیر علیہ السلام سے ہوئیں مثلاً تیس ہزار آدمی جنگ جمل میں اور لاکھ سے زیادہ صفین میں اور ایک ہزار نہروان میں جو سب قتل علیؑ پر تلے ہوئے تھے اور ہزارہا اصحاب امیر المومنینؑ جو جانب حق تھے نیکی کا حکم کرنیوالے اور بدی سے منع کرنیوالے تھے کہ انہیں کے ہاتھوں شہید ہوئے چنانچہ حدیث عمارؓ اس راز کو بخوبی معلوم کرتی ہے کہ جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا یا عمارُ ستقتلک فئۃٌ باغیۃٌ اے عمارؓ تجھے عنقریب ایک باغی فرقہ قتل کریگا تو اُن کو بہشت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ تجھکو دوزخ کیطرف دعوت دیتے ہوں گے۔

(۹) ایسا ہی واقعہ جناب امام حسین علیہ السلام کا ہے کہ اس خیر الناس اور نیکی کا حکم کرنے والے کو کس مظلومی کیحالت میں شہید کیا گیا پس یہ تمام قاتلِ اہلبیت اس تہدید میں شامل ہیں اور اسی سے کمالِ فضیلت اہل بیت رسالت کی ظاہر ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۳۸ سورہ آل عمران رکوع ۴

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔
کہدے اے رسولؐ ان لوگوں سے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری مطابعت کرو تو خدا بھی تمہیں دوست رکھیگا تمہارے گناہوں کو بخش دیگا اور اللہ بخشنے والا اور صاحب رحمت ہے۔

(۱) اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ خوشنودیٔ خدا متابعتِ رسولؐ سے حاصل ہوتی ہے اب دیکھ لیجئے کہ رسولؐ کی متابعت کس کس نے کی ہے کہنے کو تو تمام کلمہ گو متابعتِ رسولؐ کا دعوےٰ کرتے ہیں مگر واقعات زمانہ رسولؐ ہی تمام پردہ اُٹھا چکے ہیں کہ کون کون رسولؐ کی فرمانبرداری میں دل وجان سے حاضر رہا اور کون کام چور سواری حاضر کا مصداق تھا جہاں سختی پڑی بھاگ نکلے صلح امن دیکھا آکر ڈٹ گئے۔

(۲) رسولؐ اللہ پر پہلی مصیبت مخالفتِ قریش کی تھی جو آپ پر بے حد گراں تھی۔ اُس وقت کس نے متابعت کی؟ متابعت تو درکنار ذراسی ہمدردی بھی کسی صاحب نے فرمائی یا خدا ترسی کا خیال کسی کے

دل میں آیا یا محبت رسولؐ کسی کے دل میں جوش زن ہوئی - لا واللہ - قریش کا حضرتؐ کے ساتھ ایک معاملہ
بے ادبی یہ ہے کہ نماز کے اندر سجدے کی حالت میں شکمبۂ شتر آپ کے فرقِ مبارک پر ڈال دیا - بڑے بڑے
صحابی قریش کے پرُلے خرانٹ اس حال کو دیکھ رہے تھے جنہیں آگے چلکر فاتحانِ روم و شام کے خطاب
ملے دم بھی نہ مار سکے - آخر صغیر السن بیٹی یعنی جناب سیدہؑ سے یہ حال نہ دیکھا گیا اور آپ نے وہ نجاست
دور کی جب اس واقعہ کی خبر جناب ابو طالب شفیق و پرورش کنندۂ رسولؐ کو ہوئی تو آپ پیارے
بھتیجے کو ہمراہ لیکر مجمع قریش میں آئے جہاں فرعونِ وقت ابو جہل جیسا دشمنِ رسولؐ موجود تھا مگر حضرت
ابو طالب نے کچھ پرواہ نہ کی اور فرمایا "اے فرزند کسی نے تیرے ساتھ یہ بے ادبی کی ہے" رسول اللہؐ نے
فرمایا کہ ابن ربیعہ نے جناب ابو طالب نے اُسی وقت ابن ربیعہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور تمام لید اور گوبر اونٹ کا
اُس کے چہرے پر کپڑوں پر جسم پر خوب ملا - اور فرمایا جو اُس کی حمایت کرے گا اُس کا بھی سر قلم کردوں گا -
تیسرے حضرت حمزہؓ تھے جو اُس وقت موجود نہ تھے اور نہ ابھی ایمان لائے تھے مگر جب شکار سے واپس آئے
اور یہ حال سُنا تو رگ ہاشمی جوش میں آئی اور تمام قریش کے سامنے ابوجہل کے سر پر کمان ماری اور اُسی
وقت مسلمان ہوگئے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمدردی و متابعتِ رسولؐ جو باعثِ خوشنودی و محبتِ خدا ہے
ان متذکرۂ بالا بزرگوں سے ظاہر ہوئی یا دوسرے اصحاب سے جن کو یارِ غار عشرۂ مبشرہ بدری حنینی اور
فاتحانِ روم و شام کے خطاب عنایت ہوئے جو رسول اللہ کا سچا ہمدرد اور سرپرست تھا اس کے اسلام میں
بھی شک کیا گیا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا گیا جناب فاطمہؑ کے دروازے پر آگ اور لکڑیاں لیکر روانہ ہوئے
ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلمان کردند -

(۳) دوسرا امتحان متابعتِ رسول واقعہ شب ہجرت سے ہوتا ہے جو اس مجموعہ کے نمبر ۲۶ میں مفصل لکھا گیا
ہے اس آیت کے مصداق نے محض خوشنودی خدا کے لئے اپنی جان کو ایک عظیم الشان خطرے میں ڈالا مگر
متابعتِ رسولؐ کا حق ادا کیا -

(۴) تیسرا واقعہ بدر ہے یعنی جس وقت ۳ آدمی جنگ کے لئے میدان میں باہر آئے تو اُن کے مقابل میں انصار کے
تین آدمی گئے مشرکوں نے دریافت کیا تم کون لوگ ہو جواب دیا کہ ہم انصار ہیں اُس پر اُنہوں نے بنظرِ
حقارت دیکھکر کہا کہ تم کھجور بیچنے والے ہمارے حریف نہیں ہوسکتے تم واپس جاؤ اور ہمارے بھائیوں میں
سے جو قریش ہیں کسی کو بھیجو - اب گمان تھا کہ قریش کے پرانے جگادھری میدان میں آئیں گے مگر توبہ یہاں

ان تلون تیل کب تھا یہان سب جاہ وحشمت کے طالب جنگ سے کوسون دُور چنانچہ جب رسول اللہ نے
دیکھا کہ مسلمانون میں سے کوئی لڑنے کو نہیں جاتا تو آخر وہی جگر جگر و دگر دگر کی مثل صادق آئی۔ اپنون ہی
پر انسان کا زور ہوتا ہے آپ نے فرمایا حمزہ اُٹھو عبیدہ کھڑے ہو جاؤ۔ اور علیؑ تم مقابلہ کے لئے بڑھو۔ اب
جب یہ تین سرتاج قریش ان قریشیون کے سامنے گئے تو عتبہ نے دریافت کرنے کے بعد کہا کہ بیشک تم کفو کریم
ہو تم سے مقابلہ ہمارا فخر ہے آخر ہوا جو ہوا (۵) اب اُحد کا واقعہ دیکھا جائے یا حنین کا یا خیبر کا یا خندق کا
جو مذکورہ بالا واقعات سے زیادہ وضاحت کے ساتھ رسولؐ کی متابعت کرنے والون اور خدا کی خوشنودی
چاہنے والون کو ان لوگون سے جدا کرتے ہیں جو دُنیا دار مطلب کے یار مشہور بہ یار غار تھے جنہون نے اپنے
کسی فایدے اور موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور حکمِ رسولؐ کا مطلق لحاظ نہیں رکھا (۶) متابعت کیسی
کھلی کھلی مخالفت کرتے تھے حضرت صلعم نے خُم غدیر میں جناب امیر علیہ السلام کو اپنا جانشین اور خلیفہ کیا جس پر
سب نے بیعت کر لی مگر تین مہینے بعد نکث بیعت کر کے نافرمان بندے ہو گئے۔ (۷) رسولؐ نے حکم دیا کہ جیش
اسامہ کیساتھ جاؤ قیس بن عبادہ کا درّہ پیچھے لگایا کہ ان لوگون کو مدینہ سے باہر نکالو
جو جیش اسامہ سے نامزد ہو چکے ہیں اور یہ بھی فرمایا۔ لعن اللہ من تخلف جیش اسامہ۔ مگر
اصحابِ رسولؐ ایسے کامل نافرمان تھے کہ لشکر کے ساتھ نہ گئے پر نہ گئے اور جو گئے بھی تو فوراً ہی پلٹ آئے غرض
یہ کہ متابعت نہ کی (۸) اور جب آپ نے وقتِ آخر قلم و دوات طلب کیا کہ ایسا نوشتہ لکھا جائے جس سے اُمت
گمراہ نہ ہو تو سب نے آنکھیں بدل لیں درجۂ رسالت تو بڑی چیز ہے درجۂ انسانیت میں بھی آپ کو نہ سمجھا۔ نہ
عزیز داری کا خیال آیا نہ دامادی کا اور صاف کہدیا (معاذ اللہ) یہ شخص ہذیان بک رہا ہے اسی واقعہ سے
متابعت وغیر متابعت کا حال ظاہر ہے (۹) جب ہی تو خدائے تعالےٰ نے اس سلسلہ کی دوسری آیت میں فرما
دیا۔ قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول وان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرون۔ کہدے ان سے کہ خدا و
رسولؐ کی اطاعت کرو اور اگر تم اس سے پھر گئے تو خوب یاد رکھو کہ خدا کافرین کو دوست نہیں رکھتا۔
(۱۰) دیکھ لیجئے متابعتِ رسولؐ سے انکار کرنیوالون کو خدا نے کافر بنا دیا کافر۔ اور متابعت کرنے والے اُس کی
خوشنودی میں داخل ہوئے پس اہل بیتِ رسولؐ اس آیت کے مصداق ہوئے جن سے زیادہ کسی فردِ بشر
نے متابعتِ رسولؐ نہیں کی اور اُن کے بعد اُن کے پیرو ہیں جن کی بخشش کا خداوندِ عالم نے وعدہ فرمایا ہے
(۱۱) اور مطابق شرط آیت کے ان سچے متابعت کرنے والون رسولؐ سے خدا نے بھی ایسے محبت کی جس کا

علمان درجنت پر لکھکر ظاہر کیا علیؑ ولی اللہ جیسا کہ آیت نمبر ۲۹ فقرہ پانچ میں ہے۔

آیت ۳۹ سورۂ آلِ عمران رکوع ۴

اِنّ اللہ اصطفیٰ آدمؑ ونوحؑ وآل ابراھیمؑ وآل عمران علی العالمین۔ خداوند عالم نے
آدمؑ ونوحؑ وآلِ براہیمؑ وآل عمران کو تمامی عالم پر برگزیدہ کیا۔

تفسیر اہل بیت علیہم السلام میں آل عمران کی جگہ آل محمدؐ وارد ہوا ہے یعنی خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ تمام عالم
میں سے آدمؑ کو برگزیدہ کیا ہے کہ ابوالبشر تھے انسانی سلسلہ آدم سے شروع ہوا۔ اور آدم کو علم بھی عنایت
کیا جسے دیکھکر ملائکہ نے اپنے عجز کا اعتراف کیا اور ملائکہ سے آدم کو سجدہ کرایا اسی سے برگزیدگی ظاہر
ہے۔ دوسرے حضرت نوحؑ ہیں کہ اُن میں برگزیدگی کی ایک خاص صفت پائی جاتی ہے۔ اول تو اُن کی عمر
اس قدر دراز ہوئی کہ کسی نبی نے اتنی عمر نہیں پائی۔ دوسرے ان سے پہلے کشتی دنیا میں نہ تھی انہیں کے سبب
سے اہل دُنیا اس سے آگاہ ہوئے۔ تیسرے جو سلسلہ پیدائش انسان آدم سے جاری ہوا تھا وہ طوفان میں
تباہ ہوگیا تھا۔ اب دوسرا سلسلہ پیدائش انسان حضرت نوحؑ ہی سے جاری ہوا اسی لئے اِن کو آدمِ ثانی
کہتے ہیں چونکہ نوح بھی ایک سلسلۂ جدید کے باعث ہوئے اسی لئے اِن کو بعد آدم برگزیدہ شمار کیا اب آل
ابراہیم برگزیدہ ہوئی۔ کیونکہ ابراہیم کے دونو فرزند اسماعیل اور اسحاق نبی ہوئے۔ اس کی مثال دُنیا میں بجز
جناب ابراہیم کے کسی فردِ بشر میں نہیں پائی جاتی کہ آپ کے دونو فرزند امام ہوئے پھر اسحاق کی اولاد میں یعقوبؑ
یوسفؑ۔ داؤدؑ وسلیمانؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ یحییٰؑ۔ زکریاؑ بہت پیغمبر ہوئے مگر حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں جناب ختم المرسلین
اشرف الانبیا سب نبیوں سے بہتر ہوئے تو اب سلسلۂ نبوت آلِ ابراہیم سے جاری ہوا جیسا کہ سلسلۂ بشریت
آدم ونوح سے جاری ہوا تھا ایسا کسی نبی کی اولاد سے سلسلہ نبوت جاری نہیں ہوا۔ پس آل براہیم چونکہ
موجدِ سلسلۂ نبوت ہیں اس واسطے برگزیدہ شمار ہوئے (۳) اب چوتھا موجد سلسلہ امامت کا آلِ محمدؐ ہے کہ
ایک دوسرے کے بعد بارہ امام ہوئے اور یہ ایسا سلسلہ ایسا ہے کہ قیامت تک باقی رہیگا تو یہ گروہ سب سے
زیادہ برگزیدہ ہونے کے قابل ہے کیونکہ سنتِ خدا تبدیل نہیں ہوا کرتی یہاں برگزیدہ ہونا اسی امر پر مقرر
فرمایا کہ موجد کسی سلسلہ کا ہو تو اب اُن کو خواہ آل محمدؐ کہو یا آل عمران کہو کیونکہ اس تمام سلسلہ کا دادا عمران
نام کنیت ابوطالب ہے مشہور ہے اور اُن کی اولاد کے نانا رسول خدا تھے اور تفسیرِ قمی میں وارد ہے کہ یہ آیت

اِس طرح تھی۔ اِنّ اللہ اصطفیٰ آدمؑ ونوحؑ وآل ابراھیمؑ وآلَ عمرانَ وآل محمدؐ علی العالمین۔
لوگون نے اصلی کتاب سے لفظِ محمدؐ کو گرا دیا ہے۔ اور تفسیرِ عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول
ہے کہ لفظِ آل محمدؐ اس آیت میں موجود تھا لوگون نے مِٹا دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اصل آیت یون تھی
آلِ ابراہیمؑ وآلِ محمدؐ بجائے لفظِ محمدؐ کے عمران بنا دیا گیا۔ اور عیون الاخبار امام رضا علیہ السلام میں تمام بحث ہارون
عباسی کی عترتِ رسول اللہ کو کیا فضیلت ہے لکھی ہے جسپر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا بے شک خدائے تعالےٰ نے
عترتِ رسولؐ اللہ کو تمام عالم پر فضیلت دی تھی اپنی کتاب میں اور تلاوت کیا اِنّ اللہ اصطفیٰ آدمؑ ونوحؑ
وآل ابراھیمَ وآل محمدؐ علی العالمین۔ اور رسولؐ خدا کا آلِ ابراہیمؑ میں ہونا تو چند طور سے ثابت ہے
ایک تو وہ حدیث حضرت پیغمبرؐ کی کہ حشر کے روز حضرت ابراہیمؑ کا خیمہ نصب ہوگا اور مقابل میں دوسرا
خیمہ میرا نصب ہوگا اور دونون خیمون کے بیچ میں علیؑ کا خیمہ نصب ہوگا۔ اور فرمائیگا خداوندِ تعالیٰ کہ یا محمدؐ کیا
اچھا باپ ہے تیرا ابراہیم اور کیا اچھا بھائی ہے علیؑ ابن ابی طالب۔ اب چونکہ خداوندِ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ
کو جناب رسالتمآب کا باپ فرمایا ہے تو آپ آلِ ابراہیمؑ میں ضرور داخل ہوئے (۳) اور دوسرے کتب مصابیح
میں جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ روزِ عاشورہ کربلا میں محمد بن اشعث کندی نے جناب امام
حسین علیہ السلام سے پوچھا کہ اے پسر فاطمہ تم کو کونسی عزت و بزرگی ہے محمدؐ مصطفیٰ سے تو حضرت نے فرمایا کہ
واللہ محمدؐ وآل ابراہیم سے ہیں اور عترت اُن کی آل محمدؐ سے ہے اور یہ سب بزرگ ملائکہ سے افضل ہیں۔
(۴) اگر خدا عقل دے اور عداوتِ اہلبیت دل سے نکلجائے تو ظاہر ہوجائے گا۔ کہ جب سلسلہ آل ابراہیمؑ
حضرت محمدؐ تک پہونچ گیا تو پھر بیچ میں عمران پدرِ موسیٰ اور عمران پدرِ مریمؑ کا ذکر کہان سے آگیا جو مفسرین
اہلسنت نے لکھا ہے اور کس قدر ظلم ہے جناب رسالت مآب پر کہ اُن کو آل ابراہیمؑ سے نہ شمار کریں۔
(۵) اور اگر عمران بن یصہر پدرِ موسیٰؑ یا عمران بن ماثان پدرِ مریمؑ سے مراد لیں تو ایک عمران کی جگہ دو
عمران کا نام لینا چاہیئے تھا۔ اب اس کا جواب وہی لوگ دیں کہ کونسے عمران کو خدا نے لیلیا اور کونسے عمران کو
چھوڑ دیا (۶) اور اگر عمران بن یصہر بن فاہث بن لاوے بن یعقوبؑ کہ پدرِ حضرت موسیٰؑ ہیں تو اس سلسلے
میں سے حضرت یوسفؑ جو پیغمبر ہیں کیون نکل گئے (۷) یہ تمام بزرگی کھینچ کھانچ کر حضرت موسیٰؑ کے واسطے لائی
جاتی ہے کہ عمران پدرِ موسیٰؑ تھے مگر حضرت موسیٰؑ تو ہر طرح عمران سے افضل تھے۔ کیون نہ موسیٰؑ کا نام عمران کی جگہ
آیا تو یہ الزام جناب باری کیطرف عاید ہوتا ہے نعوذ باللہ من ہذہ الاعتقاد (۸) ان ہر دو عمران سے

ہرگز خدائے تعالٰے کی مراد نہیں ہے بلکہ قرآئتِ اہلبیت میں جو آل عمران کی جگہ آل محمدؐ ہے وہی درست ہے ورنہ عمران والد حضرت علیؑ سے مراد ہے کہ جن سے ایک سلسلہ امامت کا جاری ہوا۔ اور وہی مطلب آل محمدؐ کا ہے صرف قرأت کا فرق ہے اور ایسا قرآن میں اکثر جگہ ہے۔ حدیث مشہور ہے کہ قرآن سات طرح کی قرأت پر نازل ہوا ہے چاہے جس قرأت سے پڑھا جائے۔ مگر مطلب نہ بدلا جائے۔

(۹) ابن عباس ابوذر اور انس سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ آل ابراہیمؑ میں ہوں اور علیؑ آل عمران ہیں جس صورت میں کہ آل ابراہیمؑ سے مراد رسولؐ خدا ہیں تو آل عمران سے علی ابن ابی طالب کا مراد ہونا بالکل مناسب ہے (۱۰) اور اگر آل عمران سے مراد پدرِ موسیٰؑ یا پدرِ مریم لیا جاوے تو یہ سلسلہ حضرت عیسیٰؑ تک ختم ہو گیا ہمارے پیغمبر جو اشرف الانبیاء ہیں برگزیدگی سے محروم رہ گئے۔ اور اور یہ آپ کی شان سے بہت دور ہے کہ جو اشرف الانبیاء ہو برگزیدہ نہ ہو۔ (۱۱) بلکہ ایک حدیث اس عقیدے کے بالکل مخالف ہے کہ خدا نے معراج میں حضرت سے فرمایا میں نے دنیا پر نظر کی تو اس میں سے اے محمدؐ تجھے چن لیا اور پیغمبر کیا اور دوسری نظر ڈالی تو علیؑ کو برگزیدہ کیا اُسے تیرا وصی کیا۔ یہیں سے آپ کی برگزیدگی ثابت ہے (۱۲) اور حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان سے مراد ہم ہیں اور ہم ہیں بقیۃ عترت (۱۳) مولوی اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ نے کتاب مفتاح المطالب کے صفحہ ۱۶۲ لغایت ۱۶۵ مفتاح چہارم میں استحقاق خلافت جناب امیر علیہ السلام اس آیت سے ثابت کیا ہے۔

آیت نمبر ۸ سورۂ آل عمران رکوع ۶

من حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ جو کوئی اس بارہ میں (یعنی عیسیٰؑ کے باب میں) تجھ سے جھگڑا کرے بعد اس کے کہ اُس کا علم حاصل ہو گیا ہے تو کہدے ان نصاریٰ سے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو طلب کرو ہم اپنے نفسوں کو بلالیں تم اپنے نفسوں کو بلالو پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

اس آیۂ دانی ہدایہ کا قصہ نہایت مشہور و معروف ہے کہ جب نصاریٰ نجران سے مباہلہ مقرر ہو گیا تو تمام بزرگ صحابی ہمراہی حضرت کے لئے منتظر تھے لیکن جب وقت حاضری بارگاہ حاکم حقیقی نزدیک ہوا تو آپ نے کسی کو اس معرکہ عظیم کے قابل نہ پایا اور اُن لوگوں کو چُن لیا جو درگاہ خداوندی سے برگزیدگی کا تمغہ لائے تھے جو آل ابراہیم کے بعد آل عمران میں سے چنندہ تھے یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کو ہمراہ لے گئے اور اسی ترتیب سے لے گئے جس طرح خداوند عالم نے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ اول ذکر ابنا کا ہے بعد اس کے نساء اور اُس کے بعد نفس۔ اب دیکھئے حضرت امام حسینؑ آپ کی گود میں تھے اور امام حسنؑ اُنگلی پکڑے ہوئے تھے پیچھے جناب سیدہ تھیں اور سب سے پیچھے جناب امیر نفسِ رسولؐ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں دُعا کروں تو تم آمین کہنا (۲) علمائے نصاریٰ نے جب ان نفوس قدسیہ کی زیارت کی تو خوف زدہ ہو گئے اور عاقب جو اِن کا سردار تھا اُس نے اپنے گروہ سے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ میں ایسے نورانی چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر یہ لوگ دُعا کریں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور محمدؐ ضرور سچا ہے جو اپنے اہل کو ساتھ لایا ہے ان لوگوں سے مباہلہ کرنا خطرے کا کام ہے بہتر ہے کہ صلح کر لیجائے جس طرح بھی ہو سکے۔ چنانچہ یہ گروہ جزیہ دینے پر رضامند ہو کر صلح کر کے چلا گیا۔

(۳) اس میں کسی طرح کا کلام نہیں اور صورتِ واقعہ نے بھی ظاہر کر دیا ہے کہ اِس آیۂ کریمہ کے مصداق وہی بزرگوار ہیں جو رسولؐ اللہ کے ساتھ گئے اور اس میں کسی مسلمان کو شک کی گنجائش نہیں ہو سکتی مگر چند فائدے اور ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ ابنائے رسول حسنینؑ تھے اور خدا نے بھی یہی فرمایا۔ سوائے حسنینؑ کے کوئی ابنائے میں شریک نہیں ہو سکتا تھا ایسا ہی نفس رسولؐ جناب امیرؑ کی ذات کے سوا دوسرا ممکن نہیں اور نساء کا لفظ اگرچہ عام ہے اور معنی اس کے زوجہ کے لئے۔ بہت اقرب ہیں لیکن اس پر بھی رسولؐ اللہ نے اپنی کسی زوجہ کو اس موقعہ پر ہمراہ نہیں لیا کیونکہ جس کام کے لئے جاتے تھے اُسکی قابلیت ہی کسی میں نہ دیکھی اس واسطے اپنی دختر نیک اختر ہی کو نساء کے حکم میں شامل کر لیا کیونکہ آپ معصوم تھیں (۴) اب خیال کرنا چاہیئے کہ لفظ نساء جو ازواج کے لئے مناسب ہے اس میں کوئی زوجہ شامل نہو سکی تو اہل بیت کے لفظ میں جو بذکر ہے ازواج کس طرح شامل ہو سکتی ہیں جس کا ذکر آگے چل کر آیۂ تطہیر میں آئیگا درانحالیکہ زوجۂ رسولؐ کوئی بھی معصوم نہ تھی۔

(۵) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے نمبر ۲۰ میں سعد وقاص سے نقل کیا ہے کہ جب آیۂ تطہیر نازل

ہوئی تو حضرت نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کو بلا کر کہا پروردگارا یہ میرے اہلبیت ہیں (۶) دوسری روایت
جابر سے (۷) تیسری روایت ابن عباس سے (۸) اور چوتھی دار قطنی سے جس میں یوم شوریٰ کا ذکر کرتے
ہوئے لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا میں تم سے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ
کوئی تم میں میرے سوا ایسا شخص موجود ہے کہ جناب رسولؐ اللہ کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا
ہو اور اُس کی جان کو رسولؐ اللہ نے اپنی جان فرمایا ہو اُس کے بیٹون کو اپنا بیٹا قرار دیا ہو سب نے
کہا قسم خدا کی ہم میں کوئی ایسا نہیں ہے (۹) نیز صاحب فضائل مرتضوی نے اس قول کی تائید کرتے
ہوئے لکھا ہے کہ ایک روز مامون عباسی نے جناب امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ خبر دو مجھکو اُس
شخص سے کہ بزرگتر ہو از روئے فضیلت کے یعنی جس کی فضیلت قرآن کی رو سے سب پر زیادہ ہو آپ
نے فرمایا کہ جو فضیلت قرآن سے امیر المومنینؑ کے لئے ثابت ہے وہ آیہ مباہلہ ہے چنانچہ جب یہ آیہ نازل ہوا
تو حضرت نے حسنینؑ کو اپنے پاس بلایا پس وہ اُن کے فرزند ہوئے۔ پھر جناب سیدہؑ کو بلایا وہ جناب حکم
نساء میں شامل ہوئیں پھر جناب امیر علیہ السلام کو پس وہ بحکم خدا نفسِ رسولؐ ہوئے۔ اور یہ بات ثابت
ہے کہ جناب رسولؐ خدا سب اہل عالم سے افضل ہیں تو نفس رسولؐ بھی آپ کا سب اہل عالم سے افضل
ہوا پس یہ فضیلت از روئے قرآن آپ کی ایسی ثابت ہے کہ کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ اور جناب مولوی
سید اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ نے اس آیت کو اپنی کتاب مفتاح المطالب کے صفحہ ۲۰ تا
۲۴ پر استحقاق خلافت جناب امیرؑ کے اوپر دلیلِ بین قرار دیکر تائید میں ایک حدیث کتاب مودۃ
القربیٰ سے پیش کی ہے جس کے راوی ابن اباح مولیٰ اُم سلمہ ہیں۔ قال قال رسول اللہ لو اعلم اللہ تعالیٰ
انّ فی الارض عباداً اکرم من علیؑ و فاطمۃؑ والحسنؑ والحسینؑ لامرنی ان اباھل
بھم ولکن امرنی بالمباھلۃ معہ ھولاء وھم افضل خلق نغلبت بھم علی نصاریٰ۔ یعنی فرمود
پیغمبر اگر میدانست خدا کسے را در زمین کریم تر از آل عبا ایشان حکم میکرد مرا با او مباہلہ کردن لیکن حکم کرد
مرا ہمراہ اہلبیت مباہلہ کردن از نصارا کہ آنہا افضل ترین خلق ہستند پس غالب شدم باانہا بر نصارا۔

آیت نمبر ۱۴ سورۂ آل عمران رکوع ۷

انّ اولی الناسِ بابراھیم الذینَ اتبعوہ وھذا النبیّ والذین آمنوا واللہ ولی المؤمنین۔

بے شک سب سے زیادہ ابراہیمؑ کا نزدیکی وہ شخص ہے جو اُس کی متابعت کرے اور یہ نبی اور وہ لوگ جو اُسپر ایمان لائے اور اللہ مومنون کا مددگار ہے۔

(۱) اس آیت کی ماقبل آیت سے اس کا مطلب کھلتا ہے یعنی یہود کہتے تھے کہ ابراہیم ہمارے دین پر تھے اور نصاریٰ کہتے تھے ہمارے دین پر۔ اس کی رد میں خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ ابراہیم نہ تو یہودی تھا نہ نصاریٰ وہ تو گردن جھکانے والا مسلمان تھا وہ مشرکون میں سے نتھا یعنی تم دونو فرقے تو مشرک ہوگئے کہ عُذیر کو اور عیسیٰؑ کو خدا کا شریک کہتے ہو۔ چونکہ دونو فرقون کو دینِ ابراہیم سے علیحدہ کردیا اور بتلادیا کہ ابراہیمؑ تو مطیع خدا تھا تم کو ابراہیمؑ سے کیا تعلق ہے ابراہیمؑ سے تعلق تو سب سے زیادہ اُسی کو ہے جو ابراہیمؑ کی پیروی کرتا ہے اور تمثیلاً فرماتا ہے کہ ایسا ہی نبی آخرالزمان ہے کہ جو اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ وہی اُس سے تعلق رکھتے ہیں (۲) اور یہی قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ محمدؐ کا دوست وہ شخص ہے جو اُس کی اور خدا کی تابعداری کرے اگرچہ قرابت میں اُن سے دور ہو اور دشمن آپ کا وہ ہے جو آپ کی اور خدا کی نافرمانی کرے اگرچہ آپ کا یگانہ ہو اور (۳) یہی ارشاد ہے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کا کہ بہشت پرہیزگار کیخاطر ہے اگرچہ غلام حبشی ہو اور دوزخ نافرمانون کے لئے اگرچہ سید قریشی ہو۔

(۴) اس مطلب کی توضیح آیہ نمبر ۲۸ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الخ میں گذر چکی ہے اور وہیں ثابت ہوگیا ہے کہ تابعین حکم خدا و رسولؐ اس اُمت میں سب سے زیادہ جناب امیرؑ اور اُن کی ذریتِ طاہرہ ہے اور نافرمان لوگ جہال اُمت ہیں (۵) یہیں سے یہ نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے کہ پیروان حکم خدا و رسولؐ بدرجۂ اولیٰ حضرت امیر المومنینؑ اور اُن کی ذریتِ طاہرہ تھی یہی رسولؐ اللہ کے سچے قریبی تھے اور جو لوگ نافرمان حکم خدا و رسولؐ تھے اُن کا دعویٰ اسلام مثل دعویٰ یہود و نصاریٰ کے باطل ہے (۶) اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اللہ مددگار بھی انہیں حضرات کا ہے جو مومن کامل ہیں۔

آیت نمبر ۴۲ سورۂ آل عمران رکوع ۸

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا

قال فاشہدو وانا معکم من الشاہدین۔ جب خداوندِ عالم نے نبیون کا عہد لیا البتہ جو کچھ دون میں تم کو کتاب اور حکمت سے اور پھر آئے گا تمہارے پاس پیغمبر سچا کرنے والا اُس چیز کا کہ تمہارے پاس ہے البتہ ایمان لاؤ ساتھ اُس کے اور مدد کرنا اُس کی کہا کیا اقرار کیا تم نے اور لیا تم نے اوپر اس کے بھاری عہد میرا؟ کہا اُنہون نے کہ اقرار کیا ہم نے۔ کہا پس گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہون میں ہون۔

(۱) حاشیہ کی عبارت یہ ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جس قدر انبیاء گزرے ہین حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک سب سے خدا نے عہد لیا ہے۔ کہ اگر محمدؐ تمہارے پاس پیغمبرؐ ہو کر آئے۔ تو تم اُس پر ایمان لانا اور اُس کی نُصرت کرنا اور اپنی اُمتون کو اُس کے پیغمبر ہونے اور اُس کی صفات کی خبر دینا۔

(۲) جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خدا نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اُس سے عہد لیا ہے کہ محمد صلعم آئے تو آپ پر ایمان لانا۔ اور اپنی اُمت کو اُس پر ایمان لانے کا حکم دینا۔

(۳) چنانچہ سب پیغمبر حضرت کے حال سے واقف تھے اور اپنی اُمتون کو بھی آگاہ کرتے تھے جیسا کہ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے آپ کی نسبت خبر دی ہے۔ انجیل میں صاف مرقوم ہے۔ ایک نبی نے کہا کہ میں تو اُس پیغمبر کا ایک منادی کرنے والا ہون۔ جو آنے والا ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں رستہ صاف کرنے والا ہون اُس پیغمبر کا جس کے جوتے کا تسمہ باندھنے کی بھی مجھے لیاقت نہیں اور فارقلیط حضرت کا نام انجیل میں ہے۔

(۴) اور کتب مذہب حقہ میں آئمہ معصومین کے قول سے ثابت ہے کہ جس جگہ رسول کی رسالت کا ذکر ہوا ہے وہیں آپ کے نائب اور وصی کا بھی ذکر ہوا ہے اور ان دونو باتون کا عہد مستحکم لیا گیا ہے۔ اس لئے جیسا کہ نبی پر ایمان لانا چاہیئے ایسا ہی اُس کے وصی پر جو حجت خدا ہے ایمان لانا چاہیئے۔ کیونکہ ان دونو کی اطاعت مل کر ایک عہد ہوا ہے۔

(۵) اور آیہ نمبر ۱۸ میں بھی یہ اشارہ ہو چکا ہے کہ نبی آخر الزمان اور وہ مومنین جو اُس پر ایمان لائے ہین عہد اور میثاق میں شامل ہین اور سیاق عبارت کلام مجید سے اکثر ایسا ہی پایا جاتا ہے۔ کہ جہان نبی کے لفظ کے ساتھ والذین آمنوا ہے۔ وہین مراد آپ کے وصیٔ مطلق سے ہے۔

جیسا کہ انما ولیکم اللہ والرسول والذین آمنوا سے ظاہر ہے۔

آیت نمبر ۴۳ سورۂ آل عمران رکوع ۹

فمن تولی بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔ پھر جو کوئی برگشتہ ہو جائے بعد اس کے پس یہ لوگ وہی فاسق ہیں (۱) یہ آیت بھی اپنے ماقبل کا ضمیمہ ہے۔ بموجب قاعدہ اوّل یعنی مضمون مذکورہ کی خبر کہ خداوند تعالےٰ نے اپنے نبی خاتم الانبیاء کی رسالت اور اُس کے وصی کی ولایت کا اقرار اور عہد ہر ایک نبی سے روز میثاق لے لیا۔ اور ہر ایک نبی نے اقرار و عہد کر لیا۔ اور اُن کی متابعت و محبت کا اپنی اپنی اُمتوں کو حکم دیا۔ اب اس عہد اور اقرار کے بعد جو کوئی برگشتہ ہو وہ فاسق ہے۔

(۲) اب قابل غور نکتہ یہ ہے کہ قرآن جو اس اُمت کے واسطے نازل ہوا ہے۔ اس میں انبیاء گزشتہ کا حال بیان کرنا اس اُمت کے روبرو اس سے غرض یہ ہے کہ ان بزرگواروں کی عظمت و شان ظاہر ہو جائے کہ سب انبیاء گزشتہ نے اپنی اپنی اُمتوں کو ان کی متابعت اور محبت کی تاکید کی ہے تو تم لوگ جو حاضر وقت ہو بدرجۂ اولیٰ ان کی متابعت اور محبت پر مامور ہو۔ اور جو کوئی اس عہد سے پھر جائے رسول و آلِ رسول سے محبت نہ رکھے وہ فاسق ہے (۳) یہ حکم تمام اُمت کے واسطے ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔

(۴) اور پھر فرمایا ہے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الخ۔ (۵) اس حکم کی تعمیل میں حضرت اقدس کی ذات سے جیسی کوشش ظاہر ہوئی ہے وہ تو قصۂ غدیر خم سے ہویدا ہے کہ یہ حکم ایک لاکھ سے زیادہ کے مجمع میں اُمت کو پہونچایا۔ اور آپ نے ایک عظیم الشان اور کثیر البیان خطبہ ادا کیا۔ جو بالکل عہد و میثاق کے مشابہ تھا۔ (۶) آپ نے فرمایا جس کا مولیٰ میں ہوں علی بھی اُس کا مولیٰ ہے اور یہ حکم ہر گورے اور کالے کے لیئے ہے اس وقت اس قدر کثرت ہے کہ تم میں سے ہر ایک اگر مجھ سے بیعت نہیں کر سکتا۔ پس تم لوگ بآواز بلند اقرار کرو امارتِ علیؑ کی بابت ہم نے یہ خدا کا حکم سُن لیا ہم نے دل و جان سے اقرار کیا علیؑ ابن ابی طالب کی متابعت کا عہد کیا۔ ہم سب اسپر گواہ ہیں اور اللہ کے فرشتے شاہد ہیں۔ اور اللہ ہر گواہ اور شاہد سے بزرگ ہے وہ ہر ایک بات جانتا ہے۔ اب جس شخص نے ہدایت پائی اس کے واسطے ہے اور جو شخص کہ گمراہ ہو جائے۔ سوائے

اس کے نہیں کہ وہ اپنے نفس کو گمراہ کرتا ہے اور اپنی جان کو ضرر پہونچاتا ہے۔

(۷) پیغمبر کا یہ آخری کلام معجز نظام آیہ فمن تولی بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون سے بالکل مطابق اور موافق ہے۔ بلکہ یہ فمن تولے اشارہ بھی خاص برگشتگانِ بیعت جناب امیر علیہ السلام ہی کی طرف ہے ورنہ اس اُمت میں نہ کوئی خدا سے پھرا اور نہ رسولؐ سے ہاں پھرے تو علی ابن ابی طالب کے حکم سے پھر گئے ہو

آیت نمبر ۴۴۔ سورۂ آل عمران رکوع ۹

اس مقام پر پانچ آیات مسلسل ہیں جو ایک دوسرے سے تعلق رکھتی چلی آئی ہیں۔ اور یہ سب مخالفین جناب امیر علیہ السلام کے حق میں ہیں اور یہ امر ہم پہلے سے ظاہر کر آئے ہیں کہ مخالف کی تہدید سے بھی موافق کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے یعنی جس طرح خداوند تعالےٰ موافقانِ علیؑ کی مدح بیان کرتا ہے اسی طرح مخالفانِ جناب امیر علیہ السلام پر اپنا غضب عتاب اور لعن ظاہر کرتا ہے۔ اس عتاب اور برأت سے بھی فضیلت جناب امیر علیہ السلام کی ظاہر ہے اور یہی ہمارا مطلب ہے۔ مثلاً

کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینٰت واللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ کیونکہ ہدایت کرے اللہ اس قوم کو جو ایمان لائے تھے بعد کافر ہوئے اور گواہی دی انہوں نے کہ پیغمبر سچا ہے اور ان کے پاس دلیلیں آئیں اور اللہ قوم ظالمین کو ہدایت نہیں کرتا۔

(۱) مولوی عمار علی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ کے ترجمہ قرآن پر یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں بیان کیگئی ہے جنہوں نے صداقتِ پیغمبر پر گواہی دی اور آیات فضایل علی ابن طالب سے انکار کیا۔ جناب امیرؑ کا حق خلافت چھین کر دوسروں کے حوالے کر دیا وہ ہی ظالم ہیں۔

(۲) خداوندِ عالم کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہے کہ یہ ایسی قوم ہے کہ رسولؐ اللہ کو تو سچ جانا اُن پر گواہی دی ایمان بھی لائے مگر اُس کے بعد وصیٔ رسولؐ کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔ حالانکہ جیسا کہ نبی برحق تھا ویسا ہی (۳) وصی بھی برحق تھا اور اس کی دلیلیں رسولؐ اللہ کی زبانی من جانب اللہ سنتے رہے جیسا کہ آیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ سے ظاہر ہے جن میں خداوند عالم نے بیان کر دیا ہے کہ تمہارے

حاکم تین ہیں۔ ایک خدا دوسرا اُس کا رسولؐ تیسرا علی ابن ابی طالب جس نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی۔ اب اول دو حاکمون کا اقرار اور تیسرے کا انکار کرنا تومنونَ ببعضٍ وتکفرونَ ببعض کا مصداق ہے۔

(۴) مذہب امامیہ میں جو اصولِ خمسہ مقرر ہیں اُن سب کا مقِر کامل مسلمان ہے اور اُن میں سے ایک کا بھی منکر خارج از اسلام چہ جائیکہ اصولِ امامت کا منکر جس کی نسبت رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃً جاھلیۃً۔ یعنی جو شخص امام کی معرفت حاصل کئے بغیر مر گیا اُسے جاہلیت (کفر) کی موت نصیب ہوئی۔

(۵) ابو بکر ابن مردویہ نے اور طبرانی نے کبیر میں بیان کیا ہے کہ ابو سعید خدری سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اللہ سے عرض کیا یا حضرت ہر ایک نبی کے بعد وصی ہوتا ہے حضور کا وصی کون ہے آپنے فرمایا تو جانتا ہے موسیٰؑ کا وصی کون تھا مینے عرض کی یوشع بن نون آپنے فرمایا کیون مینے کہا کہ وہ سلمان کہ حضرت موسیٰؑ کی اُمت میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے سب سے زیادہ عالم تھے یہ سنکر آپنے فرمایا کہ میرا وصی اور میرا رازدار اور جن لوگون کو میں چھوڑے جاتا ہون ان سب میں بہتر اور میرے وعدون کو پورا کرنے والا علیؑ ابن ابیطالب ہے۔ (۶) اور سب سے زیادہ دلیل خلافت جناب امیر علیہ السلام یوم غدیر ہے کہ ایک لاکھ کئی ہزار کے مجمعہ میں حضرت نے اپنا جانشین بحکم رب العالمین علیؑ کو کر دیا اور ہر ایک سے اس امر پر بیعت لی اور اقرار کرالیا جس کا ذکر اس کثرت سے ہو چکا ہے کہ اب احتیاج بیان نہیں

آیت نمبر ۴۵

اولئک جزاؤھم انّ علیھم لعنۃ اللہ وملائکۃ والناس اجمعین۔ یہ لوگ جن کا ذکر ہو چکا ہے اُن کی جزا یہ ہے کہ خدا اور اُس کے فرشتون اور تمام آدمیون کی اُن پر لعنت ہے۔

آیت نمبر ۴۶

خالدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرونَ۔ یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ان سے عذاب کی تخفیف نہ کیجائیگی اور نہ انہیں مہلت ملے گی۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔ اور وہ ظالم ہیں اُن کی سزا یہ ہے کہ اُنپر اللہ بھی لعنت کرتا ہے فرشتے بھی اور تمام آدمی بھی اور وہ ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے کہ جو نہ کبھی ہلکا ہو سکتا ہے اور نہ اُن کو کبھی مہلت مِل سکتی ہے۔

آیت نمبر ۴۷

انّ الذین تابوا من بعد ذالك واصلحوا فانّ اللّٰہ غفور الرّحیم۔ (۹) لیکن جو لوگ کہ بعد اس کے تائب ہوئے اور جنہوں نے نیک کام کیے تو خداوندِ عالم غفور الرّحیم ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس عقیدۂ بد سے توبہ کریں یعنی انکارِ امامت سے ہاتھ اُٹھائیں اور آئندہ نیک بن جائیں متابعتِ امام کرنے لگیں تو البتہ اُن کی توبہ قبول ہو جائیں گی۔ کیونکہ خدا کی ذات غفور الرحیم ہے۔ (۱۰) اور مشاہدہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وقتِ رحلت رسول اللہ صلعم صرف ۱۳-۱۴ آدمی مومن خالص رہگئے تھے جو وصیٔ برحق کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے۔ باقی سب کے سب ایک سرے سے منکرِ خلافت ہو کر وصیٔ رسولؐ کے دشمن جان بن گئے تھے۔ جو جو مظالم ان سے عمل میں آئے وہ ظاہر ہیں مگر خدا کے کام میں کسی کو دخل نہیں جب اس قوم پر لعنتِ خدا وارد ہوئی اور شریر ترین قریش غارت ہو گئے تو وہ زمانہ آیا جس کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الذینَ تابوا من بعد ذالك الخ یعنی خلافت وصیٔ رسولؐ کی ظاہر طور پر بسر و چشم قبول کی چشمِ بصیرت کے سامنے سے پردہ اُٹھ گیا اور گروہ گروہ تائب ہو کر کثرت کیساتھ مطیع امام ہو گئے۔

آیت نمبر ۴۸

انّ الذین کفروا بعد ایمانهم ثم ازدادوا کفراً لن یقبل توبتهم وَاُولٰئك هم الضالون جو لوگ کہ ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے پھر اُنہوں نے کفر کو زیادہ کیا۔ اُن کی توبہ قبول نہ کیجائیگی اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔

(۱) اور یہ بھی مشاہدہ ہو چکا ہے کہ توبہ کرنے والوں میں بہت لوگ ایسے تھے جو ازدیادِ کفر کے مصداق بن گئے یعنی اہلِ حل و عقد کے ہمراہ جس امام برحق کی بیعت کر لی تھی۔ اُس کی بیعت توڑ دینے کا کفر کیا

اور اپنے کفر کو زیادہ کیا چنانچہ جنگِ جمل اِس امر کو اچھی طرح واضح کرتی ہے کہ وہی لوگ ازدادِ کفر کے مِصداق بن گئے تھے۔ مزید تشریح اس کی انشاء اللہ آگے بیان ہوگی۔

صفحہ ۹۶

آیت نمبر ۹۴ سورۂ آلِ عمران رکوع ۹

اِنَّ الذین کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل من احدھم ملءُ الارض ذھبًا ولو افتدیٰ به اولٓئک لھم عذابٌ الیمٌ وما لھم من ناصرین۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔ اُن میں سے کسی سے زمین بھر کے سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اس گناہ کے بدلے میں دیں اُن لوگوں کے واسطے عذاب دردناک ہے اور اُن کا کوئی مددگار و ناصر نہیں۔

(۱) اس آیت کا مضمون باغی گروہ سے کس قدر مطابق ہے اور باغی گروہ کی تشریح عمار رض کو مخاطب کر کے خود رسولؐ اللہ فرما چکے ہیں کہ اے عمار رض تجھے باغی گروہ قتل کرے گا تو انہیں جنت کیطرف بلائے گا اور وہ تجھے دوزخ کی دعوت دیں گے حضرت عمار رض کی شہادت پر سب کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ اُٹھ گیا کہ گروہ باغی گروہ معاویہ و عمرو عاص و بُسر بن ارطاط اور سرداران و اولادِ معاویہ تھے جن کا کفر تو روزِ سقیفہ ہی سے شروع ہو گیا تھا اور توبہ کی توفیق انہیں ہوئی نہیں حتیٰ کہ اسی کفر پر مر گئے (۲) بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت اخیر معاویہ نے اپنے گلے میں بُت ڈال لیا تھا۔ اور دوسرا ثبوت اُن کے کفر کا یہ ہے (۳) کہ جس وقت عمرو عاص نے اشعث بن قیس سے سازش کر کے قرآن اور خشت نیزوں پر آویزاں کر دیئے اور جنگ کو ابتر کر دیا۔ اور یہ قرار پایا کہ حکمین مقرر کیے جائیں اُن کا فیصلہ منظور کیا جائے گا۔ پھر عہد نامہ تحریر ہونے لگا۔ کاغذ پر جب لکھا گیا من جانب امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب تو عمرو عاص نے انکار کیا کہ اگر ہم امیر المومنین جانتے تو جنگ ہی کیوں کرتے یہ لفظ نکال دو تو جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا صدق یا رسولؐ اللہ روز صلح حدیبیہ جس وقت عہد نامہ ہوا اور کاغذ پر بعد بسم اللہ محمدؐ رسول لکھا گیا تو اسی طرح رسالت سے کفار نے انکار کیا اور رسولؐ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے علیؑ جس طرح یہ کہتے ہیں لکھو آج مجھکو لکھنا پڑا۔ اور کل تجھکو لکھنا پڑے گا۔ پھر عمرو عاص نے کہا کہ آپ ہم کو کافر بناتے ہیں اس وقت جناب امیر علیہ السلام نے اُنکے کفر پر کچھ انکار نہیں کیا بلکہ غصہ سے فرمایا۔ او حرام زادی عورت کے بیٹے تو تو ہمیشہ اسلام کا دشمن رہا

رہا ہے کھڑا ہو جا یہاں سے تو یہان بیٹھنے کے لایق نہیں عمر و عاص کھڑا ہو گیا اور اپنے کفر کے ساتھ چلا گیا۔ اِس سے ثابت ہو گیا کہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک ان لوگون کے کافر ہونے مین ہرگز شک نہ تھا۔ (۹) نیز آپ کا یہ قول بھی موجود ہے کہ معاویہ اور عمر و عاص رؤسِ الکفر یعنی کافرون کے سردار ہیں۔

(۵) اب ایک نکتہ قابل غور ہے کہ چونکہ خزانہ ہائے زر و سیم کے مالک یہی لوگ تھے اس واسطے خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ زمین کو سونے سے بھر دیں اور اُسے اپنے گناہ کے بدلے میں دینا قبول کریں جب بھی اُن کا یہ ہدیہ مقبول نہ ہو گا۔ یہ سونا چاندی انہیں عذاب دردناک سے رہا نہیں کرا سکتا اور نہ اُن کا کوئی مددگار ہو سکتا ہے۔ ان لوگون کی حالتون پر نظر کر کے یہ ارشاد خداوندی نہایت ہی مناسب ہے۔

(۶) اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ آیات مذکورہ مخالفانِ جناب امیر علیہ السلام کی نسبت نہایت ہی موزون اور درست ہیں اور آپ کی فضیلت ان سے بالا ولی ثابت ہے۔

آیت نمبر ۵۰ سورۂ آل عمران رکوع ۱۰

لن تنالوا البرّ حتی تنفقوا مما تحبّون۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ جس چیز کو تم دوست رکھتے ہو۔ جب تک اُسے (خدا کی راہ میں) خرچ نکرو ہرگز ہرگز نیکی کو نہیں پہونچ سکتے۔

(۱) یہ ایک ظاہر اور بدیہی امر ہے کہ انسان اپنے مرغوبات کو نہایت عزیز رکھتا ہے۔ جب وہ اپنے عزیز اشیاء کو خدا کی راہ میں لٹائے گا۔ تو خداوند تعالےٰ تو سب سے زیادہ کریم ہے وہ بھی ایک کے بدلے میں دس ستر اور سو تک عنایت کرے گا (۲) اس آیت کا حکم اگرچہ عام ہے مگر اسپر عمل کرنے والون کو اگر دیکھا جائے تو اہلبیت رسالت کے سوا دوسرا کوئی نظر نہیں آئے گا اُنہون نے نمونہ بن کر دکھا دیا کہ عزیز ترین اشیا کو یون انفاق کرتے ہیں اور اس طرح اجر و ثواب حاصل کیا کرتے ہیں۔ لہذا اس آیت کے مصداق وہی ہوئے۔ جن کے سردار نے محض خوشنودی خدا کے لئے اپنے نفس عزیز کو دریغ نہ کیا اور رسولؐ کے بستر پر بے خوف و خطر سوئے ہے۔

(۳) تفسیر میں منقول ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے ایک کپڑا خریدا۔ وہ آپ کو بہت ہی مرغوب ہوا

اس واسطے اس کو راہِ خدا میں دیدیا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے۔ کہ جو کوئی اپنے نفس پر دوسرے کو اختیار کرے تو خدائے تعالےٰ بھی اُس کے لئے بہشت کو اختیار فرمائے گا۔ (۴) آپ کی اس صفت کی تصدیق خداء تعالےٰ قرآن میں یوں فرماتا ہے۔ یوثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصہ۔ وہ اپنے نفسوں پر ایثار کرتے ہیں۔ اپنی مرغوب طبع چیزیں دوسروں کو دیتے ہیں اگرچہ خود بھی اُس کے حاجتمند ہوں اپنی ضرورت کو روکتے ہیں اور دوسروں کی حاجت کو مقدّم سمجھتے ہیں (۵) اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ واتی المال علیٰ حبّہ۔ باوجود اس کی محبت کے مال کو راہِ خدا میں دیتے ہیں (۶) سب سے زیادہ نفقہ وہ ہے کہ جس کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ملتی یعنی تمام عمر گندم جیسی محبوب غذا کو اپنے نفس کی خواہش کے خلاف ترک کر دیا رضامندئ خدا کے واسطے اور پھیر دیا دوسری مخلوق کی طرف۔ یہ ہے تنفقوا مما تحبّونؔ۔ (۷) جناب امام حسنین اور (۸) حضرت صادق علیہم السلام کا معمول تھا کہ اکثر قند اور مصری راہ خدا میں تصدق فرمایا کرتے۔ اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا ہم اسکو بہت دوست رکھتے ہیں یہ اشیا ہمیں مرغوب ہیں اس لئے انہیں کو تصدّق کرتے ہیں۔

(۹) جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کو انگور بہت بھاتے تھے۔ ایک روز ایک خادمہ نے جو اُم الولد تھی۔ انگوروں کا خوشہ تازہ بہم پہونچا کر وقت افطار حضرت کے سامنے پیش کیا ابھی آپ نے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا کہ سایل آگیا۔ آپ نے وہ خوشہ اُسی وقت سایل کو دیدیا۔ خادمہ کو ناگوار گذرا۔ ایک آدمی سایل کے پیچھے دوڑایا اور قیمت دیکر خوشہ لے لیا اور ایک ظرف میں رکھکر دوبارہ پیش کیا۔ افطار کا وقت تھا اور میوہ بھی مرغوب خاطر تھا خادمہ چاہتی تھی۔ کہ آپ تناول فرمائیں کہ دوسرا سایل دروازے پر آگیا آپ نے وہ خوشۂ انگور پھر اُس کے حوالے کر دیا یہاں تک کہ تین بار ایسا ہی ہوا۔ اور خادمہ نے قیمتاً خرید خرید کر آپ کے سامنے رکھا۔ آخر چوتھی مرتبہ حضور نے تناول کیا یہ ہیں عامل لن تنالوا البر حتےٰ تنفقوا الخ کے۔

آیت نمبر ۱۵ سورۂ آل عمران رکوع ۱۰

اِنَّ اوّل بیتٍ وضع للناس للذی ببکّۃ مبارکاً وھدی للعالمین۔ بالتحقیق پہلا گھر جو آدمیوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ مکہ میں ہے برکت والا ہے اور تمامی عالم کیلئے ہدایت ہے

(۱) ہبوط آدمؑ کے بعد سب سے پہلا گھر جو زمین پر آپ کے ہاتھ سے بنا وہ خانۂ کعبہ ہے۔ جو سرزمین مکہ میں ہے جس کو جناب خلیلؑ نے دوبارہ تعمیر کیا۔ اسی مکان کا اس آیت میں ذکر ہے اور اسی کی تعریف میں خداوندِ عالم فرماتا ہے۔ کہ مبارک ہے اور اہل عالم کے لئے ہدایت ہے۔

(۲) برکت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ اس کی زیارت اور حج کے ذریعہ سے انسان کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ہزار طرح کی تکلیف اٹھا کر صدہا روپیہ خرچ کر کے وہاں جانا نماز و روزہ ونحر و حج وطواف بجا لانا خداوند تعالے کی فرمانبرداری کا کامل ثبوت ہے اور ایک زبردست ہدایت ہے جو اس گھر کی طرف سے ہوئی ہے (۳) پھر خداوندِ عالم فرماتا ہے فیہ آیاتٌ بیّناتٌ مقامِ ابراہیم۔ اس گھر میں ظاہر نشانیاں ہیں جو مقام ابراہیمؑ ہے۔ مقام ابراہیمؑ ایک سنگ سیاہ ہے (۴) جس پر کھڑے ہو کر آپ دیوار بنایا کرتے تھے وہ پتھر آپ کے لئے پاڑ کا کام دیتا تھا کہ جس قدر بلند دیوار آپ چاہتے تھے اس پر کھڑے ہو کر بنا لیا کرتے تھے۔ وہ قدرتِ خدا سے بلند و پست ہو جاتا تھا اسی لئے اس کو ایک آیت (نشانی) ظاہر فرمایا۔

(۵) اس خانہ مبارک اور مقام بزرگ کی تعریف میں مفسرین نے جو لکھا ہے اس میں سے حاشیۂ قرآن پر مقام ابراہیمؑ کے بیان میں منقول ہے کہ ابو شمالی نے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ تمام عالم میں بہتر جگہ درمیان مقام ابراہیم اور رکنِ یمانی کے ہے اگر کوئی شخص عمر نوحؑ پائے اور صائم الدہر اور قائم اللیل رہکر اس مکان میں بسر کرے اور ہماری محبت اس کے دل میں نہو تو یہ عبادت اس کو کچھ فایدہ نہ دیگی اور وہ داخل دوزخ ہوگا۔

(۶) اس بیان سے کمال عظمت و بزرگی اس خانہ مبارک اور مقام ابراہیمؑ کی معلوم ہوگی ساتھ ہی اس کے آئمہ طاہرینؑ کی شان رفیع کا اندازہ بھی ہوگیا۔

(۷) دوسرا نکتہ عقلمندوں کے لئے اس میں یہ ہے کہ آیات جمع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ اس مکان میں آیتیں دکھلائی دیتی ہیں اور بیان میں فقط ایک آیت یعنی مقام ابراہیمؑ کا ذکر کیا۔ اور باقی کو علم راسخون فی العلم پر چھوڑ دیا (۸) اب اگر ذرا بھی تعمق اور تدبر سے کام لیا جائے۔ تو مقام ابراہیمؑ کے علاوہ دوسری آیت جو ہے وہ پیدایشِ جناب امیر علیہ السلام ہے۔ مقام ابراہیم کی تو صرف بلندی و پستی ہی آیت ہے اور یہاں دیوار کعبہ کا شق ہو جانا۔ والدۂ جناب امیر علیہ السلام کا اس میں داخل ہونا۔ خدمت

کے لئے حوران بہشتی کا آنا پھر حضرت کی تولیدِ سعید۔ پیدا ہوتے ہی سجدۂ خدا میں رجوع کرنا شہادتین
کا زبان مبارک پر جاری کرنا تین دن تک خانۂ مبارک میں سکونت رکھنا نعمائے بہشت سے غذا حاصل کرنا
غرض کہاں تک شمار کیا جائے۔ آیات ہی آیات ہیں۔ جو مقام ابراہیمؑ سے بدرجہا مرتبہ لئے ہوئے نظر آتی ہیں
(۹) اور خدا تعالےٰ جو اِس اول گھر کو مبارک فرماتا ہے ظاہر ہی برکت اِس کی کہ یہ مولد بنا۔ ایسے برکت والے
نفس کا جس کی بدولت دینِ خدا کو وہ برکت حاصل ہوئی کہ شرق سے غرب تک نورانی ہو گیا اور کلمہ لا الٰہ
الا اللہ پکارا جانے لگا اور ہدایت والا گھر بھی اسی اعتبار سے قرار پایا کہ ہادیٔ اُمت کا مقام تولید ہے جس کو
خدانے فرمایا ولکلِ قوماً ہادٍ ؕ

نمبر ۵۲ سورۂ آلِ عمران رکوع ۱۰

ومن یعتصِم باللّٰہ فقد ھدیٰ الی صراطٍ مُستقیم۔ جس نے خدا کے ساتھ تمسک کیا اس
نے صراطِ مستقیم کیطرف ہدایت پائی۔

(۱) خدا سے تمسک کرنا خدا کے ساتھ چنگل مارنا کیا ہے؟ خدا کوئی جسم دار چیز نہیں جسے گرفت کیا جاسکے
اُس کا کوئی دامن لٹکا ہوا نہیں جسے پکڑ لیں لہذا مراد یہاں دین خدا ہے اور دین خدا وہی ہے جو محمدؐ
و آل محمدؐ سے جاری ہو۔ (۲) وہی صراط مستقیم بھی انہیں لوگوں کا رستہ ہے جن پر نعمائے الٰہی کا نزول
ہوا ہے جس کا ذکر سورۂ الحمد کے بیان میں کافی طور پر آچکا ہے۔ اس آیت میں جو یعتصم باللہ مجملاً ہے اس
کی تفصیل آیت آئندہ میں کردی۔ واعتصموا بحبل اللہ سے اور حبل اللہ اہلبیت رسالت ہیں تفسیر سے معلوم
ہوگا۔ ان سے اعتصام انکی پیروی صراط مستقیم ہے جن کو سورۂ انعام میں فرمایا۔ ہذا صراط مستقیماً فاتبعوہ
اور سورۂ حجر رکوع ۳ میں فرمایا ہذا صراط علیؑ مستقیم ؕ

آیت نمبر ۵۳ سورۂ آلِ عمران رکوع ۱۰

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ خدا کی رسی کو گرفت کرو سب جمع ہو کر اور متفرق مت
ہو۔ خدا کی رسی کیا ہے؟ وہی دینِ خدا ہے جس کا ذکر آیہ مندرجہ بالا میں ہے (۲) اور دینِ خدا
قرآن اور اہلبیت سے ہی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے وقتِ آخر

فرمایا اِنّی تارکٌ فیکمُ الثقلین کتاب اللّٰہ وعِترتی مَا اِن تمسّکتم بِھما لن تضِلّو
بعدی وانھما لن یفترقا حتّی یردا علی الحوض۔ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے
جاتا ہون ایک تو خدا کی کتاب ہے۔ دوسرے میری عترت اگر تم ان سے متمسک رہوگے تو میرے بعد
گمراہ نہوگے۔ اور یہ دونو چیزیں آپس میں جدا نہ ہونگی حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچ جائیں۔
ہر ایک عاقل یہیں سے استنباط کر سکتا ہے۔ کہ آیۂ واعتصموا الخ کی تشریح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کس خوبصورتی سے فرمائی ہے اور صاف روشن کر دیا ہے کہ حبل اللہ یہی قرآن واہلبیت
ہیں جو کبھی آپس میں جدا نہونگے (۴) اور رسی کہتے اسی کو ہیں جس کی دو لڑیان آپس میں گتھی ہوئی ہون
جب دو لڑیان جدا ہوگئیں تو رسی کا اطلاق اُن پر سے جاتا رہا۔ اور نہ پھر وہ قایم رہسکتی ہیں۔
جبھی تو لاتفرقوا فرمایا۔

(۵) دوسری حدیث میں فرمایا ہے علیٌّ مع القرآن وقرآنُ مع العلی۔ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن
علیؑ کے ساتھ۔ اب علیؑ اور قرآن میں جدائی بالکل ناممکن ہے۔ بلکہ جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ
یہ قرآن صامت (خاموش) ہے اور میں قرآن ناطق ہون۔ تو کیا اب علیؑ کی پیروی قرآن کی پیروی نہیں
ہوسکتی۔

(۶) جناب صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حبل متین خدا ہم ہیں جس کو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے۔
واعتصموا بحبل اللّٰہ۔ یہ عبارت تفسیر عمدۃ البیان کی ہے (۷) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں
اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے عن جعفر صادق فی تفسیر ھذہ الآیۃ اِنّہ قال نحن حبل اللّٰہ
اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ وعلامہ ابن حجر فی صواعق محرقہ۔ جناب صادق علیہ السلام
اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم ہیں حبل اللہ۔ اس روایت کو ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور علامہ ابن
حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔

(۸) نظر برین اہل بیت کے لئے حدیث سفینہ میں بھی صاف حکم موجود ہے اور رسولؐ اللہ نے فرمایا
ہے مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق وھوی۔ میری اہلبیت
کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے جو اُس میں سوار ہوگیا اُس نے نجات پائی اور جس نے تخلف کیا وہ غرق
ہوگیا۔ یہی مطلب ہے ارشاد خدا کا کہ جس نے حبل اللہ سے تمسک کیا وہ تفرقے سے بچ گیا۔ اس سے صاف

معلوم ہو گیا کہ حبل اللہ کہو یا سفینۃ نوح سمجھو فی الحقیقت اہلبیت رسالت ہیں۔

(۹) امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ آل محمدؐ حبل متین خدا ہیں جن کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم قرآن میں آیا ہے اور حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کا بھی فرمان ہے کہ حبل متین خدا کی علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں جو افضل آل محمدؐ ہیں۔

غرض حبل اللہ سے مراد اس آیت میں اہلبیت رسولؐ ہیں جن کی پیروی کا حکم خدا نے دیا ہے۔ اور تفرقہ اندازی سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ زید۔ بکر۔ عمر کی پیروی کوئی چیز نہیں اقتدائے اہل بیت رسولؐ ہی صراط مستقیم تک پہونچاتی ہے۔ یہ آیت بھی کتاب مفاتیح المطالب کے صفحہ ۲۹۴ لغایت ۳۰۰ پر نص خلافت جناب امیرؑ میں درج ہے۔

آیت نمبر ۵۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۱

ولتکن منکم اُمۃٌ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر اولئک ہم المفلحون۔ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو نیکی کیطرف بلائیں اچھے کاموں کا حکم دیں بُری باتوں سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

اس آیت میں اُمۃ یدعون کی جگہ آئمۃ یدعون ہے آیت نمبر ۵۶ میں اس کی شرح کر دی ہے۔

(۱) نمبر ۲۳۳ سورہ بقر رکوع ۳۷ میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ خیر اور خیر کثیر محبت اہل بیت رسالت ہے۔ اب دیکھیئے مسلمانوں میں کونسا گروہ داعی الی الخیر ہوا ہے؟ پہلی ہی نظر میں تو حدیث عمارؓ سے یہ مسئلہ حل ہوا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد رسولؐ ہے یا عمارؓ ستقتلک فئۃٌ باغیۃٌ تدعوہم الی الجنۃ ویدعونک الی النار۔ اے عمارؓ تجھے عنقریب ایک گروہ باغی قتل کرے گا تو انہیں جنت کی طرف بلائیگا وہ تجھے دوزخ کی طرف۔ یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ حضرت عمارؓ جناب امیر علیہ السلام کے لشکر میں تھے۔ اور مخالفین کو بیعت جناب امیر علیہ السلام کی طرف دعوت دیتے تھے جو بارشاد رسولؐ جنت ہے اور یہی مطلب ہے خیر کا بھی (۲) اب اس سے بھی زیادہ اگر خیر کیطرف جانے والی جماعت کو دیکھنا چاہتے ہو تو سقیفہ کے حالات پر نظر ڈالو جب خلافت وصیؐ برحق سے چھین لیگئی۔ تو اُس وقت سب کے سب غاصب کے طرفدار ہو گئے مگر ہاں کچھ نفوس نے دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل کیا۔ دیکھو

رسالہ کشف الحجاب مولوی شیخ احمد دیوبندی مرحوم میں صفحہ ۹۰ سے یہ عبارت شروع ہوئی ہے کہ مجمع عام میں قیس بن سعد عبادہ نے کود کر داڑھی عمر کی پکڑ لی اور کہا او پسر ضحاک نامرد فرار در جنگ و دلیر در امن (۳) اور خالد بن سعید ابن ابی العاص نے کہا۔ ایک طولانی تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے۔ خاموش او عمر ابن الخطاب خدا کی قسم قریش خوب جانتے ہیں کہ تو اُن میں سب میں نکوہیدہ نسب رکھتا ہے معصیت میں اولی ہے قدر و منزلت میں خسیس تر ذکر میں گمنام۔ ثروت میں کمتر۔ جنگ میں نامرد۔ مال میں بخیل و لئیم۔ المختصر قریش میں تجھے کچھ فخر نہیں ہے اور تو اس معاملہ میں بمنزلہ شیطان ہے۔

(۴) سلمانؓ فارسی نے بہت کچھ نصیحت کی اور فرمایا کہ تو نے رسول اللہ سے جو عہد کیا تھا اُس کو توڑ ڈالا تجھکو تو لشکر اسامہ میں جانے کا حکم رسولؐ نے دیا تھا تو یہاں کیسے ٹھیرا ہوا ہے (۵) پھر ابو ذر غفاری نے ایک طویل تقریر کی اور فرمایا اے گروہ قریش تم نے بہت بُرا کیا اگر امر خلافت کو اہلبیت رسولؐ پر چھوڑ دیتے تو دو تلواریں بھی میان سے نہ نکلتیں۔ اب اگر اہل بیتؑ میں خلافت نہ رہی تو ہر ایک کو طمع خلافت ہوگی خواہ وہ لایق ہو یا نہ ہو۔ اور ہمیشہ خونریزی ہوتی رہیگی۔ (حضرت ابو ذر کا یہ فرمانا بالکل دُرست تھا اسی سقیفہ والی کارروائی کی بدولت مروان طرید رسولؐ کے گھرانے میں خلافت پہونچی اور خونریزی تو جیسی کچھ ہوئی آشکار ہی ہے (۶) پھر جناب مقداد نے فرمایا۔ ارجع یا ابو بکر عن ظلمك وتب الی ربك۔ اے ابو بکر ظلم سے باز آ۔ اور اپنے پروردگار کے آگے توبہ کر تیری خلافت باطل ہے۔ عمرو عاص جس کی شان میں اِنّ شانئك هو الابتر وارد ہوا ہے غزوہ ذات سلاسل میں سب منافقوں پر افسر تھا اور تم دونوں سے اس نے چوکیداری کی خدمت لی تھی پس بجاے چوکیداری اور کہاں خلافت (۷) پھر بریدہ اسلمی نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے ابو بکر کیا تم بھول گئے یا کسی نے بھلا دیا یا نفس باطل نے تمہیں فریب دیا۔ کہ فرمان رسولؐ یاد نہ رکھا کہ علیؑ مرتضی کو امیر المومنینؑ کہکر پکارا کرو۔ اپنے نفس کا قبل از موت تدارک کرو۔ (۸) پھر ابن ابی کعب نے کہا اے ابو بکر اس حق میں جھگڑا نکر۔ جو خدا نے تیرے سوا دوسرے کے لئے مختص کیا ہے (۹) اسی طرح عمار یاسرؓ خذیمہ بن ثابت ذو الشہادتین ابو ہیثم بن تیہان اور ابو ایوب انصاری نے بیان کیا۔ اور نصیحتیں کیں اور اس طرح سے دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مصداق ہوئے۔ پس یہ سب لوگ طرف داران حق یعنی اہل بیتؑ کے جانب دار اور اس آیت شریف پر عامل ہیں اور یہیں سے ثابت ہو گیا

کہ اہل مبت اور تابعین اہلبیت پر یہ آیت صادق آتی ہے اور یہ ہی فرقہ یامرون بالمعروف وناہی عن المنکر ہے جیسا کہ قاعدہ نمبرہ میں آچکا۔

آیت نمبر ۵۵ سورۂ آلِ عمران رکوع ۱۱

واما الذین ابیضت وجوھہم ففی رحمۃ اللّٰہ ھم فیہا خالدون۔ لیکن وہ لوگ جن کے منہ سفید (نورانی) ہوئے وہ رحمتِ خدا میں ہیں اور ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔

(۱) وہی سلسلہ آیات بالا چلا جاتا ہے۔ اول فرمایا۔ واعتصموا بحبل اللّٰہ ولا تفرقوا پھر حکم یا ولتکن منکم اُمۃ پھر نہی فرمائی ولا تکونوا کالذین۔ پھر یہ جتلا دیا کہ یوم تبیض وجوہ۔ ایک دن ایسا ہوگا کچھ چہرے نورانی ہون گے اور کچھ سیاہ پر جن کے منہ سیاہ ہون گے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ایمان کے بعد کفر کرنے والے ہیں اور اُن کے واسطے عذابِ الیم ہے (۲) اب دوسرے فریق کا حال بیان فرماتا ہے جن کے منہ سفید ہون گے کہ وہ لوگ رحمتِ خدا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہیں اب بحث طلب یہ امر ہے کہ یہ نورانی چہرے والے کون لوگ ہیں۔

(۳) حاشیہ قرآن مجید مترجم پر اس آیت کی شرح اس طرح ہے واما الذین اسودت لیکن وہ لوگ جن کے منہ کالے ہون گے یہ وہی لوگ ہیں جنہون نے دین خدا میں بدعت کی۔ بظاہر مسلمان تھے۔ اور دلون میں اُن کے نفاق تھا واما الذین ابیضت (۴) لیکن روشن چہرے والے یہ شیعیان جناب امیر علیہ السلام ہیں اسی لئے جناب رسول اللّٰہ نے آپ کو قاید الغر المحجلین فرمایا ہے۔

(۵) سوانح عمری جناب امیر صفحہ ۲۲ پر عبد الحکیم جہانی سے مروی ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ شب معراج جناب ایزدی نے مجھے تین خطاب علیؑ کے القا فرمائے ایک وہ مومنون کا سردار (امیر المومنین) ہے دوسرے متقیون کا امام ہے تیسرے جن کے مونہہ ہاتھ اور پاؤن سفید اور نورانی ہون گے۔ اُن کا پیشوا۔

(۶) علمائے اسلام نے حدیث نور پر اتفاق کر لیا ہے یعنی خلقت جناب امیر علیہ السلام کی اُسی نور سے تھی جس سے جناب رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ و آلہ کی (۷) نیز علیؑ کے چہرۂ انور کے نور سے فرشتون کا پیدا ہونا حدیث عمر خطاب سے ظاہر ہے (۸) اور یہ بھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ کا ارشاد ہے علیؑ یظہر باھل

الجنة کما یظہر کوکب صبح علیٰ اہل جنت کے اوپر اسی طرح ظاہر ہوگا جیسے صبح کا ستارہ چمکتا ہے پس جن لوگون کے امام کا نور ایسا روشن ہوگا وہ کیونکر نورانی نہ ہون گے۔

(۹) تفسیر میں انس سے ایک روایت منقول ہے کہ اسقف نصرانی یعنی ایک عالم نصاریٰ رسول خدا کے پاس آکر طالب اسلام ہوا حضرت نے اُس کے مسلمان ہونے کا سبب دریافت فرمایا عرض کی مین نے خواب میں دیکھا ہے گویا قیامت برپا ہے لوگ اپنے اپنے حال مین مبتلا ہین ایک گروہ کو دیکھا کہ ہاتھ پاؤن اُن کے نورانی ہیں اور وہ علیؑ کے ساتھ صراط پر سے گزرتے ہین مین نے پوچھا کیا یہ انبیا ہین ایک فرشتے نے کہا کہ یہ لوگ اُمتِ محمدؐ کے ہین یہ دیکھکر مجھے اسلام کی رغبت ہوئی۔

آیت نمبر ۵۶ سورۂ آل عمران رکوع ۱۲

کنتم خیر اُمۃٍ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔ تم بہترین اُمت تھے جو آدمیون کے لئے نکالے گئے تم اچھے کامون کا حکم دیتے افعالِ بد سے روکتے تھے اور اللہ پر ایمان لاتے تھے۔

(۱) یہ ایک ظاہر اور بدیہی امر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر علم والے کا کام ہے اور بے علم جو کچھ کریگا غلطی کریگا اور دین خدا میں غلطی کرنا نہایت مذموم ہے اس لئے خداوند عالم نے یہ کام راسخون فی العلم کے حوالے کیا (۲) زمانۂ خلافتِ ثلاثہ میں اکثر مسایل جناب امیر علیہ السلام سے دریافت کرکے فیصلے کئے جاتے تھے۔ لولا علی لھلک عمر جناب ثانی کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ پس عامل امر بالمعروف ونہی عن المنکر جناب امیر علیہ السلام ہی تھے اگرچہ خلافتِ ظاہری پر کوئی صاحب ہون۔

(۳) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے اقضی کم علیؑ۔ تم میں سب سے زیادہ قاضی اور فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے۔

(۴) کوئی مسلمان اس امر سے انکار نہیں کرسکتا کہ آپ مدینۃ العلم تھے جس طرح آپ کو رسول اللہ سے علم پہنچا تھا ہیطرح باقی آئمہ معصومین کو آپ سے علم پہونچا اور جو مقلدین اہل بیت ہیں انہون نے بھی اس علم کو اپنے مقتداؤن سے حاصل کیا پس وہ بھی اس حکم میں شامل ہیں کیونکہ حدیثِ رسولؐ مشہور ہے علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل میری اُمت کے عالم انبیائے بنی اسرائیل کے مانند ہیں۔ پس

ثابت ہوگیا کہ مصداق اس آیت کے آئمہ طاہرین اور اُن کے پیرو ہیں (۶)، اور ایمان بخدا تو جناب امیر علیہ السلام کا تمام اُمت سے اوّل آیتِ قرآنی سے ثابت ہوگیا ہے۔ پڑھو۔ انما ولیکم اللہ الخ کو اور آیت اجعلتم سقایت الحاج کو (۷) تفسیر قمی میں منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کسی نے اس آیت کو پڑھا کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تو آپ نے فرمایا کہ وہ اُمت خیر اُمت ہوسکتی ہے جس نے جناب امیر المومنینؑ اور امام حسین علیہ السلام جیسے خیر الناس کو شہید کردیا۔ پڑھنے والے نے عرض کی میں آپ پر فدا ہوں اور کس طرح یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ فرمایا اس طرح نازل ہوئی تھی کنتم خیر آئمۃ اخرجت للناس کیا تو دیکھتا نہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی مدح کرتا ہے اس طرح فرماتا ہے۔ تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر و تومنون باللہ۔ (۸) اور اب معنی آیت کے بھی درست ہوگئے یعنی بہترین امام پیدا کئے کہ انسانوں کو ہدایت کریں اور آئمہ کی جگہ اُمتہ مان لیا جائے تو اول تو تمام اُمت خیر اُمت تو بن گئی مگر وہ کل گروہ کثیر کب لیاقتِ ہدایت رکھتا ہے۔ دوسرے جب کل اُمت ہادی ہوئے تو ہدایت کس کو کرتے ہیں وہ انسان کون ہیں پس ضرور جامع قرآن کی حرفت ہے۔ کہ خیر آئمۃ کا خیر اُمۃ کردیا (۹) اور تفسیر عمدۃ البیان کے ۱۰۹ پر صاف لکھا ہے کہ تفسیر اہلبیت میں مذکور ہے کہ یہ آیت خاص آئمہ طاہرین اور اُن کے مقلدین کی شان میں ہے جو کہ صالحین ہیں اور اُنکی تقلید کیموافق عمل کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۷۵ سورۂ آل عمران رکوع ۱۲

یومنون باللہ والیوم الاخر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین۔ یوم آخرت پر اور اللہ پر ایمان لائے ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں بدی سے روکتے ہیں نیکیاں حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں یہی لوگ بندگانِ صالح میں سے ہیں۔

(۱) اس آیت کے جزو اوّل یومنون باللہ والیوم الاخر کی نسبت تو یہ امر محقق ہوچکا ہے کہ یہ صفت خاص جناب امیر علیہ السلام سے تعلق رکھتی ہے اور بہ سند آیۃ اجعلتم سقایۃ الحاج الخ کا بیان ہم آیات نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ میں ذکر کر آئے ہیں مفسرانِ اہل سُنّت مثل ابو حاتم و عبدالرزاق ابن ابی شیبہ ابن جریر ثعلبی نسائی سیوطی حافظ ابو نعیم سب نے یہ قصہ لکھا ہے۔ اور اس امر کو قبول کیا ہے

کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں ہے (۲) اب رہا امر بالمعروف و نہی عن المنکر جو یہاں چوتھی مرتبہ ہے اُس کی نسبت بھی ہم بیان کر چکے کہ یہ خاص علم والوں کا حصّہ ہے۔ اور امت محمدیہ میں جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کسی کا عالم ہونا معلوم (۳) اب فقط یُسارعونَ فی الخیرات کی تحقیق باقی ہے سو اس کی نسبت یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ یہ بزرگوار خیر مجسم ہیں اور اس قدر عامل بالخیر ہیں کہ خداوند عالم نے انہیں خیر سے تعبیر فرمایا ہے مگر اس جگہ خیرات سے مراد نماز شب ہے تفسیر عمدۃ البیان میں مرقوم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ آخر شب کی دو رکعت نماز تمام دُنیا اور جو کچھ بھی خیر اس دنیا میں ہے اُس سے افضل ہے۔ اب خیال کرنا چاہیئے کہ جو کچھ خیر دنیا میں ہے اُس سے بہتر دو رکعت نماز ہے تو اب اس سے زیادہ کونسی خیر ہو سکتی ہے اور یہیں سے سمجھ لیا جائے کہ جو بزرگوار ایک ہزار رکعت نماز ۰۰ ۵ تکبیر دن کے ساتھ رات کو ادا کرتے ہوں اُن سے زیادہ یُسارعونَ فی الخیرات کا مصداق کون ہوگا۔

(۴) جناب امیر علیہ السلام کے سوا دیگر آئمہ طاہرین کی عبادت کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ سب بزرگوار آپ کی عبادت کا نمونہ تھے اور کثرت عبادت کے سبب سے زین العابدین، سید الساجدین اور سجاد امام چہارم کا خطاب ہو گیا ہے لہذا معلوم ہو گیا کہ جناب امیر اور آئمہ طاہرین علیہم السلام یُسارعون فی الخیرات میں داخل ہیں۔

(۵) مرقوم ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے جناب امیرؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا یا علیؑ نماز شب کو ہمیشہ قایم رکھو اور تین بار یہ حکم دیا گویا جناب رسالتمآبؐ نے آپکو اس منصب عالی پر فائز کیا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اولئک من الصالحین۔

(۶) جناب امیر علیہ السلام کا صالح ہونا اسی ایک آیت سے ظاہر نہیں ہوتا بلکہ سورۂ تحریم میں بھی ارشاد خداوندی موجود ہے فان اللّٰہ مولاہ و جبرئیل و صالح المومنین۔ مفسرین اہل سنت کا اتفاق ہے کہ صالح المومنین سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور اسی کے مطابق پیغمبرؐ کی حدیث ہے صالح المومنین علیؑ ابن ابی طالب۔

(۷) اور حاشیۂ قرآن پر یومنون باللّٰہ الخ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تفسیر اہلبیت علیہم السلام میں مذکور ہے کہ یہ آیت خاص آئمہ طاہرین اور اُن کے مقلدین کی شان میں ہے جو کہ صالحین ہیں اور اُن کی

تقلید کرتے ہیں اور یہی حق پر ہیں اس لیئے کہ بعد رسولؐ خدا کے وہی اس قابل ہیں کہ ان کو علم رسولؐ سینہ بسینہ پہونچا ہے۔ یا وہ لوگ جو ان کی پیروی سے نیکی کا کام کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں (۸) اور بے علم آدمی جو معمولی معمولی مسایل دین میں غلطی کرتے تھے اور بنا بر امیر علیہ السلام انہیں سمجھایا کرتے تھے وہ لوگ ہرگز ہرگز اس آیت سے مراد نہیں ہو سکتے (۹) اور اگرچہ سب آئمہ طاہرین وقت نزول اس آیت کے موجود نہ تھے۔ لیکن اُن کے راس و رئیس جناب علیؑ ابن ابیطالب تو موجود تھے جن سے ان کو علم پہونچا۔

آیت نمبر ۵۸ سورۂ آلِ عمران رکوع ۱۳

۲/۱۰۳

لیس لک من الامر شئی یعنی اے رسولؐ تمہارا اس معاملہ میں کچھ اختیار نہیں ہے (۱) ابھی آیت ما سبق میں جامع قرآن کی حرفت ظاہر ہو چکی ہے اور کل فرقہ ہائے اسلام کا مقبول امر یہ ہے کہ قرآن موافق تنزیل کے جمع نہیں ہوا (۲) ایسا ہی اس آیت زیرِ بحث کا حال ہے یعنی جس مقام پر یہ آیت درج ہے جنگِ بدر کا ذکر ہے یہاں کوئی محل و موقع ایسی مجبوری کا واسطے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے پیش نہیں آیا کہ جس پر یہ کہنا پڑے کہ اس معاملہ میں تمہارا کچھ اختیار نہیں (۳) چنانچہ تفسیر عیاشی میں اس آیت کی شرح جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان حضرات کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی۔ لیس لک من الامر شئی تو حضرت نے پڑھنے والے سے فرمایا کہ واللہ اس معاملہ میں آنحضرت کا اختیار تھا اور آیت کا وہ مطلب نہیں ہے جدھر تمہارا خیال گیا بلکہ میں تم کو اس مطلب سے آگاہ کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو اس بات کی خبر دی کہ علیؑ کی ولایت سے لوگوں کو اطلاع دیں تو حضرت نے قوم کی عداوت اور حسد کے بارہ میں غور و فکر شروع کی اور یہ عداوت و حسد ان لوگوں کو اس بنا پر تھا کہ خدا تعالےٰ نے علیؑ کو ہر صفت میں اُن پر فضیلت دی تھی۔ حضرت رسولؐ خدا حسد و عداوت کے سبب دلتنگ تھے اس وجہ سے پروردگارِ عالم نے اُن سے فرمایا۔ لیس لک من الامر شئی کہ اس معاملہ میں تمہارا کچھ اختیار نہیں ہے امر خدا یہ ہے کہ علیؑ کو اپنا وصی اور اپنے بعد ولی امر قرار دیدو خواہ قوم کتنا ہی بغض و حسد کیوں نہ رکھے) پھر فرمایا اس آیت میں خدا کا مطلب یہ ہے نہ وہ جیسا کہ عوام نے سمجھا۔

۱۰۵/۱ مرھ

آیت نمبر ۵۹ سورۂ آل عمران رکوع ۱۴

الذین ینفقون فی السرّاء والضرّاء والکاظمین الغیظ والعافین الناس واللہ یحب المحسنین۔ جو لوگ کہ تنگی اور سختی میں (راہ خدا میں) صرف کرتے ہیں غصّے کو ضبط کر جاتے ہیں آدمیوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان اور نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۱) اس آیت کا حکم اگرچہ عام ہے جو بھی اس پر عمل کرے اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ مگر ہمیں تو نظر نہیں آتا کہ سوائے اہل بیت رسولؐ کے کسی اور نے اس پر پورا عمل کیا (۲) اس میں ذرا شک نہیں کہ ینفقون فی السّراء والضرّاء ایسی مشکل بات ہے کہ ہر ایک بشر سے ناممکن ہے وسعت میں تو ہر شخص خرچ کر سکتا ہے مگر تنگی کی حالت میں جبکہ اپنے آپ کو ہی احتیاج ہو اُس وقت راہ خدا میں صرف کرنا یہ انہیں لوگوں کا کام ہے۔

(۳) جو برابر تین دن تک روزے پر روزہ رکھتے رہے پانی کے سوا کچھ نہ چکھا اور اپنی غذا راہ خدا میں سایل کے حوالے کر دی جس پر سورۂ دہر ایک زبردست شاہد موجود ہے۔

(۴) مرقوم ہے کہ ایک خادمہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا منہ دھلوا رہی تھی اور آفتابے سے پانی منہ پر ڈالتی تھی کہ ناگاہ آفتابہ ہاتھ سے چھوٹ گیا اور جناب سید الساجدین علیہ السلام کے سر پر گرا کہ سر مبارک زخمی ہو گیا حضرت نے اُس کیطرف دیکھا تو لونڈی نے کہا خدا تعالےٰ فرماتا ہے والکاظمین الغیظ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کظمت الغیظ میں نے غصّہ کو پی لیا۔ پھر لونڈی نے عرض کی والعافین الناس آپ نے فرمایا عفوت عنك میں نے تجھے معاف کیا پھر اُس نے عرض کی واللہ یحب المحسنین آپ نے فرمایا اذھبی انت حرۃ لوجہ اللہ جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔

(۵) یہی قصّہ بعینہٖ جناب امام حسن علیہ السلام کا ہے کہ آپ اشراف عرب کے ہمراہ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے کھانا تناول فرما رہے تھے ایک غلام آپ کا طعام گرم کا پیالہ لیکر آیا۔ پاؤں اُس کا کنارہ فرش سے پھسلا پیالہ طعام سمیت حضرت کے سر اور چہرے پر گرا حضرت نے اُس کی طرف دیکھا غلام دم بخود رہ گیا اور یکبارگی اُس کی زبان پر جاری ہوا۔ الکاظمین الغیظ حضرت نے فرمایا میں نے غصّہ کو ضبط کیا پھر اُس نے عرض کی والعافین الناس۔ آپ نے ارشاد کیا میں نے تجھے معاف کیا پھر وہ گویا ہوا واللہ یحب المحسنین آپ نے فرمایا میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا اور تیری معاش

بھی اپنے ذمے لی سبحان اللہ (۶) کاظمین عافین اور محسنین یہ سب صفات اہل بیت میں جمیع تھیں
تنگی و سختی کے وقت یہی انفاق کرنے والے ہوئے یہی بزرگواران صفات سے متصف اور یہی اس
آیت کے مصداق ہیں۔

آیت نمبر ۶۰ آل عمران رکوع (۱۳۱)

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین

کیا تم گمان کرتے ہو جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ خداوند عالم تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جنہوں نے جہاد
کیا اور ایسے ہی صابرین کو جانتا ہے۔

(۱) اس آیت کا تعلق واقعہ احد سے ہے مسلمانوں کا قول تھا بلکہ ہے کہ جہاد میں دو فائدے ہیں اگر مر گئے
تو شہید حور و قصور کے مالک بنے اور اگر جہاد کر کے زندہ رہے تو غازی کہلائے اس کا ثواب بھی حاصل
ہوگا۔ گویا ہر پہلو سے جنت ہی جنت کا سامنا ہے۔ (۲) مگر صحابہ رسول نے ایک تیسرا طریقہ بھی نکالا تھا
کہ نہ تو شہید ہوں نہ مریں نہ غازی ہوں نہ کسی کو ماریں بلکہ فراری ہو جائیں۔ (۳) انہیں لوگوں کو نہایت
مہذب طریقہ سے خداوند عالم شرمندہ کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تمہارا یہ خیال ہی خیال ہے کہ ہم ہمراہ رسول
جہاد میں حاضر ہو کر مستحق جنت ہو گئے اپنے دل میں جو چاہو کچھ کہو مگر خدا تو مستحق جنت کو جانتا ہے اور اسے
اچھی طرح علم ہے کہ تم میں سے جہاد کرنے والا اور جہاد کی سختی پر صبر کرنے والا کون ہے (۴) یعنی جس نے
صبر کیا۔ خواہ وہ شہید ہوا خواہ نجات پایا۔ ایمان پر تو ہر حالت میں قائم رہا۔ لیکن یہ سستی کرنے والے
فراری۔ رسول کو نرغۂ کفار میں چھوڑ کر بیعت کو توڑ کر ایمان سے منہ موڑ کر جو چلتے پھرتے نظر آئے تو ان کا
ایمان اب کہاں باقی رہا۔ (۵) جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے جب حضرت رسول اللہ نے فرمایا اے علی
تم کیوں چلے گئے تو آپ نے عرض کی یا رسول اللہ اکفر بعد الایمان ایمان کے بعد کفر نہیں ہو سکتا
کیا میں مومن ہو کر کافر ہو جاؤں اس لئے معلوم ہوا۔ کہ جو لوگ رسول کو چھوڑ کر چلے جاتے تھے وہ ایمان
سے دست بردار ہو گئے تھے پھر استحقاق جنت یعنی چہ۔

(۶) آیت زیر بحث میں جو جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کا ذکر ہے۔ اس سے مراد ذات امیر المومنین
ہے جنہوں نے اس جنگ میں ستر زخم کھائے مگر ذرا پرواہ نہ کی اسی طرح حملہ پر حملہ ہوتا رہا حتی کہ صف

صفوں کو ایک متنفس نے اُلٹ کر درہم برہم کر دیا (۷) اور باوجود ٹوٹ جانے تلوار کے بالکل چہرے پر ہراس کے آثار نہ آئے جس کے صلے میں تلوار دستِ قدرت سے عطا ہوئی جسے ذوالفقار کہتے ہیں اور ایک ہاتف نے مابین آسمان و زمین کھڑے ہو کر ندا کی "لا فتیٰ الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار"۔

(۸) منقول ہے کہ جس وقت جناب امیر علیہ السلام اس جوش کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں تو جبرئیل نے حضرت پیغمبرؐ کی خدمت میں عرض کی کہ علیؑ کو آپ سے کمالِ مواسات ہے آپ نے فرمایا اے جبرئیلؑ کیونکر نہ ہو علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اُس وقت جبرئیل نے کہا کہ میں تم دونوں سے ہوں سبحان اللہ جن بزرگوار دن کی معیت کا اشتیاق ایسے مقرب فرشتے کو ہو اُن کے فضائل و محامد کی کیا حد ہو سکتی ہے۔

(۹) الحمختصر یہ امر ثابت ہو گیا کہ اس آیت میں مجاہد اور صابر سے جناب امیر علیہ السلام ہیں اور وہ لوگ بھی اس بشارت میں ہو سکتے ہیں جو اس جنگ میں کام آئے مگر فراریوں کو کسی طرح کوئی حصہ نصیب نہیں ہو سکتا وہ جنت کی بُو بھی نہیں سونگھ سکتے یہ ہم خود اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ کلام خداوندی کا مفہوم یہی ہے ؎

صفحہ ۱۱۲

آیت نمبر ۱۶ سورۂ آل عمران رکوع ۱۷

"ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون"۔

جو لوگ راہِ خدا میں قتل کئے گئے ہیں اُنہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے نزدیک رزق پاتے ہیں۔

اسی آیت کے مطابق نمبر ۹ سورۂ بقر کی آیت "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتاً" گذر چکی ہے اور جس کا مفہوم بعینہٖ اس آیت کا مفہوم ہے۔

(۱) آیۂ زیر بحث میں شہداء کی فضیلت اور بھی واضح ہوتی ہے جبکہ "والنبیین والشھداء و الصالحین" پر غور کی نظر ڈالی جائے یعنی شہداء کو انبیا کے شامل کیا گیا ہے مگر غور طلب یہ نکتہ ہے کہ یہ آیت عام شہداء کے لئے ہے اب اُن شہدا کے مدارج کا اندازہ کرو جو سید الشہداء کہلاتے ہیں۔

(۲) جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فخریہ ارشاد موجود ہے کہ سید الانبیا و ہم ملیں سے کرمیں

ہون سید الاوصیاء ہم میں سے ہے جو علیؑ ابن ابی طالب ہے سیدۃ النساء ہم میں سے ہے جو میری بیٹی فاطمہ علیہا السلام ہے سید شباب اہل الجنۃ ہمارے سبطین حسنؑ و حسینؑ ہیں سید الشہدا ہم میں سے ہیں جو حمزہؓ اور جعفرؓ ہیں جنہیں خداوند عالم نے زمرد کے دو پر عنایت کئے ہیں اور وہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں اسی لئے ان کا لقب طیار ہوا - اور مہدی ہم میں سے ہے جو میرا ہمنام ہے قایم آلِ رسولؐ ہے حسینؑ کی نوین پشت میں۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہدا میں بھی اقربائے رسولؐ ہی سید الشہدا ہیں (۴) اور جناب امیرؑ بھی اس مرتبے سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے جیسا کہ منقول ہے کہ روزِ احد آپ نے نہایت گرفتہ خاطر ہو کر خدمتِ رسولؐ میں عرض کی - کہ شہادت پانے والے فایز ہو گئے اور میں باقی رہگیا - رسولؐ اللہ نے فرمایا الشہادت من ورائک شہادت تو تیرے پیچھے پیچھے موجود ہے چنانچہ وہی ہوا - اور حسب الارشاد پیغمبر آپ بھی اس درجہ پر فایز ہوئے اور زخم کھاتے ہی فرمایا فزت برب الکعبہ۔

(۵) ان تمام بزرگواروں سے قطع نظر کرکے اب اس شہید کیطرف دیکھو - رسولؐ اللہ نے بارہا فرمایا ہے حسین منی وانا من الحسینؑ جس کی شہادت بعینہٖ رسولؐ اللہ کی شہادت ہے - جسے شاہ عبدالعزیز دہلوی سنی المذہب نے سرالشہادتین میں قبول کیا ہے۔

(۶) المختصر اس آیت میں عام شہدا کی فضیلت کا اظہار ہے اور اقربائے رسولؐ ان کے سردار ہیں اور ان سرداروں میں حسینؑ سبطِ رسول الثقلین ایسے نظر آتے ہیں جیسے ستاروں میں چاند۔

آیت نمبر ۶۲ سورۂ آل عمران رکوع ۱۸

قالوا حسبنا اللّٰہ نعم الوکیل انہوں نے کہا کہ ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہی اچھا اور عمدہ وکیل اور کارساز ہے۔

(۱) اس آیت کا شانِ نزول جو تفاسیر میں لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابوسفیان جنگ میں ہزیمت اٹھاکر مکہ کو چلا تو یہ کہگیا کہ اے محمدؐ سال آیندہ ہمارا تمہارا وعدہ گاہ مقام بدر صغریٰ ہے ایک سال گزرنیکے بعد خدا کی قدرت مشرکوں کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی اور ابوسفیان کو یہ ارادہ ترک کرنا پڑا (۲) لیکن اس منافقی نے ایک شخص کو دس اونٹ کا وعدہ کرکے مدینہ میں یہ خبر مشہور کرنیکے

لئے بھیجا کہ ابوسفیان کے پاس ایک جرّار لشکر موجود ہے اور ابھی قحط کے سبب سے باہر نہیں نکلا۔

(۳) اُس وقت رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میں وعدہ گاہ پر ضرور جاؤنگا چنانچہ آپ مسلمانون کو لیکر مقام مقررہ پر پہونچ گئے لیکن ضعیف الاعتقاد اور مال غنیمت کے لالچی مسلمان کفار کے عظیم الشان لشکر کی خبر سنکر الگ ہو گئے (۴) اور جو مومن خالص ساتھ تھے۔ اُنہون نے یہی کلمہ فرمایا کہ ہم کو اللہ کافی ہے۔

(۵) اب دیکھئے اِس مقام پر ہر سال پینٹھ لگا کرتی تھی۔ اور وہ اُس بازار کا موسم تھا جب ابوسفیان وہان نہ آیا تو مسلمانون نے اطمینان کے ساتھ خرید و فروخت کی جس سے اُنہیں معقول نفع حاصل ہوا۔

(۶) اب ہمیں یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ کلمہ جن کی زبان سے نکلا وہ کون بزرگوار تھے (۷) فہرست آیاتِ فضیلت مندرجہ اخبار امامیہ کے نمبر ۵۷ پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مناقب مرتضوی میں ابن مردویہ اور ابی رافع سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے ایک جماعت کیساتھ علیؑ کو ابوسفیان کیجانب روانہ کیا راہ میں ایک اعرابی نے اُن سے کہا کہ رستے میں ایک لشکرِ کثیر جمع ہے اور یہ قوم تمہارے ہی واسطے ایکجا ہوئی ہے (۸) تب حضرتِ مرتضیٰؑ نے فرمایا حسبنا اللہ نعم الوکیل (۹) اب معلوم ہوگیا کہ یہ علیؑ اور پیروانِ علیؑ کا قول ہے جسے خداوندِ عالم قرآن میں ذکر کر رہا ہے۔

آیت نمبر ۶۳ سورۂ آل عمران رکوع ۱۸

فانقلبوا بنعمۃٍ من اللہ و فضلٍ لم یمسسہم سوءٌ۔ پس وہ نعمت و فضل خدا کے ساتھ پھرے اور کسی بُرائی نے ان کو مَس نہیں کیا۔

(۱) یہ آیت آیۂ مذکورہ بالا کا تتمہ یا ضمیمہ ہے اور اس آیت میں خبر دی گئی ہے کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کہنے والون کا انجام کیا ہوا جو اپنے خدا پر توکل کر چکے تھے۔ اُن کا انجام یہی ہوا کہ نعمتِ الٰہی اور فضل خداوندی کے ساتھ واپس ہوئے۔ اُنہیں کچھ بھی تکلیف نہیں پہونچی۔

(۲) امر واقعہ سے یہی ظاہر ہے خرید و فروخت سے برومند ہونا فایدہ اُٹھا کر آرام کے ساتھ اپنے گھر پہونچنا صاف انعام و افضالِ الٰہی پر دال ہے۔

(۳) نکتہ دیگر یہ ہے کہ نعمت سے مراد جناب امیر علیہ السلام اور فضل سے جناب رسولؐ اللہ ہو سکتے ہیں یعنی وہ لوگ جو جہاد کو نکلے تھے ہمراہ جناب امیر علیہ السلام و حضرت رسولؐ خدا کے ہمراہ خوش و خرم

اپنے گھروں کو واپس آئے (۴) جناب امیر علیہ السلام کا نعمت ہونا تو آیۂ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی سے ظاہر ہے جب مقام غدیر خم حضرت کی امامت کا بالاعلان اظہار کیا گیا ہے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے (۵) اور حضرت رسولِ خدا کو فضل سے تعبیر کرنا سورۂ نساء رکوع ۱۱ و لو لا فضل اللّٰہ علیکم و رحمتہ الخ سورۂ نساء رکوع ۲۴ فاما الذین آمنوا باللّٰہ و اعتصموا بہ فسیدخلھم فی رحمۃ منہ و فضل یھدیھم الیہ صراطاً مستقیما سے صاف ظاہر ہے کہ آپ فضل و رحمتِ خدا ہیں ۔

۱۱۷ آیت نمبر ۶۴ سورۂ آلِ عمران رکوع ۱۹

فمن زحزح عن النار و ادخل الجنۃ فقد فاز پس جو شخص کہ بچا لیا جائے آتشِ جہنم سے اور داخل کیا جائے بہشت میں پس تحقیق فائز ہوا یعنی کامیاب ہوا۔ (۱) یہ قول حق تعالےٰ کا بجا اور درست اور ظاہر بات ہے کہ دوزخ سے بچنا اور داخل جنت ہونا ہی کامیابی ہے اصلی لیکن وہ دوزخ سے بچنے والے اور بہشت میں داخل ہونے والے دریافت بھی تو ہونے چاہئیں کہ کون ہیں۔

(۲) اور ذریعہ معلومات نصِ قرآن سے بہتر ہو نہیں سکتا پس ہم کو کلامِ خدا ہی کیطرف رجوع کرنا چاہئیے کہ جس نے اِس جگہ مجملاً پتہ بتلایا ہے دوزخ سے بچ جانے والوں کا اور بہشت میں داخل ہونے والوں کا مفصل بھی اُن لوگوں کو ظاہر کرتا ہے۔

(۳) جیسا کہ سورۂ دہر میں فرماتا ہے فوقٰھم اللّٰہ شر ذالک الیوم۔ پس بچا لیا اُن کو اللہ نے اس روز قیامت کے شر سے اور روزِ قیامت میں خوف صرف جہنم کا ہے تو ہے شر اور خوفِ قیامت سے بچنا دوزخ سے ہی تو بچنا ہے (۴) اب داخلۂ جنت کی خبر اسی اگلی آیت میں ہے پوری پوری آیت یہ اس طرح ہے فوقٰھم اللّٰہ شر ذالک الیوم و لقٰھم نضرۃ و سرورا۔ دوسری آیت میں جزاھم بما صبروا جنۃ و حریرا۔ یعنی بچا لیا اللہ نے اُن کو اُس روزِ قیامت کی سزا سے اور ملا دیا تازگی اور سرور اور بدلا دیا اُن کے صبر کا جو بہشت ملا اور ریشمی لباس۔ دونو باتیں معلوم ہو گئیں۔ دوزخ سے بچانا اور بہشت کا عنایت کرنا جو بڑی کامیابی ہے۔

(۵) اور یہ ذکر کس کا ہے اوپر سے چند آیات دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ یہ لوگ ہیں یوفون بالنذر و یخافون یوما کان شرہ مستطیرا جو وفا کرتے ہیں نذر کو اور ڈرتے ہیں اُس دن سے

جس کی شرح ظاہر ہے یعنی قیامت کے روز سے ڈرنے والے اور نذر کو پورا کرنے والے خاص اہلبیت رسولؐ علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ اور فضّہ ہیں تمام جمہور کا اتفاق ہے اسپر (۶) علاوہ اس کے داخلہ جنت کی خبر تو اہلبیت رسولؐ کو صدہا جگہ قرآن میں موجود ہے جیسا کہ سورہ رعد میں جنات یدخلونہا پ۱۳ سورہ نحل میں ہے سلام علیکم ادخلوا الجنۃ پ۱۴ سورہ زمر میں ہے سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین پ۲۴ سورہ ق میں ہے فادخلوھا بسلام ذالک یوم الخلود (۷) ایسا ہے فقد فاز کا تعلق صرف گروہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ ہے قاعدہ نمبر ۲ مقدمہ کتاب میں ثابت ہو چکا ہے کہ فائزون مفلحون خاص گروہ جناب امیرؑ کے واسطے آتا ہے کہ حدیث رسول اللہؐ کی ہے یا علیؑ انت و شیعتک ہم الفائزون اور خود جناب امیرؑ علیہ السلام کا دعویٰ ہے فزت برب الکعبہ (۸) اور مجالس الابرار میں جناب رسول خدا سے منقول ہے کہ فرمایا مجھ سے خدا تعالےٰ نے قسم ہے مجھکو اپنے عزت و جلال کی میرے بندوں میں سے کوئی بندہ ایسا نہ ہوگا جو علیؑ سے دوستی رکھنے والا ہو اور میں اُسے جہنم سے نہ بچا لوں اور جنت میں جگہ نہ دوں اسی طرح میرے بندوں میں سے کوئی بندہ ایسا نہ ہوگا جو علیؑ سے بغض رکھے اور میں اُس سے بغض نہ رکھوں اور اُس کو داخل جہنم نہ کروں صفحہ ۱۲۷ قرآن مترجم مولوی مقبول احمد صاحب سے بخوبی معلوم ہو گئے جہنم سے بچنے والے اور بہشت میں داخل ہونے والے دوستان علیؑ ہیں

آیت نمبر ۶۵۔ سورۂ آل عمران رکوع ۲۰

الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہم و یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار۔ وہ لوگ جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے) یاد کرتے ہیں اور خلقت آسمان و زمین میں فکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار تو نے انہیں بے فائدہ اور فضول پیدا نہیں کیا تو پاک و پاکیزہ ہے پس ہمیں عذاب دوزخ سے بچا لے۔

(۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کا ارشاد ہے کہ کوئی عبادت تفکر سے بہتر نہیں ہے ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور بروایتے سات سال کی عبادت سے اور بروایات دیگر عمر بھر کی عبادت سے اعلےٰ ہے۔

(۲) آیۂ موصوفہ الصدر کا شانِ نزول کتاب امالی میں اس طرح منقول ہے کہ جس روز جناب امیرؑ مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت کر کے تشریف لائے تو حضرت فاطمہ بنت اسد آپ کی والدہ اور حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں ضجنان ایک منزل ہے جب وہان پہونچے تو ایک شبانہ روز قیام کیا۔ اس اثنا میں اور ضعفائے مومنین مثل اُم ایمن وغیرہا بھی وہان پہونچ گئے اب اس منزل پر جناب امیرؑ نے معہ اپنے ہمراہیان خداشناس کے تمام شب عبادتِ خدا اور نماز میں بسر کی اُٹھتے بیٹھتے ذکر خدا کرتے تھے اور اس شب کو جو اس بے سروسامانی اور سفر کی حالت میں ادا ہوئی تھی خداوند عالم نے قبول فرمایا صبح ہوتے ہی یہ خداشناس قافلہ مدینہ کو روانہ ہوا اور اُس کے مدینے پہنچنے سے پیشتر ہی حضرتؐ پر یہ آیت نازل ہوچکی تھی۔

(۳) پیدائش زمین و آسمان میں تفکر کرنے کا ذکر جو اس آیت میں کیا گیا ہے اور جس کی فضیلت میں رسولؐ کے ارشادات بھی ہم نے نقل کئے تھے اُس کی نسبت ہر شخص کو یہ ماننا پڑے گا کہ دنیائے اسلام میں علی مرتضیٰؑ سے بہتر تفکر کرنے والا دوسرا نہیں ہوسکتا ہے (۴) کتاب مستطاب نہج البلاغۃ کے خطبے کے خطبے اس تفکر سے بھرے پڑے ہیں اور یہی تفکر سینہ بسینہ کل آئمہ معصومین علیہم السلام تک پہونچا ہے۔

(۵) حدیثِ مفضل اس دعوے کے لئے کافی ہے جو صادق آل محمدؐ نے اپنے صحابی مفضل سے ایک دہری کی تردید میں فرمائی ہے یہ ایک طولانی حدیث ہے جسے ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں نقل فرمایا ہے اور تمام مخالف و موالف اس حدیث کی صحت اور فضیلت کے قایل ہیں۔

آیت نمبر ۶۶ سورۂ آل عمران رکوع (۲۰)

فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم الخ۔ پس جن لوگون نے وطن چھوڑا۔ اور نکالے گئے اپنے شہرون سے اور ایذا پہونچی اُن کو میری راہ میں اور قتال کرتے رہے یا قتل ہوگئے۔ البتہ دور کردیں گے ہم اُن سے بُرائیان اُن کی آخر تک جنت کا وعدہ ہے (۱) مولوی جہانگیر خان مصنف اظہار الحق نے اس آیت کو بشان خلفاء اربعہ تصور کیا ہے اور ان میں شمولیت جناب امیر علیہ السلام تو ایک پُرانی کہانی ہے ورنہ اصل مقصود مصنف کا ثلاثہ سے ہے (۲) لیکن صفات مذکورہ آیت ایسی ہیں جن سے اصحاب ثلاثہ کا کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔ اس میں چار صفات ہیں اول ہجرت ہے وہ بھی مجبوری کی شرط لگی ہوئی ہے (۲) یعنی

جبراً نکالے گئے ہون گھرون سے بلکہ شہر سے ایذا دیکر اور تکلیف پہونچا کر نکالے گئے ہون (۳) قاتلو سے
مراد یہ ہے کہ قتال کرنیوالے جہاد کرنیوالے کافرون کو مارنے ہون۔ (۴) لڑتے لڑتے خواہ شہید ہی ہوجائین
مگر لڑے جائیے (۵) طرفداران جہانگیر خان سے سوال ہے ان ہر چہار صفت مذکورہ میں سے کسی ایک
میں بھی کچھ حصہ اُن کی ثلاثہ کو ملا ہے (۳) لا واللہ ہجرت ان کی بطمع خلافت تھی بہ ہدایت کاہنون کے
وہ ہرگز مجبور ہو کر گھردن سے نہیں نکلے اور نہ نکالے گئے اُن کے گھر کبھی اُن کے قبضہ سے باہر نہیں نکلے
ہر ایک کا قریبی رشتہ دار کوئی نہ کوئی مکہ میں شامل کفار تھا جیسے ابوبکر کا باپ اور عمر خطاب کا ماموں
رئیس کفر ابوجہل اور عثمان کا خاندان بنی اُمیہ تو مکہ میں ایسے با اقتدار تھے۔ کہ خود عمر بن خطاب نے صلاح
دی تھی کہ یا حضرت بموقع حدیبیہ پر عثمان کو مشرکین کے پاس بھیجئے۔ کہ قبایل عشایر اُن کا قوی تر ہے (۴)
قاتلوا کا اطلاق فراری لوگون پر ہو نہیں سکتا نہ کبھی کسی کا مقابلہ کیا اور کسی سے لڑے۔ ایک فرار
جس کی گواہی خدا بھی دیتا ہے۔ دلوا بدبرین ایسا ہنر یاد تھا کہ ہمیشہ صحیح و سالم رہانے والون کے پیچھے
اور بھاگنے والون کے آگے خدانخواستہ قتل ہونا نصیب دشمنان ہو (۵) ہان یہ صفات البتہ سچے ایمان
دارون اور رسول اللہ کے قریبی رشتہ دارون میں پائے جاتے ہیں ایک عمار یاسر کا مجبوری اور مظلومی
سے نکالے جانا مشرکون کے ہاتھ سے اس قدر زدوکوب اُٹھانا کہ ماں اور باپ دونون کا مرجانا بعد وفات
رسول اور وصی رسول میں تمام عمر قتال کرنا آخر کو فرقہ باغی کے ہاتھ سے شہید ہو جانا رسول اللہ کی گواہی
سے مصداق ان صفات کے ثابت ہوتی ہیں (۶) دوسرے جعفر ابن ابی طالب کی کیفیت بھی اس سے زیادہ
مطابق صفات ہے کفار کی اذیت دہی سے مکہ میں نہ رہ سکے آخر نکالے گئے اور ملک سے بھی نکالے گئے
حبشہ میں جاکر پناہ لی وہان بھی آرام سے رہنا نہ ملا اور مشرکین کا وکیل عمرو عاص پکڑنے کو گیا مگر بادشاہ نے
قبول نکیا آخر قوت اسلام کے وقت بلائے گئے اور وہی قتل و قتال راہ خدا میں جاری رکھا۔ آخر جنگ موتہ
میں شہید ہوئے (۷) حمزہ اور عبیدہ بن حارث بھی جان نثاران رسول سے ایسے تھے کہ جعفر سے کم نتھے اور رسول اللہ
نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ الٰہی تو عالم ہے عبیدہ کو تو نے مجھ سے جنگ بدر میں لے لیا اور حمزہ رض کو جنگ اُحد میں
اب ایک علی مرا مددگار باقی ہے پس رسول اللہ جن کو اس طرح یاد کریں اُن کے قتل و قتال کا کیا اندازہ ہو
سکتا ہے شہادت ان کی بہتر گواہ ہے ہجرت ان کی رسول کی پیروی میں ہے کوئی کمی کی بات نہیں ہے
(۸) سب سے زیادہ مطابقت صفات ملیکی ذات والا صفات شیر نیستان بنی ہاشم ہیں جس کی ہجرت خاص

رسول اللہ کی ہجرت ہے یعنی جناب رسول کریم داخل مدینہ نہ ہوئے۔ جب تک کہ علیؑ ابن ابی طالب
تمام دین ذمہ رسول صلعم کے ادا کرکے اور کل متعلقین رسول صلعم اللہ کو ہمراہ لاکر آپ سے ملحق نہ ہوگئے۔ اس کے
معنی ہیں ہجرتِ علیؑ ہجرت رسول۔ گھروں کے بزور چھن جانے کی یہ صورت ہے کہ فتح مکہ پر بھی رسول اللہ
نے اپنے مکانات واپس نہ لئے اور فرمایا کہ جو کچھ ہم سے راہِ خدا میں چھینا گیا ہم واپس نہ لیں گے اور باغ
فدک کا بظلم چھن جانا تو ایسا مقدمہ ہے کہ حشر کے روز سب سے اوّل یہی پیش ہوگا۔ یہ حال ہے ظلم اور
ایذا رسانی کا۔ ان پر تو ایسی ایسی مصیبتیں پڑی ہیں۔ کہ جس کی شرح جناب سیدہ علیہا کے قول سے ہوتی ہے
فرمایا آپ نے کہ جو جو مصیبتیں ہم پر پڑی ہیں اگر روز روشن پر ایسے صدمات پڑتے تو مثل کالی راتوں
کے ہوجاتے اور قاتلوا کی صفت تو گویا پیدا ہوئی ہے انہیں کے واسطے مشاہدات اسلام کی تصویر
جہان جہان دکھلائی دیگی اُس میں علیؑ کی تلوار کا خونی رنگ نظر آئے گا۔ حتیٰ کہ آپ کا نام ہی قتالِ عرب
مشہور ہوگیا فرشتوں نے اقرار کیا۔ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار۔
رسول صلعم اللہ نے فرمایا ضربت علیؑ یوم الخندق افضل من عبادۃ اُمتی الی یوم القیامۃ
اور خدا ارشاد فرماتا ہے کفی اللّٰہ المؤمنین القتال بعلیؑ ابن ابی طالب۔ یعنی خدا نے کافی
کردی لڑائی علیؑ ابن ابی طالب کی کل مومنین کے واسطے اطمینان ہوگیا (۹) اب رہا قتلوا یعنی قتل
ہوجانا یا شہید ہوجانا اس مرتبہ پر بھی آپ فائز ہوئے اور نتیجہ میں اسی قتال اور جہاد کی یعنی خوارج
سے آپ نے قتال کی اور ان کو راہ خدا میں قتل کیا ان میں سے بقیہ خوارج کے مشورے اور کینہ کشی
کے باعث آپ شہید ہوگئے پس شہادت آپ کی وہی قتال راہ خدا میں ہوئی۔ جبھی تو آپ نے فرمایا
فزت برب کعبۃ اب تو معلوم ہوا کہ اس آیت کی ہر ایک صفت کی مصداق بدرجہ اولیٰ ذات جناب
امیر علیہ السلام ہے۔

آیت نمبر ۶۷ سورۃ النساء رکوع ۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاۤءُ۔ بیشک پروردگار
اس گناہ کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے
بخش دے گا۔

(۱) اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ مشرک کی بخشش تو ہو ہی نہیں سکتی اور علاوہ مشرک کے جس کو چاہے خدا تعالٰے بخش دے اور چاہنا بمعنی رضامندی کے ہے یعنی جس سے خدا رضامند ہو گا اُسے بخش دیگا اور بخشش نتیجہ رضامندی تو ہے کیونکہ جسے خدا رضامند ہو گا اُسی کو بخش دیگا اور جس سے ناراض ہو گا اُسے ہرگز نہیں بخشیگا۔ اب صاف اور سیدہے معنی یہ سمجھنے چاہئیں کہ ایک مشرک تو قطعی مایوس ہے علاوہ ان کے جس جس سے خدا تعالٰے رضامند ہو گا وہ بخشے جائیں گے۔

(۲) اور رضامندی خدا مشروط اور منحصر ہے تابعداری رسول اللہ پر بنص قرآن آیت نمبر ۳۰ آل عمران قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ کہدو تم اے رسول اپنی اُمت سے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو پس میری تابعداری کرو تم کو بھی خدا تعالٰے دوست رکھے گا۔ یا اُن سے رضامند ہو گا جو تابعدار اور فرمانبردار رسول ہون گے ہر حال میں اور ہر حکم میں اور بخشیگا تمکو

(۳) تو مطلب آیت زیر بحث کا یہ ہوا کہ ایک مشرک کی تو بخشش ممکن نہیں ہان تارک شرک لوگون میں سے خدا مغفرت کردیگا ان لوگون کی جو تابعداری اور فرمانبرداری رسول اللہ کی جہت سے خدا تعالٰے کو رضامند رکھیں گے اور اُس پر تصدیق ہے یہی آیت قل ان کنتم کا یہی وعدہ مغفرت ویغفر لکم ذنوبکم۔

(۴) اب اس اُمت میں تابعداری اور فرمانبرداری رسول اللہ کرنے والے سچے اور صادق بہت کم نظر آئیں گے جو اس وعدے کے مستحق ہیں ورنہ سوادِ عظیم انبوہ کثیر لا الہ الا اللہ کے قایل شرک کے منکر تمام نافرمانی عدول حکمی بغاوتِ رسول میں مبتلا ملیں گے۔ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ کے مجمع میں رسول اللہ نے بحکم خدا اپنا خلیفہ جناب امیر علیہ السلام کو مقرر کیا اور صاف فرمادیا من کنت مولاہ فعلی مولاہ ہر ایک سے بیعت لیلی اقرار کرالیا۔ ہر ایک نے یا امیر المومنین کہکر علیؑ کو سلام کیا مگر اس عہد خدا و رسولؐ پر کون قایم رہا جن کا شمار انگلیون پر ہو سکتا ہے باقی کلہم نافرمان عہد شکن باغی۔ متمرد دشمنِ رسولؐ ظاہر ہو گئے۔ (۵) پھر ان فسادی لوگون کو اپنی رحلت کے وقت رسولؐ اللہ نے مدینہ سے باہر نکالنے کے واسطے جیشِ اسامہ میں روانہ کیا قیس بن عبادہ کو حکم دیا دُرّے مار مار کر نکالدو جہزو جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ کا قطعی حکم دیدیا۔ مگر کسی نے نہ سُنا۔

(۶) بعد اس کے وصیت آخری لکھنی چاہی دوات قرطاس طلب کیا مگر نافرمانون کے سرگروہ نے بڑی ہٹ کے ساتھ عدول حکمی کی اور سرکشی رسولؐ کو دکھلائی اور رسولؐ کو رسول ہی نہ سمجھا اور یہ

کہدیا کہ یہ مرد ہذیان بکتا ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ گروہ تابعدار اور فرمان بردار رسولؐ ہے۔ یا رسول اللہؐ اس گروہ کی فرمانبرداری سے خوش اور رضامند ہے۔ جواب ضرور نفی میں ملیگا۔ پس صاف معلوم ہوگیا نہ اِس سواد اعظم نے فرمان برداری رسولؐ کی نہ خدا کو رضامند کیا اور جبکہ خدا ان سے رضامند نہیں تو یہ لوگ اِس وعدۂ مغفرت سے بہت دُور ہیں (۷) ہاں بموجب اُس حدیث رسول اللہؐ کے جو فرمایا ہے کہ میری اُمت کے ۷۳ فرقہ ہو جائیں گے جن میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ باقی کلھم فی النار۔ ان تمام لاکھوں نافرمانوں میں سے چند تن جن کی قلت کا اشارہ اوپر بھی ہم کر آئے ہیں سچے فرمانبردار رسولؐ اور تابعدار رسول کے اور خدا و رسول کے مقرر کیئے ہوئے امام کے پیرو رہے اور کثرت مخالفت سے اندیشہ نکیا اور زندگی میں اور بعد رحلت بھی رسولؐ کو اپنی فرمانبرداری سے خوش کیا پس خدا تعالےٰ بھی انہیں بزرگواروں سے رضامند ہوا اور ان کے واسطے ہے وعدہ آیت کا ویغفر ما دون ذالک من یشاء (۸) اور تفاسیر میں یہ بھی منقول ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے جو شخص لا الٰہ الا اللہ سچے دل سے کہیگا وہ شرک سے بری ہے اور جو دُنیا سے اس حال میں جائیگا کہ کسی شے کو خدا کا شریک نکیا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر حضرتؐ نے آیت تلاوت فرمائی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء ومن شیعتک ومحبک یا علیؑ یعنی یہ جو خدا نے فرمایا۔ کہ مشرک کے سوا جسے چاہے بخش دے۔ تو وہ تیرے شیعوں اور محبوں میں سے ہوں گے اے علیؑ! امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آیا وہ میرے شیعوں میں ہوں گے فرمایا قسم بخدا وہ تمہارے شیعوں میں سے ہوں گے (۹) تفسیر عیاشی میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہے اِنَّ اللہَ لا یغفر ان یشرک کے یہ معنی ہیں کہ خدا ہرگز نہ بخشیگا جو علیؑ کی ولایت کا منکر ہے اور یغفر ما دون ذالک لمن یشاء سے یہ مطلب ہے کہ جو علیؑ کے دوستدار ہیں اُنکو خدا بخش دیگا۔

اب بیانِ مذکورۂ بالا سے آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ مشرک تو قطعی بخشش سے محروم ہے اور اِسلام میں مستحقِ بخشش و رحمت شیعیانِ علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

آیت نمبر ۶۸ سورۂ نساء رکوع ۸

ام یحسدون الناس علیٰ ما اتاھم اللہ من فضلہ اتینا آلِ ابراھیم الکتاب

والحکمۃ و آتیناھم ملکًا عظیمًا۔ کیا وہ لوگ اس بات پر کہ اللہ تعالےٰ نے اُنہیں اپنا تفضل و رحمت عطا فرمایا ان سے حسد کرتے ہیں پس بیشک ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب دی حکمت (پیغمبری) دی اور اُنہیں آل براہیم کو ملک عظیم مرحمت فرمایا۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آل ابراہیمؑ میں کتاب اور حکمت کو منظور کرتے ہیں اور آل محمدؐ میں الٰہی کتاب اور حکمت کا حسد کرتے ہیں۔ دیکھو کتاب سوانح عمری ابی بحر ۲۳ صفحہ ۸۵ طبع ثانی

مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جن لوگوں کو خداوند عالم نے آل براہیمؑ کی مانند کتاب و حکمت و ملکِ عظیم اور اپنا تفضل و کرم عنایت کیا ہے ان سے لوگ حسد کرتے ہیں۔

(۱) اول تو یہ حدیث نبوی مشہور و معروف ہے کہ جو کچھ اُمم سابقہ میں ہوا ہے وہ میری اُمت میں ضرور ہوگا۔ (۲) یہ کہ آیہ نمبر ۳۹ مجموعۂ ہذا و اصطفیٰ آدم و نوح الخ میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آدمؑ و نوحؑ کے بعد خداوند عالم نے آل ابراہیمؑ و آل عمران (ابی طالب) کو برگزیدہ کیا ہے۔ مطابق اسی آیت کے یہاں بھی جن سے آل ابراہیمؑ کی مانند جن لوگوں سے حسد کیا گیا وہ آل عمران ہیں (۳) اور ان دونوں سلسلوں پر جو تفضلات و انعامِ الٰہی نازل ہوئے ان کو جب بنظر تطبیق دیکھا جائے تو یہ یقین درجہ علم الیقین تک پہونچ جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے جس طرح ابراہیمؑ کے دونو فرزند پیغمبر اور معصوم ہوئے اُسی طرح جناب رسالتمآبؐ کے دونو لخت جگر حسنؑ و حسینؑ امام و معصوم ہوئے جس طرح آل ابراہیمؑ میں حضرت موسیٰؑ کو توریت ملی اُسی طرح آل عمران میں پیغمبر آخر الزمان پر فرقان حمید نازل ہوا حکمت (نبوت) کا شرف جس طرح آل ابراہیم میں پہونچا یعنی حضرت پیغمبر مرسل ہوئے اُسیطرح حضرت خاتم الانبیا پیغمبر مرسل ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لئے حضرت ہارونؑ مقرر ہوئے اسیطرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نصرت کیلئے جناب امیر علیہ السلام کو تجویز کیا۔ حضرت موسیٰ کو طور پر معراج ہوئی حضرت رسالتمآب عرش پر تشریف لے گئے۔ آل ابراہیم میں ملک عظیم یعنی بہت بڑی بادشاہت حضرت سلیمانؑ کی تھی۔ آل عمران میں تمام زمین کی حکومت جناب صاحب العصر علیہ السلام پر ختم ہوگئی یعنی قاف سے تا قاف لا الہ الا اللہ کہنے والے کے سوا کوئی اور نظر نہ آئیگا اور یہی ملک عظیم ہے (۲)۔ اب اُس آیہ کریمہ سے بالکل مطابقت ہوگئی۔ کیونکہ کتاب سے مراد قرآن حکمت سے مراد نبوت اور ملک عظیم سے مراد امامت ہے جو قیامت تک قایم رہیگی یہ سب صفات خاندانِ

رسالت کے سوا دوسرے میں جمع نہیں ہوسکتیں (۵) اور انہیں صفات پر قریش حسد کرتے تھے۔
ابوجہل نے باوجود نظارۂ معجزات مثل شق القمر وغیرہ ازراہ حسد یہی کہا کہ بنی ہاشم میں سے ایسا آدمی
کیونکر ہو۔ عمر خطاب جو ابوجہل کے بھانجے تھے اُنہوں نے باوجود اقرار لولا علیؑ لہلک عمر جناب امیرؑ کے
فضایل کو ہمیشہ حسد کی نگاہ سے دیکھا اور آل محمدؐ پر اُس حسد کی آگ میں وہ وہ ظلم کئے جو ابوجہل نے
رسول اللہ پر بھی نہ کئے ہونگے اور عبداللہ بن عباس سے بھی فرمایا کہ اگرچہ خلافت حق علیؑ کا تھا
مگر قریش کو (خود ہمیں) یہ امر منظور نہ ہوا کہ نبوت اور خلافت ایک گھرانے میں رہے (۶) اسی حسد کی
آگ بنی اُمیہ اور بنی عباس کے سینوں میں برابر مشتعل رہی۔ خوارج نے جناب امیر علیہ السلام کو شہید
کیا۔ معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا۔ یزید نے حسینؑ فرزند رسول الثقلین کو اٹھارہ
بنی فاطمہ اور ۷۲ انصار کیساتھ کربلا میں تہ تیغ کیا۔ عبدالملک نے امام زین العابدین علیہ السلام کا
خون زہر سے کیا۔ منصور دوانقی نے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہم السلام کا خون ناحق اپنی
گردن پر لیکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی خریداری کی۔ ہارون رشید لعین نے امام موسیٰ کاظم کو زہر
سے شہید کیا چنانچہ ذکر ہے کہ ہارون مذکور حج مکہ معظمہ سے واپس ہوکر جب مدینے آیا اور زیارت روضۂ
رسولؐ کے لئے گیا تو ازراہ فخر روضہ کیطرف منہ کرکے بولا السلام علیک یا ابن عم۔ حضرت موسیٰ کاظم
روضۂ اقدس میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے نماز سے فارغ ہوکر زیارت کا قصد کیا تو فرمایا۔
السلام علیک یا ابی۔ ہارون کو یہ کلمہ ناگوار گزرا۔ اور حضرت کو گرفتار کر لیا اس سے زیادہ حسد اور
کیا ہوسکتا ہے۔

(۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جن سے حسد کیا جاتا ہے۔ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں
اور وہ حسد کرنے والے محمدؐ سے نبوت پر اور ان کی اولاد امجاد سے امامت پر حسد کرتے ہیں۔

بیان مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ جن لوگوں سے حسد کیا جاتا تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے
وہ محمدؐ و آل محمدؐ تھے اور انہیں بزرگواروں پر آل ابراہیم کی مانند فضل و حکمت پروردگار کا
نزول ہوا ہے۔

آیت نمبر ۶۹ نساء رکوع ۸ حصہ ۱۷

(۵) ص ۱۳۱

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے ایمان لانے

والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اُس شخص کی جو تم میں سے اولی الامر (حاکم دین و
دنیا) ہو (۱) اس آیت میں خداوند تعالےٰ نے مومنین کو تین شخصوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے اول خداوند عالم
دوسرے رسولؐ تیسرے اولی الامر یعنی نائب رسولؐ اور اُسی مطلب کی توضیح آیت سورہ مایدہ اِنّما ولیکم اللہ
والرسول والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ میں بھی موجود ہے۔

(۲) خدا و رسولؐ کی اطاعت میں کوئی جھگڑا ہی نہیں ہر مسلمان اس کا اقرار کرنے کے لئے تیار رہیگا۔ گو زبانی ہی
سہی اختلاف اگر ہے تو اولی الامر کی نسبت سو اس کا فیصلہ نہایت آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ ذرا بھی اگر غور سے کام
لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ شخص جس نے بحالتِ رکوع زکوٰۃ دی وہی اولی الامر ہے اور اُسی کی
اطاعت کا ہر دو آیتوں میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

ص ۹۲ طبع ثانی

(۳) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام مؤلفہ شیمل امرتسری کے صفحہ ۱۰۱ پر تحریر ہے کہ خوارزمی نے اس حدیث کو
عبدالغفار بن قاسم سے بیان کیا کہ میں نے جناب صادق علیہ السلام سے پوچھا اولی الامر کی نسبت تو فرمایا خدا
کی قسم علیؑ انہیں میں سے ہے۔

(۴) اگر ہم حدیث رسولؐ اللہ پر نظر ڈالیں تو ہمیں اس آیت کی پوری پوری تفسیر مل جائیگی آپ کا ارشاد
ہے مَن اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ و من عصانی فقد عصی اللّٰہ جس نے میری اطاعت کی اُس نے خدا
کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی و من اطاع علیاً فقد اطاعنی و من عصیٰ
علیاً فقد عصانی جس نے علیؑ کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی جس نے اُس سے منہ پھرایا وہ
مجھ سے بھی روگرداں ہوا (۵) اب یہیں سے دیکھ لیجئے کہ علیؑ کی اطاعت بعینہ رسولؐ کی طاعت اور رسولؐ کی اطاعت عین
خدا کی طاعت ہے وہ شخص جس کی اطاعت سے فرمانبرداری خدا کا سلسلہ مل جائے یقیناً یا رسولؐ ہو سکتا ہے
یا نائب رسول اور اولی الامر۔ جو لاریب علیؑ مرتضیٰ ہے علیؑ ہی رسولؐ کا سچا وارث وصی اور خلیفہ ہے اور علیؑ
کے بعد گیارہ اور وارثانِ دین و حجۃ خدا اولی الامر ہیں چنانچہ امام آخر الزمان کا تو خاص لقب ہی صاحب
الامر ہے۔

(۶) یہ بات بالکل ہی صحیح اور عقل سلیم کے مطابق ہے کہ اُمور دین سے دنیا بھی مستثنیٰ نہیں کیونکہ
سچے اسلام نے دین و دنیا کو علیحدہ نہیں رکھا معصوم کی اطاعت ضروری ہے غیر معصوم کی اگر اطاعت کی
جائیگی تو ضرور ہے کہ وہ خطا کار ہوگا اور اپنے پیروؤں کو بھی خطا کی طرف لے جائیگا۔ پھر خداوند عالم بھلا ایسا

حکم کیون دینے لگا جس سے لوگ گمراہون کی پیروی کرکے گمراہ ہوجائیں۔

(۷) اکثر جاہل مسلمانون کا اعتقاد ہے کہ اولی الامر ہر بادشاہ وقت کو کہتے ہیں اُس کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول واجب و لازم ہے یہ سفیہانہ اعتقاد جیسا کہ حدیث متفق علیہ فریقین "اثنا عشر خلیفۃ بعدی" کے مخالف ہے ویسا ہی یزید و ولید جیسے فساق و فجار بادشاہون کی پیروی کی اجازت دینے والا ہے جن کے مذہب میں کل منہیات و محرّمات شرعیہ حلال و مباح تھیں اس صورت میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسلام کہان تک باقی رہ سکتا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

(۸) اب اولی الامر کی مزید توضیح کے لئے ایک حدیث اور درج کرتے ہیں۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ میں خدا و رسول کو تو جانتا ہون مگر اولی الامر کو نہیں جانتا فرمایا کہ اے جابر وہ میرے خلفاء ہیں اور بعد میرے مسلمانون کے امام ہیں اوّل اُن کا علی ع ابن ابیطالب ہے اِس کے بعد حسن ع ہے پھر حسین ع پھر علی ع ابن الحسین اس کے بعد محمدؑ ابن علی ہے جس کا نام توریت میں باقر ہے اور تو اُس کو پائے گا جس وقت کہ تو اُس سے ملے میرا سلام پہونچانا پھر حضرت نے باقی آئمہ کے نام بتائے یہان تک کہ جب حضرت صاحب الزمان کے نام پر پہونچے تو فرمایا کہ اس کا نام میرا نام ہے اس کی کنیت میری کنیت ہے خداوند عالم اِس کے ہاتھ پر مشارق و مغارب زمین کو فتح کریگا (۹) ایک اور حدیث میں بھی رسول اللہ سے منقول ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد میرے بارہ خلیفہ ہون گے اور وہ سب قریش سے ہون گے۔

یہیں سے ہر صاحب عقل نتیجہ برآمد کرسکتا ہے کہ آیت زیر بحث میں اولی الامر سے مراد وہی بزرگوار ہیں جن کی تفصیل رسول اللہ نے فرمائی ہے اور ان کے سوا اسلام میں کوئی اولی الامر نہیں ہوسکتا۔ کتاب مفاتیح المطالب کے صفحہ ۲۷۳ لغایت ۲۷۵ یہ آیت نص خلافت علیؑ میں بدلائل لکھی ہے + بقیہ صفحہ ۵۵۹ پر ہے

آیت نمبر ۷ سورۂ نسا رکوع ۹

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ اور جو کوئی اللہ و رسول کی اطاعت کرے تو یہ سب لوگ (فرمان بردار) ان لوگون کے ساتھ ہیں جن پر خداوند عالم نے اپنا انعام نازل فرمایا ہے۔ ابنیا

وصدیقین وشہداء وصالحین میں سے اور یہ نہایت ہی عمدہ رفیق ہیں۔

(۱) اِس آیت میں خداوندِ عالم مومنین کو اپنی اور پیغمبر کی فرمانبرداری کی ترغیب دلاتا ہے کہ اگر خدا اور رسول کے ارشاد پر کاربند ہوں گے تو بروز قیامت انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کی رفاقت انہیں مُیسّر ہو گی۔

(۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انبیاء سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ صدیقین سے علیؑ مرتضیٰ شہداء سے حسنینؑ اور صالحین سے باقی آئمہ مراد ہیں۔

(۳) حضرت صادق علیہ السلام سے جو روایت کی گئی ہے اُس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت نے ابو بصیر سے فرمایا کہ تم کو حق تعالیٰ نے یاد کیا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور ارشاد کیا کہ نبیین سے مراد رسولؐ خدا ہیں صدیقین و شہداء سے ہم ہیں اور صالحین سے تم ہو۔

(۴) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۷۰ پر فہرست آیات فضیلت نمبر ۷ میں اس آیت کی تفسیر اس طرح درج ہے عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ من یطع والرسول الخ قال علیؑ یا رسول اللّٰہ ھل نقدر ان نزدیک فی الجنۃ کما نراک فی الدنیا قال رسول اللّٰہ اِنّ لکلِ نبیٍ رفیق اوّل من اسلم مِن اُمتِہ فنزلت ھذہِ الآیۃ اولئک مع الذین الخ فدعا رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم علیاً فقال اِنّ اللّٰہ قد انزل بیان ما سالت فجعلک رفیقی لانک اول من اسلم وانت الصدیق الاکبر (تفسیر ابن حجام)

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا ہو سکتا ہے کہ ہم جنت میں بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوں جس طرح کہ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں جناب صلعم نے فرمایا ہر ایک نبی کے لئے اُس کا ایک رفیق ہوتا ہے جو اُس کی اُمت میں سب سے پہلے اُس نبی پر ایمان لاتا ہے پس یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی پس جناب صلعم نے اُسی وقت جناب امیر کو بلوایا اور فرمایا کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے یا علیؑ تیرے سوال کا جواب نازل کیا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے کیونکہ تو سب سے پہلے اسلام لایا ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

(۵) قرآن میں اور بھی کسی جگہ یہ مضمون بہ تغیر الفاظ آیا ہے جس کی اپنے اپنے موقعہ پر توضیح کی جائیگی۔

آیت نمبر ۷۱ سورۃ نساء رکوع ۱۰

فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشترون الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ ومن یقاتل فی سبیل اللہ
فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ اجرًا عظیمًا۔ پس چاہیئے کہ لڑیں راہ خدا میں وہ لوگ کہ جنھون نے
بیچ ڈالا ہے حیاتِ دنیا کو بدلے آخرت کے اور جو کوئی لڑتا ہے راہِ خدا میں خواہ مارا جائے یا غالب آئے
جلدی دیں گے ہم اُس کو اجر عظیم (۱) یہ اوصاف رب الارباب نے ذات والاصفات جناب امیر علیہ السلام
میں ودیعت کر دیئے تھے یعنی قسام ازل نے یہ نقد تہوّر و شجاعت آپ کے حصّہ میں مختص کر دیا تھا جس کا نظیر
عالم امکان میں پیدا ہی نہیں ہوا (۲) آوازہائے جنگ و جدال شور و غوغائے قتل و قتال معرکہ ہائے بدر
و اُحد خیبر و خندق اقصائے عالم میں مشہور ہیں (۳) بنی آدم سے گذر کر زبانِ ملائکہ پر یہ قصّہ مذکور ہیں
(۴) قتال فی سبیل اللہ کا حکم اگرچہ عام ہے مگر (الذین یشرون الحیوۃ الدنیا) نے تخصیص کر دی
اُن جان فروش انفاس کی جو اپنی جان راہ خدا میں بیچ چکے تھے اور وہ پوشیدہ نہیں ہیں
(۵) خدا تعالےٰ اپنے کلام پاک میں بتا چکا ہے آیت نمبر ۲۰۶ سورۂ بقر میں ہے۔ ومن الناس من یشری
نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔ انسانون میں ایسے بھی ہیں کہ جنھون نے بیچ ڈالی جان اپنی بہ خواہش
خوشنودئی خدا تعالےٰ اور اس آیت کی تفسیر میں باجماع سنّی و شیعہ مفسّرین ثابت ہو چکا ہے کہ وہ ذات
علیؑ ابن ابیطالب ہے (۶) اور کچھ ایک جگہ پر نہیں بلکہ ان جان نثارون کی صفت ثنا متعدد جگہ قرآن
میں ذکر فرمایا ہے چنانچہ سورۂ توبہ رکوع ۱۴ میں ہے ان اللہ یشتری من المومنین انفسہم بان لہم
الجنۃ۔ تحقیق اللہ تعالےٰ نے خرید لیں جانیں جنت کے بدلے تفسیرات میں ثابت ہے وہ مومن جناب امیر
حمزہ و جعفر و عبیدہ بن حارث یہی گروہ تو ہے جس کے راس و رئیس جناب امیر المومنینؑ ہیں سب نے
اپنی جانیں فدا کر دیں (۷) مخاطب آیت کی تو تحقیق ہو گئی اب دوسری جزو آیت سے اُن کی جزا بیان کیجاتی
ہے۔ ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ اجرًا عظیمًا۔ جو لڑتے ہیں راہ
خدا میں خواہ وہ قتل ہو جائیں یا غالب آجائیں ہم اُن کو اجر عظیم عنایت کریں گے اگرچہ موصوفین آیت
دریافت ہو چکی مگر اس جزا میں بھی جو صفات بیان کئے ہیں کہ شہید ہو جائیں یا غالب آجائیں یہ دوسری
جزو قرآن میں خاص انہی حضرات کے واسطے آچکی ہیں (۸) دیکھو سورۂ احزاب رکوع ۳ من المومنین
رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر۔ مومنین میں ایسے
لوگ بھی ہیں جنھون نے سچا کر دیا اپنا وعدہ جو خدا کے ساتھ تھا اُن میں سے بعض تو گذر گئے اور بعض

منتظر وقت ہیں باتفاق جمہور ثابت ہو چکا کہ من قضی نحبہ کے مصداق حمزہ و جعفر اور عبیدہ بن حارث ہیں
اور ومن ینتظر کے مخاطب جناب امیر علیہ السلام ہیں اور یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں (۹) اور اجر عظیم کے الفاظ ایسے
ہیں کہ ہر جگہ قرآن میں اسی گروہ کیواسطے مقرر ہیں جیسا کہ اسی سورہ کے رکوع ۲۲ میں راسخون فی العلم کے حق
میں فرمایا خاص یہی الفاظ ہیں سنؤتیہ اجراً عظیما۔ اور راسخون فی العلم یہی لوگ نمبر ۴۳ میں ثابت ہو چکے
اور سورۂ انفال رکوع ۱ میں مومنین کے حق میں فرماتا ہے اولٰئک ہم المومنون حقاً لہم درجات عند
ربہم ومغفرۃ واجر کریم۔ اور سورۂ توبہ رکوع ۳ ان اشخاص کو بشارت جنت و رحمت دیکر فرماتا ہے واجر
عظیم اور فلبشر بجنت تو یہی حضرات آیت نمبر ۵ سے ثابت ہوتے چلے آتے ہیں۔ غرض ہر ایک طرح یہ آیت
بشان گروہ جناب امیرؑ ثابت ہو گئی فہو المراد ؎

آیت نمبر ۲۷ سورہ نساء رکوع ۱۱

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولّٰی فما ارسلنٰک علیہم حفیظا۔ جو کوئی رسولؐ کی فرمانبرداری
کرے تو بے شک اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جو کوئی روگردانی کرے تو ہم نے تجھے اُن پر نگہبان بنا کر
نہیں بھیجا کہ اُن کو زبردستی مطیع کرے تیرے ذمہ تو فقط احکام کا پہونچا دینا ہے۔
(ا) گذشتہ نمبر ۶۹ میں جو حدیث نبوی من اطاعنی فقد اطاع اللہ الخ لکھی گئی ہے اُس کا ایک ایک
لفظ ان دونو آیتون کے مطابق ہے (۲) اور آیہ نمبر ۶۸ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم الخ
کے بموجب رسولؐ اللہ نے اس حدیث میں اور توضیح فرما دی ہے یعنی من اطاع علیاً فقد اطاعنی الخ
اور حدیث کا معیار صداقت بھی مطابقت قرآن ہے (۳) اور چونکہ آیت نمبر ۳۸ میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ
فرمانبرداری میں سب سے اعلیٰ اور اول جناب امیر علیہ السلام ہیں اس واسطے رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ
کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا اور اُن کے انکار کو اپنا انکار (۴) اور اس آیت کا بھی یہی مطلب ہے
کہ ومن تولّٰی فما ارسلنٰک الخ کہ جو پھر گیا یعنی جس نے مطابعت سے انکار کیا اُسکو چھوڑ دے۔
(۵) اب دونوں آیتون کا مدعا یہی نکلا کہ فرمانبردار خدا کا وہی ہے کہ جو رسولؐ کی فرمانبرداری کرے
اور رسول کا مطیع وہی ہے جو نائبان رسولؐ کا پیرو یعنی والیان امر کا پیرو ہو اور اولی الامر بھی وہی
بزرگوار ہیں جن کی فرمانبرداری سے فوز عظیم حاصل ہوتا ہے ؎

آیت نمبر ۸۳ سورۃ النسآء رکوع ۱۱

ص ۵/۱۳۴

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اور اگر وہ رسول اور اولی الامر کی طرف جو ان میں سے ہے اُس کو پھیر دیں تو البتہ وہ لوگ تحقیق کر کے نکالتے ہیں اُس کو اُن میں سے اور اگر نہ ہوتا خدا کا فضل اور اُس کی رحمت تم پر تو البتہ تم شیطان کی پیروی کرتے مگر تھوڑے۔

اوپر کی آیات میں اُن بعض مسلمانوں کا ذکر ہے جو امن اور خوف کی خبر ملتے ہی مشہور کر دیتے تھے اور اُس کی شہرت کے ضرر سے کچھ اندیشہ نہ کرتے تھے کہ اس میں اسلام اور بانی اسلام کو کیا دقت پیش آئیگی۔ چنانچہ اسی قسم کا یہ واقعہ ہے کہ جب حضرت نے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو کفار سے خُفیہ اور پوشیدہ تیاریاں شروع کر دیں اس اثنا میں عمر بن وجیفی ابن ہشام کی لونڈی مکہ کو جاتی تھی حاطب ابن ابی بلقعہ نے ایک خط مکہ والوں کو لکھا کہ حضرت تمہاری طرف آنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ خط اس لونڈی ظعنہ کے ہاتھ روانہ کر دیا جب وہ کئی منزل نکل چکی تو جبرئیل امین نے حضرت کو اس واقعہ کی خبر دی آپ نے اُسی وقت حضرت علیؑ اور زبیر اور مقداد کو اُس کے تعاقب میں روانہ کیا جنہوں نے اُسے اسی منزل پر جا کر پا لیا جس کی اطلاع جبرئیل امین نے دی تھی۔

اس تمام جملہ معترضہ سے غرض یہ تھی کہ حاطب نے جو ایک صحابی رسول تھے حضرت کی تمام کوششوں اور ترکیبوں کو جو خفیہ روانگی کے متعلق تھیں ایک اپنی رائے سے بلا سوچے سمجھے برباد کر ڈالا تھا اُس وقت ایسے مسلمان بہت تھے جنکی طرف اِن آیات میں اشارہ ہوا ہے اور اس آیۂ زیر بحث میں خداوند عالم اسی امر کی نسبت فرماتا ہے کہ جو کچھ ان کو خوف یا امن کی خبر ملتی ہے تو بے سوچے سمجھے اُس کا اعلان کر دیتے تھے اور اس علان کے ضرر کا مطلق خیال نہیں کرتے کاش اس خبر کو یہ لوگ رسول اللہ اور اولی الامر کیطرف پھیر دیں تو ان کو خود معلوم ہو جاتا کہ رسول اللہ اور اولی الامر اس امر کی خود تحقیق کر لیں گے اور اس کے اظہار و اخفا کو مناسب طور پر عمل میں لائیں گے جس سے کچھ ضرر نہ ہوگا مگر یہ بیعقل ہر ایک بات کو یونہی لے دوڑتے ہیں اور ایسے ضرر رسان اُمور کے مرتکب ہوتے ہیں کہ آخر پیرو کار شیطان ہو جاتے ہیں مگر ان میں تو فضل اور رحمت خدا شامل ہے جو پیروی شیطان سے بچ جاتے ہیں۔

(۱) مضمون آیت تو ختم ہوا۔ اب یہ ثابت کرنا ہے کہ اولی الامر یعنی صاحبانِ حکم جو خاص مددگار رسولؐ تھے اور ہر حال میں رسول کے ہمراہ تھے اُنہیں کی پیروی کا حکم ہوا ہے اور آیاتِ گزشتہ سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے تو گویا اطاعتِ رسول میں اولی الامر کی پیروی بھی شامل ہے۔ اب فرمایئے وہ اولی الامر کہاں ہیں جن کو سوادِ اعظم نے اولی الامر مان رکھا ہے وہ کہاں اور رسول کہاں۔

(۲) اس آیت کے نزول کے وقت تو مسلمانوں کے حاکم وقت رسول اللہ تھے پھر خدا تعالیٰ اُسی وقت میں رسولؐ کے ساتھ ہی کون سے حاکم کی پیروی کا حکم دیتا ہے۔ دو شخصوں کا ذکر کیوں کیا فقط رسولؐ اللہ کا نام کافی تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک تو رسولؐ ہے دوسری اولی الامر نائب رسولؐ جو بجائے خود حیاتِ رسولؐ میں بھی اُس کا دست و بازو اور سچا معاون تھا (۳) جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎ گر نہ بودی دست حیدر ذوالفقار ؓ کے شدے اللہ اکبر آشکار ؛

اور حدیث قدسی میں خداوند عالم کا ارشاد ہے لا اِلٰہ اِلّا اللہ محمّدؐ رسول اللّٰہ وایدتہ و نصرتہ بعلی ابن طالب علیہ السلام۔

(۴) ہے کہنے کو تو یوں یہ حدیث موجود ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اقتدار کرو ہدایت پاؤ گے مگر وہ حاطب جس نے رسول اللہ کی تدبیر کو برباد کرنا چاہا آخر صحابی ہی تھا اور پھر یہ بگڑی ہوئی بات اسی کے ہاتھ سے سلجھی جس کی پیروی کا حکم خدا نے دیا ہے یعنی اولی الامر جناب امیر علیہ السلام چنانچہ جب آپ نے اُس لونڈی کو جا لیا اور پوچھا کہ حاطب کا خط کہاں ہے اُس نے فوراً انکار کر دیا اور صاف قسم کھا گئی جب تلاشی لی گئی تو بھی کچھ برآمد نہ ہوا۔ اُس وقت آپ کے ہمراہیوں نے کہا کہ یہ خبر غلط ہے اسے چھوڑ دیجئے مگر چونکہ یہ اولی الامر تھے اور ارشاداتِ خدا و رسولؐ پر یقین کامل رکھتے تھے۔ اُسی وقت فرمایا کہ میرے حبیب رسولؐ اللہ نے ہرگز جھوٹ نہیں بولا اور نہ جبرئیل جھوٹ بولنے والا ہے خط ضرور اُس کے پاس ہے آخر تلوار میان سے نکالی جب اُس لونڈی نے چمکتی ہوئی دیکھی تو فوراً اپنے بالوں میں سے وہ خط نکال کر دیدیا۔

(۵) اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ اولی الامر کے ہاتھوں سے یہ مہم سر ہوئی۔ ورنہ آپ کے ہمراہی ناامید ہو کر واپس چلنے کی رائے دے چکے تھے اِسی لئے اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے اور ارشاد باری ہوا ہے۔ فردوہ الی الرسول الخ

(۶) اولی الامر کی تفسیر میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا بھی یہی ارشاد ہے کہ اس سے مراد آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

(۷) اب آخر آیت میں جو لولا فضل اللہ علیکم الخ نازل ہوا ہے۔ روایات اہل بیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت سے مراد نبی اور فضل سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں کیونکہ رسول خدا نے لوگوں کو ہدایت کی اور علیؑ نے جہاد کئے ایسے وقت میں جبکہ اور اصحاب رسولؐ کو تنہا چھوڑ چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اگر یہ دونو بزرگوار جو فضل و رحمت خدا ہیں تمہارے گروہ میں شامل نہوتے تو بے شک تم شیطان کی پیروی کر لیتے (۸) دوسری جگہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ اور روایات اہل بیت مظہر ہیں کہ جس طرح رسولِ خدا رحمتِ خدا ہیں اُسی طرح ابن ابی طالب فضل خدا ہیں (۹) اور یہ امر ہر ایک ذی عقل پر روشن ہے کہ اہل بیت کی روایت سے زیادہ کوئی روایت مستند نہیں ہو سکتی۔

آیت نمبر ۴۷ سورۂ نساء رکوع ۲۰

ص ۵/۱۵۸

اِنَّ الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفراً لن یغفر اللہ لھم ولا یھدیھم سبیلاً۔ جو لوگ کہ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے پھر کفر اختیار کیا۔ پھر کفر میں زیادتی کی تو خداوند عالم ان کو ہرگز نہیں بخشیگا۔ اور نہ انہیں راہ راست کی ہدایت کریگا۔

(۱) اس آیت کی تاویل مفسرین نے یہ کی ہے اور تفسیر عمدۃ البیان میں بھی یہی مرقوم ہے کہ اِنّ الذین آمنوا اس سے مراد یہ ہے کہ یہود حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے ثم کفروا یعنی پھر انہوں نے گوسالہ پرستی اختیار کی ثم آمنوا پھر گوسالہ پرستی سے توبہ کی ثم کفروا پھر حضرت عیسیٰؑ کی رسالت کا انکار کیا ثم ازدادوا کفراً پھر اس کفر میں یہ زیادتی کی کہ حضرت خاتم الرسالت کی نبوت کے منکر ہوئے۔

مگر یہ تاویل کسی طرح صحیح اور قرین عقل معلوم نہیں ہوتی جبکہ کسی قوم کو اپنی زندگی میں حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ و جناب ختم الرسالت کا زمانہ ملا ہی نہیں پھر وہ اس آیت کا مصداق کیسے ہو سکتی ہے (۲) ہاں دوسری تاویل جو حاشیۂ قرآن مجید مترجم پر ہے یہ ہے الذین آمنوا یعنی نبوتِ حضرت محمدؐ پر ایمان لائے ثم کفروا صلح حدیبیہ میں شک کیا ثم آمنوا خم غدیر پر بیعت کی ثم کفروا اُس بیعتِ غدیریہ کو توڑ ڈالا ثم ازدادوا کفراً خلافتِ حقہ کو بظلم و جور اُس کے مرکز اعلیٰ سے ہٹا دیا مگر اس تاویل میں یہ گنجایش کلام ہے کہ صلح حدیبیہ

میں شک کرنا فقط ایک یا دو شخصون کا کام تھا نہ کہ تمام قوم کا۔

(۳) اب ایک اور تاویل بھی اس آیۂ مقدسہ کی ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجایش ہی نہیں الذین آمنوا یعنی ایمان لائے اسلام میں داخل ہوئے رسول کی اطاعت کی بیعت غدیر کو بخندہ پیشانی منظور کیا حضرتِ مرتضیٰ کو اپنا مولیٰ تسلیم کیا من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی ایک عظیم الشان مجمع میں تصدیق کی۔

(۴) ثم کفروا۔ یہ سب کچھ کیا مگر رسولؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان تمام احکامات سے انکار کر دیا۔ انما ولیکم اللہ الخ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الخ ولکل قوم ھاد و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الخ کو یک قلم بھلا بیٹھے۔ خلافتِ برحق رسولؐ پر ناجائز طریقہ سے قبضہ کیا اور اسی غلط کاری نے غاصب سومی کو مصریون کی تلوار سے قتل کروا ڈالا۔ (۵) ثم آمنوا جب یہ شخص قتل ہو گیا تو اب کسی میں اس بات کی صلاحیت نہ دیکھی کہ ایسے وقت میں مسلمانون کا پشت پناہ ہو اُن کے اُمور کی حفاظت کرے لہٰذا وصیٔ برحق کی طرف رجوع کی (۶) ثم کفروا مگر ساتھ ہی اس کے جب یہ دیکھا کہ یہان تو سب کو ایک نظر سے دیکھا جا رہا ہے وہ زمیں جو پہلے ملا کرتی تھیں اب معرضِ تلف میں آ گئیں عدل و داد کا دَور دَورہ ہے تو فوراً پھر بگڑ بیٹھے (۷) ثم ازدادوا کفرا۔ اور پھر فقط بگڑنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ خلیفہ برحق کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئے حرمِ رسولؐ کو گھر سے نکال لائے اور میدانِ جنگ میں کھڑا کر دیا۔ اور ہزارہا بندگانِ خدا کو گمراہ کر کے نفسِ رسولؐ پر تلوارین علم کر دیں۔

یہ تاویل اگر چشمِ انصاف سے دیکھا جائے تو نہایت ہی صحیح اور واقعات کے مطابق ہے انہیں حرکات پر خداوندِ عالم غضبناک ہو کر فرماتا ہے کہ ایسے لوگ ہرگز نہ بخشے جائیں گے اور انہیں کبھی راہِ راست کی ہدایت نہ ہوگی۔

(۸) پیشتر بھی سورۂ آل عمران میں اسی مضمون کی آیت گزر چکی کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم۔

اب اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ آخری تاویل دونون ماسبق تاویلون سے احسن ہے اور آیہ زیرِ بحث میں انہیں لوگون پر خداوندِ عالم عتاب فرماتا ہے جو منکرِ حقِ جنابِ امیرؑ ہیں ۞

آیت نمبر ۵۷ سورۂ نسأ رکوع ۲۲

لِکنَ الرّاسخون فی العِلم والمومنون یومنون بما اُنزل الیك ومَا اُنزل مِن قبلك والمقیمین الصّلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ والمومنون باللہ والیوم الآخر اولٰئك سنؤتیھم اجراً عظیماً ؁

لیکن وہ لوگ جو مضبوط اور محکم علم والے ہیں اور مومنین جو اُس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر اور تجھ سے پہلے نازل کیگئی ہے اور نماز کو قایم کرنے والے زکوۃ دینے والے اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے والے ان سب کو عنقریب ہم اجرِ عظیم عنایت کریں گے۔

(۱) لفظِ لیکن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے پہلے کسی پر عتاب و عقاب کا ذکر ہے اور اس لفظ سے راسخون فی العلم اور مومنین کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور یہ راسخون فی العلم وہی بزرگوار ہیں جن کی نسبت سورۂ آل عمران میں گزرچکا ہے لایعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ اور یہ بزرگوار مضبوط علم والے اہل بیت رسولؐ ہیں (۲) اب چونکہ آیت میں راسخون فی العلم کے بعد لفظ مومنون بھی ہے تو اس سے پیروان اہلبیت کی معیت کے پہلو بھی نکل آئے (۳) پھر یہ صفات جو اس آیت میں مذکور ہیں وہ ان بزرگواروں کے لئے دوسرے مقام پر بھی خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے (۴) مثلاً سورۂ بقر والذین یومنون بما اُنزل الیك و مَا اُنزل مِن قبلك وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ (۵) نیز سورۂ مایدہ انما ولیکم اللہ والرسولہٗ والذین آمنوا الذین یقیمون الصّلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ اور یہ آیت بالاجماع جناب امیر علیہ السلام کی شان میں ثابت ہے پس اب زیادہ ضرورت کسی ثبوت کی نہ رہی اور آیۂ زیر بحث کے مصداق نہایت آسانی کے ساتھ اہل بیت رسولؐ اور اُن کے پیرو ثابت ہو گئے۔

(۶) علاوہ ازین وہ قاعدۂ کلیہ جو مقدمہ کتاب میں ایک مقرر اصول کے طور پر دکھا دیا ہے کہ بدترین کے بعد ضرور بہترین کا ذکر ہوتا ہے وہی صورت یہاں ہے واعتدنا للکافرین کے بعد راسخون فی العلم کا ذکر ہے جس کی شرح ہم نمبر ۱۲ میں کر آئے ہیں اور نمبر ۲۵ میں دوسرا اور یہاں موقع تیسرا ہے۔

آیت نمبر ۶۷ سورۂ نساء رکوع ۲۴

یَا ایھا النّاسُ قد جاءکم برھانٌ من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مّبیناً۔ اے لوگو بیشک تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس دلیل و بُرہان (محمد مصطفیٰ) آیا اور ہم نے تم پر ایک ظاہر اور روشن نور کو نازل کیا۔

(۱) کسی عاقل بصیر پر مخفی نہیں کہ خداوند تعالےٰ نے تمام قرآن مجید میں اہل بیتِ رسولؐ کو لایق اتباع اور مفترض الطاعۃ ثابت کیا ہے انہیں طرح طرح کی تشبیہات سے تعبیر کیا ہے مثلاً حبل اللہ راسخون فی العلم اولی الامر فضل اللہ ایسا ہی اس آیت میں بھی فرمایا ہے اور یہان بھی بُرہان سے مراد جناب محمد مصطفیٰؐ اور نور سے مراد جناب علیؑ مرتضیٰ ہیں۔

(۲) ذرا سے غور سے یہ نکتہ معلوم ہو سکتا ہے کہ برہان یا دلیل کا کام رہنمائی یا ہدایت ہے اور نور کا کام بھی یہی ہے کہ گم گشتگان تاریکی اس کے ذریعے سے ہدایت یاب ہوتے ہیں اور یہ امران دونون بزرگوارون کی بدولت اتمام کو پہونچا لہذا ان سے یہ استعارہ نہایت ہی مناسب ہے اور جو جو خطاب عنایت فرمائے ہیں بہت بجا اور درست ہے کہ ایک کو بُرہان فرمایا دوسرے کو نور اللھم صل علی محمدٍ و آل محمدؐ۔

(۳) تفسیر عمدۃ البیان میں جناب صادق علیہ السلام سے یہ روایت مرقوم ہے کہ برہان سے مرادِ جناب رسالت مآب ہیں اور نور سے علیؑ ابن ابیطالب (۴) اور یہی مضمون حاشیۂ قرآن مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی پر بھی لکھا ہوا نظر آتا ہے۔

(۵) اس بحث میں ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے جناب رسول خدا فرماتے ہیں انا و علیؑ من نورٍ واحدٍ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں اور نور رسالتمآب نور خداوندی ہے لہذا جناب امیر المومنینؑ کو نور خدا کہنا کسی طرح بیجا نہیں بیجا نہیں نور سے تعبیر کرنے میں کوئی استبعاد نظر نہیں آتا۔ (۶) اور لاریب فیہ اسی نور کیطرف سورۂ نور میں بھی بدین الفاظ اشارہ پایا جاتا ہے یھدی اللہ بنورہٖ من یشاء خداوندِ عالم اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

(۷) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۵۰۸ پر اخطب خوارزمی سے ایک حدیث لکھی ہے عثمان ابن عفان جناب عمر ابن خطاب سے روایت کرتے ہیں قال عمر ان اللہ خلق ملائکتہ من نور وجہ علی ابن ابی طالب۔ خلیفۂ دویم کا ارشاد ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے فرشتون کو علی ابن ابیطالب کے چہرے کے نور سے پیدا کیا (۸) اب غور فرمائیے جس کے چہرے کے نور سے ملائکہ پیدا ہون جس کا نور رسول اللہ کا نور ہو تو پھر وہ نور اگر انزلنا الیکم نوراً مبیناً سے تعبیر ہو تو کس قدر مناسبت رکھتا ہے (۹) پھر امام معصوم حضرت صادق علیہ السلام حجۃ خدا قول اس پر گواہ ہے جو اہل ایمان کے اطمینان

کے لئے بالکل کافی ہے ؛

آیت نمبر ۷۷ سورۂ نساء رکوع ۲۴

فاما الذین آمنوا باللہ واعتصموا بہ فسید خلہم فی رحمۃ منہ وفضلٍ ویہدیہم الی صراطٍ مستقیم۔ جو لوگ کہ اللہ پر ایمان لائے اور اُس سے متمسک ہوئے پس عنقریب خداوندِ عالم اپنی رحمت اور فضل میں داخل کریگا اور انہیں سیدھے رستے کی ہدایت فرمائے گا۔

اس آیت میں جملہ واعتصموا بہ قابلِ غور ہے۔ سورۂ عمران میں بھی نمبر ۳۵ میں ہم واعتصموا باللہ پر بحث کر آئے ہیں اور وہاں ظاہر کر دیا ہے کہ خداوند تعالےٰ جسم سے مبرّا ہے اُس سے متمسک ہونا یا چنگل مارنا یہی ہے جس کی اُس نے (۲) واعتصموا بحبل اللہ کے ساتھ خود ہی تشریح فرما دی ہے (۳) اور حبل اللہ کون ہیں وہی اہلبیتِ رسولؐ انہیں کی پیروی کا حکم اس آیت سے بھی نکلتا ہے (۴) اور انہیں کے رستے کی ہدایت ایمان لانے والوں کو ہوگی کیونکہ یہ امر بھی اپنے مقام نمبر ا پر ثابت ہو چکا ہے کہ صراطِ مستقیم محمدؐ و آلِ محمدؐ کا طریقہ ہے۔

(۵) اس آیت میں دو لفظ رحمۃ اور فضل بھی ہیں جن کی نسبت ہم نمبر ۳۷ میں بیان کر آئے ہیں کہ رحمۃ جناب رسولؐ خدا اور فضل جناب امیر علیہ السلام ہیں اب یہاں بھی اگر یہ معنی لئے جائیں تو کوئی استبعاد نہیں (۶) اس آیت کے معنی صاف اور بالکل روشن ہیں کہ جو لوگ خدا پر ایمان لائےگے اور دامنِ اہلبیت سے متمسک ہوئے تو عنقریب خداوندِ عالم انہیں رحمۃ و فضل میں داخل کریگا نبیؐ و علیؑ کا سایہ انہیں نصیب ہوگا انہیں صراط مستقیم کی ہدایت ہوگی طریقہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر انہیں قایم رکھا جائے گا ؛

آیت نمبر ۷۸ سورۂ مائدہ رکوع ۱

یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود۔ اے ایمان لانے والو عہدوں کو پورا کرو۔ اس آیت میں بصیغۂ امر وفائے عہد کی تاکید کیگئی ہے اور علامتِ ایمان بھی یہی ہے کہ جو عہد کیا جائے اُس کو پورا کرنا چاہئے۔ (۱) ایفائے عہد کی تاکید میں قرآن شریف کی اور آیات بھی موجود ہیں جو ارباب بصیرت سے مخفی نہیں ہیں مثلاً والموفون بعہدہم اذا عاہدوا ونیز اوفوا بعہدی اوف بعہدکم۔ مگر آیۂ زیر بحث میں ہمیں یہ

دکھانا منظور ہے کہ مومنین نے وہ کونسا عہد خدا و رسولؐ سے کیا جس کے پورا کرنے سے تکمیل ایمان ہوتی ہے (۳) اور یہ عہد نہایت ہی شد و مد کے ساتھ اُمت سے لیا گیا ہے چنانچہ حاشیہ قرآن مترجم مطبوعہ مطبع یوسفی پر اس آیت کی تفسیر میں جناب امام محمد تقی علیہ السلام سے ایک روایت لکھی ہے حضرت فرماتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دس موقع پر خلافت علیؑ ابن ابی طالب کا عہد اُمت سے لیا ہے۔ (۴) اور مولوی شیخ احمد صاحب مرحوم و مغفور نے کتاب انوار الہدیٰ میں بحث استخلاف میں بارہ مقامات استخلاف ثابت کئے ہیں (۵) ان کے علاوہ مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری سُنّی المذہب نے اپنی کتاب المسمّیٰ بہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں علاوہ مواقع مذکورہ کے پانچ اور مقاماتِ استخلاف کا ذکر کیا ہے (۶) ان سب سے قطع نظر کر کے اب اس عظیم الشان موقع پر نظر ڈالو۔ جو خم غدیر پر واقع ہوا ہے جسے اکثر علمائے اہلسنت نقل کر رہے ہیں گو بعض متعصبین اس کی بے جا تاویلوں میں وقت صرف کر کے اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں مگر اصل واقعہ سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا (۷) چنانچہ سید علی ہمدانی نفحات میں رقمطراز ہے کہ جب مجمع عام میں رسول اللہ نے فرمایا من کنتُ مولاہ فعلیؑ مولاہ اور سب نے اس پر عہد واثق کیا تو عمر خطاب نے اُٹھ کر عرض کی یا رسول اللہ ایک جوان نہایت خوش رو اور پاکیزہ جو میرے پہلو میں بیٹھا تھا اس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے عمر آج رسول خدا نے اس عہد کا عقد ایسا منعقد کیا ہے کہ منافق کے سوا اس کو کوئی نہ کھول سکیگا۔ رسول خدا نے فرمایا کہ وہ جوان آدم زاد نہ تھا بلکہ جبرئیلؑ تھا۔

اب اس عالم کے بیان سے معلوم ہوا کہ اس عہد کو جناب جبرئیل نے عقد سے تعبیر کیا ہے اور جناب امام محمد تقی علیہ السلام کی روایت مستنبط ہوتا ہے کہ یہ عقد دس مقام پر منعقد کیا گیا (۸) نظر برین کلام خدا میں جو عقود بصیغہ جمع وارد ہوا ہے اُس کی صاف تشریح سمجھ میں آجاتی ہے چونکہ متعدد مرتبہ یہ عقد یا عہد اُمت سے لیا گیا ہے لہذا کلام خدا کی بلاغت کا مقتضاء یہی تھا کہ وہ اُس کو بصیغہ جمع استعمال کر کے ان تمام مواقعات کی تصویر نگاہوں کے سامنے لے آئے جہاں جہاں یہ عقد واقع ہوا ہے۔

(۹) سطور بالا سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ عقد کونسا عقد ہے اور کن کن لوگوں نے اُسے قایم رکھا۔ اسے پورا کیا اور کون کون حضرات اس سے گردن کشی کرتے ہوئے نظر آئے۔ چند ہوا پرستوں نے ملکر خلیفہ برحق کی جگہ ایک شخص کو حاکم مقرر کیا خلیفۂ برحق کو اُس کی بیعت کی تکلیف دی گئی اور یہ کہا گیا کہ اگر تم ان کی بیعت نہ کرو گے تو گردن اُڑا دی جاے گی۔ کیا اس سے زیادہ کوئی نکث عہد کی نظیر دنیا میں مل سکتی ہے اور کیا

اس قسم کے لوگ زمرۂ مومنین میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔
المختصر یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کے لئے ایک نہایت روشن دلیل ہے مگر ان لوگوں
کے لئے جن کی نگاہیں تعصب اور عناد کے گرد و غبار سے پاک صاف ہیں۔

آیت نمبر ۹۷ سورۂ مائدہ رکوع ۱

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ :- پروردگار عالم فرماتا ہے
کہ بر (نیکی) اور تقوی پر اعانت کرو اور گناہ و عداوت پر مدد نہ کرو۔ یہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن
المنکر سے متعلق ہے اس میں دو امور کی بجا آوری کا حکم ہے اور دو باتوں سے منع کیا گیا ہے اور (۱)
علمائے اسلام کا اس معاملہ میں اتفاق ہے کہ قرآن میں جو مضمون بصیغۂ امر ہے وہ واجبات سے ہے اور
بصیغۂ نہی ہے وہ ممنوعات سے جیسا کہ فاغسلوا وجوھکم وایدکم سے منہ ہاتھ کا دھونا واجب اور
لا تلبس الحق بالباطل سے حق و باطل کو آمیختہ کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ آیۂ زیر بحث جو بر و تقوی
کی اعانت اور اثم و عدوان سے پرہیز کا حکم صادر ہوا ہے (۲) اب دیکھنا یہ ہے کہ بر اور تقوی کیا چیز ہے
اس کی مدد کیونکر ہو سکتی ہے اور اثم و عدوان کیا شئے ہیں اُن کی اعانت سے دست برداری کیونکر کیجائے
یہ بالکل ایک ظاہر امر ہے کہ بر و تقوی اور اثم و عدوان فعل ہیں اور فعل کی مدد یا اعانت کسی طرح
تصور میں نہیں آتی تو پھر کیا کلام خدا معاذ اللہ مہمل ہے نہیں ایسا نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ عامل
بر و تقوی کی مدد کرو اور عامل اثم و عدوان سے پرہیز کرو۔
(۳) اب فاعل بر و تقوی کی تلاش کے لئے ہمیں پھر قرآن شریف کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ سورۂ بقر
رکوع ۲۲ آیت ۱۷۷ میں خداوند عالم فرماتا ہے۔ لَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ اور دوسری
جگہ ارشاد ہے لَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ۔ ان آیتوں کی بحث میں ظاہر کر دیا گیا ہے کہ بر و تقوے کے عامل
دنیائے اسلام میں سب سے زیادہ جناب امیر علیہ السلام ہیں اب آیۂ زیر بحث کے اول ٹکڑے پر ایک
منصفانہ نظر ڈالو تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ بلاشبہ خداوند عالم نے جناب امیر علیہ السلام کی اعانت
کا حکم دیا ہے اور اس حکم کی عظمت و جلالت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم یہ تسلیم کر لیں
کہ خداوند عالم عالم الغیب ہے اُس کے علم میں گذر چکا تھا کہ لوگ اس عالم بر و تقوے سے کنارہ کشی

کریں گے اس لئے اتماماً للحجۃ یہ حکم صادر فرمایا گیا (۴) اسی لیئے قول خداوندی کے موافق وہ حدیث ہے کہ عمار یاسرؓ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا اے عمارؓ جب تو دیکھے کہ تمام خلقت ایک طرف ہے اور علیؑ دوسری طرف تو تو علیؑ کی پیروی کیجیو۔

اب یہاں سے حضرت علیؑ کی پیروی تو ثابت ہو گئی کیونکہ وہ عامل بر و تقویٰ ہیں (۵) اب رہے عاملِ اثم و عدوان تو وہ یقیناً وہی لوگ ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کے مخالف تھے کیونکہ اثم و عدوان مخالف بر و تقوے ہوا (۶) اور خود اپنے منھ سے ان صفات کو اپنی ذات سے منسوب کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت آئی ہے کہ علیؑ اور عباس عمر کے پاس دعوے وراثت لیکر آئے۔ عباس کا قول تھا کہ میں اپنے بھتیجے کا وارث ہوں اور علیؑ کہتے تھے کہ جناب فاطمہؑ کیطرف سے حقِ وراثت مجھ کو پہونچتا ہے۔ یہ سُن کر جناب عمر نے فرمایا کہ تم دونوں ابو بکر کے پاس بھی یہ جھگڑا لے کر آئے تھے جس نے حدیث نحن معاشر الانبیاء الخ سے تم کو لا دعوے کر دیا تھا اور تم دو تو اس کو آثم و غادر و خائن و کاذب جانتے تھے اور مجھ کو بھی آثم و غادر و خائن و کاذب جانتے ہو۔ یہ سُن کر علیؑ و عباس نے کچھ نہیں کہا بلکہ خاموش ہو رہے گویا اس امر کی تصدیق کی کہ حقیقۃً تم ایسے ہی ہو اور ہم تمہیں ایسا ہی جانتے ہیں (۷) پیچھے اس عامل بر و تقویٰ کی بدولت جس کی پیروی کا اس آیہ میں حکم دیا گیا ہے۔ عاملانِ اثم و عدوان کی بھی معرفت حاصل ہو گئی (۸) اور صاف معلوم ہو گیا کہ اس آیہ میں حضرت امیر علیہ السلام کی پیروی اور اُن کے دشمنوں سے بیزاری کا حکم دیا گیا ہے (۹) اور اس حکم کی پابندی نکرنے والے کا جو حشر ہو گا وہ خود آیت کے آخری حصّہ سے ظاہر ہے واتقو اللّٰہ اِنّ اللّٰہ شدید العقاب۔ ڈرو اللہ سے کیونکہ اللہ نہایت ہی سخت بدلا لینے والا ہے۔

آیت نمبر ۱۰ سورۂ مایدہ رکوع ۱

الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون۔ کہ آج کے دن وہ لوگ جو تمہارے دین سے منکر ہیں مایوس اور نا اُمید ہو گئے پس اب تم ان سے نہ ڈرو۔ اور مجھ سے خوف کرو۔ اِس آیت کا شان نزول تفسیر عمدۃ البیان میں اس طرح مرقوم ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے آخر سال میں لوگوں کو اپنی وفات کی خبر سُنائی تو مشرکین و منافقین کہنے لگے کہ اگر محمدؐ مر جائیگا

تو ہم اُس کے دین کو درہم برہم کردیں گے اُس کے اصحاب کو قتل کریں گے اُس کے مال کو لوٹ لینگے
یہ منصوبہ تھا مگر جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے بمقام خم غدیر جناب امیر علیہ السلام کو
اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا اور یہ خبر تمام عرب میں مشہور ہوئی تو اہل کفر و نفاق کے دل ٹوٹ گئے کہ
افسوس ارادہ ہمارا باطل ہوا۔ اور جو خیال کرتے تھے بیکار گیا کیونکہ یہ انتظام بدستور قایم رہا۔ پس
خداوند تعالیٰ نے اِس آیت میں منصوبۂ کفار کی خبر دیکر اُن کی نا اُمیدی کا اعلان کیا ہے۔ چونکہ تقرری
خلافت جناب امیر علیہ السلام باعث نا اُمیدی کفار و مشرکین ہوا لہٰذا تعلق آیت مذکور کا مخصوص
بذات جناب امیر علیہ السلام ہے ؂

آیت نمبر ۱۵ سورۂ مایدہ رکوع ۱

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج کے
دن میں نے تمہارا دین کامل کیا۔ اپنی نعمت تم پر تمام اور کامل کی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند
کیا (۱) یہ آیت جو متضمن بخوشنودی پروردگار ہے خبر دے رہی ہے کہ خداوندِ عالم نے خلافت
علیؑ ابن ابی طالب کو پسندیدہ فرمایا ہے (۲) چنانچہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ
منجملہ آیات فضایل کے نمبر ۲۲ پر یہ آیت بھی درج ہے جس کا ترجمہ و تفسیر اس طرح لکھی ہے۔
"حافظ ابونعیم اور ابوبکر بن مردویہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ بالتحقیق بروزِ غدیر خم
جناب رسالتمآب نے لوگوں کو بُلا کر درختوں کے نیچے جھاڑ دینے کا حکم دیا وہاں سے کانٹے دور
کئے گئے۔ پھر آپ نے علیؑ کو بلوا کر اور دونو بازو اُن کے پکڑ کر اُٹھا لیا یہاں تک کہ لوگوں نے حضرتؐ
کی بغل کی سفیدی کو ملاحظہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے لوگو جس کا میں مولا ہوں علیؑ اُس کا مولا
ہے پھر ابھی لوگ متفرق نہیں ہوئے تھے۔ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم الخ
(بس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر دین کے کامل ہونے پر اور نعمت کے
پورا ہونے پر اور میری رسالت اور علیؑ کی ولایت پر خدا کے راضی ہونے پر"
(۳) دوسری آیت شیخ ابن مغازلی اور ابو فتح محمدؐ ابن علی ابن ابراہیم نے ابو ہریرہ سے کی ہے اس
سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت ۱۸ ماہ ذی الحجہ کو بمقام غدیر خم نازل ہوئی۔ اور یہ ارشاد

کہ جو آج کے دن روزہ رکھیگا وہ چھ مہینے کے روز دن کا ثواب پائے گا۔ تیسری روایت مجاہد کی امام الصالحین نے نقل کی ہے جس کا مفہوم بھی یہی ہے (۶) اسیطرح تفسیر عمدۃ البیان میں بہ تغیر الفاظ مرقوم ہے کہ جلال الدین سیوطی نے درِ منشور میں اور حافظ ابو نعیم نے حلیتہ اولیاء میں ابو سعید خدری سے اور ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں ابو القاسم حسکانی سے روایت کی ہے اور بجائے اللہ اکبر کے الحمد للہ زبانی رسول اللہ کے لکھا ہے۔ غرض یہ تفسیر اس آیت کی ایسی مشہور و معروف ہے کہ علمائے اہل سنت کو بجز اقرار اور کوئی چارہ ہی نہیں رہا (۷) اب ملاحظہ کیجئے کہ ولایت علیؑ ابن طالب اسلام کا کتنا بڑا رکن ہے کہ اول تو وہ آیت نازل ہوئی واذا فرغت فانصب یعنی اے رسولؐ جب تم سب امور سے فارغ ہو چکے ہو تو اپنا خلیفہ نصب کر دو۔

(۸) جب اس حکم کی تعمیل میں دیر ہوئی تو فرمایا۔ یا ایھا الرسول بلّغ ما اُنزل الیک الخ یعنی اے رسول تو اس حکم کی تبلیغ کر جو تجھپر نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے اس کو نہ پہونچایا تو گویا تونے رسالت کو ادا نہیں کیا اور ہم تجھکو آدمیوں کے شر سے بچالیں گے جبپر آپ کو اطمینان ہو گیا اُسی وقت آپ نے ایک مجمع کثیر میں جس کو ایک لاکھ سے بھی زیادہ لکھا ہے اور ستر ہزار سے کم کسی نے نہیں لکھا جناب امیرؑ کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کر دیا۔ (۹) جس پر خدا تعالے یہ فرماتا ہے کہ یہ تونے ایسا کام کیا ہے کہ آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں۔ اور تمہارے لئے دین اسلام سے ہم راضی ہو گئے اُس رضائے الہی کا رسول اللہ نے الحمد للہ یا اللہ اکبر کے لفظ سے شکریہ ادا فرمایا۔

(۱۰) مولوی اعجاز حسین صاحب نے اپنی کتاب مفاتیح المطالب کے صفحہ ۳۶۷ لغایت ۳۸۴ اسی آیۃ پر خوب بحث کر کے ثابت کر دیا کہ یہ آیت خلافت امیر المومنین کی ایسی دلیل ہے جس پر تکمیل ایمان مقرر ہوئی جس کی بابت اوپر آیت یا رسول بلّغ میں فرمایا تھا کہ اگر نہ کیا تو رسالت بھی نگئی گویا اسی امر کی کمی تھی اب چونکہ یہ امر پورا ہو گیا۔ دین کامل ہو گیا۔ دیکھو کتاب سوانح عمری [illegible] ۲۲ ص ۲۷ طبع ثانی

آیت نمبر ۲۸ سورہ مایدہ رکوع

ص ۱۷۱/۶

واذکروا نعمتہ اللہ علیکم و میثاقہ الذی واثقکم بہ اذ قلتم سمعنا و اطعنا واتقوا اللہ ان اللہ علیم بذات الصدور ہ ترجمہ خدا کی نعمتوں کو یاد کرو۔ اور اس میثاق کو جس کے تم نے

یہ کہتے ہوئے توثیق کی ہے کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کے لئے گردن جھکا دی اور خدا سے ڈرو بیشک
اللہ تعالے ان اسرار کو جانتا ہے جو تمہارے سینون میں پوشیدہ ہیں۔

(۱) اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیا جائے تو فوراً سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس سے مراد کون کون لوگ ہیں۔ نمبر۲ سورۂ نساء رکوع ۲۰ آیہ اِنَّ اللّٰہَ الذین آمنوا ثم کفروا الخ کی بحث دیکھنے سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کچھ لوگ حضرت کے اصحاب میں ایسے تھے کہ اوّل تو رسول اللہ پر ایمان لائے زندگی بھر آنحضرت کے مطیع رہے مگر اُن کی آنکھیں بند ہوتے ہی ثم کفروا کے مصداق ہو گئے اور پچیس برس تک اُسی حالت میں رہے۔ پھر خلافت حقہ کے وقت ثم آمنوا کے مصداق ہوئے۔ مگر چند روز کے بعد طمع دنیا نے ثم کفروا ثم ازدادوا کا مصداق بنا دیا (۲) اِسی امر کو خداوند عالم اس آیت میں بیان فرماتا ہے کہ خداوند عالم تمہارے دلی اسرار سے خوب واقف ہے تم ایسی مخالفت سے ڈرو کیونکہ عہد کے وقت تم لفظ سمعنا و اطعنا کہہ چکے ہو عہد کر چکے ہو۔ اس عہد کو یاد کرو (۳) اس نعمتِ خدا کو یاد کرو اور یہ نعمت وہی ہے کہ جس کو آیۂ سابق الیوم اکملت لکم دینکم الخ میں بیان فرمایا ہے یعنی ولایت و خلافت علیؑ ابن ابیطالب۔

(۴) صاحب تفسیر عمدۃ البیان نے اِسی آیہ کی تفسیر میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے جو رسول خدا نے امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کی خلافت کے واسطے لیا تھا اور لوگون نے اُسے توڑ دیا۔

(۵) سمعنا و اطعنا یہ دو لفظ جو کلام مجید کی اس آیت میں آئے ہیں بالکل مطابق واقعہ ہیں۔ کیونکہ اِس عہد بندی کے وقت یہی لفظ نکث عہد کرنے والون کی زبان سے نکلے تھے (۶) چنانچہ کتاب قواضب البیان میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا وہ خطبہ تمام و کمال موجود ہے جو آپ نے مجمعۂ خم غدیر میں ارشاد فرمایا تھا۔ ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی درج ہے اور اُس کا ایک حصّہ یہ ہے۔

(۷) "اے گروہِ مردم بتحقیق تم لوگ بہت زیادہ ہو کہ مجھ سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرو اور مجھ کو اللہ عز و جل نے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری زبانون سے اقرار لون ساتھ اُس چیز کے کہ منعقد کی ہے مین نے اور عہد لیا ہے علیؑ کے واسطے امارتِ مومنین کا اور بعد اس کے جو لوگ آئیں آئمہ کہ وہ بھی مجھ سے اور علیؑ سے ہون گے۔ میں نے تم کو اس سے آگاہ کر دیا ہے کہ بتحقیق ذریت میری علیؑ کی پشت سے ہے پس کہو تم سب ملکر کہ ہم سننے والے ہیں اور اطاعت

کرنے والے ہیں اور راضی ہیں تابعدار ہیں اُس چیز کی کہ پہونچائی تونے ہمارے پروردگار کی جانب سے علیؑ و اولاد علیؑ کے باب میں جو اُس کی پشت سے ہون گے۔ یعنی آئمہ بیعت کرتے ہیں ہم تیری اور اُس کی اپنے دلون سے اور اپنے کانون سے اور اپنی زبانون سے اور اپنے ہاتھون سے اور نہ شک لائیں گے ہم اور نہ شُبہ لائیں گے ہم اور نہ پھریں گے ہم عہد سے اور نہ توڑیں گے ہم پیمان کو اطاعت کریں گے ہم اللہ کی اور اطاعت کریں گے ہم تیری اور علیؑ کی جو امیرالمومنین ہے اور اُس کی اولاد کی جو آئمہ ہیں جن کا تونے ذکر کیا ہے اپنی ذریت سے جو علیؑ کی پشت سے ہون گے یعنی حسنؑ اور حسینؑ"

(۸) اب دیکھیے جناب رسالتمآب کی یہ تقریر اس کلام خدا "میثاقہ الذی واثقکم بہ" سے اور حضرات کی اس تقریر کو سُنکر سمعنا واطعنا کہنا جس کا کلام الٰہی میں ارشاد کیا گیا ہے کس قدر مطابق واقعہ ہے۔ یہی واقعہ ہے جسے خداوند عالم یاد دلاتا ہے پھر اپنی نعمت یعنی ولایت علیؑ ابن ابی طالب کا ذکر کرتا ہے اور پھر ارشاد کیا ہے اللہ و رسولؐ سے اقرار و میثاق کرنے کے بعد جو مخالفت تمہارے سینون میں بھری ہوئی ہے اُس کو خداوند عالم خوب جانتا ہے پس ڈرو تم اللہ سے (۹) اور یہ میثاق جس کو یاد دلایا اور اُس کی مخالفت سے ڈراتا ہے وہی عہد تو ہے جس کی وفا کی تاکید ابھی اوپر آیت نمبر ۷ میں ہوئی ہے یا ایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود سے ؎

آیت نمبر ۳ ۸ سورۂ مائدہ رکوع ۲

ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنا عشر نقیبا۔ اور ہمنے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور انمیں ۱۲ سردار پیدا کئے (۱) اس آیت میں دو امر کی اطلاع ہے ایک تو بنی اسرائیل سے عہد لینا دوسرے انمیں سے ۱۲ نقیبونکا مبعوث کرنا عہد میثاق کی نسبت تو آیہ نمبر ۲۴ سورہ آل عمران میں کامل بحث کی جا چکی ہے کہ وہ اقرار کون تھا اور ثابت کر دیا گیا ہے کہ اقرار رسالت نبی آخر الزمان و امامت آئمہ علیہم السلام کا تھا (۲) اب ہا نقیبون کا تقرر اور اُن کی بعثت۔ اس ارشاد سے ایک فایدہ تو یہ برآمد ہوا کہ تقرر خلیفہ و نقیب خاص خدا کا ہی کام ہے (۳) دوسرے جب ہم اس ارشادِ نبی پر نظر کرتے ہیں کہ لا یزال ھذا الامر قائماً حتی تقوم الساعۃ ویکون فیہ اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش (۴) اس آیت سے کس قدر ثابت پائی جاتی ہے اور امامت آئمہ اثنا عشر کی جانب کیا لطیف اشارہ

نکلتا ہے کیونکہ حضرت پیغمبرؐ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ جو کچھ اُمم سابقہ میں ہوا ہے وہ میری اُمت میں ضرور ہوگا یعنی بنی اسرائیل میں اگر بارہ نقیب گذرے ہیں تو میری اُمت میں بھی ایسے ہی نقیب اُور خلفاء منجانب خدا متعین ہوں گے۔

(۶) چنانچہ حدیث مذکورہ لایزال الخ سے یہ امر ظاہر ہے اور بعضوں نے اس حدیث کے آخر میں بعدد نقباء بنی اسرائیل اور بھی زیادہ روایت کیا ہے (۷) پس اس آیت کے دونوں جزو سے آئمہ اثنا عشر کی حقانیت اور منجانبِ خدا ہونے کی خبر نکلتی ہے جس کی تصدیق حدیثِ رسول اللہ سے ہو گئی یہ حدیث بطریق اہل سنت ہے (۸) اور بطریق شیعہ کتاب اربعین فی فضائل امیر المومنین میں اس حدیث کو نہایت شرح و بسط سے لکھا ہے جس کا ترجمہ مؤلف کا کیا ہوا بقدر ضرورت لکھا جاتا ہے۔

نظم

مروی ہے انس سے کہ ہے ارشاد مصطفٰیؐ // فرمایا جب فلک پہ میں معراج میں گیا
تب مجھکو وحی ایزدِ باری سے یہ ہوئی // مخلوق سب یہ خلق تھی جس وقت میں نے کی
ڈالی نگاہ خلق پہ تب میں نے اے رسول // تب خلق میں پسند کیا تجھ کو اور قبول
بارِ دوئم جو خلق پہ میں نے نگاہ کی // سب میں پسند میں نے کیا مرتضیٰ علیؑ
پھر جانبِ خدا سے یہ آئی مجھے ندا // کیا چاہتے ہو دیکھو گے تم اپنے اوصیا
کی عرض چاہتا ہوں کہ دیکھوں میں نور وہ // فرمایا سر اُٹھا کے تم ان سب کو دیکھ لو
جب سر اُٹھایا دیکھے یہ انوارِ کبریا // یعنی علیؑ و فاطمہؑ شبیرؑ و مجتبےٰؑ
سجادؑ اور محمدؑ و جعفرؑ ہیں رہنما // پھر کاظمؑ و رضاؑ و تقیؑ دین کے پیشوا
پھر ہے نقیؑ تو پھر ہے حسن عسکریؑ کا نور // قائمؑ کا نور نجم سا رخشاں ہے دُور دُور
یہ ہیں تمہارے بعد امام اور رہنما
ہونگے یہ تیری نسل سے پاکیزہ مقتدا

آیت نمبر ۴۸ سورہ مائدہ رکوع ۳

قد جاءکم من اللہ نورٌ وکتابٌ مبینٌ تحقیق آئی تمہارے پاس خدا کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر یعنی تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے ایک نور اور کتاب واضح و روشن کو ظاہر فرمایا۔

(۱) اس میں کسی طرح کا کلام نہیں ہو سکتا کہ اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور نور سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (۲) اور خود حضرت کا ارشاد موجود ہے اوّل ما خلق اللہ نوری۔ (۳) مگر ساتھ ہی اس کے ہم حدیث نور پر نظر ڈالتے ہیں جو جناب امیر المومنینؑ کا بھی اس نور میں کافی حصہ نظر آتا ہے اور حضرت رسول اللہ کا یہ ارشاد نظر پڑتا ہے انا و علیؑ من نورٍ واحد۔ (۴) اور دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ہے انا کالشمس و علیؑ کالقمر۔ میں آفتاب ہوں اور علیؑ مہتاب (۵) پس آیۂ زیر بحث میں جو کتاب کے ساتھ نور کا ذکر آیا ہے اس سے جناب حضرت محمد مصطفیٰ اور علیؑ مرتضیٰ مراد ہیں بلکہ پنجتنِ پاک اور آئمہ ہدیٰ بھی اس میں شامل ہیں۔

(۶) ایک نہایت لطیف نکتہ اس آیت میں یہ نکلتا ہے کہ نورِ پنجتنِ پاک و آئمہ ہدیٰ اور کتاب الٰہی کا ذکر ایک ہی ساتھ ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہی دونوں چیزیں ہادی اُمت ہیں۔

(۷) اور رسول اللہ نے بھی آخری وقت دوسرے لفظوں میں اسی ہدایت کی طرف متوجہ ہونے کی تاکید کی ہے اور فرمایا ہے انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی۔ یہ وہی ثقلین ہے جسے کتابِ الٰہی میں نور اور کتاب مبین سے تعبیر کیا گیا ہے اور دونوں کی ہمراہی اس سے ظاہر ہے۔ (۸) اور رسول اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے ولن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض یعنی یہ دونوں آپس میں جدا نہ ہونگے حتیٰ کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں (۹) جس جگہ نورِ نبی کا ذکر ہے وہاں پنجتنِ پاک اور آئمہ طاہرین اُن کے نور میں شامل ہیں چنانچہ آیت نمبر ۳۰ میں ابھی معلوم ہو گیا کہ معراج میں وہ ۱۲ انوار آپ کو دکھلائے گئے

آیت نمبر ۵ سورۂ مائدہ رکوع ۳

یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور ویھدیھم الی صراطٍ مستقیم۔

(۱) یہ آیت اپنے ماقبل کے تابع ہے جس میں کتاب و نور یعنی قرآن و اہل بیت کا ذکر ہے جس کی

مطابقت حدیثِ ثقلین سے ہو چکی ہے (۲) یعنی خدا نے دو چیزیں ہدایت کے لئے بھیجی ہیں اور انہیں دونو کی مطابعت کا حکم دیا ہے پس جس نے اس حکم کی پیروی کی وہی ہدایت یافتہ ہے (۳) اسی کے بارہمیں خدا تعالےٰ فرماتا ہے یہدی بہ اللّٰہ یعنی خداوند عالم ہدایت کرتا ہے اسی نور اور کتاب کے ذریعے سے اس کو جو اُس کی رضامندی کی مطابعت کرتا ہے اور رضامندی خدا کی اسی میں ہے کہ جو ہادی اُس نے مقرر کیئے ہیں اُن سے ہدایت حاصل کیجائے یہی اطاعتِ خدا ہے (۴) جیسا کہ رسول اللّٰہ نے فرمایا ہے مَنْ اطَاعنِی فقد اطاع اللّٰہ ومن اطاع علیاً فقد اطاعَنِی. نتیجہ یہ نکلا کہ علیؑ کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت ہے اور رسولؐ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔(۵) اُسی کو خداوند عالم فرماتا ہے کہ جس نے خدا کی اطاعت کی "اُس" کی ضمیر خدا کیطرف ہے اور اسلام تسلیم کرنے کو کہتے ہیں کہ جس طرح حکم ہو اُسی طرح تسلیم کریں (۶) اور طریقہ اسلام کا خدا نے بتا دیا ہے۔ انما ولیکم اللّٰہ کہ مالک تمہارا خدا ہے یا رسولؐ ہے یا وہ مومن ہے جو ایمان لایا نماز پڑھتا ہے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے (۷) اور اجماع مفسّرین سے معلوم ہوا ہے کہ یہ آخر الذکر بزرگوار علی ابن ابی طالب ہیں تو اب اطاعتِ خدا در سول و اہلبیت اسلام کا طریقہ مقرر ہوا اُسی کو دوسری جگہ یوں فرمایا ہے اطیعوا اللّٰہ واطیعُوا الرسُول واولی الامر منکم۔ پس انہیں کی اطاعت کرنے والون کے لئے فرمایا ہے۔ کہ نکالتا ہے اُن کو کفر و نفاق کے اندھیروں سے نور ایمان اور محبت اہلبیت کی طرف (۹) اور باذنہ سے یہ مطلب ہے کہ حکم سے اپنے یعنی شیطان کا اُس میں کچھ دخل نہیں اپنی طرف سے ان کو صراط مستقیم کیطرف ہدایت کرتا ہے اور صراط مستقیم آیہ نمبر ا سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں ظاہر ہو گیا ہے کہ طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے پس یہ تمام آیت پیروانِ حکم خدا و رسولؐ و اہل بیت سے تعلق رکھتی ہے۔

آیت نمبر ۸۶ سورۂ مائدہ رکوع ۶

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللّٰہ سے ڈرو اُس کی جانب وسیلہ تلاش کرو اُس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(۱) اس آیہ متبرکہ میں وسیلہ تلاش کرنے کا حکم صادر ہوا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو کوئی کام دنیا و دین کا وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں اگر خدائے تعالیٰ بھی ارادہ کرتا۔ کہ تمام خلقت مجھکو پہچانے اور میرے غیر کی پرستش نکرے تو اس ارادے کو یون بھی پورا کرسکتا تھا کہ انسان کے دل کو فطرۃً اپنی طرف مائل اور اپنے غیر کیطرف سے متنفر کردیتا کیونکہ وہ ہر ایک امر پر قادر ہے اور اس صورت میں بھی مقصد بطریق اولیٰ پورا ہوجاتا (۲) مگر اُس نے اشاعت دین کے لئے پیغمبرون کو وسیلہ مقرر فرمایا اور پیغمبرون کے اور اپنے درمیان میں فرشتون کو مقرر کیا۔ فرشتون نے حکم خدا پیغمبرون کو پہونچائے اور اُنھون نے اُمت کے سامنے پیش کئے (۳) یہ امر بغیر وسیلہ کے بھی پورا ہوسکتا تھا مگر نہیں حکیم مطلق کی مشیت اسی کی مقتضی ہوئی اسی طرح مغفرت کے لئے بھی حضرت شفیع المذنبین اور اُن کے اہل بیت کو وسیلہ مقرر فرمایا چنانچہ حضرت رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ میری اہل بیت اہل زمین کے لئے باعث امان ہیں جیسے کہ ستارے اہل آسمان کے واسطے۔

اِسی مضمون کو خداوند تعالےٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ رضامندی خدا کے لئے وسیلہ تلاش کرنا چاہیئے جس کو وسیلہ مل گیا اِسی کو رضامندی خدا حاصل ہوگئی۔

(۴) تفسیر عمدۃ البیان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں وسیلہ ڈھونڈو تم خدا کی طرف اُس کی رضامندی کے طلب کرنے میں کہ اُس کی قضا پر راضی ہو اور اُس کی نازل کی ہوئی بلا پر صبر کرو (۵) اور فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اولادِ حسینؑ میں سے جو آئمہ ہیں جس نے ان کی مطابعت کی اُس نے خدا کی مطابعت کی اور جس نے اُن کی نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی اور وہی ہیں دستاویز مضبوط اور وسیلہ طرف خدا کے۔

(۶) خود قرآن مجید کی آیہ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً اس مضمون کو ظاہر کررہی ہے اور رسولخدا نے فرمایا ہے کہ حبل اللہ قرآن اور میرے اہل بیت ہیں۔

(۷) انس ابن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وسیلہ ایک حجاب ہے درمیان بندے کے اور خدا کے اور وہ علیؑ ابن طالب ہے پس جو بندہ اُس کو اپنے لئے وسیلہ بنائے اُسے خداوند عالم اعلیٰ درجہ پر پہونچاتا ہے۔

(۸) دوسری حدیث کتب اہل سنت میں منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ کوئی شخص صراط پرسے

گذرنے نہیں پائیگا جب تک جناب امیر علیہ السلام کی طرف سے اُس کے پاس پروانہ راہ داری موجود نہ ہو۔

(۹) خود حضرت امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ بہشت میں دو گھر مومنوں کے ہیں کہ رفعت اُن کی عرش کے برابر ہے اور ہر ایک کے اوپر ستر بالاخانے ہیں۔ سفید تو اُن میں سے وسیلہ داران محمدؐ اور اہلبیت محمدؐ کے لئے ہے اور زرد وسیلہ داران ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ کے لئے پس ثابت ہو گیا کہ جس وسیلہ کیطرف رجوع کرنے کو خداوند عالم اپنی رضامندی کا موجب قرار دیتا ہے وہ وسیلہ محمدؐ و آل محمدؐ و آئمہ اثنا عشر ہیں اور آل ابراہیمؑ بھی وہی ہیں۔

آیت نمبر ۸۷ سورۂ مائدہ رکوع ۸

ص ۱۸۵/۷

یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم۔

اے ایمان والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے (تو کچھ پروا نکرو) پس عنقریب خداوند عالم ایک قوم کو لادیگا جنہیں وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اُس کو دوست رکھتے ہیں وہ مومنین کے سامنے فروتنی کرنے والے ہیں کافروں پر سخت ہیں راہ خدا میں جہاد کریں گے انہیں کسی ملامت کرنے والے کی پروانہ ہوگی یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑا کشائش والا اور جاننے والا ہے۔

(۱) حاشیہ قرآن و تفسیر عمدۃ البیان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہ اوصاف جو اس آیت میں مذکور ہیں کلیتہً جناب امیر علیہ السلام کی ذات والا صفات میں پائے جاتے ہیں۔

(۲) صفت اول یحبھم و یحبونہ روایت عامہ و خاصہ میں لکھا ہے کہ جناب صلعم کے پاس ایک مرغ بریان بطور تحفہ آیا حضرت نے اُسے تناول فرمانے سے پہلے دعا کی خداوندا میرے پاس اُس شخص کو بھیج جو خلق میں سب سے زیادہ تجھے محبوب ہو تاکہ وہ میرے ساتھ اس مرغ کو تناول

کرے اس دُعا پر جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت کے ہمراہ اس کو نوش کیا۔ اس سے
ثابت ہوگیا کہ جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کوئی بندہ محبوب ہی نہیں تھا جسے خداوند عالم بھیجتا
اور وہ حضرت کے ہمراہ کھانے میں شریک ہوتا۔ یہ حدیث حدِ تواتر کو پہونچی۔ سوانح عمری جناب امیر
صفحہ ۶۲۲ (۳) اس صفت کی زیادہ تر وضاحت قصہ روز خیبر سے بھی ہوتی ہے جسے تمام مورخین باتفاق
نقل کرتے ہیں کہ شیخین علمدار لشکر ہو کر فرار کر آئے تو حضرت نے فرمایا۔ لاعطین الرایۃ غداً رجلاً
کرّاراً غیر فرار یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ۔ میں کل کے دن ایسے شخص کو علم لشکر
دونگا جو کرار غیر فرار ہے خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اُسے دوست رکھتے ہیں
چنانچہ دوسرے دن آپ کو علم لشکر عطا ہوا اور آپ کے ہاتھوں پر فتح خیبر واقع ہوئی۔
(صفت دویم) اذلۃٍ علی المومنین یعنی مومنین سے بتواضع و نرمی پیش آنا یہ تو خاص جناب
امیر علیہ السلام کی عادت تھی جس کی صدہا مثالیں موجود ہیں منجملہ ان کے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک عورت
کی مشک اُس کے کندھوں سے لے لی اور اُٹھا کر اس کے گھر تک پہونچائی۔ اور آردِ جَو جو اپنا قوت تھا
معہ کچھ گوشت کے اُس کے بچوں کے لئے لے گئے وہ عورت آٹا خمیر کرتی تھی۔ اور آپ اس کے بچوں کو بہلاتے
تھے اور آگ بھی روشن کرتے جاتے تھے اتنے میں ایک ہمسائی نے دیکھ لیا جو حضرت کو پہچانتی تھی دیکھکر
حیران ہوئی اور اس عورت سے کہا او جاہل عورت یہ تو کس سے اپنا کام لیتی ہے یہ تو امیر المومنین ابو السبطین
شوہر بتول برادر رسول اور امام المتقین ہے یہ سن کر وہ عورت سخت نادم ہوئی مگر آپ نے فرمایا نہیں
کوئی مضایقہ نہیں جب تجھے ضرورت ہو مجھ سے کہدیا کر۔
(۵) ایسا ہی قصہ مقداد صحابی کا ہے کہ حضرت نے پے در پے تین فاقے اہلبیت پر گزرنے کے بعد ایک درہم
قرض حاصل کیا تھا اور مقداد کو حالتِ پریشانی میں دیکھکر وہ درہم اُس کے حوالے کر دیا۔ یہی واقعہ
یوثرون علی انفسہم ولو کان بھم خصاصۃ کا شانِ نزول ہے حقیقۃً ایسا رحیم درد مند اور
مومنین کا غمخوار کافہ مسلمین میں اور کوئی شخص نہیں گزرا۔
(۶) صفتِ سویم اعزۃٍ علی الکافرین۔ یہ صفت جناب امیر علیہ السلام میں اس قدر بیّن ہے
کہ کبھی کسی کافر سے عاجز نہیں ہوئے آپ کا سکہ بہادرانِ عرب کے دلوں پر کندہ تھا اور بڑے
بڑے شجاعان کفار آپ کے نام سے تھراتے تھے اور رسول خدا کفار کو علیؑ کی تلوار سے ڈرایا کرتے تھے۔

دیکھو حدیث خاصف النعل جس کا مفہوم یہ ہے اے قریش باز آجاؤ۔ ورنہ تم پر ایسے شخص کو بھیجونگا کہ وہ تم کو قتل کریگا۔ تمہاری عورتوں اور تمہارے بچوں کو لونڈی غلام بنا لیگا۔ بالاتفاق یہ حدیث جناب امیرؑ کی شان میں ہے

(۷) صفتِ چہارم: جہاد فی سبیل اللہ۔ یہ صفت تو جناب امیر علیہ السلام کی ذات پر ختم ہوگئی کہ تنِ تنہا نے لشکروں کے منہ پھیر دیئے۔ صدہا صفیں تہ تیغ کیں اور اس قدر جنگ و کارزار کی کہ فرشتوں نے آواز دی لافتیٰ اِلّا علیؑ لاسیف اِلّا ذوالفقار۔ اور خود خداوند عالم اس جہاد کی مدح فرماتا ہے جیسا کہ آیۂ کمن آمنا باللّٰہ والیوم الآخر الخ کی بحث میں ہم لکھ آئے ہیں

(۸) صفتِ پنجم لایخافون لومۃ لائم۔ اس صفت کا مصداق بھی آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ حکم خداتعالےٰ جاھد الکفار والمنافقین۔ جو رسولؐ کے سامنے انجام کو نہیں پہونچا اس کی تعمیل آپ ہی پر منحصر ہے جیسا کہ حدیثِ رسولؐ سے ظاہر ہے کہ علیؑ جنگ کریگا ناکثین و مارقین و قاسطین سے (دیکھو جب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام) جب اس کی تعمیل آپ نے فرمائی تو بہت لوگ آپ کے مخالف ہو کر کہنے لگے کہ اہل قبلہ پر کیوں تلوار نکالی جاتی ہے مگر آپ نے بمقابلہ حکم خدا و رسولؐ ان طعن کرنے والوں کی کچھ پروا نہ کی

سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۲۴ پر منقول ہے فرمایا رسولؐ اللہ نے ایک شخص تاویل قرآن پر لاالٰہ کہنے والوں سے جہاد کریگا جیسا میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا اور لوگ اُس ولی خدا پر طعنہ زنی کریں گے اور دریافت کیا وہ کون ہے تو معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ ہیں۔

(۹) یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اس سے زیادہ اور کیا فضل خدا ہوگا کہ رسول اللہ کا کام آپ کے ہاتھوں انجام پایا۔ واللہ واسعٌ علیم۔ یہ وسعت خداوندی آپ کی ذریت کے باب میں ظاہر ہوگئی باوجودیکہ بنی امیہ اور بنی عباس کی تلواروں نے کوئی دقیقہ اُن کے مٹانے میں باقی نہیں رکھا زندہ دیواروں میں چنے گئے اُن کے خون سے گارا بنا بنا کر عمارتوں میں صرف ہوا مگر وسعت خداوندی کو دیکھو کہ اس نسلِ متبرک میں کمی نہ آئی بلکہ آج اقطارِ عالم جہاں جہاں مسلمان پائے جاتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی سید بھی ضرور موجود ہے۔

اور خدا علیم ہے اس بات کا کہ کون کون من یرتد منکم عن دینہ میں داخل ہونے والے ہیں

آیت نمبر ۸ سورۂ مائدہ رکوع ۸

انما ولیکم اللہ و رسولہٗ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ سوائے اِس کے نہیں کہ ولی تمہارا اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایسے لوگ جو نماز کو قایم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(۱) یہ آیت اصل عقیدہ مذہبِ حق اور دین خدا کی تعلیم دیتی ہے اگر اس آیت پر کُل اہل اسلام کا عمل ہوتا تو تہتّر فرقے اِسلام کے نہ ہوتے۔ (۲) اس آیت کی تعلیم یہ ہے کہ تمہارے ولی یا حاکم یا امیر جنکے حکم کی تعمیل تم پر واجب ہے وہ صرف تین شخص ہیں اس تعداد حکام کو قرآن میں جُدا جدا مختلف صورت اور مختلف عبارت اور مختلف طریقے سے بیان کیا ہے اور رسولؐ خدا نے بھی اپنی حدیثون میں اس امر کا اظہار فرمایا اُس حکم کی نافرمانی میں عذابِ خدا سے ڈرایا اور اُس کی تعمیل میں انعام خداوندی کا اُمیدوار بنایا ہے تفصیل ان حکام کی اطاعت کی یہ ہے (۳) اول کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ ولی اللہ جو دروازہ جنت پر لکھا ہوا ہے جیسا کہ کتاب اربعین فی فضایل امیر المومنین کے صفحہ ۱۲۲ پر حدیث جابر ابن عبداللہ انصاری سے نقل کی ہے قال رسول اللہ صلعم مکتوب علیٰ باب الجنۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ اِخوہ ولی اللہ اور صفحہ ۳۴ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں بھی مکتوب بالذھب لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ اخوہ ولی اللہ (۳) اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۴ پر بحوالہ کتاب مناقب خوارزمی ابن عباس سے یہ منقول ہے قال رسولؐ اللہ لما عرج بی الی السماء رأیت علیٰ باب الجنۃ مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علی جنب اللہ۔

(۴) اسی کتاب کے صفحہ ۹۹ پر مناقب خوارزمی سے یہ حدیث جناب امیرؑ سے نقل کیگئی ہے قال رسول اللہ اتانی جبرئیلؑ و نشر جناحیہ فاذا فیھا مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ و علیؑ وصی فرمایا رسول اللہ نے کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور اپنے پر کھولے تو لکھا تھا پر دن کے اوپر نہیں کوئی اللہ مگر اللہ محمدؐ رسول اللہ ہے علیؑ بھائی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا (۵) کتاب سوانح عمری میں بطور حدیث قدسی یہ کلمات مختلف الفاظ میں بیان ہوئے ہیں مثلاً لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ اخی رسول اللہ (ص ۴) لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک

لہٗ و محمدؐ عبدی و رسولی و ایدتہ بعلیؑ ابن ابی طالب (۱۲) لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول
اللہ و ایدتہ و نصرتہ بعلی (۱۳) لا الہ الا اللہ محمدؐ نبی الرحمۃ و علیؑ مقیم الحجۃ (۱۴) لا
الہ الا اللہ محمدؐ حبیب اللہ و علیؑ ولی اللہ (۱۵) نیز خدا وند عالم کا یہ ارشاد انا ربکم و محمدؐ
نبیکمؐ و علیؑ امیرکم جس کی سند کتاب اربعین میں حدیث نمبر ۱۵ کے ذیل میں کتاب جواہر السنۃ
سے نقل کی گئی ہے جس کا ترجمہ خود مؤلف کی زبانی یہ ہے۔

نظم

اِس طرح دیلمی نے ہے فردوس میں لکھا — مضمون یہ اُس نے نقل حذیفہ سے ہے کیا
کہتے ہیں وہ کہ بولے رسول فلکِ سریر — جانیں جو لوگ یہ کہ علیؑ کب ہوئے امیر
قایل ہوں تب علو جناب امیرؑ کے — منکر نہ ہوویں فضل شہ قلعہ گیر کے
آدمؑ تھے آب و گِل ہیں تو حیدرؑ امیر تھے — موسوم اس لقب سے بحکم قدیر تھے
جب قدسیوں سے عہد یہ اللہ نے لیا — اِن سے کہا الست اُنہوں نے کہا بلٰے
فرمایا کردگار نے میں رب ہوں جانو تم — احمدؐ نبیکم و علیؑ امیرکمؐ

اس احادیث قدسیہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ انہیں تین حاکموں کی اطاعت ہر ایک فرد بشر پر
واجب ہے اور انہیں کا ذکر آیۂ زیر بحث میں ہے (۶) علاوہ ازیں قرآن کی اور آیات بھی اسی اطاعت پر
دلالت کرتی ہیں جیسا کہ آیۂ نمبر ۶۹ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الخ و آیہ نمبر ۲۳ الذین یکفرون بایات
اللہ الخ میں اس امر کو دکھایا گیا ہے اور آیندہ آیات میں بھی اس پر روشنی کامل ڈالی جائیگی (۷)
المختصر یہ آیت ایک ایسی آیت ہے جس پر سب اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ سوائے جناب امیر علیہ السلام کے کوئی
دوسرا شخص حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینے والا دُنیائے اسلام میں پایا نہیں گیا۔ پس یقیناً جناب امیرؑ
اس آیت کی رو سے مولائے مومنین ہیں۔
(۸) اور خدا و رسولؐ کے بعد مسندِ حکومت و امارت آپ ہی کے لئے زیبا اور مناسب ہے خود جناب رسولِ خدا
صلی اللہ علیہ و آلہ نے اس آیت سے آپ کی خلافت پر استدلال فرمایا ہے چنانچہ خطبۂ غدیر سے یہ امر
واضح ہوتا ہے جو کتاب تواضب الاسیاف میں تمام و کمال درج ہے اور یہاں بقدر ضرورت اس کا مفہوم

درج کیا جاتا ہے۔" اے گروہ مردم خداوند تعالیٰ نے جو مجھپر نازل فرمایا میں نے اُس کے پہونچانے میں کبھی قصور نہیں کیا میں تم سے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بیان کرتا ہوں کہ جبرئیل امین تین مرتبے میرے پاس آئے اور ہر مرتبہ پروردگار کی جانب سے جو ہمیشہ حی و قایم ہے بعد سلام کے حکم کرتے تھے کہ میں اس مجمع میں کھڑا ہو کر ہر ایک گورے اور کالے ہر ایک متنفس کو اس بات سے آگاہ کردون کہ علیؑ ابن ابی طالب میرا بھائی ہے میرا وصی ہے میرا خلیفہ ہے میرے بعد امام ہے اور ایسا امام ہے جس کا مرتبہ مجھ سے ایسا ہی ہے جیسا ہارون کا موسیٰ سے اِلّا یہ کہ میرے بعد نبی نہیں ہو سکتا اور (وہ علیؑ ابن ابیطالب) اللہ ورسولؐ کے بعد تمہارا ولی ہے اور اللہ جل جلالہٗ نے اِس کی بابت یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ سوائے اِس کے نہیں کہ ولی تمہارا اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ اور وہ مومن جو نماز کو قایم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور علیؑ ابن ابی طالب نے نماز کو قایم رکھا اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی اور علیؑ ہر حال میں خداوند عالم کی خوشنودی چاہتا تھا۔ میں نے جبرئیلؑ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھکو تمہاری طرف حکم پہونچانے سے باز رکھے کیونکہ اے گروہ مردم میں متقین کی قلت منافقین کی کثرت گناہگاروں کی مخالفت سے واقف تھا کہ جن کی کیفیت اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے۔

صفحہ ۸۷

(۹) اب ہم اس تحریر کو اس مقام پر درج کرتے ہیں جو صاحب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام نے اس آیت کے تحت میں درج فرمائی ہے اور چونکہ وہ سنی المذہب ہیں لہذا انہوں نے کوئی مضمون کتب شیعہ سے نہیں لیا۔ آیات فضایل کی فہرست کے نمبر ۹ پر اس طرح رقم فرماتے ہیں۔ اِنّمَا ولیکم اللّٰہ الخ ترجمہ اس کے نہیں کہ تمہارا رفیق اللہ اور اُس کا رسول ہے اور وہ لوگ کہ ایمان لائے نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں درحالیکہ وہ رکوع کئے ہوئے ہیں۔ ابن عباس نے ایک طویل روایت ابوذر سے کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز میں جناب رسالتمآبؐ کے ساتھ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک سایل نے آکر سوال کیا اور کسی نے اُسے کچھ نہ دیا۔ سایل آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگا اے خدا گواہ رہیو میں نے تیرے رسول کی مسجد میں سوال کیا تھا مجھے کسی نے کچھ نہ دیا جناب امیر علیہ السلام رکوع میں تھے سایل کیطرف اپنے دہنے ہاتھ کی چھنگلیا سے اشارہ کیا اُس میں انگوٹھی تھی۔ سایل نے بڑھکر اُتار لی۔ یہ ماجرا دیکھکر حضرت نے جناب الٰہی میں دعا کی الٰہی میرے

بھائی موسیٰ نے تجھ سے دعا کی تھی کہ اے میرے پروردگار میرے سینے کو کھول میرے کام کو آسان بنا میری زبان کی گرہ کھول تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے گھر کے لوگوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اور اُس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر اور اُس کو میرے کام میں شریک کر پس الٰہی تو نے اپنا فرمان اُس پر نازل کیا کہ ہم تیرے بھائی کی وجہ سے تیرے بازو کو قوی کریں گے اور تم دونو کو غالب بنائیں گے الٰہی میں محمدؐ ہون برگزیدہ تیرا ہون پس میرے سینے کو بھی کھول دے اور میرے کام کو آسان کر اور میرے گھر والون میں سے علیؑ کو میرا وزیر بنا اور اُس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر ابوذر رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ ابھی حضرت نے دُعا کو ختم نہیں کیا تھا کہ جبرئیل امین تشریف لائے اور کہنے لگے یا محمدؐ پڑھ۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ الخ۔

(۱۰) دوسرا طریقہ۔ ابن عباس نے حال عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہٗ کا لکھا ہے کہ اپنی قوم کے چند مسلمان بھائیون کے ساتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگے یارسول اللہ گھر ہمارے بہت دور ہیں اور سوائے اِس مجلس کے ہماری کوئی اور مجلس نہیں جس میں ہم بیٹھ سکیں جب سے ہماری قوم نے دیکھا کہ ہم خدا و رسولؐ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اس کی تصدیق کی ہے اُنھون نے ہم سے ملاقات چھوڑ دی اور عہد کر لیا ہے کہ وہ نہ ہمارے پاس اُٹھتے بیٹھتے ہیں اور نہ ہم سے نکاح کرتے ہیں نہ ہم سے بات چیت کرتے ہیں یہ بات ہم پر نہایت شاق گزری ہے۔ آنحضرت نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ رفیق تمہارا اللہ اور رسولؐ ہے اور وہ لوگ ہیں کہ جو ایمان لائے ہیں یہ فرما کر حضرت مسجد سے تشریف لے گئے اور لوگ ابھی قیام و رکوع میں تھے پس حضرت نے ایک سائل کو دیکھا اور اُس سے پوچھا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے وہ عرض کرنے لگا کہ ہاں مجھکو انگوٹھی دی ہے۔ آپ نے فرمایا کس نے دی ہے اُس نے جناب علیؑ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا اُس شخص نے۔ پوچھا کس حالت میں دی تھی وہ کہنے لگا رکوع کی حالت میں حضرت نے تکبیر پڑھکر اس آیت کو پڑھا۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ الخ۔ کہ جو شخص اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اُن لوگون کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں دوستی رکھتا ہے پس وہی غالب ہونے والا ہے پھر حسان ابن ثابت نے اشعار پڑھے ع۔ اے ابوالحسنؑ تجھ پر میری روح اور جان قربان ہو اور ہر ایک وہ شخص جو ہدایت میں تندہی اور تیزی کرنیوالا ہے پس تو وہ ہے کہ رکوع کی حالت میں بخشتا ہے۔

(۱) تفسیر عمارۃ البیان میں اس آیت کی تفسیر بہت طول طویل ہے اور یہ دونو روائیتیں اسی طرح موجود ہیں علاوہ اس کے وہ لکھتے ہیں کہ خدا نے فرمایا کہ ولی تمہارے تین ہیں ایک خدا اور ایک رسولؐ اور تیسرے وہ مومن جس نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی ہے نہ غیر اس کا اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینا کسی شخص سے وقوع میں نہیں آیا بجز علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اور ہمارے ہاں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سب آئمہ معصومین نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی ہے اِس صورت میں یہ سب اِس آیت میں داخل ہونگے اور جو اعتراض جمع کا لوگوں نے کیا ہے کہ یہ صیغہ جمع کا ہے اِس سے تنہا جناب امیر علیہ السلام کیونکر مراد ہو سکتے ہیں وہ بھی رفع ہو گیا۔

(۲) جناب عمر ابن خطاب سے روایت ہے کہ واللہ میں نے چالیس مرتبہ سایل کو انگوٹھی حالتِ رکوع میں دی کہ میرے واسطے بھی آیت نازل ہو جیسے کہ علیؑ کے واسطے نازل ہوئی مگر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی بھلے مانس اتنا تو سمجھا ہوتا خداوندِ عالم فرماتا ہے واللہ یتقبل مِنَ المتقین۔

(۳) اور کتاب کشف الحجاب کے صفحہ ۱۲۴ پر اس آیت کو آیاتِ فضیلت کے نمبر پنجم پر لکھا ہے کہ یہ آیت بشہادت تفاسیر معتبرہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) کتاب مفاتیح المطالب کے صفحہ ۲۷۵ لغایت ۲۸۶ اس آیت کی بحث کی ہے یہ نصِ خلافت جناب امیر علیہ السلام میں ثابت ہو چکی ہے۔

آیت نمبر ۸۹ سورۂ مائدہ رکوع ۸

ومن یتول اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون۔ اور جس شخص نے دوست اور ولی رکھا خدا کو اور اُس کے رسولؐ کو اور ایمانداروں کو پس حقیقتاً وہ خدا کا لشکر ہے اور وہی غالب ہے۔

(۱) اس آیت میں کچھ ضرورت ثبوت کی نہیں ابھی سلسلۂ کلام ختم نہیں ہوا ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ ولی تمہارے تین ہیں ایک اللہ دوسرا رسولؐ تیسرا حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینے والا مومن (۲) اور یہ آخر الذکر بزرگوار باتفاقِ سنی و شیعہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور نبیؐ نے انہیں کو بتا دیا ہے کہ علیؑ میرے بعد تمہارا ولی ہے (۳) تو اب خداوند تعالےٰ اپنے حکم کی تعمیل پر رضامندی ظاہر کرتا ہے

اور یہ بشارت دیتا ہے کہ جس نے ان احکام کو دل سمجھا دہی تو خدا کا لشکر ہے جس کا سالار علیؑ ابن طالب ہے (۲) اور چونکہ سردار لشکر کا لقب غالب کل غالب ہے اس واسطے یہ لشکر بھی غالب ہوا (۳) علاوہ ازین اس آیت سے تولا و تبرا کے معنے پورے پورے سمجھ میں آتے ہیں اور اسی مضمون کی اور آیات بھی قرآن میں بکثرت موجود ہیں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت لوگون کے دلون میں فساد و عناد سرایت کئے ہوئے تھا صرف رسول اللہ سے ظاہری موافقت کرنے پر مجبور تھے وہ بھی آپ نے آئندہ مفاد کو مد نظر رکھکر خاندان رسولؐ کی تخریب کے درپے تھے اور اس برگزیدہ خاندان کی بربادی پر اپنی بہبودی منحصر کر رکھی تھی (۶) اور خداوند عالم نے اسی خاندان کو برگزیدہ فرمایا تھا جیسا کہ آیہ ان اللہ اصطفیٰ آدم الخ میں ہم لکھ آئے ہیں (۷) اسی خاندان کے نفوس دین الہی کے حاکم مقرر ہوئے تھے انہیں کی شان میں آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں انہیں کا تولا کا حکم ہے اور انہیں کے مخالفین سے بیزاری کی تاکید کی گئی ہے (۸) اسی لئے جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ قرآن کا چوتھا حصہ ہماری مدح و ستائش میں ہے اور چوتھا حصہ ہمارے دشمنون کی مذمت میں۔

(۹) عاقل خبیر بخوبی جان سکتا ہے کہ آیۂ زیر بحث تولائے خدا اور رسولؐ و اہلبیت میں نازل ہوئی ہے مگر افسوس اُمت نے بعد رسولؐ خدا باستثناء اخیار اُمت جو کیا سو کیا نہ احکام خداوندی کا خیال نہ روز جزا کا دھیان فسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلبٍ ینقلبون۔

آیت نمبر ۹ سورۂ مائدہ رکوع ۱۰

یٰایّھا الرسول بلّغ ما اُنزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلّغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس اے رسولؐ اس حکم کو پہونچا دے جو تیرے پروردگار کیجانب سے تجھپر نازل ہوا ہے اور اگر تو نے ایسا نکیا تو گویا خدا کی رسالت ہی نہیں پہونچائی اور اللہ تجھے آدمیون کے شر سے بچائے گا۔ دیکھو کتاب سوانح عمری صاحب الامرؑ ۲۱ ص ۳۷ طبع ثانی

(۱) یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کا حکم لوگون کے سنا دینے پر تاکید کرتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے کہ اس اُمت کو صاف طور سے سنا دے کہ میرے بعد میرا خلیفہ جس کو مالک یا آقا یا حاکم یا مولیٰ سمجھنا چاہئے وہ علیؑ ابن ابیطالب ہے (۲) اصل یہ ہے کہ قریش کے دل میں حضرت امیر علیہ السلام کی طرف سے ایسا کینہ بیٹھا ہوا تھا کہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بخوبی جانتے تھے اس لئے آپ کو اس حکم کے اظہار میں تامل تھا ورنہ آپکی دلی خواہش یہی تھی جیسا کہ آیۂ انما ولیکم اللہ کی بحث میں بیان ہوچکا ہے کہ آپ نے دُعا کی بارالہا میں محمد ہون تیرا برگزیدہ ہون میرے سینہ کو کھول دے میرے کام کو آسان کر اور میرے گھر والون میں علی کو میرا وزیر بنا اور اس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر (۳) اسی دُعا کے الفاظ کو مدنظر رکھکر سورۂ الم نشرح کے الفاظ کو دیکھنا چاہیئے ۱ دعا میں ہے میرے سینے کو کھول دے خداوند عالم فرماتا ہے الم نشرح لک صدرک کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا یعنی کھول دیا۔ ۲ دعا میں ہے میرے کام کو آسان کر ارشاد باری ہے اِنّ مع العسر یسراً بیشک سختی کے ساتھ آسانی ہے اور اس فقرے کو مکرر فرمایا مطلب یہ کہ جب تم نے دعا کی تھی تو قوم نے تم پر سختی کر رکھی تھی اور اب وہ تمہارے قبضۂ اقتدار میں آگئی ہے اور اب تمہارے لئے آسانی ہوگئی ہے ۳ دعا کا فقرہ ہے میرے گھر والون میں سے علیؑ کو میرا وزیر بنا اور اس سے میری پشت کو قوی کر اور اس سورہ میں ہے ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک ہم نے تجھ سے وہ بوجھ اُٹھا لیا جس سے تیری کمر ٹوٹی جاتی تھی ۴ اب دیکھیئے وزیر بھی بوجھ اُٹھانے والے کو کہتے ہیں چونکہ سلطنت کا بار تمام وزیر پر ہوتا ہے اس لئے اس کو وزیر کہتے ہیں اور رسول اللہ کی بھی یہی دُعا تھی کہ یہ بار رسالت ایسا ہے کہ تنہا مجھے اس کا اُٹھانا دشوار ہے تو میرے اہل سے علیؑ کو اس کا بوجھ اُٹھانا والا بنادے اسے میرا وزیر مقرر کردے تاکہ میری پشت قوی ہوجائے اسی کے جواب میں خدا نے فرمایا ہے کہ تیری کمر کا بوجھ اُتار دیا ۵ اور تیرا نام بلند کردیا چنانچہ اطراف عالم میں پانچون وقت اشہدان محمداً رسول اللہ کی آواز بلند ہوتی ہے۔

(۴) اب خداوند عالم فرماتا ہے کہ جب تیری دُعا پوری ہوگئی۔ تیرا سینہ کشادہ ہوگیا تجھے آسانی میسر ہوگئی۔ تیرا وزیر مقرر ہوگیا فاذا فرغت فانصب۔ جب تو ان اُمور سے فارغ ہوچکا تو اپنے خلیفہ کو بالاعلان نصب کر اور مقرر کردے والی ربک فارغب۔ اور اپنے پروردگار کیطرف راغب ہوجا۔ یہ حضرتؐ کی عمر کے اختتام کیطرف اشارہ ہے۔ مختصر۔ خدا نے نصب خلیفہ کا حکم دیدیا۔

(۵) مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کینہ وعداوت قریش پر نظر کرکے متامل تھے۔ اسی عداوت کا اظہار خلیفۂ ثانی نے بھی عبداللہ ابن عباس سے کیا ہے کہ قوم نے منظور نہ کیا کہ نبوت اور خلافت ایک ہی گھر میں رہے آپ بھی ان کینہ ورون کے میر لشکر تھے غرض انہیں خیالات نے رسولؐ اللہ کو ساکت کر رکھا

تھا کہ مبادا میری تکذیب کریں تو تمام کام درہم برہم ہو جائے گا ☼ یہان تک کہ حجۃ الوداع کا زمانہ ہوگیا۔ اب یہ آخری حج ہے رحلت کی خبر آپ کو مل چکی ہے جہان جہان اسلام پھیل چکا ہے ☼ وہان کے قریب قریب تمام لوگ شامل حج ہیں اب اس سے زیادہ اور کون موقعہ نصب خلیفہ کا تھا ☼ چنانچہ واپسی کے وقت کئی منزلون میں جبرئیل امین متواتر نازل ہوئے اور عرض کی آپ کس لئے علیؑ کی خلافت کا اعلان نہیں کر دیتے آپ نے فرمایا یا اخی جبرئیل قوم علیؑ کی دشمن ہے۔

(۷) آخر اسی طرح یہ تمام مجمع خم غدیر پر پہونچا جہان سے مختلف رستے جدا ہوتے تھے اور مجمع متفرق ہونے والا تھا شام والے شام کو چلے جاتے اور یمن والے یمن کو۔ اب مصلحت خداوندی مقتضی اس کی ہوئی کہ ایسا موقعہ ہاتھ سے نہ دیا جائے اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ یا ایھا الرسول بلّغ الخ

☼ اہل عقل کو سمجھنا چاہئے کہ رسالت اُسیوقت اتمام کو پہونچتی ہے جب لوگون پر اتمام حجۃ کامل ہوجائے کسی قسم کے شبہ کی گنجایش ان کو نہ دی جائے اور امر امامت کو کامل کر دیا جائے۔ چنانچہ اب رسالت تو ختم ہو چکی تھی امامت باقی تھی جب خلقت نے نائب و خلیفہ نبیؐ کو ہی نہ پہچانا تو پھر ہدایت کس سے حاصل کریں گے اور اُمورِ دین میں رجوع کس کیطرف ہوگی ☼ پھر جب ہدایت ہی نہ ہوئی تو دین ہی کہان رہا اسی لئے اس آیت میں فرما دیا ہے کہ اے رسولؐ اگر تو نے خلیفہ کو نصب نکیا فاذا فرغت فانصب پر عامل نہ ہوا تو گویا رسالت کو ہی نہ پہونچایا ☼ اب رہا آدمیون کا خوف سو اطمینان رکھ کہ اللہ تعالیٰ تجھے اُن کے شر سے بچائے گا۔ واللّٰہ یعصمک من النّاس۔

(۹) یہ حکم سنتے ہی حضرت وہیں ٹھہر گئے جو لوگ آگے نکل گئے تھے اُن کو واپس بُلایا جو پیچھے رہگئے تھے اُن کا انتظار کیا جب سب جمع ہو گئے جن کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے تو آپ نے ببول کے درخت کے نیچے قیام کیا اور فرمایا کہ زمین صاف کیجائے چنانچہ میدان صاف کیا گیا کجاوہ ہائے شتر کا ممبر بنایا گیا تاکہ آپ اُس پر قیام فرمائیں اور تمام لوگون کی نظر آپ پر پڑے آپ ممبر پر جلوہ افروز ہوئے حضرت علیؑ کو بُلا کر اُن کا ہاتھ پکڑ کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی بغل ظاہر ہوگئی ☼ پھر ایک خطبہ فصیح و بلیغ ارشاد فرمایا جسے صاحب کتاب فواخنب الاسیاف نے صفحہ ۲۳۷ سے ۲۸۵ تک کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ طہران سے لیکر نقل کیا ہے اور اس خطبہ کی سند کا سلسلہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تک پہونچتا ہے وہو ہذا۔

۱۰۶

الحمد للہ الذی علیٰ فی توحدہ ودنیٰ فی تفردہ وجلّ فی سلطانہ وعظم فی ارکانہ۔ اسی طرح نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ خداوند عالم کی مدح وثنا کرنے کے بعد فرمایا ہے ؎ اے گروہ مردم میں نے اس حکم کے پہونچانے میں کبھی قصور نہیں کیا جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ اب میں تم سے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بیان کرتا ہون وہ یہ ہے کہ جبرئیل امین تین مرتبہ میرے پاس آئے اور ہر مرتبہ میرے حی وقایم پروردگار کیجانب سے مجھکو حکم کرتے تھے۔ کہ میں اس مجمع میں کھڑا ہو کر ہر ایک گورے وکالے یعنی سب آدمیون کو آگاہ کردون کہ علیؑ ابن ابی طالب میرا بھائی ہے میرا وصی ہے میرے بعد میرا خلیفہ ہے امام ہے اور ایسا امام ہے اکہ اس کا مرتبہ مجھ سے ایسا ہی ہے کہ جیسا ہارونؑ کا موسیٰؑ سے اِلّا یہ کہ میرے بعد نبی نہیں ہوسکتا وہ اللہ ورسولؐ کے بعد تمہارا ولی ہے اور اللہ تعالےٰ نے اس کے باب میں یہ آیت نازل کی ہے اِنّما ولیکم اللہ الخ علیؑ ابن ابی طالب نے نماز کو قایم رکھا۔ حالتِ رکوع میں زکوۃ دی۔ وہ ہر حالت میں خدا کی خوشنودی چاہتا تھا۔ میں نے جبرئیل سے سوال کیا کہ اللہ مجھے اس امر کے پہونچانے سے معاف رکھے اس لئے کہ میں قلتِ مومنین اور کثرتِ منافقین سے واقف تھا جن کی کیفیت خداوند عالم نے اپنی کتاب میں اس طرح بیان فرمائی ہے کہ جو کچھ انکی زبانون پر ہے دلون میں نہیں اور وہ لوگ اس بات کو آسان جانتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک گناہِ عظیم ہے۔ اِن لوگون نے مجھے اکثر اذیت دی ہے میرے علیؑ کی طرف متوجہ ہونے کے سبب سے ان لوگون نے میرا نام اذن رکھا یہان تک کہ خداوندِ عالم نے یہ آیت نازل فرمائی ؎ بعضے ان منافقون میں سے نبی کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو پیغمبر کان ہے یعنی لوگون کا کہنا مانتا ہے کہہ اے محمدؐ اِذن بنابر ان لوگون کے کہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اذن ہے بہتر ہے تمہارے واسطے کیونکہ وہ اللہ پر ایمان لایا ہے اور مومنین کی بات کا یقین کرتا ہے ؎ اگر میں چاہتا کہ ان لوگون کا نام بتاؤن تو بتا دیتا اگر اُن کیطرف اشارہ کرنا چاہتا تو اشارہ کرتا اور اگر مجھے منظور ہوتا تو ان لوگون سے تمہیں آگاہ کر دیتا۔ واللہ میں نے ان لوگون کے کام میں بزرگی کی یعنی اُن لوگون کے نام کا اظہار نہیں کیا ؎ بہر حال خداوندِ تعالیٰ سوائے اس بات کے مجھ سے راضی نہ ہوگا کہ میں اس حکم کو پہونچا دون جو مجھپر نازل فرمایا ہے اس کے ساتھ حضرت نے آیہ یا ایھا الرسول بلّغ الخ تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد کیا ؎ اے گروہِ مردم میں نے اِس علیؑ کو تمہارے لئے ولی اور امام مقرر کیا اس کی اطاعت مہاجرین وانصار تابعین وبادیہ نشین حاضر وغائب عربی وعجمی غلام وآزاد اور ہر کہہ ومہ

اور گورے اور کالے پر فرض ہے اور اُن پر یہ ایک احسان ہے ہر شخص پر اس کا حکم جاری ہے قول اسکا جاری ہے امر اُس کا نافذ ہے اُس کا مخالف ملعون ہے اُس کی تصدیق کرنے والا مومن ہے اُسے اللہ نے بخش دیا اور اُس شخص کو بھی جو اُس کی مطابعت کرے۔

۸ اے گروہ مردم! میں جو اِس مجمع میں کھڑا ہوں یہ میرا آخری قیام ہے تم سنو اطاعت کرو اپنے پروردگار کے حکم پر نظر کر کے اُسے اختیار کرو اس لئے کہ اللہ جل جلالہٗ تمہارا مولا ہے تمہارا معبود ہے۔ پھر اس کے بعد اسکا رسول محمدؐ تمہارا ولی ہے جو اَب کھڑا ہوا ہے اور تم سے خطاب کر رہا ہے پھر میرے بعد بحکم پروردگار علیؑ تمہارا ولی اور امام ہے اس کے بعد امامت میری ذریت میں ہے جو علیؑ کی اولاد ہے اُس دن تک کہ جس دن تم اللہ ورسولؐ سے ملاقات کرو جس کو اللہ نے حلال کیا ہے وہی حلال ہے اور حرام وہی ہے جسے خدا نے حرام کیا ہے اب خداوند عالم نے جو کچھ حلال و حرام یعنی کتاب میں مجھے سکھایا تھا میں نے علیؑ کو پہونچا دیا۔

۹ اے گروہِ مردم خداوندِ عالم نے ہر ایک علم کو مجھ میں جمع کر دیا ہے اور جو کچھ مجھے سکھایا گیا ہے میں نے اُس کو امام المتقین میں جمع کر دیا ہے میں نے ہر ایک علم علیؑ کو سکھا دیا ہے وہ علیؑ امام المبین ہے اے گروہِ مردم اِس سے نہ بہکو اس سے نہ بھاگو اس کی ولایت سے سرکشی نہ کرو۔ وہ ایسا ہے کہ حق کی طرف ہدایت کرے گا باطل کو دفع کرے گا اُس سے منع کریگا اللہ کے باب میں ملامت کرنے والے کی ملامت اُسے نہ روکیگی ۱۰ اس کے بعد آگاہ ہو کہ علیؑ خدا اور رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہے وہی ایسا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو رسولؐ پر فدا کیا (شب ہجرت) وہی ایسا ہے۔ کہ رسولؐ خدا کے ساتھ تھا جب کوئی نہ تھا رسولؐ کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا تھا۔

۱۱ اے گروہِ مردم علیؑ کو فضیلت دو اُسے خدا نے فضیلت دی ہے تم اُس کو قبول کرو۔ کیونکہ اللہ نے اسکو قبول کیا ہے ۱۲ اے گروہِ مردم وہ اللہ کیجانب سے امام ہے اُس شخص کی توبہ ہرگز قبول نہوگی۔ جو اُس کی ولایت کا انکار کرے اُس کے انکار کرنے والے کو خداوند عالم کبھی نہ بخشیگا یہ امر خدا پر حتماً واجب ہے کہ اُس کی مخالفت کرنے والے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب سخت میں گرفتار کرے۔ پس تم اس کی مخالفت سے ڈرو۔ ورنہ اس آگ میں داخل ہوگے جس کا ایندھن آدمی ہیں اور وہ کافروں کے لئے مہیا کیگئی ہے۔

۱۳ اے لوگو! پہلے انبیا و مرسلین کو میری بشارت دی گئی ہے میں خاتم الانبیاء والمرسلین ہوں تمام مخلوقات پر خواہ وہ آسمان کے باشندے ہوں خواہ زمین کے اُس کی حجۃ ہوں جو شخص اس بات میں شک کرے وہ مثل زمانۂ جاہلیت کے کافر ہے اور جو اس قول میں شک کرے اُس نے گویا کل امر نبوت میں شک کیا اور اُس میں شک کرنے والے کے لیئے دوزخ ہے۔

۱۴ اے گروہِ مردم! تم علیؑ کو فضیلت دو اس لیئے کہ وہ میرے بعد سب آدمیوں سے افضل ہے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت ہمارے ہی سبب سے اللہ رزق نازل کرتا ہے ہمارے ہی سبب سے خلق باقی ہے جو میرے اس قول کو رد کرے وہ ملعون ہے مغضوب ہے۔ آگاہ ہو کہ جبرئیل نے خدا کی طرف سے مجھے اس بات کی خبر دی ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ جو شخص علیؑ کو دشمن رکھیگا اُس سے دوستی نکرے گا اُسپر میری لعنت ہے اور میرا غضب ہے اب چاہیئے کہ ہر شخص اس بات پر نظر کرے کہ وہ کل (قیامت) کے لیے کیا چیز آگے بھیجتا ہے (جو اُس کے کام آئے) اور اُس کی مخالفت کے باب میں اللہ سے ڈرو۔ پس بعد اس کے ثابت ہونے کے جو قدم لغزش کھائیگا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

۱۵ اے گروہِ مردم! بیشک وہی علیؑ جنب اللہ ہے جس کا خداوند عالم نے یوں ذکر فرمایا ہے یَا حَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ۔ ایسا نہ ہو کوئی نفس کہے۔ افسوس صد افسوس کہ میں نے جنب اللہ کے باب میں تقصیر کی۔

اے گروہِ مردم! قرآن کو غور سے دیکھو اس کی آیتوں کو سمجھو اُس کے محکمات پر نظر کرو اُس کے متشابہات کی پیروی نہ کرو۔ واللہ اس قرآن کے حکموں کو کوئی تم سے بیان نہ کرے گا اسکی تفسیر کو کوئی واضح نکریگا مگر یہ شخص جس کا میں ہاتھ پکڑے ہوں اور اسے بلند کیئے ہوئے ہوں اس کے بازوؤں کو اُٹھائے ہوئے ہوں میں تمہیں یہ بات بتاتا ہوں کہ جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا مولا ہے۔ یہ علیؑ ابن طالب میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اس کی ولایت اللہ عزوجل کیطرف سے ہے جو اُس نے مجھپر نازل کی ہے۔

اے گروہِ مردم! یہ علیؑ اور وہ پاکیزہ لوگ جو میری اولاد میں سے ہیں وہی ثقلِ اصغر ہیں اور قرآن ثقل اکبر ہے پس ہر ایک جز و اپنے ہمراہی کے ساتھ اُستوار ہے۔ اس کے موافق ہے یعنی قرآن اور اہل بیت کے مراتب کی خبر دینے والا ہے اور اہل بیت معانی قرآن کے سمجھنے اور بیان کرنے والے ہیں

یہ دونو ایک دوسرے سے موافق ہیں اور یہ ہرگز جدا نہ ہون گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں
یہ لوگ عذاب خدا سے امین ہیں اور یہ حکم ہیں اُس کی طرف سے اُس کی زمین میں آگاہ ہو کہ میں نے
رسالت کو ادا کر دیا۔ آگاہ ہو کہ میں نے تمہیں (خدا کا حکم) پہونچا دیا۔ آگاہ ہو کہ میں نے تمہیں سُنا دیا۔
آگاہ ہو کہ میں نے تمہیں واضح کر دیا آگاہ ہو کہ خداوند عز وجل نے فرمایا ہے اور میں اُس کی طرف
سے کہتا ہون کہ میرے اِس بھائی کے سوا کوئی امیر المومنین نہیں اور میرے بعد کسی شخص کو اس کے
سوا مومنین کی امارت حلال نہیں۔

(۱۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے ہاتھ سے
علیؑ کا بازو پکڑا۔ پھر ان کو بلند کیا اور حضرت جب سے کہ ممبر پر تشریف لے گئے رکھتے علیؑ کو اُٹھائے ہوئے
تھے یہان تک کہ ان کے پاؤن رسول خدا کے زانو کی برابر ہو گئے اس کے بعد حضرت نے فرمایا۔

۱۱/۲ اے گروہ مردم یہ علیؑ ہے میرا بھائی اور میرا وصی یہ ہے میرے علم کا یاد رکھنے والا یہ ہے میرا خلیفہ
میری اُمت پر اور خدائے عز وجل پر اور اُس کی طرف بلانے والا۔ یہ اُس چیز پر عمل کرنیوالا ہے جو اللہ
کو خوشنود کرے۔ دشمنانِ خدا سے لڑنے والا ہے۔ طاعتِ خدا پر مددگار ہے اُس کی معصیت سے مانع
ہوگا یہ رسول کا خلیفہ ہے مومنون کا امیر ہے ہدایت کرنے والون کا امام ہے۔ ناکثین و مارقین و
قاسطین کا قاتل ہے میں بحکم خدا کہتا ہون خدا کے حکم سے میری بات بدلی نہیں جاتی۔ میں یہ کہتا ہون
کہ بارالہا جو علیؑ کو دوست رکھے اُسے دوست رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے اُس سے دشمنی کر جو اُس کا انکار
کرے اُس پر اپنا غضب نازل فرما۔ خداوندا تو نے یہ امر مجھ پر نازل کیا کہ میرے بعد علیؑ کے واسطے امامت ہے
جو تیرا ولی ہے اُس کے سبب سے تو نے اپنے بندون کے لئے دین کو کامل کر دیا اُن پر اپنی نعمت کو تمام کیا
تو اُن کے لئے دین اسلام سے راضی ہوا۔ اور اسلام وہ ہے جیسا کہ تو نے فرمایا ہے کہ جو شخص سوائے دین
اسلام کے کوئی اور دین طلب کرے تو اُس سے قبول نکیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیانکار ہے
خداوندا میں تجھکو گواہ کرتا ہون اور تو کافی گواہ ہے کہ میں نے تیری رسالت کو پہونچا دیا۔

۱۱/۳۔ اے گروہ مردم! یہ علیؑ ہے کہ تم سے زیادہ میری مدد کرنے والا ہے اور تم سے زیادہ میرے اوپر
اس کا حق ہے تم سے زیادہ میرا قریب ہے تم سے زیادہ مجھکو عزیز ہے اور اللہ عز وجل اور میں
دونو اس سے راضی ہیں جو آیتِ رضامندی نازل ہوئی ہے وہ اسی کے باب میں نازل ہوئی ہے اور

اور جہان خدانے مومنین سے خطاب کیاہے وہان اسی کی ابتدا کی ہے قرآن کی آیات مدح اس کی شان میں ہیں اور سورۂ ہل اتی میں خداوند عالم نے اسی کے لئے جنت کی گواہی دی ہے اسی کی شان میں یہ سورہ نازل ہواہے اور اُس کے غیر کی اس سورہ میں مدح نہیں کی۔ [۱۱۳]

اے گروہ مردم! ابلیس نے حسد کے سبب سے آدم کو جنت سے نکلوا دیا پس تم لوگ علیؑ سے حسد نکرو ورنہ تمہارے اعمال برباد ہوجائیں گے تمہارے قدم لغزش کھاجائیں گے اس لئے کہ آدم علیہ السلام ایک خطا کے سبب سے زمین پر اُتار دیئے گئے حالانکہ وہ برگزیدۂ خدا تھے پس کیا حال ہوگا تمہارا حالانکہ تم ویسے نہیں ہو اور تم میں دشمنانِ خدا بھی موجود ہیں آگاہ ہو کہ شقی اور بدبخت ہی علیؑ سے بُغض رکھنے والا پرہیزگار اس کو دوست سمجھتا ہے اور مومن مخلص ہی اسپر ایمان لاتا ہے واللہ علیؑ کے ہی باب میں سورۂ والعصر نازل ہواہے۔

[۱۱۴] اے گروہ مردم! تم خدا و رسولؐ اور اُس نور پر ایمان لاؤ جو رسولؐ پر نازل کیا گیاہے قبل اس کے کہ لوگون کے منہ بگاڑ دیئے جائیں اور بعض پشت پھیر دیئے جائیں۔ ۔ ۔ اے گروہ مردم اللہ عزوجل کیطرف سے نور مجھ ہی میں ہے میرے بعد علیؑ میں پھر اُس کی نسل میں قایم مہدیؑ ہی تک۔ وہ ایسا ہوگا کہ عوض لیگا اپنے حق کا جو ہمارے لئے ہے۔ اسی سبب سے ہم کو خداوند تعالےٰ نے تقصیر کرنیوالون پر اور عناد کرنے والون پر مخالفین و خائنین و ظالمین و آثمین پر تمام عالم میں سے حجۃ گردانا ہے۔

[۱۱۵] ای گروہ مردم! عنقریب میرے بعد ایسے امام ہون گے جو آتش دوزخ کی طرف بُلائیں گے۔ اور بروز قیامت ان لوگون کی مدد نہ کیجائیگی [۱۱۶] اے گروہ مردم! بیشک خدا اور اُس کا رسولؐ ان لوگون سے بیزار ہیں [۱۱۷] اے گروہ مردم بے شک یہ امام آتش دوزخ کی طرف بلائے جائینگے اور اُن کے مددگار ان کی پیروی کرنے والے اُن کے مطیع طبقۂ زیرین جہنم میں داخل ہون گے۔ کس قدر یہ برا مقام ہے تکبر کرنے والون کا بتحقیق وہ لوگ اصحاب صحیفہ تھے اب تم میں سے کوئی شخص صحیفہ پر نظر کرے۔

[۱۱۸] امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ باستثناء بعض سب پر امر صحیفہ کا گذرا بعض نے خیال کیا ہے کہ یہ لفظ صحیفہ نہیں بلکہ سقیفہ ہے، پھر حضرت نے فرمایا۔

[۱۱۹] اے گروہ مردم بے شک اللہ نے مجھکو امر فرمایا اور نہی فرمائی اور میں نے علیؑ کو امر کیا اور

نہی کی پس اُس نے امر و نہی پروردگار کو جان لیا اب تم اُس کے حکم کو سُنو۔ تاکہ تم (امر و نہی خدا کے)
عالم رہو اُس کی اطاعت کرو تاکہ ہدایت پاؤ اُس کے منع کرنے سے باز رہو تاکہ رشد حاصل کرو۔ اسی کی
مراد کی طرف جاؤ تمہیں اس علیؑ کی راہ سے اور رستے متفرق نہ کردیں کیونکہ یہ صراط مستقیم ہے۔ پھر
میری اولاد ہے جو علیؑ کی پشت سے ہے وہ لوگ ایسے امام ہیں جو حق کے ساتھ ہدایت کریں گے۔
اُسی حق کے ساتھ عدل کریں گے۔ ۱۲۱ بعد اس کے حضرتؐ نے سورہ حمد آخر تک پڑھکر ارشاد فرمایا۔ کہ میرے
اور انہیں کے باب میں یہ سورہ نازل ہوا ہے ان کے لیئے عام ہے اور انہیں کے لئے مخصوص ہے وہ لوگ خدا
کے دوست ہیں نہ اُن پر خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے (بروز قیامت) بے شک جو اللہ کا گروہ ہے وہی
لوگ (حجۃ و برہان کے ساتھ) غالب ہیں ۱۲۲ آگاہ ہو کہ علیؑ کے دشمن اہل شقاوت ہیں اہل نفاق ہیں
وہی لوگ دُشمنانِ خدا و رسول ہیں وہ اخوان الشیاطین ہیں شیطان اُن کے دلوں میں مزخرفات کو
القا کرتے ہیں کہ جو فریب دینے والے ہیں ۱۲۳ آگاہ ہو کہ علیؑ اور آئمہؑ کے دوست وہ لوگ ہیں جن کا ذکر خدا
نے اپنی کتاب میں یوں فرمایا ہے نہ پائے گا تو ایسے لوگوں کو کہ اللہ اور روزِ جزا پر ایمان بھی لائے ہوں
اور اللہ اُس کے رسولؐ کو دشمن بھی رکھتے ہوں ۱۲۴ آگاہ ہو کہ علیؑ و آئمہؑ کے دوست وہ ہیں جنکی خدا نے
اس طرح توصیف فرمائی ہے جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور اُنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں
ملایا ہے انہیں لوگوں کے واسطے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں ۱۲۵ آگاہ ہو کہ علیؑ و آئمہؑ کے دوستوں کی
خدا نے یوں مدح کی ہے وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے بالکل امن کی حالت میں اُن سے فرشتے تسلیم
کے ساتھ ملاقات کریں گے اور اُن سے کہیں گے تم پاک و پاکیزہ ہوئے تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے
لئے داخل ہو جاؤ۔ ۱۲۶ آگاہ ہو کہ علیؑ و آئمہؑ کے دوست وہ لوگ ہیں جن کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ
وہ بےحساب جنت میں داخل ہونگے ۱۲۷ آگاہ ہو کہ علیؑ و آئمہؑ کے دشمنوں کا مقام جہنم ہے یہ لوگ دوزخ
کی سخت آواز سُنیں گے ایسی حالت میں کہ وہ دوزخ جوش کھاتے ہونگے جس وقت کہ ایک جماعت
داخل کیجائے گی اپنی بہن کو لعنت کریگی ایک جماعت دوسری کو ملعون ٹھیرائیگی۔
۱۲۸ آگاہ ہو کہ دشمنانِ علیؑ و آئمہؑ کی نسبت خدا فرماتا ہے جس وقت دوزخ میں کوئی فوج ڈالی جائیگی
تو کلید برداران لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ آگاہ
ہو کہ علیؑ و آئمہؑ کے دوست وہ ہیں جو اپنے پروردگار سے غائبانہ ڈرتے ہیں اُن کے لئے بخشش

اور اجر عظیم ہے۔

۱۱۹ اے گروہ مردم! بیشک میں نے تمہارے لئے بیان کر دیا۔ اور تم کو سمجھا دیا اور یہ علیؑ ہے کہ میرے بعد سمجھائیگا آگاہ ہو میں اِس خطبہ کے اختتام پر تمہیں اپنے مصافحہ کی دعوت دونگا اور یہ مصافحہ اسبات پر ہوگا کہ علیؑ کی بیعت کرو اور اس کا اقرار کرو ۱۲۰ آگاہ ہو کہ میں نے اللہ کی بیعت (متابعت) کی ہے اور علیؑ نے میری بیعت کی ہے اور میں تم سے علیؑ کے لیئے بیعت لیتا ہوں اللہ عزوجل کی جانب سے۔ جو شخص اس بیعت کو توڑیگا وہ اپنے ہی نفس کے ضرر کیلیئے توڑیگا۔ ۱۲۱ اے گروہ مردم! حقیقۃً تم لوگ اس سے بہت زیادہ ہو کہ مجھ سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرو اور مجھکو خدا نے حکم دیا ہے کہ تمہاری زبانوں سے اقرار لوں اس چیز کا جو میں نے علیؑ کے لیئے (امارتِ مومنین) منعقد کی ہے اور ان لوگوں (آئمہ) کا اقرار لوں جو اس کے بعد آئیں گے جو مجھ سے اور علیؑ سے ہوں گے۔ بنابراس کے میں نے تم کو جتا دیا ہے کہ میری ذریت علیؑ کی پشت سے ہے ۱۲۲ اب تم سب ملکر سمعنا و اطعنا کہو اور کہو کہ ہم راضی ہیں تابعدار ہیں اُس چیز کے لیئے جو تو نے اپنے اور ہمارے پروردگار کیجانب سے علیؑ و اولاد علیؑ (جو اسی پشت سے ہوگی) کے باب میں پہونچائی ہے ہم اس بات پر اپنے دلوں سے اپنے کانوں سے اپنی زبانوں سے اپنے ہاتھوں سے اسی پر ہم زندہ رہیں گے اسی پر مریں گے اسی پر محشور ہوں گے ۱۲۳ اس میں تغیر نہ کرینگے قیاس و شک و شبہ کو اس میں راہ نہ دیں گے اس عہد سے نہ پھریں گے اس پیمان کو نہ توڑیں گے اللہ کی اور تیری اور علیؑ کی اطاعت کریں گے جو امیر المومنینؑ ہے اور اُس کی اولاد کی جو آئمہ ہیں جن کا کہ تو نے ذکر کیا ہے اپنی ذریت سے جو علیؑ کی پشت سے ہوگی اور حسنؑ و حسینؑ کی وہ دونو ایسے ہیں کہ اُن کا مرتبہ و مقام جو میرے اور خدا کے نزدیک ہے میں نے تم کو بتلا دیا ہے ۱۲۴ میں نے یہ بات تمہیں بتا دی ہے کہ وہ دونوں جوانانِ بہشت کے سردار ہیں اپنے پدر بزرگوار علیؑ کے بعد وہ دونو امام ہیں اور میں ان دونوں کا امام ہوں کہو تم لوگ کہ ہم نے اللہ کو اور تجھکو اور علیؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ کو اور ان آئمہ کو جن کا تو نے ذکر کیا ہے عہد و پیمان دیدیا جو امیر المومنین کے واسطے لیا گیا ہے اپنے دلوں سے اپنی جانوں سے اپنی زبانوں سے اپنے ہاتھوں کے مصافحہ سے ۱۲۵ جو شخص کہ ان دونو (حسنؑ و حسینؑ) کو پائے اپنی زبان سے ان کا اقرار کرے اور کہے کہ ہم اس کا عوض طلب نہیں کرتے ہم اس امر کے لیئے اپنے نفسوں میں کوئی کمی نہیں دیکھتے ہم خدا کو گواہ کرتے ہیں اور وہی کافی گواہ ہے اور تو بھی اس امر پر ہمارا گواہ ہے اور وہ سب لوگ گواہ ہیں جنہوں نے اطاعت کی ہے خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ ہوں نیز اللہ کے فرشتے اور اُس کے بندے یہ سب ہمارے گواہ

ہیں اور خداوندِ تعالیٰ ہر گواہ سے بزرگ ہے۔

(۲/۱) اے گروہِ مردم! تم اس بات کو کہو جو میں نے کہی ہے علیؑ کو امیر المومنین کہکر سلام کرو اور کہو کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اے پروردگار ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہماری بازگشت ہے (۲/۱) کہو تم لوگ کہ حمد اللہ کے ہی لئے ہے جس نے ہمارے لئے اس امر کی ہدایت کی اگر خدا ہماری ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت پانے والے نہیں تھے۔

(۲/۱) اے گروہِ مردم! سابقین وہ لوگ ہیں جو بیعت و ولایت علیؑ کی طرف سبقت کرنے والے ہیں جو امیر المومنین کہکر سلام کرنے میں سبقت کرتے ہیں یہی لوگ جناتِ نعیم میں پہونچنے والے ہیں۔

(۲/۱) اے گروہ مردم! تم اس بات کو کہو کہ تمہارے اِس قول کے سبب سے خداوندِ تعالےٰ تم سے راضی ہوا اور اگر تم اور سب لوگ جو زمین پر ہیں کافر ہو جاؤ گے تو خدا کو کچھ ضرر نہ پہونچیگا۔ اے میرے اللہ تو مومنوں کو بخش دے کافروں پر اپنا غضب نازل کر اور حمد خدا کے ہی لئے ہے جو سب عالم کا پروردگار ہے۔

(۱۷) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے خطبہ کا ماحصل تمام ہوا جس سے ہر وہ شخص جس کے دل میں نور ایمان کی ایک ذرہ برابر بھی چمک ہو یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ رسولؐ نے اپنے جانشین اور خلیفہ کے تقرر میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی اب چند اور سندات نقل کی ہیں۔

(۱۸) حاشیہ قرآن مطبوعہ مطبع یوسفی کے صفحہ ۱۲۶ پر آیہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یھدی القوم الکافرینَ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اجماع اہل بیت ہے کہ یہ آیت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خلیفہ مقرر کرنے کی تاکید میں نازل ہوئی ہے اور جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے علیؑ ابن طالب کے حق میں فرمایا۔ مَنْ کُنتُ مولاہُ فعلیٌ مولاہ اللّھم والِ مَنْ والاہ وعادِ مَنْ عاداہ وانصُر مَنْ نصرہٗ واخذل من خذلہٗ یعنی جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اُس کا مولا ہے اے خدا اُس شخص کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اُس سے دشمنی کر جو علیؑ سے دشمنی کرے جو علیؑ کا مددگار ہو اُس کی مدد کر۔ جو اُس کی نصرت سے دست بردار ہو تو بھی اُس کی نصرت کو ترک کر۔

(۱۹) تفسیر دُرِّ منثور، تفسیر نیشاپوری، تفسیر کبیر سب آیۂ زیر بحث کی شان نزول میں متفق اللفظ ہیں چنانچہ تفسیر کبیر کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت یہ آیت یا ایھا الرسول بلّغ الخ نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے علیؑ کی فضیلت میں فرمایا مَنْ کُنتُ مولاہُ فعلیٌ مولاہ اللّھم والِ مَنْ والاہ

وعاد من عاداہ فقال عمر ھنیئاً لک اصبحت مولای و مولا کل مومن و مومنۃ یعنی عمر نے ارشاد پیغمبر صؐ سن کر جناب امیر علیہ السلام کو مبارکباد دی اور کہا آپ کو مبارک ہو آپ نے ایسی حالت میں صبح کی کہ میرے اور کل مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے۔

(۹) ابوالقاسم حسکانی نے بھی مثل ابن مردویہ کے شواہد التنزیل میں ابن عمیر سے یہ روایت لکھی ہے چنانچہ اول گزری اور اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز یہ امر وقوع میں آیا وہ دن نہایت گرم تھا کہ پاؤں کے نیچے لوگوں نے اپنے کپڑے رکھ لئے تھے اور جو آدمی کہ پیچھے رہ گئے تھے اُن کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے انتظار کیا اور بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ اُس روز بعدد قوم موسیٰ ستر ہزار آدمی رسولؐ کے ہمراہ تھے اور اسیقدر آدمیوں کے سامنے حضرت موسیٰ نے جناب ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا چنانچہ سب نے جناب ہارونؑ کی بیعت اختیار کی اور بعد اس کے وہ بیعت توڑ ڈالی علیٰ ہذا غدیر خم میں بھی جس وقت رسول اللہ کے ہمراہی سب جمع ہو گئے تو حضرت نے کجاوہ ہائے شتر کا ممبر بنایا اُس پر جلوہ افروز ہوئے حمد خدا میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ میں عنقریب تم سے رحلت کرنے والا ہوں اپنے بعد دو چیزیں یعنی قرآن و اہلبیت تم میں چھوڑتا ہوں اگر ان سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پھر فرمایا کیا میں تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں تمہارے اُمور کا مالک و متصرف نہیں ہوں سب نے اقرار کیا اُس وقت حضرت نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ بعد اس کے یہ دعا فرمائی اللھم وال من والاہ الخ

(۲۱) یہ روایت اہل سنت کی بے شمار کتب میں موجود ہے چنانچہ امام الحرمین جوینی نے لکھا ہے کہ میں نے ایک مجلد کتاب اِسی روایت کی تعداد میں دیکھی ہے اور اس میں لکھا تھا کہ یہ ۲۵ ویں جلد ہے اس حدیث کے طرق کی۔ اور ابن مردویہ محدث اہل سنت نے ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم آیہ زیر بحث کو رسولؐ کے زمانے میں اس طرح پڑھتے تھے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک ان علیاً مولی المومنین سے معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جو علیؑ کو اپنے مانند مولائے مومنین فرمایا وہ اس آیت میں موجود تھا۔

(۲۲) اور تفسیر درِ منثور میں جلال الدین سیوطی نے اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جس وقت بروز غدیر خم رسولؐ خدا نے علیؑ کو منصوب کیا اور اُن کی ولایت کی ندا بلند کی تو جبرئیل امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے الیوم اکملت لکم دینکم و تممت علیکم نعمتی و

رضیت لکما الاسلام دینا۔

(۲۳) کتاب مودۃ القربےٰ میں سید علی ہمدانی نے جن کی تعریف ملا جامی نفحات الانس میں بیان فرماتے ہیں کہ اُس نے چار سو اولیا کی صحبت پائی ہے اور علوم ظاہری و باطنی رکھتا تھا۔ عمر خطاب سے روایت کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ جناب عمر فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے علیؑ کو علم نصب کیا جس سے گمراہ آدمی ہدایت پائیں پس پیغمبر نے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے اے خدا علیؑ کے دوست کو دوست اور اُس کے دشمن کو دشمن رکھ۔ اُس کے مددگار کی مدد کر اور جو اس کی نصرت ترک کرے اُسے تو بھی مخذول فرما۔ خداوند تو ان پر میرا گواہ ہے۔ اب عمر کہتے ہیں کہ میرے پہلو میں ایک جوان خوشرو اور خوشبو بیٹھا تھا اُس نے مجھ سے کہا۔ اے عمر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے اس عقد کو منعقد کیا ہے اسے سوائے منافق کے اور کوئی نہیں کھول سکتا مجھے خوف ہے کہ تو اس کو نہ کھول ڈالے۔ اب حضرت عمر کا قول ہے کہ میں نے یہ واقعہ رسول کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے عمر وہ آدمزاد نہ تھا بلکہ جبرئیل تھا۔ اُس نے تجھے اس امر پر تاکید کی ہے جس کا تو نے علیؑ کے بارہ میں اقرار کیا ہے۔

(۲۴) ابن مردویہ۔ عبداللہ مرزبانی۔ اور خطیب خوارزم نے جو علمائے اہل سنت سے ہیں لکھا ہے کہ جب علیؑ منصوب بولایت و خلافت ہوئے تو حسان ابن ثابت نے جو رسولؐ کا صحابی تھا علیؑ کی مدح اور امامت و خلافت پر مبارکباد دی میں اُسیوقت قصیدہ لکھکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو سُنایا جس کے دو شعر یہ ہیں ؎

نیادیہم یوم الغدیر نبیہم ⁂ بخم و اسمع بالنبیؐ منادیا
فقال لہ قم یا علیؑ فاننی ⁂ رضیتک من بعدی اماما وھادیا

جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ بروز خم غدیر منادی کی گئی اور میں پیغمبر کی آواز کو سُن رہا تھا آپ فرماتے تھے اے علیؑ اُٹھ میں اپنے بعد تیری امامت و ہدایت سے رضامند ہوں۔

(۲۵) کمیت شاعر نے ایک قصیدہ اس واقعہ کی یادگار میں لکھا ہے جس کے ایک شعر کا ماحصل یہ ہے کہ بروز خم غدیر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے علیؑ کی ولایت کو ظاہر کیا تاکہ لوگ اُس کی فرمانبرداری کریں۔ فاضل الدین حموی نے کمیت شاعر مذکور کی زبانی روایت کی ہے کہ میں نے ایک شب حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ اس قصیدے کو پڑھ میں نے پڑھنا شروع کیا جب اُس شعر پر پہونچا جس کا ذکر اوپر

آچکا ہے) تو آپ نے فرمایا۔

ولم ار مثلُ ذالک الیوم یوماً ولم ار مثلہ حق" اضیع

یعنی میں نے اُس دن کے موافق کوئی دن نہیں دیکھا اور نہ اس حق کی مانند کوئی حق دیکھا جو ضائع کیا گیا ہو۔ سبط ابن جوزی نے اس خواب کو مع ان دونو شعر کے نقل کیا ہے

(٢٦) تفسیر ثعلبی جواہر العقدین اور کتاب الاکتفا وغیرہ کتب اہل سنت میں لکھا ہے کہ سفیان ابن عتبہ سے پوچھا کہ آیہ سال سایل بعذاب واقع للکافرین کس کے حق میں نازل ہوا ہے اُس نے جواب میں کہا کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء کرام سے روایت کی ہے کہ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے غدیر خم میں علیؑ کو منصوب بخلافت فرمایا اور یہ خبر مشہور ہوئی تو نضر ابن حارث بن نعمان فہری اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ میں حاضر خدمت نبی ہوا۔ اور بطور نزاع کہنے لگا۔ اے محمدؐ تو نے ہمیں کلمۂ شہادت کا حکم دیا ہم نے قبول کیا۔ نماز پنجگانہ کا حکم دیا ہم بجالائے ماہ رمضان کے روزہ دن کا حکم دیا وہ بھی مانا مگر اُسپر بھی تو راضی نہ ہوا یہانتک کہ اپنے چچا کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر کہدیا کہ جس کا میں مولا ہوں یہ بھی اُس کا مولا ہے اور اُسے ہم پر فضیلت دی یہ تو نے اپنی طرف سے کیا ہے یا خدا کی جانب سے۔ حضرتؐ نے فرمایا واللہ یہ امر جانب خدا سے ہے نضر بن حارث یہ سنتے ہی وہاں سے کھڑا ہوا۔ اور اپنے اونٹ کی طرف یہ کہتا ہوا چلا "خداوندا اگر یہ امر یونہی ہے جیسا کہ محمدؐ کہتا ہے تو مجھپر آسمان سے پتھر برسا۔ ابھی اپنے اونٹ تک نہ پہونچا تھا کہ ایک پتھر آسمان سے نازل ہوا اور سر پر لگ کر نیچے سے نکل گیا اُسی وقت واصل جہنم ہوا۔ اُس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ سال سایل الخ

(٢٧) امام غزالی نے از راہ انصاف سر العالمین میں لکھا ہے کہ حجت اور دلیل کی وجہ روشن ہوئی جمہور نے حدیث غدیر پر اتفاق کیا ہے جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے من کنت مولاہ فرمایا اور عمر نے بخٍ بخٍ کہکر مبارکباد دی۔ یہ مبارکباد دینا گویا رسول کے حکم کی فرمانبرداری اور خلافت علیؑ سے خوشنودی اور رضامندی کا اظہار ہے لیکن اس امر کو تسلیم کرنے کے بعد ریاست اور بزرگی کی محبت ستون خلافت کی بلندی پھریرون اور نشانون کا ہوا اُون میں اُڑنا آگے پیچھے نشانون کا چلنا گھوڑون کے پاؤن کی آواز جس وقت کہ وہ جمع ہون شہرون کا فتح کرنا ان سب باتون کی اُلفت نے مل ملا کر نفس کی خواہشون کو غالب کر دیا۔ ان اُمور کی دوستی نے اس جماعت کو خواہش نفس کے پیالے سے شراب پلائی اور انہیں اس امر پر قایم کیا کہ خلافت کو اُنہوں نے

مطالع الملک صفحہ ٧٢ جلد ٢٠

حقدار سے لے لیا اور اسی حالت پر پلٹ گئے جو اسلام سے پہلے رکھے تھے۔ عہد و پیمان روزِ غدیر کو توڑ کر پس پشت ڈال دیا اور اس عہد شکنی سے اُنھون نے ایک ایسی چیز کو خرید کیا جو نہایت اندک اور بالکل بے اعتبار ہے۔ یہ ایک نہایت ہی برا سودا ہے جو اُنھون نے خریدا ہے۔

اس بحث کو اب طول بہت ہوگیا ہے اس آیت کی سندات اگر لکھی جاویں تو مجلدات ضخیم بھی اُس کو کافی نہ ہونگی لہذا چند ضروری اُمور کا ذکر کر کے اُسے ختم کیا جاتا ہے۔

(۲۸) یہ امر تو بالکل ظاہر اور اہل علم پر اچھی طرح حالی ہے کہ اہلسنت میں بھی اس حدیث کے اتنے طرق موجود ہیں جن کا حد و حساب نہیں جیسا کہ ہم امام الحرمین کا قول لکھ آئے ہیں مگر اب لطف دیکھئے کہ شاہ عبد العزیز دہلوی نے جب ان سندات کو دیکھا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہگئیں اور یقین کر لیا کہ اب خلافت خلفاء کی دیوار کسی طرح سیلِ حوادث سے محفوظ نہ رہ سکیگی۔ لہذا نہایت ایمانداری سے کام لیکر اس حدیث کا بطور پیشبندی کرتے ہوئے یہ تحریر فرما دیا کہ یہ روایت مذہب اہلسنت میں ضعیف ہے اب علمائے اثنا عشریہ کثرہم اللہ فی البریہ کو تاب کہاں تھی وہ وہ اس تعصب آمیز قول کی دھجیان اُڑائیں وہ وہ پیچ دکھایا کہ شاہ صاحب نے عالمِ حیات ہی میں منہ پر نقاب ڈال لی اور آخر کار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پردۂ قبر میں روپوش ہوگئے۔

(۲۹) امام المتکلمین حضرت مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ نے کتاب مستطاب عبقات الانوار کی دو ضخیم جلدیں یعنی کلان تقطیع کے ۱۲ سو صفحے فقط اسی حدیث کے اثبات میں رنگ ڈالے ہیں جنہیں دیکھکر علمائے اہل سنت پر ایک سکتے کا عالم طاری ہو گیا اور آپس میں چتمکیں ہونے لگیں چنانچہ نواب صدیق حسن خان رئیس بھوپال نے مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم (جو روافض کی تردید میں اپنی قوت صرف کر رہے تھے) کی نسبت لکھا ہے۔ "عجب دارم ازین شخص (بحر العلوم) کہ رو ما یان می نویسد و ہر کہ ردِ سلف این نوشتہ است او را ردی کند" یعنی بحر العلوم کے حال پر تعجب آتا ہے کہ وہ ہماری روباہیون کی تردید میں تو مشغول ہیں مگر اُس شخص کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جو اُن کے اسلام کی بنائی ہوئی عمارت کو ڈہائے دیتا ہے۔

(۳۰) مولوی مقرب علی خان صاحب رئیس جگراؤن کا مقولہ بھی اس موقع پر خالی از دلچسپی نہ ہوگا جو اُنھون نے مجھ سے بیان فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مقام گجرات پنجاب میں میرا قیام تھا ایک عالم اہل سنت سے راہ و رسم ہوگئی وہ اکثر تشریف لایا کرتے تھے ایک روز عبقات الانوار پر اُن کی نظر پڑی اُس کے مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کیا میں نے کتاب حوالے کر دی۔ دیکھتا کیا ہون کہ دوسرے ہی دن کتاب بغل میں لئے چلے آ رہے ہیں

میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ اس کا مطالعہ کر چکے؟ وہ بیچارے سیدھے سادے سنّی مسلمان فرمانے لگے۔ حضرت مجھکو معلوم ہو گیا یہ کتاب ایسی ہے کہ اسکو پڑھکر آدمی سنّی نہیں رہسکتا لہذا میں واپس لے آیا اب اِس کو نہ پڑھوں گا۔

(۳۱) صاحب تحفہ کی ہی پیروی میں خارجی دہلوی نے بھی لکھ مارا تھا۔ کہ حدیث غدیر صرف درِّ منثور اور مدارج النبوت میں ہے اور یہ دونو کتابیں اہل سنت میں معتبر نہیں یہ ایک ناصبیت کا جوش تھا مگر اخبار اثنا عشری کے ایک ذی علم اور فاضل نامہ نگار نے اُس کو ایسا فرو کیا کہ پھر زبان درازی کی طاقت نہ ہوئی۔ فاضل نامہ نگار کی یہ تحریر اخبار اثنا عشری ۱۵؍ جولائی ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۷ سے صفحہ ۱۰ تک درج ہے جس میں عقل کے اندھوں کو ان کتابوں کے نام دکھائے گئے ہیں جن میں اس حدیث کو مختلف سندوں سے روایت کیا گیا ہے۔

(۳۲) مولوی اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ نے جو کتاب مفاتیح المطالب کے صفحہ ۳۳۷ لغایت ۳۶۷ پر اِس آیت کو نصِ خلافت جناب امیر علیہ السلام ثابت کرنے میں بحث کی ہے۔ ماحصل اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اس قدر تاکید فرماتا ہے کہ اِس آیت کو اگر نہ پہونچایا تو گویا ہماری رسالت ہی نہیں کی مطلب یہ ہے کہ دینِ خدا تو قیامت تک رہنے والا ہے اور ہادیٔ دین جو نبی ہے اُس کی مدّتِ عمر ختم ہونے والی ہے تو بعد نبی جو ہادیٔ اُمت و امام ہے اُس کی معرفت ضرور ہے اور اسی بناء پر مذہب حقہ میں معرفتِ امام مثل معرفت خدا و رسول اصولِ دین مقرر ہوا ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا ہے مَن مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتہ جاھلیتہ۔ پس نتیجہ نکل آیا کہ نماز و روزہ و حج و زکوۃ و جہاد فروعاتِ دین ہیں بدون استحکام اصولِ دین یعنی معرفتِ امام کے بغیر فضول اور بیکار ہے۔ جو تمام اُمت کو ۲۳ سال میں رسول اللہ کی ہدایت سے حاصل ہوا تھا وہ کچھ مفید نہیں۔ جبکہ امام اور ہادی کو ہی نہ پہچانا تو دین اصلی کھو بیٹھے اس واسطے فرمایا وَاِن لم تفعل فما بلغت رسالتہ اور اگر یہ کام نہ کیا تو ہماری رسالت ہی تم نے نہیں کی۔

المختصر آیۂ زیر بحث حقیّت خلافت پر ایک ایسی روشن دلیل ہے جس کا انکار ایسا ہی ہے جیسے کہ دن کے وقت آفتاب عالمتاب کا انکار۔ اور ایسا شخص سوائے مجنون اور فاتر العقل کے کسی دوسرے خطاب کا مستحق نہیں ہُو

صمیمہ ص ۱۳۳ (۴/۱۹۳)

آیت نمبر ۹۱ سورۂ مائدہ رکوع ۱۲

یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا الطیبات ما احل اللہ لکم ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اُن طیب وطاہر چیزون کو حرام نکرو جو خدا نے تمہارے لئے حلال کی ہیں

اسد الغابہ جلد ۲۲ صفحہ ۸۵ طبع مصر

سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں اس آیت کی تفسیر اس طرح لکھی ہے عن قتادہ عن ابن عباس قال انھا نزلت فی علی واصحابہ الخ حاصل ترجمہ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اور اُن کے اصحاب کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی آپنے اور آپ کے اصحاب نے جن میں عثمان ابن مطعون بھی داخل ہیں یہ ارادہ کیا تھا کہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کریں اور عورتون کو چھوڑ کر راہب بن جائیں اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور تفسیر عمدۃ البیان میں بھی کسی قدر زیادتی کے ساتھ شان نزول اس آیت کا یہی لکھا ہے جس میں عثمان کے علاوہ مقداد اور ابوذر اور سلمان اصحاب اخیار کے نام لکھے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس طرح فرمایا اور سمجھایا کہ اپنے نفس کا بھی آدمی پر حق ہے کہ اُس کو آرام و راحت بھی پہونچانا چاہیے مجھکو دیکھو کہ میں تہجد بھی پڑھتا ہون سوتا بھی ہون روزہ بھی رکھتا ہون افطار بھی کرتا ہون عورات کے پاس بھی جاتا ہون تم لوگ بھی ایسا ہی کرو جو چیزیں تمہارے واسطے حلال وطیب ہیں اُن سے حصہ لو اُن کو مطلق ترک نہ کرو گو تم لوگون کی نیت خدا کیطرف ہے مگر دنیا کے تعلقات کو ترک کرکے عبادت خدا کرنا یہ رہبانیت ہے جو اسلام میں نہیں ہے۔

(۳) دیکھئے یہ بھی خداوند تعالی کی رحمت ہے کہ اپنے نیک بندون کو جب اپنی یاد میں اس طرح ترک دنیا پر آمادہ دیکھا تو کیسے نرم اور لطف آمیز لہجہ میں فہمایش کردی۔

(۴) اب ایک دوسری جانب غور کیجئے اسی اُمت میں ایک ایسا گروہ بھی ہے جن کی نیتون سے خداوند عالم اس طرح آگاہ کرتا ہے و قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یعنی جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو نہایت ہی سستی کیحالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔

(۵) اس آیت زیر بحث میں دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ نفسِ رسولؐ کو رسول سے کس قدر مشابہت حاصل ہے رسولؐ پر یہ آیت نازل ہوئی یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک اے نبی ان چیزون کو کیون حرام کرتے ہو جو خدا نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور نفسِ رسولؐ کے حق میں فرمایا یا ایھا الذین

آمنوا لا تحرموا الطیبات ما احل اللہ لکم۔

آیت نمبر ۹۲ سورۂ مائدہ رکوع ۱۲ (۱۹۵)

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا انما علیٰ رسولنا البلاغ المبین۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور حذر کرو اگر تم منہ پھیرلو گے تو خوب جان لو ہمارے رسولؐ پر صرف روشن طریقہ سے احکام کا پہونچا دینا ہے۔

(۱) قبل ازیں آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ کی بحث میں یہ امر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ ایک اطاعت خدا کے لئے ہے اور دوسری رسولؐ و نائب رسولؐ کے واسطے اب ہر جگہ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ نائبان رسولؐ کی تابعداری بعینہ اطاعت رسولؐ ہے۔

(۲) اور اگر کوئی کہے کہ نہیں اس آیت میں صرف اطاعت رسولؐ مراد ہے تو بھی چشم ما روشن و دل ماشاد۔ ہم آیہ یا ایہا الرسول بلغ الخ کی بحث میں رسولؐ کا وہ حکم بیان کر آئے ہیں جو آپ نے نہایت اہتمام اور تشدد کے ساتھ امت کو پہونچایا ہے جس کی نسبت امام غزالی کا قول بھی سر العالمین سے نقل کر دیا گیا ہے کہ اس عہد کو لوگوں نے قایم نہ رکھا۔

(۳) اس آیت کے آخری حصہ سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے جس کی تشریح خطبۂ غدیر میں موجود ہے جسے ہم نقل کر آئے ہیں یعنی اے گروہ مردم تم اس قول (اقرار امامت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو زبان پر جاری کرو) جس سے اللہ راضی اور خوشنود ہو اور اگر تم لوگ اور سب اہل زمین پھر جائیں گے (انکار خلافت کریں گے) تو اس سے خدا کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا اس کے احکام نہیں بدل سکتے

(۴) اسی امر کا اشارہ اس آیت میں بھی ہے کہ اگر تم منہ پھیر لوگے تو اس سے رسولؐ پر کوئی الزام نہیں آسکتا اس نے امر خلافت کو تم تک پہونچا دیا اور اس کا کام تو روشن طریقہ سے پہونچا دینا ہے اب ملاحظہ کیجئے کہ روشن طریقہ موقعہ خم غدیر سے زیادہ اور کونسا ہوگا۔

(۵) تفسیر عمدۃ البیان میں بھی اس آیت کی تفسیر میں حضرت صادق علیہ السلام سے ایک روایت کی ہے کہ اس حکم کے پہونچا دینے سے ہماری دوستی اور ولایت کی تبلیغ مراد ہے اور ہمارے حق کی رعایت کی جو شخص اس کا مخالف ہو گیا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

صفحہ ۱۳۶ — ۲۰۲/۷

آیت نمبر ۹۳ سورۂ مائدہ رکوع ۱۶

هٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُهُمۡ۔ یہ (قیامت) وہ دن ہے جس دن صادقین کو اُن کا صدق نفع پہونچائے گا۔

(۱) اس آیت میں ہمیں فقط یہ دیکھنا چاہیئے کہ صادقین سے کون بزرگوار مراد ہیں (۲) آیۂ وَالصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ الخ (۳) اور آیہ سورۂ توبہ رکوع ۱۴ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کی بحث میں ہم دکھا چکے ہیں کہ صادقین سے جناب امیرؑ اور اُن کی ذرّیت طاہرہ مراد ہیں اور بیشک آیۂ زیر بحث میں بھی انہیں بزرگواروں کی طرف اشارہ ہے اور انہیں کا صدق ان کو نفع پہونچائے گا۔

(۴) بمزید احتیاط ہم آیہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کی نسبت سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام سے کچھ عبارت نقل کئے دیتے ہیں۔ اس کتاب کی فہرست آیات فضیلت کے نمبر ۹ اور صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے عن ابن عباسؓ قال مع علیؑ لانہ سید الصادقین۔ اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ و حافظ ابو نعیم فی حلیہ و سبط ابن جوزیؒ و سیوطیؒ فی درّ منثور عن ابی جعفر علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ قال مع علیؑ

(۵) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں فہرست اسمائے مبارک میں تیرہواں نام آپ کا سید الصادقین بموجب حدیث علیؑ سید الصادقین لکھا درج ہے۔

(۶) اب آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا۔ کہ جن سچوں کے ساتھ خداوند عالم نے رہنے کا حکم دیا ہے اُن کے رأس رئیس جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۷) نیز اُسی فہرست اسماء میں ۲۰ واں نام صدّیق اکبر ہے جس کی سند میں ۸ طریق سے کتب اہلسنّت سے اس حدیث کو لکھا ہے فرمایا رسولؐ نے علیؑ سے تو صدیق اکبر ہے۔

۲۱۸/۷

آیت نمبر ۹۴ نمبر ۹۵ سورۂ انعام رکوع ۱۰

وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ ؕ کُلًّا هَدَیۡنَا ۚ وَنُوۡحًا هَدَیۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ

وَسلیمانَ وَایوبَ ویوسفَ وَموسیٰ وھارونَ وکذالکَ نجزی المحسنین - وزکریا ویحییٰ وَعیسیٰ والیاسَ کلٌ من الصّالحین

(۱) یہ دو آئتین ہیں جن کا مطلب تو یہ ہے کہ خداوندِ عالم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال بیان فرماتا ہے کہ ہم نے اُس کے درجے بلند کئے۔ اُسے اسحٰق (بیٹا) ویعقوبؑ (پوتا) عطا کیا اور ہم نے ابراہیمؑ سے پہلے نوحؑ کو ہدایت کی اور ابراہیمؑ کی اولاد میں سے داؤدؑ وسلیمانؑ - ایوبؑ یوسفؑ موسیٰؑ وہارونؑ کو ہدایت کی اور ہم احسان کرنے والون (نیک بندون) کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ پھر اولادِ ابراہیم سے زکریاؑ ویحییٰؑ وعیسیٰؑ و الیاسؑ کو بھی ہم نے ہدایت کی یہ سب کے سب صالحین میں سے تھے۔

(۲) یہ تو اس آیت کا ترجمہ تھا مگر اُس سے ایک مقدمہ عظیم برآمد ہوتا ہے اور پردۂ جہالت دور ہو کر امرِ حق روشن ہو جاتا ہے۔

(۳) کتاب مصائب میں شعبی سے جو کہ علمائے اہلسنت سے ہیں روایت ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حجاج ابن یوسف نے جو نہایت ظالم - دشمن خاندانِ رسول اور عبدالملک کی طرف سے عراق کا گورنر تھا بروزِ عید قربان مجھے طلب کیا میں خائف و ترسان اُس کے حضور میں جا کر بیٹھا اُس نے مجھ سے سوال کیا اے عالم آج کیا روز ہے میں نے کہا آج عیدِ قربان ہے بولا آج کے دن کونسے وسیلے سے رحمتِ خدا حاصل کرتے ہین میں نے کہا آج کے دن حج کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں قربانی کرتے ہیں خوشنودیٔ خدا کے لئے۔ ابھی یہ کلام تمام نہ ہوا تھا کہ میرے کان میں زنجیر دنکی جھنکار آئی اور میں اُس کے خوف سے مڑ کر دیکھ نہ سکا مگر معلوم ہو گیا کہ ایک شخص کو زنجیرون میں جکڑے ہوئے حجاج کے سامنے لائے ہیں۔ اب حجاج میری طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا ہان میں نے بھی آج کے دن قربانی کے لئے اس سید علوی کو مقرر کیا ہے۔ پھر اُس قیدی سے مخاطب ہو کر بولا کیا تو فلان علوی اور فلان علوی کا بیٹا نہیں ہے۔ اُس نے کہا میں وہی ہون اُس وقت حجاج بولا کیا تیرا یہ گمان ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ ابنائے علیؑ قریب ترین رسول اللہ تھے قیدی نے کہا بلکہ میں تو یہ کہتا ہون کہ یہ دونو بزرگوار سبطین رسولؐ ۔ ذریتِ رسول اللہ ۔ فرزندِ رسول اللہ اور ابنائے رسول اللہ تھے حجاج اِس کلام سے ایسا غضبناک ہوا کہ تکیہ چھوڑ کر سیدھا ہو بیٹھا اور بولا اچھا اگر تو اپنے کلام کی تصدیق میں قرآنِ پاک کی کوئی آیت نہ لا سکا تو تجھ کو فوراً قتل کر دون گا ورنہ اپنی یہ عبا تجھے اُڑھا دون گا۔

(۴) راوی کہتا ہے کہ میں بھی حافظ قرآن تھا میں نے بھی غور کیا مگر کوئی آیت قرآن کی جو اُس علوی کے مفید مطلب ہوتی میرے خیال میں نہ آئی۔ اور اُدھر فوراً ہی اُس علوی نے بغرض قرأت بسم اللہ شروع کی مگر ساتھ ہی حجاج بولا کہ میں آیۂ مباہلہ کو قبول نہ کرونگا جس پر علوی نے کہا کہ آیۂ مباہلہ تو اس امر کی کافی اور روشن دلیل ہے کہ حسنینؑ ابنائے رسول اللہ ہیں مگر حجاج نے منظور نہ کیا۔ یہ سن کر پھر علوی نے زبان پر بسم اللہ جاری کی اور یہ آیت پڑھی۔ وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ الخ۔ جب نام حضرت یحییٰؑ تک پہونچا تو حضرت عیسیٰؑ کا نام چھوڑ دیا اور اُس کے آگے وَاِلْیَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ پڑھکر آیت ختم کر دی یہ سنتے ہی حجاج نے کہا اے علوی تو نے اس آیت کی قرأت میں غلطی کی یحییٰؑ کے بعد عیسیٰؑ کا نام چھوڑ دیا۔ اُس وقت علوی گویا ہوا اے امیر تو نے صحیح کہا۔ مگر عیسیٰؑ کس طرح صلبِ ابراہیمؑ میں داخل ہو کر ذریتِ ابراہیمؑ مقرر ہوئے کیونکہ عیسیٰؑ کا کوئی باپ ہی نہ تھا حجاج نے کہا اپنی ماں مریم بنتِ عمران کی طرف سے ذریتِ ابراہیمؑ میں داخل ہوئے۔ علوی نے کہا خدا کی قسم اسی طرح حسنؑ و حسینؑ اپنی ماں کی طرف سے جو جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہ ہیں داخل صلب رسول اللہ ہوئے یہ سن کر حجاج لاجواب ہو گیا اور اُسے رہا کر دیا اور اپنی عبا دیکر کہنے لگا خدا تجھے اس میں برکت دے۔ علوی بولا یہ تو عطیۂ خدا ہے۔ دیکھو ان آیات سے کس خوبی اور وضاحت کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کی مانند حسنین علیہم السلام فرزندِ رسولؐ خدا ثابت ہو گئے۔

آیت نمبر ۸۶ و ۸۷ سورۂ انعام رکوع ۱۰

وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۙ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَیْنٰهُمْ وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ یہ چاروں آیتیں ایک ہی سلسلے میں ہیں دو نو اوپر لکھی گئیں جن سے ضمنیاً ایک اور بھی فایدہ برآمد ہوا لیکن اصل میں چاروں آیتوں کو شروع سے اخیر تک ایک ہی جگہ دیکھنے کے بعد جو نتیجہ فایدہ بخش نکلیگا اُس کا اظہار کرنا بہتر ہے۔

(۱) یعنی پہلے تو فرمایا کہ ہم نے اُس کو (یعنی ابراہیمؑ کو) اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسے فرزند عنایت کئے اور پھر اُس کل خاندان کو ہم نے ہدایت بھی کی اور نوحؑ کو تو پہلے ہی ہم ہدایت کر چکے تھے اور اس (ابراہیمؑ) کی ذریت میں داؤدؑ و سلیمانؑ و ایوبؑ اور یوسفؑ کو اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی ہدایت کی ہم نے اور ہم تو نیک لوگوں کو اس طرح بدلا دیا کرتے ہیں۔

(۲) دوسری آیت اپنی ماقبل کا ایک جزء ہے اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ والیاس یہ سب کے سب نیک اور پرہیزگار تھے (۳) تیسری آیت اُسی کلام کو پورا کرتی ہے اور اسماعیل والیسع اور لوط ان سب کو یعنی (۲) آیہ اور ۳ جو اوپر مذکور ہیں ابراہیم واسحاق اور یعقوب ان سب کے سب کو فضیلت دی ہم نے عالم کے لوگوں پر نبی بناکر (۴) چوتھی آیت تتمہ یا خاتمہ تمام سلسلہ کا ہے اور علاوہ ان ۱۶ اشخاص مذکورہ بالا کے اُن کے آباء کو اور اُن کی ذریت کو اور بھائیوں کو بھی برگزیدہ کیا اور ہدایت کی ہم نے صراط مستقیم کی طرف۔ اب دیکھنا تو یہ ہے کہ نوح سے لیکر عیسیٰ تک مشہور و معروف پیغمبر دن کے تو اسمائے مبارک خود بتلادیئے جن کو ھدیناھم واجتبیناھم کا مرتبہ حاصل ہے اب یہ جن کا ذکر از سرنو شروع ہوا۔ ومن آبائھم وذریاتھم واخوانھم واجتبیناھم یہ کون لوگ ہیں جو مثل و مانند پیغمبران موسومہ صدر واجتبیناھم وھدیناھم۔ کے مصداق ہیں

(۵) تسلسل کلام وسیاق عبارت بتلا رہا ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے بعد والے ہیں اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ عیسیٰ کے بعد ایسا گروہ جو برگزیدہ اور ہدایت یافتہ اور ہادی ہو اور ہو بھی آل ابراہیم میں سے بجز خاندان رسالت دوسرا نظر ہی نہیں آتا کیونکہ یہ امام ہیں اور ہادی مثل پیغمبران مذکور کے ہیں۔

(۶) جیسا کہ خدا سورہ والصافات میں برابر کرتا ہے اُن کو پیغمبران مرسل سے فرمایا سلام علی نوح فی العالمین اور سلام علی ابراھیم اور لہ سلام علی موسیٰ وھارون اور فرمایا سلام علی آل یٰسین کہ جو آل محمد ہیں مثل و مانند پیغمبران مرسل ثابت ہوئے (۷) اب برگزیدہ ہونا ان لوگوں کا آل ابراہیم میں سے اوپر آیت نمبر ۳۹ اِنَّ اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین میں بخوبی ثابت ہوچکا ہے اور جیسا فضلنا علی العالمین ۳ پیغمبران مذکورہ آیت کیواسطے ہے ایسا اس آیت اِنَّ اللہ اصطفیٰ میں برگزیدہ ہونا عام عالم سے آئمہ اہلبیت رسالت کا ثابت ہے۔

(۸) بلکہ اس سے زیادہ واضح طور پر سورۂ حج میں فرمایا ہے وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جہادہ ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم کہ جہاد کرو راہ خدا میں حق جہاد کا اُس خدا نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور دین میں بھی تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں کہ یہ شریعت تمہارے باپ ابراہیم کی ہے۔

دیکھیئے اس آیت میں کیسا برگزیدہ ہونا اور ذریت ابراہیم ہونا تحقیق ہوگیا اور جہاد کرنے والے

ایسا جیسا کہ حق جہاد ہے بجز علی ابن ابی طالب کے اسلامی دنیا میں دوسرا نظر نہیں آتا اور ایسا ہی یہ جناب ذریت ابراہیم میں مثل قمر کے روشن ہیں پس یہ آیت خاص آئمہ اہلبیت کے حق میں ثابت ہوئی (۹) باقی رہی ایک صفت ھدینا ھم اس کے معنی ہیں ہدایت کیا ہم نے یعنی یہ لوگ مہدی یا ہدایت یافتہ ہیں لیکن مفسرین نے یہاں ہادی کے معنے لئے ہیں اور کوئی دقت بھی اس میں نہیں خدا سے اس قدر ہدایت یافتہ ہوئے کہ خلق کے واسطے مہدی ہادی ہوگئے اور یہ مرتبہ اعلیٰ بھی سورۂ رعد میں واسطے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ختم ہو چکا کہ فرمایا خداوند تعالےٰ نے انت منذر و لکل قوم ہاد۔ اتفاق ہے مفسرین کا اس آیت میں کہ منذر جناب رسول خدا ہیں اور ہادی قوم علی ابن ابیطالب ہیں (۱۰) اور آخر آیت میں جو و ھدینا ھم الیٰ صراط مستقیم ان لوگوں کا ہادی و مہدی ہونا طرف صراط مستقیم آیت اول اھدنا الصراط المستقیم سے ایسا ثابت ہے کہ صراط مستقیم راستہ محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے مقرر ہوگیا۔ (۱۱) اور اگر ابا ئہم کیطرف غور کیا جاوے تو پھر وہ اسی سلسلہ محمدؐ و آل محمدؐ کے آباء طاہرین ہیں جن کے اصلاب طاہرہ اور ارحام مطہرہ میں نور محمدی منتقل ہوتا چلا آیا اور بعض ان میں پیغمبر نہیں ہیں تو بھی وہ مثل ہاشم اور عبدالمطلب اور ابو طالب جیسے بزرگوار ہیں کہ ہرگز پیغمبران سلف سے کم مراتب ان کے نہیں حدیث میں فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ قیامت کے دن نور ابی طالب کا اس قدر روشن ہوگا کہ بجز انوار پنجتن پاک تمام نور اس کے سامنے خیرہ ہو جائیں گے جب یہ مراتب ہیں آبائے رسولؐ اور آل رسولؐ کے تو اجتبیناہم و ہدیناہم کے احاطہ میں ضرور وہ بھی شامل ہیں (۱۲) اور ایسا ہی اخوانہم کے اعتبار سے بھی یہی گروہ ذریت اسماعیلؑ ایسا ہے جو تمام پیغمبران بنی اسحاق کا اخوان کہنے کے قابل ہے جس میں بجائے شمس نور محمد مصطفیٰ اور بجائے قمر علی المرتضیٰ اور بجائے ستارہ ہائے روشن باقی آئمہ طاہرین تا مہدی دین ہیں۔

(۱۳) اور اس ہماری تفسیر کی تائید میں بہت ہی مدد اور موافقت ہے اس بحث کو جو جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ نے اپنی کتاب مفاتیح المطالب کے صفحہ ۱۶۵ لغایت ۱۷۰ لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ واجتبنا ھم وھدینا ھم کے مخاطب خاندان رسولؐ یعنی محمدؐ و آل محمدؐ ہیں ٭

نمبر ۹۸ سورۂ انعام رکوع ۱۱

وَھٰذا کتاب انزلناہ مُبارکًا مصدقًا بین یدیہِ وَلِتُنذِرَ اُمّ القریٰ وَمَنْ حولھا والذینَ یومنونَ بالاٰخرۃِ یومنُونَ بہٖ وھم علیٰ صلواتھم یحافظونَ۔

یہ کتاب (قرآن) جسے ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے اور تصدیق کرنے والی ہے اُس چیز (تعلیمات) کی جو اُس کے آگے ہے تاکہ تو (اس کتاب سے) مکّہ اور اُس کے گرداگرد والوں کو ڈرائے اور جو لوگ آخرت پر ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر بھی ایمان لائیں گے اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(۱) اس آیت میں حضرت رسالت پناہ کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اپنے دل میں اس بات سے کبیدہ (خاطر) مت ہو کہ کفار تیرے ڈرانے پر متوجہ نہیں ہوتے اور اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے اسپر تو وہ ایمان والے ایمان لائیں گے جو آخرت پر ایمان لا چکے ہیں حالانکہ ابھی آخرت کو دیکھا نہیں ان ایمان والوں کا اس کتاب سے بہت تعلق ہے کہ تمام شب و روز میں پانچ مرتبہ نماز واجبہ پڑھتے ہیں جس کی ہر ایک رکعت میں کسی نہ کسی سورے کی تلاوت ہوتی ہے۔

(۲) اس آیت میں اب غور طلب امر یہ ہے کہ وہ ایمان والے جو آخرت پر ایمان لائے ہیں اور اپنی نمازوں کے محافظ ہیں کون ہیں۔

(۳) اب ملاحظہ کیجئے آیہ نمبر ۴ وبالاٰخرۃ ھم یومنونَ اور دوسری جگہ آیہ اجعلتم سقایۃ الحاج الخ کی بحث صفحات گذشتہ اور آیندہ پر بھی کہیں ملاحظہ کیجئے۔ کہ وہ آخرت پر ایمان لانے والا کون ہے جس کی خدا نے مدح فرمائی ہے۔

(۴) سورۂ زمر کی آیت والذی جاء بالصّدق وصدّق بہ اولئک ھم المتقون میں اجماع جمہور ہے کہ یہ آیت جناب رسول خدا اور جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اب فرمایئے جسکو خدا تصدیق کرنیوالا فرمائے اُس سے زیادہ ایمان لانے والا اور کون ہوگا (۵) اب رہی نماز کی حفاظت اُس کے لئے آیہ انما ولیکم اللہ الخ و نیز آیۃ والذین یومنونَ بالغیب ویقیمونَ الصّلوٰۃ کی بحث دیکھئے اور پھر انصاف سے کہیئے کہ جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ نماز کی حفاظت کرنیوالا کون ہوسکتا ہے جن کے حق میں مکرر سورۂ مومنون میں ہے اور سہ کرر سورۂ معارج میں اس طرح اور انہیں الفاظ میں خداوند تعالیٰ گواہی دیتا ہے۔ والذین ھُم علیٰ صلواتھم یحافظونَ۔

(۶) وجوہات بالا پر نظر کرکے کوئی شے ہمیں یہ کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی کہ آیۂ زیر بحث میں آخرت پر ایمان لانے والون اور نماز کی حفاظت کرنے والون سے مراد جناب امیرؑ اور ان کے شیعہ ہیں۔

آیت نمبر ۹۹ سورۂ انعام رکوع ۱۱

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ تم ہمارے پاس تنِ تنہا آئے جیسا کہ تمہیں پہلی مرتبہ خلق کیا تھا(۱) اس آیت میں خداوند عالم انسانون کے حالات بیان فرماتا ہے کہ جب مرنے کے بعد محشور ہون گے تو ہمارے سامنے بالکل تنہا یعنی کپڑا تک بھی اُن کے جسم میں نہ ہوگا۔ ایسی حالت میں آئیں گے جو وقتِ ولادت اُن کی کیفیت تھی۔

(۲) تفسیر عمدۃ البیان اور حاشیۂ قرآن پر روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے جب یہ آیت جناب فاطمہ بنتِ اسد کے سامنے تلاوت فرمائی تو انہون نے پوچھا کہ فرادیٰ کیا چیز ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مُردے قبرون سے برہنہ اُٹھائیں گے۔ یہ سن کر جناب مخدومہ نے کہا وائے رُسوائی کہ ہم لوگون کے روبرو برہنہ ہون گے تب حضرت نے دُعا کی کہ خداوندا اسے برہنہ نہ اُٹھا اور کفن میں محشور فرما۔

(۳) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۳۰۰ پر ان مخدومہ کا ذکر ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی نظر میں آپ کی کیا شان تھی چنانچہ بحوالہ اسد الغابہ فی معرفت صحابہ انس ابن مالک خادم رسولؐ سے روایت ہے کہ جب جناب فاطمہ بنتِ اسد کا انتقال ہوا تو حضرت ان کے جنازے پر تشریف لائے اور سرہانے بیٹھکر فرمایا اے میری ماں خدا تجھ پر رحم کرے تو میری ماں کے بعد میری ماں تھی تو آپ بھوکی رہتی تھی اور مجھکو کھلاتی تھی تو آپ نہ اوڑھتی تھی مجھے اوڑھاتی تھی تو اپنی زبان کو اچھے کھانون سے باز رکھتی تھی اور مجھے کھلاتی تھی تو خاص خدا اور آخرت کے گھر کے لئے مجھ سے یہ سلوک کرتی تھی۔

(۴) انس کہتے ہیں کہ پھر آپ نے غسل کا حکم دیا اور جب کافور کی نوبت آئی تو آپ نے خود دستِ مبارک سے اُن پر باقی ڈالا۔ اپنا پیراہن اُن کو پہنایا عمر ابن خطاب اُسامہ ابن زید اور ابو ایوب انصاری نے قبر کھودی لحد تک پہونچے تو آپ نے دستِ مبارک سے کھودنا شروع کیا اور مٹی نکالی پھر اُس میں لیٹ گئے اور عباس اپنے چچا کے ہمراہ اُن کو قبر میں اُتارا پھر دعا کی اے پروردگار میری ماں فاطمہ بنت اسد

کی مغفرت کر اُس کی قبر کو کشادہ فرما بطفیل اپنے نبی محمدؐ کے اور دوسرے انبیاء کے جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں (۵) اور بعض نے لکھا ہے کہ دفن کے بعد آپ قبر پر بیٹھے رہے پھر یکایک قبر سے مخاطب ہو کر فرمایا ابنکُ ابنکُ اصحاب نے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ فرمایا خدا کے فرشتے اس کے پاس آئے اور میری اس ماں سے دریافت کیا کہ تیرا خدا کون ہے تیرا رسولؐ کون ہے اُس نے بتا دیا کہ خداوند وحدہٗ لاشریک ہے اور رسولؐ محمدؐ مصطفیٰ ہے جب امام کو دریافت کیا تو وہ خاموش ہو گئی میں نے بتا دیا کہ تیرا بیٹا علیؑ تیرا امام ہے (۶) پھر حضرت نے یہ بھی فرمایا۔ کہ جناب ابوطالب کے بعد ان مخدومہ کے سوا میرے ساتھ نیکی کرنے والا کوئی نہ تھا اس لیئے میں نے ان کو اپنا پیراہن پہنایا کہ وہ جنت کی پوشاک پہنیں اور قبر میں اس لیئے لیٹا کہ ان پر فشار قبر آسان ہو جائے جناب امیر علیہ السلام سے بھی اس حدیث کو تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

(۷) یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جناب فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء کا مرتبہ خدا کے نزدیک سب سے بلند ہے۔ کیونکہ وہ مخدومہ معصومہ نورِ پنجتنِ پاک میں شامل در حقیقت ہیں تو یہ حقیقت ہیں ان کے بعد ان کی والدہ جناب خدیجہ بنتِ خویلد کا اُن کے واسطے بھی کفن حلّہائے جنت جبرئیل امین لائے تھے اُن کے دل میں بھی یہی اندیشہ گزرا تھا جس کا اظہار رسولؐ اللہ سے کر دیا تھا جس کا تدارک حلّہائے جنت سے ہو گیا جس کی تصدیق کتب مصائب سے ہوتی ہے اور یہ ذکر خلاصۃ المصائب کے صفحہ ۱۴۲ پر روایت مجلس نمبر ۲۴ میں مرقوم ہے

(۸) اسی طرح تیسری خاتون اس اُمت میں جناب فاطمہ بنت اسد ہیں کہ جن کے لئے حلّہائے جنت سے محلّی ہونے کی دُعا حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمائی ہے اور یہ مرتبہ جو آپ کو میسّر ہوا۔ زنانِ عالم میں سوائے جناب سیدہ زہراؑ و جناب خدیجہ کے کسی کو میسّر نہیں آیا۔ (۹) اور یہ مرتبہ اس باعث سے تھا کہ جناب امیر علیہ السلام کی مادر گرامی تھیں پس اس آیت کے نزول سے جو فایدہ جناب مخدومہ نے اُٹھایا وہ کسی کو نصیب نہیں اور ایک نمایاں شرف ہے جو جناب امیرؑ کو اس سے حاصل ہوا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۰ سورہ انعام رکوع ۱۴

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ تیرے

رب کا کلمہ از روئے صدق و عدل نہایت کمال کو پہونچا اس کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(۱) اس آیت میں لفظ "کلمہ" کی معرفت ضروری ہے کلمہ اگرچہ عام طور پر بات کو کہتے ہیں مگر کلام الٰہی میں حجتِ خدا کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے (۲) جیسا کہ سورہ آل عمران رکوع ۵ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح ابن مریم۔ اور سورہ نساء رکوع ۲۳ انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللّٰہ وکلمتہ القاہا فی مریم۔ وسورہ بقر رکوع ۴ فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ وسورہ بقر رکوع ۱۵ واذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات الخ

(۳) ان آیات کی بحث میں ہم ظاہر کر آئے ہیں کہ کلمات سے حجج خدا مراد ہیں۔ اور وہی حجتِ خدا ہیں جن کے وسیلے سے آدم کی دعا قبول ہوئی جن کی محبت میں ابراہیمؑ کو آزمایا گیا جن کی صداقت کے اقرار سے ابراہیمؑ کو درجہ امامت عطا ہوا۔ جو دوازدہ امام وچہاردہ معصوم علیہم السلام ہیں۔ (۴) اور جن کے سردفتر یعنی جناب رسولؐ خدا کے شیعوں میں بموجب آیہ ان من شیعتہ لابراھیم۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شمار کیا گیا ہے۔

(۵) ان آیات سے بخوبی ظاہر ہو چکا کہ کلمہ خداوندی حجتِ خدا سے مراد ہے۔ اور خداوندِ عالم امام کو پیدا کر کے لوگوں پر اپنی حجت تمام کرتا ہے (۶) جیسا کہ جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں دیکھو ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۴۷۵ "در باب امام کچھ کلام نکرو تمہاری ناقص عقلیں وہاں تک نہیں پہونچ سکتیں امام جب شکم مادر میں ہوتا ہے تو لوگوں کے کلام سنتا ہے ختنہ شدہ تولد ہوتا ہے اور جب شکم مادر سے پیدا ہوتا ہے تو زمین پر ہاتھ رکھکر کلمہ شہادتین زبان پر جاری کرتا ہے اور فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے وتمت کلمۃ ربک الخ مطلب یہ کہ حجتِ خدا مخلوق پر قایم ہو گئی یعنی امام پیدا ہو گیا۔

(۷) اب دیکھئے کہ سلسلہ امامت میں حضرت علیؑ سب سے اول ہیں جو صفتِ صدق و عدل کے ساتھ متصف تھے۔ آپ ہی صدیق اکبر تھے اور آپ ہی عدل کے ساتھ حکم کرنے والے تھے۔ جیسا کہ آیہ نمبر ۲۳ شھد اللّٰہ انہ لا الٰہ الا اللّٰہ والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط کی بحث میں ہم لکھ چکے ہیں کہ قائما بالقسط سے کون بزرگوار مراد ہیں۔

(۸) غور فرمایئے خداوندِ عالم اس آیۃ میں ارشاد فرماتا ہے کہ خدا کا کلمہ کمال کو پہونچا۔ اس مطلب کی توضیح کے لئے آپ کو آیہ اکملت لکم دینکم الخ کی طرف توجہ فرمانی چاہیئے کہ اس کلمہ یعنی حجت الٰہی کی کس طرح تکمیل کیگئی پھر خدا کا ارشاد ہے کہ کلمات یعنی حجج خداوندی کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ بالکل سچی بات ہے حکومت ظاہری تو غاصبین نے لے لی مگر کیا وہ اس غصب اور نافرمانی خدا و رسول سے اس رتبۂ جلیلہ پر پہونچ سکتے ہیں جو خلیفۂ حقیقی رسول کے لئے پیش خدا مقرر ہے۔

(۹) پھر ارشاد خداوندی ہے وھو السمیع العلیم۔ لاریب یہ صاف اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ وہ لوگ جو کلمات الٰہی کے تبدیل کرنے میں کوشش کرتے ہیں ان کی باتوں کو خداوندِ عالم سنتا ہے اور ان کے دلوں کے اسرار سے واقف ہے جیسا کہ وقتِ نصب خلافت تو بخٍ بخٍ کہکر مبارکباد دی اور پھر صاف بدل گئے مگر اس نافرمانی سے خدا کے احکام میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔

الحاصل آیۂ زیرِ بحث میں بھی لفظ کلمہ و کلمات سے آئمۂ طاہرین مراد ہیں اور اس میں وہی شک کر سکتا ہے جس کی آنکھوں کو جہالت کی تاریکی نے ڈہانک لیا ہو۔

آیت نمبر ۱۰ سورۂ انعام رکوع ۱۵

ص ۲۲۷

اَوَمَن کَانَ مَیتاً فَاَحیَینٰہُ وَجَعَلنَا لَہٗ نُوراً یَّمشِی بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَن مَثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیسَ بِخَارِجٍ مِّنھَا۔ کیا وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک ایسا نور مقرر کیا جس کے سبب سے وہ آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے اس شخص کی مانند ہے جو اندھیرے میں گھرا ہوا ہے اور وہاں سے باہر نہیں نکل سکتا (یہ دونوں ہرگز مساوی نہیں)

(۱) حاشیہ قرآن پر اس آیت کی شانِ نزول میں مفسرین کا یہ قول لکھا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جبکہ حضرت کے ساتھ ابو جہل نے کمال بے ادبی کی یعنی عین حالت نماز میں شکمبہ شتر آپ کے سر مبارک پر ڈلوا دیا جس سے آپ کو کمال ایذا پہونچی اور رنج ہوا۔ اس وقت تک حضرت حمزہ ایمان نہ لائے تھے اور وہاں موجود نہ تھے شکار کو گئے ہوئے تھے۔ جب شکار سے واپس آئے تو یہ حال سنا جس پر سخت طیش کھاکر ابو جہل کے سر پر کمان ماری کہ اس کا سر زخمی ہو گیا اور اسی وقت حضرت حمزہ ایمان لے آئے۔

(۲) اس آیت میں اسی واقعہ کی خبر ہے وہ شخص جو مردہ ہونے کے بعد زندہ ہوا یعنی حالتِ کفر جو موت سے بدتر ہے حالتِ اسلام (جو حقیقی زندگی ہے) میں داخل ہوا وہ جناب امیر حمزہ ہیں اور تاریکیوں میں گرفتار رہنے والا ابو جہل ہے لہذا یہ آخر الذکر کافر اول الذکر مومن کا کسی طرح ہمسر اور ہم مرتبہ نہیں ہو سکتا۔

(۳) یہ امر بالکل روشن ہے کہ جناب حمزہ خاندانِ رسالت سے ہیں اور عمِ نامدار ہیں رسولِ اکرمؐ کے۔

(۴) جو ان کی وقعت و عزت رسول کی نگاہ میں تھی وہ دوسرے چچا کی نہ تھی۔

(۵) اور جناب امیر علیہ السلام کے بعد جو رتبہ حضرت حمزہ کا تھا بنی ہاشم میں وہ کسی کا نہ تھا (۶) چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ دعا کی ہے کہ الٰہی عبیدہ کو تو نے جنگ بدر میں اور حمزہ کو اُحد میں مجھ سے لے لیا۔ اب صرف یہ ایک علیؑ ابن ابیطالب میرا ناصر ہے اس کی مدد کر۔

(۷) آیہ زیر بحث جو فضیلت جناب حمزہ سے تعلق رکھتی ہے اس سے خاندانِ رسولؐ کا شرف بھی استنباط ہو سکتا ہے (۸) اور جناب امیر علیہ السلام کے شرف میں شراکت موجود ہے۔

(۹) اور آپ نے اپنی زبان سے فخریہ فرمایا ہے کہ اسد اللہ حمزہ ہم میں سے ہے جعفر طیار ہم میں ہی ہے۔

آیت نمبر ۲ ۱۰ سورۂ انعام رکوع ۱۵

اللّٰہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اپنی رسالت کے قایم کرنے کے مقام کو اللّٰہ ہی خوب جانتا ہے

(۱) تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون نے کہا تھا موسیٰ و ہارون اپنے آپ کو خدا کا پیغمبر بیان کرتے ہیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تو ہیں ہی نہیں۔ یہی ابو جہل کا قول تھا کہ ہم اولادِ عبد مناف شرف و بزرگی میں بنی ہاشم کے مساوی ہیں اب وہ دعوئی وحی کریں اور ہم پر وحی نہ آوے ہم انکی مطابعت کیونکر کر سکتے ہیں۔

(۲) ان جہال کی یہ کیسی سخت غلط فہمی اور نفسانیت تھی ان کو کیا خبر کہ صاحب وحی ہونے کے لئے کیسی قابلیت درکار ہے (۳) ہمیشہ سے یہ معمول چلا آتا ہے اور آج بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ جب کسی سلطنت کو دوسری جگہ وکیل بھیجنے کی ضرورت پڑتی ہے تو کس طرح اُس کا انتخاب کیا جاتا ہے اسی طرح خیال کر لینا چاہیئے کہ خداوندِ عالم جو عالم ما کان و مایکون ہے وہ خوب جانتا ہے کہ جس قوم پر اپنا رسولؐ بھیج رہا ہے اور وہ قوم کس درجہ فہم و تربیت کی ہے اور اُن کے پاس جانے والا نبی پیغمبر کس قابلیت کا ہونا

چاہیئے چنانچہ اسی امر کا اس آیت میں ارشاد کیا گیا ہے۔

(۴) اب اس رسول برحق کا قول جسے ختم المرسلین بنا کر بھیجا گیا ہے جس کی شان میں ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی سننا چاہیئے سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام صفحہ ۲۹ پر بذکر سبقت اسلام جناب امیر علیہ السلام حدیث نمبر ۲۲ میں بطریق اہل سنت ابو ہارون العبدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری سے جا کر درخواست کی کہ فضائل جناب امیر علیہ السلام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی زبانی سنے ہوں ان میں کچھ بیان کیجئے آپ نے جواب دیا اے میرے بیٹے میں تجھے سناتا ہوں

(۵) چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے مرض الموت کی حالت میں جناب سیدہ کا عیادت کی غرض سے تشریف لے جانا اور حضرت کے ضعف کی شدت کو ملاحظہ فرما کر گریہ و بکا کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کا کلمات تسلی آمیز فرمانا یہ واقعات بیان کیئے اور کہا رسول اللہ نے ارشاد کیا اے فاطمہ پروردگار عالم نے روئے زمین کے باشندوں کو اچھی طرح دیکھ کر ان میں سے تیرے باپ کو منتخب کیا۔ پھر دوبارہ دیکھا اور تیرے شوہر کو انتخاب کیا پھر مجھ پر وحی بھیجی اور میں نے تیرا نکاح کر کے اسے وصی کر دیا کیا تم نہیں جانتیں کہ خداوند تعالیٰ نے تم پر کیسی مہربانی کی۔

(۶) اسی مضمون کی ایک حدیث آیت نمبر ۲۸ میں ہم کتاب اربعین سے بروایت انس ابن مالک پہلے نقل کر آئے ہیں جس کا ترجمہ مؤلف کتاب نے نظم میں کیا ہے مختصر یہ کیفیتیں ہیں اور رسول یا وصی رسول کا تقرر اس طرح ہوا کرتا ہے نہ یہ کہ عوام الناس جس کو چاہیں رسول یا خلیفہ رسول مقرر کر لیں۔

(۷) اب دیکھو وصی رسول کے تقرر کی یہ شان ہوتی ہے کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں قصہ تبلیغ سورہ برات کو مختلف راویوں مثل سعد و انس و ابن عباس و ابو سعید و ابو ہریرہ و جناب امیر علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے ما حصل سب روایتوں کا یہ ہے کہ سرور دو جہان نے ابوبکر کو سورہ برات دیکر مکہ کی طرف روانہ کیا کہ کفار کو پڑھ کر سنائیں جب وہ منزل زنجان تک پہونچے تو جناب امیر علیہ السلام کے ناقہ کی آواز سنی پہچان کر ان کے قریب گئے اور پوچھا کہ مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے آپ نے فرمایا خیریت ہے مگر سورہ برات مجھ کو لے چلنے کا حکم ہوا ہے الخ

(۸) کتاب مذکور کی حدیث نمبر ۷ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے عذر کیا کہ میں تو کچھ ایسا زبان آور اور مقرر نہیں ہوں اس پر حضرت نے فرمایا کہ بجز اس کے چارہ ہی نہیں کہ یا تو میں لے جاؤں یا تم اس کو

سے جاؤ یہ سن کر جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی کہ اگر چارہ نہیں تو میں ہی سے جاتا ہوں۔ اب اس مضمون ناچاری کو دیکھئے اور رسول اللہ کے اس فرمان کو ملاحظہ فرمایئے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے پہلی نگاہ میں مجھے اور دوسری میں علی ابن ابیطالب کو برگزیدہ کیا۔

(۹) اس مضمون نے انتخاب خلیفہ کا پردہ بالکل اٹھا دیا مگر نہایت افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ خدا نے محمد و علی کو پسند کیا مگر امت نے اس انتخاب کی ذرا پروا نہ کی۔ اور بالکل خیال نہ کیا کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کے کیا معنی ہیں۔

آیت نمبر ۱۰۳ سورہ انعام رکوع ۱۵

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقاً حرجاً۔ خداوند عالم جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہی میں رکھے اُس کے سینے کو تنگ اور سخت بنا دیتا ہے۔

(۱) اس آیت میں خداوند عالم نے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک تو ہدایت یافتہ جن کے سینے قبول اسلام کے لئے کشادہ ہیں دوسرے گمراہ جن کے سینہ تنگی اور سختی میں مثل حجر افتادہ ہیں۔

(۲) اب ہم لکھتے ہیں کہ اول الذکر گروہ کے سر دفتر جناب امیر علیہ السلام ہیں اور دوسرے کے پیشوا وہ حضرت ہیں جن کے رائے کے موافق وحی نازل ہوتی تھی باعتقاد سواد اعظم۔ دیکھو الفاروق شبلی نعمانی جب کسی امر میں جناب رسول اللہ سے آپ کا (یعنی عمر کا) اختلاف رائے ہو پڑتا تو اُس کا فیصلہ بذریعہ وحی ہوا کرتا تھا جو اکثر موافق آپ کے (یعنی عمر کے) رائے کے ہوتا تھا۔ اب ہم دونوں کا تقابل کر کے ناظرین کو دکھاتے ہیں

(۳) اور اس تقابل کی صورت میں دو مدعین علیحدہ علیحدہ ہیں ایک جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کہ جو سب سے اول دوسری عمر ابن خطاب کے واسطے اول سب سے سبقت اسلام ہی موازنہ کے واسطے ایک معیار کامل ہے کہ خداوند تعالیٰ کی اس ہدایت اسلامی کا اثر زود تر کس کے سینے پر ہوا اور ابتدا میں کون رہا۔

اس معیار میں اگر تمام اسلامی دنیا کو چھان ڈالیں تو سابق اسلام جناب امیر علیہ السلام کو پائیں گے چنانچہ سوانح جناب امیر علیہ السلام میں صفحہ ۲۸۸ لغایت ۳۰۰ تک بہ بحث سبقت اسلام علیؑ پر ستائیس روایات معتبر ڈال ہیں۔

اور دوسرے عمر ابن خطاب ہیں کہ بیکا قرار خاص وعام اہلسنت چالیسویں مسلمان ہیں جس عدد کی برکت پر اہلسنت کو ناز ہے مگر اسلام میں بموجب قاعدہ مقررہ ایک نمبر کے مقدم کو بھی اس موخر پر فضیلت حاصل ہوتی ہے اور یہاں تو چالیس پر اول کو چالیس گُنی فضیلت ہے۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

(۴) اس کے علاوہ مقولہ الاعمال بالنیات اس قبولیت اسلام میں ہر ایک کی نیت اور ارادے سے بھی بخوبی روشنی پڑتی ہے ان کے مدارج پر کہ سچا اسلام کس کا تھا اور بضرورت کس نے قبول کر لیا تھا۔ پس ہر صاحب کی حالت دیکھی جائے۔

ان دونوں میں حضرت علی علیہ السلام کی تو یہ حالت تھی کہ پیر کے دن ظہر کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ مبعوث برسالت ہوئے اور دین خدا نے دنیا میں قدم رکھا۔ پس ایک رات تو کسی طرح جناب امیر علیہ السلام نے بسر کی مگر منگل کی صبح بوقت چاشت جو آپ حاضر خدمت رسول ہوئے تو بطیب خاطر اور بشوق تمام خود درخواست کی کہ یا رسول اللہ اس دین خدا کی تعلیم مجھکو بھی فرمایئے۔

اور دوسری طرف یہ حال ہے ۶ سال تک تو کسی کا داخل اسلام ہونا حدیث رسول سے ثابت نہیں ہے پس ۶ برس تو عمر خطاب شامل گروہ ابوجہل مخالفت و ایذا رسانی رسول میں منہمک رہے اور آخر ان کو مجبور کر دیا اُس طمع سو اشتر نے جو قاتل محمد کے واسطے انعام مقرر ہوا تھا اور اسی کام پر آمادہ ہو کر تلوار لیکر آئے۔ اتفاق سے یہاں ایسے مجمع بنی ہاشم یا وران رسول میں آنکر گھر گئے جن کی صولت و رعب کے سامنے ان سے کچھ بھی نہ بن پڑا اور اب خالی جانا اپنے ہم صحبتوں کی طرف جو منتظر بیٹھے تھے ایک بڑی ذلت کی بات تھی لاچار ظاہر اسلام کے پردے میں دفع الوقتی کو اختیار کیا۔

(۵) اور اس رغبت اور اکراہ کا اندازہ یہی حالت آیندہ سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ ان دونوں صاحبوں کے اسلام کے اندر یقین اور بدیقینی کی کیا صورت تھی۔

ان میں ایک تو علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں جن کا مشہور قول ہے لو کشف الغطا ما ازددت یقیناً۔ اگر پردہ ہائے ظاہر درمیان سے اٹھ بھی جائیں تو بھی میرا یقین کچھ زیادہ نہیں ہوسکتا اس قدر کامل یقین تھے اور ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بھی ایسا ہی ہے کہ فرمایا ایمان علیؑ کا بھاری ہے تمام اہل زمین وآسمان کی خلقت کے ایمان سے۔

اور عمر ابن خطاب کو اگرچہ سالہا سال اسلام کے اندر گذر گئے تھے تاہم موقعہ حدیبیہ پر نبوت رسول میں ج

کچھ ان سے ظہور میں آیا وہ آپ کے قلبی خیالات کا آئینہ ہے یعنی ایک یہی فقرہ ان کا حیرت بخش ہے کہ جیسا فکر و شبہ مجھکو رسولؐ کیطرف سے اس موقع پر ہوا ویسا کبھی نہیں ہوا تھا جس سے صاف یہ نکلتا

(۲) بلکہ اس جگہ یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ ان دونوں صاحبوں میں سے جس نے اس محبوب اسلام اور دین خدا کی خدمت زیادہ کی ہوگی اُس سے اسلام کو گہرا تعلق ہے اور وہی اسلام کی ہدایت پر ہے۔

اب دیکھنا چاہیئے ایک تو علی مرتضیٰ ہیں اسلام کی ایسی خدمت کرنے والے کہ حدیث قدسی میں فرمایا خداوند تعالےٰ نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وایدناہ ونصرناہ بعلیؑ اور ارشاد رسولؐ ہے جو غدیر خم میں دیا کہ علیؑ وہ ہے جس نے اپنے نفس کو رسولؐ خدا پر فدا کر دیا اور فرشتوں کا اقرار ہے لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار اور ایک شاعر کہتا ہے ؎

گر نہ بودے دستِ حیدرؑ ذوالفقار کے بود اللہ اکبر آشکار

ان تمام خدمات کے علاوہ فتح مکہ کے وقت جبکہ تمام بتوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ توڑ چکے تو سب سے بڑا بت ہبل نامی ایسی بلندی پر نصب تھا جس پر ہاتھ نہیں پہونچتا تھا تب بارشاد رسولؐ علیؑ نے دوش رسولؐ پر سوار ہو کر اُس کو توڑا۔ اور خانہ کعبہ کو نجاست بتان سے پاک کیا یہ کیسی ممتاز خدمت ہے اسلام کی جو علیؑ سے ظہور میں آئی کسی دوسرے کا حصہ اس میں نہیں ہے۔

اسی مقام پر اس خدمت میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے عمر بن خطاب کو بھی کچھ حصہ دینا چاہا پس آپ نے ارشاد کیا کہ ہم بتوں کو توڑتے ہیں یہ دیواروں پر جو تصاویر رنگ برنگ کی بنی ہیں اُن کو بھی محو کر دینا چاہیئے تم پانی کسی برتن میں بھر کے لے جاؤ۔ اور تمام تصویروں کو پانی سے دھو ڈالو۔ رسولؐ خدا اور علیؑ مرتضیٰ اپنے کام میں مصروف ہوئے اور عمر بھی بموجب حکم کے گئے مگر تھوڑے عرصہ میں بدون کسی تعمیل کے واپس چلے آئے اور ایک نقطہ تک بھی نہ مٹا سکے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے عدم تعمیل کا سبب دریافت کیا تو جواب دیا کہ میں جو اس کام کے واسطے گیا وہاں میں نے تصویر حضرت ابراہیم پیغمبرؑ کی دیکھی ایسے بزرگ کی شبیہ مٹانے سے مجھکو شرم آئی یہ حالت تھی اسلامی خدمت عمر بن خطاب کی۔

(۳) اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ اس اسلام سے جسقدر کوئی مستفیض ہوا ہوگا اتنا ہی اُس کو علوم اسلام اور احکام شرع میں واقفیت ہوگی۔

پس علی ابن طالب علیہ السلام کا تو اس علم میں وہ درجہ کامل ہے کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ میں تو شہر علم ہوں علیؑ اُس کا دروازہ ہے نیز دوسری حدیث میں ہے اعلمُ اُمَّتِی علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام۔ تمام اُمت میں سب سے بڑا عالم علیؑ ابن ابی طالب ہے۔

اور خداوند تعالےٰ سورۂ رعد میں حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کرتا ہے وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ۔ اور وہ جس کے پاس علم کتاب ہے اور اپنے علم کے باب میں خود جناب امیر علیہ السلام کا یہی دعوےٰ تھا۔ سلونی سلونی قبل اَنْ تفقدونی پوچھو پوچھو تم مجھ سے اس سے پہلے کہ گم کرو گے مجھ کو۔

اور عمر خطاب تو علم دین اور احکام اسلام سے ایسے کورے نابلد تھے کہ عہد خلافت میں بھی کبھی معاملہ میں بدون استفسار کمیٹی حکم قطعی نہ دے سکتے تھے اور اس پر بھی ایسی ایسی فاش غلطیاں واقع ہوتی ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام ان کی اصلاح کرتے ہیں اُس وقت آپ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوتا تھا لولا علیؑ لھلک عمر اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔

اپنی جہالت کا اقرار آپ خود کرتے ہیں یعنی فرماتے ہیں۔ کُلّ النّاس افقہ مِنَ العمر حتیٰ مخدرات الحجال۔ یعنی سب آدمی عمر سے زیادہ فقہ جانتے ہیں یہاں تک کہ پردہ دار عورات بھی۔

(۲) ایک اور بڑی دلیل اس پر یہ ہو سکتی ہے کہ جس کو اسلام کی ہدایت ہوئی اور وہ مستفیض باسلام ہوا تو اُس کو ظاہرا کوئی عزت اسلامی بھی تو حاصل ہونی چاہیئے۔

جیسا کہ ذات جناب امیر علیہ السلام کے واسطے خداوند تعالےٰ نے وہ عزت اور عظمت مقرر فرمائی کہ قرآن میں مثل اپنے اور مثل اپنے رسول کے تمام اُمت کا ولی اور حاکم اور مفترض الطاعت مقرر کیا ہے۔ آیت نمبر ۸ سورۂ مائدہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَالرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ۔ بجز اس کے نہیں کہ ولی تمہارے اللہ اور رسولؐ اُس کا اور وہ مومن ہیں جو نماز میں زکوٰۃ دیتے ہیں بحالت رکوع اور یہ تمام عزت افزائی باعث بخش دینے ایک انگشتری کے ظہور میں آئی۔

جس کے مقابل میں خود عمر خطاب کے وہ روایت بہت لطف دیتی ہے کہ واللہ میں نے ۴۰ چالیس مرتبہ سائلوں کو رکوع میں انگشتری دی کہ میرے واسطے بھی کوئی آیت نازل ہو جیسے کہ علیؑ کے واسطے نازل ہوئی تھی مگر کوئی آیت نازل نہ ہوئی اور اس کلام خدا پر غور نہ کیا اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ بجز اس کے نہیں کہ خدا تو متقین سے قبول کرتا ہے۔

(۹) اسی طرح ایک دوسری حجت بھی بہت قوی ہے یعنی اس ہدایتِ اسلام کا نتیجہ بجز نجاتِ اُخروی اور کچھ دوسرا نہیں سکتا پھر جسکو اتنی بڑی سندِ نجاتِ آخرت حاصل ہو اُس کو بھی تو کچھ اُمید اور یقین اپنی نجات پر ضرور حاصل ہوگا کیونکہ اُس کا سینہ کشادہ ہو چکا ہے۔

اور یہ امر بہت ہی روشن طریقہ سے ظاہر ہو گیا کہ اپنے خدا سے پوری اُمید بہتری کی رکھنے والے اور کامل الیقین شخص مثل جناب امیر علیہ السلام کے دوسرا نظر نہیں آتا کیونکہ جس وقت آپ کے فرقِ مبارک پر تلوار کا زخم کاری لگا تو فوراً ہی اپنی حتمی اور یقینی طور پر فرمایا فزتُ بربّ الکعبہ یعنی میں تو فائز المرام ہو گیا خدائے کعبہ کی قسم ہے اور یہی خوف رجا یعنی علامتِ مومن ہے تمام عمر کے لیے مگر آخر کے وقت یقینی کامیابی ضرور ہو جاتا ہے۔

برخلاف اس کے کیفیت عمر ابن خطاب کی ہے جو شم کوفی میں لکھا ہے جب زخمی ہوئے عمر اور اُمید نزلیست منقطع ہو گئی اُس وقت ابن عباس نے چند کلمات خوشامدی فرمائے اُس کے جواب میں عمر نے کہا ابن عباس کاش میں دنیا سے ایسا برابر برابر چلا جاؤں کہ نہ تو کسی شئے کا ثواب ملے اور نہ کسی بات کا حساب مجھ سے لیں ظاہر ہے یہ کیسی بدیقینی کے کلمات ہیں بلکہ وہی قول ہے ؏ ماگذشتیم ز لطف تو غضب را چہ علاج۔

(۱۰) نیز اس آیت میں جو ہے کہ خداوند تعالےٰ جس کو چاہے ہدایت کرنا اُس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہدایت خدائی بذریعۂ قرآن اور کلام اللہ کے ہوتی ہے پس جس کا زیادہ تعلق قرآن سے ہے جو قرآن کا عالم ہے جو قرآن کا حافظ ہے جو قرآن کا قاری ہے وہی تو ہدایت یافتہ ہے اُسی کا سینہ کشادہ ہوا ہے واسطے اسلام کے اور اس صفات میں علی ابن علیہ السلام ایسے بے مثل ہیں کہ اس تمام اُمت میں دوسرا کوئی مثل مانند اُن کے ہوا ہی نہیں آیت نمبر۲ سورہ بقر ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب ہے وہ ہدایت جس کے لئے سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اُس کا جسکو خدا چاہتا ہے اور اس کی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ ہدایت خاص متقین کے واسطے ہے اور متقین وہ ہیں جن کے سردار امام المتقین ہیں اور یہ لقب علی مرتضیٰ کا ہے جن کو ہدایت ہوئی اور جن کا سینہ کشادہ ہوا۔ اور نہیں ہے زیادہ تعلق قرآن کا پایا جاتا ہے موافق ارشاد رسول القرآن مع العلی والعلی مع القرآن اور یہی جناب سب سے زیادہ عالم بالقرآن اور حافظ قرآن اور قاری قرآن ہیں چنانچہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۱۲۷ پر لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت کے روبرو قرآن شریف حفظ کر لیا

تھا اور حضرت کو سُنا دیا تھا اور تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ علیؑ وہ شخص ہیں کہ اول سب سے
جمع کیا قرآن کو اور آنحضرت کی جناب میں پیش کیا اور محمد حنفیہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو یہ آیت نازل
ہوئی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ جس کے پاس علم قرآن کا ہے وہ علی ابن ابی طالب ہیں اور حفظ قرآن کے متعلق
مشہور روایت ہے کہ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت آپ قرآن شروع کرتے تھے اور دوسری رکاب میں پاؤں
رکھنے اور دُرست ہو کر بیٹھنے تک قرآن ختم کر لیتے تھے اور صفحہ ۲۸۷ پر ہے کہ تمام اہل سیر کا اتفاق ہے کہ جناب
امیر علیہ السلام نے عہدِ رسول اللہ میں تمام قرآن جمع کر کے حضرت کو سُنا دیا تھا اور تمام آئمہ قراء شاگرد ہیں عبدالرحمان
سلمی کے اور عبدالرحمان سلمی شاگرد ہے جناب امیر علیہ السلام کا اور وہ کہتا ہے کہ ہم نے جناب امیر علیہ السلام
سے زیادہ کوئی قاری قرآن نہیں دیکھا۔

اب انہیں صفات مذکورہ بالا سے بے تعلقی عمر ابن خطاب کی ظاہر ہے کہ عالم ہونا تو بڑا امر ہے وہ تو آپ کے
اقرار لولا علی لھلک عمر سے ہی ظاہر ہے اور حافظ بھی وہی ہو گا جس کے سینہ میں گنجایش ہو گی قرآن کی
قاری بھی وہی ہو گا جو حفظ نہیں تو ناظرہ تو پڑھ سکے ان کا تو یہ قصہ مشہور ہے کہ ۱۲ سال کی عمر میں ایک سورہ
بقرہ اُستاد سے ختم کی تھی ایسا سینہ کُند ذہن اور تنگ آپ کا تھا یہ ایک سورہ آج کل سات یا آٹھ برس کا بچہ
۲۰-۲۵ منٹ میں پڑھکر سُنا دیتا ہے جس پر آپ کو بارہ برس لگے تھے اور ختم کرنے کے موقعہ پر بہت اونٹ قربانی
کئے تھے ایسا امر اہم تجویز کیا تھا یہ حالت تھی قرآن سے بے تعلقی عمر ابن خطاب کی۔

(۱) اب ہر دو گروہ کے سربرآوردہ حضرات کا آپس میں بخوبی تقابل کر کے دکھا دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علی ابن
ابی طالب علیہ السلام سابق الاسلام تھے اور عمر بن خطاب چالیسویں مسلمان۔

علیؑ برغبت خود یا ہدایت خدا بلطیب خاطر ایمان لائے علیؑ اپنے ایمان اور اسلام میں کامل الیقین تھے۔

علیؑ نے اسلام کی ایسی مدد کی کہ کلمۂ لاالہ کو عرب میں پھیلا دیا علیؑ ایسے مستفیض ہوئے اسلام سے کہ ہر علوم
اسلام میں یکتا ہوئے علیؑ نے وہ عزت پائی اسلام سے کہ نفسِ رسولؐ اور ولی اُمت مقرر ہوئے کبھی غزوہ و سرایا
میں بجز رسول اللہ غیر کے ماتحت نہیں ہوئے علیؑ کو رحمت خدا پر پورا پورا اپنی نجات کا یقین تھا۔

عمر قتل رسول اللہ کے ارادے سے آئے اتفاق سے مجمع بنی ہاشم میں گھر گئے اور مجبوراً اسلام قبول کیا۔ عمر کو رسول اللہ
کی رسالت پر اور اُمور اسلام میں ہمیشہ شکوک ہوتے تھے۔ عمر سے کوئی کام اسلام کا نہ بنا سوائے رسول کے مگر بعد
اپنی سلطنت کا کام کیا نہ کہ اسلام کا۔ عمر کو کچھ خبر ہی نہ تھی احکام اسلام کی اور علیؑ کی مدد سے احکام جاری ہوتے تھے۔

عمر بن خطاب کو کوئی عزت نہتھی اسلام میں حتیٰ کہ سریۂ ذات السلاسل میں عمرو بن عاص کے ماتحت تھے مرد انے ان کو چوکیداری کی خدمت عطا کی تھی۔ عمر رحمت خدا سے نا امید تھے اور خواہش تھی کہ کاش میں نسیاً منسیاً ہو جاوں قرآن سے ایسے نابلد اور کورے تھے کہ بارہ سال سے ایک سورہ پڑھتے تھے۔

علیؑ مع القرآن علیؑ قرآن صامت تھے علیؑ قرآن کے جامع اور قرآن کے حافظ قرآن کے قاری اور قرآن کے جلیے ورود تھے خداوند تعالےٰ خود فرماتا ہے ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔ یعنی یہ کتاب ہدایت ہی خاص متقین کے لیے اور علیؑ امام المتقین ہیں پس ہدایت علیؑ کو ہوئی جس ہدایت کے واسطے سینہ علیؑ کا کشادہ ہو گیا اور علیؑ بحر العلوم ہو گئے اور علیؑ کا مقابل تمام صفات میں صدرہ ضیقاً حرجاً یعنی ایسا تنگ سینہ ثابت ہوا۔ کہ جن میں دخل اسلام یا امور اسلام ہو نہ سکا۔

(۱۲) اور علیؑ کو تو قرآن سے وہ تعلق اور ہدایت ہوئی کہ تمام امت میں اس کلام خدا کا محافظ اور یاد رکھنے والا وہی ایک شخص مقرر ہوا چنانچہ سورۂ الحاقۃ رکوع ایں فرمایا خدا نے وتعیھا اذن واعیۃ اور یاد رکھے اسکو کان یاد رکھنے والا۔ اور مفسرین کا قول ہے مثل ثعلبی اور حافظ ابو نعیم اور صاحب کشاف کا کہ وہ کان یاد رکھنے والا کلام الٰہی کا علیؑ ابن ابیطالب کا کان ہے چنانچہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۴۷۷ پر اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے بریدہ سلمی سے کہ میں نے سنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فرماتے تھے اے علیؑ خداوند تعالےٰ نے مجھکو حکم دیا ہے۔ کہ میں تعلیم کروں تمہیں اور تم اس کو یاد رکھو۔ اور خداوند تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ تمہیں یاد کرا دے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اب نظر برین الفاظ رسولؐ کہ خدا پر حق ہے کہ تم کو یاد کرا دے۔ اگر اس جملہ آیت پر غور کیا جاوے فمن یرد اللہ ان یھدیہ پر تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ فمن کا رجوع اُس شخص پر ہے جس کو یاد کرانا خدا پر حق ہے اور وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زبانی۔

(۱۳) علاوہ اس کے دوسری جگہ سورۂ زمر رکوع ۳ میں ہے افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ۔ یعنی جس کا سینہ کھول دیتا ہے خداوند تعالےٰ وہ تو اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر قایم ہے اس کے موقع پر مفسرین سے ثابت ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے نور پر وہی قایم ہے جس کے چہرہ کے نور سے خداوند کریم نے فرشتے پیدا کیے ہیں وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے۔ سوانح عمری کے صفحہ ۷۰ سے زیادہ وضاحت صفحہ ۱۵۹ پر ہے۔

حاشیہ قرآن مترجم پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحابہ نے جناب رسالتماب سے پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا خداوندِ تعالیٰ مومن کے دل میں نور کو داخل کرتا ہے اُس کا سینہ کھل جاتا ہے (۵) عرض کی اس کی کیا علامت ہے۔ فرمایا رجوع بطرف خانۂ آخرت۔ کنارہ کشی خانۂ غرور (دُنیا) سے اور مستعد رہنا مرگ کے واسطے۔ اب ان علامات پر نظر ڈال کر دیکھیے کہ دُنیا سے کنارہ کش کون تھا آیا وہ شخص تھا جس نے بیت المال کو زر و سیم سے خالی کر کے مستحقین کو دے دلا کر جھاڑو دلوا کر نماز پڑھنی شروع کر دی اور دُنیا سے خطاب کیا کہ اے دُنیا جا میرے غیر کو فریب دے میں تجھے تین طلاق دے چکا جن کے بعد رجوع ممکن ہی نہیں ہے (۶) یا وہ لوگ دُنیا سے کنارہ کش تھے جن کے پہلے بزرگوار نے تو ڈھائی برس کی حکومت میں اس قدر مال و زر (حق مسلمانان) گھر میں بھر لیا کہ جانشین صاحب کو واپس لینا پڑا۔

(۷) اور دوسرے صاحب نے خزانہ کسریٰ جان کے صندوق تمام فوج فاتح کو محروم کر کے گھر میں رکھ لئے اور جب خواب میں وہی جواہرات فرشتوں نے بطور عذاب کے جسم پر مارے تو خوف زدہ ہو کر وہ بجنسہٖ واپس تو بھجوا دیئے مگر یہ خدا جانے کیا ہوا کہ پہلے تو ایک ایک رتل کی قیمت لگانے سے جوہری عاجز تھے یا وہ کل صندوق پچیس ہزار میں فروخت ہوئے اور آخری متغلب تو صاف ظاہر ہے کہ پورا اسی ہزار کی رقم ذمے نکلی جو صاحبزادے کو ادا کرنی پڑی (۸) اب رہے تیسرے صاحب بس ان کی حالت تو کچھ پوچھئے ہی نہیں تمام مُسلمانوں کے لئے بیت المال وقف تھا اور مستحقین فاقے پر فاقے کرتے تھے۔ ایک عالیشان محل اپنے رہنے کے لئے بیت المال سے بنایا اور یہاں تک محبتِ دُنیا غالب ہوئی کہ مصریوں نے گردن پر خنجر رکھ دیا کہ خلافت سے الگ ہو جاؤ۔ ورنہ جان کی خیر نہیں لیکن توبہ توبہ ؎

جان جائے کسی خرابی سے ہاتھ اُٹھے نہ اِس رکابی سے

دم دیدیا مگر دُنیا نہ چھوڑی اُس امتحان کی کسوٹی پر کَش لینے سے معلوم ہو گیا کہ کس شخص کو من جانب خدا ہدایت ہوئی ہے کس کا سینہ کشادہ کیا گیا ہے اور کون کون صاحب ضلالت تاریکی اور دل تنگی میں مُبتلا ہیں ؏

آیت نمبر ۱۰۴ سورۂ انعام رکوع ۱۵

وھذا صراط ربك مُستقیماً قد فصّلنا الآیات لقوم یذکرون ٭ یہ تیرے رب کی طرف سے

صراط مستقیم ہے ہم نے یاد کرنے والی قوم کے لئے نشانیون کی تفصیل کی ہے۔

(۱) یہ آیت اپنے ماسبق سے تعلق رکھتی ہے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ جس کو ہدایت کرتا ہے اُسکا سینہ کشادہ کر دیتا ہے ایسا ہی سورۂ زمر میں بھی آگے آئے گا کہ جس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کیا گیا ہے وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر قایم ہے۔

اور حدیث پیغمبر سے بھی ہم نقل کر آئے ہیں کہ خداوند تعالیٰ مومن کے دل میں نور نازل کرتا ہے تو ان کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے جن کے سینے میں نور داخل ہو گیا جو اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر کھڑے ہیں وہ تو یقینی صراط مستقیم پر آ گئے۔

(۳) دیکھو آیت نمبر ا سورۂ حمد کی تفسیر میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ صراط مستقیم طریقۂ محمدؐ و آل محمدؐ ہے اور یہاں بھی اس آیت میں یعنی صراط ربک مستقیما سے مراد راستہ محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے۔

(۴) اب دیکھئے نور کا سینے میں داخل کرنا سینہ کشادہ ہونے کی اطلاع دینا۔ یہ آیاتِ مفصلات ہیں جو خدا کو یاد رکھنے والی قوم کے لئے بیان ہوئی ہیں۔

(۵) اور وہ قوم کونسی ہے پیروانِ جناب امیر علیہ السلام (۶) جن کی نسبت پہلے گزر چکا ہے نمبرہ ۶ آل عمران میں الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا الخ جو کھڑے اور بیٹھے خدا کی یاد رکھتے ہیں۔

(۷) دیکھا ذکر کرنے والی قوم ظاہر ہو گئی۔

آیت نمبرہ ۱۰ سورۂ انعام رکوع ۱۵

ص ۲۲۸

لھم دار السلام عند ربھم و ھو ولیھم بما کانوا یعملون۔ ان کیلئے پروردگار کے نزدیک سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا دوست ہے ان نیک اعمال کے سبب سے جو وہ بجالاتے تھے۔

(۱) فمن یرد اللہ سے یہ ایک ہی سلسلہ ہے یعنی جن لوگون کے واسطے ہدایت کا ارادہ کیا ہے اور انہیں کا راستہ صراط مستقیم ہے انہیں کے واسطے یہ بشارۃ دار السلام کی ہے۔

(۲) اور دار السلام یعنی گھر سلامتی کا بہشت ہے جہان موت نہیں مرض نہیں مشقت نہیں سلامتی ہی سلامتی ہے تو یہ بشارتِ جنت ہوئی مخاطبین ماسبق کے واسطے اور وہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور پر ثابت ہو چکے ہیں جو اول البیت ہیں پس یہ بشارت واسطے انہیں اہل بیت کے ہے جن کے حق میں شروع سے بشارت ہی بشارت

جنت موجود ہیں (۳) جیسا کہ نمبر ۲ سورۂ بقر میں ہے فبشّر الذین آمنوا الذین وعملوا الصالحات انّ
لھم جنات تجری من تحتھا الانھار بشارت ہے اُن لوگون کے واسطے جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے جنت
کی جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ذرا بھی فرق نہیں دونو آیتون کا ایک ہی مطلب ہے نمبر ۲ میں جنت نام
لیا اور یہان دار السلام فرمایا نمبر ۲ میں لھم سے مراد آمنوا وعملوا الصالحات ہیں اور یہان بھی لھم سے مراد بما
کانوا یعملون ہیں مشارٌ الیہ دونو جگہ ایک ہی گروہ ہے (۴) وھو ولیھم یہ ایک دوسری صفت مشار الیہ کی تبلادی
کہ وہ خدا کے دوست ہیں یہ ایک ایسی خوبی ظاہرا مختص بذات جناب امیر علیہ السلام ہے کہ نام ہی آپ کا ولی اللہ
ہے (۵) چنانچہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۳۴ پر یہ نام ہے اور اُس کی سند میں یہ روایت ہے جناب
امیر علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے جناب سرور کائنات شب معراج ہم نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا
سُنہرے حروف میں محمدؐ حبیب خدا کا ہے اور علیؑ خدا کا دوست ہے فاطمہؑ کنیز خدا ہے اور حسنینؑ برگزیدہ
خدا ہیں ان کے دشمنون پر خدا کی لعنت ہے۔

(۶) اور بھی اوپر آیت نمبر ۹ سورۂ مایدہ ومن یتولّ اللہ میں ثابت ہو چکا کہ تولّا اور محبت رکھنے والے
خدا کے جناب امیر علیہ السلام ہیں اور اُن کا گروہ جن کو خدا کہتا ہے فانّ حزب اللّٰہ ھم الغالبونؑ۔

(۷) اور مقام خیبر پر علم کے عطا ہونے کے وقت صاف صاف فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ وہ شخص
ایسا ہے جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔

(۸) نتیجہ ان تمام ارشاد خدا و رسولؐ کا یہ ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام ایسے ولی خدا مشہور ہو گئے کہ فرقۂ حقہ
نے شہادتین میں شامل کیا یعنی جُز کلمہ ہو گیا لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ علیٌ ولی اللہ۔

(۹) اب آیت میں جو وھو ولیھم ہے وہ معلوم ہو گیا بخوبی ثابت ہو گیا کہ ھو کا مشارٌ الیہ علیؑ ابن ابیطالب
ہے پس دار السلام مسکن انہیں کا ہے جن کے مدفن کا نام بھی وادی السلام ہے اور یہ ایک آیت کل
تمام سلسلہ کے واسطے یہ ثبوت کافی ہے۔

آیت نمبر ۱۰۶ سورۂ انعام رکوع ۱۹

وانّ ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصّٰکم
بہ لعلکم تتقون یہ میری سیدھی راہ ہے اس کی متابعت کرو اور دوسرے رستون کی خواہش سے باز

آ ڈ وہ تمہیں راہ خدا سے الگ کر دیں گے تمہیں اس بات کی وصیت کی جاتی ہے شاید تم کچھ خوف کرو۔ (اور اسپر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ)

یہ آیت بھی مثل آیہ نمبر ۱۰۴ کے ہے اور یہ ہم متعدد مرتبہ ثابت کر چکے ہیں (۱) کہ صراط مستقیم محمدؐ و آل محمدؐ کا طریقہ ہے چنانچہ اسی رکوع میں خداوندِ عالم فرماتا ہے۔ کہدے اے محمدؐ کہ میرے پروردگار نے مجھے صراط مستقیم کی ہدایت کی ہے۔

(۲) حدیث ثقلین جس کا ہم کئی جگہ ذکر کر آئے ہیں بالکل اسی آیت کے مطابق ہے جس میں قرآن و اہلبیت کی پیروی کا حکم ہے یعنی انہیں دو چیزوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ نے بحکم خداوندِ عالم صراطِ مستقیم قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اگر تم ان کی پیروی کروگے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور یہی منشا اس آیت کا ہے کہ دوسرے راستوں کی متابعت نکرو وہ تمہیں راہِ خدا سے الگ کر دیں گے چنانچہ (۳) صراط مستقیم کی تفسیر میں عبد اللہ ابن مسعود سے حاشیۂ قرآن پر روایت ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ نے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا یہ راہ خدا کی ہے اور اس کے چپ و راست اور بہت سے خط کھینچے اور ارشاد کیا کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک شیطان متوکل ہے۔

(۴) خطبۂ غدیر میں جس کا اکثر حصہ آیت نمبر ۹۰ میں نقل کیا ہے حضرت کا یہ صریح ارشاد موجود ہے۔ اے گروہ مومنین میں صراط مستقیم ہوں جس کی متابعت کا تمہیں خدا نے حکم دیا ہے اور میرے بعد علی ہے اور علیؑ کے بعد اس کی اولاد جو سب امام ہیں اور حق کی طرف ہدایت کریں گے۔

اور اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں بذریعہ آیت نمبر ۱۰۳ سورۂ آل عمران اس طرح ادا کیا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ سب ملکر خدا کی رسی کو پکڑو اور الگ الگ مت ہو بالکل وہی ہدایت ہے جو آیت زیر بحث میں ہے کیونکہ وہاں حبل اللہ فرمایا اور یہاں صراطی وہاں حکم دیا واعتصموا اور یہاں فاتبعوہ اسی طرح وہاں ہے لا تفرقوا اور یہاں ہے لا تتبعوا السبل المتفرق۔ اور یہاں حبل اللہ اہل بیت رسولؐ ہیں اور یہاں بھی سبیلی سے مراد سبیل اللہ صراطِ مستقیم محمدؐ و آل محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

آیت نمبر ۱۰۷ سورۂ انعام رکوع ۲۰

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو متفرق کیا اور وہ گروہ گروہ متفرق ہو گئے تو اُن میں سے کوئی کسی چیز پر نہیں ہے ان کا امر خدا کی طرف ہے اور وہی ان کو اُن کے اعمال سے خبردار کرے گا۔

(۱) نمبر (۱۰۶) میں ذکر آ چکا ہے کہ صراط مستقیم میری راہ ہے اس کی پیروی کرو ورنہ متفرق رستوں میں پڑ جاؤ گے۔ اور راہ مستقیم طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ ہے۔ نیز نمبر ۱۳ و ۲۵ میں بھی اسکی بحث گزر چکی ہے۔

(۲) اب باوجود ان احکام کے جو لوگ دین سے علیحدہ ہو گئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا دین مقرر کر لیا۔ ان کی خبر اس آیت میں دیگئی ہے اور فرما دیا گیا ہے کہ اے رسولؐ تجھے ان سے کچھ تعلق نہیں خدا ان سے خود سمجھ لے گا۔

(۳) یہیں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اشعریہ۔ جبریہ۔ قدریہ۔ صوفیہ۔ معتزلہ۔ حنفیہ۔ شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنبلیہ۔ سنّی۔ وہابی مقلد۔ غیر مقلد۔ اہلحدیث۔ اہل قرآن یہ اتنے فرقے جو علیحدہ علیحدہ نظر آتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنا اپنا طریقہ جداگانہ رکھتا ہے کیا یہ سب کے سب صراط مستقیم سے تعلق رکھتے ہیں لا واللہ عقل اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرتی۔

(۴) حاشیۂ قرآن پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا اُمتِ موسیٰؑ کے اکہتر فرقے ہوئے ایک اُن میں سے ناجی اور ستّر ناری۔

(۵) اور اُمتِ عیسیٰؑ بہتر فرقوں پر منقسم ہوئی جن میں ایک نجات یافتہ اور باقی فی النّار۔

(۶) اسی طرح میری اُمت تہتّر رستوں پر متفرق ہو جائیگی اُن میں سے ایک گروہ ناجی ہے اور باقی جہنّمی ہیں۔ (۷) اور عقل و نقل سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ناجی فرقہ وہی ہے جو صراطِ مستقیم پر گامزن ہو۔ (۸) حبل اللہ سے متمسّک ہو اور قرآن و اہلبیتؑ کی پیروی کو بارشاد رسولؐ اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے۔

(۹) سوائے گروہ اثنا عشریہ ایسا کوئی فرقہ نہیں ہے اور یہی فرقہ بطیب خاطر جناب امیر علیہ السلام کا مطیع ہے جن کی پیروی کا رسولؐ نے حکم دیا ہے اور جو قرآن ناطق ہیں اور صفحہ ۲۲۷ قرآن مترجم مولوی مقبول احمد صاحب پر تفسیر مجمع البیان سے روایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے نقل کی ہے فرمایا رسولؐ اللہ نے کہ میری اُمت ۷۳ فرقوں پر منقسم ہو جائیگی جن میں سے بجز ایک کے سب جہنمی ہیں اور وہ ایک فرقہ ناجی وہ ہے جو پیروی کریگا میرے وصی علیؑ ابن ابیطالب کی۔

آیت نمبر ۱۰۸ سورۂ انعام رکوع ۲۰

مَنۡ جاء بالحسنۃِ فلہ عشر امثالھا و مَنۡ جاء بالسیّۃِ فلا یُجزیٰ الا مثالھا ۔ جو شخص نیکی کے ساتھ آیا (جس نے نیکی کی) تو اُس کے لئے دس گُنا ثواب ۔ اور جو شخص بدی کو لایا تو اُسے بدی کی مانند اُن کی جزا دی جائیگی ۔ اللہ اکبر کیا رحمت ہے ۔

(۱) تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ یہ دس گنا ثواب جو فرمایا ہے اِس سے مراد کثرت ہے کیونکہ کسی نیکی کا ثواب ستر گنا لکھا ہے کسی کا سات سو گُنا اور کسی کا بے حساب ۔

(۲) اب نیکی کو دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ کیا ہے وہ جناب امیر علیہ السلام کی دوستی ہے اور بدی کیا ہے اُن کی مخالفت ۔ (۳) جیسا کہ اس آیہ کو نمبر ۲۰ میں فہرست اخبار امامیہ کے نقل کیا ہے جناب امیر علیہ السلام سے کہ فرمایا نیکی محبت ہماری ہے اور بدی بغض و دشمنی ہماری ہے ۔

(۴) اور آیندہ ذکر اُس کا سورۂ نمل و سورۂ قصص میں ہے جو بشرح مَنۡ جاء بالحسنۃِ مفصل آئے گا ۔

(۵) ہاں عمدۃ البیان میں بھی ہے کہ مراد حسنہ سے اقرار خلافت علیؑ ابن ابیطالب ہے اور مراد سیئہ سے پیروی دشمنانِ اہلبیتِ رسولؐ ہے (۶) اور اس کے مطابق حدیثِ رسولؐ ہے حبّ علیؑ حسنۃٌ لا یضر و معہ سیئہ و بغض علی سیئۃٌ لا ینفع معہ حسنہ ۔

آیت نمبر ۱۰۹ سورۂ اعراف رکوع ۱

والوزن یومئذٍ الحق فمن ثقلت موازینہ فاولئک ھم المفلحون ۔ (قیامت کے دن موازنہ اعمال کا بالکل حق ہے پس جس شخص کی نیکیاں زیادہ ہونگی تو وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں (۱) قاعدہ نمبر ۸ مقدمہ کتاب میں ہم یہ پہلے لکھ آئے ہیں کہ لفظ فائزون اور مفلحون جہاں کہیں قرآن میں آیا ہے اُس کے مصداق جناب امیر علیہ السلام ہیں اور حدیث رسولؐ یا علیؑ انتَ و شیعتک ھُم الفائزون بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اس پر بھی اگر کسی کو شبہ رہے تو اُسے بصدق ارشادات نبوی پر توجہ کرنی چاہیئے ۔

(۲) چنانچہ حضرت کا ارشاد ہے کہ اگر علیؑ کا ایمان ایک پلہ ترازو میں رکھا جائے اور دوسرے میں تمام عالم کا (۳) تو علیؑ کے ایمان کا پلہ بھاری رہیگا ۔ اس سے زیادہ سنگینی اعمال کیا ہو گی اور کس کی ہو گی ۔ اس سے زیادہ اسی حدیث کی تصدیق وہ مبارک الفاظ کرتے ہیں جو بر فرزِ خندق حضرت رسولؐ کی زبان

الدس سے نکلے ہیں جب جناب امیر المومنین علیہ السلام نے عمر عبدِ ود کو فی النار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ضربتہ علیٍّ یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین۔ (۴) اب فرمایئے جس بزرگوار کی ایک ضربت دو نوجہان کی عبادت سے افضل ہو یعنی بھاری ہو اُس کی نیکی اعمال کا پلّہ کس قدر ثقیل ہوگا۔ پھر کوئی وجہ نہیں جو ہم جناب امیر علیہ السلام کو فاولئک ہم المفلحون۔ کا مصداق نہ خیال کریں (۵) کیونکہ خداوندِ تعالےٰ سورۂ مومنون میں بھی فمن ثقلت موازینہ انہیں کے حق میں فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۱۰ سورۂ اعراف رکوع ۵

ص ۲۳۶/۸

قالوا الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ انہوں نے کہا کہ حمد و تعریف اُسی خدا کے لئے ہے جس نے ہم کو اُس کے ساتھ ہدایت کی اگر ہمیں خدا ہدایت نہ کرتا تو کبھی ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے۔

(۱) اس آیت سے پہلے تو اہل جہنم کا ذکر تھا پھر ایمان والوں کا ذکر شروع ہوا۔ انہیں اصحاب الجنۃ فرمایا گیا جنت کی تعریف فرمائی پھر انہیں ایمان والے بہشتیوں کا قول اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہدایت پر شکر کرنے والے وہ کون لوگ ہیں (۲) ایک بڑی شناخت اس کے موافق قاعدے نمبر ۲ مقدمہ کتاب اس جگہ موجود ہے کہ اہل جہنم کے بعد ضرور ان اہل جنت کا ذکر آتا ہے (۳) مسند احمد حنبل کی ایک حدیث پیشتر بیان کر چکے ہیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قرآن میں جس گروہ کو الذین آمنوا سے مخاطب کیا گیا ہے اُس کے راس و رئیس علیؔ ابن ابیطالب ہیں۔

(۴) یہی حدیث فضایل مرتضوی میں جناب صادق علیہ السلام سے موجود ہے۔ اب یہیں سے ثابت ہو گیا کہ وہ گروہ پیروان جناب امیر علیہ السلام کا ہے کیونکہ یہ الفاظ انہیں کی زبان سے تو نکلے ہیں جو اوبر آمنوا و عملوا الصالحات سے متصف ہیں۔

(۵) قرآن کی اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ گروہ ہدایت یافتہ ہے تو پھر اس کا ہادی بھی کوئی ضرور ہونا چاہیئے اور ہادی اُمت جناب امیر علیہ السلام ہیں بمصداق آیۂ انت منذرٌ ولکل قوم ھاد جس کا ذکر سورۂ رعد میں ہم آئندہ کریں گے اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ وہ پیروان جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۶) حاشیۂ قرآن کے صفحہ ۱۶۶ پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب قیامت ہوگی تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ ہدیٰ طلب کئے جائیں گے اور لوگون کے روبرو کھڑے کئے جائیں گے پس شیعہ ان کے اس وقت ان کو دیکھکر کہیں گے الحمد للہ الذی ھدانا الخ یعنی اُس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اُن کی دوستی کی ہم کو ہدایت کی اب ہر ایک صاحب ایمان یقین کرسکتا ہے کہ وہ گروہ یقیناً پیروان جناب امیر علیہ السلام کا ہے جس کا خداوندِ عالم نے ذکر فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۱۱ سورہ اعراف رکوع ۵

فاذن موذنٌ بینھم ان لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ پس (قیامت کے دن) ایک منادی اُن کے درمیان ندا کرے گا۔ کہ بیشک ظلم کرنے والون پر خدا کی لعنت ہے۔

(۱) حدیث میں آیا ہے کہ جب دوزخی دوزخ میں اور بہشتی بہشت میں مقیم ہوجائیں گے تو اُن کے درمیان سے حجاب اُٹھادیا جائیگا۔ اور وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے پس حسب آیۂ ماسبق اُس وقت بہشت والے اہل دوزخ سے کہیں گے کہ ہمارے پروردگار نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا اُسے تو ہم نے حق پایا اور تم سے جو وعدۂ عذاب کیا گیا تھا کیا تم بھی اُسے راست پارہے ہو وہ جواب دیں گے کہ ہاں وعدے کے موافق ہم عذاب میں گرفتار ہیں اُس وقت اُن بہشتیون میں سے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ ظالمون پر خدا کی لعنت ہے

(۲) اب یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ پکارنے والا کون ہے۔

تفسیر عمدۃ البیان میں بروایت حضرت امام موسیٰ کاظم وحضرت رضا علیہم السلام مرقوم ہے کہ یہ آواز دینے والے حضرت امیر علیہ السلام ہیں یعنی آپ ان تمام لوگون کے مظالم مثل کفر و نفاق و جہل اور تکذیب رسول و وصیِ رسول و غصبِ خلافت و غصبِ فدک (نہیں یاد دلادلاکر) نیز لعنتِ خدا کا اظہار فرمائیں گے سورۂ توبہ میں وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۴) بیشک یہ پکارنے والا وہی ہے جس نے ایام حج میں بمجمع کفار کے سامنے بمقام مکہ سورۂ برأت بے خوف و خطر مشرکین کو سُنادی اور جتادیا کہ خدا اور اُس کا رسولؐ ان لوگون سے بیزار ہے جو مشرکین سے عہد کرنیوالے ہیں اب تم زمین کی چار مہینے اور سیر کرلو اور تم خدا کو عاجز نہیں کرسکتے اب معلوم ہوگیا کہ خدا و رسول نے دُنیا میں جس کو اپنے احکام کا پکارنے والا مقرر فرمایا آخرت میں بھی یہ عہدہ اُسی کو تفویض ہوا

(۶) اور چونکہ دنیا میں اس پر ظلم بھی بے حد ہوا ہے لہذا انصافِ خداوندی کا تقاضا یہی ہوا۔ کہ اسی مظلوم کی زبان سے ظلم کرنے والوں پر اپنی لعنت کا اظہار فرمایا۔

(۷) کتاب تاریخ اذان کے حصہ اول میں صفحہ ۶۴ پر ینابیع المودۃ کی سند سے لکھا ہے کہ تفسیر فاذن موذن بینھم۔ اور اذان من اللہ میں حاکم ابو القاسم حسکانی نے محمد بن حنفیہ سے اور اُنہوں نے اپنے والد ماجد سے سُنا کہ فرمایا حضرت نے انا ذالک الموذن (۸) اور دوسرے طریق سے حاکم نے سنا ابو صالح سے کہ فرمایا جناب علیؑ مرتضیٰ نے کتاب خدا میں میرے لئے ایسے نام ہیں کہ نہیں جانتے آدمی اُن کو جیسا کہ فاذن موذن بینھم میں موذن ہے (۹) اور مناقب میں جابر جعفی نے جناب محمد باقر علیہ السلام سے سُنا کہ خطبہ پڑھا جناب امیرؑ نے کوفہ کے منبر پر اور فرمایا وَ انا موذنٌ فی الدنیا والاخرۃ کما قال اللہ عزّ وجلّ فاذن موذنٌ بینھم۔

آیت ۱۱۲ سورۂ اعراف رکوع ۵

الذین یصدّون عن سبیل اللہ و یبغونھا عوجاً وھم بالاٰخرۃ کافرون۔ پس یہ آیت بھی آیۂ ماسبق سے متعلق ہے یعنی ظالمین کی یہ صفت ہے جس کا ترجمہ تفسیر عمدۃ البیان کے مطابق یہ ہے کہ جو لوگ راہ خدا سے بند کرتے ہیں اور ٹیڑھی راہ چاہتے ہیں اور آخرت کے منکر ہیں اور لوگوں کو راہ خدا سے روکتے ہیں انہیں کفر و شرک کی ترغیب دیتے ہیں جھوٹی حدیثیں بنا کر لوگوں کو حق سے باز رکھتے ہیں قرآن کی تاویل میں اپنے قیاس اور رائے کو دخل دیتے ہیں بغیر استحقاق کے پیغمبر کے جانشین بنکر اپنے آپ کو امیر المومنین کہلواتے ہیں اور اس راہ کو از راہ کجی دنا راستی طلب کرتے ہیں یا راہ کجی و ناراستی کے طالب ہیں آخرت کے منکر ہیں وہی لوگ ان ظلم کرنے والوں کی جماعت کے افراد سے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ ان ظالمین اور مخالفین جناب امیر علیہ السلام کی یہ نشانیاں خداوند عالم نے بیان کی ہیں (۳) یبغونھا عوجاً وھم بالاٰخرۃ کافرون۔ اُن لوگوں کی صفت ہے جو خدا کے راستے سے لوگوں کو بند کرتے ہیں کیونکہ کجی اور ضلالت کا خواستگار ہونا صاف اور سیدھے خدا کے رستے سے عدول کرنا ہے اور ایسی ٹیڑھی راہ وہ اختیار کریگا۔ جو آخرت کا منکر ہوگا باز پرس قیامت کا جس کو خوف نہ ہوگا۔

(۴) سیدھا رستہ خدا کا یعنی دین خدا وہی ہے جو خداوند تعالےٰ کے بھیجے ہوئے ہادیان دین کی معرفت سے پہنچے۔ برخلاف اس کے منجانب خدا ہادیانِ دین کو معزول کرکے اپنی طرف سے زید بکر کو مقرر کر لینا اس کام پر

جس کی لیاقت اُن میں نہ ہو عین مخالفتِ خدا اور کجی اور ضلالت پیدا کرنی ہے دین خدا میں جیسا کہ بعد رحلت رسول اللہ
سقیفہ میں ہوا۔ (۵) اور اُن لوگون کا ذکر آیت نمبر ۴ سورہ آل عمران میں آچکا ہے فاما الذین فی
قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ
الا اللہ والراسخون فی العلم۔ کچھ اوپر سے ترجمہ اس طرح ہے کہ خدا وہ ہے جس نے نازل کی تمہارے
اوپر کتاب۔ اس کتاب میں آیات محکمات ہیں جو اصل کتاب کی ہیں اور آیات متشابہات بھی ہیں پس جن لوگون
کے دل میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور اُن میں سے ایسے معنی نکالنا چاہتے ہیں جن سے فتنہ پیدا
ہو اُس کی تاویلیں کرنا چاہتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ تاویل قرآن پر تو کسی کو علم ہے ہی نہیں مگر یا تو خدا جانتا ہے اور
یا راسخون فی العلم (۶) ۔ سمجھئے ان کج فہمون اور مصداق "فی قلوبہم زیغ" کے مصداق لوگون کی حقیقت معلوم ہو گئی کہ
تاویل قرآن کی تو لیاقت نہیں اور پھر اس غرض سے تاویل کرتے ہیں کہ دین خدا میں فتنہ وفساد برپا کریں
(۷) اور راسخون فی العلم آئمہ اہلبیت صلی ہادی دین بجانب اللہ تفسیر آیت میں تحقیق ہو چکی ہیں۔ جو تاویلات
کے عالم ہیں مثل خدا کے تو یہ ناآشنایان تاویلات فسادی لوگ ضرور مخالف اہلبیت ہیں جو بانی سقیفہ سازی
کے ہیں ؎

آیت نمبر ۱۳۱ سورہ اعراف رکوع ۵

وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماہم۔ اعراف کے اوپر کچھ لوگ ہون گے جو سب کو انکی پیشانیون
سے پہچان لیں گے (جن کی پیشانیان سفید ہونگی وہ اہل بہشت ہون گے اور اہل دوزخ سیہ رو)
حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ اعراف ٹیلے ہیں بہشت و دوزخ کے درمیان اور رجال سے
مراد جو اعراف پر کھڑے ہون گے آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔
(۳) حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑے ہون گے جس شخص نے
ہماری نصرت کی ہے ہم اُس کو پہچان کر داخل بہشت کریں گے۔ اور دشمن کو اُس کی علامت سے شناخت کر کے
دوزخ میں ڈالیں گے۔
(۴) دوسری روایت میں فرمایا ہے کہ ہم اعراف پر ہون گے اور اپنے مددگارون کو ان کی علامتون سے
پہچانیں گے (۵) پھر فرمایا ہے کہ ہم اعراف ہیں ہمارے ہی پہچاننے سے خدا کی معرفت ہوتی ہے۔ ہم کو
خداوند عالم پل صراط پر کھڑا کرے گا۔ جو بہشت دوزخ کے درمیان ہے۔ پس

جس کو ہم پہچانتے ہیں اور وہ ہم کو جانتا ہے بہشت میں جائے گا اور جو شخص ہمارا منکر ہے ہم اُس کے منکر ہیں وہ دوزخ میں جائے گا۔

(۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رجال مرد ہیں آلِ محمدؐ میں سے کہ جو آئمہ معصومین ہیں۔ اور اعراف صراط ہے بہشت و دوزخ کے درمیان پس جس شخص کی وہ شفاعت کریں گے وہ نجات پائے گا اور جس کے شفیع نہ ہونگے وہ ہلاک ہو کر واصلِ جہنم ہوگا۔

(۷) محمد ابن حنیف جو راویانِ اہلِ سنت سے ہے اصبغ ابن نباتہ کی زبانی روایت کرتا ہے کہ میں ایک روز مجلس شاہ اولیاء علی مرتضیٰ میں بیٹھا تھا کہ ابن الکوا نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جو اعراف پر ہوں گے فرمایا ہم اہلِ بیتِ نبوت ہیں اُس روز خداوندِ تعالےٰ ہمیں اختیار دیگا کہ اپنے دوستوں کو پہچان کر بہشت میں داخل کریں گے اور دشمنوں کو واصلِ جہنم۔

(۸) پھر راوی نے حدیث عمر ابن سبیہ سے بھی روایتِ بالا کی تصدیق کی ہے عمر ابن سبیہ کہتا ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے جناب امیر علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا یا علیؑ میں تجھکو دیکھتا ہوں کہ قیامت کے دن تیرے ہاتھ میں درختِ خار دار کا عصا ہے اور تو اُس عصا سے ایک گروہ کو بہشت کی طرف ہانکتا ہے اور دوسرے کو دوزخ کی طرف۔

(۹) حارث ہمدانی جو امیر المومنین علیہ السلام کا ایک صحابی تھا۔ اُس نے ایک روز عرض کی یا حضرت میں دو حالتوں سے ہراساں ہوں ایک حالتِ نزع سے اور دوسرے صراط پر گذرنے کے وقت سے۔ آپ نے فرمایا اے حارث بشارت ہو تجھکو میں اپنے دوستوں کو دونوں حالتوں میں نہ چھوڑونگا اور اُن کے پاس پہنچونگا میں ان کو پہچانونگا اور وہ مجھے پہچانیں گے۔ دیکھو سراج محمدی صاحب ... عشر ص ۹۴ ص ۹۶ طبع ثانی

(۱۰) ثعلبی نے جو مفسرینِ اہلسنت سے ہے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اعراف ایک منزل بلند ہے کہ وہاں علی مرتضیٰؑ و حمزہؓ و عباسؓ و جعفر طیارؓ ہوں گے جو اپنے دوستوں کو سفید روئی اور دشمنوں کو سیاہ روئی سے پہچانیں گے (۱۱) اور کشف الحجاب میں جو فہرست آیات ہے اُس کے نمبر ۱۴ پر یہ آیت ہے...... ۱۰۰ تفسیر بخاری نے بھی اسیطرح کی ہے جو حرف بحرف ثعلبی نے اوپر لکھا ہے۔

آیت ۱۴ سورہ اعراف رکوع ۶ (۲۲۹)

وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰی عَنْکُمْ وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ
صاحبان اعراف اُن لوگون کو آواز دیں گے جنہیں اُن کی پیشانیون سے پہچانیں گے اور کہیں گے کہ تمہیں نہ تو تمہارے مال نے (خوافِ وعذاب قیامت سے) بے پروا کیا نہ اُس چیز (شرافت و بزرگی) نے جسپر تمہیں ناز تھا اور جسپر تکبّر کیا کرتے تھے۔

(۱) اس آیت میں اصحابِ اعراف سے تو وہی بزرگوار مراد ہیں جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے اور رجال سے ابوجہل ولید ابن مغیرہ اور عاص ابن وایل مراد ہیں جو کہا کرتے تھے کہ خداوند عالم ہرگز بلال۔ عمار اور صہیب کو بہشت میں جگہ نہ دیگا۔ ان کی فقیری ان کی کالی کلوٹی صورتیں بہشت کے قابل نہیں بلکہ وہان ہم جائیں گے کیونکہ ہمارے پاس مال و دولت ہے ہم معززین قریش ہیں اور اپنے اقوال پر قسمیں کھایا کرتے تھے۔ انہیں لوگون کو وہ اصحاب اعراف (آئمہ طاہرین) بروزِ قیامت مخاطب کرکے فرمائیں گے کہ دیکھو (ہمارے پیرو) بلال وعمار وصہیب تو جنت کے مزے لے رہے ہیں اور تم دوزخ میں جل رہے ہو نہ تمہارا مال یہان کچھ کام آیا نہ شرافت عزت اور دُنیوی مال و دولت نے کچھ نفع پہونچایا۔ عمدۃ البیان میں اس تفسیر پر اکثر مفسّرون کا اتفاق ظاہر کیا ہے اور مخاطب بھی وہی ہیں۔

آیت نمبر ۵۱ سورۂ اعراف رکوع ۶

ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَةٍ۔ یہ آیت بھی آیۂ ماسبق کے متعلق ہے یعنی اصحابِ اعراف وہ اُن منکرین سے مخاطب ہوکر فرمائیں گے کہ دیکھو۔ لوگ (جو ساکن بہشت ہیں) وہی تو ہیں جن کی نسبت تم تو قسم کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنی رحمت میں کسی طرح داخل نہ کریگا۔

(۱) ان دونو آیتون کو اگر غور سے دیکھئے تو نہایت ہی مفید نتیجہ برآمد ہوتا ہے اللہ اللہ قیامت کے دن جب انبیا اولوالعزم نفسی نفسی کی صدا بلند کریں گے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند دلبند کو فراموش کردیں گے اُس روز ہمارے آئمہ طاہرین اپنے دوستون کی تسکین اور دشمنوں کی تہدید فرمائیں گے اور اُن کو اُن کے مناسب مقام عطا کریں گے۔

(۲) اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ پیروانِ جناب امیر علیہ السلام جن کے نام اوپر لکھے گئے وہ فائز بدرجات بہشت ہیں اور ان کے کل تابعین جنت میں ساکن ہیں اور اُن کے مخالف مثل ولید اور ابوجہل وعاص ابن وائل

بنزرہ لوگ جو بعد میں بھی انہیں کے طریقہ پر رہے دوزخ میں جل رہے ہیں۔

(۳) اسی طرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ نے فرمایا ہے یا علیؑ طوبیٰ لمن احبک و صدقک و ویل لمن ابغضک و کذبک یا علیؑ خوشخبری ہے اُس شخص کے لیے جس نے تجھ سے محبت رکھی تیری تصدیق کی اور ویل دچاہ جہنم ہے اُس کے واسطے جو تیرا دشمن ہوا۔ اور تیری تکذیب پر کاربند رہا۔

(۴) صاحب کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۶۳۸ پر ایک حدیث بطریق اہلسنت نقل کی ہے عن ابن سعد الحضرمی قال قال رسول اللہ لعلیؑ حبک ایمان و بغضک نفاق اول من یدخل الجنۃ محبک و اول من یدخل النار بغضبک۔ ابن سعد حضرمی کہتا ہے کہ رسولؐ اللہ نے علیؑ سے فرمایا تیری محبت ایمان ہے تیرا بغض نفاق جو شخص پہلے جنت میں جائے گا وہ تیرا دوست ہوگا اور سب سے پہلے داخل دوزخ ہونے والا تیرا دشمن ہے۔

آیت نمبر ۱۱۶ سورۂ اعراف رکوع ۷

(ص ۲۵۰)

والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا۔ زمین پاکیزہ شہر پاکیزہ یعنی عمدہ زمین (جو قابلِ زراعت ہے) اُس سے بحکم خدا روئیدگی نکلتی ہے اور جو زمین شور زار ہے ناپاک ہے اُس میں سے بہت کم روئیدگی کا ظہور ہوتا ہے جس سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا۔

(۱) ابن عباس سے روایت ہے کہ خداوند تعالےٰ نے یہ مثال مومن اور کافر کے دل کی بیان فرمائی ہے مومن کا دل تو زمین پاکیزہ کی مانند ہے کہ جس وقت نصیحت اور ہدایت کا مینہ اس پر برستا ہے تو وہ عبادت اور اطاعت الٰہی کے پھولوں سے سرسبز ہو جاتا ہے اور کافر کا دل زمین شور زار کی مانند ہے جس پر باران نصیحت و ہدایت کا کچھ اثر نہیں ہوتا (۲) اور بعض کا قول ہے کہ یہ مثال آئمہ معصومین علیہم السلام کے واسطے ہے۔ کہ بحکم پروردگار ان سے علم و ہدایت ظاہر ہوتے ہیں اور اُن کے دشمنوں سے نکد یعنی فساد۔

(۳) **لطیفہ** منقول ہے کہ ایک روز جناب امام حسن علیہ السلام معاویہ کے پاس تشریف رکھتے تھے معاویہ نے الزاماً پوچھا اے حسنؑ قرآن میں آیا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین یعنی ہر خشک و تر قرآن میں موجود ہے بھلا بتاؤ تو میری اور آپ کی ڈاڑھی کا ذکر کہاں ہے۔ امام علیہ السلام کی ریش اقدس گھنی تھی اور معاویہ کی ٹھوڑی پر چند بال تھے۔ چنانچہ امام نے فوراً اُس سے فرمایا اے معاویہ میری اور

یتری ڈاڑھی کا ذکر اس آیت میں والبلد الطیب یخرج نباته باذن ربه والذی خبث لا یخرج الا نکدا۔ موجود ہے۔ معاویہ اس سوال سے بہت پشیمان ہوا۔

آیت نمبر ۷۰ سورۂ اعراف رکوع ۱۹

(ص ۹/۱۷۰)

فالذین آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون۔
جو لوگ کہ اُسپر ایمان لائے اُسکی تعظیم کی اُس کی نصرت کی اور اُس نور کے تابع ہوئے جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت خاص جناب امیر علیہ السلام سے تعلق رکھتی ہے (۱) ایمان والوں میں تو جو آپ کا مرتبہ ہے حسب قاعدہ ۳ مقدمۂ کتاب عبداللہ ابن عباس کی روایت سے ظاہر ہے۔

(۲) نیز حدیث خاصف النعل دیکھو جسے ہم کسی جگہ نقل کر آئے ہیں (۳) بروز خندق جب آپ عمر عبدود کے مقابلہ کو چلے تو حضرت نے فرمایا ایمان کل کفر کل کیطرف جا رہا ہے فضل ابن روزبہان نے لکھا ہے کہ جمہور اہل تفاسیر نے اس کو روایت کیا ہے آپ فرماتے کہ فالذین آمنوا سے اگر ایسا کامل الایمان شخص مراد نہ ہو تو کیا ناقص ایمان والے ہوں گے۔

(۴) دوسری صفت ایمان لانے والوں کی اس آیت میں وعزروہ ہے یعنی جنہوں نے نبی کو یا دین نبی کو قوت وعزت دی آپ جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ اس کا کون مصداق ہوگا۔ خود رسول اللہ نے دعا کی ہے کہ علی کو میرا وزیر اور مددگار بنا میری کمر کو اُس سے مضبوط کر چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی۔

(۵) علی ہذا صفت سویم ونصروہ بھی جناب امیر کی ذات سے متعلق ہے ان سے زیادہ نبی کا ناصر کون ہو سکتا ہے تمام غزوات وسریات جو رسول اللہ کے عہد میں ہوئے ہمارے دعوے کے شاہد حال ہیں اور اسی نصرت پر وہ حدیث قدسی بھی دلالت کرتی ہے جسے ہم نقل کر آئے ہیں یعنی لا الٰه الا الله محمد الرسول الله ایدته ونصرته بعلی شعرا نے بھی انہیں واقعات پر نظر کرکے لکھا ہے ؎

گر نبودے دست حیدر ذوالفقار ہو کے شدے اللہ اکبر آشکار

پھر خداوند عالم فرماتا ہے واتبعوا النور الذی انزل معه (۶) اس نور سے مراد اگر کلام مجید ہے تو جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کون پیرو قرآن ہوگا۔ علم قرآن جو حضرت کو تھا وہ اُمت میں کسی فرد کو حاصل

بھا از یقین کی متعدد حدیثیں اس دعوے کے لئے شاہد عادل ہیں آپ نے ہی سب سے پہلے اس اُمت میں رسول اللہ کے بعد قرآن کو جمع کیا گو سرکش اُمت نے اُسے قبول نہ کیا۔

(۷) اور اگر نور سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں جیسا کہ حدیث نور اور آیات قرآنی سے ظاہر ہے جنہیں ہم نقل کر چکے ہیں اور آئندہ بھی بیان کریں گے تو اس صورت میں بھی ہمارا مقصود بالاولیٰ ظاہر ہے کہ وہ تابعداری کرنے والے اس نور کے جو نور رسول کی معیت کا حکم رکھتا ہے پیروان جناب امیر علیہ السلام ہیں اور وہ نور خود جناب امیرؑ کا ہے بموجب حدیث "انا و علیؑ من نورٍ واحدٍ"۔

(۸) فاولٰئک ھم المفلحون اس مفلحون کا ہم کئی جگہ ذکر کرتے ہوئے یہ بتا چکے ہیں کہ یہ کلمہ جس جگہ ہو جو خاص جناب امیرؑ اور پیروان جناب امیرؑ کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ قاعدہ نمبر ۸ مقدمہ کتاب میں ثابت کر دیا (۹) تمام وجوہات بالا پر نظر کر کے یہ آیت بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب امیر و شیعیان جناب امیرؑ سے پورا پورا تعلق رکھتی ہے۔

آیت ۱۸۰ سورۂ اعراف رکوع ۲۲

ولله الاسماء الحسنىٰ فادعوه بها۔ خدا کے لئے اچھے نام ہیں اُنہیں ناموں سے اُسے پکارو اُنہیں کے ذریعہ سے اُس سے دعا مانگو۔

(۱) اس آیت میں بعضوں نے تو ایک سو نوے اسمائے الٰہی سے مراد لی ہے اور بعضوں نے ایک ہزار سے (۲) مگر جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ اسمائے حسنہ ہم ہیں جو ہمارے ذریعہ سے دُعا مانگے اُس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔

(۳) حضرت کا یہ ارشاد بالکل بجا و درست ہے جیسا کہ آیہ فتلقیٰ آدم الخ کی بحث میں ہم لکھ آئے ہیں یہی بزرگوار ہیں جن کے سبب سے آدم کی توبہ قبول ہوئی اور انہیں کی محبت میں حضرت ابراہیمؑ کو آزما کر اُنہیں درجۂ امامت عطا ہوا۔

(۴) اس سے زیادہ ثبوت اس امر کا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے نام اصلی اسمائے حسنیٰ خداوند عالم ہیں کتاب اربعین فی فضایل مولانا امیر المومنین کی حدیث قدسی نمبر ۱۱ میں بخوبی ظاہر ہے ترجمہ اُس کا جو مصنف کے قلم سے نکلا ہے یہ ہے :-

عباس کے پسر سے ہے منقول یہ خبر ٭ فرماتے ہیں رسولؐ خدا سیّد البشر
آدم کو خلق خالقِ عالم نے جب کیا ٭ مسجود کل ملائکہ کا ان کو کر دیا
حوّا سے اُن کا عقد کیا پھر کریم نے ٭ ساکن بہشت میں کیا اُن کو رحیم نے
آدمؑ نے سوئے عرش معظم جو کی نظر ٭ دیکھا کہ پانچ سطریں ہیں مکتوب عرش پر
کی عرض بارگاہ خدا میں کہ یا اللہ ٭ کن کے یہ نام لکھے ہیں اس جا بعزّ و جاہ
فرمایا حشر میں یہ شفیعان خلق ہیں ٭ ان کی شفاعتوں کو کروں گا قبول میں
آدمؑ نے نام پوچھے تو فرمایا یہ کلام ٭ محمود میں ہوں پہلا محمدؐ ہے ان میں نام
اور دوسرا علیؑ ہے میں اعلیٰ ہوں لاکلام ٭ میں فاطر اور تیسرا ہے فاطمہؑ کا نام
چوتھا حسنؑ ہے اور میں محسن بعزّ و شان ٭ احسان والا میں ہوں حسینؑ ان میں پانچواں
مشغول ہیں یہ میری عبادت میں دائما ٭ کرتے ہیں یہ ہمیشہ میری حمد اور ثنا

(۵) اب تو معلوم ہو گیا کہ خداوندِ عالم نے خمسۂ طیبہ پانچوں نام ظاہر خاص اپنی اسمائے گرامی سے ایک ایک جزء اعلیٰ عنایت فرمایا تھا (۶) اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام بھی اسی شرف سے مشرف ہیں کیونکہ ان تمام انوار خدا میں ۴ محمدؐ اور ۴ علیؑ اور دو حسنؑ اور ایک فاطمہؑ اور ایک حسینؑ اور گویا نظم مرقومہ بالا میں ۱۲ اسمائے پاک خداوندی کا ذکر آ چکا ہے۔

(۶) اب تعداد چہاردہ معصومین علیہم السلام کے پورا ہونے میں صرف دو اسمائے گرامی باقی ہیں یعنی جناب صادق و حضرت کاظم علیہما السلام اور یہ ہر دو نو اسم پاک بھی اسمائے صفاتی خداوندِ تعالیٰ مشہور ہیں جیسے صادق کہ اُس سے زیادہ صادق الوعدہ کوئی ہو نہیں سکتا ایسا ہی کاظم الغیض ہونا ممکن ہی نہیں کہ ایک ہزار برس نافرمان بندوں پر غضب و غصہ ظاہر نہ کیا مثل قوم نوحؑ۔

(۷) اب کیسا صادق آیا قول جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کہ ہم ہیں اسمائے حسنہ خداوندی کہ کل چہاردہ معصوم علیہم السلام کے نام مشتق از اسمائے خداوندی ہیں پس ان کے ذریعہ سے پکارنا خدا کو بہت پسند ہے۔

آیت نمبر ۱۹۰ سورۂ اعراف رکوع ۲۲

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ہمارے خلقت میں سے ایک گروہ ہے جو حق

کے ساتھ ہدایت پاتے ہیں اور اُسی کی طرف پھرتے ہیں۔

(۱) کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں اس آیت کو نمبر ۶ قرار دیکر تفسیر صفحہ ۱۰۱ پر اس طرح لکھی ہے۔ عن واذان عن علی علیہ السلام قال ستفترق ھذا اُمۃ علی ثلثۃ وسبعین فرقۃ اثنتا وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھو الذین قال اللہ تعالیٰ وممن خلقنا اُمۃ الخ ذھم انا وشیعتی حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ اُمت تہتر فرقوں پر منقسم ہوجائیگی بہتر اُس کے آگ میں اور ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور یہ وہی فرقہ ہے جس کی شان میں خدا فرماتا ہے۔ وممن خلقنا اُمۃ الخ اور وہ ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔

(۲) اسی تفریق فرقات کے بارمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی بھی حدیث مشہور ہے اور سب سے زیادہ یہ حدیث مقبول الطرفین موجود ہے یا علیؑ انتَ وشیعتك ھم الفائزونَ۔

اور تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے اس آیت کو تلاوت فرماکر ارشاد کیا کہ یہ میری اُمت کے حق میں نازل ہوئی ہے جو حق کہتے ہیں حق کے ساتھ لیتے ہیں اور حق کے ساتھ دیتے ہیں اور حق کے ساتھ حکم کرتے ہیں اور ہم سے پہلے بھی ایک قوم کے آدمی ایسے تھے جس کے حق میں خداوندِ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ومن قوم موسیٰ اُمۃٌ یھدونَ الی الحق وبہ یعدلونَ۔

(۴) اور ایک حدیث رسولؐ اللہ کی یہ بھی ہے کہ صراط علیؑ حق نمتسکہ اس سے بھی حق والا فرتو معلوم ہوگیا

(۵) امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادق علیہم السلام سے مروی ہے کہ وہ اُمت جو حق کیطرف ہدایت کرتی ہے اور حق کے ساتھ عدالت کرتی ہے وہ ہم ہیں۔

(۶) اور دوسری آیت میں ہے کہ وہ ہم اور ہمارے پیرو ہیں۔

(۷) تفسیر اہل بیت کا بھی مفہوم یہی ہے کہ وہ لوگ ہم ہیں اور حق بھی یہی ہے اس لئے رسولؐ اللہ نے بموجب حدیث ثقلین انہیں کی پیروی کا حکم دیا ہے یہی لوگ عالم علم دین ہیں اور امر ہدایت و عدالت عالم انہیں کے شایان شان ہے۔

(۸) اب ذرا ایک اور حدیث مقبول الطرفین پر نظر ڈالنی چاہیئے یعنی علیؑ معہ الحق والحق معہ لعلی یدور والحق حیث دار علیؑ تو حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ پھرتا ہے حق اُس طرف جدھر علیؑ پھرے۔ اب تو اُمۃ یھدونَ معلوم ہوگئے۔

(۹) اس کے علاوہ خداوند تعالےٰ کے کلام سے بھی ورسند ملتی ہے اِسی گروہ کے باحق اور عادل ہونیکے جیسا کہ نمبر ۲۶ آل عمران میں آپ نے وحدانیت پر تین گواہ عادل پیش کرتا ہے۔ خداوندِ تعالےٰ فرماتا ہے شہد اللہ انہ لا الٰہ الا اللہ ھو والملائکۃ واولی العلم قائمًا بالقسط۔ یعنی گواہی دی اللہ نے خود اسپر کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی ہے اور دوسرے گواہی دینے والے فرشتگانِ خدا ہیں اُس کی وحدانیت پر صاحبان علم تیسرے گواہ ہیں پھر ان تینون گواہون کی عدالت کی خود گواہی دیتا ہے قائمًا بالقسط۔ اور یہ سب قایم عدل پر یعنی کامل گواہ ہیں چونکہ شرط ہے گواہ کے لئے عادل ہونے کی۔ اس لئے ظاہر کر دیا کہ یہ سب عادل ہیں اور یہ صاحبان علم اہلبیتِ رسالت نمبر ۲۴ میں راسخون فی العلم ثابت ہو چکے۔

آیت نمبر ۱۲۰ سورۂ اعراف رکوع ۲۴

اِنَّ ولیّ اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصّالحین تحقیق کہ دوست اور مددگار میرا خدا ہے جس نے نازل کیا ہے کتاب کو کہ وہ قرآن ہے اور وہ دوست رکھتا ہے نیک بخت لوگون کو۔

(۱) یہ آیت اپنی ماسبق سے متعلق ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمدؐ ان مشرکین سے کہدو کہ تم اپنے شرکاء کو (جنہیں خدا کہتے ہو) بلا لو پھر تم مل جل کر مجھ سے مکر و فریب کرو مجھے مہلت ندو (دیکھون تو تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو۔) ان ولی اللہ الخ بیشک وہ خدا جس نے کتاب نازل فرمائی ہے میرا دوست ہے اور وہ نیک بندون کو دوست رکھتا ہے (۲) (جب وہ نیک بندون کو دوست رکھتا ہے تو وہ نیک بندے بھی اُس کو دوست رکھتے ہون گے لہذا وہ بھی میرے ہمراہ ہیں پھر مجھے تمہارا در تمہارے خداؤن کا کیا خوف ہو سکتا ہے جبکہ خداوندِ حقیقی اور اُس کے نیک بندے میرے مددگار ہیں)

(۳) اب نیک بندون کی تلاش کرنی چاہیئے جو یقینًا جناب امیر علیہ السلام ہیں جو باعتبار ہونے دوستِ خدا کے اور باعتبار صالحین ہونے کے تمام اُمت میں اپنی مثال آپ ہی ہیں۔

(۴) دوست خدا ہونے کے اسناد تو آیت نمبر ۵۱ کی تفسیر میں کچھ کم نہیں بیان کی سوانح عمری میں روایت ہے علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے شب معراج ہم نے در جنت پر سبز حروف میں دیکھا لکھا تھا محمدؐ حبیب خدا ہیں اور علیؑ دوست خدا کے ہیں۔

(۵) اور آیت نمبر ۸۹ و یتول اللہ کی تفسیر میں خدا سے تولا رکھنے والے علیؑ ثابت ہو چکے۔

(۶) اور علیؑ کے گروہ کو خدا نے فرمایا فانّ حزب اللہ ھم الغالبون۔ (۷) اور حدیث رایت تو دونوں فریق سنّی شیعہ میں حدِ تواتر کو پہونچ چکی ہے کل مہاجر و انصار کے سامنے فرمایا آنحضرتؐ نے کل رایت اسلام ایسے شخص کو دونگا جو کرار غیر فرار ہے خدا اور رسولؐ کا دوست ہے اور خدا و رسولؐ اُس کے دوست ہیں بدون قلعہ فتح کئے واپس نہیں پھریگا جب صبح ہوئی سب نے دیکھ لیا کس کو علم مرحمت ہوا کس نے حملہ پر حملہ کیا کس نے قلعہ فتح کیا وہ خدا و رسولؐ کا دوست ہی تو تھا۔

(۸) اب رہا یہ امر کہ خدا دوست رکھتا ہے صالحین کو وہ صالحین رسول اللہ کی حدیث سے ظاہر ہیں فرمایا آپ نے صالح المومنین علی ابن ابیطالب ہے۔

(۹) خدا نے بتلا دیا وہ صالحین فرمایا فانّ اللہ ھو مولاہ وجبرئیل وصالح المومنین۔

آیت نمبر ۱۲۱ سورۂ انفال رکوع ۱

اِنّما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانًا وعلیٰ ربھم یتوکلون۔ جز این نیست کہ مومنین وہی ہیں کہ جب اُن کے سامنے ذکر خدا کیا جاتا ہے تو اُنکے دل لرز جاتے ہیں اور جب اُن کے روبرو آیاتِ قرآنی پڑھی جاتی ہیں تو اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(۱) تفسیر عمدۃ البیان جلد اول صفحہ ۷۰۴ پر لکھا ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام و سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(۲) ان آیتوں میں جو یہ بیان ہے کہ جب اُن کے سامنے ذکر خدا ہوتا ہے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں یہ خاص اہل بیت علیہم السلام کی شان ہے (ب) چنانچہ روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام تن تنہا ایک باغ میں جاکر مشغولِ عبادت ہوئے ذکر خدا کے ساتھ نالہ و بیقراری کرنے لگے حتیٰ کہ روتے روتے بیہوش ہو کر گر پڑے اور ہاتھ پاؤں مثل چوبِ خشک سرد ہو کر اینٹھ گئے ابو دجانہ نے کہیں آواز گریہ سُن لی تھی اس آواز پر وہاں پہونچے۔ تو یہ حال دیکھکر کمال متردد ہو کر درِ سیدہؑ پر حاضر ہوئے۔ اور کل ماجرا بیان کرکے حضرت سیدہ کو جناب امیر علیہ السلام کے انتقال کی خبر دی۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں بلکہ ذکر خدا کے وقت اکثر اُن کی یہ حالت ہو جاتی ہے اللہ اکبر کیا مرتبۂ عرفان ہے۔

(۳) حضرت امام حسن علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے مسجد میں جاتے تو گنہگار کی طرح خوف زدہ ہو کر کھڑے رہتے اور فرماتے الٰہی عبدک الی بابک خداوندا تیرا بندہ تیرے دروازے پر کھڑا ہے پھر داخل مسجد ہوتے اور جب وضو کرتے تو خوف کے مارے آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ کتب اہل سنت میں یہ حالات مرقوم ہیں

(۴) امام زین العابدین علیہ السلام کی یہی کیفیت تھی کہ جب عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تو بند بند کانپا کرتا تھا۔

(۵) اب رہی صفت توکل اس کا تو اہل بیت رسولؐ پر خاتمہ ہے۔ بسر داراہل بیت فاقے میں شکم پر پتھر باندھتے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام کے گھر میں تین تین فاقے گذر جاتے تھے مگر سایل کا سوال رد نہیں ہوتا تھا شہادت کے لئے سورۂ دہر موجود ہے۔

(۶) انہیں بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے سلمانؓ و ابو ذرؓ بھی تھے مال غنیمت میں سے حصہ بھی کچھ ملتا تھا مگر حال یہ تھا کہ ایک دن سلمانؓ نے ابو ذرؓ کی دعوت کی اور خشک روٹی سامنے رکھدی مہمان نے کہا کہ اگر اس کے ساتھ تھوڑا سا نمک ہوتا تو اچھا تھا میزبان اپنا مٹی کا پیالہ گروی رکھکر مہمان کے لئے نمک لائے۔ مدینہ میں تمام عمر کھجور کی خشک شاخوں کے سائے میں جو مسجد رسولؐ کی سقف تھی کاٹ دی حتیٰ کہ ان کا لقب ہی اصحاب صفہ ہو گیا تھا کبھی ایک چھپر بھی اپنے لئے نہ بنایا۔

(۸) صحابہ نے مدینہ میں اپنے لئے بڑے بڑے محل تعمیر کئے مکانات بنوائے اور جناب امیر علیہ السلام کے زمانۂ خلافت میں بروایات اہل سنت یہ حالت تھی کہ نہ کبھی پکی اینٹ پر پکی اینٹ اور نہ کچی اینٹ پر کچی اینٹ رکھی نہ برتن پر برتن دہرا اگر وہ چاہتے تو مدینہ سے ہرات تک آبادی ہی آبادی بڑھا دیتے۔

(۹) یہ ہے صاحبان توکل کی حالت اور انہیں کا ذکر اس آیت میں مذکور ہے۔

آیت نمبر ۱۲ سورۂ انفال رکوع ۱

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ۔ جو لوگ نماز کو قایم کرتے ہیں اور ہمارے عطیۂ رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت میں اقامت نماز اور انفاق دو صفتیں بیان فرمائی ہیں (۱) اب ملاحظہ کیجیے کہ نماز کیلئے سب سے زیادہ کھڑے ہونے والے وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نماز کے لئے سر جھکایا (۲) جس کی نماز کو تمام مسلمانوں سے

سات برس پیشتر نماز رسول اللہ کے ہمراہ فرشتے آسمان پر لے جاتے تھے (۳) جس نے پیدا ہوتے ہی سجدۂ خالق
میں سر رکھدیا (۴) جو نماز کے گھر میں پیدا ہوا۔ (بیت الحرام میں) (۵) جو نماز میں ایسا محو ہوتا تھا کہ پاؤں سے تیر
نکال لیا گیا اور نمازی کو خبر نہ ہوئی (۶) جو نماز میں خوف خدا کی وجہ سے قالب بیجان کی مانند ہو جاتا تھا جیسا کہ
نمبر ۱۲ میں گذرا (۷) جس نے بڑے بڑے منکروں کو نماز پڑھا دی (۸) جس نے سجدۂ خالق میں تلوار کا زخم برداشت
کیا (۹) جس کی نماز کے لئے سورج پلٹ آیا (۱۰) جس کی نماز کا ذکر خداوند عالم نے قرآن میں کیا ہے پڑھو بحث آیہ انما
ولیکم اللہ کو (۱۱) اب رہا نفقہ دینا زکوٰۃ دینا (۲) اُس کے لئے بھی اُسی آیہ انما الخ میں بحث ہو چکی اور آیہ سورۂ بقر
الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم میں ثابت کر دیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام
سے زیادہ کوئی انفاق کرنے والا نہیں چنانچہ جناب امیر علیہ السلام کے نفقہ کا ذکر اس جگہ چھٹے مقام پر ہے۔
(۳) اور آیہ نمبر ۹ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون
الزکوٰۃ میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ دونو جمع ہیں جیسا کہ آیۂ زیر بحث میں دونو صفت جمع ہیں اور یہ دونو چیزیں
بموجب تفسیر نمبر ۹ جمع ہیں علی ابن ابیطالب علیہ السلام میں بجز ان کے دنیا بھر میں اور کسی میں یہ صفت
نہیں ملیگی پس آپ ہی مصداق ہیں اس آیت کے باحسن الوجوہ ؎

آیت نمبر ۳۲ سورۂ انفال رکوع ۱

اولئک ھم المومنون حقاً لھم درجٰت عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم۔ یہ وہ گروہ مومنین ہے جن کیواسطے
اُن کے رب کے پاس درجات (بلند ہیں) اور بخشش اور رزق بزرگ ہے۔
(۱) یہ آیت اپنے ماقبل سے متعلق ہے جن مومنین کا اوپر ذکر آچکا ہے جن کے صفات بیان ہو چکے ہیں اُنہیں کے
اجر و ثواب کی آیۂ زیر بحث میں تفصیل کیگئی ہے اور وہ گروہ مومنین وہ ہے جن کے رأس و رئیس جناب امیرؑ ہیں
(۲) تفسیر عمدۃ البیان کے صفحہ ۷۵ ہم جلد ایں روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنینؑ اور سلمانؓ ابوذرؓ اور مقدادؓ
اسودؓ وغیرہم اصحاب اخیار کے حق میں نازل ہوئی۔
(۳) ان ہر سہ آیات کا ایک ہی سلسلہ ہے جو انما المومنون سے شروع ہے آیت اول میں ان کا خشوع و خضوع
ایمان و توکل دکھایا دوسری آیت میں ان کی صلوٰۃ و نفقہ کا ذکر ہے آیت سوم میں یہ خبر دی ہے اپنے بندوں کی یعنی
جن مومنوں کے اعمال اوپر بیان ہوئے تھے اب جزا اُن کے عمل کی بیان ہوتی ہے کہ اُن کے مدارج بلند ہیں

مغفرت ان کے واسطے اور اجر کبیر ہے پس مشارٌالیہ وہی اہلبیتِ رسول آیاتِ ماسبق میں ثابت ہو چکے ہیں۔
(۸) اور وہی لوگ آیت نمبر ۱۱۹ میں یہدون بالحق ظاہر ہو چکے ہیں جن کو یہاں فرمایا۔ اولئٰشھم المومنون حقاً

آیت نمبر ۴۲ سورۂ انفال رکوع ۴

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۔ اے رسول جب تو ان میں موجود ہے تو خداوندِ عالم ان کو عذاب نہیں کریگا اور خداوندِ عالم ایسی حالت میں بھی عذاب کرنیوالا نہیں ہے جبکہ یہ استغفار کر رہے ہوں۔

(۱) حاشیۂ قرآن مترجم پر اس آیت کی تفسیر میں جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ زمین پر دو امان تھیں ایک تو اٹھ گئی یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وفات پا چکے دوسری باقی ہے یعنی استغفار۔

(۲) حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ استغفار اور خدا کا رسول تمہارے واسطے دو قلعے ہیں پس بڑا قلعہ تو اٹھ گیا اور استغفار باقی ہے جس کے ذریعہ سے قوم یونس پر سے آیا ہوا عذاب ٹل گیا۔ مگر یہ استغفار چھوٹا قلعہ ہے جیسا کہ حدیث کے مضمون سے مفہوم ہوتا ہے اور بڑا قلعہ تو وہی ذات قدسی جو باعث خلقِ کون و مکان ہوا۔

(۳) جس نے فرمایا ہے النجوم لاہل السماء واہلبیتی امان لامتی۔ جیسے ستارے آسمان والوں کے لئے باعثِ امن ہیں ایسا ہی میرے اہل بیت میری اُمت کے لئے امان ہیں کیونکہ یہ اہل بیت بھی تو اُس نور کی شعاعیں ہیں جو آدمؑ سے کئی ہزار برس پیشتر زینت عرش تھا۔

(۴) اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے اشارالنبی صلعم بوجود ذالک المعنی فی اہلبیتی وانھم امان لاھل الارض کما کان ھو صلعم امان لھم ان معنی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے اپنے اہل بیت کیطرف اشارہ فرمایا ہے کہ وہ اہل زمین کے لئے امان ہیں جیسا کہ خود وہ حضرت تھے۔

(۵) قرآن میں اس کی نظیر کئی جگہ ملتی ہے مثلاً صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ بظاہر صرف رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے مگر ضمناً اس میں اہل بیت بھی شامل ہیں جیسا کہ خود حضرت نے فرمایا کہ مجھپر اس طرح درود بھیجو اللھم صل علی محمد و آلِ محمد۔ اسی طرح انت فیھم کا مفہوم وکان نورک منھم یعنی تیرے نور کے ہوتے عذاب نہیں ہو سکتا۔

(۶) اور حدیث سفینہ میں صاف حضرت کا ارشاد ہے کہ میرے اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہیں جو اس پر سوار ہوا وہ ناجی ہے جو تخلف کریگا وہ غرق ہو جائے گا اس سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ اہل بیت کی ذاتِ بابرکات بھی موجب امان و سلامتی خلق ہے اور وہ بھی انت فہم کے مفہوم میں داخل ہیں۔

(۷) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں نمبر ۶۲ پر اس آیت کی تفسیر میں قول ابن حجر مرقومہ صواعق محرقہ سے استدلال کیا ہے۔

صفحہ ۹۵ طبع ...

آیت نمبر ۱۲۵ سورۂ انفال رکوع ۵

(۲۱۹۶ / ۱۰)

واعلموا انّما غنمتم من شیٍ فانّ للّٰہ خمسہٗ وللرسول ولذی القربٰی والیتامٰی والمساکین وابن السّبیل۔ خوب جان لو کہ جو کچھ تمہیں مال غنیمت حاصل ہوا ہے تو اُس کا پانچواں حصّہ خدا و رسولؐ و صاحبان قرابت یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

(۱) جاننا چاہیئے کہ پروردگار عالم نے عین عدالت کی راہ سے جن لوگوں کو بحکم آیہ انّما یرید اللّٰہ ہر ایک فردِ اُمتِ محمدی پر روشن بزرگی اور فضیلت عطا کی تھی اور اُس بزرگی کو قایم رکھنے کے لئے صدقات و خیرات کا لینا اُن پر حرام فرمایا تھا۔ انہیں مال خمس میں حصّہ دار مقرر کیا یا بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ حکام کے لئے مخصوص کر دیا اور انہیں حکام کے لئے جن کا ذکر انما ولیکم اللّٰہ الخ اور اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول الخ کی بحث میں آچکا ہے اور باقی رہے یتیم و مسکین و مسافر یہ بھی انہیں حکام کے متوسلین یعنی بنی ہاشم ہیں جن کے علاوہ دوسرے کا اُس میں حق نہیں گویا یہ تفصیل ہی ذی القربیٰ ہے۔

(۲) آیۂ زیر بحث میں لفظ ذوی القربٰی بھی قابلِ غور ہے اور یہ لفظ خاص اہل بیت رسولؐ کے لئے آیا ہے جیسا کہ سورۂ شوریٰ آیۂ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربٰی اور آیۂ سورۂ نحل واٰتِ ذی القربٰی حقہ کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کا طرز عمل اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈال رہا ہے چنانچہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصّہ آپ خود لے لیا کرتے تھے کیونکہ حصّہ خدا کے آپ ہی مالک تھے بحیثیت ایک وکیل اور پیغمبر ہونے کے رسول آپ خود تھے۔ اور تیسرے ذی القربٰی یعنی اہلبیت سے آپ کسی حالت میں جدا نہ تھے اب رہے مسکین و یتیم و مسافر چونکہ وہ بھی بنی ہاشم ہوتے تھے لہذا آپ ہی اُن کے سرپرست تھے اور

جس کو مستحق دیکھتے تھے اُس کو عطا فرماتے تھے۔

(۴) جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد ہے قسم خدا کی ذوی القربیٰ ہم ہیں جنہیں خدا نے اپنے اور اپنے پیغمبر کے نام کے پاس یاد فرمایا ہے۔ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی اور یہ (ہمارا شرف) اس سبب ہے کہ ہم پر صدقہ حرام کیا ہے۔

(۵) امام رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ خمس میں خدا کے حصے کا مالک کون ہے فرمایا پیغمبر اور اُس کے بعد امام۔

(۶) حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خمس میں خدا کا حصہ پیغمبر کے لیئے ہے جو اُس کو راہِ خدا میں خرچ کریگا۔ اور پیغمبر کا حصہ اُس کے قریبوں کے لیئے ہے اور قریبوں کا حصہ بھی قریبوں ہی کے واسطے ہے اور یتیم بلکہ وہی ہیں جو اہل بیت پیغمبرؐ ہیں۔

(۷) یہی ارشاد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا بھی ہے۔

(۸) کتاب ذریعۃ النجاۃ میں بذکر مصائب یہ روایت لکھی ہے کہ جب اُن ملاعنہ نے اہلِ بیتِ رسولؐ کو جامع مسجد کے دروازے پر ٹھہرایا تو خلقت کا جو ہجوم تھا اُس وقت ایک شامی ضعیف العمر بڑھکر کہنے لگا امام علیہ السلام سے خدا کا شکر ہے جس نے تم کو قتل کیا اور یزید کو تم پر مسلط کیا حضرت نے فرمایا اے شخص تو نے قرآن پڑھا ہے وہ بولا ہاں۔ فرمایا کہ آیۂ قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا الخ بھی پڑھی ہے اُس نے کہا ہاں۔ فرمایا وہ ذی القربیٰ ہم ہیں جن کی محبت اجر رسالت قرار دیگئی ہے پھر ارشاد کیا آیۂ وَاٰتِ ذَی الْقُرْبٰی بھی پڑھی ہے اُس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا وہ ہمیں ذوی القربیٰ ہیں جن کے لیئے خدا نے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ ان کا حق ان کو عطا کرو پھر ارشاد فرمایا وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الخ بھی یاد ہے وہ اقراری ہوا تو فرمایا وہ رسولؐ کے ذی القربیٰ ہمیں ہیں پھر فرمایا آیۂ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ بھی یاد ہے وہ بولا کیوں نہیں فرمایا وہ ہمیں اہلبیت ہیں جن کی پاکیزگی اور طہارت کا خدا ہم کو حکم دیتا ہے یہ سن کر وہ بڈھا رونے لگا عمامہ سر سے اُتار پھینکا اور عذر خواہ ہوا کہ یا حضرت مجھے معلوم نہ تھا کیا میری توبہ قبول ہو جائیگی آپ نے فرمایا ہاں تب اُس وقت اُس نے صدق دل سے توبہ کی اور بنی اُمیہ سے بیزار ہوا یزید کو یہ خبر پہنچی تو اسی وقت اُس کو قتل کرا دیا۔

(۹) حاصل یہ ہے کہ یہ چاروں آیتیں اہل بیت رسولؐ کی شان میں ہیں اور آیۂ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ کی رو سے اہل بیت کا حصہ مالِ غنیمت میں مقرر فرمایا ہے ؛

آیت نمبر ۱۳۶ سورۂ انفال رکوع ۶

یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃً فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ اے ایمان لانے والو جب تم کسی گروہ (کفار) سے بھڑو (ان سے مقابلہ کرو) تو ثابت قدم رہو اور خدا کو یاد بہت کرو تا کہ تم رستگار ہو۔ (۱) یہ حکم تاکیدی ہے جہاد میں ثابت قدم رہنے کا جس پر فلاح و نجات کا دارومدار ہے مگر جناب امیر علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا شخص بھی ایسا نظر آتا ہے جو اس حکم کی کماینبغی تعمیل کرسکا ہو حاشا وکلا۔

(۲) اُحد و بدر کے معرکے حُنین کی صف آرائیاں خیبر کی لڑائی آپ ہی کے ہاتھ پر سَر ہوئی آپ ہی نے فوجیں پریشان کردیں اور آپ ہی کی ذات سے فتح ہوئی۔

(۳) علاوہ ان ظاہری ثبوت کے خداوند تعالیٰ کی شہادت موجود ہے جو سورۂ صف میں فرماتا ہے اِنّ اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانہم بنیان مرصوص۔ اللہ دوست رکھتا ہے اُن لوگوں کو جو جہاد فی سبیل اللہ میں مثل دیوار کے قایم رہتے ہیں یہ معنی ہیں فاثبتوا کے اور یہی لوگ اسپر ثابت رہنے والے ہیں یعنی علی ابن ابی طالب علیہ السلام جیسا کہ تفسیر عمدۃ البیان کے ۴۹ صفحہ پر قول ابن عباس کا ہے کہ جس وقت علیؑ جہاد میں صف باندھتے تھے تو مثل دیوار استوار کے قایم ہوتے تھے پس خداوند تعالیٰ نے یہ آیت ان کے حال میں نازل فرمائی ہے۔

(۴) پھر خداوند عالم فرماتا ہے کہ ثابت قدم رہنے کے وقت خدا کو بہت یاد کرو۔ یہ خاص حضرت کا طرز عمل تھا جب کسی کافر پر ہاتھ چھوڑتے تھے تو نعرۂ تکبیر بلند فرماتے تھے۔

(۵) چنانچہ جنگ خندق میں جب آپ عمر عبدود کے مقابلے پر تشریف لے گئے تو ہنگام دار و گیر میں اس قدر غبار بلند ہوا کہ نگاہیں لڑنے والوں کو بالکل نہ دیکھ سکتی تھیں یکایک تکبیر کی صدا ہوا میں پھیل گئی جس سے لشکر اسلام پر ایک مسرت چھا گئی اور سب کو معلوم ہو گیا کہ آپ حریف پر فتحیاب ہوئے۔

(۶) جنگ صفین میں واقعہ لیلۃ الہریر ایک یادگار واقعہ ہے رات کی تاریکی دُنیا کو چھپائے ہوئے تھی اور تلوار تھی کہ برابر چل رہی تھی۔ اس رات کو آپ کی تکبیروں کی تعداد سے اُن کشتگان لشکر مخالف کی تعداد معلوم ہوئی تھی جو خاص آپ کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوئے تھے چنانچہ تاریخ اعثم کوفی مطبوعہ طہران میں لکھا ہے۔ کہ آن شب تکبیرات امیر المومنین علیہ السلام را شمردند پانصد و بست و یک تکبیر برآمد و ہر تکبیرے آنحضرت مردے را

بدست خویش از آن جماعت کشتہ بود۔

(۷) اب فرمائیے کہ ایسا ثابت قدم اور بادِ خدا کرنے والا دعدۂ ثقلون میں داخل ہوا یا نہیں۔نہیں نہیں یہ تو ثقلون کا سردار ہے (۸) اور یہ لفظ تو خاص آپ کے گروہ کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ ہم لکھ آئے

آیت نمبر ۱۲۷ سورۂ انفال رکوع ۸

(وان یریدوا ان یخدعوك فاِنّ حسبك اللّٰه هو الذی ایدك بنصره و بالمومنین)
اگر یہ مشرکین تجھے فریب دینے کا ارادہ کریں تو اللہ تیرے لئے کافی ہے وہ اللہ جس نے اپنی اور مومنین کی نصرت سے تیری مدد کی۔

اس سے پہلے یہ مضمون ہے کہ اگر مشرکین تم سے طالبِ صلح ہیں تو صلح کرو اُن کے فریب سے حذر نہ کرو۔خدا اور مومنین تیرے مددگار ہیں۔

(۱) واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی مدد سے تو فرشتے مراد ہیں جو جنگ بدر وغیرہ میں بہ تعداد تین ہزار و بقولے پانچہزار نازل ہوئے تھے اور مومنین سے وہ خالص جان فدا کرنے والے جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے جن میں سب سے بڑھا ہوا نمبر جناب امیر علیہ السلام کا ہے۔

(۲) جس مددگار کو صالح المومنین قرآن میں کہا گیا ہے جیسا کہ سورۂ تحریم میں آئیگا (ان تظاهرا علیه فاِنّ اللّٰه مولاه و جبرئیل و صالح المومنین) جسپر اتفاق مفسرین ہے کہ جناب امیر علیہ السلام سے مراد ہے بالکل اُسی مددگار کا آیت زیرِ بحث میں ذکر ہے یعنی اللہ مددگار بذریعہ ملائکہ اور مومنین کیا فرق ہوا اللہ اور جبرئیل و صالح المومنین میں۔

(۳) تفسیر عمدۃ البیان میں صفحہ ۷۰۹ پر یہ عبارت مرقوم ہے فاِنّ حسبك اللّٰه یعنی کافی ہے تجھکو خدا مقصد کا بر لانے والا۔ هو الذی ایدك بنصره وہ خدا جس نے قوت دی ہے تجھکو ساتھ اپنی نصرت کے ملائکہ کو تیری مدد کے واسطے بھیجکر و بالمومنین اور ساتھ مومنین کے کہ وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

(۴) اور آیت اِنّ ولی اللّٰه الذی نزل الکتاب و هو یتولی الصالحین میں وہ مددگار ظاہر ہوتا ہے (۵) یہ بھی اس مضمون کی آیت ہے جو سورۂ اعراف رکوع ۲۴ میں گذر چکی ہے۔

(۶) اور فہرست آیاتِ فضیلت مندرجہ سوانح عمری جناب امیر کے نمبر ۳۴ پر لکھا ہے هو الذی ایدك

بنصرہ و بالمومنین عن ابی ہریرہ فی قولہ تعالیٰ ھو الذی ایدک الخ قال رسول
اللہ صلعم مکتوب علی العرش لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ و محمد عبدی و
رسولی ایدتہ بعلی ابن طالب۔

یعنی اس تفسیر کی آیت میں ابو ہریرہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ عرش پر لکھا ہوا ہے سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اُس کا شریک نہیں اور محمدؐ میرا بندہ اور رسول ہے اور میں نے علیؑ ابن ابی طالب سے اُس کی مدد کی ہے اس حدیث قدسی کو ہم پیشتر بھی کئی طریق سے نقل کر آئے ہیں اب فرمایئے آپ سے زیادہ کون رسولؐ اللہ کا مددگار ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱۲۸ سورۂ انفال رکوع ۸

یا ایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المومنین۔ اے رسول کافی ہے تجھکو خدا اور مومنین میں سے وہ شخص جو تیرا مطیع ہے۔

(۱) فہرست آیات فضیلت مندرجہ اخبار امامیہ لکھنؤ نمبر ۴۵ میں اس آیت کا ذکر کر کے احمد حنبل سے روایت کی ہے کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں جو مطیع رسول اور راس و رئیس مومنین تھے۔

(۲) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے نمبر ۳۰ پر یہ آیت ہے یا ایھا النبی الخ عن محمد ابن علی ابن حسین علیہم السلام فی قولہ تعالیٰ یا ایھا النبی قال نزلت فی علی علیہ السلام

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) یہ روایت تفسیر عمدۃ البیان میں بھی موجود ہے (نمبر) اور اس سے اوپر آیت ۱۲۷ میں بخوبی ظاہر کر دیا گیا ہے کہ مطیع و پیرو و مددگار رسولؐ سب سے بڑھکر جناب امیر علیہ السلام ہیں اور عنقریب سورۂ احزاب میں بھی اس کا بیان آئے گا۔

(۵) تفسیر اہلبیت سے بھی یہ امر مفہوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں مومنین سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں اور یہ بالکل مان لینے کے قابل بات ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی نصرت سب جہادوں میں جو علیؑ سے وقوع میں آئی وہ دوسرے سے ظاہر نہیں ہوئی اور جو اطاعت رسولؐ کی آپ نے کی

ہے کبھی دوسرے کو ایسی توفیق نہیں ہوئی۔

(۷) اور مولوی اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ نے اپنی کتاب مفاتیح المطالب میں اس آیت کو دلیل خلافت گردانکر لکھا ہے کہ جب خداوند تعالےٰ نے نصرتِ رسولؐ میں علیؑ کو اپنے برابر رکھا ہے تو کارِ رسالت میں علیؑ ضرور برابر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے قرار پائے اور اسی کا نام خلافت ہے۔

نمبر ۲۹ سورۂ انفال رکوع ۱۰،

واولی الارحام بعضھم اولیٰ ببعضٍ فی کتاب اللہ اِنّ اللہ بکلِّ شیٍٔ علیم۔ یعنی کتاب خدا میں صاحبان رحم (قرابت) بعض بعض سے افضل ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے

(۱) سورۂ احزاب میں اس کا مفصل بیان آئیگا مختصراً اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے تو تنہائی اور سفر کے سبب سے بیماری اور مصیبت میں کوئی انکا شریک حال نہ ہوتا تھا اس لئے آپ نے سب کے درمیان سلسلۂ مواخات قایم کیا اور ایک کو دوسرے کا وارث بھی قرار دیا۔ جب اسلام کی ترقی ہوئی اور مال غنیمت سے مہاجرین فارغ البال ہوئے اہل وعیال کی بھی کثرت ہوئی تو اس حالت میں مرنے کے بعد اگر وہ دینی بھائی اُس کا وارث قرار دیا جاتا تو اصلی وارثون اور اولاد کا حق ضائع ہوتا لہذا یہ آیت نازل ہوئی۔

چونکہ اظہار قرابت دار اصلی مقصود آیت ہے لہذا ہم کو اصلی قرابت دار رسولؐ کی شناخت مقدم ہے رسول اللہ کا نزدیکی قرابت دار جناب امیر علیہ السلام سے بڑھکر کوئی نہ تھا۔

(۲) اسی لئے اس آیہ میں قرابتدار رسولؐ کی تخصیص جناب امیر علیہ السلام سے کیگئی ہے جیسا کہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں نمبر ۹۵ پر بذکر واولو الارحام الخ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں ہے کیونکہ وہ افضل مومنین اور مہاجرین اور صاحب قرابت تھے۔

نمبر ۳- اور اخبار ماتمیہ کے نمبر ۷ پر بھی مرقوم ہے کہ یہ آیت بشان علی ابن ابیطالب ہے۔

نمبر ۴- اس کتاب میں جملہ فی کتاب اللہ بھی قابل غور ہے خدا کی کتاب یقیناً قرآن ہے اور اس میں قرابت دارون کے لئے جو تاکید کیگئی ہے وہ آیۂ گزشتہ فانّ للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ سے ظاہر ہے (۵) اور آیندہ بھی وآتِ ذی القربیٰ حقہ کی بحث میں یہ بیان

آئے گا۔

آیت نمبر ۱۳۰ سورۂ توبہ رکوع ۱

۱۰/۲۹۷

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ۔ حج اکبر کے دن لوگون کو خدا اور رسولؐ کی طرف سے یہ اعلان دیا جاتا ہے کہ خداوندِ عالم مشرکین سے بیزار ہے

اس اذان یا اعلان کا مشرکین تک پہونچانا کوئی آسان کام نہیں تھا حج کا موقعہ مشرکین کا انبوہ اور پھر ایک تن تنہا شخص جاکر اس اعلان کو سنائے یہ بڑے دل گردے کا کام تھا۔ اور اسی سے انجام ہو سکتا کہ جس کے سر پر ایک خاص قوت سایہ فگن رہتی ہو۔

(۱) پہلے اس اعلان کے پہونچانے کے لیئے حضرت ابوبکر منتخب ہوئے مگر درگاہ الٰہی سے ان کی تقرری کے خلاف حکم صادر ہوا اور یہ ارشاد ہوا کہ ان آیات کو اے رسولؐ یا تو تم خود پہونچاؤ یا اس کو بھیجو جو تم سے قریب ہو۔ اس حکم کے ساتھ ہی حضرت امیر علیہ السلام اس مہم کے لئے منتخب ہوئے جنہون نے راستے میں جاکر خلیفۂ اول صاحب سے ان آیات کو واپس لے لیا اور کہا یہ تمہارا کام نہیں ہے۔

(۲) یہیں سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ عجب نہیں جو رسولؐ اللہ نے جناب ابوبکر کی عدم قابلیت کے اظہار کے لئے ان کو اس عہدۂ جلیلہ پر مقرر فرمایا ہو ورنہ ان کی بہادری اور دلیری کی کیفیت تو آپ کو پہلے ہی معلوم تھی۔

(۳) اسی اعلان پہونچانے والے کا ذکر ہم پہلے بھی آیۂ نمبر ۱۱۱ سورۂ اعراف فاذن موذنؑ کی بحث میں کر چکے ہیں۔

(۴) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں اس آیت کی تفسیر میں احمد حنبل سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں جس کا ذکر ہے وہ علیؑ ابن ابی طالب ہے جبکہ حضرت نے ابوبکر کو سورۂ برات دیکر بھیجا۔ پھر ان کے بعد جناب امیر علیہ السلام کو روانہ کیا اور اُنہون نے سورۂ برات اُن سے لیلی اور مکہ والون کو حج میں جاکر حضرت کیطرف سے منادی کی اور آنحضرت نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں کہ یا تو میں لے جا سکتا ہون یا وہ آدمی جو مجھ سے ہو۔

(۵) اب یہیں سے معنی حدیث علیؑ منی و انا منہ بھی مفہوم ہوتے ہیں (۶) اور وقت اعلان خود فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ میں سوال ہون پیغمبر خدا کا اور یہی خدا نے فرمایا وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔

(۷) ہاں اسی عزل و نصب میں ایک بڑا راز خلافت بھی کھلجاتا ہے کہ فرمایا خداوند تعالےٰ نے آیت نمبر۲۰۰ میں الله اعلم حیث یجعل رسالته یعنی خدا ہی خوب جانتا ہے موضع رسالت کو جن کو اپنا یہہ منصب تفویض کرتا ہے پس اُسی علم کے ذریعے سے ہم نے رسُول کو آگاہ کر دیا کہ تم کس شخص کو اس کام کے اوپر بھیجتے ہو وہ تو قابلیت اس امر کی نہیں رکھتا۔

(۸) اس موقع کے مناسب کسی اہل دل کا ایک شعر کیا خوب ہے ؎

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست ✤ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری باشد

معنی تو صاف ہیں کہ صرف سر منڈانے سے فقیر کامل نہیں ہو جاتا اس منصب فقر کے لیئے تو واقفیت رموز حقیقت اور معرفت درکار ہے۔ بقیہ آخر کتاب پر ہے۔

آیت نمبر ۱۳۱ سورۂ توبہ رکُوع ۲

۲۰۰

ام حسبتم ان تترکوا و لما یعلم الله الذین جاھدوا و لم یتخذوا من دُون الله و لا رسوله و لا المومنین ولیجة والله خبیرٌ بما تعملون۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے ابھی تو خدا نے ان لوگون کو ظاہر نہیں کیا جو جہاد کریں گے اور سوائے خدا و رسُول و مومنین کے کسی کو دوستی نہ کریں گے، اور خداوند عالم تمہارے اعمال سے اچھی طرح خبردار ہے۔

(۱) یہ آیت منافقون کی سرزنش میں ہے جو مسلمانون میں بے چلکے تھے کفار سے ساز باز رکھتے تھے اور جہاد میں اگر سب کے ساتھ چلے بھی گئے تو مقابلہ و مقاتلہ سے پہلو تہی کر کے ادھر اُدھر مشغول ہو جاتے تھے اسی پر خداوند عالم نے تہدیدی آیہ نازل فرمائی ہے۔

(۲) اس آیت میں خداوند تعالےٰ نے معیار اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دو چیزیں قرار دی ہیں ایک تو جہاد فی سبیل الله دوسرے الله و رسُول و مومنین کے سوا کسی سے محبت نہ رکھنا۔

(۳) اور یہی دونو صفات پیروان جناب امیر علیہ السلام کی بیان کر کے خداوند تعالیٰ عوام الناس کو جھٹلا رہا ہے کہ تمکو اپنے نجات یافتہ ہونے کا گمان غلط ہے (تترکوا سے مراد نجات پانا ہے)

(۴) ہاں نجات یافتہ تو وہ لوگ ہیں جو جہاد کرتے ہیں یہاں تک مضمون اس آیت کا بخوبی فیصلہ جانب گروہ علی ابن ابی طالب ہو چکا ہے۔ آیت نمبر ۶۰ سورۂ آل عمران میں ام حسبتم ان تدخلوا

جَنّۃً وَلَمّا یعلم اللہ الذین جاھدوا و یعلم الصّابرین - کیا گمان تمہارا ہے کہ تم داخل جنت ہو جاؤگے دران حالیکہ خدا خوب جانتا ہے جہاد کرنے والون کو اور خوب جانتا ہے صبر کرنے والون کو

(۵) ان دونو آیتون میں کس قدر مطابقت ہے کہ بالکل ایک ہی مضمون ہے اور اس کی تفسیر میں ثابت ہے کہ یہ گروہ علیؑ مثل حمزہؓ و جعفرؓ و عبیدہؓ و عمارؓ وغیرہ کا ذکر ہے -

(۶) اب دوسری صفت ان لوگون کی یہ ہے ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃً - یعنی وہ لوگ بجز خدا و رسولؐ و امیر المومنینؑ کے کسی کو اپنا ولی نہیں پکڑتے والمومنین سے مراد امیر المومنین لینا اولی ہے) اور یہ خاص پیروانِ علیؑ کی تعریف ہے جو تعمیل کرتے ہیں حکم خدا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کی اور بجا لاتے ہیں ارشاد خداوند تعالےٰ کو در بارہ قبول انہی تینون ولی مذکورہ کے جو نمبر ۸۰ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین سے ظاہر ہے پس سوائے ان تین ولی کے اور کسی کو وہ دوست نہیں پکڑتے -

(۷) اور جو آیت میں ہے لما یعلم اللہ کہ ابھی اللہ نے ظاہر ہی نہیں کیا یعنی ابھی تک وہ سچا گروہ پیروانِ علیؑ سوادِ اعظم سے علیحدہ ہو کر ظاہر نہیں ہوا کیونکہ نزول آیت حیات جناب رسالت مآب صلعم میں ہوا ہے اُس وقت تک منافقین شامل گروہ سلام تھے جیسا کہ شروع فقرہ (۱) میں ہم دکھلا چکے ہیں

(۸) ہان وہ موقع جس کو خداوند تعالےٰ فرماتا ہے فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین پس جان لیا خدا نے ان لوگون کو جو سچے تھے اور پہچان لیا جھوٹون کو بھی بعد رحلت جناب سرور کائنات پیش آیا جبکہ منافقین علانیہ مخالف ولی سویم کے ہو کر سچے مومنین پیروانِ علیؑ سے جدا ہو گئے پس یہ اشارہ ہے خدا کا لما یعلم اللہ الذین جاھدوا سے اور یہ ہیں جہاد کرنے والے اور ہر سے دلی مذکورہ آیت نمبر ۸۰ کو دوست رکھنے والے -

(۹) اور فقرہ آخری آیت واللہ خبیر بما تعملون رہا سہا پردہ منافقین کا کھول دیتا ہے کہ تمہارے دلون میں جو مخالفت ولی سوم اور پہلو تہی جہاد مضمر ہے خدا اُس کو خوب جانتا ہے -

آیت نمبر ۱۳۲ سورۂ توبہ رکوع ۳

انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ ولم

یخشیٰ الّا اللّٰہ۔ سوائے اس کے نہیں کہ مساجد خدا کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو جو نماز پڑھتا ہو زکوٰۃ دیتا ہو اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو۔

اس آیت سے پہلے خداوندِ تعالےٰ نے فرمایا ہے مَا لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰہِ

(۱) اس کا شان نزول تفسیر عمدۃ البیان میں یہ لکھا ہے کہ جنگِ بدر میں جب جناب عباسؓ عمِ رسولؐ اللہ مقید ہوئے تو جناب امیر علیہ السلام نے اُن کو ملامت کی کہ تم نے قطع رحم کیا اپنے برادرزادے پر چڑھ آئے۔ عباس نے کہا کہ ہماری خطا پکڑ لی اور نیکیوں پر خیال نہ کیا پوچھا وہ نیکیاں کیا ہیں کہا ہم مسجد الحرام کو آباد رکھتے ہیں خانۂ خدا کی تعظیم کرتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اس کے جواب میں خدا نے فرمایا کہ مشرکین مساجدِ الٰہی کو آباد نہیں کر سکتے۔ بلکہ نمازی زکوٰۃ دینے والا۔ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرنے والا اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والا ہی مساجدِ خدا کو آباد کرتا ہے۔

(۲) اب ملاحظہ کیجئے کہ تعمیر مساجدِ الٰہی کے لئے جن صفات کی انسان کو ضرورت ہے وہ سب جناب امیر علیہ السلام میں بدرجۂ کمال موجود ہیں ایمان باللہ و یوم آخر کے لئے آیہ اجعلتم سقایۃ الحاج الخ موجود ہے

(۳) اقامتِ صلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ کی شہادت کے لئے نمبر ۸ انما ولیکم اللّٰہ الخ کافی ہے۔

(۴) اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرنے کی دلیل میں آیت نمبر ۷۰ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ۔ تمام غزوات موجود ہیں کبھی کثرتِ کفار کی پرواہ ہی نہیں کی کسی معرکہ سے قدم ہی نہیں ہٹائے۔

(۵) اب دیکھئے کہ عملاً بھی تعمیر مساجد میں عمر ہی گذار دی خدا کے گھر میں ہی پیدا ہوئے وہیں رہے اور وہیں شہادت پائی۔

(۶) مسجد کی طرف سے سب کے دروازے بند ہو گئے۔ فقط انہی کا دروازہ کھلا رہا جو مسجد کے آباد کرنے کے قابل تھا اور انہی نے اہل و عیال سمیت مسجدِ رسولؐ میں قیام فرمایا۔

(۷) اور قصۂ تعمیر مسجد قبا بھی اس مقام کے مناسب حال ہے جسے صاحب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام نے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے جناب رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے درخواست کیا کہ آپ تشریف لے چلیں اور حدود مسجد قایم فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرا ناقہ موجود ہے اس پر کوئی شخص سوار ہو جائے جہاں جہاں یہ لیجائے وہی حدود قایم کردو۔

(۸) یہ سنتے ہی جناب ابوبکر نے جراُت کی اور سوار ہو گئے مگر ناقہ ایک قدم بھی آگے نہ سرکا۔ شرمندگی کیحالت

میں اُترنا پڑا۔ پھر جناب ثانی کو یہ شوق دامنگیر ہوا۔ مگر ناقہ نے ایک قدم آگے نہ بڑھایا۔

(۹) آخر جناب امیر علیہ السلام سوار ہوئے ناقہ نسیم صبح کی مانند روان ہوا اور آپ نے حدودِ مسجد قبا قایم فرمائیں اللھم صلّ علی محمدٍ و آلِ محمدٍ یہ ہیں آباد کرنے والے مساجدِ خدا کے؛

آیت نمبر ۱۳۳ سورۂ توبہ رکوع ۳

اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوٗن عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ کیا حاجیون کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی تعمیر کو تم نے اُس شخص کی مانند قرار دیدیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو۔ خدا کی راہ میں جہاد کیا ہو خدا کے نزدیک تو ان میں کوئی مساوات نہیں اور خداوندِ عالم ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔

(۱) یہ آیت باتفاق سنّی و شیعہ جناب امیر علیہ السلام کے قول کی تصدیق میں نازل ہوئی ہے

(۲) تفسیر عمدۃ البیان صفحہ ۱۹۴ میں مرقوم ہے کہ ایک روز سب لوگ جمع تھے عباس نے فخر کیا کہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہون طلحہ ابن ابی شیبہ گویا ہوا کہ خانۂ کعبہ کی کنجی میرے پاس ہے اگر چاہون تو اُس میں قیام کرون جناب امیر علیہ السلام نے اُن کی تردید میں فرمایا کہ میں وہ ہون کہ تم سے پہلے ایمان لایا خدا کی راہ میں جہاد کیا اور تمہاری گردنون پر سے تلوار نہیں اُٹھائی جب تک کہ تم ایمان نہیں لائے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں لفظاً لفظاً قول جناب امیر علیہ السلام کی تصدیق کیگئی ہے۔

(۳) حاشیہ قرآن مترجم پر بھی یہی روایت جناب صادق آل محمدؐ سے موجود ہے۔

(۴) اور ابھی اس آیہ کے متعلق ہم اوپر آیت نمبر ۱۳۲ میں بھی بحث کر آئے ہیں۔

(۵) اور ابو حاتم و (۶) ابو الشیخ (۷) عبد الرزاق و (۸) ابن ابی شیبہ و (۹) ابن جریر و (۱۰) ابن مندہ و (۱۱) الثعلبی نے اپنی اپنی تفسیرون میں اور (۱۲) واحدی نے اسباب نزول میں اور (۱۳) قرطبی اور (۱۴) ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور (۱۵) نسائی نے سنن میں اور (۱۶) سیوطی نے درمنثور میں (۱۷) اور حافظ ابو نعیم نے دفضایل صحابہ میں روایت کیا ہے جس کا ماحصل وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں؛

آیت نمبر ۱۳۴ سورۂ توبہ رکوع ۳

الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ اولئک ھم الفائزون۔ جو لوگ کہ ایمان لائے ہجرت کی جہاد فی سبیل اللہ کیا اپنے اموال سے اور اپنی جانوں سے خدا کے نزدیک اُن کے واسطے درجے عظیم ہیں اور وہی فائز بدرجات عالیہ ہیں۔

(۱) یہ آیت صاف جناب امیر علیہ السلام کے حالات سے متعلق ہے جان و مال سے جہاد کرنے والا سوائے آپ کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔

(۲) دراصل اس آیت کے ماقبل و مابعد بلکہ یہ ایک سلسلہ ۱۳ آیات کا ہے جس پر مفسرین کا اتفاق ہے اور آیت اولی۔ اسناد کے ساتھ بحق جناب امیر علیہ السلام ثابت ہو چکی تو اب اس پر قلم فرسائی کی ضرورت ہی نہ رہی۔

(۳) مگر ہم جزیات پر نظر کر کے ایک ایک جزو اور ایک ایک صفت اس کی متعلق جناب امیر علیہ السلام ثابت کر کے دکھلا دیتے ہیں۔

(۴) مثلاً الذین آمنوا سات جگہ قبل اس کے جناب امیر علیہ السلام مخاطب اس آمنوا کے ہو چکے ہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ابھی اس کے ماقبل آیت میں خدا فرماتا ہے کمن آمن باللہ والیوم الآخر۔

(۵) دوسری صفت وہاجروا اگرچہ صدہا مسلمانوں پر محیط ہے مگر ہجرت جناب امیر علیہ السلام اعلیٰ درجہ کی مخصوص ہجرت ہے یعنی آپ کی ہجرت رسول اللہ کی ہجرت کی تکمیل کرنے والی ہے کہ آنحضرت تو بردہ شب میں مکہ سے نکل آئے مگر امانات قریش جو ذمہ رسول اللہ تھیں جن کی عدم ادائگی میں کتنا ایک نقص عاید ہوتا رسول اللہ پر وہ کس نے ادا کیں اہل و عیال متعلقین رسول اللہ کو ہمراہ لیکر روز روشن میں مکہ سے کون رخصت ہوا کہ سب کو مکہ سے رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کا یقین کامل ہو گیا کس کے منتظر و مشتاق رسول اللہ بیرون مدینہ انتظار کرتے رہے یہ جناب امیر ہی تھے کہ جس وقت رسول اللہ کی خدمت میں پہونچے تو آپ شاداں و فرحاں سب اہل و عیال کو لیکر داخل مدینہ ہوئے اسیطرح جناب امیر علیہ السلام کے بدون ہجرت رسول معطل تھی اور اب جناب امیر علیہ السلام کے پہونچنے سے کامل ہو گئی۔ پس نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ہجرت علی ہجرت رسول ہے تو وہاجروا کا مصداق ان سے زیادہ کون ہو سکتا ہے۔

(۶) اب رہا جاھدوا فی سبیل اللہ اس صفت میں تو جناب امیر علیہ السلام تمام گروہ اسلام میں مثل

ماہ شب چہاردہم تابان و درخشان ہیں اس میں بحث بیکار ہے چنانچہ انہی او پر سات آیات میں آپ کا
جہاد خداتعالےٰ بہت روشن لفظوں میں ظاہر کر رہا ہے ۔ پس اسی آیت ماقبل اجعلتم میں جہاد پیش نظر
ہے کہ فرمایا کمن آمن باللہ والیوم الاخر وَجاھد وا فی سبیل اللہ

(۷) اب اگر اموال کا صرف فی سبیل اللہ دیکھنا ہو تو بیسوین آیتیں اس بیان میں بشان علیؑ موجود ہیں
جیسے نمبر ۵۹ آل عمران الذین ینفقون فی السراء والضراء اور یہ عزا جہاد کا پہلو بھی لئے ہوئے ہے
(۸) ربا و انفسہم اس کا گواہ بھی خداوند تعالےٰ ہی آیت نمبر ۲۰۶ سورۂ بقر وَمن الناس من یشری
نفسہ ایسے لوگ بھی انسانون میں ہیں جنہوں نے اپنا نفس بیچ ڈالا ہے

(۹) اب اخیر جملہ فائزون پر لحاظ کریں تو بھی آیت نمبر ۱۲۶ میں ہمنے ۷ مرتبہ اس جملہ کی تکرار کو گروہ جناب امیرؑ
کے واسطے بیان کر چکے ہیں یہ آٹھوان مقام ہے گویا فائزون اور مفلحون مخصوص یہی جماعت ہے جیسا کہ
قاعدہ نمبر ۷ مقدمہ کتاب میں روشن ہے

آیت نمبر ۱۳۵ سورۂ توبہ رکوع ۳

یُبشّرھم ربھم برحمۃ منہ وَرضوانٍ وَجناتٍ لھم فیھا نعیمٌ مقیم ۔ خداوند عالم انہیں اپنی رحمت
خوشنودی اور جنت کی بشارت دیتا ہے جس میں وہ ہمیشہ مقیم رہیں گے اور خداوند تعالےٰ کے نزدیک
(اُن کے واسطے) اجر عظیم ہے ۔

(۱) علمائے عامہ اہلسنت مثل شعبی اور حسن بصری اور محمد ابن کعب اور ابو القاسم حسکانی وغیرہم نے صاف
لکھا ہے کہ یہ تینون آیتیں جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں ۔

(۲) آیۂ زیربحث بھی اپنی ماقبل آیۂ نمبر ۱۳۳ و آیۂ ۱۳۴ سے متعلق ہے جس میں ایمانداروں کے اوصاف
بیان کئے ہیں اور انہیں کو یبشرھم سے بشارت دی ہے جب وہان جناب امیر علیہ السلام مراد ہیں تو
یہ بشارت تو آپ کے لئے بالاولی مخصوص ہو گئی اور بہت سی اسی مضمون کی آیات پہلے گذر چکی ہیں
کہ اول اوصاف بیان ہوتے ہیں اور اخیر میں اُن کی جزاء اور اُن کو بشارت دیجاتی ہے وہی بات
اس سلسلہ میں ہے

آیت نمبر ۱۳۶ سورۂ توبہ رکوع ۴

ثم انزل اللہ سکینتہٗ علیٰ رسولہٖ وعلی المومنین۔ پھر خداوندِ عالم نے رسولؐ اور مومنین پر اطمینان قلب نازل کیا۔ اس سے پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے (تحقیق اللہ نے تمکو مدد دی اکثر مقامات میں اور روز حُنین کہ جب تم کو تمہاری کثرت نے مغرور کیا تھا اُس وقت تم سے سختی کو دور نہ رکھا زمین کی کشادگی تم پر تنگ ہوگئی اور تم پشت پھرا کر بھاگے۔

(۱) اس آیت میں خدا نے واقعہ حُنین مسلمانون کو یاد دلایا ہے جس میں تعداد غازیان اسلام ۱۲ ہزار تھی جس پر بھروسہ کر کے حضرت ابو بکر نے کہا تھا کہ آج مسلمان مغلوب نہ ہونگے جب ہر چہار طرف سے قوم ہوازان کے لوگ جھاڑیون میں سے نکل نکلکر آپڑے تو سب مسلمان گھبرا اُٹھے اور بھاگ نکلے مگر جناب امیر علیہ السلام اور آٹھ شخص ہمراہی اُن کے مومنین ثابت قدم رہے جو سب رسولؐ اللہ کے قریبی رشتہ دار اور بنی ہاشم تھے مسلمانون کے بھاگ جانے پر خداوندِ عالم نے ان کی امداد فوج ملائکہ سے کی اور ان پر اطمینان قلب نازل فرما کر فتح دی یہی کا آیہ زیر بحث میں ذکر ہے اور جناب امیر المومنینؑ جو علمدار لشکر تھے اس نزول سکینہ کا اعلیٰ منزل ہیں۔

(۲) یہ تو ظاہر بات ہے کہ جس شخص کو جانب خدا سے اطمینان قلب یا سکینہ حاصل ہو گیا پھر اضطراب کیسا اور فرار کیا معنی (۳) لیکن یہان تو بارہ ہزار کے ٹڈی دل میں منزل سکینہ ۱۲ بھی نہیں ثابت ہوتے۔ صرف ایک رسولِ خدا کا اور ایک علمدار لشکر کا اور آٹھ بنی ہاشم۔ باقی میدان صاف جولان گاہ ہوازن تھا۔

(۴) اکثر مفسرین خاصہ اور عامہ نے ان کے نام لکھدیئے ہیں (۱) اول اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب (۲) دوسرے عباس ابن عبد المطلب عم رسولؐ (۳) فضل بن عباس (۴) ابو سفیان بن حارث (۵) نوفل بن حارث دونو بھائی برادر عم زادِ رسولؐ (۶) ربیعہ بن حرب عم زادِ رسول (۷) عبد اللہ بن زبیر (۸) عتبہ (۹) عتیب دونو تازہ مسلمان ابن ابوسفیان تھے مگر بنی ہاشم کے خاندان سے تھے آخر جگر جگر و دگر دگر کی مثال صادق آئی باقی تمام بجبر طبعاً ذلیل و خوار فرار ہو گئے اور سکینہ سے بے نصیب رہے۔

(۵) سورۂ فتح میں بھی انزال سکینہ کی خبر خدا نے دی ہے مگر صرف قلوب مومنین پر هو الذی انزل سکینتہ فی قلوب المومنین۔ یہ بیعت رضوان کا موقع ہے یہان ایسے مسلمان بھی شامل تھے کہ جنہوں نے اپنے اونٹ کی پالان کی نیچے توشہ سو کر بیعت سے جان بچائی پھر اب منزل سکینہ تمام گروہ کو کسطرح سمجھا جائے۔

(۶) بات وہی ہے کہ مومنین بالیقین کے قلوب پر سکینہ کا انزال ہوا اور یہ پردہ کھل گیا اس جنگ

حُنین میں بباعث فرار کیونکہ یہ جنگ حُنین بعد بیعت رضوان واقع ہوئی جہان یہ تاکیدی بیعت
اور تجدید بیعت اسی روک تھام فرار کے لئے ہوئی تھی۔

(۷) کیونکہ عمل صحابہ یہی تھا کہ جہاں مقابلہ کفار سے ہوا وہیں رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو چھوڑ اور چلدیئے اب
اقرار لیا گیا کہ محارب رسول سے ہم حرب کریں ے اور صلح کرنے والے سے صلح۔ اور رسول اللہ کا ساتھ دینگے
اور ہرگز فرار نکریں گے۔

(۸) اور خداوند تعالٰے نے بھی خوب مضبوط کیا اس بیعت کو اور مسلمانون کے اقرار کو اور فرمایا رضی اللہ
عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ یعنی خدا رضامند ہوا مومنین سے جبکہ تجھ سے نیچے درخت
کے بیعت کر رہے تھے اور فرمایا (ترجمہ لکھتا ہون) جو لوگ بیعت کرتے ہیں یون سمجھو کہ وہ خدا سے بیعت کر رہے
ہیں اُن کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ سمجھو اسپر بھی جو کوئی توڑ دیگا اس بیعت کو تو اپنی جان پر ظلم توڑنے والا ہے

(۹) سب کچھ ہوا۔ اور سب کچھ خدا نے بھی تاکید کی مگر توڑنے والون نے آخر بیعت توڑ ہی اور فرار کر گئے۔ کم
از کم ان فراریون میں ۷ اسو یا ۲۰۰ اسو اصحاب رضوان شامل تھے بلکہ جناب ابوبکر بھی پیشوا ان فراریون کے
تھے جو آپ سے گھڑی بھر پہلے فرما چکے تھے آج مسلمان مغلوب نہ ہون گے اور آخر مغلوب ہوئے اور دلو
مدبرین کے مصداق بنے اور فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ میں داخل ہوئے سکینہ سے خود محروم رہے
اور ۱۲ ہزار اونکو بھی لے ڈوبے اور ثم انزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہٖ وعلی المومنین میں وہی رسول ہی نفس
رسول اور اُس کے پیرو باقی رہے۔

آیت نمبر ۱۳۷ سورہ توبہ رکوع ۵

یُریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہہم ویأبی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔
کفار و مشرکین ارادہ کرتے ہیں کہ خدا کے نور کو منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں اور خدا کو یہ امر ناپسند ہے وہ
اپنے نور کو ضرور پورا کریگا۔ اگرچہ کفار کو ناگوار ہو۔

(۱) اس آیت میں خداوند عالم نے جس نور کا ذکر کیا ہے وہ جناب رسالتمآبؐ اور اُن کے اہلبیت اطہار
ہیں جو اسی نور رسالت کی شعاعیں ہیں یہ دعوے حدیث نور سے بخوبی ثابت ہوتا ہے جسے ہم کئی جگہ
نقل کر آئے ہیں علمائے عامہ نے اس حدیث کو بکثرت روایت کیا ہے جیسا کہ علامہ حامد حسین اعلی اللہ مقامہ

نے پوری ایک مجلد کتاب اس حدیث نور کی بحث میں لکھدی ہے اِس مختصر سی کتاب میں گنجایش اس کی تفصیل کی نہیں۔

(۲) اور اکثر آیات قرآنی سے نورِ خدا ہونا آنحضرت کا مع اہلبیت کے ظاہر ہے چنانچہ آیت نمبر ۱۷۴ سورۂ نساء میں ہے یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نوراً مبینا۔ اے لوگو بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی یعنی (رسولؐ خدا کا) آیا ہے اور نازل کیا ہم نے اوپر تمہارے ایک نور روشن یعنی نفس رسولؐ۔

(۳) اور آیت نمبر ۱۵ سورۂ مایدہ میں فرمایا قد جاءکم من اللہ نورٌ و کتابٌ مبینٌ۔ آئی تمہارے پاس خدا کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کتاب تو قرآن ہے اور روشنی ہدایت ہے اور بدون روشنی کے کتاب بیکار ہے پس کتاب ہمراہ مشعل ہدایت خدا کی طرف سے آئی۔ اور وہ ہادی نور رسالت پناہؐ مع اہلبیت رسول جن کا قرآن کا ساتھ قیامت تک ہے۔

(۴) اور آیت ۱۵۷ کا بھی مفہوم ایسا ہی ہے یعنی فرمایا خدا نے فالذین آمنوا بہ و عزروہ و نصروہ و اتبعو النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون۔ مومنین کی تعریف ہے پس ایسے لوگ کہ ایمان لائے اس رسولؐ پر اور تعظیم کی اس کی اور نصرت کی اُس کی اور مطابعت کی اُس نور کی جو نازل ہوا ہے اُس رسولؐ کے ساتھ سا تھا یسے ہی لوگ فلاح یافتہ ہیں اس آیت میں جز نور ہمراہی رسولؐ مطاع مومنین فرمایا ہے وہ بجز علیؑ اور ذریت علیؑ دوسرا نظر نہیں آتا۔ جو پیدایش آدمؑ سے چار ہزار سال قبل بھی رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ تھا بموجب حدیث نور کے

(۵) اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۵۷ میں جو ایک حدیث ابن عباس سے بذریعہ جموینی نقل کی ہے یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے علیؑ سے کہ میں اور تو خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں یہ ہیں وہ نور جنکو اس آیت میں نور اللہ فرمایا ہے۔

(۶) اب اس نور کے اطفاء پر بھی تو غور کرنی لازم ہے کہ اس کے بجھانے میں کیسی کیسی کوششیں عمل میں آئیں واقعات بتلا رہے ہیں کہ ۱۳ سال مکہ میں قریش درپے آزار رہے شکمبۂ شتر عین حالت سجدہ میں سر مبارک پر ڈال دیا تین برس تک شعب ابو طالب میں ایسے محصور رہے کہ آب و غذا بھی اُن سے بند تھا آخر قتل پر سب مستعد ہوگئے۔ تب خدا نے انکی آنکھوں پر پردہ ڈالکر اپنے رسول کو وہاں سے نکالا۔ مدینہ

میں رہے تو گروہ گروہ قریش کی تلواریں علم کرکے حملہ پر حملہ کرنے لگے۔ اور خدانے بھی فرشتون کی امداد بھیجی معرکہ ہائے جدال وقتال گرم ہوئے ابھی باہر کے دشمنون سے اطمینان حاصل نہیں ہوا تھا کہ گھر کے دشمنون نے باہم مشورہ کرکے اندھیری رات میں پہاڑ کی کھاٹی میں بیٹھکر رسول اللہ کو قتل کرنا چاہا مگر خدا نے اپنے پیغمبر کو ناگہانی موت سے بچا یا۔

(۷) اب نور الذی معہ کے بجھانے میں تو سقیفہ کے دنگل جمل کی یورش صفین کے معرکہ فرقہ حروریہ کی بغاوت آندھی سے کم نہ تھیں گو اس میں کامیابی نہ کرسکے مگر آخر ۱۹ رمضان المبارک سنہ ۴۰ ہجری کو مسجد کوفہ میں اس نور کو بجھا کر چھوڑا۔

(۸) لیکن خدا توی وقادر ہے وہ ایک نور سے دوسرا نور اس طرح روشن کرتا رہا جس طرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے اور اُس کو خداوند تعالے سورۂ نور میں فرماتا ہے نور علی نور ازانجملہ مصباح امامت جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دغا سے شہید کیا۔ اور نور ہدایت جناب امام حسین علیہ السلام کو معہ ۷۱ شعاع انوار کے کربلا کی جلتی ریت پر شہید کرکے اپنے زعم میں ایسا مٹا دیا کہ کوئی درخشندگی باقی نہ رہی تھی۔

(۹) مگر خداوند تعالے اپنے وعدہ میں سچا ہے اور اُس کا دست قدرت غالب ہے تمام طاقتوں پر اُس نے اسیر بیکس مظلوم شہید کے بقیہ نور کو وہ تجلی دی۔ اور ایسا روشن کیا۔ کہ ۹ امام انوار ہدایت پے درپے بعد ایکدیگر کے اپنے اپنے وقت پر اس خاکدان عالم میں اپنا اپنا جلوہ دکھلا گئے جن کے ساتھ ساتھ بجھانے والی کوششیں بھی ایسا کام کرتی رہیں کہ اُن میں سے ۸ بزرگوار بھی زہر دغا سے شہید ہوئے اگرچہ ان انوار خدا کے اطفائے میں ایسے ایسے ظلم توڑے گئے مگر آج تک وہ نور اپنی شان لمعانیت برابر دکھلا رہا ہے خواہ کسی پردہ میں محجوب ہو مگر ہے زمین پر اور اُس کلام کی تصدیق ہو رہی ہے کہ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔

(۱۰) چنانچہ وہ متم نورہ کا مصداق حجت خدا بجھانے والون کے ہاتھ سے محفوظ پردۂ غیبت میں جو قایم ہے وہ عنقریب ظاہر ہوکر اپنے نور کی روشنی سے مغرب ومشرق کو چمکا دیگا جیسا کہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے ۲۷۲ سے ۱۹ روایات ظہور مہدی کے ذکر میں لکھے ہیں جن میں نمبر ۲ میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے کہ مہدی مجھ میں سے ہے چمکتی ہوئی پیشانی اور اونچی ناک والا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا جیسے کہ وہ ظلم وجور سے بھر گئی ہوگی۔ اب تو خدا کا نور بھی بخوبی روشن ہوگیا اور ان کا اطفاء اور خدا کا تمام کرنا بھی ظاہر ہوگیا۔

(١١) اور جناب مولوی اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ اپنی کتاب مفاتیح المطالب میں اس آیت کو استحقاق خلافت حقہ میں سنداً پیش کرتے ہیں اور صفحہ ٢٠٣ لغایت ٢٠٧ جو بحث ہے وہ قابل دید ہے۔ منجملہ اُس کے ایک فقرہ یہ ہے کہ او تعالےٰ امام را نور، بوجہ ملابست و مشابہت ہدایت یافتن مردم ازان بہرہ و تعبیر نمودہ چنانچہ در تاریکی بسبب روشنی مصباح راہ مے یابند ہمچنیں در ظلمت جاہلیت و بدعت بہ ہدایت امام از گمراہی نجات مے یابند۔ عبارت عام فہم ہے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔

آیت نمبر ١٣٨ سورہ توبہ رکوع ٥

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله و لو کره المشرکون۔ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے ہر ایک دین پر غالب کردے گو مشرکین کو بُرا معلوم ہو۔

(١) یہ آیت آیۂ مندرجہ بالا کے ہی سلسلے میں ہے وہاں خدا نے اپنے نور کی تکمیل اور اتمام کے لئے فرمایا ہے اور یہاں یہ ارشاد ہے کہ دین حق ہر ایک دین پر غالب کردیا جائے گا۔ وہاں کراہت کرنے والے کفار ہیں یہاں مشرکین مگر ماحصل ایک ہی ہے۔

(٢) مگر اب سوال یہ ہوتا ہے کہ دین اسلام جس کی نسبت خداوند عالم نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمام ادیان پر غالب کردیا جائے گا۔ آج تک تو ایسا ظہور میں نہیں آیا پھر اُس قول خداوندی کے کیا معنے ہوئے۔ ہاں سنئے یہ سوال درست ہے بے شک ابھی لیظهره علی الدین کله۔ کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور یہ اُسی نور کے زمانے میں ہوگی جو نور رسالت کی بارہویں شعاع ہے۔

(٣) تفسیر عمدۃ البیان میں مرقوم ہے کہ وقت نزول عیسیٰ از آسمان ظہور مہدی علیہ السلام کا ہوگا کہ اس وقت سوائے دین محمدی کے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

(٤) امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ دین اسلام کا غلبہ کل دینوں پر وقت خروج مہدی علیہ السلام ہوگا۔ اُس وقت کوئی آدمی ایسا نہ ہوگا کہ حضرت پیغمبر کی رسالت کا قایل نہ ہو۔

(٥) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ واللہ ہنوز اس آیت کی تاویل ظاہر نہیں ہوئی اور نہ ہوگی حتی کہ قایم علیہ السلام خروج کرے اور اُس کے خروج کے وقت خدا کی ذات میں نہ تو کوئی کفر کرنے

والا باقی رہے گا نہ شرک کرنے والا۔

(۶) علاوہ ازین بے شمار احادیث بطریق عامہ وخاصہ اس دعوے کے لئے زبردست دلیل ہیں۔

(۷) آیۂ ماسبق کی تفسیر میں فقرہ ۱۰ کے اندر ایک حدیث منجملہ ۱۹ کے کتاب سوانح عمری سے ذکر میں لکھ آئے ہیں

(۸) اور ایک اور حدیث صفحہ ۱۹۶ پر ہے تفسیر وانّہٗ لعلمٌ للساعۃ میں خفائل کا قول ہے کہ جاننے والا قیامت کا مہدی ہے۔

آیت نمبر ۹ ۱۳۵ سورۂ توبہ رکوع ۷

نتربصوا انا معکم متربصون۔ یہ آیت منافقون کے ذکر میں ہے اوپر سے ذکر چلا آتا ہے کہ اے رسولؐ ان منافقون سے کہدو کہ تم ہمارے لیئے دو نیکیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو۔ جو یا تو نصرت یا شہادت ہے اور ہم بھی تمہارے لئے دو امور کے منتظر ہون کہ یا تو تم کو خداوند عالم اپنی طرف سے عذاب پہونچائے یا ہمارے ہاتھ تم پر غالب ہون پس تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے لئے انتظار کرتے ہیں۔

(۱) اب یہ وعدہ جناب امیر علیہ السلام کے زمانے میں پورا ہوا اور آپ نے اِن کا قلع قمع کیا۔

(۲) حاشیۂ قرآن پر اس آیت کی شرح میں لکھا ہے کہ اس آیت کے معنی سمجھنے کے بعد ان لوگون کے کفر میں شک کرنا جو جناب امیر علیہ السلام سے لڑے تھے نہایت گمراہی اور بے عقلی ہے اس لئے کہ خدا نے پیغمبر کی زبانی منافقون کو پیغام پہونچا دیا تھا کہ ہم اُمیدوار ہیں کہ خدا تم پر عذاب کرے آپ یا ہمارے ہاتھون سے پس تم منتظر رہو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

(۳) اس آیت سے اس بات کا انتظار نکلتا ہے کہ قتل منافقین ہمارے ہاتھ سے واقع ہو اور وہ رسولؐ اللہ کے عہد میں نہ ہوا بلکہ جناب امیر علیہ السلام نے ناکثین وقاسطین اور مارقین کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔

(۴) اور اسی بنا پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے یا علیؑ حربك حربي وسلمك سلمي۔ اے علیؑ تیری لڑائی میری لڑائی ہے یعنی تیرے ساتھ لڑنا گویا مجھ سے لڑنا ہے اور تیری صلح میری صلح ہے۔

(۵) اور آیہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین۔ کی تعمیل اگر زمانۂ رسولؐ اللہ میں نہ ہوئی تو کیا رسالت میں قصور کیا معاذ اللہ ایسا نہیں بلکہ احوال تبلیغ سورۂ برأت شاہد ہے صاف حکم آیا۔ کہ یا تو خود جاؤ یا اپنے جیسے کو بھیجو وہی بات یہان ہے جہاد منافقین نائب رسولؐ کے ذمہ مقرر رہا مثل تبلیغ سورۂ برأت جس کو علی ابن ابی طالب نے قتل ناکثین قاسطین مارقین سے پورا کر دیا۔

(۶) اور اسی قتل کو خداوند تعالےٰ نے سورۂ زخرف میں اپنا انتقام فرمایا ہو آیہ فانا منہم منتقمون۔ اپ رسول سے خطاب ہے پس اگر ہم تجھکو لے بھی جائیں تو بھی ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں وہی ہوا کہ جناب رسول خدا اگرچہ نرہے مگر خدانے منافقین سے انتقام لے لیا جمل و صفین اور حروریں میں وہ انتقام دیا گیا۔

(۷) بلکہ سورہ الم سجدہ رکوع ۲ میں بھی اس انتقام کی خبر ہے فرمایا۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ بیشک ہم گنہگاروں سے بدلا لیں گے اُس بدلا لینے کے انتظار کو بھی اس آیت میں فرمایا ہے۔ فتربصوا انا معکم متربصون۔

(۸) بلکہ سورۂ طٰہٰ رکوع ۸ میں یہی مضمون ہے قل کلٌ متربصٌ فتربصوا۔ کہدو ہر ایک انتظار کرنے والا ہے یعنی (ہم بھی اور تم بھی) پس تم بھی انتظار کرو۔

آیت نمبر ۱۴۰ سورۂ توبہ رکوع ۸

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اور جو لوگ اذیت پہونچاتے ہیں خدا کے رسول کو اُن کے لئے عذاب سخت ہے دردناک۔

(۱) سورۂ توبہ کا ایک نام فاضحہ بھی ہے اس اعتبار سے کہ یہ صورت فضیحت کرنے والی منافقوں کی ہے اور بقول رسول صلعم یہ امر مسلم ہے کہ منافق دشمنانِ علیؑ ہیں پس یہ آیت جو خاص تہدید و فضیحت آمیز ہے خاص دشمنانِ علیؑ کے واسطے نازل ہوئی ہے۔

(۲) جیسا کہ سورۂ احزاب میں بھی اسی مضمون کی ایک آیت کچھ زیادتی الفاظ سے وارد ہوئی ہے الذین یؤذون اللہ ورسولہٗ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدّ لہم عذابًا مہینا۔ یعنی جو لوگ خدا کو اور اُس کے رسول کو ایذا پہونچاتے ہیں خدا کی لعنت ہے اُن پر دُنیا و آخرت میں اور واسطے اُن کے عذاب سخت طیار ہے۔

(۳) چونکہ ذات خدا بہت ارفع ہے اس سے کہ کوئی اُس کو اذیت پہونچا سکے مگر اپنے رسول کی اذیت اسکو اس قدر ناگوار ہے کہ اُسکو اپنی طرف منسوب کیا ورنہ مطلب وہی ہے کہ موذی رسول صؐ کے لئے عذاب خدا طیار ہے۔

(۴) ذاتِ منزّہ و پاک خداوندِ کریم اپنی ایک اشرف مخلوق کی اذیت کو اپنی ذات کی اذیت فرماتا ہے

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کو تو اپنی اولی الارحام سے بہت ہی قریبی تعلق ہے کیونکہ اذیت پہنچی ہوگی اپنی اہلبیت کی اذیت سے جس میں سے کسی کو فرمایا ہو یا علیؑ لحمک لحمی و دمک دمی۔ اور فرمایا ہو الفاطمۃ بضعۃ منی اور ارشاد ہے الحسینُ منی و انا من الحسین اس سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ اذیت اہلبیت اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ہے اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام اول اہلبیت ہیں جن کے حق میں صاف صاف حدیث رسولؐ ہے مَنْ اذا علیا فقد اذانی کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۶۳۹ پر پانچ طریق پر یہ حدیث مروی ہے۔

(۵) اب بخوبی معلوم ہوگیا کہ جس طرح اذیت رسولؐ اذیت خدا ہے بقول خدا اسی طرح اذیت علیؑ اذیت رسولؐ ہے بقول رسول۔

(۶) نتیجہ یہ نکلا کہ جس نے رسولؐ اللہ کو اذیت دی آپ کی اہلبیت کو اور آپ کے نفس کو اذیت پہونچا کر اُس نے خدا کو اذیت پہونچائی۔

(۷) اور اُس کی تصدیق کو وہی حدیث سوانح عمری کی ۶۳۹ صفحہ والی کافی ہے جس کو پانچ طریقے سے لکھا ہے۔ ایک طریق اوپر بیان ہو چکا۔ دوسرا طریقہ اُس سے کچھ وسیع ہے یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے من اذا علیا فقد اذانی و من اذانی فقد اذ اللہ و من اذ اللہ فقد کفر

(۸) پہنچے ہمارے کلام کی تصدیق ہوتے ہوتے کل آیت زیر بحث کی تطبیق ہوگئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے یعنی علیؑ کا اذیت دینے والا ایذا دہندۂ رسولؐ ہے اور ایذا دہندۂ رسولؐ موذی خدا ہے۔ اور موذی خدا کافر ہے۔

(۹) اور کافرون کے لئے قرآن میں خبر جہنم ہے و للکافرین عذاب مہین اور یہی مفہوم آیت کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے اذیت دینے والے کے لئے (اگرچہ وہ اذیت بہ سبب اہلبیت پہونچی ہو) عذاب دردناک طیار ہے۔

(۱۰) دیکھنا چاہیئے کہ علیؑ پر تلواریں علم کرنے والے علیؑ کو رنج دینے والے بلکہ رولانے والے علیؑ کا حق غصب کر لینے والے فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے دروازے پر آگ لیجا کر جلانے والے اور بضعۃ رسولؐ کو ایسا صدمہ پہونچانے والے جس کے سبب سے وفات اُن کی ہوئی۔ یا اُن کا باغ فدک غصب کرنے والے اور حسینؑ نور دیدۂ رسولؐ کو معہ ۱۸ شخص اولاد رسولؐ کے تشنہ لب ذبح کرنے والے موذی رسولؐ ہیں یا نہیں

ایسی ایذا دی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو کہ وہ جناب اپنی قبر میں بھی آرام سے نہیں سوئے بس یہ سب ایذا دہندہ رسولؐ وہی ہیں جن کے واسطے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے ولہم عذابٌ الیم۔

آیت نمبر ۱۴۱ سورۂ توبہ رکوع ۹

والمومنونَ والمومناتِ بعضہم اولیاءُ بعضٍ یامرونَ بالمعروفِ وینہونَ عنِ المنکرِ وَیقیمُونَ الصّلوٰۃَ وَیوتونَ الزکوٰۃ ویطیعُونَ اللّٰہ ورسولہ اولٰئک سیرحمہم اللّٰہ اِنّ اللّٰہ عزیزالحکیم۔ مومنین ومومنات میں سے بعض بعض کے دوست ہیں وہ امر معروف یا امور نیک کا حکم کرتے ہیں، منکرات سے منع کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں، خدا ورسولؐ کے مطیع ہیں ان سب لوگوں پر عنقریب خداوندِ عالم رحم کریگا اور اللہ قوی اور حکمت والا ہے۔

(۱) اس آیت میں جتنے صفات بیان ہوئے ہیں وہ سب کے سب بدرجۂ کمال جناب امیرؑ وآئمہ طاہرین علیہم السلام اور اُن کے شیعون میں پائے جاتے ہیں جن کو ہم کئی مقامات پر بیان کر آئے ہیں اور اب اعادے کی ضرورت نہیں، یہی لوگ رحمتِ الٰہی کے سزاوار ہیں اور انہی لوگوں کو آیۂ مندرجہ ذیل میں اس طرح بشارت دی گئی ہے۔ اگرچہ یہ اجمالی بیان کافی ہے مگر مفصل بھی تبلا دیا جاتا ہے۔

(۲) اس آیت میں مومنین کا ذکر ہے اور گو مذکورہ آیات میں اکثر جتلا دیا ہے کہ مومن کا اطلاق کیا بلحاظ سرداری اور کیا بلحاظ فضیلت وسبقت کیا بلحاظ تکمیل ایمان جناب امیر علیہ السلام کے واسطے لازم آیا ہے یا آپ کا پیرو گروہ شامل اِس خطاب کے ہو سکتا ہے۔

(۳) بعضہم اولیاء بعض یہ بھی ضرور صفت ایمان ہے جو ایک مومن کو دوسرے مومن سے خاص خدا کے لئے دوستی کرنا ہوتا ہے یہ ابھی اوپر آیت نمبر ۱۳۱ میں دونو صفت ایک جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے خدا ورسولؐ اور مومنین سے دوستی رکھنی جناب امیر علیہ السلام کے واسطے مختص ہو چکی ہیں مگر ہاں ذریت حضرت کی اور محبان علیؑ اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔

(۴) یامرون بالمعروف وینہونَ عن المنکر۔ یہ جگہ اس سے قبل بیان ہو چکا جیسا کہ قاعدہ کا منشا ہے اور سوائے اس کے غیر معصوم اُس کی لیاقت ہی نہیں رکھتا دوسرے یہ کام راسخون فی العلم کا ہے دونو صورت میں اہلبیتِ رسولؐ ہی اس کے عامل معلوم ہوتے ہیں مگر ہاں اہلبیتؑ کی صحبت سے جنکو فیض ہوا

ہوا۔ اور جو کوئی ان کے قدم بقدم چلا وہ البتہ اُس کی قابلیت رکھتا ہے۔

(۵) اب یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ تو ایسے معروف صفت اہلبیت رسول کی ہے جن کے گھر سے یہ صلوۃ وزکوۃ جاری ہوا اسی سورہ کے نمبر ۱۳۲ میں پانچوان مقام تھا کہ یہ اوصاف جناب امیر علیہ السلام کی شان میں پایۂ ثبوت کو پہونچے یہ چھٹا مقام ہے بار بار بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۶) اب سب سے اخیر صفت ہے ویطیعون اللہ ورسولہ یہ بھی اوپر آیت نمبر ۴۷ و نمبر ۱۲۶ و نمبر ۱۲۸ میں ایک کیف ملیع کے بعد تحقیق ہو گیا کہ تمام گروہ اسلام میں جناب امیر علیہ السلام کے برابر مطیع وفرمانبردار خدا ورسول دوسرا پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور اسی واسطے علیؑ کی مطابعت کا فرا اسلام پر مثل خدا ورسول مقرر کر دے اب جو پیرو علیؑ ہے وہ ضرور انہیں مومنین ومومنات میں شامل ہیں اور یہی لوگ ہیں وہ جن کے اوپر عنقریب رحم کرے گا۔ اللہ بے شک وہ اللہ غالب حکمت والا ہے

آیت نمبر ۱۴۲ سورۂ توبہ رکوع ۹

وعد اللہ المومنین والمؤمنات جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ومساکن طیبۃً فی جنات عدنٍ ورضوان من اللہ اکبر ذالک ھو الفوز العظیم۔ یہ اُن مومنین ومومنات سے خدا نے ایسی جنت کا وعدہ فرمایا ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے اور مساکن طیبہ کا وعدہ کیا ہے جو جنت العدن میں واقع ہیں اور خداوند کریم بزرگ وبرتر کی خوشنودی کا وعدہ کیا ہے اور یہ ایک فوز عظیم ہے۔

(۱) یہ آیت تتمہ ہے آیتِ ماسبق کا جن مومنین کا ذکر فرما کر رحمت خداوندی کا وعدہ دیا ہے اُس رحمت کی وسعت ونعمتوں کی کثرت کو اس آیت زیر بحث میں بیان فرمایا ہے۔

(۲) چونکہ یہ مومنین وہی گروہ علیؑ ہے جس کے واسطے ابھی اوپر آیت نمبرہ ۱۲ میں اکثر نعمتوں کی بشارت سنائی جا چکی ہے پس واسطے ملاحظہ ناظرین اُس آیت نمبرہ ۱۲ کو پھر نقل کرتا ہوں ذرا غور تامل سے مقابلہ کریں۔ نعمائے مذکورہ آیت زیر بحث سے یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوانٍ وجنّٰتٍ لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم۔ اس مطابقت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب وہی گروہ علیؑ ہے جو یہاں مخاطب ہے۔

(۲) یہ الفاظ فائزون یا مفلحون ہم کئی مقامات پر بیان کر آئے ہیں کہ اس کا خاص تعلق ذات امیرؑ المومنین اور اُن کے پیرون سے ہے اور علاوہ وہ مقام ہے کہ نہیں داخل ہو سکتا کوئی اُس میں بجز معصوم کے۔

(۳) اب یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ جب حضرت امیرؑ و آئمہ طاہرینؑ اور اُن کے پیرون کے لیئے یہ درجات ہیں تو اُن کے مخالفین ان مدارج پر فائز ہو سکتے تھے یا نہیں عقل سلیم کبھی اسبات کو قبول نکریگی اور وہ لوگ جو جناب امیر علیہ السلام سے کھلم کھلا برسر پیکار ہوئے کبھی اس وعدۂ الٰہی کے مستحق نہیں ہو سکتے اور وہ بی بی عائشہ بموجب تحریر فتح الباری شرح صحیح البخاری بحدیث عبدالرزاق و معمر علیؑ کے ذکر خیر سے سخت ناخوش ہوتی تھیں کبھی زمرۂ مؤمنات میں داخل نہیں ہو سکتی۔ فافہم و تدبر۔

آیت نمبر ۷۳ سورۂ توبہ رکوع ۱۰

۱۰/۲۱۶

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ اے نبیؐ کفار و منافقین سے جہاد کر۔ ان پر نہایت سخت ہو جا۔ ان لوگون کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ نہایت ہی بڑی بازگشت ہے۔

(۱) یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ نبی کے زمانے میں صرف کفار سے جہاد کیا گیا ہے اور منافقین سے جناب امیر علیہ السلام نے قتال فرمایا ہے۔

(۲) نبی کو جو حکم دیا گیا تھا اُس کے پورا کرنے میں نفس نبیؐ نے بھی کامل حصہ لیا۔

(۳) اس سے اوپر آیت نمبر ۳۹ فتح لعجبوا انا معکم متربصون کے فقرہ چار میں ہم لکھ آئے ہیں کہ نبی کا یہ ارشاد یا علیؑ حربک حربی سلمک سلمی۔ یہی جنگ منافقین کو بتا رہا ہے۔

(۴) اور اسی انتقام کو سورۂ زخرف رکوع ۴ میں فرماتا ہے خدا فَاِمَّا نَذْھَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنْھُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ یعنی پس اگر ہم تجھکو لے بھی جائیں تو بھی ہم اُن سے یعنی منافقون سے انتقام لے لیں گے اب کوئی تبلادے کہ بعد رحلت رسولؐ وہ کونسا انتقام لینے والا پیدا ہوا۔ اور بجز جناب امیر علیہ السلام کے کس نے اس حکم کی تعمیل کی جن میں قریب ۳۰ ہزار آدمی جمل میں اور اندازاً ۷۰ ہزار صفین میں اور ایک ہزار منافق دشمن خدا و رسول حرورا میں فی النار ہوئے۔

ھذن

(۵) اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں جابر بن عبداللہ انصاری سے اس آیت فانا نذ۔

کی تفسیر میں روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ یہ آیت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ یہ گروہ ناکثین قاسطین و مارقین سے قتال کریگا۔

(۶) خبران واقعات کی زبان مخبر صادق پر جاری ہو کر ایسی مشہور ہوئی کہ جس کے باعث علیؑ کا نام ہی قاتل ناکثین قاسطین و مارقین قرار پایا۔ دیکھو صفحہ ۳۴ کتاب مذکور کی فہرست اسمائے جناب امیر علیہ السلام میں منجملہ ۳۰۰ نام کے یک نام یہ بھی آپ کا درج کیا ہے۔

(۷) بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح آپ کا ایک نام منجز الوعدہ بھی اُسی فہرست میں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے وعدوں کا پورا کرنے والا شخص جس کی سند میں ابن عباس اور ابن عمر دونوں سے روایت ہے کہ فرمایا رسولؐ اللہ نے علیؑ میرے وعدوں کا پورا کرنے والا ہے۔

(۸) چنانچہ ایک اسیر نہیں اکثر وعدے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے جناب امیر علیہ السلام نے پورے کیے ہیں۔ اور ثابت کر دیا کہ جانشین حقیقی اور نائب اصلی ایسے ہوتے ہیں ایک اعرابی سے آنحضرتؐ نے ۱۰۰ یا ۸۰ مہار شتر سرخ مو کے دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ بعد رحلت حضرتؐ وہ اعرابی مدینہ میں آیا اور ظاہری خلیفہ سے اظہار وعدہ رسولؐ کیا پس ہوش گم ہو گئے اور یہی کہا کہ علیؑ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ آپ نے وہ وعدہ پورا کیا تاریخ الامجاد میں مختصر شمار معجزات میں اتنا اشارہ اس کا ہے (منجملہ ان عطایائے ہشتاد ناقہائے سرخ مو بیرون آوردن از سنگ برائے عرابے مشہور ست)

(۹) رسالہ روشنی میں یہ روایت ہے کہ وقت رحلت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ یا علیؑ طیاری جیش اسامہ پر جو قرض میں نے فلاں یہودی سے لیا ہے اُس کو تم ادا کر دینا جیسے مرزا عابد علی بیگ سبقتؔ مرحوم نے کیا خوب لطیفہ فرمایا تھا کہ ادائے قرض جیش اسامہ جو اسلامی جہاد کا خرچ تھا ذمہ علیؑ کے پڑا۔ اور خلافت حق ابو بکر کا ٹھیرا واہ! واہ!! واہ!!!

غرض بخوبی ثابت ہو گیا کہ جملہ وعدے اور قرض اور دین اور احکام جو ذمہ رسول اللہ کے باقی تھے وہ کام نائب اصلی کا تھا خدا کی طرف سے منجملہ اُن کے ایک جہاد منافقین بھی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے انجام پایا۔

آیت نمبر ۱۴۴ سورۂ توبہ رکوع ۱۱

لٰکن الرسول والذین آمنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم واولئک لھم الخیرات و

اولئک ہم المفلحونؐ لیکن رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے اُنہوں نے اپنی جان ومال سے جہاد کیا اُنہیں کے لئے نیکیاں ہیں اور وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

(۱) صفات مذکورہ آیت پکار پکار کر اپنے مخاطب کو تبلا رہی ہیں کہ وہ ایک ہی شخص علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے۔

(۲) سب سے پہلے لفظ لاکن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل ذکر کسی مغضوب گروہ کا تھا۔ جسے بذریعہ لاکن مستثنیٰ کر کے محبوب کا ذکر شروع ہوا اور یہ ایک بڑی شناخت کا قاعدہ قرآن میں ہم نے دریافت کیا ہے کہ اول ذکر بدترین کا اور بعد اُس کے ذکر بہترین کا آتا ہے چنانچہ نمبر ۱۱ تک ۴ مقام پر ہم ظاہر کر چکے ہیں اور یہ پانچواں مقام ہے۔

(۳) اور یہ جو فرمایا رسول والذین آمنوا معہ یہ تو بجز جناب امیر علیہ السلام کے دوسرا ہو نہیں سکتا رسول کے ساتھ ایمان لانے والے آپ ہی ہیں کہ بروایت انس بن مالک پیر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ مبعوث برسالت ہوئے اور منگل کے روز جناب امیر ایمان لائے۔

(۴) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۴۹۸ لغایت ۵۰۰ تک ۱۲۷ روایتیں آپ کے سابق الاسلام ہونیکی دلایل میں بیان کی ہیں۔

(۵) اور آیت نمبر ۷ سورۃ النساء میں اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم جناب امیر کی شان میں ہے۔

(۶) بلکہ آیت نمبر ۱۷۱ سورۂ اعراف نور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحونؐ نے اور بھی تائید اس کی کر دی۔

(۷) اس سے آگے ہے جاھدوا باموالہم وانفسہم۔ یہ تو ابھی بہت قریب آیت نمبر ۱۱۴۴ اسی سورہ میں ذکر نہیں انفاظ میں بشان جناب امیر علیہ السلام ہو چکا ہے الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم لفظ کے مخاطب علیؑ اور گروہ علیؑ بشہادت مفسرین اہلسنت مقرر ہو چکے تو اب کیا باقی رہا۔

(۸) اولئک لہم الخیرات۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے واسطے نیکیاں ہیں یہ تو آیت نمبر ۷ سورہ آل عمران میں ذکر ہو چکا یسارعون فی الخیرات اولئک من الصالحینؐ یہ دوڑنے والے نیکیوں کی طرف صالحین ہیں اور علیؑ صالح المومنین قرآن اور حدیث سے ثابت ہو چکے تو لہم الخیرات انکے واسطے ہے۔

آخر کا جملہ بھی اولئک ھم المفلحونؑ یہ مخصوص ہو چکا گروہ جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے واسطے ابھی اوپر ۹ دفعہ تکرار اس کی آیت نمبر ۱۴۲ تک ہو چکی ہے یہ دسواں مقام ہے دیکھو قاعدہ ۷ پھر اس گروہ کے علاوہ کون اس کا منزل ہوسکتا ہے۔ الحمد للہ ایک ایک جزء اور ایک ایک کلمہ اور لفظ لفظ آیت کا شیعیان جناب امیر علیہ السلام اور ان کی ذریت کے لئے ثابت ہوا ہے۔

آیت نمبر ۱۴۵ سورۂ توبہ رکوع ۱۱

(۱۰/۲۱۶)

اعد اللّٰہ لہم جناتٌ تجری من تحتہا الانہار ذالک فوز العظیم۔ خداوندِ عالم نے اُن کیلیے جنتوں کو مہیا فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں یہ ایک فوزِ عظیم ہے۔

(۱) اس آیت کا تعلق اپنی آیت ماقبل سے پورا پورا ہے جس طرح نمبر ۱۴۲ کا تعلق آیت نمبر ۱۴۱ اپنی ماقبل سے تھا اور وہی مخاطب آیت ماقبل واسطے آیت مابعد کے قرار پائے۔

(۲) کیونکہ جن کا ذکر اوپر تھا کہ ایمان لائے اور جہاد کیا اُن کے واسطے نیکیاں ہیں اب اس آیت میں اُنکی خبر نکلتی ہے اُن کی جزا معلوم ہوتی ہے ان نیکیوں کی تفصیل ہے کہ وہ نیکیاں کیا ہیں وہ جنت طیار کیگئی ہے اُن کے واسطے۔

(۳) اور بھی قاعدہ تمام قرآن میں چلا آتا ہے کہ اوّل صفت اور اوصاف اور عمل بیان ہوتے ہیں بعد میں اُن کا اجر و ثواب دکھلایا جاتا ہے وہی صورت یہاں ہے۔

(۴) اور یہ اعد اللّٰہ لہم جو اس جگہ ہے اِس لہم کے تفسیر تو آیت نمبر ۱۴۲ میں صاف صاف ہے وعد اللّٰہ المومنینؑ اور وہ مومن وہاں گروہِ اہلبیت ثابت ہو چکا پس لہم کے معنی معلوم ہو گئے کہ گروہ اہلبیت کیطرف اشارہ ہے۔

(۵) یہ جو خبر اللہ نے دی ہے اُسکی تعریف آیت نمبر ۱۴۲ میں ہے جناتٍ تجری من تحتہا الانہار خالدین اسی کی تعریف یہاں ہے جناتٍ تجری من تحتہا الانہار ذالک فوز العظیم اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ وہ گروہ اہلبیت کے واسطے وہاں جو بیان ہے وہی اس جگہ ہے۔ پس یقین اس کے وہی اہلبیت اور اُن کا گروہ ہے۔

آیت نمبر ۱۴۶ سورۂ توبہ رکوع ۱۳

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ سابقینِ اولین و مہاجرین و انصار اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے تابع ہوئے ان سے خدا خوشنود ہے۔ اور وہ خدا سے راضی ہیں اُن کے لئے باغات طیار کئے گئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ مراد کا پالینا نہایت عظیم ہے۔

(۱) اس آیت میں صاف وہ اوصاف ذکر ہوتے ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کی ذات والا صفات میں بدرجہ اعلےٰ پائے جاتے ہیں گروہِ مہاجرین و انصار میں سے خداوندِ عالم نے سابقینِ اولین کو چھانٹ لیا ہے۔ پس یقیناً جناب امیر علیہ السلام سردار ہیں آپ ہی سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپ نے ہی رسول کے ساتھ اس وقت خدا کی عبادت کی جب کوئی خدا کا جاننے والا روئے زمین پر موجود نہ تھا۔ اس بحث کو ہم کئی جگہ لکھ آئے ہیں۔

(۲) سابقین اولین ہونے پر جناب امیر علیہ السلام کے اتفاق جمہور ہے چنانچہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے مابین صفحہ ۴۹۸ اور ۵۰۰ اسی کی بحث میں ۲۷ روایتیں مختلف پیش کی ہیں۔

(۳) اور اسی کتاب میں فہرست آیات فضائل میں نمبر ۳۶ پر اس آیت کی تفسیر میں قول ابن عباس کا نقل کیا ہے کہ یوشع بن نون موسیٰ کی طرف اور صاحب الیاسین عیسیٰ کی طرف اور علیؑ ابن طالب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کی طرف اول از اول سبقت کرنے والے ہیں۔

(۴) اور ضحاک و طبرانی اور ابن مردویہ نے اس روایت پر اتفاق کیا ہے بلکہ ابن مالک یعنی انس اور جابر بن عبداللہ انصاری اور زید بن ارقم اس قول میں ابن عباس کے ہم کلام ہیں اور مجاہد اور قتادہ اور ابن اسحاق نے ان راویوں سے روایت کی ہیں۔

(۵) اور تفسیر عمدۃ البیان میں سعید بن ابو طالب ہروی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ درود بھیجتے رہے پہلے سب سے فرشتگانِ خدا مجھ پر اور علیؑ پر سات برس تک جبکہ کوئی ہمارے شریک نہ تھا۔

(۶) حدیث پیغمبر کی ہے کہ علی ابن ابی طالب شیخ المہاجرین والانصار تھے۔

(۷) اور واتبعوا بالاحسان جو نیکی کرنے میں اتباع کرنے والے ہیں اُس سابق کی جو اوّل از اول تھا وہ کون ذریت اور پیرو اُن کے انہی سے تو خدا اپنی رضامندی ظاہر کرتا ہے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ راضی ہے خدا اُن سے اور وہ سب راضی ہیں خدا سے۔

(۸) اور یہی سورۂ بینہ کی عبارت ہے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اور یہ باتفاق مفسرین گروہ جناب امیر علیہ السلام کے واسطے ہے۔

(۹) جسکو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے یا علیؑ انت و شیعتک یوم القیامۃ راضین مرضین

(۱۰) رہا وہ اخیری جملہ ذالک فوز عظیم اور یہ آیت نمبر ۱۴۴ تک گیارہ جگہ بھی گروہ جناب امیر علیہ السلام ثابت ہے اور یہ بارہواں مقام ہے۔

(۱۲ / ص ۲۳۳ سو)

آیت نمبر ۱۴۷ سورۂ توبہ رکوع ۱۳

قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمومنون کہدے اے رسولؐ کہ تم لوگ عمل کرو۔ کہ عنقریب اللہ اور اُس کا رسولؐ اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے۔

(۱) اس آیت میں اعمال کے دیکھنے والے خدا و رسولؐ کے بعد مومنین بھی قرار پائے ہیں

(۲) اور بے شک اگر تعصب کی عینک اُتار کر دیکھا جائے تو یہ وہی مومنین ہیں جنہیں آیہ نمبر ۶۹ میں اولی الامر سے تعبیر کر کے اُن کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ اُمت میں سوائے اہلبیت رسالت کے کوئی اس امر کی قابلیت نہیں رکھتا۔ کہ خدا و رسولؐ کے بعد اعمال اُمت کا جانچنے والا قرار دیا جاسکے۔

(۳) نمبر ۸۰ سورۂ مائدہ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین میں صاف یہی تین ولی اُمت کے قرار دیئے ہیں

(۴) اور اسیطرح آیت نمبر ۶۹ میں تین شخص واجب الاطاعت اور نمبر ۸۰ میں تین ولی اُمت ہیں اسی طرح نمبر ۱۲۵ میں خمس کے مالک بھی تین ہیں خدا و رسولؐ اور ذوی القربیٰ اور آیت نمبر ۱۳۱ میں دوستی کے قابل بھی یہی تین شخص ہیں پس اسی قیاس پر اعمال اُمت کی جانچ پڑتال کی قابلیت وہی تین

بزرگ رکھتے ہیں۔

(۵) اور ہر جگہ اُس تیسرے ولی کو لفظ مومن سے خطاب کیا ہے وہی خطاب اس آیت میں بھی ہے۔ اور مومنین کے لفظ سے اگر امیر المومنین مفہوم لیا جائے تو کیسا بجا اور دُرست ہے۔

(۶) تفسیر عمدۃ البیان جلد دوم صفحہ ۸۰ پر روایت ہے کہ اس آیت میں اہلبیت کے نزدیک مومنین سے مراد آئمۂ معصومین علیہم السلام ہیں۔

(۷) روایات صحیحہ میں وارد ہے کہ ہر شب دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اُمت کے اعمال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمۂ معصومین علیہم السلام پر عرض کئے جاتے ہیں۔

(۸) علاوہ ازیں دوسروں کے عمل تو وہ دیکھیں جن کے اپنے اعمال میں داغ دھبے نہ ہوں ورنہ ع
خفتہ را خفتہ کے کند بیدار ہے اور اس کام کے قابل بجز معصوم دوسرا کوئی ہو نہیں سکتا! اور اس اُمت میں معصوم وہی ہیں جنکو یُرید اللہ لیذھب عنکم الرجس کا سارٹیفکیٹ خداوند تعالے کی سرکار سے حاصل ہے۔

(۹) چنانچہ ان تین نگہبانانِ اُمت میں اول اور دویم بھی جیسے بے عیب ہیں تیسرا بھی ویسا ہی بے عیب درکار ہے۔

آیت نمبر ۴۸ سورۂ توبہ رکوع ۱۳

لمسجد اُسّس علی التقویٰ من اول یوم احقُّ ان تقوم فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین۔ بے شک وہ مسجد جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اول دن سے اِس بات کی سزاوار ہے کہ تو اُس میں قیام کرے اس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو طہارت و پاکیزگی کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ طہارت والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۱) اس آیت میں پہلے مسجد ضرارہ کا ذکر تھا جس میں قیام و قعود سے رسول کو منع کیا گیا۔ اور دوسری مسجد میں کھڑا ہونے کا حکم دیا جس کی بنا پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے جو مطہرین کا مسکن تھی۔ بعض مفسرین مسجد قبا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل بعید از قیاس ہے مسجد قبا مدینہ سے ایک فرسخ پر تھی۔

(۲) خداوند عالم اپنے رسول کو کبھی ایسی تکلیف نہیں دے سکتا کہ وہ اپنی دولتسرا سے ایک فرسخ پر جاکر قیام و قعود میں مصروف ہوں پھر ایسی حالت میں کہ نہایت شفقت کے ساتھ قُمِ اللَّیلَ اِلّا

قلیلاً فرما چکا ہے۔

(۳) دویم یہ امر کہ مسجد قبا میں وہ کونسے لوگ رہتے تھے جو خطاب مطہرین کے سزاوار ہوتے ہیں۔

(۴) بلکہ اس مسجد سے مراد مدینہ کی مسجد ہے جس کی بنیاد حضرت رسولؐ خدا کے ہاتھوں سے رکھی گئی اور سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ جیسے اصحاب اخیار و ابرار اُس کے لیئے اینٹیں ڈھو ڈھو کر لائے ہیں۔

(۵) یہی مسجد مطہرین کا مسکن تھی اسی میں اہلبیتِ نبوت رہتے تھے۔

(۶) وہ مسجد تھی جس کی طرف سے سب اصحاب کے دروازے بند کر دیئے تھے مگر علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا دروازہ کھلا رکھا تھا کیونکہ یہ اُس مکان کا دروازہ تھا جس میں صاحبان تطہیر رہتے تھے۔

(۷) جن کی طہارت کی شہادت خود قرآن دیتا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس الخ

(۸) مندرجہ بالا وجوہات پر نظر کرکے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ آیۂ زیر بحث میں مطہرین سے مراد اہل بیتِ رسالت ہیں وہی مسجد نبوی کے ساکن تھے اور انہیں کو خداوندِ عالم دوست رکھتا ہے۔

(۹) جس کی شہادت میں حدیثِ رایت و حدیثِ طیر دو گواہ عادل ہیں یحب اللّٰہ و رسولہ و یحبہ اللّٰہ و رسولہ وغیرہ ؀

آیت نمبر ۱۴۹ سورہ توبہ رکوع ۱۴

اِنَّ اللّٰہ اشتریٰ مِنَ المؤمنین انفسہم واموالہم بانّ لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون ویقتلون وعدًا علیہ حقًّا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفیٰ بعہدہ من اللّٰہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم۔ بیشک خداوندِ عالم نے بعوضِ جنت مومنین سے اُن کی جانوں کو اُن کے اموال کو خرید لیا ہے وہ جہاد کرتے ہیں قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں وعدہ خدا کا سچا ہے جس کا توراۃ و انجیل و قرآن میں ذکر کیا ہے اب کون شخص سب سے زیادہ خدا کے عہد کو وفا کرنے والا ہے پس بشارت ہو تم کو اس خرید و فروخت پر اور یہی ایک بزرگ رستگاری ہے۔

(۱) مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت بروزِ بیعت عقبہ نازل ہوئی ہے اور اس سے مقصود مسلمانوں کو ترغیب دلانا ہے مگر یہ جان و مال کا معاملہ کمبخت ایسا سخت ہے کہ اس میں ہر کس و ناکس پورا نہیں اُتر سکتا جیسا کہ آیت سے بخوبی ظاہر ہو گیا۔

(۲) اور دیگر غزوات میں یہی معاملہ پیش آیا کہ جہان جان پر بنی۔ جان چرا بھاگے۔ ہان فقط علی ابن ابی طالب ہی ایک ایسا ثابت قدم بزرگ ہے جو اس امتحان کی کسوٹی پر پورا اُتر آیا۔ آپکے بجز ئے پر سوائے اس کے اور کوئی عامل نہیں ہوا۔ لڑائیون میں جو کچھ ثابت قدمی دیکھی ہے وہ ظاہر ہے۔

(۳) اور شب ہجرت کی واقع نے تو فرشتون کو بھی اس کی جانبازی پر انگشت بدندان تحیر کر دیا۔

(۴) اسی لئے صاحب تفسیر عمدۃ البیان کا یہ قول بالکل قرین ثواب ہے کہ اگرچہ یہ آیت عام ہے مگر مضمون اسکا جناب امیر علیہ السلام پر کماینبغی صادق آتا ہے اور اس بشارت اور فوزِ عظیم کے وہی مستحق ہیں۔

(۵) اور قول صاحب عمدۃ البیان کی تصدیق ہوئی۔ قرآن اور حدیثیں اسکی تائید کرتی ہیں اسپر متفق ہیں تفسیریں جابجا اقرار کرتی ہیں پھر کیا وجہ کہ ان صفات کے مخاطبین میں کسی غیر کو شامل کریں بجز خاندان رسالت کے۔

(۶) چنانچہ آیت نمبر ۲۰۶ سورۂ بقر میں صاف لفظون میں فرمایا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نفسه ابتغاء مرضات اللّٰہ اور انسانون میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہون نے خوشنودی خدا کیخاطر اپنی جان بیچڈالی لیجیے اِنَّ اللّٰہ اشتری مِنَ المومنینَ انفسهم ۔ یعنی مومنین میں سے جن کی جان اللہ تعالے نے خریدلی وہ جان کے بیچنے والے آیت ومن یشری سے معلوم ہوگئے ہیں کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں باتفاق جمہور جو شب ہجرت برہنہ شمشیرون کے نیچے سو رہے تھے۔

(۷) دوسری جگہ آیت نمبر ۷۴ سورۂ نساء میں فرماتا ہے خداوندِ تعالیٰ فلیقاتلُ فی سبیل اللّٰہ الذینَ یشرون الحیٰوۃ الدنیا بالاخرۃ ۔ یعنی جن لوگون نے آخرت کے بدلے اپنی حیاتِ دُنیا کو فروخت کر دیا وہ راہ خدا میں مقاتلہ کریں۔ اور آیت زیرِ بحث میں خداوندِ تعالےٰ نے مال اور جان دونو چیزیں خرید لیں ہیں۔ اُس کا اظہار اس میں ہے کہ حیات الدنیا میں جان و مال دونو شامل ہیں۔

(۸) اور رابع اس کے اول پہچان مقاتلہ کرنے والے راہِ خدا کے علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور اُن کے ہمراہی اس آیت نمبر ۷۴ میں ثابت ہوچکی ہیں جن کی خبر اس طرح دیتا ہے خداوند تعالےٰ وَمن یقاتِلْ فی سبیل اللّٰہ فلیقتل اویغلب فسوفَ نؤتیه اجراً عظیماً اتفاق ہے مفسّرین کا فلیقتل حمزہ و جعفر و عبیدہ ہیں اور غالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور یہی دونو صفت آیت زیرِ بحث میں ہیں۔ یَقتلونَ ویُقتلونَ کے ہیں۔

(۹) اس کے علاوہ آیت نمبر ۶ سورۂ آل عمران میں بھی جہاد در راہ خدا ان لوگون کا ظاہر ہے فالذین هاجروا واخرجوا من دیارهم واذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا یعنی جن لوگون نے ہجرت کی اور نکالے گئے اپنے گھرون سے راہ خدا میں جس کو میری راہ فرماتا ہے مقاتلہ کرتے ہیں اور مارے جاتے ہیں یہان بھی وہی صفات مذکورہ آیت ہے اور چونکہ راہ خدا میں کام کر رہے ہیں۔ تو وہی ہیں جو خدا کے ہاتھ بک چکے ہیں

(۱۰) اور یہی آیت نمبر ۱ میں ہے کہ راہ خدا میں مقاتلہ کرنے والے وہی ہیں جو اپنی حیات دنیا کو فروخت کر چکے اور اپنی جان کے بیچنے والے علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ آیت نمبر ۲۶ میں پس ان کا خریدار خدا ہے۔ جو آیت زیر بحث سے معلوم ہوتا ہے جبھی تو فرماتا ہے کہ یہ معاملہ بیع و شرا کا عہد جو خدا سے کیا تھا جن لوگون نے اُس کو وفا کر دیا پس اُن کو بشارت ہے اُسی بیع کی جو بیع تم نے خدا سے کی تھی۔

(۱۱) اور ان لوگون یعنی جان کے بیچنے والون کا ذکر توریت اور انجیل اور قرآن میں ہر جگہ موجود ہے کتاب انوار الہدیٰ میں شیخ احمد صاحب دیوبندی اعلی اللہ مقامہٗ نے صاف لکھا ہے کہ توریت اور انجیل میں کسی صحابی کا ذکر نہیں ہے بجز خاندانِ رسولؐ کے اور قرآن میں تو اس کثرت سے ان کا ذکر ہے کہ ثلث قرآن ان کی شان میں نازل ہونا مشہور ہے شروع مقدمہ کتاب میں اس ذکر کو بہ تفصیل لکھا ہے۔

آیت نمبر ۱۵۰ سورۂ توبہ رکوع ۱۴

(۱۱ / ۳۲۵)

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنکر والحافظون لحدود الله وبشر المؤمنین توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے امر نیک کا حکم کرنے والے برائی سے منع کرنے والے حدود الہی کی حفاظت کرنے والے ہیں اور بشارت دے دیجیو مومنین کو۔

(۱) اس آیت کا شانِ نزول یہ لکھا ہے کہ جب آیۂ ماسبق ان اللہ اشتری الخ نازل ہوئی تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اگر کوئی شخص عاقل محرمات ہو اور راہِ خدا میں جہاد کر کے مارا جاوے تو کیا وہ شہید کہلائے گا اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) یہ بھی قول ہے کہ یہ آیت آئمۂ معصومین علیہم السلام پر صادق آتی ہے کیونکہ ان سے بڑھکر ان صفات سے متصف نہیں ہو سکتا کوئی بھی۔

(۳) روایت ہے کہ عباد بصری نے راہ حج میں حضرت سجاد علیہ السلام سے ملاقات کی اور اعتراضاً کہا کہ آپ نے جہاد کی سختی کو ترک کیا اور حج کی طرف رجوع کی حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ آپ نے فرمایا آیت کو آخر تک پڑھ تب اُس نے التَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ آخر تک پڑھا اُس وقت آپ نے فرمایا کہ جس وقت ایسے صفات کے لوگ ملجائیں گے اُس وقت ہم جہاد کریں گے۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ جہاد بغیر امام کے جائز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ امام اُس کے شرائط سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔

(۴) یہیں سے امام حسن علیہ السلام کے قعود فرمانے کے معنی بھی سمجھ میں آگئے۔

(۵) اور یہیں سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے جہاد کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی چنانچہ حاشیۂ قرآن پر مرقوم ہے کہ یہ آیت باقوال علماء ومفسرین حسینؑ واقرباء وانصار حسینؑ سے مطابقت رکھتی ہے اور وہی اس کے مصداق ہیں فی الحقیقت اس میں ذرا بھی استبعاد نہیں۔

(۶) حُرؓ ابن ریاحی جیسے تائب بریر ہمدانی اور حبیب مظاہر جیسے عابد اور حمد کرنے والے۔ ابو ثمامہ جیسے نمازی اور جس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ظہر کا وقت ہے ہم چاہتے ہیں کہ یہ آخری نماز آپ کے ہمراہ ادا کرلیں جبپر امام نے فرمایا۔ تونے نماز کو یاد دلایا خدا تجھے نماز گذاروں میں محشور کرے ایسے لوگ سوائے امام حسین علیہ السلام کے اور کہاں دیکھے جاتے ہیں روزہ کی یہ کیفیت تھی کہ ایک ایک بچہ روزہ دار تھا تین دن سے نہ پانی میسر تھا نہ غذا مگر اسیر بھی شکر خدا سے زبانیں تر زبان تھیں امر بالمعروف نہی عن المنکر محافظت حدودِ الٰہی بس اس سے سمجھ لیجئے کہ ؎

سر داد و نہ داد دست در دستِ یزید، حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

آیت نمبر ۱۵ سورۂ توبہ رکوع ۱۵

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اے ایمان لانے والو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ یعنی صادقین کی پیروی کرو۔

(۱) آیاتِ قرآن اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام سر دفتر صادقین ہیں۔

(٢) آیہ نمبر ٢٢ سورۂ بقر رکوع ٢٢ میں والصّابرینَ فی البأساء والضّراء وحینَ البأس اولئک الذینَ صدقوا سے ظاہر ہے۔

(٣) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ٢٠١ پر ابن عباس سے روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ علیؑ سید الصادقین ہیں۔

(٤) نیز حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا یہ مشہور ارشاد ہے کہ صدیق تین ہیں اول خرقیل مومن آل فرعون۔ دوم صاحب الیاسین حواری حضرت عیسیٰؑ تیسرے علیؑ ابن ابی طالب۔ اور یہ ان دونوں سے افضل ہیں۔

(٥) خود جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں میں ہوں صدیق اکبر اور میں ہوں حق و باطل میں فرق کرنے والا میرے سوا جو اس القاب کو اختیار کرے وہ کاذب ہے۔

(٦) اور ہم اسی رسالہ میں اکثر آیات اس قسم کی نقل کر آئے ہیں جن میں صدیقین سے ذوات امیر المومنین علیہ السلام مراد ہے۔

(٧) آپ کا نام ہی سید الصادقین ہے چنانچہ جو فہرست آپ کے ناموں کی کتاب سوانح عمری جناب امیرؑ میں مشتمل ٨٣ نام کے ہے منجملہ اس کے تیرہواں نام ہے سید الصادقین۔

(٨) اُسی کتاب میں فہرست فضایل آیات میں نمبر ٩ پر اس آیت کی تفسیر میں کونوا مع الصّادقین سے مراد ابن عباس نے علیؑ کو لیا ہے جیسا کہ لکھا ہے عن ابن عباس قال معہ علی کانّہ سید الصّادقین یعنی کہا ابن عباس نے کہ یہ حکم معیت علیؑ کا ہے کہ وہ سچوں کا سردار ہے اور اُس کو نقل کیا اپنی اپنی تصنیف میں ثعلبی اور حافظ ابونعیم اور سبط ابن جوزی اور سیوطی نے۔

(٩) عن ابی جعفر علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ یا ایھا الذینَ آمنوا واتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصّادقینَ قال معہ علی۔ اور پھر فرمایا آپ نے اس قول خدا سے معیت علیؑ کا حکم ہے۔ اور اسی کو نقل کیا ہے ابن عساکر اور ابن مردویہ نے۔

(١٠) اور علیؑ کی معیت کا حکم تو قرآن میں اس سے پہلے بھی آچکا ہے وارکعوا مع الراکعین اور علیؑ ایسے راکع ہیں جن کی صفت میں خدا فرماتا ہے۔ ویؤتی الزکوٰۃ وھم راکعون رکوع میں زکوٰۃ دینے والا (١١) کتاب کشف الحجاب میں اس آیت کی تفسیر صفحہ ١٢٧ پر کی ہے لکھا ہے کہ صادقین سے مراد اہلبیت رسالت ہیں جن کے اول علیؑ ہیں اور تفسیر ثعلبی اور درّ منثور سے استدلال کیا ہے آخر میں ہے مگر افسوس

اُمت نے بعدِ رسُول صادقین کو چھوڑ دیا اور کاذبین کے ساتھ ہو گئے۔

(۱۲) حقیر مؤلف کہتا ہے کہ خداوندِ تعالیٰ عالم الغیب ہے اُمت کے ارادون سے خوب واقف تھا کہ مخالفِ صادقین ہیں اسی لئے تہدیداً فرمایا اتقوا اللہ ڈرو خدا سے۔

(۱۳) اور مولوی سید سجاد صاحب نے کتاب مفاتیح المطالب کے صفحہ ۳۲۲ لغایت ۳۲۸ پر اس آیت کو استدلالِ خلافت حقہ قایم کرکے جو بحث کی ہے نتیجہ اُس کا یہ ہے کہ یہ حکم معیت کیا ہے حکم فرمانبرداری ہے اور فرمانبرداری واسطے رسولؐ کے ہوتی ہے یا جانشین رسُول کے اور رسالت ختم ہو چکی حضرتؐ پر بس فرمانبرداری خلیفہ کی باقی رہی۔ ضرور یہ لوگ صادقین جانشین رسولؐ ہیں اور جانشین رسُول سوائے اہلبیت رسولؐ دوسرا کوئی ہو نہیں سکتا۔ پس اہلبیتِ رسُول بھی صادقین ہیں جن کے اول علی ابن ابیطالب علیہ السلام سید الصادقین ہیں فہو المراد۔

آیت نمبر ۱۵۲ سورۂ یونس رکوع ۱

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ آمَنُوا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ ایمان لائے والون کو بشارت دے کہ ان کا قدم اُن کے پروردگار کے نزدیک صدق (راہ راست) پر قایم ہے۔

(۱) قدم صدق سوائے صادقین اور کسی کا ہو نہیں سکتا جو مستحکم رہے بصدق اور علی تو سید الصادقین ثابت ہو چکے آیۂ ماسبق میں ۱۳ حجت و دلایل سے۔ پس بدرجہ اولیٰ اپنے پروردگار کے نزدیک آپ کا قدم صدق ایسا مستحکم ہے جو قابل بشارت ہو۔

(۲) سورۂ حجر میں رکوع تین پر فرمایا خداوندِ تعالےٰ نے صراط علی مستقیم راستہ علیؑ کا مستقیم ہے اور قدم کے واسطے کوئی راستہ ضرور درکار ہے اور قدم صدق اُس کا مستحکم ہوگا۔ جو راہ مستقیم پر ہوگا پس پیروان علیؑ کا قدم مستحکم ہے جس کی مطابعت کا بار بار حکم ہوتا ہے وارکعوا مع الراکعین اور کونوا مع الصادقین۔

(۳) اور رسُول کا حکم بھی یہی ہے صراط علیؑ حق تمسکہ علیؑ کا راستہ حق ہے اُسکی پیروی کرو۔

(۴) صدق و حق ایک شے ہے اور حدیث میں ہے علیؑ معہ الحق والحق معہ علیؑ یا یون کہو علی معہ صدق وصدق معہ علیؑ۔

(۵) یہ بالکل ظاہر ہے کہ اُسی کا قدم صداقت اور راستی پر مستحکم ہو سکتا ہے جو کامل الایمان ہو جیسے

جناب امیر علیہ السلام چنانچہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں آیاتِ فضیلت علیؑ میں اس آیت کو نقل کرکے بحوالۂ مناقب ابن مردویہ بحدیث جابر انصاری لکھا ہے قال نزلت ھذہ الآیۃ فی علی علیہ السلام یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ابحاث ۶ صفحہ ۹۵

(۶) اور اخبار امامیہ کے نمبر ۶۲ پر فہرست آیاتِ فضیلت میں یہ آیت لکھکر جابر ابن عبداللہ و صادق آل محمدؑ سے یہ روایت تحریر کی کہ یہ آیت حضرت امیرؑ کی شان میں ہے وھذا کفانا بالمقصود۔

آیت نمبر ۱۵۳ سورۂ یونس رکوع ۱

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھَارُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۔ جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور اُنہوں نے نیک کام کیئے ہیں تو اُن کے ایمان کے سبب سے خداوندِ عالم ان کو نعمت والے باغات کا رستہ دکھا کر اُن میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

(۱) یہاں موصوفین بصفات مندرجہ آیت خاص اہلبیتِ رسولؐ ہیں جن کے اول علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں کیونکہ سب سے پہلی صفت آمنوا و عملوا الصّالحات ہے جسپر قاعدہ نمبر ۴ مقدمہ کتاب میں بحث طویل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ قابلیت بجز معصوم اور راسخون فی العلم کے کسی دوسرے میں نہیں ہے۔

(۲) اور نمبر ۸ و نمبر ۱۲ آیات سورۂ بقر میں ثبوت کو پہونچا دیا ہے کہ آمنوا و عملوا الصّالحات کے عامل اہل بیت رسولؐ ہیں کیونکہ نہ تو آمنوا کا مصداق امیر المومنین سے زیادہ کوئی ہو سکتا ہے اور نہ صالح المومنین سے زیادہ کسی میں صلاحیت اور یہ دونو خطاب سردار اہلبیت کو خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے عنایت ہوئے۔

(۳) بعد اس کے ہے یھدیھم ربھم بایمانھم اور ہدایت ہوئی اُن کو اُن کے رب کی طرف سے بہ سبب ایمان اُنکے کے نتیجہ یہ نکلا کہ ہدایت کا مدار ایمان پر رہا یعنی جیسا قوی ایمان ہو ویسا ہی مراتبِ اعلیٰ پر ہدایت یافتہ ہوگا۔ اس وصف میں علیؑ کے برابر کون ہو سکتا ہے بقول رسولؐ جن کا ایمان تمام اہل زمین و آسمان کے باشندوں کے ایمان سے گران قدر ہوگا وزن میں بس نظر بریں وہ علیؑ ہدایت یافتہ بھی ایسے ہوئے کہ قرآن میں خدا نے فرمایا ولکل قوم ھاد یعنی ہر قوم میں ایک ہادی ضرور ہوتا ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے میں تو منذر ہوں اس اُمت کا اور علیؑ ہادی ہے۔

(۴) پھر یہ ہدایت کی جاتی ہے جنت نعیم کے اب یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ جنتِ نعیم کی بشارت کس کیواسطے قرآن میں بار بار بہ تکرار وارد ہے وہ بھی اہلبیتِ رسولؐ ہیں۔ نٓ والقلم اِنَّ للمتقین عند ربھم جناتِ ونعیم اور طور میں ان متقین فی جنات ونعیم۔ یہانتک معلوم ہوا مخاطب علیؑ اور اہلبیتؑ ہیں

(۵) تفسیر عمدۃ البیان میں مجاہد مفسر اہل سنت کا یہ قول ہے کہ یھدیھم ربھم بایمانھم کے یہ معنی ہیں کہ نور ایمان کے ساتھ پروردگار عالم انہیں راہ دکھائے گا تاکہ وہ صراط پر سے گذر جائیں

(۶) اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے جبرئیل سے فرمایا کہ صراط پر سے کس طرح گذریں گے جبرئیل بحکم الٰہی گویا ہوئے کہ تم پُل صراط پر سے ہمارے یعنی نور خدا کے سبب گزروگے اور علیؑ تیرے نور سے اور علیؑ کے نور سے تمام اُمت کے سب لوگ گذریں گے اور میرے بہشت میں داخل ہوں گے اور علیؑ کا نور تیرے نور سے اور تیرا نور میرے نور سے ہے۔

(۷) علیؑ کے نور کے سبب سے جو اُمتِ محمدیہ کا پُل صراط سے عبور کرنا حدیث میں آیا ہے اس میں اُمت سے پیروان علیؑ ہی یقیناً مراد ہیں مخالفین علیؑ کسی طرح اس نور سے فیضیاب نہیں ہو سکتے۔

(۸) پس جناب امیر علیہ السلام اور اُن کے پیرو اسی طرح بہشت میں داخل ہوں گے۔

(۹) اور وہاں اُن کا جو کچھ مشغلہ ہوگا وہ آیۂ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱۵۴ سورۂ یونس رکوع ۱

دعواھم فیھا سبحانک اللھم وتحیتھم فیھا سلام وآخر دعوٰھم الحمد للہ رب العالمین

جنت میں اُن کی یہ دُعا ہوگی کہ اے بارِ خدایا تو پاک و پاکیزہ ہے اور تحیہ (ثنا) اُن کی باہم سلام ہے اور آخری دُعا یہ ہے کہ تمام تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں۔ جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔

(۱) اس آیت کا اسی طرح اپنی آیتِ ماسبق سے تعلق ہے جس طرح آیت نمبر ۱۴۲ کو نمبر ۱۴۱ سے اور نمبر ۱۴۵ کو نمبر ۱۴۴ سے تھا بالکل وہی صورت یہاں ہے۔ آیت اولی میں جن کے صفات بیان ہوئے ہیں آیتِ آخر میں اُن کے مشغلہ جنت کا ذکر ہے اور مخاطب آیت اوّل میں اہلبیت رسولؐ ہیں بس لامحالہ آیت ثانی میں بھی انہیں حضرات کا ذکر ہے۔

(۲) اور اس جگہ پر منحصر نہیں قرآن میں بکثرت ان لوگون کی تسبیح و تہلیل کا ذکر ہے کہ حمد و ثنائے خداوندی ان کی عبادت معہودہ ہے جیسے کہ آیت نمبر ۱۱ سورۂ اعراف میں تالوا الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ کہتے ہیں شکر ہے خدا کا جس نے ہدایت کی ہم کو اس امر کی اور ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ کرتا۔ وہی الحمد اللہ ہے جو آیت زیر بحث میں اور اسی آخرت کا ذکر جس کا ذکر آیت ہذا میں ہے۔

(۳) ایک روایت سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۱۲ میں ہے سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا پاک ہے پروردگار ہمارا بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہونے والا ہے یعنے وہی تسبیح ہے اہلبیت کی جو آیت زیر بحث میں ہے اس کی تفسیر میں ظاہر ہوگا۔

(۴) ایسا ہی جا بجا سلام کا ذکر ہے سورۂ رعد میں ہے سلام علیکم بما صبرتم۔

(۵) سورۂ حجر اور سورۂ قٓ میں ہے ادخلوھا بسلام۔

(۶) سورۂ یٰسین میں ہے سلام قولا من رب رحیم۔

(۷) سورۂ صافات میں ہے سلام علی آل یٰسین آل یٰسین خاص اہلبیت رسول ہیں جو موردِ سلام ہیں کہیں خدا ان پر سلام کرتا ہے کہیں فرشتے اور کبھی وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو تحفہ سلام کا دیتے ہیں جیسا کہ آیت ہذا میں ہے ؛؛

آیت نمبر ۵۵ سورۂ یونس رکوع ۳

واللہ یدعوا الی دار السلام ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اللہ تو دار السلام کی طرف بلاتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے راہ مستقیم کی۔

(۱) دار السلام گھر سلامتی کا یعنی بہشت ہے جہاں موت نہیں مرض نہیں جیسا کہ آیت نمبر ۱۰ لھم دار السلام عند ربھم میں ہم لکھ آئے ہیں اور وہ مخصوص ہو چکا واسطے اولیائے خدا کے حسب تفسیر آیہ مذکورہ

(۲) مگر اس گھر تک پہونچنے کے واسطے ایک رستہ مقرر ہے جس کا نام صراط مستقیم ہے اور وہ طریقہ محمد و آل محمد کا ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا آیت نمبر ۱ اھدنا الصراط المستقیم میں۔

(۳) اور اس کی تائید کرتی ہے آیت سورۂ حجر وھذا صراط علی مستقیم۔ اور یہ رستہ علی کا مستقیم ہے۔

(۴) جس کو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ نے صراط علی حق تمسکہ راستہ علیؑ کا حق ہے اس
کی پیروی کرو۔
(۵) پس اس صراط مستقیم یعنی دار السلام تک پہونچانے والے رستہ کیطرف جسکو خدا چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے
(۶) اور خدا کے چاہنے کا جو مطلب ہے وہ آیت نمبر ۶۷ سورۂ نساء میں ظاہر ہو چکا کہ خدا جسے چاہے اُس کے
یہ معنی ہیں کہ خدا جس سے رضامند ہو اور رضامندی خدا عین اُس کی فرمانبرداری میں ہے اور فرمانبردار کامل
وہ ہے جو ہر ایک چھوٹے بڑے حکم خدا کو بجا لاوے۔
(۷) نہ مثل سوادِ اعظم کہ کچھ احکام مفید مطلب تو منظور کئے اور ضروری حکم خلافت علیؑ اور مودت اہلبیت
سے سرتابی کی تو نہ تو وہ فرمانبردار کامل ہیں اور نہ رضامندی خدا حاصل کی وہ فرقہ علیؑ پیروان علیؑ اور محبانِ
اہلبیت ہے جو پورا پورا فرمانبردار خدا و رسول ہے انہیں سے خداوند تعالےٰ رضامند ہے۔
(۸) اور وہی لوگ ہیں جن کی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جس کو چاہا صراط مستقیم کی ہدایت کردے یعنی وہی
طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ کی پیرو ہیں جو دار السلام تک پہونچنے والے ہیں جو مقام اولیائے خدا کا ہے۔
(۹) آیت نمبر ۳۰ اسورۂ انعام میں صاف صاف ہے لھم دار السلام عند ربھم وھو ولیھم بما کانوا
یعملون۔ سو واسطے اُن کے دار السلام نزدیک اُن کے رب کے اور وہ دوستانِ خدا ہیں بسبب اپنے اعمالِ
نیک کے اور دوست خدا علیؑ ولی اللہ سے زیادہ کوئی نہیں پس وہ بہشت مقام علیؑ اور گروہِ علیؑ کا ہے جسکو
دار السلام کہا ہے۔
(۱۰) اللہ یدعوا کے یہ معنی ہیں کہ خدا چاہتا ہے کہ ہر کوئی اُس مقام کے قابل ہو جاوے دوستی علیؑ اور
پیروی علیؑ کے مگر لوگ اُس کی قابلیت نہیں رکھتے جو مخالفِ اہلبیت ہیں ہاں جن کو خدا چاہتا ہے اور جن
سے خدا رضامند ہوتا ہے بباعث پیروی اہلبیت کی وہ راہِ مستقیم سے ہدایت یافتہ ہو کر دار السلام
میں پہنچ جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۶ اسورۂ یونس رکوع ۳

للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ ولا یرھق وجوھھم قتر ولا ذلۃ اولئک اصحاب
الجنۃ ھم فیھا خالدون۔ واسطے ان لوگوں کے جو نیکی کرتے ہیں ثواب نیک ہے اور زیادتی مرا

اور نہیں چھپا سکتا اُن کے چہرون کو غبار قیامت کا اور نہ ذلت یہ گروہ صاحبانِ جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۱) اس آیت نمبر ۱۵۶ کو وہی تعلق ہے اپنی ماقبل نمبر ۱۵۵ سے جو اوپر آیت نمبر ۱۵۴ کو اپنی ماسبق نمبر ۱۵۳ سے تھا جس میں اور مثالیں بھی ہم دیکھا آئے ہیں۔

(۲) یعنی جو لوگ کہ راہ مستقیم یا صراط مستقیم کی طرف ہدایت یافتہ ہوگئے اور دار السلام تک فایز ہوئے بسبب پیروی اہلبیت کے یہ ایک بڑی حسنہ کمائی اُنہون نے کی کیونکہ آیت نمبر ۱۶۰ سورۂ انعام میں مَن جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا پر نظر کرنی چاہیئے جو نیکی لیکر آیا اُس کو دس گنا ثواب اُس کا ملیگا۔

(۳) اور اس کی تفسیر میں ثابت ہوچکا کہ وہ حسنہ دوستی علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ہے جس کا ثواب دس گنا ہے پس اُسی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے کہ جس نے یہ نیکی کمائی کہ محبتِ اہلبیت لیکر آیا کہ اُن کے لئے ثواب ہے بلکہ زیادتی مرتبہ ثواب میں ہوگی جیسا کہ فلہ عشر سے ظاہر ہے۔

(۴) اور دوسرا فایدہ اس حسنہ کا یہ اُن کو ملیگا کہ روزِ قیامت کا غبار اُن کے چہرون کو نہ ڈہانک سکیگا بلکہ با چہرہ ہائے روشن اور نورانی چمکتی ہوئی پیشانی سے آئیں گے۔

(۵) اور یہ خبر قرآن میں اکثر جگہ ملی ہے کہ سیاہی چہرہ کی اور غبار آلودگی قیامت میں واسطے مخالفان علیؑ کے ہے اور برخلاف اس کے سفیدی چہرہ اور روشنی پیشانی محبّانِ علیؑ کے واسطے ہے۔

(۶) چنانچہ آیت نمبر ۵ سورۂ آل عمران کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ یعنی قیامت کے دن کچھ چہرہ سیاہ ہون گے اور کچھ روشن اور سفید چہرہ ہون گے۔ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم یعنی جن لوگون کے چہرہ سیاہ ہونگے جنہون نے جھوٹے ایمان کے بعد کفر کیا۔ یعنی مسلمان ہوکر بیعت علیؑ سے پھر گئے۔ واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون اور جن کے چہرہ سفید ہون گے وہ تو رحمتِ خدا میں ہون گے اور ہمیشہ اُس میں رہیں گے وہی صفت ہے جو آیت زیر بحث میں ہے۔

(۷) اور آیت نمبر ۱۱۳ وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم کی تفسیر میں ثعلبی نے لکھا ہے کہ اعراف ایک منزل بلند ہے وہان علی مرتضیٰ حمزہؓ وعباسؓ وجعفرؓ ہون گے جو اپنے دوستون کو سفیدی چہرہ سے اور دشمنون کو سیاہی چہرہ سے پہچان لیں گے۔

(۸) اور ایسا ہی سورۂ عبس و تولی میں ہے ذکر قیامت کا وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ

وَّوجوہٌ یومئذٍ علیہا غبرۃٌ ترھقہا قترۃ۔ اُس روز اور بعض چہرہ تو روشن اور خندان وخوش ہون گے اور بعض چہرہ اُن پر غبار ہے اور ڈہانکیگی اُن کو سیاہی اس جگہ تفسیر سے معلوم ہوگا کہ یہ ذِکر دوستان اہلبیت اور دشمنان اہلبیت کا ہے بالکل مطابق آیت زیر بحث کے ہے۔

(۹) اور وہی لوگ ذلیل بھی ہون گے اور یہ خبر سورۂ تحریم سے ملچکی ہے یوم لا یخزی اللّٰہ النبی والذین آمنوا معہٗ اُس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی کو اور نہ مومنین ہمراہیانِ نبی کو جو خاص اہلبیت رسولؐ ہیں آیندہ بشارت جنت ہے جو صدہا جگہ اس گروہ کے واسطے مذکور ہے ؛؛

آیت نمبر ۱۵۷ سورۂ یونس رکوع ۴

(۲۳۶)

افمن یھدیٓ الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدیٓ الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون کیا ہدایت کرنیوالا طرف حق کے زیادہ حقدار اس بات کا ہے کہ اُس کی پیروی ہو یا وہ شخص جو خود محتاج ہدایت ہے (مختصر یہ کہ پیروی کرانے کا ہادیٔ راہِ حق سزاوار ہے نہ محتاج ہدایت شخص) تمہیں کیا ہو گیا اور یہ کیسا حکم کرتے ہو۔

(۱) اس آیت میں خداوندِ عالم بُت پرستون سے خطاب فرمارہا ہے کہ بُت تمہارے ہیں کس کام کے جن کو تمہارے نفع و نقصان میں دخل ہی نہیں پھر وہ اس قابل کہان ہیں کہ اُن کی مطابعت کرو۔ تابعداری تو خدا کی کرنی چاہیئے جسے ہزارہا نفع پہونچتے ہیں۔

(۲) اور اسی مثال سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جاہل کو عالم کے اوپر فضیلت نہیں ہوسکتی۔ اور اسی پر قول حق تعالےٰ دال ہے جیسا کہ فرمایا سورۂ زمر میں ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمونؕ۔ کیا جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر ہو جائیں گے۔

(۳) اور یہیں سے خلافت حقہ کا راز سمجھ میں آسکتا ہے کہ مدعیان خلافت جو محض جاہل تھے جن میں سے اول کا قول یہ تھا کہ ایک شیطان میرے اوپر مسلط ہے اور دوسرے کہا کرتے تھے علیؑ نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو گیا تھا بھلا ایسے لوگ کیونکر ایسے منصب عالی کے سزاوار تھے۔ جس مقام پر خدا اور رسولؐ ایسے شخص کو نصب کر چکے تھے جو پکار پکار کر فرماتا تھا سلونی سلونی قبل ان تفقدونی۔

(۴) اور نبی نے جس کو باب مدینۃ العلم فرمایا۔

(۵) جبرئیل جیسے فرشتے نے جس کو اپنا اُستاد مانا۔

(۶) خدا نے جس کو فرمایا مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَاب

(۷) دوسری جگہ فرمایا کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْن۔

(۸) اور تیسرے مقام پر اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ میں اُس کو ہادی تمام اُمت کا فرمایا۔

(۹) اس جگہ معلوم ہوتے ہیں معنی هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ کے یعنی جو لوگ آیا کے معنی سے ناواقف ہوں اور بدون مدد عالم ہلاکت میں پڑ جائے وہ کیونکر برابر ہوسکتے ہیں باب مدینۃ العلم کے وہ دونو تو خود ہادی اُمت کی ہدایت کے محتاج ہیں پس جو لوگ محتاج ہدایت کو ہادی پر فضیلت دیں اُنکو خداوند فرماتا ہے فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْن۔ اے بے بصیرت لوگو کیا ہوگیا تم کو یہ کیسا بیجا حکم لگاتے ہو۔

آیت نمبر ۵۸ سورۂ یونس رکوع ۶

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْن۔ کہدے اے رسول کہ فضل و رحمتِ خداوندی کی خوشی بہتر ہے مال جمع کرنے کی خوشی سے۔

(۱) اس آیت کا مضمون تو سیدھا ہے یعنی دو حالتیں ظاہر کی ہیں کسی کے واسطے تو فضل و رحمتِ خدا حاصل ہے اور وہ اُسپر شاد شاد ہے کہ مجھ کو ایسی نعمت حاصل ہے۔

(۲) اور کسی کو مال و دولت دنیا اس قدر دی گئی ہے کہ وہ اُس کو جمع کر کے رکھتا ہے اور اُسی میں ایسا معروف اور خوش ہے کہ دوسری طرف توجہ ہی نہیں کرسکتا۔

(۳) اب فضل و رحمتِ خدا کی بھی تعریف واضح طور پر سن لینی چاہیئے اور وہ کس کو حاصل ہے۔

(۴) آیت نمبر ۱۷۳ سورۂ آل عمران فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ پس اُلٹی پھر آئی اللہ کی طرف سے نعمت لیکر اور فضل اور کوئی بُرائی ہی انکو نہیں لگی۔ اس کی تفسیر میں ظاہر ہو چکا کہ نعمتِ خدا جناب امیر علیہ السلام اور فضل خدا ذات جناب سرور کائنات ہے۔

(۵) اور آیت نمبر ۵۴ سورۂ نساء میں ہے اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ کیا حسد کرتے ہیں آدمی اس پر جو کچھ عنایت کیا ہے اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے یہاں بھی فضل سے مراد ذاتِ جناب سرورِ کائنات ہے اور ہم کے مشارٌ الیہ اہلبیت رسول ہیں کہ جو کچھ مراتب اہلبیت کو ملے ہیں بتصدق جناب

جناب سرورِ عالم ملے ہیں۔ اس عطیۂ خداوندی پر لوگ حسد کرتے ہیں۔

(۶) اس قدر آگہی تو یہاں بھی ہوگئی وہ گروہ جو حصول فضل خداوندی سے مسرور ہیں وہ اہلبیت طہارت ہیں جو مال و متاع دنیا کے جمع کرنے سے فارغ ہیں۔

(۷) تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ کے صفحہ ۳۲ پر اس آیت کی تفسیر میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا قول ہے۔ کہ فضل خدا سے مراد رسول خدا اور رحمت سے مراد علیٔ مرتضیٰ ہیں بس شیعہ خوشنود ہوں کہ یہ اُس چیز سے بہتر ہیں جو ہمارے دشمنوں کو چاندی اور سونا دیا گیا ہے۔

(۷) اور فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ فضل خدا نبوت تمہارے پیغمبر کی ہے اور رحمتِ خدا دوستی علیٔ ابن ابیطالب کی ہے۔

(۸) اسی روایت کو کلبی نے ابو صالح سے نقل کیا ہے کہ کہا ابن عباس نے کہ فرمایا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے جیسا اوپر گذرا ہے۔

(۹) اور آیت نمبر ۸۳ سورۂ نساء میں ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا اور رحمت شامل حال تمہارے تو البتہ تم لوگ پیروی شیطان کی کرتے مگر ہاں تھوڑے سے محفوظ رہنے والے ہیں بموجب تفسیر المہیب کے اس آیت میں بھی فضل سے مراد رسولؐ مقبول اور رحمت سے مراد جناب علیٔ مرتضیٰ ہیں۔

(۱۰) اس قدر اسناد سے ظاہر ہوگیا کہ پیروان رسولؐ اور علیٔ مرتضیٰ کو یہ فضل و رحمت نصیب تھا جو اس کے باعث خوش و خورم تھے مثل سلمان رض و ابوذر رض و مقدادؓ و بلالؓ کے جنہوں نے کبھی مکان تک نہ بنایا صفہ مسجد میں اپنی عمر بسر کردی برخلاف دوسرے گروہ مالکان زر و سیم کے ۔

آیت نمبر ۵۹ اسورۂ یونس رکوع ۷

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے دوستوں پر کسی قسم کا خوف ہے نہ وہ بروز قیامت محزون ہوں گے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اولیا اللہ یعنی دوستان خدا کو قیامت کے دن کسی قسم کا کھٹکا نہ ہوگا۔ کوئی شخص اپنے دوست کا حزن و ملال گوارا نہیں کرسکتا ہے چہ جائیکہ خداوند عالم۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ یہ اولیاء اللہ کون ہیں اگر ہم آئمہ معصومین علیہم السلام کو اولیاء

اللہ قرار دین تو ذرا بھی تو استبعاد لازم نہیں آتا انہیں کے سر دفتر کو تو عام طور سے علی ولی اللہ کہتے ہیں

(۲) تفسیر عمدۃ البیان جلد دوئم صفحہ ۳۳ پر جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اولیاء اللہ ہم اور ہمارے پیرو ہیں اور اُن کے واسطے بشارت ہے۔

(۳) نیز صفحہ ۳۴ پر روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے کسی نے سوال کیا کہ ولی خدا کون ہے۔ آپ نے جناب امیر علیہ السلام کے شانے پر ہاتھ مار کہا یہ ہے ولی خدا تو اس سے دوستی کر اگرچہ اسنے تیرے باپ کو یا تیرے بھائی کو قتل کیا ہو۔

(۴) کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں آپ کے القاب مشہورہ میں سے ولی اللہ بھی لکھا ہے جس کی سند میں روایت ہے کہ آنحضرت نے شب معراج جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمدٌ حبیب اللہ وَ علیٌ ولی اللہ وَ فاطمۃ اُمۃ اللہ والحسین صفوۃ اللہ

(۵) خوارزمی نے ابو الفدا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے بقسم فرمایا کہ جیسا کہ میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی ہے تم میں سے ایک شخص اس کی تاویل پر لڑیگا حتی کہ لوگ اُس ولی خدا پر طعنہ زنی کرینگے۔

(۶) آپ کا لقب فقط ولی اللہ ہی نہیں بلکہ امام الاولیا بھی ہے جیسا کہ صاحبِ سوانح عمری نے انس سے روایت لکھی ہے کہ صفحہ ۳۸ پر ابوذر سے آنحضرت فرماتے تھے کہ خداوند عز وجل نے مجھ سے علیؑ کی نسبت عہد کیا ہے کہ وہ ہدایت کا علم ایمان کا نشان اور اولیا کا امام ہے۔

(۷) اور کتاب اربعین کے صفحہ ۳۰۷ میں ابن جبیر سے ابن عباس کی زبانی اسی مضمون کی روایت لکھی ہے مَن شاءَ فلیرجع الیہ ؎

یا مصطفیٰ علیؑ کو ہمارا کہو سلام　　کہدو کہ اولیاء کا ہمارے وہ ہے امام

(۸) لَاخوفٌ علیھم وَلَاھم یحزنون یہ خبر جناب علی ولی اللہ کے واسطے خداوند تعالٰے انپے کلام مبارک میں بذریعہ آیت نمبر ۳۱ سورۂ بقر رکوع ۳۸ کھلے کھلے لفظوں میں دے چکا۔ الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرًّا وعلانیۃً فلھم اجرھم عند ربھم ولاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون۔

(۹) ابھی اوپر نمبر ۵،۱ اسی سورۂ یونس کی تفسیر میں بسند آیت نمبر ۱۰۵ سورۂ انعام دھداولیھم کی بحث میں علیؑ ابن ابی طالب یقینی ولی خدا ثابت ہو چکے ہیں ؎

آیت نمبر ۲۶ اسورۂ یونس رکوع ۷

الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذالک ھو الفوز العظیم۔ جو لوگ کہ ایمان لائے اور پرہیزگاری اُن کا شعار ہے اُن کے لیئے حیات دُنیا و آخرت میں بشارت ہے اور کلمات الٰہی تبدیل نہیں ہو سکتے۔ اور یہی رستگاری عظیم ہے۔

اس آیت میں ایمان۔ اتقا یہ دو چیزیں بیان کیگئی ہیں جن پر حیات دنیا و آخرت میں بشارت دی گئی ہے اور یہ دونو صفتیں ایسی ہیں کہ امام المتقین اور امیر المومنین میں اعلیٰ طریقے سے موجود ہیں اور متعدد جگہ ان ہی اوراق میں ان کا ذکر آچکا ہے۔

(۲) قاعدہ نمبر ۳ مقدمہ کتاب حدیث ابن عباس سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ قرآن میں آمنوا الذین کے مخاطب علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں

(۳) چنانچہ اس کے موافق آیت نمبر ۸ و نمبر ۱۲ میں بحث کرتے ہوئے آیت نمبر ۲۵ تک ۱۱ جگہ آمنوا کے مصداق جناب امیرؑ ثابت ہو چکے ہیں اور یہ بارھواں مقام ہے۔

(۴) اور آیت نمبر ۱۵۲ میں و بشر الذین آمنوا سے جو مبشر ہیں وہی تو آیہ زیربحث میں الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ سے مراد ہیں۔

(۵) علاوہ ازیں صفت آمنوا میں امیر المومنین سے زیادہ کوئی متصف نہیں ہو سکتا۔ اور نہ صفت اتقا میں کوئی امام المتقین سے افضل ہو سکے پس ہر دو صفت سے موصوف بدرجہ اولیٰ جناب امیر المومنین امام المتقین علیہ السلام ہیں۔

(۶) اسی طرح صفت فوز عظیم بھی قابل لحاظ ہے جو خاص علیؑ و شیعیان علیؑ کا حصہ ہے قرآن میں بموجب قاعدہ نمبر ۷ مقدمہ کتاب کے آیت نمبر ۴۹ تک تیرہ ۱۳ جگہ تھا اور یہاں چودھواں مقام ہے ؎

آیت نمبر ۱۶۲ سورۂ ہود رکوع ۱

(۲۵۲)

وَیُوتِ کُلَّ ذِی فَضْلٍ فَضْلَہٗ - ہر صاحبِ فضل کو خداوندِ عالم اپنا فضل عطا کرے۔

(۱) اس آیت میں اگر فضلہ کی ضمیر خدا کیطرف راجع کرکے فضل سے رسولؐ اللہ مراد ہوں - تو چنداں استبعاد نہیں اور اس صورت میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ اہلبیت رسول بھی جن کے اول جناب امیر علیہ السلام ہیں ضرور فضل خداوا ر پائیں گے۔

(۲) اور اگر فضلہ کی ضمیر صاحب فضل کی طرف سمجھی جائے جیسا کہ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ہر صاحب فضل کو اُس کا فضل (نیکی) دیا جائیگا - اور تفسیر حسینی میں لکھا ہے - ابن مسعود فرمود کہ ذو فضل کسے است کہ حسنات او فاضل باشد از سیئات تو اس صورت میں بھی جناب امیر علیہ السلام اس آیت سے علیحدہ نہیں رہ سکتے جیسا کہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۱۴۳ پر عمر ابن خطاب سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا مثل علیؑ کے کسی نے فضل کا اکتساب نہیں کیا۔

(۳) مجاہد کہتے ہیں کہ کسی نے ابن عباس سے پوچھا کہ میرے خیال میں جناب امیر علیہ السلام کے فضائل تین ہزار ہونگے اُنہوں نے کہا نہیں بلکہ تیس ہزار۔

(۴) پھر یہ حدیث پیغمبرؐ (لو کان البحر مدداً الخ) بیان کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر سمندر سیاہی ہوں تمام درخت قلم ہو جائیں جن و انس کاتب و محاسب ہوں تو بھی فضائلِ علیؑ کو نہیں لکھ سکتے۔

(۵) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست آیاتِ فضائل میں نمبر ۲۷ پر یہ آیت ہے جس کا ترجمہ ہے کہ دی جائیگی ہر ایک صاحبِ زیادتی کو زیادتی اُس کی عن ابی جعفر علیہ السلام قال ھو علیؑ یعنی امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ذی فضل سے مراد علیؑ ہیں۔

(۶) اور فہرست آیات فضائل اخبار امامیہ کی نمبر ۲۸ پر یہ آیت ہے جسکی تفسیر ہے دیا جاوے ہر صاحب فضل کو فضل اُس کا - امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے علیؑ اور اولادِ علیؑ ہے۔

(۷) اور امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ آج تم سے وہ شخص جدا ہوتا ہے کہ جو پہلے لوگ فضل میں اُس سے زیادہ نہ تھے اور نہ پچھلے اُس تک پہونچیں گے۔

(۸) اور ابھی آیت نمبر ۵ میں فضل کی بحث ہو چکی ہے۔

آیت نمبر ۱۶۲ سورۂ ہود رکوع ۲

(۱۸) الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰئِكَ لَهُم مَّغفِرَةٌ وَّاَجرٌ كَبِيرٌ۔ لیکن جن لوگوں نے صبر
کیا اعمال نیک ادا کیئے اُن کے لیئے مغفرت اور اجر کبیر ہے۔

(۱) صبر اور عمل صالح یہ دو باتیں اس آیت میں ہیں اور دونو کی دو تو جناب امیر علیہ السلام میں بدرجۂ
اتم موجود ہیں انہیں اوراق کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے۔

(۲) جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام کے صبر کی تعریف میں آیت نمبر ۲۱ سورۂ بقر وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ اِذَا
اَصَابَتكُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُونَ۔ موجود ہے۔

(۳) بالاتفاق مفسرین شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جس وقت جناب امیر علیہ السلام کو خبر شہادت
اپنے پیارے بھائی جعفر ابن ابیطالب کی پہونچی تو فرط الم میں از راہ صبر و استقلال یہ کلمات استرجاع تلاوت
فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُونَ۔ جو آپ سے قبل کسی زبان پر جاری نہوا تھا جس کی عوض میں
خداوند تعالی نے یہ آیت بشارت واسطے صابرون کے جو کہتے ہیں انا للہ نازل فرمائی۔

(۴) اس سے زیادہ عمل صالح میں آپ ید طولا رکھتے ہیں عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا علی
صالح المومنین خدا نے اپنی نبی کے قول کی تائید فرمائی سورۂ تحریم میں فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَولَاهُ وَجِبرِيلُ
وَصَالِحُ المُؤمِنِينَ تمام مفسرین کا اتفاق ہے اس آیت میں صالح المومنین علی ہیں۔

(۵) اور قاعدے نمبر ۴ مقدمہ کتاب میں اُس کا اثبات دکھاتے ہوئے نمبر ۸ و ۱۲ میں بحث کر کے نمبر ۱۳
میں فیصلہ ہو گیا ہے کہ علی کے سامنے تمام اسلامی دنیا میں صلاحیت نفس کا کوئی دعوی نہیں کر سکتا
اور اس صفت کا ذکر بیان ۶ مقام پر ہے۔

(۶) ایسے ہی الفاظ مغفرۃ و اجر کبیر کثرت سے قرآن میں گروہ علی کے واسطے وارد ہوئے ہیں مثلاً آیت نمبر
۱۳۱ و ۲۳ سورۂ بقر۔

(۷) اور آیت نمبر ۵۱ سورۂ نساء اور آیت نمبر ۱۲۳ سورۂ انفعال میں ہے لَهُم دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِم وَ
مَغفِرَةٌ وَّرِزقٌ كَرِيمٌ۔ اور ہر جگہ ہم کی ضمیر راجع ہی گروہ علی کی طرف ہے۔

(۱۷۸) آیت نمبر ۱۲۳ سورۂ ہود رکوع ۲

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعضَ مَا يُوحٰى اِلَيكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدرُكَ اَن يَّقُولُوا لَولَا اُنزِلَ عَلَيهِ

کنزٌ اَوجاءَ معہٗ ملکٌ اِنّما انت نذیرٌ اہ - وہ اُمور جو تجھ پر بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں شاید
تو اُن میں سے بعض کو چھوڑنے والا ہے اور لوگوں کے یہ کہنے سے تیرا سینہ تنگ ہوتا ہے کاش اس پر
خزانہ بجائے قرآن نازل ہوتا اور اس کے ساتھ فرشتہ آتا اے رسول ان اقوال سے دلتنگ
نہ ہو سوائے ازیں نیست کہ تو تو ڈرانے والا ہے -

(۱) قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بعض ما یوحی سے مراد خلافت جناب امیر علیہ السلام
کا اعلان ہے کیونکہ بخوفِ منافقین آپ اس حکم کے پہونچانے میں متردد تھے جیسے کہ پہلے نمبروں میں
یہ بحث گذر چکی ہے اور حاشیہ قرآن پر صفحہ ۲۳۳ میں اس آیت کی تفسیر یہ لکھی ہے -

(۲) بروایت صادق آل محمد علیہم السلام کہ جب رسول اللہ غدیر پر یہ آیت تو علیؑ سے فرمایا کہ میں نے
پروردگار عالم سے سوال کیا کہ میرے اور تیرے درمیان دوستی ہو جائے میری دعا قبول ہوئی پھر سوال
کیا کہ میرے اور تیرے درمیان صیغۂ اخوت جاری ہو جائے یہ بھی خدا کو منظور ہوا پھر سوال کیا کہ تجھ کو میرے
بعد میرا وصی اور جانشین مقرر کرے یہ بھی قبول فرمایا -

(۳) یہ سنکر دو شخصوں نے قریش میں سے کہا کہ مشک کہنہ میں ایک صاع خرمہ ہم کو اس سے زیادہ
عزیز ہے جو محمدؐ نے اپنے پروردگار عالم سے سوال کیا کیونکہ خزانہ نہ مانگا کہ تونگر ہو جاتا یا فرشتہ آکر ہر
کام میں اسکی امداد کرتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی -

(۴) عیاشی نے اپنی تفسیر میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جبرئیل امین عرفہ کی شام کو حکم خلافت
علیؑ خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ میں لائے حضرت اہل کفر و نفاق کی وجہ سے متردد ہوئے لوگوں کو
بلایا جن میں میں بھی شامل تھا مشورہ لیا اور ہمیں اس مقدمہ میں کوئی بات نہ معلوم ہوئی اس کے بعد حضرت
رسول اللہ رونے لگے حضرت جبرئیلؑ نے سبب گریہ دریافت کیا فرمایا کہ خدا جانتا ہے کہ میں نے قریش سے
ملاقات نہیں کی جبکہ انہوں نے رسالت کا اقرار نہیں کیا حتیٰ کہ حکم جہاد آیا اور خدا نے میری نصرت
کی اب یہ لوگ میرے بعد خلافت علیؑ کا اقرار کیونکر کریں گے پس پر یہ آیت فلعلک الخ نازل ہوئی -

(۵) اس سے یہ معلوم ہوا کہ آیہ یا ایہا الرسول بلّغ اسی کی تاکید میں نازل ہوئی -

(۶) تفسیر عمدۃ البیان میں صفحہ ۲۰۵ پر حضرت صادقؑ سے یہ دونوں روایت بلفظ درج ہیں -

(۷) ابن مردویہ نے بھی اس کو لکھا ہے بلکہ ایک روایت میں ہے کہ خداوند تعالے نے سورۂ ہود

میں دس آیتیں اسی مقدمے میں نازل کی ہیں جن کی اوّل یہ آیت ہے۔

آیت نمبر ۴ ۱۶ سورۂ ہود رکوع ۲

(۱۲ / ۳۵۵) صفحہ ۲۲۲

افمن کان علیٰ بینۃٍ من ربہ ویتلوہ شاہدٌ منہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماماً ورحمۃ۔ کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کیطرف سے دلیل پر قائم ہو۔ اور اُس کے بعد ایک شہادت دینے والا آئے اور اس سے قبل کتاب موسیٰ ہو پیشوا اور رحمۃ (تو کیا ایسے کی اطاعت سے انکار کرنا چاہیئے؟) اس آیت میں علیٰ بینۃٍ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ مراد ہیں اور شاہد سے علی ابن ابیطالب علیہما السلام۔

(۱) امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اصل میں یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی افمن کان علیٰ بینۃٍ من ربہ ویتلوہ شاہدٌ منہ اماماً ورحمۃ ومن قبلہ کتاب موسیٰ۔

(۲) بے شک اس ارشادِ معصوم سے معنی آیت بھی صاف ہو گئے اور علیؑ کے واسطے امام اور رحمۃ کا لقب موجود ہی ہے نمبر ۵۰۸ میں۔

(۳) اور حقیقۃً اس سے بڑھکر شاہد کون ہو سکتا ہے جس نے سب سے پہلے کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا۔

(۴) امام محمد باقرؑ اور امام رضا علیہم السلام سے یہ روایت ہے کہ شاہد علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

(۵) اور خود حضرت نے ممبر کوفہ پر ایک دفعہ فرمایا کہ قریش میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جس کے لئے ایک یا دو آیتیں نہ موجود ہوں ایک شخص نے سوال کیا آپ کے لئے کونسی آیت ہے فرمایا کیا تو سورۂ ہود میں افمن کان علیٰ بینۃٍ نہیں پڑھتا اُس میں شاہد سے مراد میں ہوں۔

(۶) حضرت کا یہ ارشاد جو نقل ہوا ہے اُسے صاحب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام نے اس آیت نمبر ۱۴ پر تفسیر میں بروایت عاد بن عبداللہ ازدی نقل کیا ہے۔ دیکھو ص ۷۸ طبع ثانی

(۷) اور اس قول کو ابو حاتم نے بھی روایت کیا ہے نیز دیگر علما مثل ابن مغازلی و ابن عساکر و ابن مردویہ و سیوطی و ثعلبی و واحدی و ابن جریر و طبرانی نے بھی ذکر کیا ہے۔ اور مولوی سید اعجاز حسین صاحب امروہوی کتاب مفاتیح المطالب صفحہ ۳۰۵ لغایت ۳۰۸ پر اس آیت کو نص خلافت علیؑ پر قوی دلیل لاتے ہیں کہ خدا نے اس آیت میں شاہد منہ فرمایا اور منہ کوئی نہیں بجز علیؑ کے جس کے واسطے رسولؐ نے فرمایا۔ انا منہ۔ اور

خلافت حق منہ ہدتہا ہٹ من غیرہ کا فہم اور غیرہ ہم اپنی تصانیف و تفاسیر میں حسب تحریر صاحب سوانح عمری اس ارشاد کو روایت کرتے ہیں۔

(۸) اور ابن عباس کی روایت بھی یہی ہے۔

(۹) اخبار امامیہ کی فہرست میں نمبر ۶ پر یہ آیت ہے غرضکہ کل ۲۲ طرق پر مختلف راوی اس کے معترف ہیں کہ شاہد علی ہیں۔

آیت نمبر ۱۶۵ سورۂ ہود رکوع ۷

قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید۔
انہوں نے کہا اے عورت کیا تو خدا کے حکم اس کی رحمت اس کی برکتوں سے تعجب کرتی ہے۔ جو تم پر ہیں اے اہل بیت بیشک وہ خداوند عالم صاحب حمد و صاحب بزرگی ہے۔

(۱) ہم اس آیت پر کبھی رہ رہکر نظر ڈالتے ہیں اور کبھی جامع قرآن کی ایمانی اور عقلی قوت کا اندازہ کرتے ہیں جنہوں نے اس آیت کے ٹکڑوں کو خدا جانے کس کس جگہ سے لیکر ملایا ہے نعوذ باللہ من ذالک نہ خدا کا خوف نہ رسول کا ڈر نہ فصاحت قرآن پر دھبہ لگنے کا خیال نہ اپنی رسوائی کا تامل تیمنی اور عداوت کی پٹی ایسی آنکھوں پر بندھی کہ کچھ بھی تو دکھائی نہ دیا پہلے اتعجبین صیغہ واحد مونث حاضر سے حضرت سارہ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ بعدش فوراً ضمیر جمع مذکر حاضر علیکم کا مرجع نہیں بنایا گیا کیا کہنے ایسی فصاحت پر قرآن کا دعویٰ فاتوا بسورۃ من مثلہ زیبندہ ہے۔

(۲) ہم یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ فرشتے تو نبی کے پاس پیغام لایا کرتے ہیں۔ حضرت سارہ تو نبی نہ تھیں۔

(۳) حضرت جبرئیل سے جن کا لقب امین ہے ایسی خیانت ظاہر ہوئی۔

(۴) من جملہ اُن کے اور بھی نہایت شرمناک ایراد ہیں جو جامع قرآن کی اس حرکت پر وارد ہوتے ہیں اور جنہیں ایک عقلمند معمولی ہی غور و فکر کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔

(۵) صاحب تفسیر عمدۃ البیان نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رحمۃ اللہ و برکاتہ اھل البیت۔ اس مقام کی آیت نہیں ہے بلکہ یہ آیت اہل بیت پیغمبر کی شان میں ہے جامع قرآن نے

اس آیت کو حضرت سارہ کے ذکر میں ڈالا جیسا کہ آیہ انما یرید اللہ الخ کو ذکر ازواج پیغمبر میں ڈال دیا ہے۔

(۶) ضمیروں کا اختلاف۔ اول میں حضرت سارہ سے خطاب۔ پھر ان لوگوں کو مخاطب کرنا جو متعجب نہیں تھے کسی طرح رکاکت سے خالی نہیں۔

(۷) بلکہ یہ بھی امر دریافت طلب ہے کہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو منزل رحمت اللہ و برکاتہ بنایا کسی وجہ سے صرف بات یہی ہے کہ سارہ نے اسباب ظاہر پر خیال کیا کہ میں تو بعلت بانجھ ہونے کے ناکارہ بڑھیا ہو چکی اور ایسا ہی میرا شوہر شیخ الکبیر ہے پس یہ بشارۃ تولد فرزند ناممکن سی بات ہے اور قدرت خداوندی پر یقین نہ کرکے یہ کہا انّ ھذا لشیءٌ عجیب۔ بیشک یہ بڑے تعجب کی بات ہے اور یہ فقرہ جو حضرت سارہ کی زبان سے نکلا وہی فقرہ بدیقینی کفار کا ہے جنھوں نے اپنے جیسے شخص کا منصب رسالت پر فائز ہو کر ڈرانے والا بن جانا ایک ناممکن بات سمجھکر کہا تھا۔ انّ ھذا لشیءٌ عجیب۔ جو پروردگار عالم سورہ ق میں بطور عتاب کے ذکر کرتا ہے۔

(۸) ہاں اب بکمال توجہ اور عمیق غور کیجیے ہے کہ کافروں کا قدرت خدا سے بدیقین ہو کر جو کلمات کہنا باعث عتاب خدا ہوں وہی کلمات ازراہ بدیقینی بی بی سارہ کی زبان سے نکلنے پر وہ مستحق رحمت اللہ و برکاتہ بن جائیں اِنّ ھذا لشیءٌ عجیب۔ یہ بڑی تعجب خیز بات ہے اور ایک بام دو ہوا اسی کا نام ہے۔

(۹) اور رحمت خدا ہونا جناب امیر علیہ السلام کا تو آیت نمبر ۱۶۴ و نمبر ۱۵۰ میں حبان اور اسناد نمبر ۶۶ و ۱۳۰ و ۹۳ بھی شامل ہیں بخوبی ثابت ہو چکا ہے پس دعویٰ صاحب عمدۃ البیان کا بہت ہی بجا اور درست ہے کہ یہ آیت رحمت اللہ و برکاتہ اہلبیت رسالت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جامع قرآن نے ذکر سارہ میں اس کو چسپاں کر دیا ہے۔

آیت نمبر ۱۶۶ سورہ یوسف رکوع ۱۲

قل ھذا سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃٍ انا و من اتبعنی۔ کہدے اے رسولؐ کہ یہ میرا راستہ ہے جس میں خدا کی طرف بلاتا ہوں اور میں اور میری متابعت کرنے والا بصیرت اور روشنی پر قایم ہیں۔

(١) اس آیت میں لفظ متابعت غور طلب ہے اور ہم بیشتر کئی جگہ ثابت کر آئے ہیں کہ جناب امیرؑ سے زیادہ کسی نے رسولؐ کی اطاعت اور پیروی نہیں کی لہذا مَنِ اتَّبَعَنِی سے آپ ہی کی ذات مراد ہے

(٢) جیسا کہ آیت نمبر ١٢ سورۂ انفال میں خداوند تعالے نے مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فرما کر ظاہر کر دیا ہے

(٣) اور عمدۃ البیان جلد ٢ صفحہ ١٣٩ پر اس آیت کی تفسیر میں جناب امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ انا و من اتبعنی رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ ہیں اور اوصیا ان کے بعد اُن کے۔

(٤) اور اسی جگہ دوسرے طریق سے انہیں حضرت سے روایت ہے کہ پیروی کرنے والے رسولؐ اللہ کے علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔

(٥) اور ابتدائے زمانہ جناب امام تقی جوادؑ میں بباعث کم سنی آپ کی امامت میں لوگ گفتگو کرنے لگے تو اسی آیت سے آپ نے استدلال کیا تھا کہ قول خداوند تعالیٰ کا انکار نہیں کرتے فرماتا ہے اپنے پیمبر کو قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ۔

(٦) قسم خدا کی نہیں مطابعت کی رسولؐ کی مگر علیؑ نے اور اُس وقت سن اصحاب کا ٩ سال کا تھا اور وہی نو برس کی عمر میری ہے! ور میں اُن کا فرزند ہوں پھر میری کم سنی کا عذر بیجا ہے کہ وہ جناب ٩ سال کی عمر میں بقول خدا بصیرت پر تھے پس میں بھی بصیرت پر ہوں جو امامت ہے۔

(٧) اب انظر بین قول امام معلوم ہوا کہ حسب ارشاد خداوندی رسولؐ کی مانند علیؑ بھی بصیرت پر قائم ہیں تو صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ وہ ہادی بھی ہیں امر ہدایت رسولؐ کے بعد انہیں کے لئے ہے اور وہی رسول اللہ کی مثل دعوتِ الی اللہ کر سکتے ہیں ؛

آیت نمبر ١٦٧ سورۂ رعد رکوع ١

١٢
٣٩٦

وَجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ انگوروں کے باغ ہیں کھیتیاں ہیں خوشہ دار اور غیر خوشہ دار کھجوریں ہیں جو ایک ہی پانی سے سینچے گئے ہیں اور ہم نے ذائقہ و رنگ و بو میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

(١) اس آیت میں اگرچہ باغات اور انواع میوہ جات کا بیان ہے لیکن فی الحقیقت اس میں

اولاد آدم کی حالت بیان کی گئی ہے چنانچہ حاشیہ قرآن پر لکھا ہے کہ حق تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتا ہے کہ باوجودیکہ سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوئے ہیں مگر باعتبار شکل و رنگ و بو و ذائقہ سب مختلف ہیں یہی حال اولاد آدم کا ہے اور اسی تشبیہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے اپنے اور علیؑ کے لیئے بیان کیا ہے چنانچہ ابو ہارون عبدی سے روایت ہے اُس نے ابو سعید خدری سے پوچھا کہ کچھ فضایل علیؑ بیان کر جو تو نے سُنے ہوں اُس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے سُنا ہے کہ سب آدمی مختلف درختوں سے ہیں اور میں و علیؑ ایک درخت سے ہیں میں اسکی جڑ ہوں اور علیؑ اُس کا تنہ پس خوشا حال اُس کا جو جڑ کو تنہ کو شاخوں کو مضبوط پکڑے اور میووں سے محظوظ ہو

(۴) تفسیر عمدۃ البیان کے صفحہ ۱۴۱ و ۲۴۲ میں بھی اس روایت کو لکھا ہے۔

(۵) دوسری روایت اسی مضمون کی عبد الرحمٰن حمادؒ سے منقول ہے کہ راویان اہلسنت سے ہے۔

(۶) اور فہرست فضایل مجموعہ اخبار امامیہ لکھنؤ میں نمبر ۲۷ پر اس آیت کی تفسیر میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ سب آدمی مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور علیؑ ایک درخت سے اور یہ آیت تلاوت فرمائی (۷) نمبر (۳۰) آیات فضایل سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں جابر کی مندرجہ بالا حدیث کو لکھا ہے۔ دیکھو ص ۱۲ و نمبر ص ۵۲

(۸) اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ہے انا و علی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتی۔

اب دیکھو سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کا اپنے اور علیؑ کی یکجائی کا ذکر کرتے ہوئے اس آیت کو تلاوت فرمانا صاف دلیل ہے کہ یہ تشبیہ خاص آپ کے اور علیؑ کے واسطے بیان ہوئی ہیں

آیت نمبر ۱۶۸ سورہ رعد رکوع ۱

انما انت منذر و لکل قوم ھاد ترجمہ: این نیست کہ تو ڈرانے والا ہے اور ہر ایک قوم کے واسطے ایک ہادی ہے۔

(۱) فریقین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں ڈرانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں اور ہدایت کرنے والے جناب امیر علیہ السلام۔

(۲) شیعون کی تفاسیر و روایات کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ وہ تو اس پر متفق ہیں ہی مگر علمائے اہلسنت بھی بصدق دل اس کے قایل ہیں۔

(۳) چنانچہ مسند احمد حنبل میں حدیث رسول موجود ہے کہ اگر تم علیؑ کی پیروی کروگے تو وہ تم کو راہِ حق کیطرف لے جائیگا۔

(۴) فخر رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں پھر علیؑ کے سینہ پر ہاتھ رکھکر ارشاد کیا اے علیؑ میرے بعد ہدایت پانے والے تیرے بسبب سے ہدایت پائیں گے۔

(۵) حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ما انزل من القرآن فی علیؑ میں (۶) اور ابو القاسم حسکانی نے شواہد التنزیل میں لکھا ہے کہ رسولؐ خدا ڈرانے والے ہیں اور علیؑ رہنمائی کرنیوالے

(۷) ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں یہ روایت لکھی ہے۔

(۸) اور شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(۹) غرض کہاں تک اس کے اسناد لکھے جائیں مخالفین متفق اللفظ علیؑ کو رہنما مان رہے ہیں اور پھر نہایت تعصب کے ساتھ ان سے انحراف کرکے دوسروں کی اطاعت میں بھی بجان و دل مشغول ہیں۔

نمبر ۱۶۹ سورۂ رعد رکوع ۳

الذین یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق۔ وہ لوگ جو عہدِ خدا کو وفا کرتے ہیں اور عہد و پیمان کو نہیں توڑتے۔

(۱) عہد خدا کو جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کسی نے وفا نہیں کیا دیکھو بحث آیہ نمبر ۲۴ سورۂ بقر والموفون بعہدھم اذا عاھدوا کی تفسیر میں ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کے عہد کو پورا کرنے والے اور وفا کرنے والے علیؑ اور اولاد علیؑ ہیں۔

(۲) اور استدلال کیا ہے اس جگہ آیت سورۂ احزاب میں من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ سے کہ جس کی تفسیر میں مفسران اہلسنت و شیعہ متفق ہیں کہ یہ پورا کرنے والے عہد کے جناب امیر علیہ السلام اور حمزہ اور جعفر اور عبیدہ بن حارث ہیں رضی اللہ عنہا

(۳) اور آیت نمبر ۱۴ و نمبر ۸۳ و نمبر ۱۳۶ ہی ایفائے وعدہ کے ذکر میں بخوبی ظاہر ہو چکے عہد کے پورا کرنے والے جیسے آیت آخر الذکر سے ظاہر ہوا کہ ۱۲ ہزار غازیان اسلام میں وفا کرنے والے عہد کے صرف ایک علیؑ علمدار لشکر اور آٹھ بنی ہاشم ان کے مطیع نکلے باقی سب فراری عہد شکن فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ کے مصداق ظاہر ہوئے۔

(۴) اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام تو ایسے پورا کرنے والے عہود کے ہیں کہ آپ کا نام ہی منجز الوعد مقرر ہوا دیکھو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست اسماء میں منجملہ ۸۳ نام کے یہ بھی ایک نام ہے۔

آیت نمبر ۱۷۰ سورۂ رعد رکوع ۳

والذین یصلون ما امر اللہ بہٖ ان یوصل ویخشون ربہم ویخافون سوء الحساب ملاتے ہیں جن کے ملانے کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے خدا سے ڈرتے ہیں اور یوم حساب کی برائی سے خائف رہتے ہیں۔

(۱) اس آیت کی تفسیر میں صاحب عمدۃ البیان نے رسولؐ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ والدین سے نیکی کرنا یگانوں سے ملاپ رکھنا حساب کو آسان کرتا ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(۲) اس آیت سے صلۂ رحم کی تاکید نکلتی ہے اب جناب امیر علیہ السلام اور اہل بیت کا حال دیکھے یگانوں کا تو کیا ذکر ہے اُن کے چشمۂ فیض سے تو قاتل تک بھی محروم نہ رہا۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام کو اپنے حقیقی بھائی جعفر بن ابی طالب سے ایسا اُنس تھا کہ عین حالت غیض و غضب میں بھی اگر کوئی جعفر کے نام سے امان طلب کرتا تو آپ کا غصّہ فوراً ہی فرو ہو جاتا اور اُس کو بخش دیتے یہ اُلفت صلۂ رحم کی دلیل ہے۔

(۴) اور کل آئمہ علیہم السلام صلۂ رحمی کے ایسے ہی پابند تھے جس کی نظیر دوسرے خاندان میں مل نہیں سکتی چنانچہ روایت ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے وقتِ آخر حسن افطسی ابن علی بن علی ابن الحسن اپنے چچازاد بھائی کو ستّر دینار دینے کی وصیت کی۔ حرم نے عرض کی کہ آپ ایسے شخص کے لئے وصیت کرتے ہیں کہ جس نے آپ پر تلوار کھینچی فرمایا افسوس ہو تم پر کیا تم نے قرآن میں یصلون ما امر اللہ الخ نہیں پڑھا۔

(۵) یہی سلوک حضرت موسیٰ کاظم کا اپنے برادرزادہ محمد بن اسمٰعیل کے ساتھ رہا جو آپ کے قتل کا باعث ہوا۔ المختصر اہلبیت پیغمبرؐ سے زیادہ صلہ رحم بجا لانے والا کوئی متنفس نظر نہیں آتا۔

(۶) اور نہ خضوع وخشوع میں کوئی ان کا ہمسر ہو سکتا ہے۔ نہیں کیونکہ من خشی الرحمٰن بالغیب سے یہ صفت جناب امیر علیہ السلام کی ظاہر ہو چکی۔

(۷) اور یخافون سوء الحساب کو خداوند تعالےٰ تبلا رہا ہے سورۂ دہر میں آپ کے قول کو نقل فرمایا ہے۔ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا۔ یہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے گھرانے والوں کا ذکر ہے ؕ

آیت نمبر ۱۷ سورۂ رعد رکوع ۳

۱۴/۳۰۱

والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوٰة وانفقوا مما رزقناهم سرا وعلانية ويدرءون بالحسنة السيئة اولٰئك لهم عقبى الدار۔ جو لوگ اپنے خدا کی رضامندی کے لئے صبر کرتے ہیں نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق عنایت کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر طور سے مستحقین کو راہ خدا میں دیتے ہیں اور نیکی کے ساتھ بدی کو دفع کرتے ہیں انہیں کے لئے آخرت کا گھر (جنت) ہے۔

اس آیت میں جتنے صفات مذکور ہیں وہ سب کے سب جناب امیر علیہ السلام میں کلیۃً پائے جاتے ہیں (۱) قاعدہ نمبر ۷ مقدمہ کتاب میں یہ قرینہ عبارت قرآنی ہم دکھلا آئے ہیں کہ اول ذکر بدترین کا ہوتا ہے جس کے مقابل میں فوراً ہی ذکر ان بہترین کا آتا ہے جیسا کہ ذکر سورۂ بینا میں ہے والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا اولٰئک ہم شر البریۃ اس کے بعد ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولٰئک ہم خیر البریۃ ہے۔

(۲) اور آیت نمبر ۱۶ تک ۶ جگہ ہم اجرائے اس طریقہ کا دیکھتے چلے آتے ہیں اور یہاں ۷ واں مقام ہے کیونکہ اوپر ذکر ان لوگوں کا ہے جو قرآن کی اجابت نہیں کرتے پس اُن کے مقابلے میں ضرور ایسی اجابت کرنے والی قوم لازم تھی جو سب سے اول اجابت کرنے والی ہے۔

(۳) اور وہ اول المسلمین اسی خاندان کے لوگ ہیں جس خاندان کا ہادی تھا پس آیت نمبر ۶۹

الذین یوفون سے سلسلۂ آیات اِنَّ خیرُ البریّہ کا شروع ہوتا ہے اور یہ سلسلہ بہ نسبت سلسلہائے گزشتہ خیلے وسیع ہے۔

(۴) سبب یہ ہے کہ یہ حضرات ایسے جامع الصفات ہیں کہ جن کی صفات کا احصاء ممکن نہیں پھر اختصار کی صورت ہی نظر نہیں آتی نظر بر آں پہلے ان کے وفائے عہد و میثاق کا ذکر آیا دوسری آیت میں ان کی صِلۂ رحمی خضوع وخشوع وخوف یوم الحساب دکھلایا تیسری آیت زیر بحث میں انکا صبر برائے خدا، اقامت صلوٰۃ بصورت نفقہ بیان کی۔

(۵) اور یہ صفات ان کے ایسے مشہور معروف اور متواترات نصوص ہیں کہ جابجا شہادت قرآن موجود ہے جیسا کہ صفت صبر علی مرتضیٰ آیت نمبر ۱۶۲ سورۂ ہود سے ظاہر ہے اور اس پر روشنی ڈالتے ہی سند آیت نمبر ۱۲ وَبشّر الصّابرین اذا اصابتکم مصیبۃ قالوا انّا لِلّٰہ وانّا الیہ راجعون (۶) بعد آپ کے اقام الصّلوٰۃ کی صفت میں تو ایسے مصلی کا کوئی ہمسر ہو سکتا ہی نہیں سکتا جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فرماویں کہ ۷ سال تک بجز ہمارے تین شخص کے (یعنی رسول وخدیجہ وعلیؑ) کسی کا عمل ہی فرشتے اوپر نہیں لیجاتے تھے کہ زمین پر رکوع اور سجدہ کرنے والا ہی نہ تھا۔

(۷) پھر ایسا مصلی جو ہر ایک شب میں واجبات کی سوا ایکہزار رکعت یومیہ ادا کرے اور خداوند تعالےٰ اُس کی نماز کی تعریف کرے قرآن میں آیت نمبر ۶۰ سورۂ مایدہ میں الذین یقیمون الصّلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون۔

(۸) اب رہا ذکر نفقہ کا اول تو بموجب آیت مذکورہ صدر ویؤتون الزکوٰۃ سے شہادت نفقہ کی خدا تعالیٰ دے چکا پھر بھی اگر یہ جملہ تسلی بخش نہو تو خاص انہیں الفاظ میں تین آیات علی ابن ابی طالب کی شان میں نازل ہو چکی ہیں سورۂ بقر ہیں نمبر ۳۱ و نمبر ۳۰ و نمبر ۳۳ اِنَّ الذین ینفقون اموالہم باللّیل والنّہار سِرًّا وعلانیۃً فلہم اجرہم عند ربّہم۔

(۹) اب ایک صفت بدل دینے بدی کے ساتھ نیکی کی ابھی آیت نمبر ۱۷۰ ماسبق یصلون ما امر اللّٰہ کی تفسیر میں بخوبی خاندان رسالت کی یہ صفت مذکور ہو چکی ہے علاوہ اِسکے علیؑ اپنے سر پر تلوار مارنے والے کی مشکیں کھلوا دینے والا اپنے قاتل کو دودھ شربت پلانے والا بدی کو نیکی

سے بدلنے والا ہے یا نہیں فاعتبروا یا اولی الابصار الخ

(۱۰) اور بدی کو نیکی کیساتھ دفع کرنیکی یہ اور مثال سُن لیجیے حضرت سبط اکبر امام حسین علیہ السلام اشتر پر سوار ہوکر تشریف لے جارہے تھے ایک شامی سامنے آیا اور حضرت کو بُرا بھلا کہنے لگا آپ نے فرمایا اے شخص تو اجنبی معلوم ہوتا ہے اگر تجھے کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتلا تیرے پاس کپڑا نہیں مال نہیں قرضدار ہے تو چل میں اس کا بندوبست کردون اور سواری کی ضرورت ہے تو یہ میرا اشتر موجود ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ شامی قدمون سے آنکھیں ملنے لگا اور عذرخواہ ہوا۔ اپنے کردار سے توبہ کی اور بولا اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ خدا ہی خوب جانتا ہے جس جگہ اپنی رسالت مقرر کرتا ہے ؞

(۱۱) بے شک ایسے ہی بزرگوار عقبی الدار کے اعلیٰ مدارج کے قابل ہیں ؞

آیت نمبر ۲۷ اسورۂ رعد رکوع ۳

جنّٰت عدنٍ یدخلونھا ومن صلح من آبائھم وازواجھم وذرّیّٰتھم والملٰئکۃ یدخلون علیھم من کلّ باب۔ بہشتِ برین ہیں جن میں وہ داخل ہون گے اور ان کے آباد ازواج وذریات میں سے جو نیک ہیں۔ اُن کے ہمراہ رہیں گے (یہ مزید انعام الٰہی ہے) اور فرشتے ہر ایک دروازے سے اُن کے پاس آئیں گے۔

(۱) یہ آیت بھی اسی سلسلہ میں ہے اور انہیں کا ذکر ہے آیاتِ ماسبق میں جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔

(۲) اس جناتِ عدن کی عقبی الدار صفت ہے جو آیۂ بالا میں بیان ہوا ہے پھر اس جنت میں داخل ہونے والون کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

(۳) اُن کے آباد وازواج وذریات بھی جو صالح ہیں اُنہیں کی منزل میں قیام کرینگے اور فرشتگان خدا ہے ہر دروازے سے آکر اُن کو مبارکباد دیں گے جیسا کہ نہایت ہی عزیز مہمان کے آنے پر چارون طرف سے اقرباء اُن کے پاس آجاتے ہیں۔

(۴) کمال مسرت وانبساط سے فرشتے اتنا بھی انتظار نہ کریں گے کہ میرا مقدم داخل ہولے تو میں جاؤن بلکہ چارون طرف کے دروازون سے داخل ہون گے۔

(۵) علاوہ ازیں دلیل واثق اس امر کی کہ یہ آیات خاص اہلبیت اطہار کے واسطے نازل ہوئی ہیں یہ ہے کہ کتاب اخبار مصنفہ میرزا عبدالتقی تزلباش کی روایت نمبر ۱۹ کا مضمون یہ ہے کہ خلیفہ عمر خطاب نے عدن کے معنی سے لاعلمی ظاہر کر کے کعب الاخبار سے دریافت کیا کہ عدن کیا شے ہے اُس نے توریت سے بیان کیا کہ عدن ایک قصر ہے جنت میں کہ نہیں داخل ہو سکتا اس میں کوئی بھی مگر تین شخص نبی یا صدیق یا شہید پس فیصلہ ہو گیا اس اُمت کا نبی سردار اہلبیت اس اُمت کا صدیق صدیق اکبر جس کو دعوے تھا کہ میرے بعد جو دعوے کرے وہ کاذب ہے اور شہید تو اول امام سے یازدہم تک کوئی بجز شہادت اپنی موت سے جان بحق نہیں ہوا۔ پھر عدن کے ساکن یہی تو ہوئے اور وعدہ اللہ کا ان کے ساتھ ہے۔

آیت نمبر ۱۷۳ سورۂ رعد رکوع ۳

سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ یہ انہیں فرشتوں کا قول ہے جو دروازے سے داخل ہوں گے جو ساکنان بہشت برین کے پاس آ کر کہیں گے کہ سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کی عوض پس یہ آخرت کا گھر کیا خوب گھر ہے۔

یہ پانچوں آیتیں سلسلہ وار علیؑ و اولادِ علیؑ سے متعلق ہیں اب پھر یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

(۱) تفسیر عمدۃ البیان میں اس آیت کی تفسیر میں قول قمی علیہ الرحمہ کا یہ ہے کہ یہ آیت آئمہ معصومین علیہم السلام اور اُن کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۲) اور جبکہ آیت تتمہ سلسلہ کی ان کی شان میں ہے تو خود تمام سلسلہ انہیں کی شان میں ہوا اس کل سلسلہ کے واسطے وہی ایک مخاطب ہے جیسا کہ اوپر سے یہی بات چلی آتی ہے۔

(۳) جس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ آیت نمبر ۱۷۱ میں جو خداوند عالم فرماتا ہے الذین صبروا ابتغاء وجہ اس آخری آیت میں فرشتوں کے مُنہ سے بھی وہی صفت پسندیدہ خدا ظاہر ہوئی یعنی کہا سلامٌ علیکم بما صبرتم صاف ثابت ہو گیا جن لوگوں کو خدا الذین صبروا فرماتا ہے اُنہیں لوگوں کو فرشتے سلامتی کی دُعا دیتے اور کہتے ہیں کہ تم صابر لوگ ہو۔

(۵) رہا یہ قول قمی کا اس آیت میں مخاطبین آئمہ اہلبیت اور شیعہ اُن کے ہیں اس کی تائید

میں ارشاد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا موجود ہے کہ فرمایا آپ نے کہ یہ صابر لوگ ہیں اور ہمارے شیعہ ہم سے زیادہ صابر ہیں کس واسطے کہ ہم نے صبر کیا اُس چیز پر جس کو ہم جانتے تھے اور انہوں نے ایسی چیز پر صبر کیا جن کا علم نہ تھا۔

آیت نمبر ۱۷۴ سورۂ رعد رکوع ۴

۱۳/۲۰۲

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ۔ جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور ذکر خدا سے اُن دلون کو اطمینان ہوتا ہے ہان بے شک ذکر پروردگار سے قلب مطمئن ہوتے ہیں۔ دیکھو تفسیر سواطع الہجری جلد اسم ائمہ الحشر صفحہ ۱۰۱ طبع ثانی

ایمان لانے والون کے راس و رئیس تو جناب امیر علیہ السلام ہیں ہی مگر ذکر خدا سے اطمینان قلب کا حاصل ہونا یہ بھی آپ اور آپ کی ذریت طاہرہ کے لئے مخصوص ہے۔ اللہ اللہ ان بزرگوارون کی عبادت کس کی مجال ہے جو بیان کر سکے۔

(۱) تیرون کی بارش ہو رہی ہے تلوارین چمک رہی ہیں نماز کا وقت آگیا اور وہیں سجادہ بچھ گیا اور مشغول نماز ہو گئے۔

(۲) تین دن کی بھوک پیاس ہے قاتل خنجر لئے کھڑا ہے مگر یہ تمنا کی جا رہی ہے کہ میں آخری سجدہ کر لون۔

(۳) گھر میں آگ لگ رہی ہے اہل محلہ جمع ہو کر النار النار کا غل مچا رہے ہیں مگر غرق ذکر خدا کو خبر بھی نہیں۔

(۴) یہ جناب امیر علیہ السلام و جناب امام حسین و امام زین العابدین علیہم السلام کے واقعات ہیں اور بعینہ یہی کیفیت دوسرے بزرگوارون کی نظر آتی ہے۔

(۵) پھر ان سے زیادہ ذکر خدا سے کس کا قلب آرام پا سکتا ہے ....

.... اور بے شک ذکر خدا سے اطمینان قلب کا حصول اسی ایمان اور اسی معرفت سے ہے

(۶) اور ان ذکر خدا سے آرام پانے والے قلوب کا ذکر آیت نمبر ۱۲ اسورہ انفعال میں اس طرح ہو چکا ہے کہ وَاِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا۔ یعنی جب پڑھا جاتا ہے قرآن انکی

سامنے یا آیئیں قرآن کی تو ایمان اُن کا اور زیادہ ہو جاتا ہے۔
(۷) اور اطمینان قلب بھی باعث زیادتیٔ ایمان کا ہے پس معلوم ہوا زیادتیٔ ایمان والے وہی ہیں جن کو اطمینان قلب حاصل اور زیادتی ایمان والے آیت نمبر ۱۲ میں علیؑ اور اولادِ علیؑ ثابت ہو چکے ہیں مشاہدے سے ان کے حالات کے جو ذکر خدا اور یاد الٰہی کا خاصہ اور لازمہ ہے جوان بزرگواروں کو حاصل تھا۔ (۸) فرمایا رسولؐ نے کہ اللہ و رسولؐ اور اہلبیتؑ سے سچی محبت رکھنے والوں کا ذکر ہے +

آیت نمبر ۱۷۵ سورۂ رعد رکوع ۴

الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبیٰ لھم وحسن مآب۔ جو لوگ کہ ایمان لائے اور اعمال صالح کئے اُن کے لئے طوبیٰ ہے اور آخرت میں عمدہ جگہ ہے۔
(۱) یہ تو ظاہر ہے کہ ایمان اور عمل صالح آئمہ علیہم السلام اور ان کے سردفتر جناب امیر علیہ السلام سے بڑھکر اور کسی سے صحیح نہیں ہے۔
(۲) مگر اس آیت میں جو لفظ طوبیٰ ہے اُس کی نسبت کچھ مختصراً عرض کیا جاتا ہے اس لفظ کے معنی گو عام طور سے خوشخبری کے بھی لئے جاتے ہیں مگر یہاں یہ معنی مراد نہیں بلکہ طوبیٰ لھم سے مراد مالک طوبیٰ کے ہیں۔
(۳) تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ طوبیٰ جنت میں ایک شجر بزرگ ہے جس کا سایہ نہایت وسیع ہے اُس کی جڑ حضرت علیؑ کے گھر میں ہے اور ایک ایک شاخ اُس کی مساکن شیعیان علیؑ ابن ابیطالبؑ میں پھیلی ہوئی ہے یہ بہشت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے لکھا ہے کہ مومن جس میوے کی خواہش کریگا وہ اس سے ملجائیگا وسعت اُسکی اسقدر ہے کہ اگر تیز گھوڑا سو برس تک برابر دوڑائے تو بھی اُس کے سایے سے نہ نکل سکے۔
(۴) ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بروایت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام لکھا ہے کہ آپ نے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایک شخص کے جواب میں فرمایا کہ طوبےٰ ایک درخت ہے بہشت میں جڑ اُس کی علیؑ کے گھر میں ہے اور ایک ایک شاخ ہر بہشتی کے گھر میں پھیلی ہوئی ہے پھر دوبارہ کسی نے پوچھا تو فرمایا جڑ اُس کی میرے گھر میں ہے اور ایک ایک شاخ ہر مومن کے گھر میں

سبب اختلاف قول پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا کہ میرا اور علیؑ کا گھر ایک ہی ہے۔

(۵) اور یہی معنی ہیں حدیث رسولؐ یا علیؑ طوبیٰ لمن احبک وصدقک کے۔

(۶) اور اسی روایت ثعلبی والے کو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں اس آیت کے تفسیر میں بذریعہ محمد بن سیرین لکھا ہے ادلہ عشرہ ۹۳/۵ طبع ثانی

(۷) اور یہی کے موافق کتاب فضائل مرتضوی کے صفحہ ۱۴۱ پر تفسیر اس آیۂ مبارکہ کی لکھی ہے۔

(۸) علاوہ سب کے شروع آیت میں جو صفت آمنوا وعملوا الصالحات کی ہے یہ ایک ایسی قوی دلیل ہے واسطے اہلبیت رسالت کے جس کو ہم قاعدہ نمبر ۴ مقدمۂ کتاب میں واضح طور سے بیان کر کے آیت نمبر ۹ و نمبر ۲۱ میں بحث کر کے نمبر ۳۲ و ۱۶۲ میں بخوبی فیصلہ کر آئے ہیں کہ یہ صفت بجز معصومؑ کے دوسرے کو نصیب نہیں۔

(۹) معصوم اس امت میں اہلبیت رسالت ہیں پس اور بھی زیادہ یقین ہو گیا کہ طوبیٰ والے وہی گروہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

آیت نمبر ۷۶ سورۂ رعد رکوع ۶

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ کہدے اے رسولؐ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (قرآن) کا علم ہے۔

(۱) یہ وہی علم کتاب کا مالک ہے جس کی نسبت نمبر ۳۶ آل عمران میں شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم فرمایا ہے۔

(۲) عمدۃ البیان میں ہے کسی نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے کہ ومن عندہ علم الکتاب کون ہیں فرمایا میرا بھائی علی ابن ابی طالب ہے۔

(۳) اور کتاب حد تحقیق بشہرت سنی میں اس آیہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ومن عندہ علم الکتاب جناب علی مرتضیٰ کو خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

(۴) تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ عالم کتاب کے ہم ہیں اور علیؑ اول ہمارا۔ اور بہتر ہمارا ہے۔

(۵) حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی سب سے زیادہ منقبت کونسی ہے آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(تفسیر حسینی میں زاد المسیر سے اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ علی علم کتاب کے مالک ہیں وہ تفسیر و تاویل و ناسخ و منسوخ و حلال و حرام سے بخوبی آگاہ تھے کہ اُن کو معلوم تھا کہ یہ آیت کس مقدمہ میں نازل ہوئی اور زمین سخت پر اُتری ہے یا زمین نرم پر۔

(۷) اسی کی تاکید ہے قول رسول علی ؑ مع القرآن والقرآنُ مع علیؑ میں۔

(۸) اب اور ایک نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ دو گواہوں میں ایک تو خداوند عالم ہے دوسرے علی ابن ابیطالب اب آخری گواہ کی رفعت شان کا اندازہ کیجئے۔

صفحہ ۹۹ طبع ...

(۹) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے نمبر ۷ پر اس آیت کی تفسیر میں محمد بن حنفیہ سے روایت ہے جگہ عندہٗ علم الکتاب سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۱۰) مشہور و معروف علمائے اہلسنت کا اعتراف ہے کہ عندہٗ علم الکتاب علی ہی کے واسطے ارشاد ہے مگر بعض متعصبین نے عبد اللہ بن سلام کو عندہٗ علم الکتاب کا مخاطب بتلایا ہے جس کی تردید میں مولوی اعجاز حسین صاحب نے اپنی کتاب مفاتیح المطالب میں خود عبد السلام سے حدیث لکھی کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اِنّما ذالکَ علیٌ ابن ابی طالب

آیت نمبر ۷۷ سورۂ ابراہیم رکوع ۴

۱۳
۲۱۱

(وَاُدخِلَ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنّٰتٍ تَجرِی مِن تَحتِھَا الاَنھَارُ خَالِدِینَ فِیھَا بِاِذنِ رَبِّھِم تَحِیَّتُھُم فِیھَا سَلَامٌ۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اعمال صالح اُنھوں نے کئے ہیں وہ بہشتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اُن میں اپنے خدا کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے اور تحیۃ اُن کی وہاں آپس میں سلام ہے۔

(۱) اس مضمون کی آیتیں پہلے گذر چکی ہیں اور وہاں ثابت کردیا گیا ہے کہ بہشتی وہی لوگ ہیں جن کے پیشوا علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ جن کا تحفہ سلام ہے دیکھو آیت نمبر ۱۵۴

(۲) چنانچہ یہ صفت آمنوا و عملوا کی اہلبیت رسالت کے حق میں بقاعدہ نمبر۴ ایسی مستند و محکم ہے جیسا کہ
آیت نمبر۵، ۷ اتک ۶ جگہ ہم دکھلا چکے ہیں اور یہ ساتواں مقام ہے۔

(۳) اُس کے آگے جس جنت کے نیچے نہریں جاری ہیں اور بار بار جس کی خبر قرآن میں اُن کو مل چکی
ہے وہ تو خاص اہلبیت رسالت کے واسطے مقرر ہو چکے اور خداوند تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے اُن سے
اُس کا جیسا کہ آیت نمبر۱۴۱ و نمبر۱۴۵ سورۂ توبہ میں ہے وعد اللّٰہ لہم جنات تجری من تحتہا
الانہار ہیں و لہم کے مخاطب اور وعدون کے موعود یہی تو ہیں۔

(۴) آخر میں ہے تحیتہم فیہا سلام یہ تحفۂ جنت اور یہ مشغلا آپس میں بھی اہلبیت رسالت کا ہے جو آیت نمبر۱۵
سورۂ یونس میں بہت اسناد سے ثابت ہوا ہے۔

(۵) علاوہ حسب قاعدہ نمبر۶ مقدمہ کتاب ذکر خیر البریہ کا بعد ذکر شر البریہ ضرور ہوتا ہے نمبر۱ تک
۷ جگہ ہم دکھلا چکے ہیں اور یہ ۸ واں مقام ہے

آیت نمبر۸، ۷ اسورۂ ابراہیم رکوع ۴

۱۳/۲۱۱

اَلَم تَرَ کیفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصلُہَا ثَابِتٌ وَّفَرعُہَا فِی السَّمَاءِ
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خداوند عالم نے کلمہ طیبہ کی مثال کیسی بیان کی ہے گویا وہ مثل ایک پاکیزہ
درخت کے ہے جس کی اصل (زمین میں) ثابت (و قائم) ہو اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں۔

(۱) تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اسلام ایمان اور عمل صالح کو جو معنی ہیں عمل
صالح سے تشبیہ دی ہے کہ وہ درخت ہے جیسے کہ درخت زمین میں نہایت اُستواری سے قایم
ہوتا ہے اور شاخیں اُس کی بلندی کو جاتی ہیں ایسے ہی کلمہ شہادت مومن کے دل میں نہایت مضبوطی
سے ثابت اور قایم ہے اور شاخ اُس کی وہ کلمۂ حق اور ذکر خدا ہے زبان سے نکل کر آسمان
کو جاتی ہے۔

(۲) چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے اِلَیہِ یَصعَدُ الکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالعَمَلُ الصَّالِحُ یعنی اسی کی طرف
کلمات طیبہ اور اعمال نیک صعود کرتے ہیں یعنی جانب خدا۔

(۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ارشاد کیا رسول اللہ نے جڑ

اُس درخت (شجرہ طیبہ) کی میں ہون علیؑ اُس کا تنہ ہے آئمہ معصومین جو اولاد علیؑ سے ہیں اُن کی شاخیں ہیں اند علم آئمہ اُس کا پھل ہے اور شیعہ مومنین اُس کے پتے ہیں قسم خدا کی جس وقت مومن پیدا ہوتا ہے تو ایک پتہ اُس میں سے نکلتا ہے اور جس وقت مرتا ہے تو ایک پتہ اُس میں سے گر جاتا ہے۔

(۴) اور دیگر روایات بھی باختلافِ الفاظ انہیں الفاظ معانی پر دلالت کرتی ہیں۔

(۵) یعنی بعد اپنے اور علیؑ کے فرمایا حسنؑ وحسینؑ پھل اُس کا ہے اور وامام اولادِ حسینؑ شاخیں اسکی ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیۂ مبارکہ میں جو شجرہ طیبہ کا ذکر ہے اُس سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وحضرت امیرؑ وآئمہ معصومین وشیعیان علیؑ ہیں ۔

(۶) جس کا ذکر ابھی آیہ نمبر ۲۷ سورۂ رعد میں بذریعہ حدیثِ رسول صلعم ہے جس میں کامل طریق پر جناب رسالتمآب کا تشبیہ دینا اپنی ذات اور علیؑ کو ظاہر ہو چکا ہے۔

(۷) اور جناب رسالتمآبؐ کے اس تشبیہی قول کے موافق خداوند تعالیٰ بھی سورۂ نور میں فرماتا ہے یوقد مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ گویا روشن ہوتا ہے درخت مبارک زیتون سے اُس مقام پر ثبوت اس کا چلیگا کہ شجر مبارک سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور شاخ فرع اہل بیت رسالت ہیں (۸) کیونکہ ایک لفظ مبارک سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ کس وجود بابرکت کا ذکر ہے نہ روئیدگی زمین اور نباتات الارض سے مراد ہے اور برکت والا ہونا درختِ زیتون سے ظاہر ہے کہ مخلوق کی نان خورش میں کام آتا ہے اور ایسا ہی فیض خاندانِ رسولؐ سے ہے کہ ہر کسی کو ان سے ہدایت ہوتی ہے پس پوری پوری مشابہت ہے مشبہ کو ساتھ مشبہ بہ کے۔

(۹) چنانچہ تفسیر میں والتین والزیتون کی بھی مفسرین کا اتفاق ہے کہ تین سے مراد ذاتِ رسولؐ اللہ ہے اور زیتون سے اشارہ جناب امیر علیہ السلام کیطرف ہے۔

(۱۰) ایسے ہی کلمۃ کا استعمال واسطے حجج خدا کے تمام قرآن میں ہوتا چلا آتا ہے جیسا کہ آیت نمبر ۱ میں ہے فتلقی آدم مِنْ ربہٖ کلمات اور آیت نمبر ۱۵ میں ہے اِذ ابتلی ابراھیم ربہٗ کلماتٍ اور آیت نمبر ۱۰۰ میں ہے وتمت کلمۃ ربک صدقًا وعدلًا ۔

آیت نمبر ۱۷۹ سورہ ابراہیم رکوع ۴

یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الآخرۃ ۔ جو لوگ قول محکم کے ساتھ ایمان لائے ہیں خداوند عالم انہیں دُنیا و آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔

(۱) قول محکم۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو وہی دو چیزیں ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے بلفظ ثقلین ذکر فرمایا ہے جن کی پیروی گمراہی سے بچاتی ہے اور جو چیز گمراہی سے بچائے گی تو یقیناً اُس کے سبب سے انسان دُنیا و آخرت میں ثابت قدم رہے گا۔

(۲) پیروان ثقلین ہی حقیقۃً قول ثابت و محکم پر پورا ایمان لائے ہیں مثل سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ رضی اللہ عنہم و دیگر شیعیان علیؑ تھے۔

(۳) اور ان لوگوں کا ایمان ہرگز محکم نہیں ہوسکتا جنہوں نے ہر امر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی مخالفت کی۔

(۴) علاوہ ازیں تاویلات سے اُسے اگر دیکھئے کہ وہ ثابت رکھنا کیا ہے جس کا خدا نے ذکر فرمایا ہے۔

تفسیر عمدۃ البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ مرنے کے وقت شیطان ہمارے دوستوں کے پاس آتا ہے جانب چپ و راست سے تا کہ گمراہ کرے مگر خداوند تعالیٰ اُس کو دفع کرتا ہے اور یہی مراد ہے قول خدا میں یثبت اللہ الذین الخ سے۔

(۵) اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرشتے قبر میں سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے تیرا خدا کون ہے تیرا پیغمبر کون ہے مومن اُس کے جواب میں کہتا ہے اللہ میرا پروردگار ہے اسلام میرا دین ہے اور محمدؐ میرا نبی ہے اُس وقت فرشتے کہتے ہیں کہ خدا تجھے اُس چیز پر ثابت رکھے جس کو تو پسند کرتا ہے اور یہی مراد قول خدا یثبت اللہ الذین الخ سے ہے۔

(۶) ماحصل ان دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ محبان امیر المومنین علیہ السلام کشاکش نزع اور فشار قبر وغیرہ کی سختیوں سے محفوظ ہیں۔

(۷) اس آیت میں تمام کرنیوالا فقرہ والآخرۃ کے بعد ہے و یضل اللہ الظالمین اب معنی و مفہوم آیت سہل ہوگیا یعنی ثابت رکھیگا اللہ مومن لوگوں کو قول ثابت پر دُنیا اور آخرت میں

اور گمراہ کردیگا اللہ ظالمون کو تحقیق ہوگیا کہ دونو گروہ کا ذکر ہے موافق اور مخالف۔

(۸) اب ان کی پہچان یہ ہے کہ موافق گروہ تو الذین اتبعوا جس کے راس رئیس جناب امیر علیہ السلام ہیں بحسب حدیث مذکورہ از ابن عباس مندرجہ مسند احمد حنبل جس کو ہم قاعدہ نمبر ۳ مقدمہ کتاب اور آیت نمبر ۸ و نمبر ۱۲ میں نقل کر آئے ہیں پس جن کے راس و رئیس جناب امیر علیہ السلام ہیں وہ ضرور پیروان جناب امیر علیہ السلام ہیں جن کے نام ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور اُن کی ثابت قدمی اور وفائے عہد مشاہدہ میں آگیا کہ سقیفہ گردی میں اگرچہ سواد اعظم برگشتہ ہوگیا مگر ان سچے ایمانداروں نے دامن اہلبیت رسالت نہ چھوڑا۔

(۹) اب دوسرا گروہ وہی تو ہے جو گروہ اول کا مخالف ہے اور یضل اللہ کا مصداق ہے کہ اُسی حکم خدا سے جس کو رسول نے ایک لاکھ آدمیون کے آگے سنایا تھا۔ باوجود اقرار بیعت کے پھر گئے اور ظلم کئے آل رسول پر خلافت دبالی فدک چھین لیا بضعۂ رسول کے گھر جلانے کو آگ لے گئے انہیں کو تو خداوند تعالے ظالمین فرماتا ہے

(۱۰) اور اسی طرح ان دونو گروہ کی حالت معلوم ہوتی ہے آیت نمبر ۱۳۶ سورۂ توبہ میں گروہ اول کے حق میں فرماتا ہے ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین تفسیر اسکی ملاحظہ ہو کہ جن مومنین کے اوپر سکینہ نازل ہوا وہ ثابت قدم رہے ہمراہ رسول کی مطابعت جناب امیر میں ۸ شخص اور باقی وہ دوسرا گروہ ۱۲ ہزار آدمی سکینہ سے بے نصیب خدا کے رسول کو اور علم رسول کو چھوڑ کر فرار ہوگئے جن کے واسطے اسی آیت کے انجام پر وعذب الذین کفروا عذاب کریگا اللہ انکار کرنے والون کو۔ پس اس جگہ بھی گمراہی اس گروہ دوم کی یعنی فرار از جہاد ظاہر ہوگیا اور اُن کو کافر فرمایا خدا نے جن کو آیت زیر بحث میں ظالمین فرمایا جیسا کہ ایک آیت سورۂ بقر میں ہے والکافرون ہم الظالمون۔

(۱۱) پس بخوبی ثابت ہوگیا مفہوم اس آیت کا کہ پیروان جناب امیر ع مومن خالص ایمان اور قول ثابت یعنی اقرار خلافت جناب امیر علیہ السلام پر ثابت رہے باامداد خدا اور مخالفان جناب امیر علیہ السلام ظالم لوگ جو حکم خدا ورسول سے عدول کرکے راہ حق سے گمراہ ہوگئے چنانچہ آیت آئندہ میں ان لوگون پر تہدید اور عتاب ہوتا ہے الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ۔

آیت نمبر ۱۰ سورۂ ابراہیم رکوع ۵

الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللّٰہ کفرا و احلوا قومھم دار البوار کیا تو اُن لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جنہوں نے نعمتِ الہٰی کو کفر سے بدل ڈالا۔ اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں ڈال دیا۔

(۱) یہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ نعمت سے مراد خلافت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے جیسا کہ بروقت نصب خلافت فرمایا۔ آیت نمبر ۵ میں اتممت علیکم نعمتی اگرچہ دنیا پرستوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اُس سے انحراف کرکے کفرانِ نعمت کیا۔

(۲) اور اس کفر پر نازاں بھی تو ہوئے چنانچہ حسب تحریر صاحب تاریخ بغداد خلیفہ ثانی نے ابن عباس سے کہا کہ پیغمبر بھی علیؑ کی محبت میں کبھی کبھی (نعوذ باللہ) امر حق سے گزر جاتے تھے چنانچہ مرض الموت میں چاہا کہ اُن کے نام کی تصریح کر دیں مگر میں نے روکا استغفر اللہ اپنے کفر پر افسوس کیا بنی حق کو باطل پر تسلیم کیا جا رہا ہے۔

(۳) خدا کی شان خطاب ساربان کا بیٹا تہذیب و عقل کا دشمن چند روز اسلام کا زبانی اقرار کرکے رسول کو خاطی اور اپنے آپ کو رہنمائے پیغمبر بتا رہا ہے اور جاہل مسلمان فخریہ اُس کے قول کو نقل کرکے "حسبنا کتاب اللہ" کہہ رہے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۴) حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ مراد تبدیل کرنے والوں سے دو قریش کے بدکار قبیلے ہیں بنی مغیرہ اور بنی اُمیہ۔ بنی مغیرہ کی جڑ تو جنگ بدر میں اکھڑ گئی اور بنی اُمیہ چند روز باد شاہت کرکے دار البوار میں پہونچے۔

(۵) پھر ارشاد کیا واللہ نعمت خدا کی ہم ہیں جن کے سبب سے خدا نے اپنے بندوں پر انعام کیا ہے اور ہمارے ہی سبب سے ہر شخص مراد کو پہونچتا ہے۔

(۶) جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس قوم کا کیا حال ہو گا جس نے سنتِ رسولؐ کو بدل دیا اُس کے وصی سے پھر گئے انہیں خوف نہیں کہ عذاب خدا اُن پر نازل ہو۔

(۷) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ ہم ہیں خدا کی نعمت جو شخص قیامت کے روز اپنی مراد کو پہونچیگا ہمارے ہی سبب سے پہونچیگا۔

(۸) جناب امیر علیہ السلام کا علو و شان کیسا ظاہر ہوا کہ خداوند تعالیٰ اُن کے مخالفین کو دار البوار سے ڈرتا ہے۔

(۹) آیت ماسبق سے کیسا رابطہ ہے اس آیت مابعد کو اہلِ بصیرت پر ظاہر ہے۔

آیت نمبر ۱۸۱ سورۂ ابراہیم رکوع ۵ ۱۳/۲۱۲

قل یعباد الذین آمنوا یقیموا الصلوٰۃ وینفقوا مما رزقناھم سرًّا وعلانیۃً من قبل ان یاتی یوم لا بیعٌ فیہ ولا خلال - کہہ تو ان بندوں سے جو ایمان لائے ہیں نماز کو قایم کرتے ہیں اور ہمارے عطیۂ رزق میں سے ظاہر و پوشیدہ انفاق کرتے ہیں قبل اس کے کہ قیامت آئے کہ اُس میں فروخت ہوتی ہے نہ دوستی۔

(۱) اس آیت میں خبر محذوف ہے مگر قرینہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان صفات کے لوگوں کو خوشخبری دیگئی ہے اور یہ تمام صفتیں جناب امیر و آئمہ طاہرین و تابعین آئمہ میں بدرجہ اولیٰ ثابت ہیں

(۲) طرز کلام اور سیاق عبارت قرآن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں جہاں عبادی یا عباد اللہ محبت آمیز الفاظ سے خطاب کیا جاتا ہے وہاں غالبًا ایسے ہی خاصانِ خدا مخاطب ہوتے ہیں جن کی بندگی پر خدا کو بھی ناز ہو۔ اور خود وہ بھی فخر سمجھتے ہوں اس عبودیت کی مثال سورۂ جنّ میں ہے لما قدم عبد اللہ یدعوا جب کھڑا ہو بندہ اللہ کا پکارے تو دوسری مثال قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے جو ہر موقع و محل پر فرماتے تھے انا عبد اللہ واخی رسول اللہ پس یہاں بھی وہی خاندانِ رسول مراد ہیں

(۳) وہ قرینہ شناخت ذکر خیر البریہ بعد ذکر شر البریہ جو قاعدہ نمبر ۷ مقدمہ کتاب میں ہم نے ظاہر کرنا شروع کیا ہے اور آیت نمبر ۱۷۷ تک آٹھ جگہ استعمال ہو چکا تھا یہاں نویں مقام پر موجود ہے کہ اوپر ذکر اہل نار کا ہے جس کے بعد ذکر اہل جنت کا لازم آیا۔

(۴) اور نظر بر صفات مندرجہ آیت الذین آمنوا یقیموا الصلوٰۃ وینفقوا مما رزقناھم سرًّا وعلانیۃً اتنا لکھنا کافی ہے کہ ابھی کچھ اوپر نمبر ۱۷۱ میں لفظ بلفظ اور حرف بحرف یہی کل صفات اسی طرح نازل ہو کر بہت اسناد اور دلیلوں کے ساتھ بحق علی ابن ابی طالب علیہ السلام ثابت ہو چکے بلکہ وہاں تک معیار اور پر ثبوت کو پہونچ چکا اب اور کچھ لکھنے کی ضرورت ہی

وہی مقام دیکھنا کافی ہے ؎

آیت نمبر ۲۰۸ سورۂ حجر رکوع ۳

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اُن میں سے تیرے خالص بندے۔ اوپر سے شیطان کا ذکر چلا آتا ہے جب وہ راندۂ درگاہ بسبب انکار سجدے کے ہوا۔ تو اُس نے قیامت تک کی مہلت طلب کرکے کہا کہ میں تیرے بندون کو بہکاؤن گا مگر ہان تیرے خالص بندون پر میرا بس نہ چل سکیگا۔

(۱) اب یہ عباد مخلصین معلوم ہونے چاہئیں جن کو شیطان کہتا ہے۔ کہ تیرے خالص بندے اور خالص کی تعریف یہ ہے کہ وہ مِلا ہوا نہ ہو کسی سے اور اُس میں آمیزش نہ ہو کسی شئے کی۔ اور انسان کے لئے یہہ تعریف جبھی صادق آئی جبکہ وہ کسی اشغال دنیوی سے مِلا ہوا نہو یعنی دُنیا میں ہوکر دنیا سے علیحدہ ہو جائے اور یہ تعریف اُسی ذات پر صادق آتی ہے کہ جس نے تمام مدت العمر میں گیہون تک نہ کھایا اور اُس کا یہی قول ہمیشہ رہا کہ دُنیا میرے غیر کی طرف رجوع کر میں نے تو تجھکو طلاق باین دے دیے ہیں جس کے بعد رجوع نہیں۔

(۲) یا خالص مخلص وہ انسان ہوگا۔ جو فسق و فجور و رجس سے پاک ہو۔ دوسرے یہی شہادت خداوندی موجود ہے واسطے اہلبیت رسول کے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ بجز اس کے نہیں کہ ارادہ خدا کا ہے دور کردے تم سے رجس کو اے اہلبیت رسالت۔

(۳) اور گناہ اور رجس جس سے دُور ہوا وہ ضرور معصوم ہوا اور ایسے گناہ سے علیحدہ من المهد الی اللحد تو اہلبیت رسولؐ ہیں باتفاق سنّی و شیعہ پس رجس سے پاک فسق و فجور سے علیحدہ اشغال دُنیا سے خالی لوگ وہی خالص اور مخلص ہیں جنکو ابلیس کہتا ہے تیرے خالص بندے۔

(۴) اور خالص و مخلص سب سے نرالے وہ لوگ ہیں جنکو خداوند تعالےٰ نے سب انسانون میں سے انتخاب کر لیا جیسا کہ آیت نمبر ۳۹ میں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ گویا تمام عالم میں سے یہ فرقہ خدا نے انتخاب کر لیا ہے جس میں سے وقت نزول آیت صرف آل عمران یعنی اہلبیت ایسے باقی تھے جنکو خدا نے منتخب کرکے کل انسانون سے افضل کر دیا

(۵) اور بہت آیاتِ قرآن اس انتخاب کی خبر دیتی ہیں جیسے آیت ۲۶۲ میں ہے ھو اجتبٰکم خدا

وہ ہے جس نے چن لیا تم کو تفسیر اس آیت میں ثبوت کو پہونچگیا ہے کہ جن کو خدا نے چن لیا ہے وہ خاندانِ رسول ہے۔

(۶) جبھی تو اشرف الناس اور اشرف الانبیاء اور اشرف المخلوقات ان کے خطاب ہیں جن خطابوں کے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ سب سے علیحدہ ہیں ان کے ساتھ کسی کو مماثلت نہیں پس خالص ہوئے یا نہیں اور چونکہ ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ تمام اہلبیت اس صفت سے موصوف ہیں اس واسطے مخلصین کہنا بہت ہی مناسب ہے۔

(۷) اور اگرچہ شیطان دشمن اولادِ آدم اور دشمن خدا ہے مگر یہ اہلبیت کے واسطے مخلصین خدا کی ایسی سچی صفت تھی کہ خداوند تعالے نے اپنے مخالف کے قول کی بھی تصدیق کی اور فرمایا ھٰذا صراط علی مستقیم کہ ہاں صراط مستقیم علی پر جو لوگ ہیں اُن کی یہی کیفیت ہے جو تو کہتا ہے۔

(۸) اور پھر شیطان کے اغوائے میں نہ آنے والے یعنی مخالف شیطان تو بدرجہ کمال دشمن اُس کے ہوئے مگر یہ سچی صفت ان لوگوں کی یعنی مخلصین خدا ہونے کی شیطان بھی نہ مٹا سکا اور صاف کہہ دیا کہ تیرے خالص بندے میرے اغواے سے باہر ہیں۔

(۹) پھر جو ہم نے لکھا تھا کہ عبادی یا عباد اللہ ایسے ہی خالص بندوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسکی کیسی تصدیق ہوگئی۔ اس آیت میں بھی عباد کا لفظ ہے اور خصوصیت بھی ثابت ہو رہی ہے۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء یعنی بزرگی وہی ہے جس کی گواہی اُس کے دشمن بھی دیں۔

آیت نمبر ۱۸۳ سورۂ حجر رکوع ۳

صراطٌ علیّ مستقیم۔ (کہا خدا نے) یہ راہ مجھ تک سیدھی ہے۔

(۱) صاحب تفسیر عمدۃ البیان نے بعض روایت میں لکھا ہے اور اگر صراط کو علیؑ کی طرف مضاف کیا جائے اور علی سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہوں اور مستقیم کو خبر مانا جائے تو صاف معنی پیدا ہوں گے یعنی خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ یہ علیؑ کی راہ سیدھی اور مستقیم ہے۔

(۲) اور پھر اس میں کچھ استبعاد بھی نہیں جبکہ صراط مستقیم محمدؐ و آل محمدؐ کا طریقہ ثابت ہو چکا سورۂ حمد میں ۱۲

(۳) اور فقرہ (۷) آیت ما سبق کے مضمون سے ان معنوں پر بہت روشنی پڑتی ہے یعنی شیطان کے قول کا یہی جواب ہے کہ ہاں تیری پیروی نکرنے والے ایسا ہی صراط مستقیم پر قایم ہیں۔

(۴) اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن مسعود کی قرأت اِسی کے موافق تھی اور اُس کے قرآن میں یہی لکھا تھا کہ راستہ علیؑ کا مستقیم ہے۔

(۵) اور کتاب اربعین فی فضایل امیر المومنینؑ کے صفحہ ۱۱۷ پر صدر آئمہ ابو المؤید خوارزمی سے اور کتاب فضایل مرتضوی کے صفحہ ۱۹ پر قتادہ سے روایت ہے کہ حسن بصری اس آیت کو اسی طرح پڑھا کرتے تھے جس کی تفسیر یہ ہے کہ راہ علیؑ ابن طالب کی اور طریق ان کا دین مستقیم ہے اس کا اتباع کرو اور ان سے تمسک کرو کہ واضح ہے اور اس میں کجی نہیں ہے۔

(۶) پھر اسی فضایل مرتضوی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عمر خطاب نے خدمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ میں عرض کیا کہ آپ فرماتے ہیں علیؑ مجھ سے بمنزلہ ہارون من موسیٰ ہے حالانکہ ہارون کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور علیؑ کا ذکر نہیں جواب میں فرمایا حضرت نے او ناداں نہیں سنا تو نے کہ خداوندِ تعالی قرآن میں فرماتا ہے سورۂ حجر میں اِنَّ هٰذا صراط علیٌّ مُستَقِیمٌ۔

(۷) اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین سے اِسی صورت سے روایت کیا ہے کہ راستہ علیؑ کا مستقیم ہے۔

(۸) اور علامہ کنتوری نے اُردو ترجمہ الفین کے صفحہ ۶۷ پر بضمن دلیل ۲۰ خلافت جناب امیرؑ پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن میں اِنَّ هٰذا صراط علیٌّ مُستقیم تھا صاف طور پر مگر اُس کو علیٌّ بنا دیا۔ چنانچہ سورۂ حمد میں آچکا ہے کہ صراط مُستقیم کی دُعا کرو۔ کونسی صراطَ انعمتَ علیہم جو انعام ہوا ہے اُن پر اب ظاہر ہے کہ رسالت اور امامت سے زیادہ انعام کیا ہوگا جس سے معلوم ہوا کہ رسول اور نائبانِ رسول کا راستہ ہی مستقیم صراط ہے اور علیؑ نائب اوّل رسولؐ ہیں اس لئے ضرور طریقہِ علیؑ کا صراط مستقیم ہے جس کو فرمایا خدا نے اِنَّ هٰذا صراطٌ علیٌّ مُستقیمٌ۔

(۹) اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ تو بالکل مطابق اس آیت کے ہے فرمایا صراط علیؑ حق نتمسکہ راستہ علیؑ کا حق ہے تمسک کرو اس سے اور یہی حدیث رسولؐ کی شناخت بھی ہے

کہ مطابق قرآن ہو اور آیت نمبر ۱۰۳ آل عمران میں خدا کا حکم ہے واعتصموا بحبل اللہ خدا کی رسی سے تمسک کرو۔ رسی خدا کی اہلبیت ہیں جن کے اول علیؑ ہیں یہ دوسری مطابقت ہے کہ خدا کی جس سے تمسک کا حکم دیا ہے رسول بھی اُسی سے تمسک کا حکم دیتا ہے اور وہ طریقہ علیؑ کا ہے جس کا ذکر آیت میں ہے اِنَّ ھٰذا صراط علی مُستقیم۔

۱۲/۲۰ آیت نمبر ۱۸۴ سورہ حجر رکوع ۳

اِنَّ عِبَادِی لیس لک علیھم سلطان۔ البتہ میرے بندے کہ ان پر تجھے غلبہ نہیں ہو سکتا یہ خداوندِ عالم نے شیطان سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔

(۱) اور وہی خالص بندے مراد ہیں جن کی طرف عبادک منہم المخلصین میں اشارہ ہو چکا ہے یعنی علیؑ ابن طالب اور ذریت اُن کی ہے جو آیت نمبر ۱۸۲ میں ثابت ہو چکا۔

(۲) شیطان نے ان کو عبادک کہا انہیں کو خدا نے عبادی اور آیت نمبر ۱۸۱ میں قل یا عبادی کہا۔ یہ آیت اپنی ماقبل آیت کے سلسلہ میں منسلک ہے وہی بندگان خالص جن کا ذکر بار بار چلا آتا ہے کہ شیطان نے ان کی بابت یہ کہا اور خداوندِ تعالیٰ نے اس کا جواب اس طرح دیا۔

۱۲/۲۱ آیت نمبر ۱۸۵ سورہ حجر رکوع ۴

اِنَّ المتقین فی جنّٰت و عیون بے شک پرہیزگار لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے

(۱) یہ آیت بھی اُن بزرگواروں متقین کے لئے ہے جن کے پیشوا علیؑ ابن ابی طالب ہیں جنکا لقب امام المتقین ایسا مشہور و معروف ہے جس کے لئے کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔

(۲) اور پیشتر بھی کئی جگہ پر ذکر آ چکا ہے کہ متقین کا گروہ وہی ہے جن کا سردار امام المتقین ہے اور یہ خطاب درگاہ خدا سے مرحمت ہوا ہے چنانچہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں ایک فہرست آپ کی ناموں کی ہے جس میں ۸۳ نام کے منجملہ امام المتقین بھی ایک لقب ہے جس کی سند میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ خدا نے مجھکو علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ متقین کا امام ہے۔

پس علی ابن ابی طالب علیہ السلام جبکہ از روئے وصی کے امام المتقین کے قرار پائے تو پیروانکے متقین ضرور ہونگے۔

(۳) اور اسی طرح آیت نمبر ۲ ذالك الكتاب لاریب فیه هدی للمتقین میں یہ امر فیصلہ ہوچکا اور بعد اُس کے آیت نمبر ۲۲ میں ہے اولئك الذین صدقوا واولئك هم المتقون۔ حتی کہ آیت نمبر ۱۶۰ تک ۴ جگہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچی ہے کہ متقین گروہِ جناب امیر علیہ السلام کا نام ہے اور یہ پانچواں مقام ہے کہ متقین کو جنت کی خبر ملتی ہے۔

(۴) اور آیندہ تو سلسلہ پر سلسلہ ذکر نعماتِ جنت کا متقین کے لئے وارد ہے۔ ایسا ہی یہ بھی ایک سلسلہ آیات ہے متقین کیلئے ہے جس کا شروع اس آیت سے ہے! وہی حالت سلسلہ کی نمبر ۱۲۹ و نمبر ۱۷۱ و نمبر ۱۸۲ سے پائی جاتی ہے۔

(۵) حاصل کلام کا یہ ہے کہ متقین لوگ یعنی گروہ پیروان علیؑ بہشت کے باغوں میں رہیں گے جہاں چشمہائے آب جاری ہوں گے ؛۔

آیت نمبر ۱۸۶ سورۂ حجر رکوع ۴

۱۲ ع ۲۲

اُدخلوها بسلامٍ آمنین۔ یہ انہیں متقین سے متعلق ہے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے انہیں اجازت دی جائیگی کہ ان باغات میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہاں تم بالکل امن میں ہو تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچ سکتی۔

(۱) یہ ایک قاعدہ ہے کہ جب جنت کا ذکر ہو تو داخلہ کی صورت میں جو اسباب احترام اور تواضع کے ہیں ضرور بیان کی جاتی ہیں۔

(۲) جیسے سورۂ زمر میں ہے سلامٌ علیکم طبتم فادخلوها خالدین

(۳) اور سورۂ قٓ میں ہے ادخلوها بسلامٍ ذالك یوم الخلود۔

(۴) وہی صورت اس جگہ ہے تینوں آیات میں سلام و بسلام آیا ہے یعنی سلامتی کی ضرور خبر دی جاویگی جنت وہ جگہ ہے جہاں رنج نہیں مصیبت مرض نہیں مرگ نہیں تو پھر سلامتی ہی سلامتی ہے

(۵) اسی واسطے تو آیت نمبر ۱۲۵ میں فرمایا ہے لهم دار السلام عند ربهم وهو ولیهم۔ ان کے

واسطے یہ گھر سلامتی کا ہے ان کے رب کے پاس اور خدا ان کا دوست ہے۔
(۶) وہی بات یہاں ہے یعنی اُس سلامتی کے گھر کا ذکر بھی جس کو فرمایا بسلام۔
(۷) اور وہی ولی اُن کا ہے جس کو دوسری آیاتِ قرآنی میں ظاہر کر دیا۔ اس طرح فرما کر واللہ ولی المتقین۔
(۸) فہرست اسمائے حضرت میں ایک نام جناب امیر علیہ السلام کا یہ بھی ہے ولی المتقین۔ مطلب یہ ہے کہ متقین جو گروہ علیؑ ہے اُس کے امام اور ولی امیرالمومنین ہیں اور اُن سب کا ولی خداوند تعالیٰ ہے پس اپنے دوستوں کے لئے نعماتِ جنت کا ذکر کرتا ہے۔

آیت نمبر ۴۷ سورۂ حجر رکوع ۴

۱۲ / ۲۱

ونزعنا ما فی صدورھم من غلٍ اخوانا علیٰ سررٍ متقبلین ہم اُن کے سینوں میں سے کینہ اور حسد کو نکال لیں گے (جو دُنیا میں اُنہیں لاحق ہوگا) اور مسندوں پر بھائیوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھیں گے یہ شیعیانِ علیؑ پر انعامِ خداوندی ہے کہ اگر دنیا میں اِنہیں کبھی برادرِ مومن سے رنج بھی ہوگا تو اُس رنج کو اُن کے دلوں سے نکال دیا جاوے گا اور وہ بھائیوں کی طرح ایک جگہ مِل جُل کر رہیں گے۔
(۱) جیسا کہ تفسیر عمدۃ البیان میں جناب صادقؑ آل محمدؐ نے اپنے شیعوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ واللہ تم وہ لوگ ہو جن کے سینوں سے کینے اور حسد کو نکال لیا جاوے گا۔
(۲) اہل بیت رسالت بھی اخوانا علیٰ سررٍ متقبلین کے مصداق ہیں مگر جملہ اولیٰ مَا فِی صدُورِھِم مِن غِلٍ سے انہیں کوئی تعلق نہیں ان کے دِل میں حسد اور کینہ کو راہ نہیں ان کا نام سلسلۃ الذہب رکھا ہے۔
(۳) مجموعہ اخبار امامیہ کے نمبر ۶۸ پر بحوالہ ابن مردویہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ علیؑ وحسنؑ وحسینؑ و فاطمہؑ وجعفرؓ بہشت میں دو بدو بھائی کی طرح ہیں
(۴) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں اخوانا علیٰ سررٍ متقبلین کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ آپ نے علیؑ سے فرمایا تو میرے گھر میں قیامت کے روز معہ

میری بیٹی فاطمہؑ کے ہوگا اور تو میرا بھائی اور رفیق ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی

(۵) نیز اخبار امامیہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خدمتِ رسول میں عرض کی کہ آپ کو فاطمہؑ زیادہ پیاری ہیں یا میں آپ نے فرمایا کہ فاطمہؑ تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم اُن سے زیادہ عزیز ہو میں اور تم حوض پر اکٹھے ہوں گے تم لوگوں (مخالفوں) کو اُس سے ہٹاؤگے اور اُس پر ستارہ ہائے آسمان کی تعداد کے موافق پیالے ہوں گے اور تو اور حسنؑ اور حسینؑ اور فاطمہؑ اور عقیل اور جعفر برابر کے بھائیوں کی طرح تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔

(۶) اس کے مطابق اور حدیثیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی بھی ہیں جیسے کہ فرماتا ہے یا علیؑ انتَ اخی فی الدنیا والاخرۃ۔

(۷) اور ارشاد ہے یا علیؑ انتَ غداً فی الاخرۃ اقرب الخلق ہیں۔

(۸) اور ایک حدیث ہے یا علیؑ انا وایاک نحزان فی مکان واحد۔

(۹) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۱۹۰ پر عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے فرمایا آنحضرت نے شب معراج سب کے گھر بہشت میں مجھکو دکھلائے کہ کس کس قدر فاصلہ پر ہیں مگر یا علیؑ تیرا گھر میرے گھر کے مقابل ہے دیکھا کہ یہ صفت علی اسُرر متقبلین۔ اس حدیث سے کیسی مطابق ہے

علیؑ و نبیؐ بہر دو نسبت بہم ؛ دو تا و یکی چون زبان قلم ؛

آیت نمبر ۱۸۸ سورۂ حجر رکوع ۴

لا یمسّھم فیھا نصبٌ وما ھم منھا بمخرجین۔ انہیں بہشتیوں کے لئے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ارشاد ہوا ہے کہ نہ ان کو وہاں کوئی تکلیف پہونچیگی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے وہی سلسلہ برابر چلا جاتا ہے

(۱) یہ ہر دو صفاتِ مذکورہ آیت بہشت کے اندر انہیں لوگوں کے لئے بکثرت بیان ہوتی چلی آتی ہیں جیسی کہ لا یمسّھم فیھا نصب وہاں اُن کو کوئی تکلیف نہ پہونچیگی۔ جہاں تکلیف نہوگی۔ وہی جگہ راحت کی ہے اور وہی دار السلام ہے جس کی خبر آیت نمبر ۱۰۵ میں دی ہے۔

(۲) اور یہی صفت ظاہر ہوتی ہے آیت نمبر ۱۸۶ میں اُدخلوھا بسلام کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے

کہ بہشت وہ جگہ ہے جہان رنج مصیبت نہیں مرض نہیں موت نہیں پس اسی جگہ کو کہہ سکتے ہین گا
یستہم فیھا نصیب۔

(۳) اور ایسا ہی حال وَمَاھم مِنھَا بمخرجینَ کا ہے یعنی وہان سے وہ لوگ نکالے نجائیں گے اور اس
سے پہلے جگہ جگہ خدا فرماتا ہے خالدُونَ فیھَا خالدون فیھا۔ جس کے معنی یہی تو ہین وَمَاھم مِنھا
بمخرجینَ۔ (۴) یعنی وہی صفات معروفہ پھر بیان کر دیئے۔

(۵) یہ اس واسطے کہ مخاطب بہشتی وہی ایک گروہ ہے منجملہ ۷۳ فرقہ اسلام کے۔

(۶) خداوند تعالیٰ وہی خدا یکتا ہے خبر دینے والا ہے۔

(۷) جنت وہی جنت ہے جن کی صفت دارالسلام اور مخلد مقام ہے۔

آیت نمبر ۱۸۹ سورۂ حجر رکوع ۴

نبیٔ عبادِی اَنِّی اَنَا الغفور الرَّحِیم۔ ہم اپنے بندون کو خبر دیتے ہیں کہ بے شک ہم نہایت ہی
بخشنے والے اور رحمت والے ہیں۔

(۱) یہ چوتھا سلسلۂ آیات تھا جو نمبر ۱۸۵ سے شروع ہے اس آیت پر ختم ہوا ہے۔

(۲) پہلے یہ بتلایا کہ جنت کے باغ اور نہریں متقین کے واسطے ہیں۔

(۳) پھر اُن کے داخلۂ جنت کا ذکر ہے۔

(۴) پھر اُن کی معاشرت اور آسایشِ جنت دکھلائی ہے۔

(۵) آخر میں خلودِ جنّت اور دارالسلام ہونا اُس کا ظاہر کیا ہے۔

(۶) اب اِس اتمام کی آیت میں تو خلاصہ ہی تمام سلسلہ کا بیان کر دیا کہ یہ میرا سلوک متقین بندون کے
ساتھ اور عطائے نعمات اِسی جہت سے ہے کہ میری ذات غفور اور رحیم ہے میں اپنے پیارے بندون پر بہت
مہربان ہون۔

(۷) اور آیت نمبر ۱۸۱ و آیت نمبر ۱۸۳ و آیت نمبر ۱۸۴ میں جو خصوصیت عبادی کی لکھی ہے وہ
یہان بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱۹ سورۂ حجر رکوع ۵

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ اب خداوندِ عالم اس سے پیشتر واقعۂ عذاب قوم لوط کی خبر دیکر ارشاد فرماتا ہے کہ اسے ہمارے پیغمبر تیری جان کی قسم وہ (لوط کی اُمت کے لوگ نزول عذاب کیوقت) اپنے نشوں میں مدہوش تھے۔

اس آیت میں خدا نے پیغمبر کی جان کی قسم کھائی ہے جس سے حضرت کی کمال محبوبیت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ مفسرین لکھ رہے ہیں۔

(۱) مگر ذرا صاحبانِ انصاف صداقت کی آنکھیں کھولکر دیکھیں کہ کیا وہ شخص اس فضیلت سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے جو بموجب نمبر ۳ سورۂ آل عمران آیۂ مباہلہ نفسِ پیغمبر ثابت ہو چکا ہے۔

(۲) بلکہ جان پیغمبر یا نفس پیغمبر کی قسم کھانا اس سے رسول کی فضیلت تو ثابت ہے ہی مگر یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ قسم صرف علیؑ کی کھائی ہے کیونکہ علیؑ کو جان رسولؐ قرآن میں خدا نے فرمایا۔

(۳) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں عمر بن عاص سے ایک طولانی روایت ہے وہ کہتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں نے مصاحبتاً آنحضرت صلعم سے دریافت کیا یا رسولؐ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ احب کون ہے تو آپ نے عائشہ کا نام لیا اُس کے بعد اُس کے باپ کو بتلایا۔ میں نے پھر ان کے بعد دریافت کیا تو اسی طرح حفصہ اور اُس کے باپ کا نام لیا تب میں نے کہا کہ علیؑ کہاں رہے اس پر آپنے متوجہ ہوکر حاضرین کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ دیکھو اس شخص کو کہ یہ میری جان سے سوال کرتا ہے ارے وہ تو میری جان ہے۔

(۴) اور اس آیت میں ولعمرک یعنی تیری جان کی قسم میں علی ابن ابی طالب کو جانِ رسولؐ تسلیم کرنا حدِ تواتر کو پہونچا ہوا ہے حتیٰ کہ شعرا نے بھی اسکو نظم کیا ہے چنانچہ ملا حسن کاشی منقبتِ ہفت بند میں لکھتے ہیں ؎

صاحب یوفون بالنذر آفتابِ اِنّما ؛ قرۃ العین لعمرک نازش روح الامین

جناب امیر کی مدح میں فرمایا کہ یا علیؑ تم آیہ یُوفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کے مالک ہو کیونکہ آپ کے ہی شان میں نازل ہوا ہے۔ آفتاب انما یعنی اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا

الذین کے منزل اور رموز تمہیں ہو اور اس آیت سے تم دلی امت مثل خدا رسول ایسے ظاہر ہوتے ہیں
جیسا آفتاب روشن قرۃ العین بعمرک یعنی آیۂ لعمرک میں خاص الخاص جان ہی تم ہو جس طرح آنکھ
کی پتلی کو خصوصیت ہے آنکھ سے اسی طرح رسول اللہ کی جان سے مخصوصیت آپکی پائی جاتی ہے۔
(۵) اسکی تائید ہوتی ہے ایک دوسری حدیث رسول اللہ سے آپ فرماتے ہیں علیٌ منّی بمنزلۃ راس من
جسدیؐ۔ علیؑ کی مثال مجھ سے ایسی ہے جیسی سر کو جسم سے نسبت ہے۔
(۶) اور حضرت علیؑ کا نزد خدا و رسول محبوب ترین خلق ہونا اُس کے لئے بے شمار روایتیں فریقین کے ہاں
موجود ہیں جن کو اگر علیحدہ لکھا جائے تو جلدیں کی جلدیں تیار ہو جائیں ؏

آیت نمبر ۱۹۱ سورۂ حجر رکوع ۵

اِنَّ فی ذالک لَاٰیٰت للمتوسّمین۔ خداوند تعالیٰ واقعۂ قوم لوط کا ذکر فرماتا ہے کہ البتہ اس میں کئی
نشانیاں ہیں اور صاحبانِ فراست ان سے سبق حاصل کرتے ہیں۔
(۱) اگر غور و عبرت کرنے والے صاحبان فکر وہ متوسم کون ہیں اُس کے متعلق یہ کہنا کافی ہے۔ کہ انتہائے
فراست ہی کا نام معرفت ہے اور تمام اہل معرفت کا راس و رئیس وہ ہے جو فرماتا ہے لو کشف الغطاء
ما ازددت یقیناً اگر تمام پردہ ہائے درمیانی اٹھائے جاویں تو بھی میرا یقین کچھ زیادہ نہ ہو جائیگا
اس کلام سے علو درجہ معرفت ظاہر ہے کہ صاحب اُس کا از راہ فراست و اثبات خدا بر بدون مشاہدہ
یقین رکھتا ہے جو بعد مشاہدہ حاصل ہو۔
(۲) اور یہ منصب جلیل فراست خاص اہل علم کا حصّہ ہے ان کا غیر اس سے بے نصیب ہے کہ جو علم نتوان
خدا را شناخت۔ دلیل بیّن ہے اسپر اور اہل علم سے کچھ پوشیدہ نہیں جن کے واسطے خداوند تعالیٰ نے
مَن عندہٗ علم الکتاب اور رسول اللہ فرماویں اَنا مدینۃ العلم علیٌّ بابھا۔
(۳) جبکہ علم ان کا کثیر اور معرفت ان کی کامل فراست ان کی گہری تو وہی متوسم ہیں اور جگہ جگہ قرآن
میں یہ صفت انکی مختلف الفاظ میں ظاہر ہے۔ آیت نمبر ۶۵ آل عمران میں ہے۔ یتفکرون فی خلق
السمٰوات بید الشیٔ سماوات میں فکر کرنے والے۔
اور ایک جگہ ہے قد فصلنا آیات لقوم یذکرون۔

(۵) دوسری جگہ ہے قد فصّلنا آیات لقوم یفقہونؑ۔

(۶) اور جگہ فرماتا ہے قد فصّلنا آیات لقوم یعلمونؑ۔

(۷) بنظر انصاف دیکھنا چاہیئے کہ یعلمون یہ ہیں یذکرون یہ ہیں یفقہون یہ ہیں اور یتفکرون یہ ہیں یہی تعریف تو فراست والون کی ہے اور یہی متوسمین کی ہے۔

(۸) اب تو صاف طور سے معلوم ہوگیا کہ اہلبیت رسولؐ اور آئمہ طاہرین سے زیادہ صاحب تفکر اور کون ہوسکتا ہے جنہون نے دوسرون کو فکر و غور کا رستہ دکھا دیا اور معرفت و حقایق میں ایسے ایسے گل بوٹے لگائے کہ عقل بشری ان کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی ہے۔

(۹) امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسولؐ خدا متوسم تھے حضرت کے بعد میں متوسم ہون اور میرے بعد آئمہ سب متوسم ہیں

آیت نمبر ۱۹۲ سورۂ حجر رکوع ۶

ولقد آتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم ہم نے تجھکو سات آیتیں اور قرآن بزرگ عطا کیا

(۱) اس آیت کی شان نزول عمدۃ البیان میں اس طرح مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ سات قافلے طرح طرح کا مال تجارت لیکر مدینہ میں فروکش ہوئے جس کو دیکھکر سب اصحاب متحیر ہوئے اور آنحضرت کے دل میں خیال آیا کہ میرے پیرو مسلمان فاقہ میں بسر کرتے ہیں اور کفار کو زمانے نے ایسا مالدار کیا ہے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اے رسولؐ ان سات قافلون کی کیا حقیقت ہے ہم نے تجھکو سات آیتون والا سورہ اور قرآن بزرگ عطا کیا ہے۔

(۲) اب دیکھیئے کہ اس سورۂ مبارک اور قرآن بزرگ کو نفس رسولؐ یعنی علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے کتنا تو حد حاصل ہے یہ ایک مشہور اور مقبول حدیث ہے کہ تفسیر اس سورہ کی دریافت کی تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس تمام تفسیر قرآن کی برابر سورۂ حمد کی تفسیر ہے اور تفسیر سورۂ حمد کے برابر بسم اللہ کی تفسیر ہے اور جس قدر بسم اللہ کی تفسیر و شرح ہے اُسی قدر بائے بسم اللہ کی اور بائے بسم اللہ کی برابر اس نقطہ کی شرح ہے جو بائے بسم اللہ کے نیچے ہے اور وہ نقطہ تحت الباء بسم اللہ میں ہون۔

(۳) اور پھر ارشاد کیا رسول اللہ نے کہ ای لوگو میری بابت یہ سورہ نازل ہوا ہے اور میری آئمہ اہلبیت کے لیے

سورہ نازل ہوا ہے اگرچہ اور لوگون کے واسطے عام ہے مگر اہلبیت کے لئے خاص ہے کیونکہ وہ دوست خدا کے ہیں ⁂

(۶) اِس سورہ میں جو ہے انعمت علیہم یہ اشارہ اُنہیں لوگون کی طرف ہے۔

(۷) اب اس سورہ کی عظمت معلوم ہوئی جس پر خداوند تعالیٰ فخر کرتا ہے۔ کہ ہم نے تجھکو ٧ آیت والا سورہ نازل کیا جو ایک نعمت ہے واسطے تیرے اور واسطے تمہاری اہلبیت کے جنکو فرمایا۔ انعمت علیہم۔

(۸) اسی سورہ میں ہے اھدنا الصراط المستقیم۔ جو ہمارے اِس مجموعہ میں سب سے پہلی آیت تفضیلت اہلبیت کو ظاہر کرتی ہے یعنی بخوبی وبیان ثابت کر دیا ہے کہ صراط مستقیم طریقہ محمدؐ و آل محمدؑ کا ہے۔

(۹) پس اور بھی زیادہ خصوصیت ظاہر ہوگئی اس سورہ کی ساتھ اہلبیت رسولؐ کے۔ گویا یہ سورت خدا نے کیا عنایت کی ذکر اہلبیت رسالت کا یاد کرایا ہے ⁂

(۱۰) ایک دفعہ حضرت ابن عباس سے عشا کے وقت سورہ حمد کی تفسیر بیان کرنے لگے۔ صبح کی اذان ہو گئی مگر تفسیر کا شمہ بھی بیان نہ ہوا تھا یہی کلام سبعًا من المثانی اور فرمایا رسول اللہ نے یہ سورہ میرے لئے اور میری اہلبیت کیلئے خاص نازل ہوا ہے اور ونکے لئے عام ہے ⁂

آیت نمبر ۱۹۳ سورہ حجر رکوع ۶

واخفض جناحك للمؤمنين۔ مومنین کے لئے اپنے بازوؤں کو بچھا دے (۱) تفسیر عمدۃ البیان میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ نرمی اور تواضع کے ساتھ مومنین سے پیش آ۔

(۲) مگر سوال یہ ہے کہ حضرت کی ذات والا صفات تو پہلے ہی خلق عظیم کا مخزن تھی پھر اس حکم کا کیا منشاء ہے فی الحقیقت اگر غور سے دیکھا جائے تو یہاں مومنین سے مراد خاص اہلبیت رسالت ہیں حضرت یون تو اپنے اہل بیت کو عزیز رکھتے ہی تھے مگر یہ تاکیدی حکم اِس لئے ہے کہ آپ عملی طریقہ سے مسلمانوں کو دکھا دیں اور نکتہ اُس میں یہ تھا کہ سب لوگون کو اہلبیت کے مدارج عالیہ کا علم ہو جاوے اور وہ اُن کی اطاعت پر آمادہ ہو جائیں۔

(۳) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے عملی طریقے سے بتا دیا کہ جس وقت جناب فاطمہؑ تشریف لاتی تھیں آپ مرقد تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ رسولؐ کا مرتبہ ان سے کم تھا مگر بات یہ ہے کہ مصلح قوم جب اپنی قوم سے تعمیل کسی فعل کی چاہتا ہے تو پہلے خود نمونہ بنکر دکھا

دکھا دیتا ہے

(۳) ایسا ہی حسنین علیہم السلام بچپن میں بحالتِ سجدہ پشتِ اقدس پر سوار ہو جاتے تھے اور آپؐ ستر بار سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہٖ قرأت فرماتے تھے۔

(۴) مگر بازو جھکائے رکھتے یا جناب امیر علیہ السلام کو اپنے کاندھے پر چڑھایا۔ بت شکنی کرائی کما قال الشاعر؎ علیؑ بر دوشِ احمدؐ چشم بد دور ؛ عیان شد معنیٔ نورٌ علیٰ نور ؛ یہ مطلب ہے واخفض جناحک للمؤمنین کا اس سے زیادہ بازو جھکانا کیا ہوگا ؛

آیت نمبر ۹۲ سورۂ حجر رکوع ۶

فوربک لنسئلنھم اجمعین تیرے پروردگار کی قسم ہم ان سب سے سوال کریں گے۔

(۱) تفسیر عمدۃ البیان میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آدمی سے اُس کی عمر کی بابت سوال کیا جائیگا کہ تو نے کس کام میں عمر فنا کی جوانی کو کس چیز میں کہنہ کیا مال کس طرح کمایا اور کس طرح خرچ کیا اور ہم اہلبیت کی دوستی کا سوال کیا جائے گا۔ کہ کتنی یا نہتی۔

(۲) سبحان اللہ قول امام کا کیسا جامع ہے یعنی ایک دوستی اہلبیت رسالت کے سوال سے انسان کے کفر و ایمان کا حال بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے بموجب ارشادِ رسولِ مقبول من مات علی حبِ آلِ محمدٍ مات مومنا ومن مات علی بغض آلِ محمدٍ مات کافرا

(۳) اور کیونکر نہ پوچھے پروردگار عالم اپنے حکم کی تعمیل سے وہ بڑا غیور ہے پوری پوری تعمیل اپنے حکم کی چاہتا ہے جبکہ ایک بار قُل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ قطعی حکم نازل ہو چکا اب ضرور دریافت کرنا اس کا ہے کہ کس نے تعمیل اسکی کی اور کس نے نکی اس کی بابت اس آیت میں اشارہ ہے لنسئلنھم اجمعین دریافت کریں گے ہم سب سے۔

(۴) اور ذرا شوکت اور جوش کلام پر بھی تو نظر کرنی چاہیئے کہ کلام سے اول قسم یاد فرمائی اور خداوند تعالے جس امر پر قسم کھائے وہ ادنے نہ ہوگا معلوم ہوا کہ ایک امر عظیم ہے خدا کے نزدیک عدم تعمیل اپنے حکم کی اس واسطے فرمایا کہ ہم سوال کریں گے سب سے۔

(۵) علاوہ ازیں اس اجمعین کے لفظ سے عظمتِ اس حکم کی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ایسا حکم ہے کل انسان

پر واجب ہے ورنہ دیگر احکام شرعی کا یہ حال نہیں نماز ہے مگر بیماری میں مجبوری ہے اور مسافر سے قصر ہے حج کے واسطے مستطیع ہونا چاہیئے ورنہ ضرورت نہیں زکوۃ کا اگر نصاب پورا نہیں تو چھٹی پائی جہاد تو امام کی غیبت میں لازم نہیں مگر یہ امر ایسا ہے کہ کوئی ہو کسی وقت کسی حالت میں اس سے معذور نہیں رہسکتا پھر ایسے امر میں سوال کیونکر نہ ہوگا ضرور ہو گا۔

(۶) اور ایک جگہ پر کیا موقوف ہے قرآن میں متعدد جگہ اس دریافت کا ذکر ہے جیسا کہ سورۂ صافات میں ہے وقفوھم انھم مسؤلون ٹھیراؤ ان سے پوچھا جائیگا وہ یہی پوچھنا تو ہے جس کا ذکر آیت میں ہے۔

(۷) بلکہ سورۂ تکاثر میں بھی ہے ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ پھر سوال کئے جائیں گے یہ نعمت سے اور وہ نعمت دوستئ اہلبیتؑ ہے جس کو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست آیات میں نمبر ۶ پر تفسیر کیا ہے عن جعفر ابن محمد فی ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم قال نحن من النعیم یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی نسبت فرمایا کہ ونعیم ہم ہیں۔

(۸) اور خداوند تعالی آیت نمبر ۱ سورۂ مائدہ میں خلافت علیؑ کو اپنی نعمت فرمایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اسی بنا پر امام نے فرمایا نحن من النعیم۔

(۹) علاوہ اس کے دو سند اور ہیں ایک اخبار امامیہ لکھنؤ کی فہرست آیات فضایل میں نمبر ۴ پر اور فہرست سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے نمبر ۳ پر اسی آیت کی تفسیر انہیں مطالب اور بیان کے موافق ہے من شاء یرجع الیہ۔

آیت نمبر ۱۹۵ سورۂ نحل رکوع ۴

وَقِیلَ لِلَّذِینَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّکُمْ قَالُوا خَیْرًا لِّلَّذِینَ أَحْسَنُوا فِی هَٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَیْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِینَ۔ متقین سے کہا گیا کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا انہوں نے کہا خیر نازل کی ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اس دنیا میں اچھے کام کئے انکو بھلائی ہے اور البتہ دار آخرت بہتر ہے اور پرہیزگاروں کا کیا اچھا گھر ہے

یہ سلسل تین آیات متقین کے شان میں ہیں اور متقی وہی ہیں جن کے پیشوا کا لقب امام المتقین ہے

جس کو پہلے ہم لکھ چکے ہیں آئت نمبر ۱ لاریب فیہ ھدی للمتقین ہیں۔
(۱) یہ چوتھا سلسلہ آیات متقین کی شان میں ہے جیسا کہ آیت نمبر ۱۰۵ انّ المتقین فی جنات
وعیون کا سلسلہ گذر گیا اور سلسلہ پر کیا حصر ہے مفرد آیات بھی کثرت سے متقین کے ذکر میں وارد
ہیں (۲) غرض یہ کہ اکثر جگہ بحث مذکور بالا سے ثبوت کو پہونچ گیا ہے از روئے قرآن و حدیث کہ متقین
کے ذکر سے گروہ علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کا اظہار منظور ہے وہی لوگ متقین ہیں جن کے
سردار کا لقب بھی امام المتقین ہے۔
(۳) اس لقب کی سند میں سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۲۰ پر کئی روائتیں درج ہیں
جیسا کہ کہا جابر بن عبد اللہ انصاری نے کہ میں نے سنا جناب سرورؐ عالم کو فرماتے تھے پروردگار عالم
نے مجھکو علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقین کا امام ہے۔
(۴) اور دوسری روایت انس بن مالک سے ہے کہ جناب سرورؐ کائنات نے علیؑ ابن ابیطالب کو
آتے دیکھکر فرمایا مرحبا بسید المسلمین و امام المتقین۔
(۵) علاوہ اس کے آیت نمبر ۲ ھدی للمتقین لاریب فیہ اور آیت نمبر ۲۴ اولئک الذین صدقوا
و اولئک ھم المتقون میں ایسا فیصلہ اس امر کا ہو گیا ہے کہ دوبارہ قلم اٹھانے کی ضرورت نہیں
ملاحظہ فرمالیں ان آیات کی تفسیر کو۔
(۶) اب دوسرے جملہ کیطرف رجوع کرنا چاہیئے قالوا خیر للذین احسنوا کہا خیر ہے اُن
لوگون کے لیئے جو احسان والے ہیں اصل میں یہ جواب اُن متقین کا ہے جنسے سوال ہوا تھا قیل للذین
اتقوا ماذا انزل ربکم یعنی متقین سے پوچھا گیا تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا جواب دیا
خیر ساتھ احسان کرنے والون کے یہ محاورہ کلام کرنے کا ہے مثلاً کوئی دریافت کرے کہ نواب کا
کیا حال ہے تو جواب دے گا کہ دولتمند وان کا حال بہتر ہے بہتر ہے گویا نواب اور دولت دونون
لفظ ایک ہی شخص کے واسطے استعمال ہوئے ہیں یہی صورت یہان ہے کہ متقین نے اپنے آپکو محسن کہا
اور خیر کی خبر دی وہی محسنین ہیں وہی متقین ہیں۔
(۷) کیونکہ محسن صاحب حسنہ کو کہتے ہیں اور عامل حسنہ وہی متقین لوگ ہوتے ہیں بس وہی متقین
ہیں اور وہی محسنین ہیں۔

اور یہی ظاہر ہوتا ہے ایک آیت سورۂ نحل سے کہ فرمایا خدا نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ یعنی خدا متقین کے ساتھ ہے اور یہی لوگ تو محسنین ہیں ثابت ہوا متقین اور محسنین ایک ہیں۔ اور متقین گروہ علیؑ ثابت ہو چکا تو محسنین بھی انہیں کا لقب ہے اور انہیں سے حالت دریافت ہوتی ہے اور انہیں نے جواب دیا کہ خیر ہے ہمارے واسطے خدا کی جانب سے اور یہی لوگ اس قابلیت کے ہیں کہ شر ان سے بہت دور ہے اور خیر ان کے واسطے موجود ہے۔

(۹) جیسا کہ سورۂ دہر میں فرمایا اہلبیتِ رسالتؐ سے خدا نے فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَقّٰھُمْ نَضْرَۃً وَّسُرُوْرًا۔ یعنی بچا لیا اللہ نے ان کو روزِ قیامت کے شر سے اور ملا دیا اُن کو خیر سے جو تازگی اور سرور ہے اس خیر کا اشارہ ہے آیت میں خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا۔ اور پھر اُس کی شرح آپ کرتا ہے خداوندِ تعالےٰ وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ۔

آیت نمبر ۱۹۶ سورۂ نحل رکوع ۴

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ لَھُمْ فِیْھَا مَا یَشَآءُوْنَ کَذٰلِکَ یَجْزِی اللّٰہُ الْمُتَّقِیْنَ۔ بہشت ہائے عدن ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اُن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان بہشتوں میں وہ جس چیز کے طالب ہوں گے اُن کے لئے مہیا ہو گی۔ اور ہم متقین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں (۱) یہ آیت اپنی ماسبق کے شامل اُسی سلسلہ میں ہے۔

(۲) اس مضمون کی بہت آیات پہلے گزر چکی ہیں اور یہ آیت بھی متقیوں سے متعلق ہے جن کی شناخت ظاہر ہو چکی (۳) اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جنات عدن خاص جگہ ہے اور وہ مخصوص واسطے اہلبیتِ رسالت کے ہے جن کو متقین فرمایا ہے۔

(۴) کتاب اخبار مصنفہ مرزا عبد النقی تبر لباش میں روایت نمبر ۱۹ میں ذکر ہے کہ عمر بن خطاب نے بسبب لاعلمی پوچھا کعب الاحبار سے عدن کیا ہے اُس نے توریت سے بیان کیا کہ عدن ایک قصر ہے جنت میں کہ اُس میں داخل نہیں ہو سکتا کوئی مگر تین شخص نبی یا صدیق یا شہید۔ اور یہ تینوں صفات خاندانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ میں موجود ہیں پس عدن مسکن اُن لوگوں کا ثابت ہوا

آیت نمبر ۱۹۷ سورۂ نحل رکوع ۴

الذین یتوفّٰہم الملائکۃ طیّبین یقولون سلامٌ علیکم ادخلوا الجنّۃ بما کنتم تعملون جن لوگون کی فرشتے جان لیتے ہیں اور وہ پاک ہیں تو اُن سے کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو اپنے اعمال خیر کی عوض جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ آیت بھی اُنہیں متقین سے متعلق ہے اور یہان ان کو طیبین فرمایا ہے اب اگر شیعیان علیؑ یعنی متقی اس سے مراد لئے جائیں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں اور اگر خاص وہ لوگ جو بحکم انما یرید اللہ الخ طیب وطاہر ہیں مراد ہون تو اور بھی اولیٰ ہے بہرحال اس لفظ سے اگر اہلبیت اطہار مراد لئے جائیں تو ہم پیروُن کے لئے عین فضیلت ہے کہ ہمارے آقا ایسے ہیں اور اگر ان کے غلام ان کے پیرو مراد ہون تو آقا کے فضائل پر پوری روشنی پڑتی ہے کہ اُن کے غلامون کے مرتبے ہیں ٭

آیت نمبر ۱۹۸ سورۂ نحل رکوع ۵

واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت بلیٰ وعدًا علیہ حقًّا ولٰکن اکثر النّاس لا یعلمون۔ وہ سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر گئے ہیں اُن کو خداوند عالم زندہ کر کے نہ اُٹھائے گا۔ بیشک خدا کا وعدہ سچا ہے (وہ ضرور موت کے بعد زندہ کرے گا) لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔

(۱) یہ آیت اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو زمانہ رجعت کے لئے کافی دلیل ہے جس کے مخالفین منکر ہیں اور خداوند عالم لفظ بلیٰ سے ان کی تردید فرماتا ہے چنانچہ تفسیر عمدۃ البیان میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت نے ابو بصیر راوی حدیث سے پوچھا کہ تو اس آیت کا مطلب کیا سمجھتا ہے اُس نے عرض کی کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قول مشرکین ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے سامنے قسم کھاتے تھے کہ خداوند تعالیٰ بعد مرنے کے کسی کو زندہ نہ کریگا۔ معصوم نے فرمایا کہ ان لوگون کے لئے ہلاکت ہے تو ان سے یہ تو پوچھ کہ مشرکین خدا کی قسم کھاتے تھے یا لات وعزیٰ کی۔ ابو بصیر نے عرض کی کہ آپ اس کی تفسیر سے مطلع فرمائیں۔

(۲) فرمایا اے ابو بصیر ہمارا قائم ظہور کریگا تو ایک جماعت کو خداوند تعالیٰ ہمارے شیعون میں سے

اُٹھائے گا کہ وہ تلواریں اپنی گردنوں میں لٹکائے ہوئے ہوں گے۔ اور جب یہ خبر ہمارے شیعوں کو پہونچیگی جو ابھی زندہ ہیں تو وہ خوشی ظاہر کریں گے کہ فلان شخص زندہ ہوا۔ اور فلان بھی نصرتِ امام کے لئے زندہ ہو گیا۔ اور یہ سب قائم علیہ السلام کے ہمراہ ہیں ان اخبار پر ہمارے مخالف ہرگز اعتبار نکریں گے اور کہیں گے اے شیعون کیوں جھوٹ بولتے ہو نہ کوئی زندہ ہوا نہ قیامت تک زندہ ہوگا۔ خداوند تعالےٰ نے ان کے قول کی تکذیب کرکے اسکی تردید فرمائی ہے اور انہیں جاہلوں میں شمار کیا ہے۔

(۳) اور اسکی تائید ہوتی ہے دو آیات سورۂ مومن سے جس کا مضمون یہ ہے کہ دوزخ میں جاکر منکران رجعت کہیں گے خدایا مارا تونے ہم کو دوبارا اور زندہ کیا ہم کو دوبار۔ اب اقرار کرتے ہیں ہم (زندہ ہونے رجعت کا) اب ہماری نجات کا کوئی رستہ بھی ہے۔

آیت نمبر ۱۹۹ سورۂ نحل رکوع ۵

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ۔ اور البتہ ہم ظاہر کردیں گے ہم انکے لئے جو اس (رجعت) میں اختلاف کرتے ہیں تاکہ منکرین کو علم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے یہ آیت بھی اپنے ماقبل سے متعلق ہے جس میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہم اس رجعت کو ظاہر کردیں گے جس کے لئے یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں انکار کر رہے ہیں اور اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم بالکل جھوٹے تھے۔

(۱) پھر آیت سورۂ مومن سے مقابلہ کرکے دیکھنا چاہیئے کہ اس جگہ تو خداوند تعالیٰ منکران رجعت کا ذکر کرتا ہے کہ وہ اپنے انکار پر اصرار کرتے ہیں قسمیں کھاتے ہیں کہ رجعت کوئی چیز نہیں بعد فوت کے کوئی زندہ نہیں ہوتا اور اس آیت نمبر ۱۹۹ میں ہے کہ ہم لوگوں پر ظاہر کردیں گے۔ اس بات کو اس طرح کہ وہ نادم ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم جھوٹے تھے اور آیت سورۂ مومن میں خبر ہے کہ بعد قیامت دوزخ میں جاکر وہ منکر لوگ نادم ہون گے یعنی حقیقت امر ظاہر ہو جائیگی تب وہ کہیں گے کہ خدایا تونے ہمکو مارا دو بار اول زندگی دنیا کے بعد اور دوبارہ زندگی رجعت کے بعد اور زندہ کیا دو بار اول ایام رجعت میں اور دوبارہ قیامت میں پس اب ہم اقرار کرتے ہیں زمانہ رجعت کا جو ہم پر گذر گیا اب بھی کوئی رستہ ہماری نجات کا ہے۔

(٢) عمدۃ البیان میں۔ تفسیر اس آیت میں تمام ذکر ہے اور ایسا ہی حاشیۂ قرآن مترجم مولوی عمار علی صاحب مطبوعہ مطبع یوسفی میں یہ تمام ذکر ہے جس سے زیادہ اور ثبوت کی ضرورت نہیں۔ ہاں تفسیر آیات مذکورہ سورۂ مومن دیکھنا چاہیئے۔ قالوا ربنا امتنا اثنتین الخ

آیت نمبر ۲۰ سورۂ نحل رکوع ٦

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ہو۔

(١) تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ اہل ذکر سے آئمہ معصومین علیہم السلام مراد ہیں کیونکہ قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا ایک نام ذکر بھی ہے جیسا کہ فرمایا ہے قد انزل الیکم ذکراً رسولاً۔ تو اب اہل ذکر کون ہوئے وہی اہل یعنی نائبان رسولؐ یا ذکر کے اہل۔

(٢) اور اگر ذکر سے مراد قرآن لیئے جائیں تو بھی یہی بزرگوار مالکِ قرآن ہیں جیسا کہ (٣) حدیث ثقلین سے ظاہر ہے کیونکہ علم قرآن جیسا ان کو میسر ہے دوسرے کو ہو نہیں سکتا اور انہیں عالمان قرآن کی نسبت فرمایا ہے ما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ بہرصورت انہیں کیطرف رجوع کرنا پڑے گا۔

(٤) اس مقام پر وہ اہل الذکر مراد ہیں جن کا ذکر آیت نمبر ٦٥ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعود میں ہے جو کھڑے اور بیٹھے ذکر خدا کرتے ہیں۔

(٥) اور آیت نمبر ١٧٤ الذین آمنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ جن بھی یہی بیان ہے ادن کا

(٦) جب بھی اہل بیت رسالت اور آئمہ معصومین کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

(٧) اور تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی اور کافی میں صاف تحریر ہے اور حضرت صادق علیہ السلام کا بھی یہی ارشاد ہے کہ ذکر سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور اہل ذکر سے مراد اہلبیت رسولؐ ہیں۔

(٨) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست آیات فضائل میں اس آئت کی تفسیر میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روائت ہے قال قال علی ابن ابی طالب نحن اھل الذکر

(٩) اور اسی روائت کو ثعلبی نے جو اکابر علمائے اہل سنت سے ہے اپنی تفسیر میں بطور سند کے لکھا ہے

آئت نمبر ۲۰۱ سورہ نحل رکوع ۱۰

ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو علیٰ صراطٍ مستقیم۔ کیا وہ گونگا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جو تکلم کی قدرت نہیں رکھتا جو اپنے مالک پر ایک مفت کا بوجھ ہے جہاں اس کو بھیجا جائے کبھی نیکی اور بھلائی نہ لائے گا، اور وہ شخص جو عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے صراط مستقیم پر قائم ہے کیا دونو برابر ہو سکتے ہیں۔

(۱) اس آئت میں بھی خدا نے اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ جاہل (جو بالکل گونگے کی مانند ہے) اور عالم کبھی برابر نہیں ہو سکتے جیسا کہ نمبر ۱۷۵ سورہ یونس میں بھی گذر چکا ہے (فمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی کیا ہدائت کرنیوالا طرف حق حقدار اتباع ہے یا بے ہدائت)

(۲) یہ امر ہم پہلے اچھی طرح بیان کر آئے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ نہ کوئی عالم اُمت محمدیؐ میں پایا جاتا ہے نہ یامر بالعدل۔ اور ایسا ہی قائم علی صراط مستقیم کا حال ہے۔

(۳) کیونکہ صراط مستقیم تو خود آپ کے راستے کا نام ہے ھذا صراط علی مستقیم جس شخص نے ایک سرسری نظر بھی آپ کی لائف پر ڈالی ہے اُسے اس دعوے کی تصدیق میں کوئی شبہ عارض نہیں ہو سکتا (۴) اور وہ یہ خوب جان لیگا کہ آپ کے مدمقابل نبکو جو لوگ مسند خلافت پر بیٹھے وہ بالکل گونگے کی مثال تھے۔

(۵) ذرا ذرا سے مسائل پر ان کو سکوت کرنا پڑتا تھا اور کبھی کسی معترض کا جواب شافی ان سے نہ دیا گیا (۶) پس یہ لوگ ضرور مثل گونگے کے تھے (۷) اور کتب سماوی کے کلام اکثر تمثال اور تشبیہ میں ادا ہوئے ہیں (۸) لہذا یہاں بے علم کو گونگے سے مثال دینا عین مناسب اور بامحاورہ ہے۔

آئت نمبر ۲۰۲ سورہ نحل رکوع ۱۱

یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا واکثرھم الکافرون وہ خدا کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور اکثر ان میں سے کافر ہیں۔

(۱) آیاتِ گذشتہ میں ہم بخوبی ثابت کر آئے ہیں کہ نعمتِ خدا جناب امیر و آئمہ طاہرین علیہم السلام

(۲) دیکھو آئت نمبر ۱۰ سورۂ مائدہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ آج میں نے کامل کیا تمہارا دین اور تمام کی نعمت اپنی۔

(۳) آئت نمبر ۲۰ واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم۔ یاد کرو نعمتِ خدا کو جو تمہارے واسطے عطا کی ہے

(۴) اسی نعمت کے منکرین کو اس آئت میں کافرون کا خطاب دیا گیا ہے۔

(۵) تفسیر عمدۃ البیان جلد دوم صفحہ ۳۰۳ پر اس آئت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت صادق علیہ السلام نے کہ جس نعمت کا اقرار کر کے پھر گئے وہ نعمت ہم ہیں۔

(۶) نیز آپ نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خم غدیر میں علیؑ کو مولائے مومنین مقرر کیا ہے تو سب نے قبول کر کے بیعت کی مبارکباد دی شعرا نے قصائد سنائے مگر چند روز بعد انکار کر کے حکمِ خدا اور رسوؐل کو بدل دیا۔

(۷) نیز آپ نے اپنے آبائے کرام سے روائت فرمائی کہ جب سائل کو جناب امیر علیہ السلام نے انگشتری عطا کی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے خلافتِ علیؑ کے واسطے دعا کی اور اجابتِ دعا کی سند میں انما ولیکم اللہ الخ نازل ہوئی تو اُس وقت آپ نے سب کو اُس کے معنی سمجھا دیئے اُس وقت سب کو معلوم ہو گیا کہ خلیفہ اور نائب رسوؐل جناب امیر علیہ السلام ہیں تو ایک جماعتِ اصحاب مسجد میں جمع ہوئی اور آپس میں کہنے لگے کہ تم اس آئت کے باب میں کیا کہتے ہو۔ اگر ان کا انکار کیا جاوے تو گویا تمام آیاتِ قرآن کا انکار کیا اور اگر ایمان لائیں تو ابنِ ابی طالب کا تسلط و غلبہ ہمارے لئے باعثِ ذلت ہے۔ پس تحقیق یہ ہے کہ محمدؐ صلعم اس بیان میں سچے ہیں لیکن ہم علیؑ کی اطاعت نہ کرینگے جس امر میں وہ ہم کو حکم دے گا۔ اُس وقت یہ آئت نازل ہوئی۔

(۸) اور منکرانِ خلافت جناب امیر علیہ السلام کو اکثر جگہ قرآن میں خدا نے کافر فرمایا ہے۔ جیسے کہ آئت نمبر ۸۴ سورۂ آل عمران میں ہے کیف یھدی اللّٰہ قوماً کفروا بعد ایمانہم۔ کیونکر ہدایت کرے اللہ ایسی قوم کو جو بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئی۔

(۹) اور آئت نمبر ۲۸ سورۂ ابراہیم میں ہے۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللّٰہ کفراً۔ کیا نہیں دیکھا ایسی قوم کو جنہوں نے بدل دیا نعمتِ خدا کو کفر کے ساتھ۔ بس انہیں لوگوں کا ذکر یہاں ہے کہ باوجود پہچان نعمتِ خدا کے منکر ہوتے ہیں اس آئت میں دو نو مثالیں موجود ہیں نعمت

خدا کی بھی اور کفر کی بھی۔

آئت نمبر ۲۰۳ سورۂ نحل رکوع ۱۲

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ۔ اور جس دن مبعوث کریں گے ہم ہر ایک اُمت میں اُس شخص کو جو ان میں سے ان پر گواہ ہو اور لائیں گے ہم تجھکو ان سب پر گواہ۔

(۱) دیکھنا اس آئت میں یہ ہے کہ وہ شخص جس کی گواہی عند اللہ مقبول ہو اُس کے لیے عصمت ضروری ہے (۲) لہذا کل اسلام کے کل فرقون کے افعال پر گواہی آئمہ معصومین علیہم السلام دینگے اور اُن پر گواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ہون گے۔

(۳) کیونکہ اس امر کی تصدیق ہو چکی ہے آئت نمبر ۲۷۴ سورۂ توبہ میں قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ۔ کہدو عمل کئے جاؤ تم عنقریب تمہارے عمل اللہ اور رسول اسکا اور مومنین دیکھلیں گے یہ اعمال اُمت کے دیکھنے والے مثل خدا و رسول کے افضل المومنین اہلبیت رسول ہیں اور تفسیر آئت نمبر ۱۴ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے ہم نے تم کو اُمت اہلبیت وسطی بنایا تاکہ تم آدمیون پر گواہ بنو اور رسول تمہارا اوپر گواہی دیں

(۴) جیسا کہ تفسیر عمدۃ البیان میں مرقوم ہہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ مراد اس سے تیرہ آدمی ہیں ایک میں ایک میرا بھائی علیؑ اور گیارہ میرے فرزند۔

(۵) نیز امام محمد باقر علیہ السلام سے روائت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ تو ہم پر گواہ ہون گے جو کچھ کہ ہم کو پہونچایا ہے خدا کی طرف سے اور ہم سب آدمیون پر گواہ ہون گے۔ کہ کس نے ہماری تصدیق کی اور کس نے جھٹلایا۔

(۶) اس آئت کے آگے جو ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شيء الخ ہے۔ اس سے اس دعویٰی کی تصدیق ہوتی ہے یعنی قرآن جو ہر ایک چیز کے بیان پر حاوی ہے اُس میں ان تمام گواہون کا ذکر بھی موجود ہے۔

(۷) جیسا کہ آئت نمبر ۱۴ سورۂ بقر میں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا کی بحث میں بیان ہو چکا ہے

(۸) ایسا ہی مضمون آیات سورۂ حج میں ہے لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى

النَّاسِ۔ تاکہ رسولؐ تو تمہارے اوپر گواہی دیں اور تم لوگوں پر۔

آئت نمبر ۲۰۴ سورۂ نحل رکوع ۱۳

۱۲/۱۴ ۲۱۳

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ بیشک خداوندِ عالم عدل و احسان اور صاحبانِ قرابت کے ساتھ سلوک کرنیکا حکم فرماتا ہے منکرات اور فواحش اور بغاوت سے منع فرماتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے شاید تم یاد رکھو گے۔

(۱) اگر نظرِ غائر سے دیکھا جائے تو قرآن دو باتوں پر شامل ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اس آئت میں دکھا دیا گیا ہے کہ وہ امر معروف کیا چیز ہے۔ عدل۔ احسان۔ قرابت کے ساتھ سلوک کرنا۔

(۲) اب دیکھنا چاہیئے کہ عدل و احسان سے کیا مراد لیا ہو مفسرین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عدل سے مراد توحید اور احسان سے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ ہیں۔

(۳) اور یہ بھی ایک روائت میں آیا ہے کہ عدل سے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مراد ہے اور احسان سے حضرت امیرؑ۔ بہرحال یہ اختلاف ہمارے منافی نہیں مطلب ایک ہی ہے۔

(۴) اور حقیقۃً اگر غور سے دیکھا جائے تو اسلام کی بُنیا دیہی چیزیں ہیں

(۵) احسان سے ذاتِ اقدس مراد لینا صاف ظاہر ہے کہ آپ سے بڑھکر محسن کون ہوگا۔ جو خلقتِ زمین و آسمان کے بلعث ہوئے جہالت سے لوگوں کو روشنئ ہدائت کی طرف لائے۔ شفیع روزِ محشر ہوئے۔

(۶) اب تیسرا امر ہے ایتاء ذی القربٰی۔ یہ ذی القربٰی وہی ہیں جن کا ذکر سورۂ انفال میں گذر چکا ہے وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی۔

(۷) جن کی مودت قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ کے حکم سے تمام امت پر واجب ہو گئی۔

(۸) اس آئت سے المختصر یہ معلوم ہو گیا کہ امر معروف توحید۔ رسالت و امامت ہے۔

(۹) اور اگر اضداد کی الفاظ اس کے غور سے دیکھے جائیں تو ضدین کی شان ایسی صاف معلوم ہو جائیگی جو بالکل مخالف الفاظ یا مردوں کے ہوگی یعنی خدا کی ذات میں شرک کرنا خلاف عدل ہے یا رسُول اللہ

کے خلاف ہونا عین انکارِ اسلام ہے اور انکار کرنے والا احسانات رسُول اللہ کا صاف منکر ہے ایسے ہی سردار ذالقربیٰ کی مخالفت بغاوت ہے جو ایک زقہ سے عمل میں آئی بعد بعیت غدیر خم کے۔

(۱۰) اور مولوی اعجاز حسین صاحب نے اس آئت کو نطن خلافت میں پیش کیا ہے۔

آئت نمبر ۲۰۵۔ سورہ نحل رکوع ۱۳

واوفوا بعہد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ما تفعلون۔ عہد خدا کو وفا کرو جب تم نے عہد کر لیا ہے اور استحکام قسم کے بعد قسم کو نہ توڑو بے شک تم نے اللہ کو اپنا ضامن بنا لیا ہے۔ اور اللہ تمہارے افعال سے خوب واقف ہے۔

(۱) یہ آیت آیۂ ماقبل کی تاکید میں وارد ہوئی ہے کہ جب تم نے اقرار توحید رسالت وامامت کر لیا ہے تو اُس کو پورا کرو الخ

(۲) تفسیر آیۂ بلّغ ما انزل جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں اُس کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ اُمت نے موقعہ خم غدیر کیسا عہد و میثاق کیا تھا اور پھر کس آسانی کے ساتھ اُسے توڑ ڈالا۔

(۳) اور اس آئت کی ایسی صریح مخالفت کی جس کی نظیر نہیں ملتی خدا کو ضامن دیا۔ گواہ کیا جیسا کہ وقد جعلتم الخ سے ظاہر ہے کہ اور واقعات بھی اس کی شہادت دے رہے ہیں مگر پھر کچھ نہیں خیال کرتے مخالفین لوگ۔

(۴) اسی لئے ارشادِ باری ہوا ہے اِنَّ اللہ یعلم ما تفعلون۔ کہ جو کچھ تم کرتے ہو یا کروگے اُس کو اللہ خوب جانتا ہے مگر تمہیں مزید اتمام حجّت کی غرض سے سمجھا دیا جاتا ہے کہ جو کچھ عہد خدا سے کر چکے اُسے پورا کرنا اُس کے توڑنے کے درپے نہ ہونا۔

(۵) جو کچھ تاکید عہد خلافت جناب امیر علیہ السلام واوفوا بعہد اللہ سے ظاہر ہے اسیطرح موقعہ خم غدیر پر بعیت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے تاکید فرمائی تھی۔

(۶) یعنی ایک فقرہ خطبہ کا یہی ہے۔ کہ اے گروہ مردم میں تم سے علیؑ کے واسطے بعیت لیتا ہوں اللہ عزوجل کیجانب سے فقرہ دوسرا ہے جو شخص توڑ دیگا اس کو بس سوائے اس کے نہیں کہ توڑے گا اپنے نفس پر۔ اور یہ ارشاد رسُول کا ترجمہ ہے آئت سورۂ فتح کا فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ

کا یعنی یہ آئت تلاوت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے۔
(۷) پس صاف معلوم ہو گیا کہ جو کچھ تاکید اس آئت میں ہے۔ ولا تنقضوا ایمان بعد توکیدھا اسکی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ فرماتے ہیں فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ۔
(۸) علاوہ اس کے اوپر آئت نمبر ۷ سورہ مائدہ یا ایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود میں ہم بخوبی دکھلا آئے ہیں کہ یہ وفائے عہد خلافت جناب امیر علیہ السلام ہے جس کو آئت نمبر ۱۸۱ اور نمبر ۱۹۰ میں نعمت خدا کی فرمایا ہے اور جس کو آئت نمبر ۲۰۲ یعرفون نعمۃ اللہ میں سنداً پیش کیا ہے۔
(۹) پس یہ نعمت جس کو حاصل ہوئی اُسی کو اسکی قدر کرنی چاہیئے۔ اور اس نعمت کو ضائع نہ کرو اس آئت کی تفسیر میں روائت ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ آئت اُس وقت نازل ہوئی ہے جس وقت خلافت جناب امیر علیہ السلام کا حکم نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے حکم دیا سب کو کہ تم علیؑ کو سلام کرو۔ بہ امارت مومنین یعنی اس طرح کہو سلام علیک یا امیر المومنین (۱۰) یہ ہے عہد خلافت جناب امیر علیہ السلام جس کی وفا کی تاکید فرماتا ہے خداوند تعالےٰ کیونکہ اس آئت کے بعد دوسری آئت میں فرماتا ہے کہ تم مانند اُس عورت کے نہ بن جانا کہ تمام دن کا اپنا کاتا ہوا سوت شام کو توڑ کر ریزہ ریزہ کردے یعنی اسلام لائے خدا کا یقین کیا رسول پر ایمان لائے اب خلافت کا اقرار کر لیا رسولؐ کے روبرو گویا اپنے دین کا کام پورا کر لیا۔ جیسا عورت نے سوت تیار کر لیا تھا اب اس عہد خلافت کو پورا اگر نہیں ایمان کو چھوڑ دینا۔ ایسا ہے جیسا کہ تمام کاتا ہوا سوت توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

آئت نمبر ۲۰۶ سورۂ نحل رکوع ۱۳

ولیجزین الذین صبروا اجرھم باحسن ما کانوا یعملون۔ جن لوگوں نے صبر کیا ہے ہم انہیں اُن کے اعمال کا عمدہ اجر دیں گے۔
(۱) بے شک جبکہ خداوند عالم ایک ایک نیکی کے لئے دس دس گنا بلکہ ستر ستر گنا ثواب عطا فرماتا ہے تو صبر تو ایک ایسا جوہر ہے جس پر کاربند ہونا خاص اُس شخص کا کام ہے جس کا ایمان مکمل اور انتہائی مرتبۂ انقیادیت پر پہونچا ہوا ہو۔

(۲) واقعات شہادت کے لئے موجود ہیں کہ اہلبیت رسولؐ سے بڑھکر کسی فرد بشر کا صبر نہیں ہوسکتا نہ نبی کا نہ وصی کا غضب خلافت غضب فدک۔ احراق مکان اور ان سب سے بڑھکر واقعۂ کربلا جہان درپئہ دار رسولؐ نے دکھادیا کہ خدا کی راہ میں صبر یون کیا کرتے ہیں جس کے صلے میں خداوند عالم فرماتا ہے (۳) یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک الخ اور والصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ کی بحث میں ہم اُن صابرین کی شان دکھا آئے ہیں جسکا مخالف و معاند سب کو اقرار ہے یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ عہد رسولؐ میں جو جہاد واقع ہوئے انہیں سوائے جناب امیرؑ کے کسی کو ثابت قدم اور جہاد کی سختی پر صبر کرنے والا نہیں دیکھا گیا واقعۂ اُحد اُس کا گواہ ہے۔

(۴) علاوہ ازیں بکثرت آیات مخاطب بہ صابرین جو نازل ہوئے ہیں اُن کا مقصود اصلی یہی اہلبیت رسالت ہیں جیسے کہ آیت نمبر۱۲ سورۂ بقر وبشّر الصّٰبرین اذا اصابتکم مصیبۃ قالوا اِنّا للّٰہ واِنّا الیہ راجعون کا خاص جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہونا ثابت ہوچکا ہے۔

(۵) نیز آیت نمبر۱۷ا سورۂ رعد الذین صبروا ابتغاء وجہ اور آیت نمبر۲۳ ۱۷ اسلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار کی تفسیر دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ دونو آیتیں اہلبیت رسولؐ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

(۶) اور کتاب عمدۃ البیان میں اس آئت کی تفسیر میں روائت بیان کی ہے کہ یہ آئت اُن لوگوں کی شان میں ہے جنھوں نے آزار پائے اور ایذائیں اُٹھائیں اعداء دین کے ہاتھ سے بباعث دوستی اور محبّت اہلبیت کے مگر سلسلۂ متابعتِ اہلبیت ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

(۷) تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے وہ متمسکان حبل اللہ ظاہر ہوتے ہیں مثل حجر بن عدی اور میثم تمار اور قنبر مولائے امیر المومنین وغیرہ وغیرہ۔ کہ اپنی جانیں دیدیں مگر دوستی جناب امیر علیہ السلام کی نہ چھوڑی۔

(۸) اس آئت کے اوپر ارشاد ہے کہ عہد خدا کو ادنیٰ قیمت پر نہ فروخت کرو خدا کے پاس بہتر ہے اس تمہاری قیمت سے یہاں وہی طریقہ جاری ہے قاعدہ نمبر ۷ مقدمہ کتاب کا کہ اوّل ذکر بدترین کا ہے بعد میں ذکر بہترین کا۔

(۹) اب غرض آئت زیر بحث بخوبی معلوم ہوگئی یعنی آئت نمبر ۲۰۵ میں تو فرمایا عہد خدا پر وفا

کردا اور پھر تاکید کی کہ عہد خدا کو ادنے قیمت پر نہ بیچو اور اگر بیچ ڈالا تو یاد رکھو کہ محروم رہے فایدہ آخرت سے جو بہت زیادہ ہے نا یدہ دُنیوی سے یہ مفہوم ہے آیاتِ ماسبق کا کہ نزدیک خدا کے زیادہ ہے بدلا اور وہ بدلا ظاہر کیا آئت زیر بحث میں لیجزینّ الذین صبروا اور والذین صبروا بذریعہ نقرہائے بالا اور اِس آئت کے معلوم ہو گئے اہلبیت ہیں ؛

آئت نمبر ۲۰۷ سورہ نحل رکوع ۱۳

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ جو کوئی اعمال نیک بجالائے عورت ہو یا مرد اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اُسکو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور اُس کے اعمال سے بڑھکر اُسے اجر دیں گے۔

(۱) یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اور اہلبیتِ رسُول سے بڑھکر کوئی شخص اعمال اچھا کرنے میں حصہ نہیں لے سکا۔ اس گھرانے کے چھوٹے بڑے مرد عورت سب اس میں برابر سرگرم نظر آتے ہیں حتیٰ کہ جناب امیر علیہ السلام کا لقب خداوند تعالیٰ کیجانب سے صالح المومنین قرار پایا۔

(۲) اب رہی شرط ایمان کہ وہ نیک عمل کرنیوالا مومن بھی ہو۔ اس مومن کی قید سے غیر مومن نکل گئے غیر مومنین سے اگر کوئی نیکی بھی ظاہر ہو گئی تو اُس کا اجر کچھ نہیں مل سکتا جیسا کہ اس آئت سے ملتا ہے تو حضرت سے بڑھکر کون مومن ہو سکتا ہے۔

(۳) بلکہ یہ مومن تو ایسا مومن ہے جس کی حقانیت اور صداقت کے اقرار پر تکمیل ایمان موقوف ہے۔

(۴) بیشک یہی بزرگوار پاکیزہ زندگی کے مالک ہیں جنہیں خداوند عالم نے بفحوائے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ ہر قسم کے رجس ظاہری اور باطنی سے پاک کر دیا ہے۔

(۵) اس آئت میں دو صفات ہیں عمل صالح اور ایمان بس ان صفات میں کامل اور اکمل تو آئت نمبر ۱۱۱ سورہ ابراہیم تک چھ بار اہلبیتِ رسالت ہی بدلیل و براہین ثابت ہو چکی ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں یہاں تلاش کی ضرورت نہیں

(۶) علاوہ اس کے یہ آئت تو اپنے ماقبل آئت کی خبر اور تفصیل ہے یعنی جزا پانے والے کچھ مردوں پر موقوف نہیں نیت خالص اور ایمان کامل ہو خواہ عورت ہو خواہ مرد۔ باقی یہ آئت اپنی ماقبل کے حکم میں ہے

۱۲
۲۲۲

آئت نمبر ۲۰۸ سورہ نحل رکوع ۱۳

اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ اس آئت سے پہلے یہ ذکر ہے۔ کہ جب تو قرآن پڑھا کرے تو شیطان مردود سے خدا کے ساتھ پناہ مانگ۔ پھر آیۂ زیر بحث میں فرمایا ہے کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں اُن پر شیطان کو غلبہ نہیں ہو سکتا اور آئت نمبر ۲۰۴ سورۂ حجر اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ میں ہم اس امر کو اچھی طرح بیان کر آئے ہیں کہ وہ کون بزرگوار ہیں جو شیطان سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ وہ اہل بیتِ رسالت و آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں اللّٰھم صلِّ علٰی محمّدٍ و آلِ محمّد۔ دیکھو تفسیر آیات نمبر ۱۴۳ و نمبر ۱۵۳ و نمبر ۱۸۲۔

۱۲
۲۲۸

آئت نمبر ۲۰۹ سورہ نحل رکوع ۱۶

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ اللہ پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے (۱) آئت نمبر ۱۹۵ کی تفسیر میں ان متقین اور محسنین کی نسبت پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ کون بزرگ ہیں (۲) آئت نمبر ۲۰۴ میں ابھی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ احسان نبوت و امامت ہے۔

(۳) ان دونوں صفات میں متصف اہلبیتِ رسول ہیں بلکہ یہ تو ایسے مجمع صفات لوگ ہیں کہ قرآن میں مخلصین صالحین صابرین عابدین ساجدین مجتبین چند در چند القاب سے ان کا ذکر کیا ہے۔

(۴) اس سے زیادہ واضح طور سے سورۂ مائدہ میں درمیان آئت ۹۲ و ۹۳ کے ہے آمنوا و عملوا الصلحٰت ثم اتقوا و آمنوا ثم اتقوا و احسنوا واللّٰہ یحب المحسنین۔ یعنی مومن صالح لوگوں نے تقوا کیا اور ایمان لائے اور پھر پرہیزگاری کی اور پھر احسان کیا۔ اور اللہ دوست رکھتا ہے محسنین کو

(۵) ظاہر ہے کہ صفت آمنوا و عملوا الصالحات تو جیسا کہ قاعدہ نمبر ۴ مقدمۂ کتاب مخصوص واسطے اہلبیتِ رسالت ہو کر برابر نمبر ۸ اور نمبر ۱۲ میں اس کی تائید دکھلاتے ہوئے نمبر ۱۷۵ تک ۵ جگہ اس کے مصداق اہلبیتِ رسول کو دکھلا دیا ہے۔

(۶) پس اُنہیں کا ذکر فرماتا ہے خداوندِ تعالیٰ کہ وہ پرہیزگاری کرتے ہیں اور وہی احسان کرتے ہیں
(۷) پس یہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ ان دو توصفت کے موصوف اہلبیتِ رسالت ہیں۔
(۸) جس طرح اس آئت سورۂ مایدہ میں فرمایا اللّٰہ یُحِبُّ المُحسِنِینَ۔ اسیطرح آئت زیرِ بحث میں ہے
اِنَّ اللّٰہ معہ الذینَ اتَّقَوْا والذینَ ھُم مُحسِنُونَ۔ محبت کرنا اور ساتھ ہونا ایک ہی ہے۔ اہلبیت
کو دوست رکھتا ہے خدا یا اہلبیت کے ساتھ ہے۔ خدا ایک بات ہے۔

آئت نمبر ۲۱۰ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۱

سُبحانَ الَّذِیٓ اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلاً مِنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَی الَّذِی بَارَکنَا
حَولَہٗ لِنُرِیَہٗ مِن آیَاتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیعُ العَلِیم۔ پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو مسجدِ
حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک رات کے وقت لے گیا۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے گرد و نواح کو ہم نے برکت
عطا کی ہے اور اس لئے لیگیا کہ ہم اے رسُول اپنی نشانیوں کو دکھائیں بے شک وہ خداوندِ عالم
سمیع و بصیر ہے۔
(۱) یہ آئت معراج کے متعلق ہے اور اس سے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی کمال فضیلت
ثابت ہو رہی ہے۔
(۲) مگر ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ کونسی نشانی تھی جس کے دکھانے کے لئے حضرت کو آسمان پر بلایا
گیا بہشت و دوزخ حور و قصور تسنیم و کوثر۔ فرشتے و انبیا جو جو حضرت نے معراج میں دیکھے یوں تو
یہ سب آیات الہی ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس جگہ کونسی نشانی مقصود ہے۔
(۳) تفسیر عمدۃُ البیان میں بہ سند کتاب امالی بروائت ابن عباس لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ نے فرمایا کہ جس وقت میں مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر پہنچا تو اوّل کلام جو خداوندِ تعالیٰ نے مجھ
سے کیا یہ تھا۔ یا محمدؐ انظر تحتک اے محمدؐ نیچے کی جانب نظر کر وجب میں نے نظر کی تو دیکھا
کہ تمام حجاب اُٹھ گئے ہیں دروازہ ہائے آسمان کشادہ ہیں علیؑ کو دیکھا کہ وہ اپنے بستر پر سے سر اُٹھا
کر مجھ کو دیکھ رہا ہے۔
(۴) پھر صاحبِ کتاب شیر و برنج کھانے اور شیر کے منہ میں انگشتری دینے کی روائت کو ضعیف لکھکر

فرماتے ہیں کہ جو کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ آسمانوں پر دیکھتے تھے یا کرتے تھے وہ سب علیؑ زمین سے اُسی طرح دیکھتے تھے۔

(۵) پھر ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا یا حضرت خدا نے کیا کلام کیا تھا تو فرمایا یہ ارشاد ہوا تھا کہ اے محمدؐ میں نے علیؑ کو تیرا وصی کیا۔ تیرا وزیر اور خلیفہ گردانا۔ تو اُس کو خبر کر وہ تیرے کلام کو سُنتا ہے پس میں نے علیؑ کو خبر کی جس وقت کہ میں آسمان پر اپنے پروردگار کے سامنے تھا۔ اور علیؑ زمین پر اپنے گھر میں۔

(۶) جب میں نے حسب ارشادِ خداوندی یہ کلام کیا تو علیؑ نے جواب دیا کہ یا رسولؐ اللہ میں نے قبول کیا اور خداوندِ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کی۔ پھر خداوندِ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ علیؑ کو سلام کریں جس وقت اُنہوں نے آسمان پر سے علیؑ کو سلام کیا تو علیؑ نے زمین پر سے جواب سلام دیا۔ اور فرشتے آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ اور حاملانِ عرش نیچے کو سر جھکائے علیؑ کے چہرۂ انور کی زیارت کر رہے تھے۔

(۷) پھر لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میں معراج سے واپس آیا تو ارادہ کیا کہ جو کچھ دیکھا اور سُنا ہے علیؑ سے بیان کردوں لیکن علیؑ نے سبقت کی اور سب ماجرا مجھ سے بیان کردیا اُس وقت میں نے جانا۔ کہ وہ تمام مقامات خدا نے علیؑ کو دکھائے ہیں۔

اس مندرجۂ بالا تحریر سے ہر صاحب ایمان نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ سب سے بزرگ خدا کی نشانی جو حضرت نے معراج میں دیکھی یہی تھی جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

(۸) اور اس کی تصدیق ہوتی ہے آیات سورۂ صٓ سے کہ فرمایا خدا نے قل ھو نبؤ عظیم۔ انتم عنہ معرضون۔ کہدو وہی بڑی نشانی ہے جسؔ سے تم لوگ منہ پھیرتے ہو۔

(۹) اور یہ بالکل مطابق ہے آیت سورۂ انبیاء سے کہ خداوندِ تعالےٰ فرماتا ہے۔ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ مُخْتَلِفُوْنَ۔ کیا سوال کرتے ہیں اُس بڑی خبر سے جس کے اندر اختلاف کیا ہے اُس کی تفسیر میں صاف قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ خدا کی نشانیوں میں مجھ سے بڑی کوئی نشانی نہیں ہے۔

(۱۰) اور یہی سورۂ النجم میں ہے اُس معراج کی بابت لقد رایٰ من آیات ربہ الکبریٰ بے شک خدا کی سب سے بڑی نشانی کو دیکھا ہو

۱۵/۲۵۲

آئت نمبر ۱۳۱ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۲

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ اور جس نے آخرت کی خواہش کی اُس نے کوشش ایسی کی جیسا حق کوشش کا ہے اور وہ مومن بھی ہے پس یہ لوگ ہیں کہ سعی انکی مشکور ہے۔

(۱) یہ آیت صاف صاف اہلبیتِ رسالت کے اوصاف ظاہر کر رہی ہے کیونکہ تمام طالبان دُنیا کے انبوہ کثیر میں طالبانِ آخرت صرف اہلبیتِ رسوؐل مشاہدہ میں آچکے ہیں۔

(۲) اور محک امتحان جسدِ اطہرِ مبارک بے روح جناب سید کونین تھا جس کی مفارقت پسند کر کے اہل دُنیا کو سقیفۂ بنی ساعدہ کیطرف کھینچ لیگئی وہ خواہش دُنیا کی تھی۔ جیسا کہ قول مولانا روم کا ہے۔

چوں صحابہ جاہ دُنیا خواستند ؎ مصطفٰی را بے کفن بگذاشتند

(۳) اور خواہانِ آخرت دیکھو کہ اُسی خدا کے رسوؐل اور طیّب و طاہر میت کے گرد و گرد کون کون ہیں ایک رونے والی بیٹی اور دو کم سن تڑپتے ہوئے بچّے اور ایک مصیبت زدہ بھائی کہو داماد کہو خدا کا خوف کرنے والا وفادار کہو۔ چند قریبی رشتہ دار ان کو لئے ہوئے تجہیز و تکفین میں مشغول ہیں۔ فلکِ مصیبت جس پر ٹوٹ پڑا ہے حقوق لُٹ رہے ہیں مگر اُنہیں کس نے رفاقتِ جسدِ اطہر پر مجبور کیا وہی طلب آخرت ہی تو ہے

(۴) بہت روشن حروف میں حدیثِ رسوؐل ہے کہ فرمایا آپ نے اے علیؑ میرے بعد جب یہ گروہ ناحق پر اتفاق کر کے دنیا کو اختیار کریگا تو تم کیا کرو گے۔ امامِ برحق نے جواب دیا میں آخرت کو اختیار کروں گا ناظرین کو طالبِ آخرت دکھائی دیگئے۔

(۵) علاوہ اس کے تمام قرآن میں صدہا آیت ان آخرت والونکو ظاہر کر رہی ہے۔ صرف شروع ۳ سے آیات میں دکھاتا ہوں آیت نمبر ۴ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ آئت نمبر ۲۴ بقر اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرَةِ اور آیت نمبر ۵ آل عمران يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرَةِ۔ یہ سب بہ شان جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۶) یہاں ان کی سعی کا ذکر ہے اور ان کی سعی بحق سعی ہے جیسی طلب آخرت بھی ثابت ہو گی۔

اور اس پر ایمان دار ہونا سونے میں سُہاگے کا اثر ثابت کرتا ہے۔ اور وہ ایمان والا اول الایمان جس کو فرمایا رسولؐ نے یا علیؑ انت اوّلَ المومنین ایمانًا اور کامل الایمان جس کو فرمایا رسولؐ نے برز الایمان کل الی کفر کل۔ وہ امیر المومنینؑ ہیں جس کی طرف رجوع کرنے سے ایمان کامل ہو جاتا ہے وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

(۸) پس ان کی کوشش کو خدا نے فرمایا اولئک کانَ سعیکم مشکورا۔ کس واسطے کہ اراد الآخرۃ یہی ان کا سچا اور پورا ثابت ہوا۔ اور ایمان بھی ان کا کامل اور افضل ثابت ہے یہی موصوف سعیہم مشکورا کے ہیں۔

(۹) اور یہ الفاظ ان کے لئے سورۂ دہر میں بھی وارد ہو چکی ہیں جو تمام سورۂ باتفاق مفسرین اہلبیت رسولؐ کے واسطے نازل ہوا ہے۔ اُس میں ہے اِنَّ ھذا کانَ جزاءً وکانَ سعیکم مشکورا یہ ہے جزاء عمل تمہارے اور یہ ہے سعی تمہاری مشکور۔ پس بہ تحقیق یہ آیت بشانِ اہل بیتؑ رسالت ۹ دلیل سے ثابت ہوئے ⁂

آیت نمبر ۲۱۲ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۳

وَآتِ ذَا القُربٰی حَقَّہٗ وَالمِسکِینَ وَابنَ السَّبِیلِ وَلَا تُبَذِّر تَبذِیرًا۔ اور ذی القربیٰ اور مسکین و مسافر کو اُس کا حق دیدے۔ اور ہرگز بے جا خرچ نکرو۔

(۱) یہ آیت مال فی کے ذکر میں ہے کئی جگہ ہم اس کو بیان کر چکے ہیں کہ جب یہود بنی قریظہ اور یہود ان خیبر تباہ اور نابود ہو چکے اور رعبِ اسلام کا بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ایک مہینے کی راہ تک پہونچ گیا اُس وقت اُس علاقے کے یہود نے خود درخواست کی کہ ہماری کل جائداد زرعی سرورنجی کا نصف حصّہ بانیٔ اسلام قبول کریں اور باقی کو ہمارے واسطے چھوڑ دیں۔ اور پھر ہم سے کسی طرح کا تعرّض نکریں۔ یہ شرائط منظور رسولؐ ہوئے اور کل جائداد کا نصف تقسیم کر کے حوالۂ رسولؐ کر دیا نہ کوئی جنگ ہوئی اور نہ کوئی فوج کشی ہوئی۔ صرف علیؑ کی تلوار کا رعب ایسا غالب ہوا کہ برضامندی علاقۂ فدک قبضۂ رسولؐ میں آگیا۔

(۲) اسی طرح مروی ہے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب علاقۂ فدک بغیر

لڑائی کے قبضۂ رسول میں آیا تو اس میں حق سِپاہ مطلق نہ تھا۔

(۳) جس کا ذکر سورۂ حشر ۲۸ ویں پارے میں خدا نے یون فرمایا ہے کہ اس کی فتح میں نہ تمہارے گھوڑے دوڑے نہ اونٹ نہ اِس میں فوج کا حق ہے ایسا نہ ہو کہ غنی لوگ اس کو دبا لیں اور اسی کو خرچ بے جا سے تعبیر کیا ہے۔

(۴) غرض بعد فتح خیبر یہ آئت نازل ہوئی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو معلوم نہ تھا کہ اس کی تعمیل کس طرح ہو گی جبرئیل گئے اور خبر لائے کہ فدک فاطمہؑ کو دیدو۔ حضرت نے انہیں بلا کر عطیۂ خدا سے مطلع کیا جناب سیدہ نے قبول کیا اور وہ علاقہ آپ کو مِل گیا یہ مال فیئہ ہے۔

(۵) کتب اہل سنت میں یہ حالات بالتفصیل مرقوم ہیں۔ مقصد اقصیٰ اور معارج النبوۃ میں اس کو نہائت توضیح کے ساتھ لکھا ہے جس طرح خلافت اول میں چھینا گیا۔

(۶) عمر بن عبد العزیز کے حالات میں ہے کہ اُس نے مدینہ میں آکر منادی کی کہ جس پر کوئی ظلم ہوا ہو۔ وہ آکر داد خواہ ہو حضرت باقر علیہ السلام گئے اور فرمایا کہ فدک ہمارا حق ہے جو غصب کیا گیا ہے اُس نے واگذاشت کر دیا۔

(۷) تاریخ آل عباس میں لکھا ہے کہ اولاد حسنینؑ نے مامون رشید کے پاس فدک کی بابت استغاثہ کیا اُس نے دوسو عالم جمع کئے۔ کہ اس معاملہ کی تحقیق کیجائے بر دائت واقدی علمائے متفق اللفظ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فدک حضرت زہراؑ کو بحکم آیۂ وآتِ ذی القربیٰ عطا فرما دیا تھا اور حیات رسولؐ اللہ تک آپ اُسپر قابض رہیں۔

(۸) حضرت کی وفات کے بعد ابوبکر نے قبضہ اُٹھا دیا تو اُنہون نے سند عطیۂ رسولؐ کو پیش کیا جسے ابوبکر نے منظور کر کے خود بھی ایک وثیقہ لکھدیا مگر عمر ابن خطاب نے وہ کاغذ جبراً پھاڑ ڈالا۔

(۹) اس مقام پر یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو فدک برعایت دختری ہی نہ دیا گیا تھا بلکہ یہ عوض تھا حضرت خدیجہ کی اُس خدمت کا جو آپ نے اپنے مالِ کثیر سے رسولؐ اللہ کی امداد کی تھی اور اپنی جان و مال کو رسولؐ اللہ پر نثار کر رکھا تھا یہ گویا اُس مخدومہ کا اسلام پر احسان تھا جس کی عوض میں خداوند عالم نے اُس کی زندہ یادگار اور مطہر دختر کو یہ جاگیر عنائت کی جسپر مسلمانون کا کوئی حق نہ پہنچتا تھا مگر افسوس کہ اُن محسن کش مسلمانون نے ذرا بھی اس مصلحت

خداوندی کی پروانہ کی اور جناب معصومہ کو ایسا رنج پہونچایا کہ آپ کی زبان سے بیساختہ نکلا ہ
صُبَّت عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَو اَنَّھَا ۔ صُبَّت عَلَی الاَیَّامِ صِرنَ لَیَالِیَا

آئت نمبر ٢١٣ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴

وَمَن قُتِلَ مَظلُومًا فَقَد جَعَلنَا لِوَلِیِّہٖ سُلطَانًا فَلَا یُسرِف فِی القَتلِ اِنَّہٗ کَانَ مَنصُورًا
جو شخص مظلومی کی حالت میں قتل کیا جائے تو ہم نے اُن کے وارث کے لئے غلبہ مقرر فرمایا ہے پس قتل میں زیادتی نہ ہونی چاہیئے۔ بیشک وہ (وارث) منصور و فتحمند ہے۔

(١) اس سے پہلے آئت قصاص گذرچکی ہے اور اس کو اس سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہاں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام کی گردن مارنے کا حکم ہے اور یہاں شرط مظلومیت کی ہے جو وہاں مفقود ہے کیونکہ وہاں تو ممکن ہے کہ مقتول نے بھی کچھ ضرر پہونچانے کی کوشش کی ہو مگر مظلومیت کے تو یہ معنی ہیں کہ مظلوم مقتول نے کسی طرح نقصان قاتل کا نہ کیا ہو اور بالکل بیجرم و خطا مارا گیا ہو۔

(٢) نظر برین یہ آئت امام حسین علیہ السلام کے حال سے تعلق رکھتی ہے جس کے برابر کوئی مظلوم نہیں گذرا۔ اور مسلم وغیر مسلم سب اس کی شہادت دے رہے ہیں۔

(٣) اب دیکھیئے حضرت کا وہ وارث کون ہے جسے غلبہ میسّر ہو یا بحکم خداوندی میسّر ہوگا یہ ظاہر ہے کہ آپ کے بعد حضرت حسن عسکری علیہ السلام تک جتنے آپ کی اولاد میں آئمہ گزرے ہیں سب کے سب مظلوم و مغلوب و مجبور رہے ہیں۔

(۴) لہذا وہ وارث یقیناً حضرت صاحب الامر علیہ السلام ہیں جنہیں کامل غلبہ نصیب ہوگا اور جنکی نسبت متعدد اخبار کتب فریقین میں موجود ہیں کہ قائم آل محمدؐ اولاد حسین سے ہونگے۔

(٥) سوانح عمری جناب صاحب الامرؑ میں جو اخبار اثنا عشری دہلی کے ساتھ شائع ہوئی تھی اُس میں بحث مفصّل درج کی ہے بلکہ اس میں ایک فہرست اسمائے گرامی جناب صاحب الامر علیہ السلام کی دی ہے منجملہ اُس فہرست کے نمبرہ ١٣٥ واں نام آپ کا منصور ہے دیکھئے کلام خدا میں کیسے کیسے راز مخفی ہیں اسم منصور کا لطف اب معلوم ہوا۔

(۶) اس نام مبارک کی سند میں شیخ فرات ابن ابراہیم کوفی سے روائت ہے کہ میں نے دریافت کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ اس آئت میں مظلوم کس سے مراد ہے اور منصور کس کی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد فرمایا جناب امام حسین علیہ السلام ایسے مظلوم ہیں کہ خدا اُن کے خون کا ضرور انتقام لیگا اُن کے ولی کے ہاتھ سے جو کہ جناب صاحب الامر علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ سلطان کامل ہیں جنکا غلبہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک قبضہ ان کا ہوگا۔

(۷) اب دیکھیئے فلا یسرف فی القتل۔ کو جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلبہ حاصل کرنے والا حدودِ الٰہی سے اور کامل طریقہ عدل سے واقف ہوگا جو معصوم کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا۔

(۸) دوسروں کے غلبہ کا تو یہ حال ہے کہ خالد کو خلیفہ اول نے ایک تھوڑی سی فوج کا سردار کردیا اس سرداری کے ہاتھ آتے ہی ایام جہالت کے کیتے نکلنے لگے۔ ایک آدمی کے واسطے قوم کی قوم کو قتل کرکے سب کا عذاب اپنی گردن پر لے لیا۔

(۹) مظلوم مقتول کا وارث اس قسم کا ظالم انسان نہیں قرار پاسکتا جو ظاہر بظاہر اسراف کا مرتکب ہو اور طریقۂ عدالت کو چھوڑ دے۔ خدا تو فرماتا ہے کہ لا یُسرف فی القتل۔ پس اسراف سے محفوظ تو امام ہی ہوگا اور خاندان معصوم کی یادگار صاحب الامر باقی ہیں اور حقیقی ولی امام حسین علیہ السلام کے وہی ہیں ٭

آئت نمبر ۴ ۱۲ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۶

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ وَّآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا۔ ہم نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت دی اور داؤد ؑ کو زبور عطا کی۔

(۱) ص ۷ ۴۴۲ تفسیر عمدۃ البیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فضیلت نفس کے اعتبار سے ہے نہ کہ کثرتِ مال ومنال کی وجہ سے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے سبب سے۔ موسیٰ کو کلام کرنے کی وجہ سے اور خاتم المرسلین ص کو محبوبیت کے باعث سے نیز حصول معراج بمقام قاب قوسین کے سبب سے فضیلت حاصل ہے۔ جو سب سے بڑھی ہوئی فضیلت حاصل ہوئی ہے۔

(۲) جناب ختم المرسلین ص کا لقب ہے اشرف الانبیا۔ پس آپ کو تمام انبیاء پر ایک اور صورت سے

بھی ترجیح ہے وہ کیا ہے یعنی کل ابنیاء کو جو کچھ فضیلت عنائت ہوئی وہ اُن کے نفس تک محدود
ہے اور آپ کو جو کچھ بھی عطا ہوا وہ فضل آپ کی ذریت میں تا قیامت باقی رہا۔
۱ اوّل خلقت آپ کی جس نور سے ہے اَنَا وَعَلیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِد میں اہلبیت بھی شامل ہیں ۲
محبت آپ کی جس طرح قرآن سے بحکم اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہ لازم ہے اسی طرح محبت اہلبیت کی ازروئے
قُل لَّا اَسْئَلُکُمْ الخ واجب ہے ۳ اطاعت میں ایک آئت میں فیصلہ ہو گیا اطیعو الرسُوْلَ اولی الامر منکم
۴ ولی اُمت بھی ایک آئیت سے معلوم ہو گئے کہ علیؑ مثل رسولؐ اللہ ولی اُمت ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہ
پر نظر ڈالنی چاہیئے ۵ طہارت اہلبیت کی مثل طہ آیت سورۂ احزاب میں موجود ہے لیذھب
عنکمُ الرجسَ اھلَ البیت الخ ۶ صلوات بھیجنے کی ہدائت رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس
طرح فرمائی کہو اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد۔ کہاں تک شمار کیا جائے غرض یہ کہ ہر فضیلت میں
اہلبیت رسولؐ کا حصّہ بھی مثل رسولؐ کے ہے۔

(۳) چنانچہ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
ابنیائے مُرسلین کو ملائکہ مقربین پر فضیلت دی ہے اور مجھکو جمیع ابنیاء مرسلین پر اور میرے بعد
تجھکو اور تیری اولاد طیّبین کو اے علیؑ وہی فضیلت حاصل ہے اور ملائکہ تو ہمارے اور ہمارے
دوستون کے خادم ہیں ؂

(۴) پھر اس آئت میں زبور کا ذکر ہے کیونکہ اُس میں رسول صلعم کا ذکر اس طرح آیا ہے کہ اُس کی
اُمت سب اُمتون سے بہتر ہوگی اُس کا نائب دھیٗ غالب ہو گا اور تمام روئے زمین کا وارث
ہو گا (۵) المختصر اس آیہ سے علیؑ و اولادِ علیؑ کی فضیلت جو متعلق ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔

(۶) اور روایت صعصعہ بن صوحان ابدی سے ان پیغمبران اولوالعزم پر جناب امیر علیہ السلام
کی فضیلت نہایت واضح ہو جاتی ہے جیسا کہ راوی سے خود جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔
کہ حضرت آدمؑ نے باوجود امتناع دانۂ گندم کھا لیا مگر میں نے عمر بھر گیہون نہیں کھائے۔ موسیٰؑ
کا عصا جس وقت اژدہا بنا تو اُنہیں ایک خوف لاحق ہوا۔ مگر میں نے گہوارے میں اژدر کو
چیر ڈالا۔ مادرِ عیسیٰؑ کو جب دردِ زہ شروع ہوا اُنہیں حکم ہوا کہ خانۂ خدا سے باہر چلی جاؤ اور
میری والدۂ گرامی کے لیئے دیوار حرم شق ہو گئی اور آپ تین روز تک میری ولادت کے بعد

وہان رہیں۔

(۷) اس مقام پر حدیث تشبیہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنظُرَ اِلیٰ آدَمَ فِی صَفوَتِہ الخ کو دیکھنا چاہیئے کہ جو شخص حضرتِ آدم ع کے صفوت۔ تقویٰ نوح ع صفتِ ابراہیم ہیبتِ موسیٰ ع زہدِ عیسیٰ کو دیکھنا چاہے وہ چہرۂ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو دیکھ لے یہ تو آپ کی فضیلت کے لئے کافی دلیل ہے۔

(۸) گویا ہر ایک پیغمبر میں ایک وصف تھا اور آپ مجموعۂ اوصاف تھے۔

(۹) پھر ہر ایک سے افضل ہوئے یا نہ ہوئے اور آئت نمبر ۲۷ تلک الرسل فَضّلنا بعضہم کا بیان اس آئت کے بالکل مطابق ہے وہان جو تفسیر لکھی ہے دیکھنی چاہیئے۔

۱۵/۲۶۰ آئت نمبر ۲۱۵ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۷

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیلاً۔ خداوند عالم یہان شیطان سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے کہ میرے بندون پر تجھے غلبہ مُیسّر نہوگا اور نگاہ رکھنے کے لئے (انکو) تیرا پروردگار کافی ہے۔ یہ بحث پہلی آئتون میں گذر چکی ہے اور وہان بتا دیا گیا ہے کہ وہ بندے کونسے ہین ابھی اوپر آئت نمبر ۲۰۸ کا یہی مضمون تھا جس جگہ ہم آئت نمبر ۱۴۸ سورۂ حجر کی سندیں لکھ آئے ہیں اور وہ پوری آئت نمبر ۱۴۸ سورۂ حجر کی یہ ہی ہے جس کو یہان توارد واقع ہوا ہے

۱۵/۲۶۲ آئت نمبر ۲۱۶ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۸

یَوْمَ نَدْعُوا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِہِمْ۔ جس دن کہ تمام آدمیون کو اُن کے پیشوا وُن کیساتھ بلائیں گے۔

(۱) مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں جو کسی کا معتقد ہوگا اُسی کے ساتھ محشور ہوگا۔ بقول مشہور حشر غلامان عمر با عمر حشر غلامان علی ع با علی ع۔ لہذا شیعیانِ آل اطہار انہیں کے ساتھ محشور ہونگے۔

(۲) جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اے ہمارے دوستو تم خدا کی اُس نعمت کا شکر کرو کہ قیامت کے دن ہر گروہ کو اُس کے پیشوا کے ساتھ بُلایا جائے گا پس ہم تو رسُول اللہ کی طرف پناہ لیجائیں گے اور تم ہماری طرف پناہ لوگے پس تم کیا دیکھتے ہو کہ ہم تم کو کہان

لیجائیں گے قسم خدا کی ہم تمہیں بہشت میں لیجائیں گے۔

(۳) اور یہ قول امام کا بالکل مطابق ہے آیت نمبر ۲۰۳ سورہ نحل ویوم نبعث فی کل امۃ شہیدا علیہم من انفسہم وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا۔ یعنی جس دن ہم ہر ایک فرقہ میں سے ایک گواہ اُن پر لا دیں گے ان میں سے اور سب پر تجھکو گواہ کریں گے ذرا فرق نہیں دیکھو اس کی تفسیر لفظ بلفظ مطابق آیت نمبر ۱۶ سورہ بقر کے ہے وکذالک جعلنا امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا غرض تمام آیات کا مفہوم ایک ہے کہ آئمہ ہدیٰ اپنے اپنے وقت کے گروہ متبعین کی گواہی دیں گے اور رسول اللہ تمام آئمہ کے اوپر گواہ ہوں گے۔

آئت نمبر ۲۱۷ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹

وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ یہ دونو آئتیں وقت فتح مکہ قبل از دخول مکہ نازل ہوئی ہیں جن میں رسول کو اس طرح سے دعا مانگنے کا حکم ہوا ہے کہ خداوندا مجھے سچائی کیساتھ داخل کر اور سچائی کیساتھ نکال اور اپنے نزدیک سے ایک مددگار اور معین میرے لئے مقرر فرما دے۔

(۱) اصل یہ ہے کہ داخلہ مکہ سے پہلے کسی قدر خائف تھے اور یہ خوف بجا تھا جو نار رسیدہ ان احباب پر یہ امر مخفی نہیں رہسکتا ہی مکہ سے آپ نے ہجرت کی تھی یہی مکہ کفار کا معبد تھا اور ابھی ایک سال ہی گذرا تھا کہ مسلمانوں کو حج اور قربانی کے لئے یہاں کا داخلہ نصیب نہوا تھا اسی کی نسبت علی مرتضیٰ بحکم خدا و رسول یہ اعلان کر چکے تھے کہ مشرکین چار مہینے کے بعد یہاں نرہنے پائیں گے اور کفار نے اس اعلان کو سنکر مکہ میں اپنی تمام قوتیں فراہم کر رکھی تھیں۔

(۲) اس لئے آپ خائف تھے آپ کو خیال تھا کہ کشت و خون کی نوبت آئے گی جس سے حرمت کعبہ کے زائل ہونے کا احتمال ہے۔ اُس وقت خداوند عالم نے یہ آئت بھیجکر آپکو یہ دعا تعلیم فرمائی کہ آپ بخیر تمام بغیر کشت و خون کے داخل مکہ ہوئے اور واپس بھی ہوئے۔

(۳) اب اس آئت میں سلطان نصیر کی نسبت دیکھنا باقی ہے کہ وہ مددگار رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ کا کون منجانب اللہ مقرر ہوا۔ یہ وہی مددگار تھا جس کی نسبت آپ پہلے دعا کر چکے تھے کہ بارالہا

علیؑ کو میرا وزیر بنا دے یہ وہی مددگار و نصیر ہے جس نے دوش اقدس پر قدم رکھکر کعبہ کو بتوں سے پاک کیا ؎ علیؑ بر دوش احمدؐ چشم بد دُور ؛ عیان شد معنیٔ نورٌ علی نور ؎

(۴) دُعا میں جو ہے وَاجْعَلْ لِی مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِیرًا۔ یعنی بناوے میرے لئے اپنی طرف سے مددگار غالب اس سے صاف ظاہر ہے کہ مددگار کیضرورت ہے اور واقعی بدون مددگار کے بُت شکنی کامل طور سے پوری نہ ہوتی آخر مددگار کی مدد سے یہ کام انجام پایا اور سب نے دیکھا کہ وہ کون تھا۔

(۵) اور یہ مددگار جس کی طرف اشارہ ہے مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِیرًا کچھ پوشیدہ نہیں آئت نمبر ۱۲ سورۂ انفعال هُوَ الَّذِیْ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ۔ کی تفسیر میں جو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۴۲ پر ابوہریرہ سے روایت ہے کہ شب معراج آنحضرتؐ نے عرش پر لکھا دیکھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَمُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَاَیَّدْتُهٗ بِعَلِیٍّ ابن ابی طالب اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مددگار رسولؐ خدا اللہ کی جانب سے ہے۔

(۶) اور آیت نمبر ۶۰ سورۂ مائدہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ کی تفسیر میں بھی اس مددگار کا ذکر بذریعۂ آئت نمبر ۴۴ فہرست کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام مفصل ہوچکا ہے کہ کہا ابوذرؓ نے کہ دُعا کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے الٰہی جس طرح موسیٰؑ نے اپنی اہل سے ہارونؑ کو اپنی مدد کے لئے تجھ سے طلب کیا تھا اُسی طرح تو میری اہل میں سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وصی اور میرا وزیر اور میرا مددگار بنا دے جو منظور کیا خدا نے۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۹۴ پر تمام ذکر ہے پس وہی مددگار یہاں ہے۔

(۷) پھر اگر لفظ من لدنک کی طرف غور سے دیکھا جائے تو اُس کے معنی ہیں اپنے پاس سے یعنی خاص اپنا آدمی تو ایسے خاص بندگانِ خدا بلیسیون آئتون میں مثلاً آیت نمبر ۱۸۱ و نمبر ۱۸۲ و نمبر ۱۸۴ و نمبر ۱۸۹ میں ہم اہلبیتِ رسولؐ کو ثابت کر آئے ہیں جنکے سردار علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو دعوےٰ تھا کہ آپ فرماتے تھے اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

(۸) اور اگر من لدنک سے خاص گھر کا آدمی مراد ہو تو وہ خانہ زاد خدا یعنی حضرت علی علیہ السلام کے سوا دوسرا ہو نہیں سکتا۔

(۹) اور اگر لفظ سلطانا کی رعائت سے دیکھا جائے جس کے معنی ہیں غالب تو وہ بھی غالب کل غالب علیؑ ابن ابی طالب کا ہی خطاب ہے۔غرض ہر طور سے وہ مددگار جس کی طرف آئت میں اشارہ ہے سلطاناً نصیرا وہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔صلوات اللہ علیہ وعلیٰ عترتہٖ و ذریتہٖ اجمعین۔

آئت نمبر ۲۱۸ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۹

وَ قُل جاء الحق وَزہق الباطِلُ اِنَّ الباطل کانَ زہوقا۔کہہ اے رسولؐ کہ حق آیا اور باطل گیا بے شک باطل تو جانے والا ہی تھا۔

(۱) یہ آئت بھی بروز فتح مکہ نازل ہوئی ہے کعبہ میں داخل ہو کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ایک ایک بت کو عصائے مبارک سے گراتے جاتے تھے۔اور اس آئت کو تلاوت فرما رہے تھے مگر ایک بت خزاعہ کا بہت بلندی پر نصب تھا۔آپ نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنے دوش پر چڑھا کر حکم دیا کہ اس بت کو زمین پر پھینکدو اور آپ نے اس بت کو توڑا۔اور دفعیہ باطل میں ایک نمایاں حصّہ لیا۔

(۲) کتاب تاریخ آل امجاد کے صفحہ ۲۴ پر لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام پیدا شدہ سر بسجدہ گذاشت و تلاوت فرمود آیہ قل جاء الحق وزہق الباطل اِنَّ الباطل کان زہوقا۔

(۳) سبحان اللہ حرم الٰہی میں پیدا ہوتے ہی گویا یہ پیشگوئی آپ نے فرمادی تھی جس کے ظہور میں آپ نے ہی حصّہ لیا۔

(۴) اور ازہاق باطل تمام و کمال آپ ہی کے فرزند کی بدولت ہو گا۔چنانچہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں کہ جب ہمارا قایم ظاہر ہو گا تو اُس کے ہاتھ سے مغرب سے مشرق تک حق واضح ہو جائے گا باطل کی دولت زایل ہو گی۔

(۵) اور حضرت حکیمہ خاتون بنت امام محمد تقی علیہ السلام فرماتی ہیں کہ ولادت صاحب الامر علیہ السلام کے وقت میں موجود تھی میں نے دیکھا کہ اُن کے داہنے بازو پر تحریر تھا جاء الحق وزہق الباطل اِنَّ الباطل کانَ زہوقا۔

(۶) جاءَ الحق وزہق الباطل ضرور بہ طفیل جناب سرور عالم ہوا مگر آنحضرتؐ کی طرف سب سے

سرانجام امورِ دینِ حق کس کے ہاتھ سے ہوتا رہا۔ ان دونوں آیات مذکورہ بالا سے پتہ چلتا ہے اگر حقیقی واقعات کا تطابق کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اجرائے دینِ حق جناب امیر علیہ السلام کی تلوار سے ہوا۔ اور اکمالِ دینِ حق جناب صاحب الامر کے ہاتھ سے ہوگا۔ اس تعلق سے خداوند تعالےٰ نے دونو بزرگواروں کی ولادت کے وقت یہ کلمہ جاءَ الحق وَزہقَ الباطِلُ بطور معجزہ کے اظہار کر دیا

(۷) اور اس کلمۂ حق سے تو جناب امیر علیہ السلام کا اس قدر پورا تعلق ہے کہ اسلامی دُنیا میں کسی فردِ بشر کو نصیب بھی نہیں حدیث ہی جناب رسُولؐ اللہ کی علیؑ مع الحقِ وَالحق مع علی یدور الحق حیث دار

(۸) دوسری حدیث ہے صراط علیؑ حق تمسکہ یعنی علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ پھر جاتا ہے حق جس طرف علیؑ پھرے اور راستہ علیؑ کا حق ہے اُس کی پیروی کرو۔

(۹) اس کلام میں یہ رعائت پائی جاتی ہے کہ امورِ دینِ حق جس سے تعلق رکھتے ہیں وہ مددگار رسُول آگیا ہمراہ رسُول کے اور ان دونو کے ذریعہ سے دینِ حق محکم ہو گیا اور اوثانِ شرک وکفر نیست و نابود ہو گئے اس واسطے فرمایا جاءَ الحق وزہق الباطل اِنَّ الباطِلَ کانَ زہُوقًا۔

آیت نمبر ۲۱۹ سورۂ بنی اسرائیل رکُوع ۱۳

قُل آمنوا بہ اولا تومنوا اِنَّ الذِینَ اوتوا العِلم مِنْ قبلہ اذا یُتلیٰ علیھم یخرّون للاذقان سُجَّدًا۔ اس آیت سے پہلے یہ مضمون ہے کہ ہم نے قرآن کو ساتھ حق کے نازل کیا تجھے بشیر و نذیر کر کے بھیجا۔ اور قرآن کو سورہ سورہ کر کے اُتارا تاکہ تو ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کے سامنے تلاوت کرے۔ پھر فرماتا ہے۔ کہ اب ان لوگوں سے کہدے (جن کے سامنے تو تلاوت کرتا ہے) کہ تم اس قرآن پر ایمان لاؤ۔ یا نہ لاؤ۔ وہ لوگ جنہیں اس سے پیشتر علم دیا گیا ہے جب اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں یعنی وہ علم والے لوگ ایسا ایمان کامل اس پر رکھتے ہیں کہ سنتے ہی سجدہ میں چلے جاتے ہیں

(۱) اب یہاں فقط صاحبانِ علم کی تحقیق کر لینی چاہیئے جس کے لئے ہم آپ کو ان آیات کی طرف توجہ دلاتے ہیں جن میں صاحبانِ علم کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۲) جیسے آیت نمبر ۴۳ سورۂ آلِ عمران ومَا یعلم تاویلہ اِلّا اللہ والرّاسخُونَ فی العِلم۔ اس قرآن کی تاویل کو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور مضبوط علم والے۔

(۳) اور آئت نمبر ۳۶ شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ۔ اس بات کی گواہی دینے والے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں خدا ہے یا فرشتے ہیں یا صاحبانِ علم ہیں۔

(۴) آئت نمبر ۱۶ سورۂ رعد میں ہے وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے اور یہ کل آیات واسطے علیؑ کے ثابت ہو چکی ہیں۔

[۱۵ / ۲۶۷]

آئت نمبر ۲۲۰ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۱۲

وَیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ یہ انہیں علم والوں کا قول ہے کہ وہ کہتے ہیں پاک ہے پروردگار ہمارا اور ہمارے رب کا وعدہ البتہ پورا ہونیوالا ہے۔

(۱) ابھی اوپر آیت نمبر ۱۴۸ سورۂ یونس میں جو تسبیح زبانی اہلبیتؑ خدا کو رہی ہے دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ۔ یعنی پکارنا ان کا وہاں یہ ہے کہ پاک ہے تو اے اللہ اور تحیت وہاں سلام سلام ہے۔ یہی بات آئت زیر بحث میں ہے کہ مقولہ اُن کا یہ ہے پاک ہے ہمارا پروردگار۔ قائل اس کے دونو جگہ اہلبیتِ رسولؐ ہیں۔

(۳) سبحان اللہ یہ قول یہ اقرار یہ شکر اُسی شخص کا ہو سکتا ہے جس کو معرفت الہی پر عبور حاصل ہو جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام کو حاصل تھا پڑھو خطبات نہج البلاغۃ۔

(۴) اور پھر دیکھو کہ توحید و معرفتِ الہی کس پیمانے پر اس عالم علم لدنی کو حاصل تھی۔

(۵) اور یہی حال ائمہ معصومین کا تھا کیونکہ یہی علم سینہ بسینہ اُن تک پہنچا تھا۔

[۱۵ / ۲۶۷]

آئت نمبر ۲۲۱ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۱۲

وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا۔ یہ بھی انہیں اہل علم کا ذکر ہے کہ وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں روتے ہیں اور اُن کا خضوع اور زیادہ ہوتا ہے۔ مطلب اس تکرار سے یہ ہے کہ وہ سجدے پر سجدہ کرتے ہیں اور یہ حالت سجدہ بہ نسبت اور ارکان نماز مثل قیام و قعود کے خدا کو بہت پسند ہے اس لئے اس کا دوبارہ ذکر فرمایا ہے چنانچہ دستور عمل نماز بھی اسی طرح قرار پایا کہ ہر رکعت میں قیام و قعود و رکوع ایک ایک مرتبہ مگر سجدہ دو بار مقرر ہوا +

آیت نمبر ۲۲۲ سورۂ کہف رکوع ۱

اِنّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ ہم نے زمین پر اُس چیز کو بنایا جو اُس کے واسطے زینت و آرایش ہے تاکہ ہم لوگون کو آزمائیں کہ اُن میں سے کون عمل نیک پر کاربند ہوتا ہے۔

(۱) اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ زینتِ ارض کونسی چیز ہے عمدۃ البیان میں مختلف قول ہیں۔

(۲) ایک یہ کہ مراد اس سے انبیاء و اولیاء و علماء ہیں۔

(۳) دوئم یہ کہ وہ رجال ہیں جن کا وجود باعث قیام عالم ہے۔

(۴) سوئم یہ کہ آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو ان اقوال کے لفظوں میں تو اختلاف ہے مگر ہیں متحد المعنیٰ اور عقل سلیم بھی اس بات پر حکم کرتی ہے کہ ان سے بڑھکر کونسی شے زینتِ ارض ہو سکتی ہے جو باعث ایجادِ ارض و سما ہے۔

(۵) جس پر حدیث قدسی لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ایک بیّن گواہ موجود ہے۔

(۶) چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ آدم کو جب حواس خمسہ عطا ہوئے تو عرش پر اسمائے پنجتن مکتوب نظر آئے۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ مجھ سے پہلے بھی کوئی مخلوق ہے فرمایا اے آدم یہ نور جو عرش پر درخشندہ ہیں اگر ان کو پیدا کرنا منظور نہوتا تو ہم نہ تجھکو پیدا کرتے۔ نہ زمین و آسمان کو اور وہ نور خمسۂ طیبہ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے تھے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ و آلِ محمّد۔

(۷) اور ایسا ہی حدیث ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَ اَھْلُبَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ ستارے امان ہیں اہل آسمان کیلئے اور میری اہل بیت امان ہیں اہل زمین کیلئے۔

(۸) دراصل مفہوم حدیث وہی ہے اہلبیت کہ امان ہیں اہل زمین کے واسطے یا زینت ہیں بہر نوع فیض پہونچانے والے ہیں۔

(۹) اور دوسری حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی صاف ہے کہ حشر کے روز عرش کو زینت دی جائے گی حسنین سے اور حسنین سید شباب اہل جنت ہیں اب زینت ہوئی یا نہیں۔

(۱۰) اب آل کار آیت کو دیکھنا باقی ہے فرماتا ہے خداوند تعالیٰ لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً

یعنی یہ زینتِ زمین اس واسطے پیدا کی کہ آزمایش ہو جائے انسانون کی کہ کون نیک عمل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ جیسے زینت ہیں ویسے معیارِ عمل بھی ہیں۔

(١٠) اس کی بابت حدیث رسول کی ہے حُبّ علیٍّ ایمَان وبُغضہ کفُر۔ دیکھو کیسے معیار ہیں جن کی محبت سے ایمان اور جن کے بغض سے کفر کا حال معلوم ہو جائے ان سے زیادہ معیارِ ایمان کیا ہوگا دوسری حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی یہ ہے لولا علیؑ ما عرف مومن من بعدی اگر علیؑ نہ ہوتا تو میرے بعد مومن کی شناخت ہی نہوتی۔

(١١) ان حدیثون کا مفہوم یہی ہے کہ جو علیؑ سے محبت رکھتا ہو وہ مومن ہے جیسا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے لا یحب علیًّا الا مومن۔ پس جب ایمان کی شناخت ہو گئی تو وہی نتیجہ احسن عملا کا ہے مطلب آئت کا نکل آیا کہ ان کو زینتِ زمین کے واسطے پیدا کیا کہ ان کے ذریعہ سے آزمایش ہو جائے کہ کون ان سے محبت رکھتا ہے وہی محبت انکی احسن عمل ہے۔

(١٢) اور یہ بات کئی جگہ ثابت ہو چکی ہے کہ حسنہ محبتِ اہلبیتِ اطہار ہے جیسا کہ آئت نمبر ١٠٢ من جاء بالحسنۃ فلہ عشرۃ امثالہا میں ہے۔

آئت نمبر ٢٢٣ سورۂ کہف رکوع ١

ام حسبت انّ اصحاب الکھف والرّقیم کانوا من آیاتنا عجبًا۔ کیا تیرا یہ گمان ہے کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری عجیب تر نشانیون میں سے ہیں۔

(١) یعنی فقط یہی نہیں بلکہ ہماری اور بھی نشانیان ان سے بڑھ چڑھ کر ہیں اور سب سے بڑی نشانی وہ ہے جو شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو دکھائی گئی یعنی جناب امیر علیہ السلام اور خود حضرت فرماتے ہیں کہ خدا کی سب سے بڑی نشانی میں ہون۔ آیت نمبر ٢١٠ سورۂ بنی اسرائیل میں مفصل ذکر کیا ہے۔

(٢) خداوند عالم کی ایک اور عظیم الشان نشانی آپ کے فرزند ارجمند حسین علیہ السلام ہیں جنہون نے اپنی ذات کو آیۃ الہی فرمایا ہے۔

(٣) اور کس حالت میں جس کے بیان سے کلیجہ شق ہوتا ہے چنانچہ جب اشقیائے امت سر ہائے

شہداء کو نیزوں پر نصب کرکے کوفہ میں آئے اور بازاروں میں تشہیر کرنے لگے۔ تو ہزارہا مرد و زن تماشائی تھے۔ زید بن ارقم صحابی رسولؐ اُس وقت اپنے کوٹھے پر بیٹھے تلاوتِ قرآن کر رہے تھے۔ سر اقدس حسینؑ ایک نیزۂ طویل پر نصب تھا۔ اور اُس کوٹھے کے برابر سے گذرا تو اُس وقت زید کی زبان پر یہ آیت تھی۔ ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم الخ یہ سنتے ہی سر مبارک سے صدا آئی کہ میرا قصہ اصحاب کہف و رقیم سے عجیب تر ہے۔

(۴) اُس وقت زید بیتاب ہو گئے اور کہا بابی انت و امی یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا ارشاد بالکل صحیح ہے۔

(۵) اور سورۂ الحج کے رکوع ۷ میں ہے یحکم اللہ آیاتہ اللہ حکم کرتا ہے اپنی نشانیوں کو۔ ان سے ظاہر ہے کہ یہی لوگ نشانئ خدا تھے اور ان ہی کو حکم ہوتا تھا۔

(۶) سر اقدس کا یہ معجزہ اکثر کتب اہل سنت میں مرقوم ہے جیسے صاحب سوانح عمری جناب امیرؑ نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷۳ پر بہ تشریح لکھا ہے۔

آیت نمبر ۲۲۴ سورۂ کہف رکوع ۴

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات انا لا نضیع اجر من احسن عملا۔ جو لوگ کہ ایمان لائے اور اعمال نیک کئے تو ہم اُس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے جس نے عمل نیک کئے ہوں۔

(۱) اس سے پیشتر اکثر آیات میں بیان ہو چکا ہے کہ سردار مومنین اور سب سے زیادہ عمل صالح کرنے والے جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۲) جیسا کہ قاعدے سے ہم مقدمۂ کتاب میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ صفات معصوم کے ہیں۔

(۳) علاوہ اس کے آیت نمبر ۸ و نمبر ۱۲ میں اس کی تکرار ہو کر آیت نمبر ۲۰۷ تک جگہ اس کا توارد ہوا ہے یہ ۸ واں مقام ہے۔

(۴) جس کا ایمان تمام اہل زمین و آسمان کے ایمان سے گراں ہو اُس کے مقابل آمنو کا مصداق کون ہو سکتا ہے۔

(۵) ایسا ہی خدا نے جس کو صالح المومنین فرمایا اُس کے سامنے کسی کا دعویٰ صلاحیت کا کب ہو سکتا ہے کہ

آیت نمبر ۲۲۵ سورۂ کہف رکوع ۴

اولئک لھم جنات عدن تجری من تحتھم الانھار۔ ان لوگون کے لئے باغاتِ عدن ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں یہ آیت بھی انہیں لوگون سے متعلق ہے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

(۱) اکثر سلسلہ ہائے آیات میں دکھلا دیا ہے کہ طریقہ عبارت قرآن اس طرح ہے کہ اول صفات کا مذکور ہوتا ہے بعد میں جزائے اعمال کا بیان ہوتا ہے۔

(۲) یہی صورت یہان ہے کہ آیت ماقبل میں جن کی صفات کا اظہار ہے اِس آیت میں اُن کے جزائے اعمال کا ذکر کیا اور وعدۂ جنتِ عدن کی بشارت دی ہے۔

(۳) اور موعود لہٗ اس وعدہ کے وہی اہلبیتِ رسولؐ ہیں جو ایسے صفاتِ خاص سے موصوف ہیں کہ دوسرا شخص اس صفت میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔

(۴) جس کو بتواتر اوپر کی آیت میں ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ غیر معصوم قطعی عمل صالح کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور معصوم اس اُمتِ مرحومہ میں انگلیون پر شمار کرنے کے قابل اولاد رسولؐ ہی ہیں۔

(۵) علاوہ ازیں وہ مسکن جس کی بشارت دی جاتی ہے یعنی بہشت عدن وہ خاص اور مخصوص مقام انبیاء و صدیقین و شہداء کا ہے چوتھا شخص اس میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ہر سہ صفات ایکجائی جو حکم داخلہ اس مکانِ معلی کا ہے بجز خاندانِ رسولؐ ہر خاص و عام میں دشوار ہیں۔

(۶) جس کی تشریح اوپر آیت نمبر ۲۱۷ جناتِ عدن یدخلونھا کی تفسیر میں بخوبی ہو چکی ہے ناظرین ملاحظہ فرماکر بسہولیت تسلیم کرلیں گے کہ یہ آیات بھی اہلبیتِ رسولؐ سے متعلق ہیں۔

آیت نمبر ۲۲۶ سورہ کہف رکوع ۱۲

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنات الفردوس نزلا۔ جو لوگ کہ ایمان لائے اور اُنہون نے اعمال صالحہ کئے اُن کی منزل باغاتِ فردوس ہیں

(۱) یہ آیت بھی مثل نمبر ۲۲۴ موجودۂ مذکورہ بالا جناب امیرؑ اور اہلبیت کی شان میں ہے۔

(۲) اور حسب روایت صادق آل محمدؐ علیہ السلام سلمان رض و ابوذر رض و مقداد رض اور عمار

کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

(۳) مگر یہ ہمارے دعوےٰ کے منافی نہیں جن کے مقتدی لوگون کے یہ درجے ہیں تو خود اُن کے مقتداؤن کا درجہ خیال کیجیے جنت فردوس میں کونسا ہوگا۔

(۴) جناب سلمانؓ کے حق میں ارشادِ رسولؐ ہے۔ سلمانُ منّا اہلبیت اور ایسا ہی حال حضرت ابو ذرؓ کا ہے۔ پھر اگر امام نے اپنے مساکن میں ایسے برگزیدہ لوگون کو شامل کر لیا تو کیا عجب ہے جبکہ خود رسولؐ اللہ نے ان کو داخل اہلبیت فرمایا ہے۔

(۵) اور فردوس وہ مقام ہے جسے خداوندِ عالم نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے۔ اور روزانہ سو مرتبہ اس پر نظر رحمت ہوتی ہے۔

(۶) جس کی صفت باِسم عدن ابھی آیت نمبر ۲۲۵ میں مذکور ہے۔

۱۵/۲۸۵

آیت نمبر ۲۲۷ سورۂ کہف رکوع ۱۲

خالدین فیھا لا یبغون عنھا حولا۔ ہمیں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور اُن بہشتون سے کسی دوسری طرف بدلے نہ جائیں گے۔

(۱) یہ آیت مذکورہ بالا آیت سے متعلق ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۲) جس طرح آیت نمبر ۲۲۵ کے اولئٰک لھم کو اپنی ماقبل آیت نمبر ۲۲۴ الذین آمنوا سے تعلق ہے اُسی طرح یہ آیت اپنے ماقبل سے تعلق رکھتی ہے۔

۱۵/۲۸۵

آیت نمبر ۲۲۸ سورہ کہف رکوع ۱۲

قل لو کان البحر مداداً لکلماتِ ربّی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربّی و لو جئنا بمثلہ مدداً۔ کہدے اے رسولؐ کہ اگر میرے رب کے کلمات لکھنے کی تحریر کے لئے سمندر سیاہی بن جائیں تو قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات تمام ہون سمندر ختم ہو جائے گا اگر ہم اس کے مانند مدد کے واسطے اور بھی لائیں۔

(۱) یہ وہی کلمات مبارک تو ہیں جن کا ذکر آیت نمبر ۱۰ سورۂ بقر میں خداوندِ تعالےٰ نے اس

طرح فرمایا ہے فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ۔ سیکھ لئے آدمؑ نے کچھ کلمات اپنے رب کے پاس سے پس توبہ اُن کی قبول ہو گئی۔

(۲) اور بھی فرمایا ہے وَاذ ابتلیٰ ابراہیم ربہ بکلمات فاتمھن۔ جبکہ ابراہیمؑ کو آزمایا اسکی رب نے کچھ کلمات کے ساتھ۔

(۳) نظر بریں آیات حدیث ابن عباس کو ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ اُس کو کلام خدا سے کیسی مطابقت ہے وہ حدیث یہ ہے قال ابن عباسؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ لو کان البحر مِدادا و لا شجار اقلاما و الانس کتابا و الجن حسابا ما احصوا فضائلک یا ابوالحسنؑ۔ اخرجہ دیلمی فی فردوس۔ یعنی اگر دریا سیاہی اور اشجار قلم بن جائیں اور انسان لکھنے والے اور جن حساب کرنے والے ہوں تو بھی نہیں شمار ہو سکتے تیرے فضایل اے ابوالحسنؑ دیلمی نے اس کو فردوس الاخبار میں لکھا ہے ابن عباس سے۔

(۴) جبھی تو حق تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ۔

(۵) یہ امام مبین ابوالحسنؑ ہی تو ہیں ٭

آیت نمبر ۲۲۹ سورۂ مریم رکوع ۱

کھٰیٰعص ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا۔ حروف مقطعات ارشاد فرمانے کے بعد خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر یاد دلانے والا اس کا بندہ زکریا ہے۔

قرآن میں جہاں کہیں حروف مقطعات آئے ہیں اُن کا علم خدا و رسولؐ اور راسخون فی العلم ہی تک محدود ہے۔ وہی مقدس لوگ انکے معنی و مطالب پر آگاہ ہیں حسب روایت تفسیر مجمع البیان اب دیکھنا چاہیئے کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے جب ان کھیعص کی تاویل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ حروف اخبار غیب سے ہیں اللہ تعالے نے اپنے بندہ زکریاؑ کو ان پر مطلع فرمایا ہے اور اس طرح کہ زکریا نے سوال کیا کہ انہیں پنجتن پاک کے نام سکھائے جائیں۔ جبرئیلؑ نے بحکم خدا تعلیم کئے جس وقت کہ زکریا نے اسمائے پاک محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ زبان پر جاری کئے۔

تو دل کو ایک سرور ہوا مگر جب حسینؑ کا نام لیا تو بے اختیار دل پر ایک چوٹ لگی۔ عرض کی خداوندا یہ کیا اسرار ہے۔ باری تعالیٰ نے ان حروف کے ذریعہ سے ان کو مطلع کیا یعنی ک سے کربلا ھ سے ہلاکت عترتِ طاہرہ۔ ی سے یزید ملعون قاتل آلِ محمدؐ۔ ع سے عطش اور ص سے صبر امام کی طرف اشارہ ہے۔ یوں ان کو واقعۂ کربلا سے اطلاع دی۔ زکریا نے جب یہ حال سُنا تو تین روز تک مسجد سے باہر نہ آئے اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیا۔ برابر گریہ و بُکا کرتے رہے اور کہتے تھے۔ خدایا تو بہترین خلائق کو غم فرزند میں ایسا دردمند کرے گا۔ علیؑ و فاطمہؑ کو غم کا لباس پہنائیگا۔ خداوندا مجھے بھی اُن کے غم میں شریک کر۔ مجھے ایک فرزند عطا فرما جس سے میری آنکھیں خنک ہوں۔ وہ میرا وارث ہو اور میرے لئے حسینؑ کا قائم مقام ہو۔ مجھے اُس کی محبت میں مبتلا کر پھر اُس کے درد سے دردمند فرما جیسا کہ محمد صلعم کو غم فرزند دیا ہے۔ یہ دُعا قبول ہوئی اور اپنی رحمتِ کاملہ سے خداوندِ عالم نے انہیں فرزندِ نرینہ (حضرت یحییٰ) عطا فرمایا۔

اب دیکھئے حضرت یحییٰؑ کو امام حسین علیہ السلام سے کس قدر مماثلت ہے (۱) یحییٰؑ بھی چھ مہینے شکم مادر میں رہے جیسے کہ امام حسین علیہ السلام۔ نیز کتب مقاتل میں درج ہے کہ امام حسین علیہ السلام اثنائے سفرِ عراق میں اکثر حضرت یحییٰؑ کا ذکر فرماتے تھے اور کہتے تھے وائے ہو اِس غدّار دُنیا پر کہ یحییٰ پیغمبر ایک زن بدکار و فاحشہ کی خاطر قتل کئے گئے اور مجھکو بھی ایک بدکار شرابی اور ظالم کے واسطے قتل کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۳) جس طرح یحییٰ علیہ السلام بے جرم و خطا شہید ہوئے اُسی طرح امام حسینؑ۔ (۴) یحییٰ علیہ السلام انکار ایک کلمہ کی خاطر قتل ہوئے کہ مدخولۂ بادشاہ کی بیٹی کو اُس پر حلال نہ فرمایا۔ اور قتل حسینؑ کا باعث بھی انکار ایک کلمہ ہے۔ کہ یزید بن معاویہ کو اپنا امام تسلیم نکیا (۵) یحییٰؑ کے قتل پر آسمان رویا اور حسینؑ کی مظلومانہ شہادت پر آسمان خون کے آنسو رویا ہے جس کی خبر خداوندِ عالم نے دی ہے۔ جو فما بکت علیھم السماءُ والارض کی تفسیر میں درج ہے۔

آیت نمبر ۲۳ سورۂ مریم رکوع ۳

وَ وَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ ترجمہ اُس کا یہ ہے کہ بخشا ہم نے واسطے ان کے اپنی مہربانی سے اور کردیا ہم نے واسطے ان کے زبان راستی کو بلند۔

(۱) یہ ترجمہ مفسرین عامہ کا ہے جنہوں نے نام علیؑ کو جو اسم مبارک جناب امیر علیہ السلام ہے علیاً بمعنی بلند کر دیا۔ ہے جیسا کہ سورۂ حجر رکوع ۳ آیت نمبر ۴۱ میں ھذا صراط علیؑ کو صراط علی بمعنی میری طرف کے بنا دیا ہے اور سورہ صافات میں سلام علیٰ آلِ یٰسین کو سلامٌ علیٰ الیاسین کر دیا یہ جامع قرآنکی ایمانداری اور اہلبیت رسولؐ سے بیزاری کا اظہار ہے۔

ورنہ علی ایک ایسا مبارک اور محترم نام ہے۔ کہ خداوندِ تعالیٰ نے خاص اپنے اسم مبارک علی سے مشتق فرما کر ایسے شخص کو بخشا ہے جو اولادِ حضرت ابراہیمؑ سے نہایت ہی عالی درجہ اور بلند مرتبہ پیدا کیا تھا اور یہ ذکر بھی اولادِ ابراہیمؑ کا ہے۔

(۳) اور اگر خوبیٔ زبان اور لطفِ کلام اور نظم و نسق عبارت پر توجہ کی جائے تو لِسانَ صِدقٍ علیًا میں لسان موصوف اور صدق اُس کی صفت ہے صفت و موصوف ملکر ایک جملہ ہو گیا اب یہ صدق یعنی سچی زبان کے آگے بلند دوسری صفت کیسی آگئی جو مطلق بے محاورہ اور بے جوڑ ہے زبان ہرگز بلند نہیں ہوتی ہاں کلمہ اللہ بلند ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا دوسری جگہ وکلمۃ اللّٰہ ھی العلیا۔ اور کلام خدا وہی بلند ہے جس کو ہندی میں بھی بول بالا کہتے ہیں پس تحقیق ہو گیا یہ علیًا بمعنی بلند صفت سچی زبان کی نہیں ہے بلکہ یہ نام مبارک جناب امیر علیہ السلام کا ہے۔

اور یہاں تو ذکر اولاد ابراہیمؑ کا ہے وَوَھَبْنَا لَہٗ اِسحاق وَیعقوب وَکُلًّا جَعَلنا نبیًّا۔ یہ خاص اولاد حضرت ابراہیمؑ کی ایک شاخ کا ذکر ہے جس میں اسحاق و یعقوب اور بہت انبیاء گزرے ہیں مگر ابراہیمؑ کے دونو فرزند پیغمبر ہوئے یعنی دونو شاخ اولاد کی قابل ذکر ہیں لہذا اب دوسری شاخ کا ذکر ہے جو اسمٰعیل سے جاری ہو کر ہمارے رسولؐ آخر الزمان تک پہنچی ہے اور اسماعیل کا نام کیا عجب ہے اس خیال سے نہ لیا ہو کہ فخر اسماعیل کا نام لیا ہے اور فخر اسماعیل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اور جناب امیر علیہ السلام دونو تھے۔

(۵) جو ابھی اوپر آیت نمبر ۱۴۲ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۶ لقد فضّلنا بعض النبیین میں واضح ہو گیا۔ ہے اور یہاں یعنی قرآن نازل ہوا خود رسولؐ اللہ پر پس وہ مخاطب ہی تھے اُن کے سامنے ذکر اولاد ہائے حضرت ابراہیمؑ کا ہو رہا ہے لہذا ایک شاخ میں اسحاق و یعقوب کا اور دوسری شاخ میں حضرت علیؑ بہترین اولاد اسماعیلؑ کا ذکر کیا۔

(۶) اور یہ بھی ظاہر بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام طلب فضایل میں نسبت اپنی اولاد کی بہت حریص تھے۔ ۹ جیسا کہ ذکر ہے سورۂ بقر میں آیت نمبرہ ۱ کے آخر میں اِنّی جاعلك للناس اماماً قال وَمن ذُرّیتی۔ یعنی جب کہا ہم نے بنایا تم کو آدمیوں پر امام۔ تو فوراً درخواست کی حضرت ابراہیمؑ نے اور میری ذریت کو بھی امام بنا دے۔ دو چار سطر آگے چلکر پھر دُعا ہے حضرت ابراہیمؑ کی ربنا واجعلنا مسلمین لك وَمِن ذریّتنا اُمّۃً مسلمۃً یعنی اے رب ہمارے بنا لے تو ہم کو ثابت قدم واسطے اپنے اور اولاد ہماری سے ایک جماعت کو اسلام لانے والا۔ اسی طرح سورۂ شعرا رکوع ۵ میں حضرت ابراہیمؑ نے دُعا کی تھی واجعل لی لِسان صدق فی الاٰخرین اور کر واسطے میرے زبان سچی آخر زمانہ میں۔ اس دُعا کی قبولیت میں فرماتا ہے خداوندِ تعالیٰ وجعلنا لھم لِسان صدق علیّا۔

(۷) اب تو ظاہر ہو گیا کہ معنی یہ ہیں کہ کیا ہم نے واسطے اُن کے زبان صدق علی کو۔ (۳ﷺ) ابراہیمؑ دُعا میں کہتے ہیں اجعل۔ جواب ملتا ہے اجعلنا۔ دُعا میں ہے لی اور جواب میں ہے ہم۔ دُعا میں ہے لسان صدق اجابت میں وہی لسان صدق ہے دُعا میں ہے فی الاخرین۔ یہ زمانہ رسول آخری کا ہے جس میں علی علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(۸) کتاب فضایل مرتضوی کے صفحہ ۱۹ پر اس طرح مذکور ہے کہ ابراہیم نے دُعا کی جو آیت سورۂ شعرا میں ہے اور مقبولیت میں یہ جواب دیا خداوندِ عالم نے کہ ہم نے تمہارے لئے علیؑ کو زبان صدق پیدا کر دیا۔

(۹) اور اس کی سند میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کے قرآن میں اسی طرح تھا علیاً سے مراد علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے کیونکہ ابن مسعود تفسیر میں اس آیت کی لکھتے ہیں جقیق علیٌ علی اَنّہ لا یقول الا الحق۔ یعنی لسان صدق ہونا علیؑ کا ہی حق ہے کہ جو بجز حق کے بولتا ہی نہیں ۹ اور درحقیقت علیؑ کا نام ہی صدیق اکبر ہے ۹ اور آیت نمبر ۱۵ سورۂ توبہ وَکونوا مع الصّادقین۔ میں مرجع آپ ہی کی طرف ہے اور سورۂ شعرا میں اور بھی مفصل کچھ ہوگا انشاءاللہ تعالےٰ غرض کہ ثابت ہو گیا کہ خداوندِ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو حسب دُعائے ابراہیمؑ اُن کی اولاد میں اس صفت کا پیدا کیا کہ لسان صدق اُن پر صادق آیا۔

آیت نمبر ۲۳۱ سورۂ مریم رکوع ۳

وَمِمَّنْ ھَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ آیَاتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا۔ اور سے پیغمبروں کا ذکر چلا آتا ہے اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ و اسمٰعیلؑ و ادریسؑ کا ذکر فرماکر ارشاد کیا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن پر ہم نے انعام کیا ہے اور ان کی اولاد میں بھی جو انبیا تھے۔ اب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کا ذکر فرمایا ہے کہ اُن میں سے جنھیں ہم نے ہدایت کی اور برگزیدہ کیا اُن کی یہ کیفیت ہے کہ جب ان پر آیاتِ رحمانی کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

(۱) آل ابراہیم میں یہ لوگ جن کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے یقیناً حضرت مصطفےٰ اور ان کی اہل بیت ہیں جن کی نسبت سورۂ آل عمران نمبر ۹ و ۲ و اعراف نمبر ۱۱ و اعراف نمبر ۱۱۹ میں بحث کی گئی ہے۔ ہدایت اور برگزیدگی کے یہی لوگ برگزیدۂ الٰہی ہیں جن کے لقب ہی مصطفٰیؑ اور مجتبٰیؑ اس معنی پر دلالت کر رہے ہیں۔

(۲) اور حدیثِ نبوی بھی اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے جیسے ہم پہلے درج کر آئے ہیں کہ آپ نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے تیرے باپ اور تیرے شوہر کو تمام مخلوقات میں سے چُن لیا ہے۔

(۳) اب رہا آیت کا آخری حصّہ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا۔ اس کی نسبت ہم نمبر ۲۱۹ و نمبر ۲۲۱ میں لکھ آئے ہیں کہ یہی بزرگوار اس صفت سے موصوف ہیں جن کے مقتدا جناب امیر علیہ السلام ہیں۔ اور آیت نمبر ۷۰ خاص اسی صفت میں اور قریب قریب انہیں الفاظ میں بحق اہلبیت رسالت نازل ہو چکی ہے وَمِنْ آبَائِھِمْ وَذُرِّیَّاتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ وَاجْتَبَیْنَاھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

(۴) علاوہ اس اجمالی بیان کی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آیت نمبر ۶۰ سورہ رعد میں اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ میں باتفاق مفسّرین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو خداوندِ عالم نے تمام اُمت کا ہادی فرمایا۔ اب مِمَّنْ ھَدَیْنَا کا مصداق ان سے زیادہ کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا ہے۔

(۵) ایسا ہی اجتبینا کے مورد و منزل بھی یہ ہی گروہ اہلبیت رسولؐ اولادِ ابراہیمؑ ہیں جن کو سورۂ حج رکوع ۱۰ میں خدا نے صاف صاف فرمایا وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ - اور جہاد کرو تم راہِ خدا میں حق جہاد کا برگزیدہ کیا ہے تم کو اللہ نے اور نہیں ہے تمہارے اوپر دین میں تنگی یہ طریقہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا ہے۔

(۶) انصاف شرط ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ابیکم ابراہیمؑ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اولادِ ابراہیم سے مخاطب ہے اور اولاد ابراہیمؑ ہونا اسی آیت ماسبق نمبر ۲۳۰ میں جناب امیر علیہ السلام کا ثابت ہو چکا ہے۔

(۷) دوسری شناخت جہاد کرنا ایسا ہے کہ حق جہاد ہو خدا کے واسطے از روئے ایمان دیکھنا چاہئیے کہ بجز جناب امیر علیہ السلام کے کوئی اور بھی ہے جس نے حق جہاد کا ادا کیا۔ پس معلوم ہو گیا کہ خداوند تعالےٰ نے انہیں کو برگزیدہ کیا اور انہیں کو ہدایت یافتہ کیا اور انہیں کی یہ حالت تھی کہ جب آیاتِ رحمانی پڑھی جاتی تھیں تو روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے تھے۔

(۸) کیونکہ آیت نمبر ۲۱۹ سورۂ بنی اسرائیل سے ابھی معلوم ہو چکا ہے اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا جب پڑھا جاتا ہے اُن پر قرآن گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل۔

(۹) اور اور قریب اس کے آیت نمبر ۲۲۱ میں ہے وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ اور گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے اب تو سجدًا وبکیًا پورا معلوم ہو گیا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا۔

آیت نمبر ۲۳۲ سورۂ مریم رکوع ۴

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل نیک بجا لایا یہ لوگ داخل جنت ہوں گے اور اُن پر کسی چیز کا ظلم نہ ہوگا۔ اوپر اس کے ذکر ہے کہ بعد میں ایسے لوگ آئے کہ نماز کو بھی ضائع کر دیا اور طالع شہوات نفسانی ہوئے وہ اپنی بغاوت کی جزائے عمل جلد ہی پائیں گے اور اس کے

یہ آثت ہے اور نفس الامر میں اس گروہ کو علیحدہ کردیا۔ بباعث توبہ کے اگرچہ وہ پہلی گروہ سے کیون نہ ہون۔

(۱) یہ وہی گروہ ہے جو بعد بغاوت تایب ہوکر رجوع بسوئے امام برحق ہوا تھا۔

(۲) جن کے حق میں آیت نمبر ۸۷ آل عمران اِنَّ الذینَ تابوا من بعدِ ذالکَ واصلحوا فانَّ اللہ غفورٌ الرَّحیم۔ وارد ہوا ہے لیکن جو لوگ اِس بغاوت کے بعد تایب ہوئے اور نیک بن گئے پس تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۳) اب جنہون نے توبہ کی اور امام برحق کی طرف رجوع کیا تو پیروان حجت خدا ہوگئے ایمان بھی کامل ہوگیا عمل بھی نیک کرنے لگے تو اب یہ فرقہ وہی مطیعان علیؑ شامل ہوگیا اور خداوند تعالیٰ بھی خوشنود ہوگیا۔

(۴) ایک شناخت تو گروہ علیؑ کی وہی ہے کہ اول ذکر فاسقین کا آتا ہے۔ بعد اُس کے ذکر صالحین کا آتا ہے جو اوپر آیت نمبر ۲۲۴ میں ہم ۹ ویں مقام پر دکھلا آئے ہیں اور یہ دسوان مقام اُسی کا ہے۔

(۵) دوسری صفت ایمان اور عمل صالح کی ہے جو اسی گروہ علیؑ کے واسطے اوپر آیت نمبر ۲۲۶ تک ۹ مرتبہ بموجب قاعدہ نمبر ۴ مقدمہ اس کا ذکر بخوبی آچکا ہے اور یہان دسویں مقام پر اسکا ذکر ہے۔

(۶) بہر طور یہ ذکر گروہ پیروان علیؑ کا ہے اور انہیں کو داخلۂ جنت کی خبر دی جاتی ہے۔

(۷) اور چونکہ یہ گروہ پہلے ایک حالت بغاوت میں رہچکا تھا مستحق عذاب ضرور ہوچکا تھا۔ مگر بعد توبہ پروردگار عالم ایسا رضامند ہوگیا کہ جنت کا وعدہ اِن سے کیا اور اُس عذاب کی نفی ان الفاظ میں کی لَا یُظلَمُونَ شَیئًا۔

(۸) علاوہ اس کے آیت ماسبق سے پھر سلسلہ آیات شروع ہوتا ہے جو اِس آیت پر ختم ہونیوالا نہیں ہے بلکہ سلسلہ جاری ہے جیسا کہ آیت نمبر ۲۲۷ تک ۶ سلسلہ آیات کی گذر چکی ہیں اور یہ ۷ وان سلسلہ ہے۔

آیت نمبر ۲۳۳ سورۂ مریم رکوع ۴

جنّاتِ عدنٍ الّتی وَعدالرحمٰن عبادَہٗ بالغیب اِنّہٗ کانَ وَعدُہٗ ماتیا۔
باغات عدن جن کا خداوند رحمٰن نے اپنے بندون سے غیب کے ساتھ وعدہ کیا ہے بے شک اسکا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔

(۱) اس آیت میں لفظ عباد عام ہے مگر عقل اثبات کو چاہتی ہے کہ ہر نیک و بد اس وعدہ میں شریک نہیں ہو سکتا ہی وہی بندے ہیں جو یومنون بالغیب کے مصداق ہیں۔

(۲) جن کی نسبت نمبر ۱۸۱ میں قل یٰعباد الذین آمنوا آیا ہے۔

(۳) جو بحث نمبر ۱۸۴ کے موافق اِلّا عبادَکَ المخلصون کے مصداق ہیں جو یقیناً جناب امیر و آئمہ معصومین علیہم السلام اور اُن کے پیروہیں انہیں لوگون سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے جن کی مفصل بحثیں پہلے گذر چکی ہیں۔

(۴) خداوند تعالیٰ اپنے اس وعدہ کو فرماتا ہے جو سورۂ توبہ نمبر ۱۴۲ میں گذرچکا ہے وَعدَ اللّٰہُ المومنین والمومنات جنّاتٍ تجری مِن تحتھا الانھار خالدین فیھا مسٰکنَ طیبۃً فی جنّاتِ عدنٍ ورِضوانٌ مِنَ اللّٰہِ ذالکَ ھوَ الفوزُ العظیم۔

(۵) یہ آیت اگرچہ سلسلہ میں اپنے ماسبق کے ساتھ ہے لیکن اب چونکہ وہ گروہ رجوع بجانب حق ہوگیا اور پیروانِ علیؑ میں مل گیا تو اب اُن کے صفات کے بیان کی ضرورت نہیں۔

(۶) اب وہی صفاتِ عالیہ جو گروہ علیؑ کے اوپر سے چلی آتی ہیں وہ بیان ہوتی ہیں اور انہیں کے مطابق جزا و نعمات کا ذکر آتا ہے۔

(۷) اس کی مثال سمندر ذخار طیب و طاہر کی ہے کہ جب ایک گندہ پانی کا نالہ آنکر سمندر میں داخل ہو جائے تو پھر اُسپر سمندر کا حکم جاری ہوتا ہے نہ نالہ کا۔

(۸) بلکہ اس گروہ کے ساتھ جو عمل بیان ہوتے ہیں حسب قدر و منزلت رئیس گروہ کے بیان ہوتے ہیں

(۹) اس واسطے آیت زیر بحث میں جو جزائے عمل ہے وہ ان کے رئیس جناب امیر علیہ السلام کے جزائے عمل کو ذکر کیا ہے کیونکہ جزائے مذکور میں وعدہ جناتِ عدن کا ہے اور آیت نمبر ۱۹۶ و نمبر ۲۲۵ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ عدن وہ مقام ہے جو واسطے انبیا اور صدیقین و شہدا کے لئے مخصوص ہے جو تھا شخص ان میں داخل نہیں ہوسکتا۔

آیت نمبر ۲۳۴ سورۂ مریم رکوع ۴

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُکْرَةً وَّعَشِیًّا - (۱) یہ آیت اُسی سلسلہ میں ہے اور یہ اُنہیں بہشتون کی حالت بیان فرمائی ہے کہ اُن بہشتون میں کوئی کلام لغو نہ سنیں گے سوائے سلامتی کے اور اُن کا رزق یہان صبح و شام موجود ہے۔

(۲) سورۂ واقعہ میں بھی انہیں الفاظ کے ساتھ ان بہشتون کی حالت والسّابقون السّابقون کے تحت میں بیان کی گئی ہے۔

(۳) جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا نہ تو وہان کلام بیہودہ سنین گے اور نہ بدی مگر کہیں گے سلام سلام ٭

آیت نمبر ۲۳۵ سورۂ مریم رکوع ۴

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا - یہ وہ جنت ہے جس کا ہم نے اپنے متقی اور پرہیزگار بندون کو وارث قرار دیا ہے۔

(۱) اس آیت میں لفظ عباد کو بالکل معرفہ بنا دیا اور ظاہر فرما دیا کہ متقی بندے ہی وارث جنت ہیں۔

(۲) اب رہی متقی کی تلاش اس میں کچھ زیادہ جستجو کی ضرورت نہیں دیکھو امام المتقین کون ہے۔

(۳) آیت نمبر ۲ ھدی للمتقین کس کی شان میں ہے۔

(۴) حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کھلے ہوئے الفاظ میں ہے علیؑ اتقاکم۔

(۵) جس کی خداوند تعالیٰ نے تصدیق بھی فرمائی ہے عِنْدَ اللہِ اَکْرَمَکُمْ اَتْقٰکُمْ اب جو سب سے زیادہ مکرم ہے پیش خدا جنت کا وارث بھی وہی ہے۔

(۶) اور تفسیر عمدۃ البیان میں تفسیر اسکی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وارث کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہم مالک جنت کریں گے۔ اور ماہ رمضان کی نوافل کی دعاؤن میں لکھا ہے سبحان من خلق الجنّة لمحمّد وآلِ محمّد سبحان من یورثھا محمّدؐ وآل محمّدؐ و شیعتھم یعنی پاک ہے وہ شخص

جس نے پیدا کیا بہشت کو واسطے محمدؐ و آل محمدؐ کے یا پیدا کیا بسبب محمدؐ و آل محمدؐ کے اور پاک ہے وہ شخص کہ وارث کریگا اُس بہشت کا محمدؐ و آل محمدؐ اور اُن کے شیعوں کو۔

(۷) اور ابھی آیت نمبر ۲۲۹ سورۂ کہف میں یہ امر ثابت ہو چکا بحق جناب امیرؑ اور اہلبیت رسالت بلکہ بحق سلمانؓ اور ابوذرؓ وغیرہ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ یعنی وہ لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے ہیں اُن کی منزل باغاتِ فردوس ہے۔

(۸) نیز یہ جو سلسلہ آیات نمبر ۷ گروہ علیؑ کی شان میں شروع ہے۔ یہ اُس کے آخری خاتمہ کی آیت ہے

(۹) پس کیا بذریعہ سلسلہ اور کیا باعتبار متقین اور کیا بسبب اکرام اور کیا از روئے حدیث پیغمبر اور کیا بہ سند آیاتِ قرآن یہ آیت متعلق گروہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ہے کوئی شک باقی نہیں رہا۔

آیت نمبر ۲۳۶ سورۂ مریم رکوع ۶

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا۔ جس روز کہ خداوند رحیم و رحمٰن کے واسطے متقین کو گروہ گروہ کرکے محشور کریں گے یعنی جنت میں جگہ دیں گے۔

(۱) قرآن کے حسن بیان پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بدترین مخلوق کا ذکر آتا ہے۔ اس کے مقابل اشرف ترین خلق کا بیان ہوتا ہے اور جس کو ہم قاعدہ نمبر ۷ میں دکھا چکے ہیں اور نمبر ۲۲۴ تک ۱۰ جگہ مذکور ہے چنانچہ اس سے پہلی آیتوں میں ہے کہ ہم نے شیاطین کو بُلانے کو بھیجا ہے تو جلدی نکر ہم اُن کے لئے عذاب مہیا کر رہے ہیں اس کے بعد ہے جس روز متقیوں کو گروہ گروہ کرکے رحمٰن کی طرف محشور کیا جائیگا اور اُنہیں جنت میں جگہ دی جائے گی اُسی روز مجرموں کو جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا۔

(۲) اس آیت میں بھی لفظ متقی سے ہمارا مقصود حاصل ہے جو ہمارے امیرؑ کے لئے ثابت ہو چکا ہے۔

(۳) ہاں ایک لفظ وفد بھی قابل لحاظ ہے اور وفد اُس گروہ کو کہتے ہیں جو انعام و اکرام کا منتظر ہو کر بادشاہ کے سامنے جائے اُن متقین کی یہی حالت ہوگی۔

(۴) چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیرؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا اے علیؑ وفد وہ سوار ہیں اور وہ مرد ہیں جو دنیا میں خدا سے ڈرتے ہیں اور گناہوں سے پرہیز کیا کرتے ہیں۔

(۵) اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی زبانی تعریف وفد کو لفظ متقین مندرجہ آیت سے جو رابطہ ہے وہ مخفی نہیں ہے۔

(۶) جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کون پرہیزگار اور خدا سے ڈرنے والا ہو سکتا ہے خوف خدا سے اس طرح روتے تھے جیسے زن پسر مردہ۔

(۷) حتیٰ کہ معاویہ جیسے دشمن نے بھی جب حضرت کا یہ حال سُنا تو کہا بے شک وہ ایسے ہی تھے۔

(۸) اور خوف خدا سے تمام آئمہ علیہم السلام کی یہی کیفیت ہوتی تھی جیسا کہ ناظرین خیر سے مخفی نہیں۔

(۹) خوف خدا سے رونا آپ کا آیت نمبر ۲۲۳ میں وخروا سجدًا وبکیا سے ثابت ہے جس میں دو سندیں اور نمبر ۲۱۹ و نمبر ۲۲۱ آیت کی پیش کر دیں۔

آیت نمبر ۲۲۳ سورہ مریم رکوع ۶

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ جو لوگ کہ ایمان لائے اور اُنھوں نے اعمال کئے عنقریب خداوند عالم ان کے لئے (دولہائے مومنین میں) محبت عطا فرمائے گا۔

یہاں گیارھواں مقام ہے یعنی صفت آمنوا وعملوا الصالحات کا ذکر۔

(۱) پس ایمان اور عمل صالح پر نظر کر کے تو صاف آیت یہ اہلبیت سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔

(۲) مگر حسب ضرورت تفسیر عمدۃ البیان سے ایک روایت اپنے دعویٰ کی تصدیق میں نقل کیجاتی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب سرور عالم نے فرمایا اے علیؑ تو یہ دُعا کر اللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وُدًّا۔ خداوندا تو مومنین کے دلوں میں میری محبت پیدا کر دے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

(۳) دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے بعد نماز دُعا کی جس کو سب مقتدی سُنتے تھے کہ خداوندا تو علیؑ کی محبت مومنین کے دلوں میں اور اُس کی عظمت و ہیبت منافقوں کے سینوں میں ڈال دے اس پر آیت نازل ہوئی۔

(۴) اور بعض روایات میں ہے کہ خود جناب امیر علیہ السلام نے دُعا کی ان ہر سہ روایات کا مقصود ایک ہی ہے اور اسی کی تصدیق کرتی ہے (۵) وہ حدیث نبوی جو مختلف طریق سے کتب فریقین میں درج ہے

لَا یُحِبُّ عَلِیًّا اِلَّا مومن وَلَا یبغضُ علیًّا اِلَّا منافق جسے ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں

(۶) اب اس آئت کا مضمون صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اُن کے عمل نیک ہیں (یعنی جناب امیر علیہ السلام) خداوند رحمٰن اُن کی محبت مومنین کے دلوں میں پیدا کردیگا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اکثر مومنین خداشناسوں نے اپنی جانیں دیدیں مگر محبت امیر المومنین علیہ السلام سے دست بردار نہ ہوئے۔

(۷) مثلاً سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ و مقدادؓ اور مالکؓ اشتر و محمد بن ابی بکر و حجر بن عدی و عمر ابن حمق و میثم تمار کہاں تک نام لکھے جائیں۔

(۸) اور حدیث مذکورہ جس کا ذکر فقرہ ۳ و ۴ و ۵ میں ہے کتاب مناقب علامہ ابن مغازلی اور کتاب منقبۃ المطہرین علامہ ابن نعیم دونوں میں ابن عباس سے مروی ہے جسکو ذکر کیا ہے رسالہ اصلاح کے نمبر ۷ جلد ۱۲ میں روائت طولانی ہے عند الضرورت پھر کہا ابن عباس نے پس حضرت نے جناب امیر سے فرمایا اے ابو الحسنؑ تم اپنا ہاتھ بلند کرو آسمان کی طرف اور دعا کرو۔ پس حضرت علیؑ نے ہاتھ اپنے بلند کئے اور کہا خداوندا کر تو میرے لئے عہد اور بنا تو میرے لئے مودت اپنے نزدیک سے اسپر خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔

(۹) اب ناظرین خبیر و بصیر پر ظاہر ہوا کہ مودت جناب امیر علیہ السلام کیسا ایک امر مہتم بالشان ہے پیش خداورسولؐ ہے جبھی تو سورۂ شوریٰ میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ کہدو اے رسولؐ اس امر رسالت پر میں کچھ اُجرت نہیں چاہتا مگر یہاں محبت رکھو میرے قریبوں سے ۔ دیکھو کتاب سوانح عمری حضرت امیر المومنین ۲۴ ص ۲۷ طبع ثانی

آیت نمبر ۲۳۸ سورۂ مریم رکوع ۱۶

۱۶ / ۲۹۷

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ بِہٖ قَوْمًا لُّدًّا۔ ہم نے اس قرآن کو تیری زبان پر آسان کردیا ہے تاکہ تو متقیوں کو اُس کے ساتھ بشارت دے اور قوم شریر کو اُس کے ساتھ ڈراوے۔

(۱) متقین کو بشارت دینے کی نسبت پہلے بہت سی آیتیں درج ہو چکی ہیں اور متقین کا درجہ بھی وہ

معلوم ہوچکا ہے اُن کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

(۲) قرآن کا نزول بھی متقین کے واسطے ہے کہ فرمایا ذالکَ الکِتَابُ لَا رَیبَ فِیہِ ھُدًی لِلمُتقِین

(۳) اور بشارت تو متقین کے واسطے جا بجا قرآن میں موجود ہے۔

(۴) اسی اوپر کی آئت نمبر ۲۳۵ کو دیکھو تِلکَ الجَنَّۃُ الَّتِی نُورِثُ مِن عِبَادِنَا مَن کَانَ تَقِیّاً

(۵) یہی قرآن ہے اور یہی اُس کی اِنذار و بشارت اور وہی رسوؐل کی زبان پر آسان تھیں اور یہی گروہ معروف متقین ہے جن کے سردار امام المتقین ہیں۔

(۶) پھر اُس کے فہم و تفہیم میں کسی کو مفر کو تامل ہوگا۔

(۷) تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے۔ کہ ان آیات میں اِنَّ الذِینَ آمنُوا سے مراد جناب امیر علیہ السلام اور قوم لدّا سے مراد بنی اُمیّہ ہیں۔

(۸) نیز ثعلبی و حسن بصری و ابو القاسم خسکانی نے اس آیت کو معہ اس کے ماقبل کی آیتوں کے جو متقین و اہل ایمان سے متعلق ہیں جناب امیر علیہ السلام کی شان میں قبول کیا ہے۔

(۹) جناب صادق آل محمد علیہ السلام نے اس کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے کہ سوائے ازیں نیست کہ قرآن کو زبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر آسان کیا جس وقت کہ آپ نے خلافتِ امیر المومنین علیہ السلام کو اُمت پر قائم کیا پس مومنین متقین اور پیروانِ علیؑ کو اس کی خوشخبری دی اور منکروں کو ڈرایا اور منکر وہ ہیں جنہیں خدا نے قوم لدّا سے تعبیر فرمایا ہے ؎

آیت نمبر ۲۳۹ سورۂ طٰہٰ رکوع ۱

طٰہٰ ۝ مَا اَنزَلنَا عَلَیکَ القُرآنَ لِتَشقٰی۔ تفسیر عمدۃ البیان کے موافق اس آیت کا شانِ نزول لکھتے ہیں کہ حکم قُمِ اللَّیلَ اِلَّا قَلِیلاً کے بموجب آپ نماز تہجد میں مصروف رہتے تھے آپ رات بھر کھڑے رہتے اور نفس کشی کے لئے پنجوں پر سارا بوجھ دیکر پھر قیام فرماتے۔ جس سے پائے اقدس پر ورم آگیا تھا اُس وقت خداوندِ کریم نے ازراہ شفقت فرمایا کہ ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ تو رنج و ایذا اُٹھائے۔

(۱) اس آیت میں حروفِ مقطعات قابل غور ہیں اور انہیں سے ہمارا مطلب ہے یہ بالکل ظاہر ہے کہ

نبی کو قرآن شریف میں جن الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے اُن کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے۔

(۲) جیسے یا ایھا المزمل اے کملی میں لپٹے ہوئے آنحضرت صلعم کملی اوڑھ کر تہجد گذاری میں مصروف ہوتے تھے۔

(۳) یا ایہا المدثر اے چادر میں لپٹے ہوئے یعنی پہلی مرتبہ نزولِ وحی کے وقت آپ کا بدن کانپنے لگا اور آپ نے گھر میں آکر کہا کہ مجھے چادر اُڑھا دو۔

(۴) علیٰ ہذا یٰسین یعنی اے سردار مرسلین چونکہ آپ تمام انبیا کے افسر تھے۔

(۵) اور اس جگہ فرمایا ہے طٰہٰ یعنی اے طیب و طاہر۔ اور وہ بزرگ جس کے اہلبیت کو بھی درجہ عصمت و طہارت عطا ہوا ہے۔

(۶) جیسا کہ دوسری جگہ فرماتا ہے اِنما یرید اللہ الخ اب صاحب نظر کو دیکھنا چاہیئے کہ بحساب جمل صغیر طا کے عدد نو اور ہا کے پانچ ہیں جن کا مجموعہ چودہ ہوتا ہے یہ چہاردہ معصومین کی طرف پورا پورا اشارہ ہے۔

(۷) اسی کے مطابق تفسیر عمدۃ البیان میں بھی لکھا ہے کہ بعض علمائے نامدار نے طٰہٰ سے مراد چہاردہ معصومین مراد لئے ہیں اور عدد بھی طٰہٰ کے چودہ ہیں۔

(۸) تو اب مطلب یہ ہوا۔ کہ طاہرین کے سردار ہم نے تجھ پر قرآن نازل نہیں کیا کہ تو اس قدر مشقت برداشت کرے اس سے رسول اور اہلبیت رسول کی کمال فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اہل بیت بھی رسول اللہ سے علیحدہ نہیں جیسا کہ حکم درود میں انکی شمولیت حسب فرمانِ رسول موجود ہے۔

(۹) حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ طٰہٰ قسم ہے طہارتِ اہلبیت علیہم السلام کی۔ اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد۔

آیت نمبر ۲۴ سورہ طٰہٰ رکوع ۳

ومن یاتہ مومناً قد عمل الصالحات فاولٰئک لہم درجات العلیٰ۔ اور جو کوئی اس کے پاس آئے با ایمان اور عمل اُس نے نیک کئے ہوں تو ایسے تمام لوگوں کے لئے درجات بلند ہیں۔

(۱) اول وہ قاعدہ مستعمل قرآن یہاں بھی پایا جاتا ہے کہ جہاں ذکر بدترین مخلوق کا آتا ہے اُس کے

بعد فوراً ہی ذکر بہترین خلایق کا آتا ہے جو آیہ نمبر ۲۳۶ تک گیارہ مرتبہ آچکا ہے یہ بارہواں مقام ہے۔

(۲) ایمان اور عمل صالح یہ دو چیزیں اس آیت میں باعث رفعت درجات فرمائی گئی ہیں اور یہ دونوں صفتیں جناب امیر و آئمہ طاہرین علیہم السلام سے بڑھکر کسی میں پائی نہیں جاتیں متعدد جگہ ان پر بحث ہوچکی ہے۔ چنانچہ آیت نمبر ۲۳۷ تک گیارہ مقام پر یہ صفات ظاہر فرماکر مستحق جنت و درجات ہمارے آئمہ ہدیٰ کو فرمایا ہے اور یہ بارہواں مقام ہے ؎

آیت نمبر ۲۴۱ سورۂ رکوع ۳

جنّات عدن تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا جزاؤ من تزکّیٰ۔ بہشت ہائے عدن ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ جزا ہے اُس شخص کی جو پاک وصاف ہو۔

(۱) اس آیت میں کلمۂ تزکّیٰ سے ہمارا مقصود روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا بھلا اُن بزرگواروں سے زیادہ کون پاک ہوسکتا ہے جنہیں بحکم آیۂ تطہیر خداوند عالم نے پاک کیا ہو جنکا ذکر آیت نمبر ۲۴ میں بھی ہوچکا

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ یہی مطہر نفوس جنت کے سچے مستحق ہیں؟

(۳) اور انہیں کو وارثین جنت فرمایا گیا ہے جیسے کہ آیت نمبر ۲۳۳ میں ابھی اوپر گذرا ہے جنات عدن التی وعد الرحمٰن عبادہ بالغیب انّہ کان مَاتیًا۔

(۴) جنات عدن وہ ہے جس کا وعدہ کرلیا ہے رحمان نے اپنے بندوں سے غیب میں اور وہ وعدہ ضرور ہونے والا ہے۔

(۵) اور جن بندوں سے عدن کا وعدہ ہوچکا ہے قرآن اُن کو ظاہر کرتا ہے۔ آیت نمبر ۹۶ سورہ نحل اور آیت نمبر ۱۲۱ سورہ رعد میں جنات عدن یدخلونہا میں تفسیر سے دونو جگہ معلوم ہوگا کہ وہ اہلبیت رسالت ہیں داخل ہونے والے عدن کے۔

(۶) کتاب احسان مصنفہ مرزا عبد التقی صاحب مرحوم کی روایت نمبر ۱۹ میں کتب اہلسنت سے لکھا ہے کہ یہی آیت سورۂ رعد جناتِ عدن یدخلونہا کی تفسیر کی بابت عمر خطاب نے کعب الاخبار سے دریافت کیا عدن کیا چیز ہے اُس نے توریت کے بموجب بیان کیا کہ عدن ایک قصر ہے جنت میں جس میں بجز نبی اور

صدیق اور شہداء کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔

(۷) اور ایسا ہی آیت نمبر ۱۴۲ سورہ توبہ میں جو صاف وعدہ عدن کا خدا فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰہُ المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا مساکن طیبۃ فی جنات عدن ورضوان۔ اس کی تفسیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد ہے کہ عدن خانہ خدا ہے نہ کسی آنکھ نے اُسے دیکھا اور نہ کسی بشر کے دل میں گذرا وہاں نہیں پہونچ سکتا مگر تین شخص انبیاؑ صدیق اور شہداء۔

(۸) مفسر قرآن اور عالم توریت کی زبان سے عدن کے رہنے والے جو معلوم ہوگئے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سردار انبیا اور علی مرتضیٰ صدیق اکبر اور شہدا کل آئمہ جو اپنی موت سے نہیں مرے بلکہ شہید ہوئے ثابت ہوگئے۔

(۹) اور کیسی مطابقت ہے کہ آیت نمبر ۱۴۲ میں بھی خدا فرماتا ہے مساکن طیبۃ اور آیت زیر بحث میں بھی ہے جزاء من تزکیٰ اور وہ تزکی مالکان تطہیر معلوم ہو چکے پس عدن خاص مکان اہلبیت کا ہے۔

آیت نمبر ۲۴۲ سورہ طٰہٰ رکوع ۴

وَانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اہتدیٰ۔ میں اُس شخص کو بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور عمل صالح کئے اور ہدایت پائی۔

(۱) تفسیر عمدۃ البیان میں ثم اہتدیٰ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ خدا کی وحدانیت پر ایمان لایا ہو اور اُس چیز پر کہ جو پیغمبر خدا کی طرف سے لایا ہے ایمان پر ثابت قدم رہا ہو بدعت کی طرف مایل نہ ہوا ہو۔

(۲) ابن عباس سے منقول ہے کہ اپنے ایمان میں کبھی شک نہ لایا ہو۔

(۳) حضرت صادق علیہ السلام سے اِس لفظ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہم اہل بیت کی دوستی کی طرف ہدایت پائی ہو قسم خدا کی کہ اگر کوئی بندہ مابین رکن ومقام تمام عمر عبادت کرے اور مرجائے اور ہمارا دوست نہ ہو تو خداوند تعالیٰ اُس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔

(۴) اور ابو القاسم حسکانی نے لکھا ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی۔ ثم اہتدیٰ الیٰ ولایۃ علی ابن ابی طالب۔

(۵) اور تفسیر اہل بیت علیہم السلام اور تفسیر عیاشی میں اسی طرح لکھا ہے۔
(۶) کتاب کشف الحجاب میں اس آیت کو آیات فضایل کے ۱۲ ویں نمبر پر شمار کرتے ہوئے صواعق محرقہ سے نقل کیا ہے اھتدی الی ولایۃ بیتی واھلبیتہ صلعم وجاء ذالک عن ابی جعفر علیہ السلام۔ کہ مراد اھتدیٰ سے یہ ہے کہ ولایتِ اہل بیتِ پیغمبر کی طرف ہدایت پائی ہو اور یہ روایت حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے۔
(۷) اب مفہوم آیت کا یہ ہوا کہ میں اُس شخص کو بخش دونگا جس نے توبہ کی اچھے کام کئے ہوں اور علی ابن ابیطالب و اہل بیت کی دوستی میں سرشار رہا ہو خوشا حال شیعیان علیؑ کا علیؑ دارم چہ غم دارم؟

آیت نمبر ۳۴۲ سورہ طٰہٰ رکوع ۷

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی۔ جس نے میرے ذکر سے منہ پھیر لیا تو اُس کے لئے ہمیشہ (زندگی) تنگ ہے اور قیامت کے روز ہم اُسے اندھا محشور کرینگے
(۱) اس آیت میں اگر ذکر سے مراد یاد خدا لیجائے تو کچھ مناسب نہیں کیونکہ اکثر مذاہب کے لوگ جنگلوں پہاڑوں میں تن تنہا رہکر اُس کی یاد کرتے ہیں دُنیا کو بالکل ترک کر دیتے ہیں جیسے رہبان اور رشی بھگت وغیرہ مگر اسلام ان کی نجات کا اقرار نہیں کرتا۔
(۲) لہٰذا ذکر سے مراد یہاں وہی ہے جس کے لئے فرمایا ہے نحن نزلنا الذکر الخ (۳) اور ایک جگہ فرماتا ہے انزلنا الیکم ذکرا رسولا۔ یعنی رسوؐل کو خدا نے قرآن میں ذکر بھی فرمایا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ جو ہم سے اعراض کریگا منہ پھرائے گا اُس کی یہ سزا ہے۔
(۴) جب رسول اللہؐ کی فضیلت اس آیت سے ثابت ہو گئی تو نفسِ رسوؐل بھی اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا جس کے لئے حدیثِ توحّد نور و خلقت و تربت کافی گواہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا ہے کہ میں اور علیؑ ایک شجر سے ہیں پھر فرمایا ہے میرا گوشت علیؑ کا گوشت ہے میرا خون علی کا خون ہے۔
(۵) نیز حضرت فرماتے ہیں مَنْ فَارَقَ عَلِیًّا فَقَدْ فَارَقَنِیْ۔ جس نے علیؑ کو چھوڑا اُس نے مجھکو چھوڑا۔
(۶) خود حضرت امیر فرماتے ہیں نحن اھل الذکر جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔
(۷) نیز عمدۃ البیان میں حضرت صادق علیہ السلام سے مرقوم ہے کہ ذکر خدا سے روگردانی کرنے والا وہ شخص ہے

جو علیؑ کی دوستی سے روگردانی کرے وہ قیامت کے روز اندھا ہوگا جیسا کہ دُنیا میں دل کا اندھا تھا وہ قیامت میں حیران ہوگا اور اپنے اندھا ہونے کی وجہ پوچھے گا جیسا کہ آیت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۸) اور سب سے زیادہ روشن دلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ہے ذکرُ علیٍّ ذکری و ذکری ذکر اللہ لہذا ذکر علیؑ ذکر اللہ اسی واسطے فرمایا ہے زینو مجالسکم بذکر علی ابن طالب

16
۵۱۱

آیت نمبر ۲۴۴ سورہ طہٰ رکوع ۷

قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتکَ آیاتُنَا فَنَسِیتَھَا وَ کَذٰلِکَ الیومَ تُنسیٰ۔ کہیگا خداوندِ عالم کہ تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں تو نے اُن کو بھلا دیا ایسا ہی آج کے دن ہم نے تجھے فراموش کردیا نظر رحمت تجھ سے ہٹالی گئی جیسا تو نے کیا ویسا پایا۔

(۱) اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ آیاتِ الٰہی کونسی ہیں جن کو نظرانداز کردینے سے انسان اندھا ہوکر قیامت میں اُٹھیگا (۱) اس کی بحث ہم آیۂ سبحان الذی اَسْرٰی الخ اور آیہ نمبر ۲۲۳ ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم میں بخوبی ظاہر کرآئے ہیں کہ خداوندِ تعالیٰ کی زبردست نشانی جناب امیر علیہ السلام اور اُن کی ذریتِ طاہرہ ہیں اور آیۂ فانما سورۂ مریم نمبر ۲۳۸ بھی اس کی شہادت کے لئے موجود ہے کہ ذکر سے اعراض کرنے والا اندھا ہوکر اُٹھیگا۔ اور یہی حال دشمنِ اہل ذکر کا ہوگا۔ جن کو قوماً لدا الخ فرمایا ہے خداوندِ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ان کے ڈرانے والے ہیں ۱۲

16
۵۱۱

آیت نمبر ۲۴۶ سورہ طہٰ رکوع ۷

وَکَذٰلِکَ نَجزِی مَن اَسرَفَ وَلَم یُؤمِن بِاٰیاتِ رَبِّہٖ وَلَعَذَابُ الاٰخِرَۃِ اَشَدُّ وَاَبقیٰ جس شخص نے اسراف کیا اور اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان نہ لایا اُس کو ہم ایسی ہی جزا دیتے ہیں اور بے شک عذاب آخرت کا نہایت شدید اور باقی رہنے والا ہے۔

(۱) اس آیت میں بھی ہمارا مطلب جن آیاتِ الٰہی سے ہے اُن نشانیوں کی شناخت ہم پہلے کرچکے ہیں

(۲) انہیں نشانیوں کے منکرین کا یہ حال ہوگا کہ اندھے ہوکر اُٹھیں گے اور جہنم کی ہوا کھائیں گے۔

(۳) سب سے بڑی نشانی خدا کی وہ ہے جس کو نبأ العظیم فرمایا۔ عم یتساءلون میں ذکر آئیگا۔

(۴) یہ چار آیتیں ایک ہی سلسلہ میں مثل سلسلہ ہائے مذکورہ بالا کے ہے آیت نمبر ۲۳۴ میں ۷ واں
مقام تھا اور یہاں سلسلہ کلام آٹھواں مقام ہے ؎

آیت نمبر ۲۴۶ سورۂ طٰہٰ رکوع ۸

۱۶/۸ ۲/۱۰

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اُس پر صبر کر (اپنے نفس پر سختی کر) ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے (بلکہ) ہم تجھکو رزق دیتے ہیں اور حُسن عاقبت پرہیزگاری کے لئے ہے۔

(۱) یہ آیت خاص اہل بیت رسول کے لئے ہے جیسا کہ عمدۃ البیان جلد دوم ص ۲۴۷ میں امام رضا علیہ السلام کا یہ قول مرقوم ہے کہ اس آیت کے ساتھ خدا نے ہم کو مخصوص کیا ہے پہلے ہم کو تمام اُمت کیساتھ نماز کا حکم ہوا۔ اور پھر ہم کو خاص طور سے حکم دیا گیا جیسا کہ رسولُ اللہ پر نمازِ تہجد واجب تھی۔

(۲) تفسیر عمدۃ البیان میں اس آیت کی تفسیر میں ابوسعید خُدری سے یہ روایت لکھی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ برابر ۹ مہینہ تک خانۂ جناب امیر علیہ السلام پر وقت نماز آتے تھے اور فرماتے تھے الصَّلٰوة یرحمکم اللہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (۳) اس عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کلام الٰہی میں اہل بیت رسولؐ سے کون بزرگوار مراد ہیں اور ازواج کو اہلبیت رسولؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۴) جس قدر مراتب و درجات بلند ہوتے ہیں اُسی قدر عبادت اور ریاضت اور نفس کشی زیادہ کے ذمہ دار بن جاتے ہیں کیا خوب کہا شاعر نے ؎ جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

(۵) سورۂ بقر میں ہے آیہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ الخ ہم جو لکھ آئے ہیں اُس کی تائید کے لئے آیۂ زیر بحث ایک زبردست دلیل ہے۔

(۶) امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پیغمبر کو حکم دیا کہ اپنے اہل بیت اور اپنے نفس کو تمام اُمت کے آدمیوں سے ایک خصوصیت کے درجے میں رکھے۔ تاکہ لوگوں پر اہل بیت علیہم السلام کی بزرگی واضح ہو جائے۔

(۷) پھر آیت میں فرماتا ہے لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا الخ یعنی ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے تم صبر کیساتھ عبادت

میں مشغول ہو۔ رزق کے تو ہم ضامن ہیں۔

(۸) جیسا کہ من یتق اللہ یجعل اللہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب (جو شخص خدا سے ڈرتا ہے ہم اُس کے لئے ایک مخرج قرار دیتے ہیں اور بےحساب رزق عطا فرماتے ہیں)، سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۹) اور حقیقۃً اہل بیت علیہم السلام نے اس ارشاد الٰہی کی پورے پورے طور سے تعمیل کر کے دکھا دی اور بتا دیا کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے یہ معنی ہیں۔

آیت نمبر ۷۴۳ سورۂ طٰہٰ رکوع ۸

(۱۶/۵۱۲)

قُل کُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا فَسَتَعلَمُونَ مَن اَصحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ وَمَنِ اهتَدٰی ؁

ہر ایک انتظار کرنے والا ہے اے رسولؐ یہ کہدے کہ تم منتظر رہو کہ عنقریب تم صاحبان صراط کو جان جاؤ گے۔ اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہدایت یافتہ ہے۔

(۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو گروہ ہیں ایک منافقین کا جو کج رو ہیں (۲) اور دوسرا ہدایت یافتہ

(۳) دوسرے صاحبان صراط مستقیم اور ہدایت یافتہ اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں معلوم ہو گئی کہ صراطِ مستقیم طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے۔

(۴) تو پھر اب صاحب صراط مستقیم کون ہوئے صاف جواب ہے۔ کہ پیروانِ محمدؐ و آل محمدؐ۔

(۵) اب رہا من اہتدیٰ اس کی بحث ہم ابھی نمبر ۲۴۴ میں لکھ آئے ہیں کہ ہدایت یافتہ وہی ہے جو محبتِ علیؑ و اہل بیتؑ ہو۔

(۶) انہیں ہدایت یافتوں کا متعدد جگہ ذکر آچکا ہے۔

(۷) جیسے سورۂ اعراف الحمد للہ الذی ہدانا الخ کی بحث میں ہم لکھ آئے ہیں آیۃ: یہ بحث پیروان اہلبیتؑ کی بزرگی پر کافی طور سے دلیل ہے۔

(۸) یہ مضمون آیت نمبر ۱۳۹ سورۂ توبہ میں ہے فتربصوا انا معکم متربصون۔ اس کی تفسیر میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ مخاطب اس کا گروہ منافقین ہے جو بعد انتظار کے بصورتِ ناکثین قاسطین و مارقین ہلاک ہوا۔ اور مقابل اس کے گروہ جناب امیر علیہ السلام کا تھا جس کو اِس جگہ صاحب صراط المستقیم اور سورۂ انبیاء رکوع ع ابس من اہتدی سے یاد فرمایا۔

آئت نمبر ۲۴۹ سورۂ انبیا رکوع ۱

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ اِس آئت کی تفسیر میں بعض مفسرین عامہ نے تحریر کیا ہے کہ اہل ذکر سے مراد اہل توریت و انجیل ہیں سُبحان اللہ اوّل تو ان کو ہر جگہ اہل کتاب کہا گیا ہے۔

(۲) یہ کہ اگر ان سے پوچھو گے تو یہ تو اپنے مذہب کی پیروی کا حکم ندیں گے اِس صورت میں تو گویا خداوند عالم عمل بالقرآن سے روکتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے کہا کہ لوگون کا گمان ہے کہ اہل ذکر سے مراد اہل کتاب ہیں تو فرمایا۔ اس صورت میں وہ اپنے دین کی طرف بلائیں گے پھر فرمایا کہ ہم اہل ذکر ہیں (۳) بے شک اہل ذکر وہی بزرگوار ہیں جن کا ذکر مدلل پیشتر آچکا ہے ابھی آیت نمبر ۲۴۴ سورۂ طٰہٰ میں (۵) اور آیت نمبر ۲۰۰ سورۂ نحل میں تو یہ آیت کامل طور پر لفظاً و معنیً بیان ہو چکی خاص اہلبیت کی شان میں نازل ہو چکی ہے یہان توارد ہونے پر کیا معنی یا مراد بدل جائیگی ہرگز نہیں۔

(۶) تاریخ آل امجاد میں لکھا ہے روایت کرد معاویہ ابن عمار کہ ذہبی از امام محمد باقر علیہ السلام در تفسیر فاسئلوا اھل الذکر الخ سوال کرو کہ قال نحن اھل الذکر کذا فی حصول المھمہ۔

(۷) انہیں اہل ذکر کے سردار جناب امیر علیہ السلام ممبر پر فرمایا کرتے تھے سلونی سلونی قبل ان تفقدونی۔ (۸) جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مجھ سے پوچھو جو کچھ پوچھنا ہو میں اہل ذکر ہون (۹) مجھ سے ہی سوال کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔

آئت نمبر ۲۵۰ سورۂ انبیا رکوع ۷

اِنّ الذین سبقت لھم منّا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون۔ اوپر جہنم کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی نے سبقت کی ہے وہ اس (جہنم) سے دور رہیں گے یعنی جن کے ساتھ نیکی کا وعدہ کیا گیا ہے اُنہیں جہنم کی ہولناک آوازون سے کوئی خوف نہ ہوگا اور اعلیٰ علیین میں رہکر جہنم سے بہت دُور ہون گے۔

(۱) موقاعدۂ شناخت جو آیت نمبر ۲۴۰ میں ۱۱ ویں مقام پر تھا یہان ۱۲ ویں مرتبہ نظر آتا ہے۔

(۲) اب دیکھنا یہ ہے کہ نیکی یعنی بہشت کا وعدہ کس گروہ سے کیا گیا ہے ملاحظہ ہون آیات نمبر ۱۴۵
سورۂ توبہ وَعَدَ اللّٰہُ لَھُم جَنّٰتٍ تَجرِی مِن تَحتِھَا الاَنھٰرُ الخ

(۳) نمبر ۱۷۰ سورۂ ابراہیم ادخل الذین آمنوا الخ

(۴) نمبر ۱۰۵ سورۂ حجر اِنَّ المُتَّقِینَ فِی جَنّٰتٍ وَعُیُونٍ

(۵) و آیہ نمبر ۱۵۳ سورۂ نحل جَنّٰتُ عَدنٍ یَدخُلُونَھَا الخ وغیرھم سے صاف اہلبیتؑ رسالتپناہی
معلوم ہوتے ہیں۔

(۶) تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ اِس آیت کی تفسیر میں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بھی اسی
جماعت میں ہون جن کے واسطے وعدۂ نیک کیا گیا ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(۷) اور قول صاحب تفسیر عمدۃ البیان سے معلوم ہوا کہ یہ آئت کل مومنین پیروان علی علیہ السلام
کے لئے عام ہے۔

(۸) اور حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہمارے شیعون کو قیامت کے دن سفید رو
اُٹھائیگا ستر اُن کے پوشیدہ ہون گے ہول قیامت سے امن میں ہون گے سب مقام ان پر آسان
ہون گے دسترخوان اُن کے واسطے چُنے جائیں گے وہ کھانے کھاتے ہون گے اور لوگ حساب دینے میں
مشغول ہون گے۔

(۹) اور یہی مراد ہے قول حق تعالیٰ اسے اِنَّ الَّذِینَ سَبَقَت لَھُم مِنَّا الحُسنیٰ الخ

آئت نمبر ۲۵۱ سورۂ انبیاء رکوع ۷

لَا یَسمَعُونَ حَسِیسَھَا وَھُم فِی مَا اشتَھَت اَنفُسُھُم خٰلِدُونَ۔ انہیں بہشتیون کے متعلق
جن کا ذکر اوپر آچکا ہے بیان فرماتا ہے کہ وہ آواز آتشِ دوزخ نہ سنیں گے اور جس چیز کی آرزو کریں گے
ہمیشہ اُس میں کامیاب ہون گے۔

(۱) مطابق سلسلہ ہائے گذشتہ جیسا کہ آئت نمبر ۲۴۶ تک نمبر ۸ تھا ویسا ہی یہ نمبر ۹ سلسلہ آیت نمبر ۲۵۰
سے شروع ہوا ہے یہ آئت اُسی سلسلہ میں ہے یعنی دُور رہنے والے دوزخ سے نہ سُنیں گے آواز آتش
دوزخ کی (۲) اور کمال احتیاط ہے اپنے مہمانون کی عذاب کی جگہ کا دکھنا تو در کنار اُس کی آواز ہل من مزید

جو ہول زیادہ کرنے والی ہے وہ بھی نہ سُنیں گے۔

(۳) اور وجہ عدم سماعت اوپر کی آئت میں بیان کر دیئے۔ اولئک عنہا مبعدون۔ کہ وہ لوگ بہت دُور ہون گے اور دُور کی آواز نہیں سُنی جاتی۔

(۴) دوسری خوبی جو اس جگہ ہوگی اُن کے نفس جو خواہش کریں گے وہی اُن کو ہمیشہ مُیسّر ہوگا اس سے کمال تزکیہ اہلبیت پایا جاتا ہے ورنہ بقول یوسف علیہ السلام ان النفس لامارۃٌ بالسوء نفس ہمیشہ بُرائی کی خواہش رکھتا ہے مگر ان لوگون کے نفس کی خواہش خدا پوری کرتا ہے پس یہان قبول کی خواہش اُن کے نفسونکی۔

(۵) جس کی خبر آئت نمبر ۱۹۶ سورہ نحل میں بھی انہی نفظون میں وہی ہے لہم فیہا مایشاعون۔

آئت نمبر ۲۵۲ سُورۂ انبیاء رکوع ۷

لَا یحزنہم الفزع الاکبر و تتلقٰہم الملائکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون۔ ان کو خوف بزرگ محزون نکریگا اور فرشتے اُن سے ملاقات کریں گے۔ اور کہیں گے، کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ وہی سلسلہ جاری ہے۔

(۱) اور یہ آئت بھی آیاتِ سابقہ سے تعلق رکھتی ہے بیشک جب انہیں کسی قسم کی تکلیف ہی نہ ہوگی تو محزون کیون ہون گے۔

(۲) ان کے عدم حزون کی بابت آئت نمبر ۱۳ و نمبر ۲۳ سورۂ بقر میں بخوبی بحث ہوچکی ہے تفسیر لا خوفٌ علیہم ولاہم یحزنون انہی لوگون کو ظاہر کرتی ہے۔

(۳) اور ملاقات فرشتوں کی اہلبیتِ رسالت سے اکثر جگہ قرآن میں ذکر ہے آئت نمبر ۱۴۷ سورۂ رعد میں ہے۔ وَالملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔

(۵) رہا یہ امر کہ فرشتے کہتے ہیں یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس وعدہ کے موعود لہٗ بھی اہلبیت رسول ہیں جس کی بہت ہی نزدیک خبر ہے آئت نمبر ۲۳۳ میں جناتِ عدن التی وعدہ الرحمٰن عبادہٗ بالغیب۔ یہ جنتِ عدن وہی تو ہے جس کا وعدہ کیا ہے خدا نے اپنے بندون سے غیب میں۔ وہ بندے یہی تو ہیں کہ فرشتے یاد دلاتے ہیں اس وعدے کو جس کی بابت خداوندِ تعالیٰ فرما چکا ہے انہٗ کان وعدہٗ ماتیا۔ چنانچہ آئت آئندہ میں بھی یہی فرماتا ہے کہ ہم نے لکھدیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے

آئت نمبر ٣٥٢ سورۂ انبیار کوع ٧

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ - ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھدیا کہ ہمارے نیک بندے زمین کے وارث ہوں گے۔

(١) اس آئت میں زبور کی نسبت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد صحیفۂ داؤد ہے اور بعض نے کل کتابیں مراد لی ہیں بمحاورہ قرآنی کہ جب مجمل کتاب کا نام آیا ہے تو زبور یا زبر سے کل کتابیں مراد ہوتی ہیں جیسے کہ سورۂ قمر میں فرمایا ہے ام لکم برأة فی الزبر[٢] اور ذکر سے مراد لوح محفوظ لی ہے کیونکہ صحیفۂ آسمانی خواہ کسی نبی پر نازل ہو اول لوح محفوظ پر نقش ہوتا ہے۔

(٣) صحیفۂ داؤد مراد لینے والے کو یہ خیال نہ رہا کہ اسمیں احکام وراثت کہاں ہیں اس میں تو فنونِ جنگ کا ذکر ہے کہ داؤد زرہ سازی بھی کرتے تھے۔ اور ایک بڑی لڑائی بھی اُن کے ہاتھ پر فتح ہو چکی تھی۔ ورنہ داؤد کی تمام عمر حمد و ثنائے الٰہی میں گذری ہے اور زبور در اصل انہیں دعاؤں کا مجموعہ ہے۔

(٤) خیر کچھ بھی ہو مطلب یہ کہ خداوندِ عالم نے لکھدیا ہے کہ زمین کے وارث نیک بندے ہوں گے۔

(٥) اب ارض کی نسبت بھی اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہی دُنیا ہے تو اس صورت میں تو حضرت صاحب الامر کے علاوہ دوسرا ایسا نہ ہوا جو زمین کا پورا پورا وارث ہو مشرق سے غرب تک اُس کی حکومت ہو اور ایک مذہب توحید کے سب قائل ہو جائیں۔

(٦) رہا اس میں یہ شُبہ کہ عبادی جمع کا صیغہ ہے اوّل تو اگر تعظیم کے لیے جمع کا صیغہ آجائے تو جائے اعتراض نہیں دوئم یہ کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے اصحاب اور پیرو ایک لحاظ سے وہ بھی تو وارث زمین ہوں گے یہ شُبہ یوں رفع ہو گیا۔

(٧) اب دوسرا قول ارض کی نسبت یہ ہے کہ اُس سے زمین جنت مراد ہے جس کو کبھی فنا نہیں تو اس قول کے موافق تو ہمارا مقصد بالا ولیٰ ثابت ہے۔

(٨) جیسا کہ آیہ نمبر ٣٠٢ میں تلک جنت التی نورث من عبادنا کی بحث میں ہم لکھ آئے ہیں۔

(٩) اور آئندہ بھی اس کے متعلق آئت آئیگی سورۂ زمر میں دیکھو الحمد للہ الذی اورثنا من الجنۃ غرض ہر طور عباد الصالحین ذریتِ رسولؐ ہیں۔

آئت نمبر ۴ ۲ ۵ سورۂ حج رکوع ۲

اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار

اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔ بیشک خداوند تعالی داخل کریگا اُن لوگون کو کہ ایمان لائے اور عامل عمل نیک کے رہے بہشتون مین کہ نیچے جاری ہیں اُن کے نہرین تحقیق کرتا ہے وہ جو ارادہ کر لیتا ہے۔

(۱) اس آئت میں نہ کوئی امر جدید ہے نہ کوئی صفت نرالی ہے نہ کوئی موصوف اجنبی ہے۔

(۲) داخلۂ جنت کی خبر ہے عاملِ دو صفات کے واسطے اُس میں صفتِ اوّل تو ایمان ہے اور دوسری صفت عمل صالح۔

(۳) سو یہ ایسی صفات معروف بہ شانِ اہلبیتِ رسالت ہیں کہ نمبر ۲۴۲ سورۂ طٰہٰ تک ۱۲ مقام میں انواع انواع کی بحث کا نتیجہ یہی نکلا کہ یہ دو نو صفاتِ کامل طور پر تو خدا نے اہلبیتِ اطہار کی ذوات سے مخصوص کر دی ہیں کم و بیش بہ تقلید البتہ پیروان کو بھی حصّہ مِل گیا ہے۔

(۴) تفصیل ان ۱۲ مقام کی یہ ہے نمبر ۹ و نمبر ۱۲ و نمبر ۵۰ و نمبر ۱۶۷ و نمبر ۱۷۰ و نمبر ۲۰۴ و نمبر ۲۲۳ و نمبر ۲۲۶ و نمبر ۲۳۷ و نمبر ۲۴۱ و نمبر ۲۴۲ اور تیرہوان مقام یہ ہے۔

(۵) اب دو آیات کی عبارت بھی تمثیلاً لکھی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ ذرا بھی تو کسی طرح کا فرق نہیں گویا آئت زیرِ بحث بطور توارد واقع ہے۔

(۶) لیجئے ملاحظہ ہو آئت نمبر ۲۷ سورۂ ابراہیم وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا الآخر۔ داخل کرین گے ہم اُن لوگون کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں بہشتون میں جن کے نیچے نہرین جاری ہیں ہمیشہ کے واسطے۔

(۷) ظاہرا تو کوئی فرق نہیں بجز آخری کلمہ کے جس سے نفسِ عرض میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

(۸) دوسری آئت نمبر ۲۹ سورۂ رعد اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے اُن کے واسطے طوبیٰ ہے اور اچھا قرار گاہ ہے صفات وہی ہیں ہان طوبیٰ ایک درخت جنت کا ہے جس کا سایہ ہر بہشتی کے گھر میں ہوگا۔

(۹) اور نہ جنت طوبیٰ سے خالی اور نہ طوبیٰ جنت کے سوا دوسری جگہ ہو سکتا ہے پس جنت سے بھی مراد

17/۵۳۳

آئت نمبر ۲۵۵ سورۂ حج رکوع ۲

ھٰذانِ خصمانِ اختصموا فی ربھم یہ دوگروہ آپس میں لڑ پڑے اپنے رب کے بارمیں یعنی رب کے بارے میں اختلاف تھا۔ ایک گروہ رب وحدہٗ لاشریک کا قائل تھا اور دوسرا گروہ منکر۔ یعنی قائل رب کا تو گروہ اسلام تھا اور منکر گروہِ کفار قریش تھے۔

(۱) چنانچہ عمدۃ البیان کے صفحہ ۳۰۶ پر بحوالہ بخاری ابوذر غفاری رضی سے روائت منقول ہے کہا قسم بخدا یہ آئت چھ آدمیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ بروز بدر سبقت کے سبب سے پہلی جنگ میں عتبہ و شیبہ اور ولید بن عتبہ نے گروہِ کفار میں سے اور مومنین میں سے حمزہ رض و علی ع اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب۔

اور اسی کے مطابق تفسیر حسینی میں بعبارت فارسی بیان کیا ہے۔

(۳) بلکہ امتناز زیادہ ہے کہ در تبیان از مرتضیٰ علی ع نقل کردہ نزلت ہٰذہ الآیت فی مبارزتنا لکفار یوم بدر۔

(۴) اور بخاری نے بھی جناب امیر علیہ السلام سے روائت کی ہے کہ یہ آئت بدر کے روز ہمارے اور ہمارے مقابلہ کرنے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(۵) کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست آیاتِ فضائل میں اس آئت کا نمبر ۱۲ ہے اور من و عن اسی طرح تفسیر کی ہے بحوالہ بخاری بروایت قیس بن عبادہ۔

17/۳۳۲

آئت نمبر ۲۵۶ سورۂ حج رکوع ۲

اِنَّ اللّٰہَ یُدخِلُ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجرِی مِن تَحتِھَا الاَنھٰرُ یُحَلَّونَ فِیھَا مِن اَسَاوِرَ مِن ذَھَبٍ وَّلُؤلُؤًا وَلِبَاسُھُم فِیھَا حَرِیرٌ۔ بتحقیق خداوند تعالیٰ داخل کرتا ہے ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والے لوگوں کو باغ ہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی بہشت میں اور لباس اُن کے ریشمی ہوں گے۔

(۱) یہ آئت دوبارہ نازل ہوئی ہے اسلئے صرف ایک آئت اوپر اس کی مفصل تفسیر کیگئی ہے کہ اہلبیت رسول کی شان میں ہے جن کے اوّل علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں۔ دیکھو سوانح عمری امیر المومنین ۱۲ ص ۴۷ طبع ثانی

(۲) اور جب آئت نمبر ۲۴۷ ہٰذان خصمان اختصموا فی ربھم دو گروہ کے حق میں ثابت ہو چکی جس میں ایک

گروہ کافرین و مشرکین کا ہے اور دوسرا گروہ مسلمین و مومنین کا ہے۔

(۳) اور بعد اُس کے آئت فالذین کفروا بہت طویل آئت ہے حالِ آخرت اُنہیں کفار کا بیان ہے جو ہم نے اپنے خلاف مقصود سمجھکر چھوڑ دی تھی اور درج نہیں کی۔

(۴) اب بعد از بعد یہ آئت حالات میں آخرت کے اُنہیں مومنین کے ہے جو مقابل اُن کفار کے تھے یا نہیں بلکہ ضرور جواب آخری لفظ ہوگا۔

(۵) اور فرقہ اول کے نام جس طرح عتبہ اور شیبہ و ولید بن عتبہ روایت میں بتلا دیئے گئے ہیں۔

(۶) اسی طرح اُس آئت میں مومنین مقابلین کے بھی تو اسمائے مُبارک حمزہ رضؓ اور علیؑ اور عبیدہ رضؓ بن حارث مفصل بیان کر دیئے ہیں۔

(۷) اور تقابل بھی ایسا پورا پورا ہے کہ جس طرح کفّار کو کُرتے آگ میں پہنانے کا ذکر ہے اسی طرح اُن مومنین کو پوشاک ریشمیں پہنانے کا ذکر ہے۔

(۸) غرض بہر صورت یہ آئت بشان علیؑ اور ہمراہیان علیؑ کے وارد ہوئی ہے اور یہی دکھلانا منظور تھا سو الحمد للہ دکھلا دیا ×

آئت نمبر ۲۵ سورۂ حج رکوع ۳

17
۲۴۴

ھدوا الی الطیب من القول وھدوا الی صراط الحمید۔ راہ دکھلائے جائیں گے قول پاکیزہ کی طرف اور ہدائت کیجائے گی راہ پسندیدہ کیطرف۔

(۱) یہ آئت اپنی ماقبل آئت سے متعلق ہے یعنی وہ لوگ داخل ہونے والے جنت کے اقوال طیب اور راہ پسندیدہ رکھتے ہوں گے یہ ظاہر ہے کہ جس جگہ نہ لغو بات ہوگی نہ بیہودہ کلام ہوگا وہان تو قول طیب ہی ہوگا (۲) اور آئت ماقبل قشانِ اہل بیت رسالت ثابت ہو چکی جن لوگون کے حق میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے والذین ہم عن اللغو معرضون۔ اُن کا تو ضرور قول طیب ہی ہوگا۔

(۳) عمدۃ البیان میں اس آئت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ قول پاکیزہ نہ کلمہ ہے کہ جس وقت بہشتی لوگوں کی نظر بہشت پر پڑے گی تو اپنے مقام کو دیکھکر شکریہ کے طور پر کہیں گے الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ تعریف واسطے خدا کے ہے جس نے ہم کو ہدائت کی اور نہ تھے ہم

ہدائت یافتہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدائت نہ کرتا۔

(۴) یہ آئت نمبر ۱۱ اسورۂ اعراف کی ہے جو خداوندِ تعالیٰ نے زبانی قول پیروان علیؑ کا نقل کیا ہے اور یہاں بھی آئت ماقبل میں ذکر اُن بہشتی لوگوں کا ہے جو متعلقان اہلبیت سے ہیں پس اور بھی سلسلہ ہوگی کہ خداوند تعالیٰ ہدائت کرتا ہے طرف قول طیب کے گروہ پیروانِ علیؑ کو کہ جو لوگ اس ہدائت کا شکر یہ بھی ادا کرتے ہیں (۵) اور صراط الحمید کی تفسیر عمدۃ البیان میں لکھی ہے چونکہ خداوندِ تعالےٰ مستحق حمد ہے جس کو جگہ جگہ قرآن میں صراط مستقیم فرمایا ہے اور وہدوا الی صراط الحمید کے مخاطب معلوم ہو چکے ہیں قرآن میں تفسیر اہدنا الصراط المستقیم سے کہ وہ طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے۔

(۶) جس پر بکثرت شہادات ہم بیان کر چکے ہیں جیسے کہ آئت نمبر ۳۱۸ اسورۂ حجر ھٰذا صراطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْم پس معلوم ہوا کہ صراط الحمید اور صراط المستقیم راستہ خدا کا ہے اور طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے اور وہی ھدوا الی صراط الحمید کیطرف رجوع کرنے والے ہیں۔

(۷) جس کی تصدیق ہوگئی قول امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ فرمایا آپ نے اِس آئت کی تفسیر میں کہ وہ لوگ حمزہؓ اور جعفرؓ اور عبیدہؓ اور سلمانؓ فارسی اور ابو ذر غفاری اور مقدادؓ اور عمارؓ یاسر ہیں جو امیر المومنینؑ کی راہ کی طرف ہدائت یافتہ ہو چکے ہیں۔

(۸) اور آئت نمبر ۱۷۹ اسورۂ ابراہیم یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ کا نتیجہ بھی یہی نکلتا تھا کہ ایمان والے لوگوں کو خداوندِ تعالےٰ قائم رکھتا ہے قول ثابت پر وہی بات اس جگہ ہے کہ ہدائت یافتہ ہیں وہ لوگ قول طیب کی طرف اور قول ثابت اور قول طیب ایک ہی بات ہے۔

(۹) اور یہی قول پر ثابت رہنے والے یا اُس کی طرف ہدائت پانے والے پیروانِ علیؑ ہیں کیونکہ یہی نام جو آئت زیر بحث میں شمار کئے ہیں اُس آئت نمبر ۱۷۹ میں درج ہیں پس اس آئت نمبر ۱۷۹ میں جو درج ہیں اُدھر اس آئت میں باوصاف بیان ہوئے ہیں خاص پیروان راہ مستقیم کے اور متمسکان طریقہ اہلبیتؑ رسالت کے ہیں اور یہی راستہ خدا کو پسندیدہ ہے جس کو فرمایا ھذا صراطٌ علیَّ مُستقیم اور اِس جگہ فرمایا صراط حمید تو

آئت نمبر ۳۵۸ سورۂ حج رکوع ۵

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَالصَّابِرِیْنَ عَلٰی مَا

اَصَابَہُم وَالمُقِیمِی الصَّلٰوۃِ وَمِمَّا رَزَقنٰہُم یُنفِقُونَ۔ خوشخبری دے اے رسول عاجزی کرنے والون کو جن کے سامنے ذکرِ خدا ہوتا ہے تو اُن کے قلوب دہل جاتے ہیں اور وہ صبر کرنے والے ہین اُن مصائب پر جو پڑیں اور قائم کرنے والے نماز کے ہیں اور نفقہ کرتے ہیں اپنے رزق سے۔

(۱) اس آئت میں صاف صاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو حکم صادر ہوا کہ عاجزی کرنے والون کو خوشخبری دو خدا کی جانب سے۔ اگرچہ تشریح اس امر کی نہیں ہے کہ بشارت کس چیز کی دو۔ مگر لفظ بشارت ہی بتلا رہا ہے کہ کسی خیر و خوبی کی خوشخبری سے مراد ہے۔

(۲) جیسا کہ آئت نمبر ۱۲ میں ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِینَ اِذَا اَصَابَتہُم مُصِیبَۃٌ قَالُوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ اُولٰئِکَ عَلَیہِم صَلَوَاتٌ وَرَحمَۃٌ۔ بشارت ہے اُن صبر کرنے والون کو کہ جب اُن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے۔ تو کہتے ہیں ہم اللہ کے واسطے ہیں اور اُسی کی طرف ہم کو پھر جانا ہی یہ لوگ وہ ہیں جن کے اوپر صلوات ہے اور رحمت۔

(۳) اس آئت میں مصیبت پر صبر کرنے والون کو رحمت کی بشارت ہے اور اسی قسم کے صابرون کا ذکر آئت زیر بحث میں ہے پس معلوم ہو گیا یہان بھی بشارت رحمت کی ہے گو تشریح نہ ہو۔

(۴) اور تفسیر آئت نمبر ۱۱ سے ظاہر ہے کہ وہ آئت خاص جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے پس بمقتضائے مشابہت تامہ یہان بھی مراد اُنہیں سے ہے کہ اے رسول بشارت دو عاجزی کرنے والون کی رحمت خدا کی۔

(۵) کیونکہ عاجزی کرنے والون کو اگر دریافت کریں تو تمام دنیا میں اہل بیتِ رسالت سے زیادہ نظر ہی نہ آئینگے جن کے حق میں خداوندِ تعالیٰ کی شہادت موجود ہے اِنَّ الَّذِینَ ہُم مِن خَشیَۃِ رَبِّہِم مُشفِقُونَ مگر اس جگہ تو اس کا فیصلہ خداوندِ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا کہ اول تو عاجزی کرنے والون کو بشارت رحمت پہونچانے کا حکم دیا اور بعد میں خود اُن کی تعریف کی۔

(۶) کہ وہ مخبتین کون ہیں جن میں یہ چار صفات ہیں منجملہ اُس کے اوّل صفت یہ ہے الَّذِینَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَت قُلُوبُہُم وہ لوگ ہیں کہ جب ذکر خدا کیا جائے تو اُن کے دل ہل جاتے ہیں اس کا بھی بخوبی تصفیہ ہو چکا ہے آئت نمبر ۱۲ سورۂ انفال میں کہ موصوف اس صفت اِنَّمَا المُؤمِنُونَ الَّذِینَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَت قُلُوبُہُم کے خاص اہل بیت رسول ہیں۔

(۷) دوسری صفت مخبتین کی ہے وَالصَّابِرِينَ عَلٰى مَا اَصَابَهُم وہ صابر لوگ مصیبت زدہ
ہیں جن کو ابھی اوپر فقرہ دو میں آئت نمبر ۱۲ کے مضمون سے ثابت کر آئے ہیں کہ بشارت رحمت کی مصیبت
زدہ صابروں کے لئے ہے اوپر اُس کی تفسیر میں تحقیق ہو چکا کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں
(۸) اب باقی رہیں دو صفت جو ایک جا مذکورہ ہیں وَالْمُقِيمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ
یہ صفات ایسی مخصوص بذاتِ جناب امیر علیہ السلام ہیں کہ صدہا نہیں تو بیسیوں آیات اس ذکر اور
صفات کی بحق جناب امیر علیہ السلام اوپر بیان ہو چکیں شروع قرآن میں دیکھ لینا کافی ہے نمبر ۳
والذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰة ومما رزقناهم ینفقون عاجزی کرنے والوں کی
ہر چہار صفت کس خوبی سے جناب امیر علیہ السلام کے حق میں قرآن سے نکل آئیں
(۹) اور اسکی تائید میں روائت ہے ابن عباس سے جو اس آئت کی تفسیر میں لکھی ہے کہ اُن لوگوں میں
سے علیؑ اور سلمانؓ ہیں بحمد اللہ کہ ہمارے تمام بیان کی تصدیق ہو گئی کہ موصفین آئت علیؑ اور سلمانؓ ہیں

آئت نمبر ۲۵۹ سورہ حج رکوع ۶

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا
عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ - وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر قدرت دیں ہم اُن کو زمین میں تو وہ
قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکوۃ کو اور حکم کریں نیکی کا اور منع کریں بُرائی سے اور انجام سب کاموں کا
خدا کے واسطے ہے۔
(۱) اس آئت میں خداوندِ تعالیٰ اُس قوم کا ذکر فرماتا ہے کہ جن کے طریقے اور خواصِ عادات اس قسم کے ہیں
کہ اگر اُن کو زمین میں قوت و حکومت حاصل ہو تو وہ اُن اُمور مذکورہ آیہ کا رواج دیں۔
(۲) اب ان ہر چہار صفاتِ مذکورہ سے موصوف اس کے عامل اور خوگر اُس کے دیکھنے چاہئیں کہ کون حضرات
ہیں اور اُس کی تفتیش میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ صفات قیام نماز ادائے زکوۃ امر معروف نہی
منکر کس کا کام ہے صالح لوگوں کا کام ہے یا طالح قوم کا عقل و انصاف والے دل و دماغ سے یقیناً یہی
جواب ملے گا کہ یہ کام قوم صالحین کا ہے۔
(۳) لیجئے کس آسانی سے عقدہ حل ہو گیا یعنی عامل صفاتِ بالا معلوم ہو گئے۔ قوم صالحین ہیں جن کا سید

وسردار بنص قرآن وحدیث صالح المومنین ہے صاف لفظوں میں وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام
اور اُن کی ذرّیت ہے۔

(۴) جن کے واسطے ابھی اوپر آئت نمبر ۲۵۳ میں خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا
عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ تحقیق ہمارے نیکوکار بندے زمین کے وارث ہوں گے اس آئت میں پیشگوئی ہے
کہ زمین کے وارث ہوں گے اور آئت زیرِ بحث میں اُن کے عمل کو ظاہر کیا ہے کہ جب وارث ہو جائیں گے تو
کیا کریں گے نماز کو قائم کریں گے زکوۃ دیں گے امر معروف ونہی عن المنکر کا رواج دینگے۔

(۵) مگر جناب امیر علیہ السلام سے لیکر تا بہ امام حسن عسکری یہ موقع زمین کے پاک ہونے کا یا تمکین فی
الارض کا میسّر نہیں ہوا اور وعدہ خدا کا سچا ہے ضرور پورا ہو گا کیونکہ بقیۃ ذرّیت علیؑ ابھی تک ایسا شخص
موجود ہے جس کے حق میں اخبار بکثرت کتب فریقین میں بھرے پڑے ہیں۔

(۶) جیسا کہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۴۷۳ لغایت ۴۷۷ ۱۹۰ روایات اسی ذکر میں موجود
ہیں منجملہ اُس کے چوتھی حدیث حذیفہ یمان سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے
کہ مہدی ایک شخص میری اولاد میں سے ہو گا جو زمین کو عدل وداد سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم
سے بھرے ہوئے تھے۔ اُس کی خلافت سے زمین و آسمان کے باشندے اور ہوا کے پرندے خوش ہو جائیں گے۔
یہ ہیں اُن صفات مذکورہ کے جاری کرنے والے۔

(۷) جس پر قرآن بھی گواہی دے رہا ہے یعنی جس تمکین فی الارض کا ذکر اس آئت میں ہے اُسی تمکین فی
الارض کا وعدہ بقیہ آلِ رسولؐ جناب امام مہدی علیہ السلام سے سورۂ قصص رکوع اول میں صاف صاف
ہو چکا ہے وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ

(۷) اور قرآن سے یہ بات بھی بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ ان صفات مذکورہ آئت سے موصوف یہی لوگ اہلبیتِ
رسولؐ ہیں چنانچہ آئت نمبر ۱۸ سورۂ ابراہیم تک ۶ جگہ ایسا ہی دیکھا گیا ہے کہ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
الزکوۃ کے عامل یہی لوگ ہیں۔

(۸) اور ایسا ہی کچھ حال یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کا ہے کہ آئت نمبر ۱۵۰ سورۂ توبہ
تک یہ صفت ۶ جگہ آپ ہی کی شان میں پائی گئی ہے پس بخوبی معلوم ہو گیا۔ ان ہی لوگوں کا تعلق صفات
مذکورہ سے ہے اور جب اقتدار ان کو زمین میں حاصل ہو گا تو ضرور اپنی عادت قدیمی کے موافق یہ

لوگ ان صفات کا رواج دیں گے جیسا کہ خداوندِ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۹) اور سب سے زیادہ اصحابِ بصیرت کو اس مخفی نور سے سبق حاصل ہوگا جو کلام خدا و للہ عاقبت اُمور میں چمک رہا ہے یعنی زمانۂ جناب صاحب الامر علیہ السلام کا بالکل اخیر العہد دینا قریب قیامت ہوگا جبکہ آپ کو تمکین کامل حاصل ہوگی اس وقت میں کلمۂ لا الٰہ اِلّا اللہ کا ایسا اعلان ہوگا کہ قاف سے تا کاف تک اور مشارق و مغارب عالم کفر و شرک سے پاک ہو جائیگا۔ اور یہ بات زمانہ آدمؑ سے تا ابن دم کبھی پوری نہیں ہوئی کہ خداوندِ تعالیٰ کو واحد جاننے والے ہی اقطارِ عالم میں نظر آویں یہ بات زمانۂ مہدی علیہ السلام میں ہی حاصل ہوگی کہ تمام زمین پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ بلند ہونے لگے گا اسکو فرمایا ہے وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔

(۱۰) اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے واسطے نازل ہوئی ہے دوسری روائت میں ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؐ کے حق میں ہے مہدی کو خدا مالکِ زمین کرے گا۔

آئت نمبر ۲۶ سورۂ حج رکوع ۶

بِئۡرٍ مُّعَطَّلَۃٍ وَّقَصۡرٍ مَّشِیۡدٍ یعنی کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور محل بلند کھڑے ہیں۔

(۱) اس کی ماقبل آئت میں بمعنے یہ ذکر ہے کہ اے رسولؐ اگر تم کو جھٹلاتے ہیں تو کچھ نئی بات نہیں تم سے پہلے پیغمبر بھی جھٹلائے گئے ہیں اور بہت بستیاں جو ظالم تھیں ہم نے تباہ کردی ہیں ایسی کہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں۔ آگے عبارت ہے کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور محل بلند کھڑے ہیں۔ ظاہرا تو یہی معنی معلوم ہوتے ہیں کہ جن کو ہلاک کردیا آثار اُن کے ظاہر موجود ہیں۔

(۲) مگر کتب سماوی میں جو جو استعارہ و تشبیہ رموز کنایہ ہوتی ہیں عقول عامہ اس کے فہم و ادراک کی قابلیت نہیں رکھتے اسکی فہم کی قابلیت اُنہیں کو ہے جو علم لدنی کے عالم ہیں۔

(۳) جیسا کہ خداوندِ تعالیٰ خود فرماتا ہے وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یعنی تشبیہات کی تاویل یا تو خدا جانتا ہے یا مضبوط علم والے اسی آئت کی تفسیر میں آئمۂ اہل بیتؑ ظاہر ہو چکے ہیں جن کے اوّل جناب امیر علیہ السلام تھے۔

(۴) جن کی نسبت حدیثِ پیغمبر مشہور ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ جس طرح میں نے محکمات

قرآن پر قتال کی ہے اُسی طرح علیؑ تاویلات قرآن پر قتال کریں گے۔ ظاہر ہو گیا کہ آئمہؑ اہل بیتؑ کیسے عالم تاویلات تھے۔ کہ ہزارہا آدمیوں کے خون ان کے علم تاویلات سے مُباح اور حلال ہو گئے۔

(۵) آمدم بر بیر معطلہ پس ان راسخون فی العلم کے قول اس آئت کی نسبت جو کچھ ہیں ہم ظاہر کرتے ہیں زیادہ حجت کا منصب ہم کو حاصل نہیں پس ایک قول یہ ہے کہ بیر معطلہ سے مراد امام زمانؑ ہے۔

(۶) عمدۃ البیان جلد دوم کے صفحہ ۱۹۵ پر بذریعہ تفسیر اہلبیت علیہم السلام لکھا ہے کہ بیر معطلہ سے مراد علماء ہیں کہ بیکار بیٹھے ہیں اور کوئی اُن کی طرف رجوع نہیں کرتا اس صورت میں بھی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ امام سے زیادہ عالم کون ہو گا جو پردۂ غیبت میں ہیں وہی بیر معطلہ ہوئے۔

(۷) اور حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بیر معطلہ امام صامت ہے اور قصر مشیدہ سے مراد امام ناطق ہے اور بیر معطلہ امام صامت کو اس واسطے کہا کہ ایک چشمۂ فیض ہی علوم کا جو باعث زیست روحانی ہے مگر غیبت میں بھی غرض اس کلام سے وہی قرار پائے

(۸) اور بعض روایات میں صاف لکھا ہے کہ بیر معطلہ امام مہدیؑ ہیں اور قصر مشیدہ جناب امیر المومنین سے مراد ہے اور باقی آئمہ بھی ان کے شامل ہیں۔

(۹) اور سوانح عمری جناب صاحب العصر علیہ السلام کی کتاب جو اخبار اثنا عشری کے ساتھ ایک دور تک شائع ہوتا تھا وہ مجموعہ ہے تمام حال حضرت موصوف کا اُس میں بسلسلہ اسمائے مُبارک امام قائم آل محمدؐ یہ اکیسواں لقب آپ کا بیر معطلہ ہے جو معہ اسناد وہاں درج ہے پس قول معصوم ہمارے لئے کافی حجت ہے غرض اسکی خدا کو خوب معلوم ہے وہاں چونکہ ظالموں کا ذکر برابر اوپر چلا آتا ہے اس نسبت سے اگر اپنے رسولؐ پر یہ بات ظاہر کی ہو کہ تم سے پہلے بھی پیغمبروں پر ظلم ہوتے رہے ہیں ایسا ہی تمہارے اوپر بھی ظلم ہوتے ہیں بلکہ تمہاری ذرّیت پر ایسا ظلم ہو گا کہ حبّ ۱۱ حجتِ خدا قتل ہو چکے تو مشیت الٰہی اُس کے قائم رکھنے کی لئے اُس کی غیبت پسند ہوئی۔ اور بڑا ظلم ہے کہ ایسا چشمۂ فیض یوں پردۂ غیب میں بیکار رہے ہائے ہائے۔

آئت نمبر ۲۶۱ سورۂ حج رکوع ۱۰

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَاتِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان دارو رکوع کرو سجدہ کرو عبادت کرو اپنے ربّ کی اور نیکی کرو تاکہ تم رستگاری

یاد دلایہ آئت بھی عام ہے کافہ مسلمین اس میں بظاہر تو شامل ہیں جن میں ہزارون منافق صدہا مؤلفۃ القلوب اکثر ضعیف ایمان بھی تھے جن کی خبر قرآن میں خداوند تعالیٰ اس طرح دیتا ہے واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ (۲) اور آیۂ نجویٰ نے تو پردہ کھولدیا کہ اس قدر بڑے گروہ اسلام میں سے حکم خدا و رسول کی تعمیل برضاء و رغبت کرنے والا جناب امیر علیہ السلام کے سوا ایک بھی نہ نکلا۔ پھر ہم کس طرح اس تمام انبوہ کثیر کو عامل ان احکام کا یا مخاطب اس آئت کا ٹھیرالیں

(۳) نہیں نہیں مخاطب آئت کے وہی ہیں جو عامل ان احکام کے پورے پورے ہیں نہ عامل بعض کہ جن کو خداوند تعالےٰ فرماتا ہے افتؤمنون ببعض و تکفرون ببعض

(۴) اور عامل کل ان احکام کے جناب امیر علیہ السلام تھے اور اُن کے پیرو اُنہیں لوگون نے پوری تعمیل کی اور ایسے تعمیل کی کہ مقبولیت کی سند بھی زبانی خداوند تعالیٰ کی حاصل کرلی۔

(۵) آئت نمبر ۱۱۲ سورۂ توبہ میں ان کا ذکر ہے التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآخر یعنی توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے وغیرہ وغیرہ غور کرنا چاہیئے کہ آئت زیر بحث میں تو حکم بلا رکوع و سجود اور عبادت کا اور آئت سندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے عامل اُس کے ہوئے کہ اسی صفت سے خدا نے اُن کو موصوف کیا عبادت کرنے والے رکوع و سجود کرنے والے (۵) اب صرف ایک فعل باقی رہا۔ وافعلوا الخیرات اس کے عامل و مخاطب بھی ذریت علیؑ ثابت ہوچکی ہے آئت نمبر ۱۴۸ سورۂ بقرہ ولکلٍ وجہۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات نیکون کی طرف سبقت کرنے والے تفاسیر میں اصحاب امام مہدیؑ کو لکھا ہے۔

(۶) اور یہ خیرات اور نیکی تو محبت اہلبیت رسالتؑ ہے جو کئی جگہ ثابت ہوگئی بلکہ ایک آئت نمبر ۹۰ امن جاء بالحسنۃ کی تفسیر دیکھنی کافی ہے پھر محبت تو اُسکو ہوگی جو اُنکا فرمانبردار اور مطیع ہوگا اور وہی اُن کا گروہ ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ ان احکام کے عامل جناب امیرؑ یا اُن کا گروہ ہے۔

(۷) اب تتمہ آئت ہے لعلکم تفلحون اس فقرہ کی مثال ایسی ہے جو اوپر دکھلا دی گئی کہ آیہ زیر بحث میں جس افعال کا حکم ہے کرو اور آیہ ایک سو بچاس میں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے عامل اُس فعل کے ہیں کہ اُس سے موصوف ہوگئے یہی حالت اس فقرہ کی ہے یہان ایک اُمید ہی اُمید ہے کہ شاید تم رستگار ہوجاؤ اور بیسیون آیات ایسی آچکیں کہ جس میں گروہ علیؑ کو بشارت ہے کہ تم رستگار ہوچکے۔

(۸) شروع قرآن آئت نمبرہ سے یہ بات حاصل ہے اولئک علیٰ ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون اور متقین کی شان میں سلسلہ آیات ہے اور متقی گروہ علیؑ امام المتقین ہے۔

(۹) اور حدیث پیغمبر اس کی تائید میں ہے یا علیؑ انت وشیعتک ھم الفائزون ۵ اور مقدمہ کتاب کے قاعدہ ۷ میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ بشارت خاص گروہِ علیؑ کے لئے قرآن میں آئی ہے۔

۵ اور اس کثرت سے اس کا استعمال ہے کہ اگرچہ ہم کو خیال اس کے شمار کا نہ تھا ہم آئت نمبر ۱۶۰ تک گیارہوان مقام تھا اس جملہ کو ذکر ہوتے اور یہ بارہوان مقام ہے جس اور بھی تقویت ہے ہمارے دعوی کو غرض اس آئت کے عامل کل جناب امیرؑ اور اُن کی ذریت اہلبیتؑ اطہار اور پیرواُن کے ثابت ہوئے ۔

آئت نمبر ۲۶۲ سورۂ حج رکوع ۱۰

وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا ۔ اور جہاد کرو حق جہاد کا بیچ راہ خدا کے کہ تم کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے اور دین کے معاملہ میں خدا نے تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں کی مثل تمہارے والد ابراہیم کے دین کی اور نام تمہارا رکھا مسلم پہلی کتابون میں اور قرآن میں ہے۔

(۱) یہ آئت خاص الخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اور خاندانِ رسولؐ کے واسطے نازل ہوئی دلائل محکم اور براہین روشن سے ثابت ہے۔

(۲) اول عمل ان کا جہاد فی سبیل اللہ کرنا جو حق جہاد کا ہے جیسے علیؑ ہیں اور حمزہؓ وجعفر وعبیدہ بن حارث جن کے کارنامون سے کتب سیر و تواریخ مملو ہیں مفسرین اسلام کے علاوہ غیر مذاہب کے مؤرخ بھی ان کی دلیری ان کی جانفشانی ان کے قتال ان کے استقلال کے مداح ہیں۔

(۳) بلکہ کافہ الناس سے بڑھکر خداوند تعالیٰ اور فرشتے اس کے ان لوگون کی صفت ثنا کر رہے ہیں ہم فرشتون کی نعرے تعریفی بیان کردن جو جنگ اُحد میں سبنے سُنی کہ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار ۳ یا ہاتف غیبی کی صدا اس کو کہون جس کا منادی نظر آیا یا جبرئیلؑ کی وہ تعریف گنون کہ کیا کمال ہوا ساتھ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ جو علیؑ سے دیکھ رہا ہون ۳ یا اُس آئت سورۂ احزاب کو پیش کردن کہ فرمایا خداوند تعالیٰ نے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ

فَمِنْهُم مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْهُم مَنْ یَنْتَظِرُ مومنین میں سے ایسے مرد تو ہیں کہ سچا کر دیا اُس وعدے کو جو خدا سے کیا تھا بعض ان کے تو پورا کر گئے اور بعض ابھی انتظار میں ہیں تمام مفسرین سنی و شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حمزہؓ و جعفرؓ و عبیدہؓ تو پورا کر گئے عہد خدا کا اور اپنی جان دیدی اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنی جان قربان کر دینے کے انتظار میں ہیں یہ ہیں حق جہاد کا پورا کرنے والے۔

(۴) دوسری روشن دلیل ہے اجتبٰکم معنی برگزیدگی اُس خاندان کی جن کے نام مصطفٰیؐ و مرتضٰیؑ و مجتبٰیؑ ہیں

(۵) اور خود حق تعالٰی اپنے کلام پاک میں اُن کو برگزیدہ فرماتا ہے بذریعہ آیت نمبر ۳۹ سورۂ آل عمران اِنَّ اللہ اصطفٰی آدمَ وَ نُوحَ وَ آلَ عِمرانَ علی العالمین عالم کے لفظ کو خیال کرنا چاہیئے کہ تمام عالم سے برگزیدہ کیا آل عمران اور آل ابراہیمؑ کو۔ اور خاندانِ رسولؐ آل ابراہیمؑ ہیں اور خاص اہلبیت آل عمران ہیں اس آیت کی تفسیر دیکھنے سے اطمینان ہو جائیگا۔

(۶) اور برگزیدہ کر دیا خدا نے اِنَّمَا یُرِیدُ اللہ لِیُذھِبَ عنکم الرجس سے ان کو ایسا پاک کیا ہے کہ تمام عالم میں دوسرا ثانی نہیں اور وہ خاص اہلبیتؑ ہی ہیں۔

(۷) اور برگزیدہ کر دیا ان کو خدا نے اپنے سلام سے جیسا کہ پیغمبران مرسل کو فرمایا اس طرح آل محمدؐ کو کہا سلامٌ علٰی نوحٍ فی العالمین سلامٌ علٰی موسٰی وَ ھارُون سلام علٰی ابراھیمؑ اور چوتھی جگہ فرمایا سلامٌ علٰی آلِ یٰسین۔ اور یٰسین نام پیغمبرؐ کا ہے کہاں تک دکھاؤں ایسی روشن نشان قرآن میں بہت جگہ ہیں

(۷) پھر فرمایا دین میں تمہارے لئے تنگی نہیں ہے ایسے برضا و رغبت دین خدا کو اختیار کرنے والے یہی تو ہیں کہ پیر کے روز حضرتؐ بعد دوپہر مبعوث برسالت ہوئے اور منگل کے دن دوپہر سے پیشتر علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایمان لائے نہ غیر ان کے جن کو فرمایا علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ میں نے تمہاری گردنوں پر سے تلوار نہیں اُٹھائی جب تک تم مسلمان نہ ہو گئے۔

(۸) اور اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ بخیل کس نے دینِ خدا کو اختیار کیا اور وہ کون ہے جس پر تنگی نہ ہوئی جیسا کہ آیت کا مفہوم ہے۔

(۸) اور ابراہیم کو جو باپ فرمایا وہ یہی خاندانِ عظیم الشان ہے جو بذریعہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح بنوت ابراہیمؑ میں داخل ہیں اس میں کسی کو کلام ہی نہیں ایسے خلف صدق کہاں پیدا ہوتے ہیں جو اپنے باپ اسمٰعیلؑ کو چھری کے نیچے سے اپنی گردن کٹے وعدے پر نکالدیں اور اپنے باپ کی عوض اپنے بیٹوں بھائیوں بھانجوں بھتیجوں

واٰل ابراہیم

ذبح ہو جائیں وفدیناہ بذبح عظیم جیسی تو امام محمد باقرؑ نے کہا کہ یہ خطاب ہماری طرف ہے ہم ہیں اولاد میں ابراہیمؑ کی
(۹) اب رہا یہ کہ تمہارا نام مسلمان رکھا اول تو گردن جھکانے والے کو کہتے جو گردن جھکانا تلوار کے نیچے تو ثابت
ہو گیا مظلوم کربلا کا ۹ اب دوسرا گردن جھکانا تسلیم کرنا ہے جو اوپر برضاء ورغبت دین قبول ہونے کی شان
بیان ہو چکی ۹ دوسرے یہ کہ صدہا سال پیشتر دعا کی ہے حضرت ابراہیمؑ نے اور اس دعا میں ان کا نام مسلمان
رکھدیا جس کو خداوند تعالیٰ سورۂ بقر کے رکوع ۱۵ میں نقل کرتا ہے ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن
ذریتنا امۃ مسلمۃ لک اے ہمارے رب کر تو تسلیم کرنے والا ہم کو واسطے اپنے اور میری اولاد میں
سے بھی ایک جماعت کو گردن جھکانے والا اپنی لئے کردے یہ ہے مراد سماکم مسلمین من قبل وفی ھذا
سے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہو اسماکم مسلمین یہ بھی ہمارا ہی خطاب ہے۔
اگرچہ من قبل سے مراد کتب اولین مثل توریت وانجیل اور ہذا سے مراد یہ قرآن ہے مگر یہ ہمارے دعوے کی منافی
نہیں بلکہ مجد ہے الحمد للہ کہ ایک ایک جزو آیت کا خاص اہلبیت رسول اللہ سے متعلق بذات ہے۔

آئت نمبر ۲۶۳ سورۂ حج رکوع ۱۰

لیکون الرسول شہیداً علیکم وتکونوا شہداء علی الناس۔ تاکہ رسول اللہ تو تمہارے
اوپر گواہ ہوں اور تم لوگ گواہی دو۔ تمام انسانوں پر۔
(۱) اصل میں یہ جملہ ایک جزو ہے آئت ماسبق کا لیکون کے لام سے صاف اوپر کی عبارت سے اس کا تعلق
پایا جاتا ہے یعنی چونکہ ہم نے تم کو برگزیدہ کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام کافہ الناس کے اوپر تم گواہ مقرر
ہوئے اور رسول اللہ تمہارے اوپر گواہ ہیں۔
(۲) اور یہی منصب امامت ولائت ہے۔ کیونکہ جو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو ان لوگوں پر حاصل تھا
وہی مرتبہ ان کو سائر الناس پر ہے اور رسول اللہ ضرور اولی تھے ان لوگوں سے پس یہ اولی ہوئے سائر الناس
سے جیسے کہ برگزیدہ ہیں خدا کے نزدیک۔
(۳) اور فائز ہونا اہلبیت رسالت کا اس منصب جلیل پر ثابت ہے آئت نمبر ۱۶ سورۂ بقر سے کہ فرمایا خدا نے وکذالک
جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا
اسی طرح ہم نے تم کو ایک امت وسطی بنایا (یعنی مابین پیغمبروں اور سائر ناس کے) امام پیدا کیا اس لئے کہ

تم عوام الناس پر گواہ بنو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ تم پر گواہ ہون۔

(۴) ہر دو آیات کا تطابق ظاہر ہے ہم نے تم کو اُمت وسطی بنایا کہ تم گواہ بنو یا ہم نے تم کو برگزیدہ کیا تاکہ تم گواہ بنو ایک ہی بات ہے۔

(۵) اور اس برگزیدگی کی خبر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے دی ہے۔ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۹۴ پر حدیث ابو سعید خدری سے منقول ہے فرمایا رسول اللہ نے کہ کل زمین کے باشندون پر نظر غور کی ڈالی خداوند تعالے نے اور اُن میں سے چُن لیا مجھکو اور اپنا پیغمبر بنایا اور پھر دوبارہ ایک غایر نظر کرنے کے بعد چُن لیا علی ابن ابی طالب کو سب میں سے اور وصی میرا کیا اس سے ظاہر ہے کہ انتخاب میں مساوات ہے نبی اور وصی کو۔

(۶) بلکہ تیسرے مقام پر آئت نمبر ۲۰۳ سورۂ نحل میں بھی اس کا ذکر ہے وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ اور جس دن کہ اُٹھائیں گے ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ اُن پر اور لائیں گے۔ ہم تم کو گواہ اُن پر صاحب تفسیر عمدۃ البیان نے لکھا ہے کہ اس جگہ یہ خبر گواہی کی مجمل ہے اور تفصیل اس کی وہی آئت سورۂ بقر کی ہے۔

(۷) اور صفحہ ۴۰ پر تحریر کرتے ہیں قول امام محمد باقر علیہ السلام کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ تو ہمارے اوپر گواہ ہون گے جو کچھ خدا کی جانب سے ہماری طرف پہونچایا ہے اور ہم گواہ ہون گے سب آدمیون پر کہ آیا کون یقینی ایماندار تھا اور کون ظاہری۔

(۸) اور دوسری آئت میں تحریر کرتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے مراد اس سے تیرہ آدمی ہیں ایک میں ایک میرا بھائی علیؑ اور گیارہ میرے فرزند بعد علیؑ کے سوائے ان کے اور کوئی اس آئت میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔

(۹) اور سبب یہ ہے کہ یہ ۱۳ انفاس طاہر و مطہر اور معصوم اور عادل ہیں اور گواہی عادل کی مقبول ہے نہ

آئت نمبر ۲۶۴ سورۂ مومنون رکوع ۱

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ تحقیق فلاح پائی مومنین نے۔

(۱) یہ گیارھوان سلسلۂ آیات ہے مثل سلسلہ ہائے گذشتہ کے اور اس میں ۱۰ آئتیں ہیں جو خاص

مومنین کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

(۲) اوران مومنین کا مولیٰ اور آقا جناب امیر المومنین علیہ السلام کو مقرر کیا ہے خدا ورسول نے خطبہ یوم غدیر جس کی سند میں موجود ہے جس کا ایک فقرہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ معروف و مشہور ہے (۳) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں منجملہ ۳۰۸ اسمائے مبارک ایک نام آپ کا امیر المومنین ہے جس کی اسناد مختلف راویوں سے درج ہیں اوّل ابن عباس سے روائت ہے کہ ایک موقع پر کہا جبرئیل نے حضرت علیؑ سے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں کیونکہ تم مومنین کے سردار ہو اور رستگاری پائی اُس شخص نے جس نے تم سے تولّا رکھا اور دوسری روائت انس سے ہے۔

(۴) تیسری روائت بریدہ اسلمی سے ہے کہ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ہم کو حکم دیا تھا کہ علیؑ کو امیر المومنین کہکر سلام کیا کرو۔

(۵) روائت چہارم عن ابو رافع کہ سُنا میں نے ابوبکر وعمر کو کہتے ہوئے السلامُ علیکم یا امیر المومنینؑ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ پوچھا اُن سے کہ کیا حیاتِ رسولؐ میں بھی آپ اس طرح علیؑ کو سلام کرتے تھے۔ جواب دیا کہ ہم کو اس طرح تعلیم کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے۔

(۶) چار روایات مذکورہ اور چھ اس کے علاوہ کل ۱۰ اسناد ایسی محکم ہیں جن سے ثابت ہے امیر المومنین لقب آپ کا بحکم خدا ورسولؐ مقرر ہوا ہے۔ علاوہ ان کے وہ روائت ابن عباسؓ کی کیسی مشہور ہے جس کو امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ قرآن میں جس گروہ کے ساتھ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا سے خطاب کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اُس کے رأس ورئیس جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

(۷) اب تو معلوم ہو گیا اس آئت میں کہ جس گروہ کو بشارت ہے فلاح کی وہ پیروان علیؑ ہیں کیونکہ ان کا امیر وسردار ایسا قابل ہے کہ اپنے متبعین کے واسطے ذریعہ فلاح ہو گیا ورنہ کسی قوم نے فلاح نہیں پائی۔ جس کا سردار ناقابل ہو۔

(۸) اس کا ثبوت دنیا میں تو مشاہدات وغزوات زمانہ رسولؐ سے بخوبی ہو سکتا ہے ایک واقعہ خیبر کو دیکھنا چاہیئے اوّل روز ابوبکر سردار فوج ہو کر قلعہ پر گئے اور اکثر مسلمان ہلاک ہو گئے باقی فرار ہو کر آ گئے دوسرے اور تیسرے روز عمر بن الخطاب امیر لشکر ہو کر گئے اور بہت آدمی ضائع ہوئے اور ایسے مرعوب ودل اور محروم ہو کر بھاگے کہ دیر دن تک بھاگے چلے آئے اور شوکت اسلام کو برباد کر دیا۔ یہ دلیل ہے ناقابلیت سردار کے

کی آخر روز جو سردار قابل نے علم اسلام لیا تو کیا ہوا۔ مرحب و حارث قتل ہوئے دروازہ آپ نے توڑ ڈالا قلعہ فتح ہو گیا یہود ہلاک ہوئے غنیمت اس قدر اہل اسلام کے ہاتھ آئی کہ سونا چاندی تقسیم ہوا۔ ازواج رسولؐ میں بھی اضافہ ہوا۔ اس طرح فلاح پاتے ہیں مومن اپنے سردار کے ذریعے سے ایسا ہی حال غزوہ ذات سلاسل کا ہے کہاں تک لکھوں عمر خطاب و ابوبکر و عمر عاص سب اپنی اپنی سرداری میں آبرو اسلام کھو چکے تھے بعد سب کے جو سردار گیا وہ غالب علیٔ کل غالب تھا اور وہ کام کیا کہ خداوند تعالیٰ ایسا خوشنود ہوا کہ اُس کی فوج کے گھوڑوں کی قسم کھائی وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا۔ فلاح یافتہ گروہ کو دکھلاتے ہوئے ہم دور چلے گئے۔

(۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روائت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جس وقت بہشت کو پیدا کیا۔ تو حکم دیا کہ کلام کر پس کلام کیا بہشت نے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ گویا خدا نے ایسا مقام بنا دیا کہ مسکن مومنین ہے اس واسطے کہا قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔

(۱۰) اور ترجمہ جلاء العیون میں ہے کہ وقت ولادت جناب امیر علیہ السلام حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ تشریف لائے اور اپنے وصیؑ برحق یعنی مولود مسعود کو گود میں بٹھایا اور فرمایا کلام کرو بحکم خدا تو اُس وقت جو اوّل کلام کیا مولود نے تو اسی آئت کی تلاوت فرمائی۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ خداوند تعالیٰ نے جو کچھ اس مولود کی زبان پر جاری کیا بیوجہ نہیں ہے اس میں بھی یہ راز نہاں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص دنیا میں آ گیا جس کی برکت سے مومن فلاح پائیں گے ایمان قائم ہو گا اسلام رواج پائے گا کفر و شرک دور ہو جائے گا۔

(۱۱) اور اسی طرح رستگاری کی خبر ارشادِ رسولؐ سے بھی ظاہر ہے کہ فرمایا یا علیؑ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ هُمُ الْفَائِزُونَ۔ جو تفسیر ہے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ کی۔

(۱۲) نظر بریں اثبات ہمارے اُس دعوے کی جو قاعدہ نمبر۷ مقدمہ کتاب میں ہی کیسی تصدیق کر دی خدا تعالیٰ نے ہم نے یہی کہا تھا کہ جہاں یہ الفاظ فائزون اور مفلحون قرآن میں ہیں وہاں مخاطب اُس کے گروہ علی ابن ابیطالب ہے اور برابر اسکو ہم دکھلاتے چلے آتے ہیں چنانچہ جس کا یہ ۱۶ واں مقام ہے ؞

آئت نمبر ۲۶۵ سورہ مومنون رکوع ۱

وَالَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ خَاشِعُوْنَ۔ وہ لوگ ہیں کہ اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔

(۱) مقدمۂ کتاب کے قاعدہ نمبر ا فصاحت کی بحث میں ہم خوب مفصل بیان کر آئے ہیں کہ اوّل مختصر سے جملہ میں کلام کو ختم کر دیا جاتا مگر بعد میں اُس کے متعلق جو جو قابل اظہار ہو دوسری اور تیسری اور چوتھی آئت میں بیان کر دیا جاتا ہے یہاں وہی بات ہے۔ اوّل حرف قد افلح المومنین میں آئت ختم ہو گی اب آئندہ جتنی صفات اُن مومنین کی ہیں علیحدہ بیان ہوتے چلے جاتے ہیں۔

(۲) چنانچہ ایک صفت اُن مومنین کی یہ ہے کہ نہائت خضوع و خشوع سے اپنے خالق کی نماز ادا کرتے ہیں یعنی مومن طریقہ نماز سے ہی شناخت ہو جاتا ہے کہ یہ مومن ہے جو اس عاجزی اور فروتنی سے نماز پڑھتا ہے۔

(۳) مثال اس کی یہ ہے کہ اُویس قرنی کی اوصاف رسولؐ خدا کی زبانی اصحاب نے سُنی تھی۔ زمانۂ خلافت عمر خطاب میں موقع ملاقات کا آیا تھا جب عمر خطاب اور جناب امیر علیہ السلام اُن کے ملنے کو گئے تو اویس اُس وقت جنگل میں نماز پڑھ رہے تھے تنہا اور سابقہ تعارف مطلق نہ تھا لیکن جناب امیر علیہ السلام نے اُن کا انداز نماز ہی دیکھ کر فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہاں اُویس ہے تو نماز پڑھنے والا ہے۔

(۴) پس جب مومنین کی نماز کا یہ حال تھا جو بیان ہوا تو امیر المومنینؑ کی نماز کس خشوع و خضوع کے ساتھ ہوتی ہو گی کہ پاؤں میں تیر لگا اور نکالنے میں درد و تکلیف بہت ہوتی تھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا جس وقت علیؑ نماز میں ہوں جب تیر نکالو چنانچہ ایسا ہی کیا اور اُن کو خبر تک نہ ہوئی بعد نماز تمام سجادہ خون سے رنگین پایا تو کہا یہ خون کہاں سے آیا تب تیر کے پیکان نکالنے کا حال لوگوں نے عرض کیا آپ نے فرمایا مجھکو تو خبر نہیں ہوئی اسکو مولانا روم نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے۔

(۵) آئت نمبر ۲ سورۂ انفال میں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ میں بھی ذکر ان ہی مومنین کا ہے جس کی تفسیر میں ہم خوب مفصل حال جناب امیر علیہ السلام کی نماز کا بیان کر آئے ہیں کہ نصف شب تاریک میں کس طرح رو کر اور بلبلا بلبلا کر پڑھتے تھے۔ کہ آخر غش آگیا اور بے ہوش ہو گئے اور ابو دجانہ نے آپ کے انتقال کی خبر پہونچا دی تھی مگر جناب سیدہؑ نے فرمایا نہیں علیؑ کا اکثر نماز میں ایسا حال ہو جاتا ہے۔

(۶) اور ایسا ہی عمدۃ البیان میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا حال لکھا ہے کہ وضو کے وقت آپکا پوست بدن لرزاں ہوتا تھا مارے خوف کے ہو

(٧) اور ایسا ہی حال جناب امام حسن علیہ السلام کا لکھا ہے کہ وضو کے وقت آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور مثل غلام گنہگار کے نماز میں آپ کھڑے ہوتے تھے۔ یہی کیفیت اس خاندان افضل المومنین کی ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے ان آیات میں ؎

آئت نمبر ۲۶۶ سورۂ مومنون رکوع ۱

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ بیہودہ باتوں سے پرہیز کرتے ہیں وہی سلسلہ ہے انہیں مومنین کا ذکر ہے بار بار جتلانا فضول ہے۔

(۱) یہ ضرور ہم دکھائے دیتے ہیں کہ جو صفات مومنین کی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اُس کے پورے عامل اور اس صفات میں کامل خاندانِ رسولؐ ہی تھا۔

(۲) اور اس کا سبب یہ ہے کہ پیغمبر ہوں یا امام غرض ہادی کی ہدائت کا پورا پورا اثر جب ہوتا ہے جب خود بخود نمونہ بنکر متبعین کو دکھلا دے کہ اس طرح احکام خدا کی تعمیل ہوتی ہے تب کوئی توجہ کرتا ہے ان کے کلام اور ہدائت پر اس واسطے کہ وہ خود مجسم ہدائت تھے اور ہر صفتِ حسنہ میں کامل نظر آتے تھے۔

(۳) امام محمد تقی علیہ السلام بہت کم سنی میں یتیم ہو گئے تھے اور حکام جور کے وہی ظلم اس خاندان پر جاری تھے اس یتیم صاحبزادے کو وطن یعنی مدینہ میں بھی رہنے نہ دیا اور دار الخلافۂ بغداد میں طلب کر لیا۔ کتب سیر میں ہے کہ ایکبار وزیر بہلول کوچہ گردی کرتے ہوئے ایک میدان میں جا نکلے۔ جہاں ایک غول لڑکوں کا کھیل کود میں مصروف غل و شور کر رہا تھا مگر ایک صاحب وقار لڑکا سب سے علیحدہ دور کھڑا رو رہا ہے اور اُس کی پیشانی سے آثار شرافت و بزرگی نمایاں تھے۔ بہلول کہتے ہیں مجھکو اُس کی تنہائی اور حالتِ محزون پر بہت رحم آیا اُن کے نزدیک جا کر کمال ہمدردی سے میں نے کہا کہ صاحبزادے آپ کیوں رنجیدہ علیحدہ کھڑے ہیں آپ بھی اپنے ہمجنسوں میں داخل ہو کر کھیلیں کودیں اُس صاحب وقار نے مجھکو جواب دیا کہ او غافل ہم کھیلنے کے لئے نہیں پیدا ہوئے یہ سُن کر میں حیران ہوا کہ الٰہی یہ بچہ ہے یا کوئی فرشتہ ہے پھر میں نے بہت ادب سے عرض کی کہ ہم لوگ کس کام کے لیئے پیدا ہوئے ہیں آپ نے فرمایا ہم عبادت خدا کے واسطے پیدا ہوئے ہیں تب مجھکو یقیناً معلوم ہو گیا کہ یہ سلالۂ دودمان نبوت جناب امام رضا علیہ السلام کے فرزند ہیں دیکھو عن اللغو معرضون کے مصداق یہ ہیں جو ۹ برس کے سن میں یہ معرفت خدا رکھتے تھے

اور لغو سے پرہیز کرتے تھے ؎

۱۸/۵۲۵ آئت نمبر ۳۶۷ سورۂ مومنون رکوع ۱

وَالَّذِینَ ھُم لِلزَّکوٰۃِ فَاعِلُونَ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(۱) اگرچہ یہ امر تحقیق ہو چکا ہے کہ یہ سلسلہ دس آئت کا بحق اُن مومنین کے نازل ہوا ہے جن کے رئیس جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۲) تاہم ہر ایک آئت صفاتیہ کی تفسیر میں ہم دکھلاتے چلے آتے ہیں کہ اس آئت کو کیسا کامل اور پورا پورا تعلق گروہ امیر المومنین علیہ السلام سے پایا جاتا ہے۔

(۳) جیسا کہ اس آئت میں فاعلون زکات مثل جناب امیر علیہ السلام کے کوئی آنکھوں میں سماتا ہی نہیں یعنی خداوند تعالیٰ جس کی زکوٰۃ کی صفت ثنا کرے وہ پھر ضرور تمام زکوٰۃ دینے والے لوگوں سے اعلیٰ اور افضل قرار پایا۔

(۴) جس کی منقبت میں مولانا حسن کاشی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں " اے ثنا خوان تو ایزد از زبان مصطفیٰ " یعنی تیری تعریف کرنیوالا خدا ہے زبانی اپنے رسول کے۔

(۵) اور وہ تعریف کیا ہے آئت نمبر ۸ سورۂ مائدہ میں ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ وَالَّذِینَ آمَنُوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤتُونَ الزَّکوٰۃَ وَھُم رَاکِعُونَ۔ (ولی تمہارے تین ہیں) خدا اور اُس کا رسول اور وہ مومن جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں جبکہ حالت رکوع میں ہوں۔ اس آئت کی تفسیر دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ زکوٰۃ دینے والا جس کی خدا تعریف کر رہا ہے علی ابن ابیطالب ہیں

(۶) اسی تفسیر میں وہ روائت بھی نظر سے گزریگی کہ اس مقبولیت زکوٰۃ پر ایسا رشک ہوا دیگر صحابہ کو خاص عمر بن خطاب نے بامید نزول آئت ۴۰ مرتبہ مختلف مقامات میں عین نماز میں ۴۰ انگشتریان فقرا کو بخشیں

(۷) مگر نہ تو اُن کی نماز قابل قبولیت ظاہر ہوئی اور نہ زکوٰۃ درجۂ مقبولیت تک پہونچی اور تعجب ہے کہ عمر کو خداوند تعالیٰ کا کلام بھی یاد نہ رہا صاف فرماتا ہے قرآن میں اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ المُتَّقِینَ بجز اس کے نہیں کہ اللہ تو متقین سے قبول کرتا ہے۔

(۸) اور جناب امیر علیہ السلام تو امام متقین ہیں بدرجۂ اولیٰ قبولیت عمل کے سزاوار ہیں پس زکوٰۃ جناب

امیر علیہ السلام کی بدرجہ اجابت فایز ہوئی اور ایسے درجۂ اعلیٰ پر فایز ہوئی کہ جس کے صلہ میں خداوند تعالیٰ نے وہ درجہ علیؑ کو عنایت فرمایا کہ مثل اپنے اور اپنے رسولؐ کے ولی تمام اُمت کا مقرر فرمایا۔

(۹) باوجود ایسی سند یافتہ زکاۃ دینے والے کے کب کوئی دوسرا فاعلون زکوٰۃ کا موصوف بن کر خدا و رسولؐ کی تکذیب کرسکتا ہے۔

آیت نمبر ۲۶۸ سورۂ مومنون رکوع ۱

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اور وہ اپنے ستروں کی حفاظت کرتے ہیں

(۱) یہ خواص بھی انہیں مومنین کے ہیں کہ وہ اپنے ستر کی حفاظت کامل طور سے کرتے ہیں

(۲) کیونکہ اس صفت میں معصوم جیسے کامل ہوتے ہیں اُن کے بعد اُن کے پیرو بھی ایسے ہی ہوتے ہیں ورنہ بہت دشوار ہے پھر نفس پرور اس کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۳) یہی معاملہ تو ابوشحمہ خلیفہ زادہ پر گزرا تھا جو ابھی ہم نے آیت نمبر ۲۵۹ میں امر معروف و نہی عن منکر کی بحث میں مفصل بیان کیا کہ اُس پر کوئی حد نہ جاری کرسکا کہ تمام گروہ حاضرین غیر معصوم تھا۔

(۴) اور ابوشحمہ نے یہ شرط لگا دی تھی کہ مجھکو حد وہ مارے جس پر کوئی حد نہ ہو آخر شرط کے مطابق نکلا تو وہ معصوم لوگ اور حدِ خدا کو جاری کیا دیکھو آیت نمبر ۲۵۹ قریب ہے۔

(۵) یہ وہی لوگ ہیں جو من المہد الی اللحد خطا اور عصیان سے مبرا ہیں

(۶) جن کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ ارادہ خداوندی ہے کہ لے اہل بیتِ رسالت تم کو پاک کر دے رجس سے یعنی کوئی نجاست و آلایش ظاہری و باطنی تم سے مس نہیں کرسکتی یہ ہیں حافظ فروج۔

اس کے آگے ایک آیت اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ جو خارج البحث تھی چھوڑ دی ہے۔

آیت نمبر ۲۶۹ سورۂ مومنون رکوع ۱

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ۔ اور یہ صفت بھی اُن مومنین کی ہے کہ اپنے عہدوں کی اور امانتوں کی رعایت رکھتے ہیں۔

(۱) یعنی وفائے عہد اور ادائے امانت میں صادق ہیں۔

(۲) یہ صفت بھی اہلبیت رسالت کی ہے جیسا کہ آیت نمبر ۲۴ و نمبر ۷۸ و نمبر ۸۲ و نمبر ۲۰۵ و اوفو بعہد اللہ اذا عاہدتم وغیرہ میں ثابت ہو چکا ہے۔

(۳) اور سورۂ احزاب کی آیت مِنَ المومنینَ رِجالٌ صَدَقوا ما عاہدوا اللہ بھی انکی شان میں ہے

(۴) اور ادائے امانت میں عملی کارروائی وقت ہجرت از مکہ جناب امیر علیہ السلام نے دکھلا دی کہ تمام امانات قریش جو ذمہ رسول تھیں کس طرح آپ نے ادا فرمائیں جب مکہ سے قدم باہر نکالا۔

(۵) پس یہ ہیں لِاَمانٰتِہِم وَعَہدِہِم رٰعُون

آیت نمبر ۲۷۰ سورۂ مومنون رکوع ۱

وَالذینَ ہم علٰی صلواتِہِم یُحافِظُون۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ نماز کی حفاظت کرتے ہیں یہ وصف بھی اہلبیت رسالت کی ہیں جو خداوند تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

(۱) جناب امام زین العابدین علیہ السلام ایکبار نماز میں مشغول تھے اور گھر میں کنواں تھا آپ کا صاحبزادہ کھیلتا ہوا کنوئیں میں گر پڑا تمام اہل حرم نے شور مچایا رونا پیٹنا شروع کیا مگر آپ نماز میں بدستور مشغول رہے بعد ختم کرنے نماز کے آپ کنوئیں پر آئے۔ اور صاحبزادہ کو باہر نکالا۔ اور لڑکے کی والدہ سے مخاطب ہو کر فرمایا لے اے ضعیف الاعتقاد لے اپنا فرزند کیونکہ وہ معظمہ در نورِ غم میں امام کی شکایت کر چکی تھیں کہ اے بنی ہاشم تم کیسے سخت دل ہو۔

(۲) دوسرا واقعہ بھی آپ کا نماز کی حالت میں ہی ہے کہ گھر میں آگ لگ کر النار النار کی صدائیں بلند ہوئیں اہل محلہ نے جمع ہو کر آگ بجھائی مگر آپ نماز پڑھتے رہے۔

(۳) پوتے کی یہ کیفیت حفاظت نماز کی تھی۔ اور دادا کا وہ حال کہ جنگ صفین میں واقعہ لیلۃ الہریر وہ معرکہ قیامت خیز ہے جس کی نظیر نہیں ملتی رات کی تاریکی میں دونو لشکروں کا مقابلہ جنگ مغلوبہ تھی دونو طرف سے تلوار چل رہی تھی استخوان اور سروں پر تلواروں کی صدائیں مثل مطرقہ و سندان کے آرہی تھی نیزہ کے وار چل رہے تھے تیروں کا مینہ برس رہا تھا مگر آپ نے حکم دیا مابین دونو لشکروں کے سجادہ بچھایا گیا اور اپنی حسب عادت واجبات کے بعد ایکہزار رکعت نماز پانچ سو تکبیروں سے پوری

پڑہی ہر طرف سے تیر نکل جاتے تھے مگر بہ اطمینان نماز پڑہتے تھے اس طلاطم اور رستخیز میں آپ نے نماز کی کیسی حفاظت کی۔

(۵) اور ان کی حفاظت خدا کو بھی ایسی پسند تھی جن کے واسطے دو بار ردِّ شمس ہوا اور تنگیِ وقت کو خداوند تعالیٰ نے اس طرح پورا کیا مگر حفاظت نماز میں ان کی حرف نہ آنے دیا۔

(۶) اور یہی نماز کی حفاظت کرنیوالے وہ برگزیدہ تھے جن کو نہ عالم مسافرت و قحط آب مانع نماز ہوا نہ تین روز کی بھوک پیاس اور کربلا کے چٹیل میدان کی دہوپ کا کچھ اثر ہوا۔ اور نہ کچھ نرغہ کفار اور جراعت بیشمار کا خیال کیا جنگ مغلوبہ جاری رہی دشمنوں کے وار ہوتے رہے مگر اوّل وقت ظہر کو دیکھتے ہی قیام و قعود رکوع و سجود میں مشغول ہو گئے اور نماز پوری ادا کی زخموں سے یہ حالت ہوئی کہ بعض اصحاب تو سلام پھیرتے ہی گر پڑے اور راہی جنت ہوئے مگر نماز ادا کر گئے۔

(۷) کیا کوئی مثال ایسے نمازیوں کی دنیا میں ہے تو دکھلا دو ورنہ قبول کرو کہ یہ ہیں وَالَّذِینَ هُم عَلیٰ صَلَاتِهِم یُحَافِظُونَ۔

(۸) بلکہ اس گروہ کے سردار نے تو دوسری نماز عصر بھی اس طرح ادا کی سجدۂ خالق میں تھے کہ قاتل نے سر کاٹ لیا اور نیزہ پر چڑہا دیا ؎

آیت نمبر ۱۷ ۲ سورۂ مومنون رکوع ۱

اُولٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ۔ یہ وہی لوگ تو ہیں جو وارث (جنت) کے ہیں۔

(۱) تمام سلسلہ کی جزا یا خبر اب نکلی ہے یعنی جن کی صفات ایسی اور ایسی نہیں وہی جنت کے وارث ہیں

(۲) گو عبارت آیت میں جنت محذوف ہے مگر قرینہ چاہتا ہے کہ وارث کس چیز کے ہوئے اور وہ بجز جنت دوسری جگہ نہیں۔

(۳) جس کا کئی جگہ وعدہ مومنین سے ہو چکا ہے جیسے آیت نمبر ۶۳ سورۂ مریم میں ہے تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِی نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا۔

(۴) علاوہ اس کے خاص وجہ اور ہے کہ اس کے بعد جو آیت میں نام جنت فردوس ہے وہ مخصوص آئمہ اہلبیت کے واسطے ہے کہ پیچھے بہت جگہ اُن کو بشارت جنات عدن اور جناتِ فردوس کی مل چکی ہے پس

وہ تو خاص اہلبیت کے واسطے خبر ہے اور اس آیت میں عام گروہ پیروانِ اہلبیت کے واسطے خبر محض جنت کی ہے جو وارثون سے ظاہر ہوتا ہے ؎

آیت نمبر ۲۷۲ سورۂ مومنون رکوع ۱

اَلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ فِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ۔ یہ وہی ہیں جو جنت فردوس کے مالک ہون گے۔

(۱) اب سلسلہ آیات کا ختم ہوا۔

(۲) وہی بات ظاہر ہوئی جو ہم لکھ آئے ہیں کہ اِس آیت میں مبشر و وارث جنتِ عدن و فردوس کے ایمہ ہیں یعنی خاص اہلبیت اطہار کیونکہ یہ مقام اعلیٰ ہے اور آیت ماقبل میں مبشر عام شیعہ پیروان اہلبیت ہیں کہ وہ جنت محض ہے۔

(۳) کیونکہ دونو جگہ یرثون اور وارثون کی ضرورت ہی کیا تھی جب ایک مقام کا ایک وارث ہو چکا تو پھر دوسرا وارث اُس کا نہ بنانا کیسی بے اعتباری کی بات ہے اور کیسی حق تلفی اور تنگی کا اظہار ہوتا ہے گو معاملہ آقا و غلام کا ہو مگر وہان تو مقام عیش ہے غلام بھی وہان اپنے مقام میں آقا بنکر رہیگا۔

(۴) اس واسطے علیحدہ علیحدہ وراثت دکھلائی عام مومنین کی جگہ الگ ہے جو ادنیٰ ہے بہ نسبت جنت فردوس کے اور خاص اہل بیت کی جاگیر علیحدہ ہے جو اعلیٰ درجہ کا مقام ہے۔

(۵) جیسا آیت نمبر ۲۶۶ سورۂ کہف میں فرمایا کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ یہ اہل بیت رسالت کا ذکر ہے جنکو شروع آیت سے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

(۶) عام جنت کی مثال آیت نمبر ۱۴۵ سورۂ توبہ میں دکھلائی دیتی ہے کہ فرمایا اعد اللہ لھم جنات تجری من تحتھا الانھار ذالک الفوز العظیم۔ پس ہمارا دعوٰی بے دلیل نہیں ہے ؎

آیت نمبر ۲۷۳ سورۂ مومنون رکوع ۳

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ آیَۃً وَّاٰوَیْنٰھُمَا اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ۔ اور کیا ہم نے ابن مریم اور اُس کی مان کو نشانی۔ اور جگہ دی ہم نے ان دونون کو زمین بلند قابل قرار اور پانی جاری پر۔

(۱) اس آیت میں خداوند تعالیٰ دو صورتوں سے آپ پر اپنی عنایت کا ذکر حضرت مسیح اور اُن کی والدہ کے حال پر بیان کرتا ہے۔

(۲) نیز اس قاعدہ کلّی کو بھی زیرِ نظر رکھنا چاہیئے کہ جس قدر کوئی شخص زیادہ عزیز ہوتا ہے اُسی قدر اُس پر عنایت زیادہ ہوتی ہے پس جناب مسیح ایسے ہی خدا کے پیارے تھے جن پر ایسی عنایات خدا کی تھیں کہ ایک تو اُن کو نشانی بنایا معہ اُن کی والدہ کے یعنی وہ تو بدون باپ کے پیدا ہوئے اور والدہ اُن کی بدون مَس کرنے مرد کے حاملہ ہوئیں اور فرزند پیدا ہوا۔

(۳) دوسری عنایت اُن پر یہ ہوئی کہ یہود کی عداوت اُن سے اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اپنے وطن میں قیام ناممکن تھا تو خداوند تعالےٰ نے اُن کو دوسری جگہ قرارگاہ زمین بلند عنایت کی اور پانی جاری جو بڑی نعمت ہے نیچے اُس زمین کے موجود تھا۔

(۴) اب ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ ایسے اور بندے بھی خدا کے گذرے ہیں جو حضرت مسیحؑ سے بھی زیادہ محبوب تھے خداوند تعالیٰ کو اور وہ حبیبِ خدا جناب رسُول خدا نبی اور ولی خدا جناب امیر علیہ السلام تھے اور ان کے اوپر جو عنایاتِ خدا تھیں وہ حضرت مسیحؑ سے بھی زیادہ تھیں۔

(۵) اور عنایت آیاتِ خدا ہونا یعنی نشانی ہونا ہے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ کی ذات تو فخر انبیا ہے اُن سے کیا مقابلہ جناب مسیحؑ کو جن کے جسم اطہر سے ۲۲ معجزات کا تعلق ہے اور خود حضرتِ مسیح کا قول ہے کہ مجھکو ان کی جوتی کے تسمہ باندھنے کی بھی لیاقت نہیں۔

(۶) مگر ولی خدا علی مرتضیٰ سے ہم تقابل مسیحؑ کا دکھلا کر ہر امر میں افضل ثابت کر دیں گے۔ اول مسیحؑ کو خدا نے نشانی اپنی فرمایا تو جناب امیر علیہ السلام کو بھی اپنی نشانی فرمایا دیکھو آیت نمبر ۲۰ میں فرمایا لِنُرِیَہٗ مِنْ آیاتِنَا عجباً دکھلاویں ہم اپنی نشانیوں میں سے ۱۲ اور سورۂ نباء میں فرمایا عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاءِ الْعَظِیْم سوال کرتے ہیں سب سے بڑی نشانی سے۔ اور فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ خدا کی سب سے بڑی نشانی میں ہوں دیکھو تفسیر میں ہر آیت کی ثابت ہوا کہ محض نشانی سے عظیم نشانی افضل ہے۔

(۷) رہا مسیحؑ کا ایک بدون باپ کے پیدا ہونا معجزہ ہے مگر جناب امیر علیہ السلام کی پیدائش میں بات بات پر معجزہ ہے جیسا کہ ہم آیت نمبر ۱۵ سورۂ آل عمران میں دکھا آئے ہیں کہ وقت دفع حمل آپ کی والدہ کا خدا کے گھر میں جانا دیوارِ کعبہ کا شق ہو جانا اور اندر آپ کا داخل ہونا پھر دیوار کا

بدستور معمور ہو جانا حوریان جنت کا آنا خدمت قابلہ کے لئے حاضر رہنا تین روز تک وہیں تشریف رکھنا میوہ ہائے جنت سے رزق پانا مولود کا بعد ولادت فوراً سجدہ خدا کرنا کلمہ طیبہ کا تلاوت کرنا غرض معجزہ ایک دو چار ہون تو شمار کئے جاویں مختصر یہ کہ آپ کی ذات ہی مظہر العجائب ہے پھر مسیح سے افضل ہوئی یا نہیں۔

(۸) ہان اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح کو جو نسبت اور مشابہت ذات جناب امیر علیہ السلام سے ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ان دونو صاحب کی ذات مجمع الصفات ایسی پیدا ہوئے ہیں کہ جن کا نظیر کوئی خلق ہی نہیں ہوا۔

(۹) کتاب حدِ تحقیق بمشرب سنی میں لکھا ہے کہ انجیل میں وہ فقرہ تعلیمہ مسیح کا کہ اپنے اطوار ایسے درست کرو کہ تمکو دیکھکر لوگ خدا کی تمجید کریں مطابق قول جناب امیرؑ کے ہے تخلقوا باخلاق اللّٰہ) سو اس تعلیم کے موافق ذات قدسی صفات جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ہم پاتے ہیں اور مضمون نادِ علیاً مظہر العجائب کا مصداق دیکھ رہے ہیں۔

(۱۰) دوسری عنایت جو خداوند تعالٰے نے مسیح پر دکھلائی اُس میں بہت تواحد ہے مسیح کو جناب امیرؑ سے کیونکہ وہ ذات قرار و ماء معین جو ٹھکانہ مسیح کو ملا تھا وہ جاگیر جناب امیرؑ ہی تو تھی جن کی امان میں جاکر یہود سے محفوظ رہے یعنی بلندی قابل سکونت اور آب جاری سرزمین نجف اشرف اور وہ بابرکت ذات ہے۔

(۱۱) جو قرارگاہ اکثر انبیا ہے یہ جیسا مدفن جناب امیر علیہ السلام ہے ایسا ہی مدفن آدم صفی اللّٰہ اور نوحؑ نبی اللّٰہ اور صالحؑ و ہودؑ پیغمبرون کا مدفن ہے بلکہ قرارگاہ اکثر پیغمبران و صالحین کا ہے اس نظر سے کہ سب نے وہان اپنی اپنی عبادتگاہ مقرر کی ہے چنانچہ ابھی تک صحن مسجد کوفہ میں عبادتگاہ حضرت اسماعیلؑ و حضرت ابراہیمؑ اور مقام عبادت جناب امیر اور حضرت زین العابدین اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام کے علیحدہ علیحدہ نشان بنے ہیں زایر ہر جگہ کی زیارت کرتے ہیں اور دو دو رکعت نماز ہر جگہ پڑھتے ہیں۔

(۱۲) اور ایک جگہ بلقب خانہ امام حسن و حسین علیہم السلام بنا ہوا ہے اسی طرح ایک جگہ عبادتگاہ حضرت عیسیٰ کا بھی مقرر ہے جہان وہ معہ اپنی والدہ مریم کے سکونت پذیر رہے ۱۲ سال تک جبکہ خوف یہود

زار ہو کر بہ سرپرستی یوسف بن ماتان برادر چچازاد مریم کے آئے تھے اُس جگہ کو خدا نے فرمایا کہ وَ ٰاوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیۡنٍ اور اس زمین کو جو برکت حاصل ہے اور تمام بزرگان دین نے اُس کو اپنا اپنا عبادتگاہ اور اپنا اپنا مدفن قرار دیا ہے یہ شرف مدفن جناب امیر علیہ السلام کا باعث ہے کہ یہ بھی مستفیض ہوئے اس شرف سے مثل دیگر پیغمبران کے۔

(۱۳) اور عمدۃ البیان میں جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس بلندی سے مراد نجف اشرف ہے اور معین نہر فرات ہے۔

(۱۴) اور امام محمد باقر علیہ السلام کا قول بھی یہی ہے کہ ربوۃ سے مراد حیرت کوفہ ہے اور سواد اُس کا ہے اور وہ ایک شہر تھا کوفہ سابقہ جو ویران ہو گیا ہے اور ایک فرسخ کے فاصلہ سے اب شہر کوفہ موجود ہے اور وہاں سے ایک فرسخ پر مسجد کوفہ مشہور معروف ہے اور پھر قریب بھی نجف اشرف ہے۔ پس یہ سواد و حیرت ہوا اُس کوفہ سابقہ کا بہرطور یہ کل نشان ہیں مدفن جناب امیر علیہ السلام کے جہاں آپ کا روضۂ مبارک اور ضریح شریف ہے گرد اُس کے مساجد اور درسگاہ علماء اور آبادی اور بازار اور مرجع خاص و عام ہے اور صدہا علماء زندہ اور مردہ کا قرارگاہ ہے خدا اُس سرزمین کا مدفن نصیب کرے وادی السلام بھی قریب ہے ؎

آیت نمبر ۲۷۴ سورۂ مومنون رکوع ۴

اِنَّ الَّذِیۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡیَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ تحقیق جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے ہیں۔

(۱) اب ۱۲ وین سلسلہ آیات بشان اہلبیت رسالت اور اُن کے پیروؤں کے مشفقون کے نام سے شروع ہوتا ہے (۲) اس کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ابھی اسی سورۃ میں آیت نمبر ۲۶۵ اَلَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ میں اپنی نمازوں میں خوف خدا سے ڈرنے والے معلوم ہو گئے کہ وہ اہلبیت رسُول کے سوائے کوئی نہیں ہیں جن میں سے جناب امیر علیہ السلام نماز میں خوف خدا سے بے ہوش ہو کر مثل قالب بیجان ہو جایا کرتے تھے اور امام حسن علیہ السلام کا وضو کے وقت مارے خوف کے رنگ چہرۂ مبارک زرد ہو جاتا تھا۔ اور امام زین العابدین کا پوست بدن خوف خدا سے کانپنے لگتا تھا ہم بھی ثابت کر چکے ہیں (۳) اور اُس کی سند میں آیت نمبر ۲۵۸ سورۂ حج کے پیش کر چکے ہیں وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ

وَجِلَتْ قلوبہم۔ جو اُنہیں کا ذکر ہے۔

(۴) اور آیت نمبر ۲۰ سورۂ رعد وَیخشون ربہم وَیخافُونَ سوٓء الحساب اُنہیں کے اوصاف میں ہے۔

(۵) اور آیت نمبر ۱۲ سورۂ انفال میں انما المومنُونَ اذا ذکروا وجلت قلوبہم اُنہیں کا حال بیان ہو چکا ہے۔

(۶) اور سورۂ دہر میں بھی خداوند تعالیٰ اُن کی شان میں فرما رہا ہے کہ وہ طعام دیتے ہیں اور کہتے ہیں اِنّا نخاف مِن رَبِّنا یوماً عبوساً قمطریرا تمام قرآن میں یہی حال ہے کہ اہلبیت کے خوف اور خشوع کا ذکر چلا آتا ہے بار بار کیا حاجت ہے ثبوت کی۔

(۷) علاوہ اس کے وہ قاعدہ نمبر ۸ مقدمہ قرآن میں جو دکھا دیا ایک ایسی معیار متعارف ہے کہ ضرور اول ذکر متمردین کا آئے گا تو بعد میں ذکر خاشعین کا آ گیا جو آیت نمبر ۵۰ تک ۱۲ دفعہ ہو چکا ہے اور یہ ۱۳ واں مقام ہے۔ دیکھو اس آیت کے ماقبل کسکا ذکر آیا ہے جو مخاطب لا یشعرون کے ہیں تو اب ضرور خوف کرنے والے افضل شعور والے ہوں گے اور وہ اہل بیت رسالت ہیں کو

آیت نمبر ۲۷۵ سورۂ مومنون رکوع ۴

وَالَّذِینَ ہم بآیات ربہم یُومنُونَ اور وہ لوگ جو اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں یا یقین کرتے ہیں (۱) تفسیر لت میں ہے کہ نشانیاں رب کی قرآن ہے یا معجزہ ہے۔ اگر ہم اس جگہ قرآن کو نشانی خدا کی مراد لیں تو اُس پر ایمان لانے والے آیت نمبر ۲۱۹ سورۂ بنی اسرائیل میں خود خداوند تعالے ہی نے بتلا دیے ہیں۔

(۲) قُل آمنوا بہ اَو لا تومنوا انَّ الذینَ اوتوا العلم مِن قبلہ اذا یتلیٰ علیہم یخرون للاذقان سُجداً ویبکُونَ وَیزیدہم خشوعا۔ کہدو خواہ تم لوگ ایمان لاؤ۔ نہ لاؤ بے شک جن کو پہلے سے علم دیا ہے وہ تو ایسا یقین اور ایمان رکھتے ہیں اس قرآن پر کہ جہاں اُن کی روبرو کچھ پڑھا گیا فوراً ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں روتے ہوئے اور عاجزی اُن کی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔

(۳) اس آیت سے صاف ثابت ہو چکا ہے کہ وہ خاص اہل بیت رسالت ہیں جن کو علم والے فرمایا اور علم والے سورۂ رعد کی آیت نمبر ۴۳ ایس وَمَن عِندَہٗ علم الکتاب سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام

معلوم ہو چکے ہیں۔

(۴) رونے والے عاجزی کرنے والے ابھی آیت نمبرہ ۲۶۶ الذین ہم صلاتہم خاشعون میں اہلبیتؑ رسولؐ ثابت ہو چکے ہیں وہی یہاں من خشیتہ ربہم مشفقون قرار پائے۔

(۵) اور اگر آیات سے مراد معجزہ ہے تو ابھی آیت نمبر ۲۷۳ میں صاحبِ معجزہ جناب امیر علیہ السلام ایسے معلوم ہو گئے کہ مظہر العجائب ہیں پس اس حالت میں اُن پر یقین کرنے والے اُن کے پیرو اور اُن کا گروہ ٹھہرے اور اگر موافق ثبوت آیت نمبر ۲۷۳ آیاتِ خدا جناب امیرؑ کو ماننے کہ وہ سب سے بڑی نشانی خدا کی ہیں تو بھی متعلقین بر آیات خدا وہی گروہ حلقہ بگوش جناب امیرؑ ہی ہوا۔ غرض جس پہلو سے دیکھا جائے موصوفین صفات آیہ جناب امیرؑ یا اُن کی ذریت یا اُن کے پیرو گروہ تحقیق ہوتے ہیں دوسرے کو دخل نہیں ہے۔

۱۶/۵۵۱ آیت نمبر ۲۷۶ سورۂ مومنون رکوع ۴

والذین ہم بربہم لا یشرکون۔ اور وہ لوگ ہیں کہ اپنے پروردگار کی ذات میں شریک نہیں کرتے کسی کو۔ (۱) سلسلہ تو وہی چلا جاتا ہے جس کے بموجب موصوف اول ظاہر ہو چکے مگر ہم مزید احتیاط سے لکھے جاتے ہیں۔

(۲) اس صفت میں جناب امیر علیہ السلام مثل شب چہاردہم افق اُمت رسولؐ آخر الزمان پر تابان و درخشان نظر آتے ہیں کیونکہ اور منافق مثل کافر ہیں بلکہ بد تراز کافر ہیں۔

(۳) لا یشرکون کیا ہے ترجمہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کا ہے جو بعد بعثت رسولؐ سب سے پہلے اِس کا قائل ہے وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں باقی تمام اُمت میں چھ سال تک کسی کو یہ توفیق ہی نہ ہوئی۔

(۴) علاوہ ازیں آپ کا سنِ شریف بھی اُس وقت کیا تھا زیادہ سے زیادہ ۹ سال مان لینے پر بھی کفر و شرک کا لوث آپ کے ذہن تک پہونچا ہو نہیں دکھلائی دیتا ہی طرح بچے کو معصوم کہتے ہیں کہ کل مولود فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔

(۵) برخلاف ان کے دوسرے اصحاب ہیں جو ۲۰ و ۲۵ و ۴۰ سال تک ہونے کے باوجود بت پرستی کرتے رہے ہُبل کی خاک منہ پر ملتے تھے گلے میں بُت ڈالے پھرتے تھے اصنام پر ذبیحہ کا گوشت کھاتے تھے بڑے

بُت کو سجدہ کرتے تھے گو وہ مسلمان بھی ہوگئے مگر یہ صفت اُن پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ آخر کسی وقت میں تو مرتکب شرک ہوئے تھے۔

(۶) اس صفت میں کامل تو ذات جناب امیر علیہ السلام کی ہے کہ مخالفین تک آپ کا اسم مبارک بدون کرم اللہ وجہہ نہیں لیتے اور وجہ تسمیہ اس کا یہ ہے کہ یہ وہ چہرۂ انور ہے جو کبھی بجز خدا کے کسی کے سامنے نہیں جھکا اس لئے مقرر ہوا لفظ کرم اللہ وجہہ یعنی اکرام ہے خدا تعالیٰ کا اُس کے چہرۂ مبارک پر۔

(۷) اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۵۰۲ پر حدیث مروی ہے عن جابر بن عبداللہ انصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ثلثۃ ماکفر باللہ قط مومن آل یاسین وآسیہ امراۃ فرعون وعلی ابن ابی طالب علیہ السلام۔

کہا جابر نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ تین شخص نے مطلق کبھی کفر نہیں کیا اپنے اللہ کا ایک اُن میں مومن آل یاسین ہیں دوسرے آسیہ زن فرعون تیسرے جناب امیر علیہ السلام جو اس اُمت میں لاثانی خدا کو ایک جاننے والے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے والذین ھم بربھم لایشرکون (۸) یا ذریت علیؑ ہے شرک سے پاک وپاکیزہ جو اسلام پر تولد ہوئے خانۂ ایمان میں نشوونما پایا۔ آخر اُسی صدق ویقین کے ہدایت کرتے کرتے خاتمہ ہوگیا جن کو خدا فرماتا ہے یُرِیدُ اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ؛

(۹) آئیے اب دوسری دُنیا کی بھی سیر کیجئے سوادِ اعظم میں افضل البشر وخیر الناس بعد پیغمبرؐ ابوبکر کو مانا ہے جن کی نسبت جناب مخبر صادق کا قول ہے کہ تمہارے قلب میں چیونٹی کی چال سے بھی آہستہ آہستہ شرک مخفی کی چال ہے سمجھئے فیصلہ شد۔

آیت نمبر ۲۷ سورۂ مومنون رکوع ۴

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رَاجِعُوْنَ ؁ اور وہ لوگ ہیں دیتے ہیں جو کچھ کہ دیتے ہیں اور دل اُن کے لرزتے ہیں (اس خیال سے کہ ایک دن) اُن کو اپنے رب کی طرف پھر ناضرور ہے۔

(۱) اس آیت میں اُن مشفقون کی سخاوت کا ذکر ہے اور وہ اس طرز پر بیان ہے کہ جس سے معلوم ہوتا

ہے کہ تعداد شمار سے اُن کا دینا زیادہ دینا تھا کہ کچھ تعداد ہی نہیں لکھی کثرت ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ دیتے ہیں جو کچھ کہ دیتے ہیں۔

(۲) اور یہ صفت، خاص اہل بیت ؑ رسالت کی ذات سے ایسی متعلق ہے کہ قرآن میں صدہا جگہ خدا نے ظاہر کر دیا ہے ابھی آیت نمبر ۲۶۷ وَالَّذِینَ ھُم لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُونَ کی بحث میں کیا کمی رہی ہے جو اور کچھ بیان کیا جاوے یا موصوف تلاش کیا جائے ان کی سخاوت کی صفت میں کسی شاعر نے جو مضمون ادا کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے کریم ہیں کہ لفظ لا کبھی ان کی زبان پر جاری نہیں ہوا بجز کلمہ شہادت کے۔ یعنی شہادتین میں لا الہ کہتے ہوئے لا آتا ہے۔ علاوہ اس کے سائل کے واسطے کبھی تمام عمر لا یعنی دینے سے انکار کیا ہی نہیں۔

(۳) دوسری صفت خوف خدا کی ہے اس کی بابت بھی لکھنا فضول ہے سلسلہ کی شروع کی آیت نمبر ۲۶۲ وَالَّذِینَ ھُم مِّنْ خَشْیَۃِ رَبِّھِمْ مُشْفِقُونَ کی بحث میں کیا کچھ نہیں ثابت ہوا۔ یہ سلسلہ وہی جاری ہے اور وہاں آیت نمبر ۲۶۵ و نمبر ۲۵۸ و نمبر ۱۷ و نمبر ۱۲۱ اسی صفت کو ظاہر کرنے والی ہیں جو سنداً پیش کر چکے ہیں ہم۔

(۴) ضرار ایک اصحابی امیر المومنین ؑ سے معاویہ نے کیفیت جناب امیر علیہ السلام کی پوچھی تو ضرار نے کہا کہ کالی راتوں کے سیاہ پردوں میں تنہا محراب عبادت کے اندر کھڑے رہتے تھے ؑ اور خوف خدا سے بے قرار ہو کر اس طرح روتے تھے جس طرح وہ عورت روئے جس کا بچہ اُس کی گود میں مر جائے۔ ؑ اب ضرار کے اس فقرہ پر نظر کرنے سے قلوبھم وجلت کی تصویر جناب امیر علیہ السلام ہی دکھائی دیتے ہیں (۵) اب رہا یہ مضمون کہ اُن کی بے قراری دل کا لرزنا اس خیال سے تھا کہ ایک دن ہم کو ضرور اپنے خدا کی طرف لوٹ جانا ہے تو اول وہ قلب جس میں یہ خیال سمایا قلب جناب امیر علیہ السلام ہے۔ (۶) کیونکہ بحکم حدیث رسول ؐ یا علی ؑ انت اول المسلمین اسلاماً و اول المومنین ایماناً سابق الاسلام آپ ہیں اور یہی ایمان کی شرط ہے کہ جو آخرت پر یقین ہو۔ چنانچہ اکثر قرآن کی آیت آپ کی شان میں اس صفت کو ظاہر کرتے ہیں شروع قرآن کی نمبر ۴ آیت میں ہے وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُم یُوقِنُونَ۔

(۷) علاوہ ازیں آیت نمبر ۲۱ سورۂ بقر کی تفسیر کے شان نزول میں اس آیت کا مفصل بیان ہے کہ جو وقت

جناب امیر علیہ السلام کو اپنے حقیقی بھائی حضرت جعفر کی شہادت کی خبر پہونچی تو بڑا صدمہ ہوا اور دفور رنج و الم میں یہ کلمہ آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ہم خدا ہی کے واسطے ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھر جانا ہے۔

(۸) یہ وہی کلمہ ہے جس پر خداوند تعالیٰ ان کے صبر کی تعریف میں یہ آیت نازل فرماتا ہے۔

(۹) پس موجد اس کلمہ کے جناب امیر علیہ السلام ہیں پھر اُن کے اتباع میں یہ کلمہ استرجاع جاری ہوا۔ پس مخاطب اس کا موجد اس کا ہوگا نہ مقلدین ۔

آیت نمبر ۲۷۸ سورۂ مومنون رکوع ۴

اولٰئک یُسَارِعُونَ فِی الخَیرَاتِ وَھُم لَھَا سَابِقُونَ ۔ یہ لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور بلکہ اُن نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں۔

(۱) خاتمہ سلسلہ کی یہ آیت ہے یعنی وہ مشفقون جن کی صفات بیان ہوتی چلی آتی ہیں ایسی اور ایسی ہی لوگ تو نیکیوں کی طرف رجوع کرنے والے ہیں بلکہ سبقت کرتے ہیں نیکیوں میں۔

(۲) منجملہ اور اوصاف کے یہ بھی صفت انہیں سابقون کی ہے۔ لفظ اولئک سے صاف ظاہر ہے کہ جن کا ذکر اوپر ہوا ہے یہ اولئک اُن کی طرف اشارہ ہے۔

(۳) اور یہ صفت یُسَارِعُونَ فِی الخَیرَات یہی اہل بیت رسالت کی صفت قرآن میں ہے جا بجا اس کا ذکر ہے جیسے آیت نمبر ۷۰ سورۂ آل عمران میں ہے یومنون باللہ والیوم الآخر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات۔ تفسیر اس آیت کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ایک ایک صفت آیت کی کس شد و مد سے خاص اہلبیت کا ہی عمل ثابت ہوا ہے۔

(۴) اور آیت نمبر ۱۴۷ سورۂ بقر میں جو تعلیم ہے۔ وَلِکُلٍّ وِجھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیھَا فَاستَبِقُوا الخَیرَات یعنی سبقت کرو خیرات کی طرف وہ خیرات محبت اہلبیتِ رسالت ہے کیونکہ خیرات جمع خیر کی ہے اور خیر اور حسنہ ایک مضمون میں ہیں جس سے مراد محبتِ اہلبیت ہے۔

(۵) اور ثبوت اسکا ہو چکا ہے آیت نمبر ۱۰۸ سورۂ انعام میں مَن جَاءَ بِالحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشرُ اَمثَالِہَا کی تفسیر میں ۔

(۶) اُس خیرات کی طرف اشارہ ہے وَھم لھَا سابقوُن یعنی اُس کی محبت اہلبیت کی طرف سبقت کرتی ہے یعنی محبان اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

(۷) چنانچہ اس آیت کی تفسیر معہ آیتِ بالا ذکر مشفقین میں قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ نہیں خیر زندگی میں مگر دو شخص کے واسطے ایک تو وہ شخص کہ ہر روز نیکی کو زیادہ کرے اور ایک وہ شخص کہ اپنے گناہون کا تدارک کرے توبہ سے! ورقسم ہے خدا کی اگر یہان تک سجدہ کرے خدا کو کہ گردن منقطع ہوجاے اُس کی تو بھی نہ قبول کرے گا خدا اُسے مگر دوستی ہم اہل بیت کے ساتھ۔

(۸) اور اب تو یقیناً معلوم ہوگیا کہ اس آیت میں جو اوصاف ہیں اُس کا کیسا گہرا تعلق ہے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے۔

(۹) اور اُسی تفسیر عمدۃ البیان میں جس کا ذکر اوپر کیا ہے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا قول ہے کہ وہ سابقون جناب امیر المومنین علیہ السلام ہیں کہ کسی نے اُن پر سبقت ہی نہیں کی چنانچہ سورۂ واقعہ میں وَالسَّابقونَ السَّابقونَ اولئٰک المقربون کی بحث آئینہ ہے اس دعوی کی صداقت کا ہو

۱۹/۵۵ آیت نمبر ۱۰۲ سورۂ مومنون رکوع ۶

فَمَن ثَقُلَت مَوَازِینَہٗ فاولئک ھم المفلحُونَ پس جس کا وزن اعمال سنگین ہیں وہی رُستگار ہیں۔

(۱) یہ تو معروف بات ہے کہ روز حشر میزانِ عمل قائم ہوگا اور نیکی اور بدی بمقابل تولی جائیگی پس جس کا پلّہ عمل خیر کا سُبک ہے خاسرین میں سے ہوگا اور جس کا پلّہ عمل خیر سنگین ہے وہ فائدہ میں رہا۔

(۲) اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ مفلحون کون لوگ ہیں جس کی شناخت آیت نمبر ۱۰۹ سورۂ اعراف میں ہوچکی ہے۔

(۳) اوّل تو وہ سورۂ اعراف پہچان کا سورہ ہے اس میں آیت والوزن یومئذن الحق فمَن ثقلت موازینہ فاولئک ھم المفلحوُن کی تفسیر میں تحقیق ہوگیا کہ جہان کے لوگون میں سب سے زیادہ اعمال نیک کرنیوالے علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

(۴) جن کے حق میں جناب مخبر صادق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا اگر تمام اہل زمین و

آسمان کے اعمال یا ایمان ایک پلّہ ترازو میں رکھے جاویں اور علیؑ کا ایمان یا اعمال دوسرے میں
تو علیؑ کا پلّہ بھاری ہوگا۔

(۵) اور دوسری حدیث میں واقعہ خندق پر فرمایا کہ ضربتُ علیٍّ یومَ الخندق افضلُ مِنْ عبادۃِ اُمّتی الی یومِ القیامۃِ۔ علیؑ کی ایک ضرب جو خندق کے روز واقع ہوئی عمر عبدِود کے قتل میں افضل ہے میری تمام اُمت کے اعمال نیک سے جو قیامت تک کریں گے۔ ﷲ اللہ ذرا ذرا کلام پر نظر چاہیئے کس زور کا کلام ہے حضرت کی اُمت میں کیسے کیسے نیک لوگ ہوئے اور ہوں گے پھر سب کی تمام عمر کیا قیامت تک کے نیک اعمال سے افضل ہے ایک وار علیؑ کی تلوار کا۔ پھر علیؑ کے اور عمل کا تو کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۶) کہ کس قدر وزنی ہوں گے اُن سے زیادہ تو وزنی کسی کا پلّہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں اگر کچھ نسبت ان سے ہو تو وہ اُن ہی کی ذرّیت کو ہے جیسے شہادت امام حسین علیہ السلام جس کے آگے ذبح اسماعیلؑ بیکار ہے کیونکہ یہ شہادت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی شہادت ہے جس کو مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے مثل شاہ عبدالعزیز کے۔

(۷) پس یہ آیت بھی علیؑ یا اولادِ علیؑ کے اعمال کی سنگینی ظاہر کرتی ہے اور جبکہ ایسے وزنی عمل اہلبیتِ رسولؐ کے تھے۔ تب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان کو ایک ثقل قرار دیا اور فرمایا انّی تارکٌ فیکم الثقلین کتابَ اللہِ وَعِترتی۔

(۸) یہ ظاہر امر ہے کہ انسان جس وصف میں کامل ہو اُسی صفت سے ایسا موصوف ہوتا ہے کہ فی نفسہٖ اُس صفت کا نام حاصل کر لیتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں خیرِ مجسّم ہے یہی صورت یہاں ہے کہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا مَنْ ثقلت موازینہٗ اب اُس کے دریافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے جو ثقیل اعمال والے تلاش کئے تو اس صفت سے ایسا موصوف اپنی آل کو پایا کہ وہ خود ثقل مجسّم ہیں پس آپ نے اپنی اُمت کو بتلا دیا یہ ہیں ثقل۔

(۹) اور جو کوئی ان سے تعلق رکھیگا وہی ثقل والا ہے اور وہی مفلحون ہیں جیسا کہ آپ کی دوسری حدیث میں ہے یا علیؑ انتَ وشیعتُکَ ھُمُ المفلحون اور یہی مفہوم حدیث ثقلین کا ہے اِنّی تارکٌ فیکم الثقلین کتابَ اللہِ وعترتی ما اِنْ تمسّکتم لن تضلّوا بعدی

دو ثقل چھوڑ جاتا ہون تم میں کتاب خدا کی اور میری اہل بیت جو کوئی ان دونون سے تمسک رکھے گا
وہ میرے بعد گمراہ نہ ہوگا۔

آیت نمبر ۲۸۰ سورہ مومنون رکوع ۶

اِنَّہٗ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۚ
تحقیق ایک فرقہ تھا ہمارے بندون میں سے جو کہتے تھے اے رب ہمارے ایمان لائے ہم پس بخش ہم کو
اور رحم کر اور تو بہتر ہے رحم کرنے والون سے۔

(۱) دراصل چھ آئتیں اوپر سے ذکر جہنمیون کا چلا آتا ہے کہ وہ صعوباتِ جہنم سے تنگ ہو کر چلائیں گے۔ کہ خداوندا ایک بار تو ہم کو یہان سے باہر نکال جس کے جواب میں خطاب ہوگا کہ چپ رہو۔ پھر، ویں آیت زیر بحث میں یہ ہے کہ میرے ایسے نیک بندے ایک فریق میں تھے۔ جن کے بعد ۸ ویں آیت میں کہا جائے گا کہ تم نے میرے نیک بندون سے ہنسی ٹھٹھا مقرر کیا تھا اور میرا ذکر بھول گئے تھے! ور ۹ ویں آیت میں ہے کہ آج کا دن جزا کا ہے اُن کو صبر کی جزا ملی ہے جو فائز مرام ہوئے۔

(۲) اب اس سلسلہ کی آئت، ویں زیرِ بحث میں ہم کو یہ ظاہر کرنا ضرور ہے کہ وہ ایسے نیک بندے کون ہیں جن کا ذکر کفار کے سامنے بطور مُباہات کیا جاتا ہے۔

(۳) یہ وہی بہترین خلائق بندے ہیں جن کا ذکر بمقابلہ بدترین کے نمونہ کے طور پر آجاتا ہے قرآن میں ایک قاعدہ مقررہ قرار پا گیا ہے جس کو قاعدہ نمبر، مقدمہ کتاب میں بھی ہم دکھلا آئے ہیں اور آیت نمبر ۱، ۲ تک ۱۳ جگہ ایسا ذکر ہو چکا ہے اور یہ ۱۴ واں مقام ہے اس سے زیادہ اور کیا شناخت اہلبیت رسالت کی ہوگی۔

(۴) ہاں دوسری شناخت فریقٌ من عبادی میں خاص عبادی ایک ایسا محبت کا لفظ ہے کہ جہان جہان ان خالص مخلص بندون کا ذکر آتا ہے وہان یہی لفظ استعمال ہوتا ہے جس سے بخوبی ثابت کر دیا ہم نے اور تفسیر وعبادی الرحمان سورۂ فرقان میں بھی معلوم ہوگا جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ ذکر جناب امیر علیہ السلام یا اُن کی ذریت طاہرہ کا آیا ہے۔

(۵) چنانچہ نمبر ۱۹۰ سورۂ ابراہیم میں بھی قل یا عبادی کے مخاطب یہی لوگ ہیں۔

(۶) اور آیت نمبر ۱۰۹ سورۂ حجر میں نبی عبادی اہل بیت رسالت ہی کے واسطے ہے۔

(۷) آیت نمبر ۲۵۳ وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ وہی تو ہیں جو صالح المومنین ہیں۔

(۸) اور اس جگہ ۹ دس بار ذکر عبادی سے یہ بندے مراد لئے جاتے ہیں۔

(۹) اور تفسیر عمدۃ البیان کے صفحہ ۱۲۴ پر اس فرقہ من عبادی کے واسطے لکھا ہے کہ وہ انبیاء ہیں یا وہ تمام مومنین ہیں یا وہ اہل صفہ ہیں مثل بلال و عمار و صہیب کے جو پیروان جناب امیرؑ سے ہیں

(۱۰) جس میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں اگر حدیث رسولؐ پر نظر ہو۔ کہ علمائے اُمتی کا نبیاء بنی اسرائیل تو وہی من عبادی ہوئے اور اہل صفہ بھی پیرو جناب امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور جناب امیر المومنین کی امارت سے کل مومنین بھی باہر نہیں غرض جس فرقہ کا خداوند تعالیٰ ذکر کرتا ہے وہ اہل بیت رسولؐ ہیں اور اُن کے تابعین صالحین یہ ثابت ہو گیا۔

آیت نمبر ۱۰۸ سورۂ مومنون رکوع ۶

فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ پس پکڑا تم نے اُس فرقہ سے ٹھٹھا و تمسخر یہاں تک کہ میرا ذکر بھی تم نے بھلا دیا۔ اور تم اُن سے ہنسی کرتے تھے۔

(۱) یہ نمبر ۴ سلسلۂ آیات ہے اور اوپر والی آیت کی تفسیر میں ذکر آچکا ہے کہ مخاطب وہی جہنمی کفار ہیں (۲) اول تو خداوند تعالیٰ ایک فرقہ کو بطور مقابلہ کے پیش کرتا ہے پھر اُن کی تعریف کرتا ہے کہ وہ ایسے میرے خاص بندے ہیں اور مجھے اس طرح یاد کرتے ہیں اور تم لوگ خدا کی ملاقات ایسی بھول گئے کہ جو بندے خدا کا ذکر کرتے ہیں تم اُن سے بھی ہنسی ٹھٹھا کرتے ہو۔

(۳) اور کفار کے ہنسی ٹھٹھا کرنے کا ذکر شروع قرآن میں آیت نمبر ۶ وَاِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا میں آچکا ہے کہ جماعت عبد اللہ ابی منافق کی تھی جو جناب امیر علیہ السلام اور اُن کے ہمراہیوں کو بہت سے کلمات منافقانہ سے رنج پہونچایا کرتے تھے۔

(۴) اور ایسا ہی سورۂ تطفیف میں ذکر ہے اِنَّ الَّذِينَ اَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ تحقیق گنہگار لوگ ایمانداروں سے ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔

(۵) اور لطف یہ ہے کہ جہاں جہاں قرآن میں ایسا ذکر آیا ہے وہاں کفار کے مدِ مقابل جناب امیر علیہ السلام ورآن کے ہمراہی دیکھے جاتے ہیں تفسیر سے ان آیات کا پتہ لگتا ہے۔

(۶) پس اس دلیل سے اور بھی تقویت ہوتی ہے اس کو کہ آیت ماقبل میں جو فریق من عبادی ہے وہ فرقہ خاص علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ہے۔

(۷) اور اوپر آیت نمبر ۲۴۳ و من اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ اور آیت نمبر ۲۴ کذالک آتیک آیاتنا فنسیناھا میں یہی الزام ہے۔

(۸) کہ ہمارے ذکر سے منہ پھرانا اور ہماری آیات کو بھول جانا اور دونو جگہ ذکر خدا اور آیاتِ خدا سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۹) اگر اس جگہ بھی وانسوکم ذکری سے مراد جناب امیر علیہ السلام لئے جائیں تو کیا بعید ہے۔

آیت نمبر ۲۸۲ سورۂ مومنون رکوع ۶

19/556

اِنِّی جَزَیْتُھُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا اَنَّھُمْ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ۔ بیشک آج کے دن ہم بدلا دیتے ہیں اُنکو اُس صبر کا جو برداشت کرتے تھے وہ تمہاری چھیڑ چھاڑ کے اوپر) ہاں ہاں وہ لوگ رستگاری یافتہ ہیں

(۱) یہی اُس سلسلہ کی آیت ہے جبکا ہم شروع کی آیت میں ذکر کر آئے ہیں۔

(۲) جب اُس فرقہ کی تعریف اور کفار کا عیب دونوں آیتوں میں ظاہر کر دیا تو اب یہ اُن کو تبلایا جاتا ہے کہ روز قیامت یا آج کا دن تو بدلا دینے کا ہے جیسے عمل تمہارے تھے اُس کا بدلا تم کو جہنم میں مل رہا ہے اور جیسے عمل نیک اُس فرقہ کے تھے اُس کے موافق بدلا اُن کو ملتا ہے کہ وہ فائز اور رستگار ہیں آج جیسا دُنیا میں تمہاری تکلیف رسانی پر وہ صبر کرتے تھے! ور اپنے خدا کو یاد کرتے تھے۔

(۳) اوپر کی آیت کی طرح سند کافی اس میں بھی یہ ہے کہ سردار اس فرقۂ اہلبیت کو صبر کا بدلا ملنے کی خبر قرآن میں بہت جگہ ہے اور قریب قریب یہی الفاظ ہیں جیسے آیت نمبر ۱۷۳ سورۂ رعد میں ملٹون فرشتون کی زبانی ہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ سلامتی ہو تمہارے اوپر بسبب اس کے صبر کیا تھا تم نے پس کیا اچھا گھر ملا تم کو۔

(۴) اور آیت نمبر ۲۰۰ سورۂ نحل میں ہے وَلَیَجْزِیَنَّ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

اور البتہ جزا دیں گے اُن لوگوں کو کہ صبر کیا تھا اجر ان کا نیک زیادہ اس سے ہے کہ عمل کرتے تھے۔

(۵) اور سورۂ دہر میں ہے جزاءُ بما صبروا جنتاً و حریراً۔ بدلا اُس کا جو صبر کرتے تھے تم جنت یعنی باغ بہشت ہیں اور ریشمی کپڑے۔

(۶) چونکہ یہ سب آیات بشانِ اہلبیتِ رسالت ہیں پس یہاں بھی اُن کا صبر شمار ہوا ہے۔

(۷) اور آخری جملہ ہم الفائزون تو وہی مقرری صفت فائزون مفلحون مخصوص ہو چکی ہیں قرآن میں گروہ علیؑ کے واسطے جس کا ثبوت قاعدہ نمبر ۷ مقدمۂ کتاب میں دکھلا دیا گیا ہے۔

(۸) اور آیہ نمبر ۲۶۴ تک ۵ امرتبہ اس کا استعمال اس فرقہ کے واسطے ہو چکا ہے اور یہ ۱۶ واں مقام ہے۔

(۹) ان دلائل سے اور بھی ہمارے دعوے کو تصدیق ہوتی جاتی ہے کہ یہ فرقہ وہی گروہِ علیؑ ہے جس کا ذکر ہو رہا ہے۔

آیت نمبر ۲۸۳ سورۂ نور رکوع ۵

اللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ۔ ترجمہ۔ اللہ نور ہے آسمان و زمین کا اُس کے نور کی مثال ایک چراغ دان کی سی ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں تارہ کی طرح چمکتا ہو جو روشن ہوتا ہے درخت مبارک زیتون سے نہ وہ شرقی ہے اور نہ غربی قریب ہے کہ بدون آگ کے روشن ہو ایسا روشن کہ نور اوپر نور کے اور اللہ ہدایت کرتا ہے اپنے نور کی طرف جس کو چاہے۔

(۱) یہ آیت متشابہات سے ہے کتب سماوی کی اکثر عبارات متشابہ ہوتی ہیں توریت اور انجیل میں ایسے فقرے بہت ملیں گے ان متشابہات کی ادراک میں عام فہم عاجز ہیں کیونکہ یہ از قسم رازداری ہوتا ہے امین رسل و رسل کے اور جن پر خداوند تعالیٰ ایسے کلام نازل کرتا ہے اُن کو مادہ فہم بھی عطا کر دیتا ہے۔

(۲) یہی وہ مادہ فہم علم کہلاتا ہے جو جو بی عطا فرمایا تھا خداوند تعالیٰ نے حضرت رسالت مآب صلعم کو اور آنحضرتؐ نے وہ تعلیم کر دیا تھا اپنے وصی کو اُس کی سند وہ خطبہ حضرت کا ہے حجۃ الوداع

بروز غدیر آپ نے ایک لاکھ آدمی کے سامنے پڑھا۔ کتاب قواصب کے صفحہ ۲۵۲ پر حدیث ۱۹ کا ترجمہ
اے گروہ مردم نہیں ہے کوئی علم مگر یہ کہ تحقیق احاطہ کیا ہے اُس کو اللہ نے مجھ میں اور تمام علم کہ میں
سکھلا گیا ہوں پس تحقیق احاطہ کر دیا ہے میں نے اس کو بیچ امام المتقین کے اور نہیں ہے کوئی علم مگر
سکھلا دیا ہے میں نے علیؑ کو اور وہی علیؑ امام المبین ہے جس کو فرمایا کل شیٍٔ احصیناہُ فی
امامٍ مبینٍ۔

(۳) اور صفحہ ۲۵ پر ہے کہ فرمایا حضرت نے اے گروہِ مردم غور سے دیکھو قرآن کو اور نظر کرو اُس کی
محکمات کی طرف اور نہ پیروی کرو اُس کی متشابہات کی پس واللہ نہ بیان کرے گا واسطے تمہارے
اُس کی تفسیر کو مگر یہ شخص جس کا ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہوں اور تم کو اس بات کا تبلانے والا ہوں
کہ جس کا مولیٰ میں ہوں اُس کا مولیٰ یہ علیؑ ہے۔

(۴) اور صفحہ ۲۶۳ پر ہے کہ میں صراط مستقیم ہوں کہ حکم کیا ہے اللہ نے میری پیروی کا پھر علیؑ میرے
بعد صراط مستقیم ہے پھر میری اولاد ہے کہ جو علیؑ کی پُشت سے ہیں گویا یہ سب آئمہ علم کے عالم اور ہدایت
کے ہدی ہیں۔

(۵) جبھی تو قرآن میں فرمایا۔ آیت نمبر ۴ سورۂ بقر میں وَمَا یعلم تاویلہ اِلّا اللّٰہ والراسخون
فی العلم اسکی تاویل کو بجز خدا اور راسخون فی العلم کے کوئی جانتا ہی نہیں ہیں راسخون فی العلم کا یوں پتہ چلتا
ہے (۳) کہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۷۵ پر ایک حدیث ہے جو خطیب بغدادی
و محمد بن یوسف گنجی و شہاب الدین حموئی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سُنا میں نے جناب
رسالتمآب کو فرماتے ہوئے جناب امیرؑ سے کہ اے علیؑ میری اور تیری خلقت نورِ خدا سے ہے۔

(۴) اور کتاب اربعین فی فضایل امیر المومنین میں بھی یہ حدیث درج ہے اسی طرح اور انہیں
الفاظ میں (۵) اور قرآن میں خداوندِ تعالیٰ اُس کو نور اللہ فرماتا ہے دیکھو آیت نمبر ۲۷ سورۂ توبہ
میں ہے یُرِیدُونَ ان یطفؤا نُورَ اللّٰہ ارادہ کرتے ہیں کہ خدا کے نور کو پھونک مار کر بجھا دیں
(۶) دوسری جگہ جو قرآن میں خداوندِ تعالیٰ اپنے نور پر ایمان لانے کا بتہدید تمام حکم دیتا ہے اسکی
شرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ اپنے خطبہ میں اس طرح فرماتے ہیں (حدیث ۳۶ صفحہ ۲۵۹
کتاب قواصب) یا معاشر الناس آمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزل معہٗ من

قبلِ اَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَرُدَّهَا عَلَىٰٓ اَدْبَارِهَا یَا مَعَاشِرَ النَّاسِ کے بعد یہان تک عبارتِ قرآن ہے کہ ایمان لاؤ خدا پر اور اُس کے رسولؐ پر اور اُس نور پر جو اُس رسولؐ کے ساتھ ساتھ نازل ہوا پہلے اس اسے کہ منہ بگاڑ دیئے جائیں اور اُلٹے پھیر دیئے جائیں پشتون کی طرف۔ آگے آپ فرماتے ہیں یَا مَعَاشِرَ النَّاسِ النُّوْرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِیَّ وَ ثُمَّہ مسلوکؐ فی علیؑ ثُمَّ فِی النَّسْلِ مِنْهُ اِلَی الْقَائِم۔ اے گروہ انسانون کے یہ نور خداوند عز وجل کی طرف سے مجھ میں ہے اور پھر میرے بعد علیؑ میں ہے اور پھر اُس کی نسل میں ہے جو اُسی میں ہے قایم آل محمد تک ہے۔

(۷) اُس نور کو خداوندِ تعالیٰ فرماتا ہے مثل اُس نور کی چراغدان کی سی ہے جس کی یہان تک تشریح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمائی آگے اور بوضاحت معلوم ہوگا چنانچہ قولِ امام رضا علیہ السلام کا اس کی تائید میں ہے کہ فرمایا روشن دان ہم ہیں کہ محمد صلعم ہم میں سے ہیں اور وہ چراغ ہدایت ہیں۔

(۸) اور امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ روشن دان سینہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا ہے جس میں نورِ علمِ نبوت چراغ ہے اور شیشہ سینہ مبارک علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ہے کہ علم نبی اُس سینہ میں آکر جلوہ گر ہوا۔

(۹) اور تقویت اُس کی میں کلام پاک جناب امام جعفر صادق علیہ السلام روشنی ڈالتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ خداوندتعالیٰ نے اپنے نور کی مثال دی ہے کہ محمدؐ صلعم تو مثل روشن دان کے ہیں اور سینہ اُن کا جائے چراغ نورِ علم نبوت کا ہے اور شیشہ میں ہونا چراغ کا تعبیر کیا ہے فانوس سینہ علیؑ کو جس میں وہ علم ان کا جلوہ گر ہوا تمام ہوا کلام یعنی اقطاع عالم مین منتشر ہوا وہ مثل ستارہ کے روشن ہے۔

(۱۰) اور درختِ مبارک زیتون بھی استعارۂ شجرۂ طیبہ بنی ہاشم سی ہے جو نسل پاک جناب ابراہیم علیہ السلام سے ہے جیسا کہ خداوندِ تعالیٰ سورۂ ابراہیم میں فرماتا ہے آیت نمبر ۱۱۷۸ الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمةً طیبةً کشجرةٍ طیبةٍ کیا نہیں دیکھا تو نے کیونکر اللہ نے مثال دی ہے کلمہ طیبہ کو شجرۂ طیبہ سے وہی مثال یہان ہے اور وہان کلمہ تھے اور درخت سے تعبیر ہوئے وہی یہان درخت زیتون سے تعبیر ہوئے وہان طیبہ فرمایا یہان مبارک فرمایا۔

(۱۱) اور وہ خاندان درحقیقت نہ شرقی ہے اور نہ غربی بلکہ مکی ہے اور مکہ نافِ زمین ہے۔

(۱۲) اور قریب ہے کہ روشن ہو جائے وہ علم بذریعہ سلسلۃ الذہب امامت کہ جن کا ۱۲ واں امام روشنی بخش مشارق الارض ہو گا اور ایسا روشن کرے گا اُس علم کو کہ تاریکی کفر زایل ہو جائینگے مابین زمین و آسمان سے۔ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۴۷۳ لغایت ۴۷۷ وجود جناب مہدی پر ۱۹ روایت ہیں جن میں سے ۲ و ۳ و ۴ سے آپ کا نورانی چہرہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ مہدی ایک شخص میری اولاد میں سے ہو گا اُسکا چہرہ مثل چاند ہم او میں رات کے چمکتا ہو گا اور یہ ایک ملابست نور ہے۔

(۱۳) لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ بھلا نور میں کیا کام نار کا۔ یہ تو چراغ کی نسبت سے کہا گیا اور قاعدہ یہ بھی ہے کہ چراغ آگ سے روشن ہوتا ہے مگر خداوند تعالیٰ خود سمجھاتا ہے کہ یہ ہمارا نور ایسا چراغ نہیں جسکو آگ مس کرے وہ تو تجلی خدا سے روشن ہیں اور ہوں گے۔

(۱۴) اور ایسے روشن کہ نورٌ علیٰ نور یہ ایک امام کا دوسرے امام کے بعد ہونا اس کی تعبیر ہے جب تو خبر تھی اب تو دیکھ لیا دُنیا نے کہ کس طرح نور کے بعد نور پیدا ہوتا گیا۔

(۱۵) یھدی اللّٰہ بنورہٖ من یشاء اس میں کیا شک ہے جس پر رحمت ہوتی ہے اُس کو ہدایت کرتا ہے کہ رجوع کرے طرف اُن انوار الہی کے ورنہ ہر کس و ناکس کو یہ کہاں نصیب اور قرآن میں تو اسکی بیسیوں جگہ خبر دی ہے اور ثابت بھی ہو گیا ہے کہ یہ ہدایت یافتہ پیروانِ اہل بیت ہیں۔ چنانچہ آیت نمبر ۲۵ سورہ یونس میں ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوا اِلیٰ دَارِ السَّلَامِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور اللہ تو بلاتا ہے خانۂ سلامتی کی طرف اور ہدایت کرتا ہے راہ مستقیم کی طرف جس کو چاہتا ہے اور ثابت ہو چکا ہے اوپر کہ صراط مستقیم طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے پس معنی وہی ہوئے کہ خدا جس کو چاہتا ہے محبت خاندانِ رسالت عطا کرتا ہے۔

(۱۵) اور یہ آیت فہرست آیاتِ فضائل کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں لکھی ہے نمبر ۹ پر اس کی شرح و تفسیر کی ہے وہاں بھی اقوال امام محمدؐ باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام سے اسناد حاصل کی ہیں اور تمام تشبیہات کے مشبہ بہ یہی انوار مقرر کئے ہیں۔

آیت نمبر ۴۸ سورہ نور رکوع ۵

فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔
جن گھرون میں خدا نے حکم دیا ہے یہ کہ بلند ہو اُن میں ذکرِ خدا کا تاکہ تسبیح کی جائے اُن میں صبح و شام
(۱) اوپر کی آیت میں جو یوقد وہے یہ بیوت اس کے متعلق ہیں یعنی وہ چراغ اُن گھرون میں روشن
ہوتا ہے اور ذکر خدا ہوتا ہے اور خدا کا نام لیا جاتا ہے اور تسبیح ہوتی ہے صبح و شام یہ ایسے گھر ہیں مگر
وہ گھر ہیں کونسے۔
(۲) جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ گھر انبیا اور رسولون کے ہیں اور حکماء اور آئمہ ہدیٰ کے
(۳) اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں آبان بن تغلب سے اور اُس نے نفیع بن حارث سے روایت کی ہے
کہ انس بن مالک اور بریدہ اسلمی نے کہا کہ جب نازل ہوئی یہ آیت تو سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ سے کہ یا حضرت یہ گھر کونسے ہیں جن کا قرآن میں اس طرح ذکر ہے فرمایا وہ گھر پیغمبرون کے ہیں
ابوبکر کھڑے ہو کر بولے یا رسولؐ اللہ یہ فاطمہؑ اور علیؑ کا گھر بھی کیا ان گھرون میں ہے حضرت نے فرمایا
ہان یہ بزرگ ترین گھرون سے ہے۔
(۴) اور تائید ہوتی ہے اس کی قول حق تعالیٰ سے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ
اَھْلَ الْبَیْتِ۔ ارادہ خداوندی ہے کہ تم سے رجس کو دُور کرے اے اہلبیت۔
(۵) اور دوسری جگہ فرمایا رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ۔ رحمت خدا تم پر ہو
اور برکات اُس کی اے اہل بیت ان دونو آیات میں جن اہلبیت سے خدا مخاطب ہے وہ صاحب
ان بیوت کی جن میں ذکر ہوتا ہے اور یہی ذکر کرنے والے ہیں قرآن میں جا بجا ثابت ہو گیا۔
(۶) جیسے آیت نمبر ۶۵ آل عمران میں ہے اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا۔ جو لوگ
خدا کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے وہ یہی لوگ تو ہیں۔
(۷) اور قمی علیہ الرحمہ نے بھی انہیں گھرون کے ساکنین کو اہلبیت لکھا ہے۔
(۸) قتادہ ایکبار خدمت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام میں حاضر تھا کہ اُس نے عرض کیا
واللہ میں اکثر فقہا کی صحبت میں بیٹھا ہون مگر میرے قلب پر ایسا اثر نہیں گزرا جو حالت یہان
ہے آپ نے فرمایا تو اس وقت اُس گھر میں ہے جن کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ
آخر تک تلاوت فرمایا۔

(۹) اور اس آیت کو کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں بھی نمبر ۱۸ پر ذکر کیا ہے۔

(۱۰) اور فہرست اخبار امامیہ لکھنؤ میں نمبر ۵ پر ہے اِس آیت کی تفسیر اسی عنوان سے کی ہے اور روایاتِ ثعلبی بذریعہ انس و بریدہ من وعن اس کے موافق درج کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جن گھروں میں تسبیح خدا صبح و شام ہوتی ہے خداوندِ تعالےٰ نے مرتبہ اُن کا بلند کیا ہے وہ گھر علیؑ اور فاطمہؑ کا تھا۔

(۱۱) اور کتب اوراد و وظائف میں مذکور ہے کہ یہ تسبیح ۳۴ بار اللہ اکبر اور ۳۳ بار الحمد للہ و ۳۳ بار سبحانَ اللہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے خاص اپنی دُختر نیک اختر جناب فاطمہؑ کو تعلیم فرمائی تھی جو آج فرقۂ امامیہ کا ایسا دستور عمل ہے کہ کوئی نماز کسی شخص کی اس تسبیح کے بغیر نہ ہوگی پس یہ فیض اُسی گھر کا ہے اور اس تسبیح کے موجد اُسی گھر والے ہیں جن کو خدا کہتا ہے کہ اُس میں تسبیح خدا ہوتی ہے صبح و شام یعنی بعد ہر نماز اور کوئی فرقہ اس کا عامل نہیں اگر عامل ہیں تو اس گھر کے خادم پس قیامت تک تسبیح جاری رہیگی اس گھر کی بدولت ؛

آیت نمبر ۲۸۵ سورۂ نور رکوع ۵

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۔ ایسے مرد بھی ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت کیطرف نہیں متوجہ ہوتے ذکر خدا چھوڑ کر اور نماز کو قایم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ڈرتے ہیں اُس دن سے کہ جس روز دل اور نگاہیں بدل جائیں گی۔

(۱) آیت اللہ نور السمٰوٰت سے ہم اوان سلسلہ آیات کا شروع ہے جیسا آیت اول کے یوقد سے فی بیوت آیت گذشتہ کا تعلق تھا ایسا ہی فی بیوت سے اس آیت کے رجال کا تعلق ہے۔

(۲) حفص جو قراء سبع میں سے ہے اُس نے رجال کو تسبیح کا فاعل مانا ہے یعنی تسبیح کرنے والے رجال ہیں۔

(۳) اور جب اُن گھروں میں تسبیح اور ذکر خدا ہر وقت صبح و شام ہوتا ہے اور یہ رجال تسبیح کرنے والے ہیں تو کثرتِ ذکر ہی اس بات کی شاہد ہے کہ ان تسبیح کرنے والے رجال کو دنیوی تعلقاتِ تجارت اور بیع کی طرف مطلق توجہ نہیں۔

(۴) اُن گھروں میں تو رجال کا یہ حال تھا کہ جناب امیر علیہ السلام علاوہ واجبات کے ایک ہزار رکعتِ نافلہ

ہر شب پڑہتے تھے مُنہ سے کہدینا ایک بات ہے مگر ذرا غور سے دیکھنا چاہیئے کہ ایک ہزار رکعت نماز ان لوگونکی جن کی توجہ ایسی تھی کہ نماز میں دُنیا اور مافیہا کو بھول جاتے تھے آخر اُن کے لئے کچھ عرصہ ومدت وزمانہ چاہیئے۔ پھر اتنے عرصہ میں دُنیا دار شخص کے تو تمامی کاروبار بیع تجارت بیٹ ہو جائیں گے وہ تو ایسا کرہی نہیں سکتا اس صفت کا شخص تو وہی ہو گا جو تمام تعلقات کو چھوڑ کر ذکر خدا کی طرف رجوع کریگا۔

(۵) اور وہ جناب امیر یا حضرت زین العابدین علیہم السلام یا اُسی خاندان کے لوگ ہیں جیسا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ زمانہ قید بغداد میں آپ کا یہ حال تھا کہ عبادتِ شب کے علاوہ نماز صبح کے فریضہ اور تعقیبات سے فارغ ہو کر جو آپ سجدہ شکر میں جاتے تھے۔ تو اس قدر طول دیتے تھے سجدہ کو کہ وقت ظہر داخل ہو جاتا اور خادم جا کر اطلاع کرتا کہ الصلاۃ ظہر یا بن رسُول اللہ تو آپ اُسی وضو سے نماز ظہر ادا کرتے۔ یہ ہیں وہ رجال ذکر خدا جن کو نہیں مشغول کرتا بیع و تجارت وغیرہ کیطرف۔

(۶) ورنہ دوسرے مسلمانون کا حال تو خدا نے بتلا دیا ہے کہ اذا راو تجارۃ او لہوا ان فضوا الیہ وترکوا قائما۔ کہ جب سوداگرون کا ڈھول نقارہ سنتے ہیں تو اُس طرف تماشا دیکھنے چلے جاتے ہیں تجھکو نماز میں اکیلا چھوڑ جاتے ہیں۔

چنانچہ یہی آیت سورۂ جمعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ایسے بھی تھے۔ کہ نماز جمعہ اور خاص رسُول کے ساتھ پڑہتے پڑہتے آواز کاروانِ تجارت کے باجہ کی سُن کر رسولؐ کو چھوڑ نماز سے منہ موڑ تماشہ دیکھنے کو بھاگ جاتے تھے پھر اُن کے سامنے ذکر خدا کی کیا قدر و منزلت ہو گی۔

(۷) پھر قیام صلوٰۃ وایتاء زکوٰۃ اول تو ذکر خدا میں شامل ہے جس کی بحث چلی آتی ہے اور اُسی میں ذکر اُن کی کثرتِ نماز کا آچکا ہے اور اگر علیحدہ بھی خیال کیا جاوے تو مصلی اول جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہمراہ چھ سال تک ایسے زمانہ میں نماز کو قائم رکھا جبکہ ان تین شخصون کے سوا پردۂ زمین پر کوئی سجدہ کرنے والا ہی نہ تھا اس کا مخاطب اولیٰ ہو گا۔ یا وہ لوگ جن کے حق میں خدا فرماتا ہے۔ واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سُستی و کاہلی کیساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس قیام صلوٰۃ کو بھی دلایل سے ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ان صفات سے متصف خاندان رسُولؐ ہے جن کے اول جناب امیر علیہ السلام ہیں اور جن کا ذکر اجگہ اوپر آچکا ہے یہ ادان مقام ہے۔

(۸) علاوہ اس کے صلوٰۃ کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا ذکر ہے یہ ایسا امر ہے کہ تمام اُمت میں کسی نے صلوٰۃ اور

زکوٰۃ کو جمع نہیں کیا بجز جناب امیر علیہ السلام کے جس کو خداوند تعالیٰ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۸۸ میں ظاہر کرتا ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رَاکِعُوْنَ ۔ (۹) اب رہا قیامت کے روز سے خوف کرنے والے بھی تو یہی اہل بیت رسول ہیں سورۂ دہر میں خدا فرماتا ہے کہ وہ لوگ سایل کو کھانا دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ہم اپنے خدا سے خوف کرتے ہیں اُس دن کا کہ ہوگا ترش اور نہایت سخت۔

(۱۰) اس کے علاوہ خوف جناب امیر علیہ السلام کا اپنے خدا سے کرنا صدہا جگہ مذکور ہے جلال بن حمزۃ اللیثی نے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا جناب امیر المومنین علیہ السلام کو وقت گزرنے نصف شب کے تنہا محراب مسجد میں کھڑے تھے اور ریش مبارک اپنی ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے اور اپنے اوپر لپیٹتے تھے جس طرح سانپ اپنے اوپر لپیٹتا ہے اور زار زار رو رہے تھے عبارت طویل آ گئی ہے آگے یہی ترک دُنیا کا ذکر ہے جو ہم اوپر لکھ چکے پھر جس طرف اتنے اسباب جمع ہوں اور قراین اور نظائر اور مشاہدہ پھر ایسے اشخاص کو چھوڑ کر مخاطب اور مصداق آیت کا کسی دوسرے کو بنانا جبھی دُرست ہو جب کوئی ان لوگوں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہو اور یہاں مساوات بھی کسی کو حاصل نہیں فضیلت تو کجا۔

آیت نمبر ۲۸۶ سورۂ نور رکوع ۵

لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَھُمْ مِنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاۗءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ تاکہ جزا دے اللہ اُن کو نیک تر اُن کے اعمال سے اور زیادہ دیگا اُن کو فضل و کرم سے (کیونکہ) اللہ تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

(۱) اس آیت پر سلسلہ ختم ہوا وہ نورانی بندے جن میں خدا کا نور جلوہ گر ہے اور اُن کے گھر دن میں ہر وقت ذکر خدا اور تسبیح خدا ہوتی ہے اُن کو دنیا کے کام مثل تجارت و بیع کی طرف توجہ نہیں بجز ذکر خدا کے اور نماز زکوٰۃ اُن کا عمل ہے اور خدا سے خوف کرتے ہیں اور قیامت سے ڈرتے ہیں اس واسطے کہ اللہ انکو ایسا بدلا دے گا جو اُن کے عمل سے بھی زیادہ ہو اور ضرور خداوند تعالیٰ بدلے سے بھی زیادہ دیگا اُن کو اپنے فضل و کرم کی صفت سے کیونکہ اُس خدا کی تو عادت یہ بھی ہے کہ جس کو پسند فرماتا ہے اُس کو بے حساب دیتا ہے۔

(۲) اور اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ایسے وعدہ قرآن میں کثرت سے ہیں ابھی اوپر آیت نمبر ۲۰۷ سورۂ نحل

میں ہے وَلَیَجزِیَنَّھُم اَجرَھُم بِاَحسَنِ مَا کَانُوا یَعمَلُونَ۔ اور البتہ جزا دیں گے ہم اُن کو بدلا اُن کا بہتر اُس عمل سے جو وہ کرتے تھے۔ پس مطابقت ہر دو آیات سے صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ لوگ جن کو اُن کے عمل سے بھی زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے وہ خاص اہلبیت رسالت ہیں جو ہر دو جگہ بدلائل متضاد ثبوت کو پہونچی ہیں (۳) پھر سوا اسکی اور آیت سورۂ ق کی بھی تصدیق کرتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے خداوند تعالی نے لَھُم مَا یَشَاؤُنَ وَلَدَینَا مَزِیدٌ۔ یعنی اُن کے واسطے جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جن کی وہ خواہش کریں گے بلکہ ہماری طرف سے اور بھی زیادتی ہوگی یعنی اُن کی خواہش کے علاوہ نعمتیں اجر و ثواب اُنکو ملیگا وہی مضمون آگیا اور اسکی تفسیر سے معلوم ہوگا کہ مخاطب وہاں بھی یہی اہلبیت رسالت ہیں فھو المراد۔

آیت نمبر ۲۸۷ سورۂ نور رکوع ۵

وَمَن لَم یَجعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُورًا فَمَا لَہٗ مِن نُورٍ۔ اور جس کے لئے اللہ نے نور خلق ہی نہیں کیا اُس کا کوئی حصّہ نور میں نہیں ہے۔

(۱) اس کا مطلب ذرا وضاحت کے ساتھ یہ ہوسکتا ہے کہ جس کے واسطے نورِ ایمان پیدا ہی نہیں ہوا اُسکو انوار خدا کی طرف رجوع و توجہ ہی نہیں۔

(۲) اور یہی طرح یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں جس کو انوار خدا سے تعلق نہیں یعنی جس کے دل میں انوارِ خدا کی محبت ہی نہیں ہوئی اُس کو نور ایمان سے کچھ حصّہ نہیں مِل سکتا۔

(۳) اور چونکہ انوار خدا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ اور اہلبیت اُن کے ثابت ہوچکے ہیں مطابق آیات نمبر ۱۳۷ سورۂ توبہ اور نمبر ۲۸۳ اور پھر حدیثیں رسولؐ کی موجود ہیں جو تائید کرتی ہیں۔

(۴) مثلاً فرمایا علیؑ بابِ حطہ مَن دخل مؤمنًا وَمَن خرج کافرًا۔ علیؑ کی مثال دروازۂ توبہ کی ہے جو اُس میں داخل ہوا مومن ہے اور جو خارج ہے وہ کافر ہے۔

(۵) اور ہے لَا یقبلُ اِیمَانَ عبدٍ اِلّا بِوَلَایَتِ علیٍّؑ۔ کسی بندہ کا ایمان قبول نہیں بدون محبت علیؑ کے۔

(۶) دوسری حدیث ہے حُبُّ علیٍّ اِیمَانٌ وَبُغضُہٗ کفرٌ

(۷) اور ایک حدیث ہے مَن مَاتَ علیٰ حُبِّ آلِ محمّدٍ مَاتَ مؤمِنًا جو کوئی محبت آل محمدؐ میں مرا

وہ مومن ہو کر مرا۔ یہی مطلب آیت کا ہے۔

(۸) اور اسی کے ممدوح روایات حذیفہ یمان اور جابر انصاری کی ہیں کہ ہم اپنی اولاد کی شناخت کرتے تھے مومن و منافق کی محبت علیؑ اور بغض علیؑ سے۔

(۹) اور عمدۃ البیان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے دریافت کیا گیا کہ یا حضرت آپ کی اُمت کیونکر صراط پر سے گذریگی آپ نے فرمایا کہ میری اُمت علیؑ کے نور سے مرادیم سے گذریگی اور علیؑ میرے نور سے اور میں خدا کے نور سے اُتر جاؤں گا۔ کیونکہ نور میری اُمت کا علیؑ کے نور سے ہے اور علیؑ کا نور میرے نور سے اور میرا نور خدا کے نور سے ہے جو ہم سے دوستی رکھتا ہی نہیں ہے اُس کیواسطے نور ہی نہیں ہے بعد میں آیت یہ تمام تلاوت فرمائی آپ نے وَمن لم یجعل اللہ نوراً فمالہٗ من نور۔

(۱۰) اور ابوبکر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے بدون پروانہ راہداری علیؑ کوئی شخص بھی صراط پر سے نگذریگا صفحہ ۴۸۳ کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام دیکھو وہ اسی رعایت سے جناب امیر علیہ السلام کا نام نور اللہ ہے یہ ہے مراد اس آیت کی کہ جس کے دل میں اُلفت نور اللہ نہیں اُسکو نور ایمان حاصل نہیں ہو۔

۱۹/۵۶۸ آیت نمبر ۲۸۸ سورۂ نور رکوع ۶

وَیقُولونَ آمنّا باللہ وَبالرَّسُولِ وَاطعنا ثم یتولیٰ فریقٌ منہم مِن بعد ذالکَ وَمَا اولٰئک بالمؤمنین۔ کہتے ہیں ایمان لائے ہم خدا اور رسول پر اور اطاعت کی ہم نے بعد اس کے پھر جاتا ہے ایک فرقہ اُن میں سے پس وہ لوگ مومنین نہیں ہیں۔

(۱) طرز کلام سے صاف ظاہر ہے کہ فرقہ اسلام میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ بعد اقرار شہادتین اور بعد دعویٰ فرمانبرداری اصل ایمان و یقین سے پھر گئے تھے پس خداوند تعالیٰ اُن پر گواہی دیتا ہے کہ وہ لوگ مومن نہیں ہیں جب ظاہراً اُن کا وہ اقرار ہے اور ان کے باطن کا خدا انکار کرتا ہے تو وہ خاص منافقِ اُمت ہیں۔

(۲) اور منافق وہی ہیں جو دشمن علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور اسی آیت ماسبق میں فقرہ ۸ کا یہی مضمون تھا کہ حذیفہ اور جابر انصاری مومن و منافق کی شناخت بتلا رہے ہیں محبتِ علیؑ اور

بغض علیؑ کو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص دُشمنان اور مخالفان علیؑ کا یہ ذکر ہے۔

(۳) اور اس قسم کی آیات مخالفان علیؑ کو ظاہر کرنے والی قرآن میں بکثرت ہیں جیسا کہ نمبر ۴۴ و نمبر ۱۸۰ و نمبر ۲۰۲ جن کی شرح ذیل میں بخوبی آتی ہے۔

(۴) اور اس آیت کا شان نزول معہ تمام سلسلہ کے عمدۃ البیان کے صفحہ ۳۴۳ جلد دوم پر مفصل بیان کیا ہے یہ آیت اپنے سلسلہ کی پہلی آیت ہے اور یہ نمبر ۱۵ واں سلسلہ ہے۔

(۵) عمدۃ البیان میں تفسیر اس آیت میں لکھا ہے کہ بشر نام منافق اور ایک یہودی کے مابین کچھ نزع واقع ہوا اُس پر یہودی نے کہا چل محمدؐ کے پاس اس واقع کو پیش کریں جس طرح وہ فیصلہ دیں منظور ہے مگر منافق نے اِس کو نہ مانا کہا کہ نہیں ہمارا تمہارا حکم کعب بن اشرف یہودی ہے اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ منافق کفار سے بھی بدتر اور بدیقین تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا دل میں یقین نہ تھا۔ اور آپ کے احکام پر مطلق اعتبار نہ تھا۔ یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ حضرت نے خم غدیر میں خلافت جناب امیرؑ پر جو عہد لیا تھا منافق لوگ ظاہرا عہد و اقرار کرتے تھے۔ مگر دل میں منکر تھے اور جب موقعہ ظاہر انکار کا ملا فوراً منکر ہو گئے۔

(۶) اسی کے مطابق تو آیت کا مفہوم ہے کہ ظاہر تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ و رسولؐ پر اور مطیع ہیں حکم خدا و رسول کے مگر بعد اس اقرار اور اظہار ایمان کے اُن میں سے اکثر پھر گئے۔ تمام قول و اقرار و عہد و میثاق اور بیعت غدیر سے برگشتہ ہو گئے۔ پھر اس طرح کے آدمی کیونکر ایمان والے ہو سکتے ہیں۔

(۷) یہ بھی تو فرمایا ہے خداوند تعالیٰ نے آیت نمبر ۴۴ سورۂ آل عمران میں کَیْفَ یَھْدِی اللّٰہُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ وَشَھِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ کیونکر اللہ ہدایت کرے اُس قوم کو جو کافر ہو گئے ایمان لانے کے بعد جبکہ رسولؐ کو بھی سچا مان لیا اور دلیلیں روشن اُن پر نازل ہونے لگیں باوجود ایمان و اقرار پھر کافر ہو گئے اللہ نہیں ہدایت کرتا ہے قوم ظالم کو۔

(۸) اسی قوم کے حق میں آیت نمبر ۱۸۰ سورۂ ابراہیم میں فرمایا خدا نے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ کیا تو دیکھتا نہیں ان لوگوں کو کہ جنہوں نے نعمت الٰہی کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں ڈال دیا کیا اہل سقیفہ کا یہ حال نہیں ہوا۔

(۹) اس آیت کی کیسی معاون ہے آیت نمبر ۲۰۲ سورۂ نحل یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا وَاَکْثَرُھُمُ الْکَافِرُوْنَ ترجمہ نعمت الٰہی کو پہچانتے بھی ہیں اور پھر منکر ہوتے ہیں اُن میں بہت سے لوگ کافر ہیں ان کافرون کو آیت زیر بحث میں فرمایا وَمَا اُولٰئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ اب تو صاف معلوم ہوگیا مطلب آیت کا ؛

آیت نمبر ۲۸۹ سورۂ نور رکوع ۶

(۱۹/۵۶۸)

وَاِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ اور جب خدا و رسول خدا کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ حکم کریں مابین ان کے فیصلہ کا اُس وقت ایک فرقہ اُن میں سے منہ پھیر لیتا ہے

(۱) اوپر کی آیت میں ذکر ہوچکا ہے اب بہت آسانی سے معلوم ہوجائیگا کہ جس کو اوپر فریق منہم یتولّی فرماتا ہے اور اس آیت میں فریق منہم معرضون وہی لوگ تو ہیں۔

(۲) وہی رسول اللہ صلی اللہ کے حکم سے ایسے منہ پھیرنے والے ہیں کہ بلانے پر بھی نہیں آتے اور اُس بُلانے کو خداوند تعالیٰ اپنی طرف نسوب کرتا ہے۔

(۳) یہ درجہ ہے ان کی بدیقینی کا اور بے اعتباری کا جبھی تو خداوند عالم فرماتا ہے وَمَا اُولٰئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ حقیقت میں یہ لوگ مومن نہیں ہیں

(۴) یہ حال تھا ایمان اور یقین طبقہ اولیٰ کا اگرچہ زبانی اقرار تھا کہ خدا فرماتا ہے یَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ کہتے ہیں ہم ایمان لائے خدا پر اور رسول پر بھی۔

(۵) مگر یہاں بالکل سورۂ منافقون کی شروع کی آیات سے مطابقت ہے اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ یعنی جب آتے ہیں منافقین کہتے ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو رسول ہے خدا کا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ اور خدا خوب جانتا ہے کہ تو رسول اُس کا ہے وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۔ اور خداوند تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ اپنے قول میں جھوٹے ہیں ؛

آیت نمبر ۲۹۰ سورۂ نور رکوع ۶

(۱۸/۵۶۸)

وَاِن یَکُن لَّھُمُ الحَقُّ یَاتُوا اِلَیہِ مُذعِنِینَ اور اگر فیصلہ بحق اُن کے ہو تو آویں گے اسکی طرف فرمان بردار ہو کر۔

(۱) یعنی وہ منافق مفید صورت میں تو رسُول کے فرمانبردار ہو کر آتے ہیں جبکہ حکم رسول ؐ کو اپنی جانب پاتے ہیں۔

(۲) اور دوسری صورت میں جو حال اُن کا ہے وہ اوپر کی آیت میں ذکر ہو چکا کہ بلانے پر نہیں آتے۔

(۳) مطلب یہ نکلا منافق لوگ نفع دُنیوی سے غرض رکھتے ہیں رسول ؐ پر صداقت کا یقین نہیں کرتے تو ایمان ہی نہیں رکھتے بدگمانی دل میں ہے جس کی شرح اگلی آیت میں ہے ؛

آیت نمبر ۲۹۱ سورۂ نور رکوُع ۶

اَفِی قُلُوبِھِم مَّرَضٌ اَمِ ارتَابُوا اَم یَخَافُونَ اَن یَّحِیفَ اللہُ عَلَیھِم وَرَسُولُہٗ بَل اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُونَ۔ کیا اُن کے دلوں میں بیماری ہے کیا شک کرتے ہیں کہ اللہ اُن پر ظلم کریگا اور رسول ؐ اُس کا دیہ بدگمانی انہی واسطے ہے) بلکہ یہ لوگ وہی ظالم ہیں)

(۱) اس سلسلہ میں حالاتِ منافقین بیان ہوتے چلے آتے ہیں۔

(۲) عمدۃ البیان میں شان نزول ان آیات کا اس طرح ہے جو بیضاوی نے روایت کیا ہے مابین مغیرہ بن وایل اور علیؑ ابن ابی طالب کسی زمین کے بارمیں کچھ تنازعہ تھا مغیرہ نے محکمہ رسالت میں جانے سے انکار کیا تھا یہ آیت مغیرہ کے حق میں نازل ہوئیں۔

(۳) بلخی نے جو اپنی تحقیق سے لکھا ہے کہ عثمان نے علیؑ سے ایک زمین خریدی تھی جس میں کھودنے کے وقت پتھر نکلنے لگے عثمان نے زمین کو واپس کرنا چاہا مگر علیؑ نے زمین واپس نہ لی کہ بیع قطع ہو چکی تھی اور میرے تیرے درمیان میں رسولؐ خدا جو حکم کریں منظور ہے حکم بن عاص نے عثمان کو صلاح دی کہ اگر تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو حکم کرے گا تو وہ اپنے چچازاد بھائی کے حق میں فیصلہ کریں گے۔

(۴) اس کے قریب قریب روایت ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے کہ درمیان امیر المومنین علی علیہ السلام اور عثمان کے ایک زمین کا تنازعہ تھا حضرت امیرؑ نے

فرمایا کہ ہم راضی ہیں جو کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اِس بارہ میں فرمادیں لیکن عبد الرحمان بن عوف نے عثمان کو منع کیا کہ ہرگز رسولؐ خدا کو حکم نکرنا کہ وہ تو جو کچھ کہیں گے علیؑ کے مفید کہیں گے۔

(۵) لیکن تو ابن شیبہ یہودی کو حکم مقرر کریں کہا عثمان نے کہ ہم تو کسی سے راضی نہیں سوائے ابن شیبہ کے

(۶) تب یہودی نے کہا عثمان سے کیا تم ایسا نہیں جانتے ہو اپنے پیغمبر کو وصی آسمانی پر اور حکموں میں اُسی متہم کرتے ہو کہ انصاف نکریگا اُس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل کیں

(۷) اور صحابہ کے عملدرآمد سے بھی یہ معاملہ عثمان کا علیؑ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ہر ایک موقعپر رسول اللہ کو متہم جانبداری علیؑ میں کرتے تھے۔

(۸) اور آیت اول میں بھی ذکر آیا ہے نام منافق کا نہیں لکھا یہی قاعدہ ہے مفسّرین کا کہ ایسے موقعپر اپنے صحابہ کا نام ظاہر نہیں کرتے فلان فلان لکھکر ٹال دیتے ہیں مگر صاحب تحقیق پتہ نکالتے ہیں۔

(۹) اور صاحب عمدۃ البیان کا یہ قول بجا ہے کہ اس قصّہ میں ہر جگہ خداوند تعالےٰ حکم رسولؐ کو حکم خدا فرماتا ہے تاکہ صحابہ کے ایمان کا اندازہ بصورت نفی معلوم ہو جائے کہ وہ علی ابن طالب علیہ السلام کے معاملے میں نہ رسولؐ پر یقین کرتے تھے اور نہ خدا پر اعتبار تھا۔

(۱۰) اور پھر اس بدیقینی اور تردد پر اصحابی کُلُّہُم عدول کی حدیث کیسی سچی معلوم ہوتی ہے اور عشرہ مبشرہ اور خلفاء راشدہ اور ذوالنورنین سارے لقب ان کو ملتے ہیں اگرچہ خدا فرماتا ہے وَمَا اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ و اُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّالِمُوْنَ (۱۱) اور ایک جگہ قرآن میں خدا فرماتا ہے وَالْکَافِرُوْنَ ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ وہ کافر بھی تو وہی ظالم ہیں۔ (۱۲) اور یہی خوبی ایمان تو بعد بیعت غدیر خم ان لوگون کی ظاہر ہوئی ہے جس کو امام غزالی لکھتے ہیں پلٹ گئے اُس دین پر جسپر پہلے تھے۔

آیت نمبر ۲۹۲ سورۂ نور رکوع ۷

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ سوائے اس کے نہیں کہ مومنون کا قول تو یہ ہے کہ جب بُلائے جاتے ہیں طرف خدا اور اُس کے رسولؐ کے اس غرض سے کہ حکم دیا جائے اُن کے معاملے میں تو کہتے ہیں سُنا ہم نے اور اطاعت کی ہم نے اُس حکم کی یہ لوگ ہیں وہ فلاح یافتہ۔

(۱) یہ اُسی سلسلہ کی آخر آیت ہے جو دوسرے فریق کا حال ظاہر کرتی ہے۔

(۲) جیسا فریق اوّل بُلانے پر نہیں آتے اور بجز اپنی فایدہ کے ایمان سے غرض نہیں رکھتے اور اُن کے دل میں شک کی بیماری ہے پس خوف کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ ہمارے بارمیں ظلم کریں گے۔ گو رسولؐ کا ہر کام خدا کا کام ہے پس وہ خدا پر بھی اعتبار نہیں رکھتے تو ضرور وہ لوگ ظالم ہیں۔

(۳) ایسا ہی اب دوسرے فریق کا ذکر ہے کہ وہ تو جب ایسے موقعہ پر بلائے جاتے ہیں فیصلہ سُنتے ہی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے سُنا اور منظور کیا ہم مطیع حکم خدا اور رسولؐ ہیں۔

(۴) یہ ہے مقابلہ دونو فریق کا اوّل کے حالات بد یقینی پر فیصلہ کر دیا کہ وہ بڑے ظالم ہیں اور مومنین کی فرمانبرداری سے خوش ہو کر فرمایا یہی لوگ تو مفلحون ہیں یعنی جنتی ہیں کیونکہ ایمان میں کامل ہیں رسولؐ کو سچا پیغمبرؐ خدا کا جانتے ہیں۔

(۵) شان نزول میں حضرت علیؑ کا قول مذکور ہو چکا ہے کہ ہم کو رسولؐ خدا کا فیصلہ منظور ہے جو وہ حکم دیں فلاح یافتہ یہی لوگ ہیں یا اُن کا گروہ جس کو ہم بار بار ثابت کر چکے ہیں کہ جہاں جہاں یہ جملہ آیا ہے اُس سے مراد گروہ علیؑ ہے اور آیت نمبر ۲۸۲ تک ۱۶ دفعہ یہ مضمون آچکا ہے جس کی یہاں اور بھی تصدیق خدا نے کر دی اس ۱۷ ویں مقام پر۔

(۶) اور وہ قاعدہ جو مقدمہ کتاب کے نمبر ۲ پر ہم دکھا آئے ہیں کہ بدترین کے بعد ذکر بہترین کا ضرور آتا ہے وہ بھی یہاں ظاہر ہے کہ فریق اوّل ظالمون اور فریق دوم مفلحون ہیں اس کو ہم آیت نمبر ۲۸۷ تک ۱۳ بار دکھا چکے ہیں یہ ۱۴ واں مقام ہے۔

(۷) اور عمدۃ البیان میں قول جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا ہے کہ یہ آیت شان میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے ہے جو شانِ نزول سے بھی صاف ظاہر ہو چکا تھا۔

آیت نمبر ۲۹۳ سورۂ نور رکوع ۷

وَمَن يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ - اور جو کوئی تابعداری کرے اللہ کی اور اُس کے رسُول کی اور خوف خدا اور پرہیزگاری کرے یہ لوگ وہی دستگاری پانے والے ہیں۔

(۱) یہ آیت بھی اُسی سلسلہ کی ہے جبکہ دونوں گروہ کی حالت بیان کر دی۔ کہ منافقین تو خدا و رسولؐ کے حکم سے سرتابی کرتے ہیں وہ ظالم ہیں اور مومنین بالیقین حکم خدا و رسولؐ پر سمعنا و اطعنا کے عامل ہیں یعنی سنتے ہی اطاعت کرتے ہیں اُن کی بابت یہ بشارت ہے۔ اولئک ہم الفائزون۔

(۲) اور یہ چند صفات اُن کا پتہ نشان تبلانے کی غرض سے بیان کر دیں کہ وہ تابعداری خدا و رسول کرتے ہیں خدا سے خوف اور تقویٰ کرتے ہیں۔

(۳) قطع نظر اس بات سے کہ یہ آیت منسلک ہے سلسلۂ بالا سے اور مربوط ہے اپنی ماقبل آیت انما کان قول المومنین سے پھر بھی ایک ایک جزو اس کا صفاتِ علیؑ اور گروہِ علیؑ کو ظاہر کرتا ہے۔

(۴) جیسے کہ من یطع اللہ و رسولہ یہ اطاعت کرنیوالا خدا و رسولؐ کی تمام اُمت میں مثل علیؑ ابن طالب کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ اوپر آیت نمبر ۱۲۷ و نمبر ۱۲۸ سورۂ انعام یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللہُ وَ مَنِ المُؤْمِنِیْنَ کی تفسیر میں بخوبی یہ امر ثبوت کو پہونچ گیا کہ وہ تابعداری کرنے والے خدا و رسولؐ کی علیؑ ہیں جن کا ذکر خداوند تعالےٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔

(۵) علاوہ اس کے آیت نمبر ۱۰۳ کے فقرہ ۶ میں ہم دکھا آئے ہیں کہ خدا و رسولؐ اور دین اسلام کی خدمت کرنیوالا وہ ہے جس کا نام خدا نے عرش پر اس صفت سے لکھا ہے کہ محمدٌ رسول اللہ وایدتہ بعلی ابن ابی طالب (۶) اب رہا وَیَخْشَ اللہَ وَیَتَّقْہِ۔ اس کی بحث آگے آچکی ہے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہوگا وہی تو متقین ہیں اور جناب امیرؑ تو افضل متقین ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اُن کا نام امام المتقین فرمایا۔

(۷) اور قرآن میں جو ہدی للمتقین ہیں وہاں اُس کی بحث بخوبی ہو گئی اور پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا ہے کہ قرآن میں متقین آپ کے گروہ سے مُراد ہے اور بیسیوں آئتیں اُس کی تائید میں چلی آتی ہیں چنانچہ آیت نمبر ۶۳ تک ۱۰ جگہ متقین کی بحث ہو چکی ہے اور یہ گیارہواں مقام ہے۔

(۸) اور خوف خدا کرنے والے بھی اُنہیں کی ذات ہے کہ برابر آیات اسی صفت کی آپ کی شان میں ثابت ہوتی چلی آتی ہیں مثلاً نمبر ۱۲۷۴ الَّذِیْنَ ہُمْ مِنْ خَشْیَةِ رَبِّھِمْ مُشْفِقُوْنَ۔

(۹) اور آیت نمبر ۲۸۵ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ اور اسی آیت میں ہم سند لا چکے ہیں آیت سورۂ دہر کو اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا کو پس ہر ایک پہلو سے دیکھا گیا یہ آیت جناب امیر علیہ السلام اور اُن کی ذرّیت سے جس قدر تعلق رکھتے ہیں اتنا تعلق

دوسرے شخص سے نہیں ہے بس اِتنا لکھنا کافی ہے ۔

آیت نمبر ۲۹۴ سورۂ نور رکوع ۷

وَعَدَ اللہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ

وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور عمل اُن کے نیک ہیں البتہ خلیفہ کریگا اُن کو زمین میں جیسا کہ خلیفہ کیا تھا اُن سے اگلے لوگوں کو اور تمکین دین ہوگی اُن کے لئے ایسی جو پسندیدہ ہو اُن کے واسطے اور بدل دیں گے ہم اُن کا خوف امن کے ساتھ عبادت کریں گے وہ میری اور نہ شریک لائیں گے میرے ساتھ کسی کو وہ اور جو کوئی کفر کرے یعنی انکار کرے بعد اس کے پس وہی لوگ تو فاسق ہیں

(۱) یہ آیت استخلاف مشہور ہے کہ اس میں ذکر خلافت فی الارض کا ہے اور سواد اعظم نے اس آیت کو ایک سند خلافتِ ثلاثہ خیال کیا ہے۔

(۲) صرف لفظ خلیفہ پر فریفتہ ہو گئے اور سمجھ لیا کہ یہ لفظ خلیفہ خاص خلفاء ثلاثہ کا لقب ہے اور یہ نہیں جانتے کہ عبادت میں شرائط اور صفات ایسے مقرر کئے ہوئے ہیں جو ثلاثہ سے بہت بعید ہیں جس عنوان سے اور جس پہلو سے نظر کیجائے اس آیہ مبارک کو خس برابر بھی علاقہ نہیں ہے ثلاثہ کے ساتھ۔

(۳) بلکہ یہ آیت بطور بشارت کے ایک وعدہ ہے اہلبیت رسولؐ کے ساتھ بذریعہ ان کے مورث علی کی جن سے پورا پورا تعلق ہے قرآن کا یہ قرآن جن کی شان میں نازل ہونا کتب اہلسنت میں بھی لکھا ہے چنانچہ دیباچہ کو دیکھلو خلاف ان کے جن کے حق میں بجز عتاب وتہدید کوئی آیت کبھی نازل نہیں ہوئی اُن کو بشارت کیسی۔

(۴) سب سے پہلے شرط آمنو وعملوا الصالحات کے ہے جو ثلاثہ کے واسطے متحقق نہیں خلیفہ اول سے جناب رسالتمآب کا یہ فرمانا کہ چیونٹی کی چال کی طرح شرک تمہارے قلب میں جاری ہے خلیفۂ دوم کا حذیفہ سے فرمانا باللہ یاحذیفہ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِیْن۔ سوم صاحب کا خطاب عائشہ صدیقہ نے نعثل یہودی کا نام مقرر کرنا بعد قتل ہزارہا صحابۂ رسول موجودہ مدینہ کا نماز جنازہ نہ پڑھنا گورستان اسلام میں دفن

نہ ہونے دینا یہ واقعات تو ایمان کی نفی کر رہے ہیں اعمال صالح تو کجا۔ علاوہ اس کے قاعدہ نمبر ۴ مقدمۂ کتاب میں ایک معیار مقرر ہو چکا ہے جس کے موافق آیت نمبر ۲۵۶ تک ۱۴ جگہ یہ خطاب آمنوا وعملوا الصالحات اہلبیت کے لئے وارد ہو چکا ہے اور یہ ۱۵ واں مقام ہے۔

(۵) اور مفہوم آیت کا صاف صاف ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ہم خلیفہ کریں گے ہم اور خلافتِ ثلاثہ بقول اہلسنت اجماعی ہے یعنی اہل حل وعقد نے ملکر خلیفہ بنا دیا۔ خدا کی طرف سے خلیفہ نہیں ہوئے پھر خلفائے اجماعی کے واسطے منصب عطیۂ خدائی کی طمع کیون رکھتے ہیں۔

(۶) اس سے زیادہ یہ بات ہے کہ خدا فرماتا ہے ہم ایسا خلیفہ کریں گے جیسے اُن سے اگلے لوگ خلیفہ ہوئے تھے۔ اب اگلے لوگون کی طرف اگر دیکھا جائے تو ایک آدم علیہ السلام ہیں جن کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ میں بنانے والا ہون زمین پر اپنا نائب۔ دوسرے حضرت داؤد ہیں جن پر خطاب ہوا باری تعالیٰ کا یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا حکم کرو درمیان آدمیون کے۔ تیسرے حضرت ہارونؑ ہیں جن کی بابت حضرت موسیٰ نے دعا کی وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ ھَارُوْنَ اَخِیْ۔ اور بنا دے میرے واسطے خلیفہ میرے اہل میں سے ہارون میرے بھائی کو یس قبول کیا خدا نے قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یَا مُوْسٰی کہا خدا نے عطا کیا ہم نے سوال تیرا اے موسیٰؑ جبیر حضرت موسیٰ نے کہا ھَارُوْنَ سے اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ۔ میں نے تم کو خلیفہ اپنا کر دیا اپنی قوم میں (۷) دیکھا پہلے لوگ تو اس طرح خلیفہ ہوئے منجانب اللہ جن کی مطابقت جناب امیر علیہ السلام کی ہے کہ ایک حکم تو ہوا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ اور دوسرا تاکیدی حکم ہوا یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ جبیر رسول اللہ نے ایک لاکھ آدمیون کے سامنے جناب امیر علیہ السلام کو خلیفہ کیا اور فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ یہ خلیفہ ہوئے اس طرح جس طرح اُن سے پہلے لوگ آدمؑ ہارونؑ و داؤدؑ ہوئے تھے بحکم خدا۔ اگر ایسے خلافت صحابہ کی ہوتی تب تو مان لیا جاتا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خلیفہ تو بنایا عمر و بکر نے اور دعوے کیا کہ خلیفۂ رسول ہیں۔ ان کی خلافت الٰہی نہیں ہے جس کا ذکر آیت میں ہو رہا ہے۔

(۸) پھر وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ یعنی تمکین دیں اُن کو ایسی حاصل ہوگی جو پسندیدہ ہوگی۔

اُن کے لئے ۔ نہیں معلوم عہدِ رسولُ اللہ سے زیادہ عہدِ ثلاثہ میں کیا تمکین دین ہوئی بجز مار دھاڑ خون ناحق احراق قبائل ایسے ایسے تشدد ہوئے کہ چہرۂ نورانی اسلام پر داغ لگ گیا۔ کہ بزورِ شمشیر جاری ہوا ہے اس میں پسندیدگی کیا ہے خلافتِ ثلاثہ کیواسطے۔ اوّل قول حضرت عمر کا دیکھنا چاہیئے کہ خلافت ابوبکر ایک فلتہ تھا ناگہانے جس کے شر سے خدا نے بچا لیا اب شر کو پسندیدہ کون کہیگا پھر خود حضرت عمر کی خلافت کے آثار ہی دیکھکر صحابۂ جلیل القدر مثل طلحہ و زبیر نے فریاد مچا دی تھی۔ کہ اے ابوبکر ایسے وغلیظ آدمی کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کر کے خدا کو کیا جواب دوگے یہ غیر پسندیدگی ہے یا کیا اس سے زیادہ دُرّہ عمر ایسا ظالم آلہ تھا کہ کسی عزت دار کی عزت اُس کے سامنے نہ بچی آگے خلافت عثمانی کی پسندیدگی تو اہل مصر سے معلوم ہوگئی جس کے پاداش عمل میں بیچارے کی جان جا کر رہی تمکین دین اور پسندیدگی خلافت ثلاثہ کی تو نفی ہو گئی ہاں اس کا جلوہ قائم آلِ محمدؐ و خلیفۃ فی الارض کے عہد میں ضرور ہوگا۔ جس کا بیان آتا ہے۔

(۹) وَلَیُبَدِّلَنَّھُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا اور بدل دیں گے ہم اُن کے خوف کو امن سے ۔ واللہ رفع خوف اور قیام امن زمانہ خلفائے ثلاثہ میں ہرگز نہیں ہوا ثلاثہ کو تو کوئی خوف باقی نہ رہا تھا علیؑ کی تلوار نے تمام خوف و خطرے مٹا دیئے تھے مکہ فتح ہو چکا تھا گردن کشان قریش قتل ہو چکے تھے بلکہ ثلاثہ کو تو خوفِ خدا ہی نہ تھا کہ اصلی وارث رسولؐ سے اُس کا حق بزور چھین لیا۔ فدک عطیہ خدا اور رسولؐ جناب سیدہ سے غصب کر لیا۔ بضعۃ رسولؐ کو وہ وہ ایذا اور رنج دیا۔ کہ اُس مظلومہ نے رو رو کر ۷۵ روز میں اس دار محن کو چھوڑ دیا کل خاندانِ نبوت کو تباہ و برباد کر دیا۔ معزز معزز صحابۂ رسولؐ ان کی نفس پروری کے شکار ہوئے۔ سعد عبادہ کو باوجود شہر بدر کرنے کے جیتا نچھوڑا۔ مالک بن نویرا سردار قوم کا سر کاٹ کر چولھا بنایا۔ بلال جیسے مؤذن رسولؐ کو نکال دیا۔ عمار یاسرؓ کو زد و کوب کیا کہ بیچارے کو مرض فتق لاحق ہو گئے۔ ابوذرؓ جیسے صادق اللہجہ کو جلاوطن کر کے بھوکا پیاسا مار ڈالا۔ ابن مسعود جیسے حافظ قرآن کی پسلی توڑ دی اور مار مار کر قرآن چھین کر جلا دیا۔ حفظہ کا قرآن بھی اُن کے ہاتھ سے نہ بچا جس قدر قبائل مسلمانوں کے ابوبکر نے جلا دیئے تھے۔ اُس سے زیادہ قرآن عثمان نے آگ میں ڈال کر نیست و نابود کر دیئے اس ظلم و ستم اور شر و فساد کو اگر امن سے تعبیر کیا جائے تو برعکس نہند نام زنگی کافور اسی کا نام ہے تبدیل خوف ساتھ امن کے تو معلوم ہو گئے کہ آئمۂ اہلبیت اور سچے مومنین جو رکن اسلام

تھے اُن کے اوپر تو یہ خلافتیں وبال تھیں ہان دشمنان خدا و رسُول کے لئے امن بلکہ عیش کا زمانہ تھا مردان رسول اللہ کا نکالا ہوا پھر داخل ہو کر مومنین کی گردن پر سوار ہو گیا مغیرہ بن شعبہ ظاہر از نا کر کے آزاد ہو گیا اور گواہون کو کوڑے کھانے پڑے خالد بن ولید تالی نے مالک کی گردن اُڑا کر اُسکی عورت سے بدون کسی نکاح یا عدے کے زنا کیا اور سیف اللہ کا خطاب مِلا۔

(۹) یہ تمکین دین حق اور امن کامل اور رفع خوف عہد فرخ مہد جناب صاحب الامر علیہ السلام میں ہوگا کہ گرگ گوسفندون کی شعبانی کرینگے عورات بدون امداد مردون کے سفر حج بے خوف و خطر کرینگی۔

(۱۰) باقی رہی صفت یَعْبُدُونَنِیْ وَلَا یُشْرِکُوْنَ اس کے موصوف ایسے لوگ ہرگز نہیں ہوسکتے جنکے قلب میں شرک خفی داخل ہو یا وہ شخص جو بزبان خود اقراری منافق ہو۔ بلکہ ان صفات کے موصوف تو خداوند تعالی قرآن میں خود ظاہر فرماتا ہے آیت نمبر ۱۱۰ سورۂ توبہ دیکھو التَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ۔

(۱۱) اور دوسری آیت نمبر ۲۷۶ سورۂ مومنون کی ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِرَبِّھِمْ لَا یُشْرِکُوْنَ۔ تفسیر ان ہر دو آیات میں تحقیق ہو چکا ہے کہ مخاطب ان کے اہلبیتِ رسالت ہی ہیں بلکہ علاوہ ان آیات کے بیسیون آیات اور دلیل بیّن ہیں کثرتِ عبادت اور نفی شرک اہلبیت پر۔

(۱۲) اور بقیہ اہلبیت اور مہدیِ اُمت تو جناب صاحب العصر علیہ السلام ہیں جن کے زمانہ کا یہ ذکر ہو رہا ہے اور ایسا ہی آیت نمبر ۲۰۳ کے فقرہ ۱۲ میں ہم آپ کے اس زمانہ کا ذکر کر آئے ہیں کہ ۱۲ واں امام روشنی بخش مشارق و مغارب ارض ہوگا بلکہ سو لخ عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۴۰۳ لغایت ۴۰۷ مختلف راویون سے ۱۹ احدثیں رسولؐ کی خبر دینے والی اس زمانہ کی لکھی ہیں

(۱۳) اور اُس جناب کی عبادت تو اس مرتبہ عالی کی عبادت ہوگی جس کے مقابل میں عیسیٰ روح اللہ کوئی قابلیتِ امامت اپنے نفس میں نہ پائیں گے بلکہ عقب امام نماز پڑھیں گے اور کہیں گے کہ تو نائب ختم المرسلین ہے اور قابل امامت ہے ایسی عابدون کا ذکر ہے یعبدوننی کے الفاظ میں

(۱۴) ایسا ہی جبکہ تمام روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک بجز کلمہ لا الٰہ اِلّا اللہ کے مشرک اور شرک کا نام بھی نہ ہوگا تو اُسی عہد کے لوگ مصداق لا یشرکون ہوں گے خلافتِ ثلاثہ میں تو لاکھوں یہودی ہزارون عیسائی مجوسی مشرک بھرے پڑے تھے۔ یہ بات ان کی عہد میں کہاں نصیب ہوئی جو مفہوم

آیت کا ہے بلکہ آج تک زمین کفر و شرک سے پاک نہیں ہوئی اس قدر غلبہ ہے شرک کا کہ اذانِ نماز کی آواز کو معبدِ ہنود کے نقارے اور گرجا گھروں کے گھنٹے دبا دیتے ہیں پھر لایشرکون کس کے واسطے ہے یہ ذکر اُسی زمانہ کا ہے کہ جس وقت نہ کفر و شرک ہوگا نہ خوف کسی کا۔

(۱۵) اب رہا آخری فقرہ آیت کا وَمَنْ کفر بعد ذالک فاولئک ھُمُ الفاسِقُون یہ صاف صاف تہدید ہے منکرانِ خلافت و عہدِ جناب صاحب الامر علیہم السلام کے واسطے یعنی باوجود نص قرآنی اور حدیث ہائے پیغمبر صادق کی جو کوئی انکار کرے گا۔ وجود صاحب العصرؑ کا وہی لوگ تو فاسق ہیں منجملہ ۷۳ کے ۷۲ فرقہ اسی فاسقون میں داخل ہیں جو یقین نہیں رکھتے مہدی آخر الزمانؑ کا۔

(۱۶) اور امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ آیت پڑہی اور فرمایا قسم ہے خدا کی کہ وہ لوگ شیعہ ہمارے ہیں کہ خداوندِ تعالیٰ عزت بخشیگا بسبب ایک مرد کی اُنکو کہ وہ مہدی اُس اُمت کا ہے۔

(۱۷) اور نیز امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کا بھی یہی قول ہے کہ مراد اس سے عہد دولت مہد صاحب الامر علیہ السلام ہے۔

(۱۸) بلکہ امام نے فرمایا کہ اجماع اہلبیت اس پر ہے کہ یہ امر زمانہ مہدی علیہ السلام سے مراد ہے اور اجماع اہلبیت حجت ہے اُمت کے واسطے بموجب حدیث اِنّی تارکٌ فیکم الثقلین کے۔

(۱۹) اور صاحب کشاف اور بیضاوی اس زمانہ کے قائل ہیں۔

(۲۰) اور ایک حدیث طولانی ہے جابر بن عبد اللہ انصاری سے کہتے ہیں میں نے دریافت کیا حضرت سے کہ اطیعو اللہ و اطیعو الرسُول تو ہم کو معلوم ہوگئے مگر وہ اولی الامر کون ہیں تب حضرت نے مفصّل دوازدہ امام کے نام تبلائے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے لیکر مہدی علیہ السلام تک اور ذکر کیا محمد بن حسن اپنے ہمنام کے قوت و غلبہ اور بادشاہت کا اور کہا وہ حجت خدا کی ہوگا زمین پر۔ اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا یہ آیت خلافت فی الارض جناب صاحب العصر علیہ السلام کے ذکر میں ہے نہ خلافت مصنوعی خلفائے ثلاثہ کے حق میں۔

آیت نمبر ۲۹۵ سورہ فرقان رکوع ۲

وَیَومَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلیٰ یَدَیہِ یَقُولُ یَالَیتَنِی اتَّخَذتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِیلاً

جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا نادم و پشیمان ہو کر کہیگا اے کاش میں رسولؐ کے ساتھ راستہ پکڑتا یعنی رسول کے راستہ پر چلتا یا رسوؐل کے احکام کی پیروی کرتا۔

(۱) اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے بموجب قول ابن عباس عتبہ بن معیطہ و ابی بن خلف کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) مگر تفسیر اہلبیت میں لکھا ہے کہ یہ آیت دشمنان اہلبیت میں سے ایک شخص کی شان میں وارد ہے

(۳) اور اہلبیت رسوؐل معصوم اور عادل ہیں قول اُن کا مثل قول خدا و رسول نافذ اور محکم ہے اطیعو اللہ وَ اطیعوالرسول وَ اولی الامر منکم شاہد حال ہے۔

(۴) نیز قرآن کے معنی و مطالب امر و نہی محکم و متشابہ کے یہی لوگ عالم ہیں بموجب آیت نمبر ۴ سورۂ بقرو مَا یعلم تاویلہ الا اللہ وَالراسخون فی العلم کے۔

(۵) علاوہ ازیں ابھی آیت ماسبق میں قول امام جعفر صادق علیہ السلام بیان ہو چکا ہے کہ قول اہلبیت سند ہے مذہب حقہ کے لئے بموجب حدیث انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ وَ عترتی اہلبیتی

(۶) آیت نمبر ۲۰۹ سورۂ نور میں فریقٌ منہم معرضون یعنی ایک فرقہ خدا و رسولؐ سے منہ پھرانے والے کا ذکر ہو چکا ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ منہ پھرانے والے میں سے وہ ظالم ہے جو پشیمان ہو کر کہتا ہے اے کاش میں رسول اللہ کے راستہ پر کیوں نہ چلا۔

(۷) راستہ پر رسوؐل کے نہ ہونا اور رسولؐ سے منہ پھیر لینا ایک ہی امر ہے۔

(۸) اس سے زیادہ اس دعوے پر روشنی پڑتی ہے اسی سلسلہ میں آیت نمبر ۲۹۱ سے کہ ان مُنہ پھرانے والوں کے اور صفات بیان کرتے ہوئے آخر میں ہے اولٰئک ھُمُ الظلمون یعنی یہ خدا ورسولؐ سے منہ پھیرنے والے ہی ظالم ہیں۔

(۹) اور تفسیر آیات نمبر ۲۰۸ تا آیت نمبر ۲۰۹ میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ منہ پھیرنے والے فیصلہ رسوؐل سے جس کو خدا اپنا فیصلہ فرماتا ہے مخالفانِ علیؑ تھے پس بہت اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ ظالم اپنے ہاتھ کاٹنے والے رسوؐل اللہ کے راستہ سے منحرف مخالفان علیؑ میں سے تھا اور یہی قول تفسیر اہلبیت کا اوپر فقرہ ۲ میں مذکور ہے پس ظالم جس کا ذکر ہے معلوم ہو گیا کہ مخالف علیؑ سے ہے۔

(۱۰) اور خدا نے یہ لفظ ظالم ایسا مشہور لفظ فرمایا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام بھی اپنے مخالفوں کو ظالم

کہتے تھے چنانچہ خلیفہ دوم نے خود اقرار کیا علیؑ اور عباس سے کہ تم مجھکو اور ابو بکر کو ظالم اور غادر اور خائن سمجھتے تھے۔ ؎

۱۹/۵۷۷

آیت نمبر ۲۹۶ سورہ فرقان رکوع ۳

صفحہ ۳۶۷

يَا لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۔ اے کاش میں فلانے شخص کو دوست نہ پکڑتا۔

(۱) آیت ما سبق میں افسوس ناک قول ظالم کا ختم نہیں ہوا۔ صرف اس قدر بیان تھا کہ ظالم کہیگا کہ کاش میں فلان شخص کو دوست نہ پکڑتا یعنی نہ اُس کی دوستی اختیار کرتا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے رستہ سے تخلف کرتا۔

(۲) اب اس ظالم کی زبانی دونو جملہ بعد ایک دوسرے کے ادا ہونے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ظالم کا باعث پشیمانی دوستی فلان شخص ہوئی اور یہان سے ہم اس بات پر بھی پہونچ گئے کہ یہ فلان شخص ظالم کا دوست کہو یا اُستاد کہو مخالفتِ رسول اللہ میں اس ظالم سے بھی بہت بڑھا ہوا تھا۔

(۳) اب واقعاتِ زمانہ رسولؐ ہی بہت صاف طور پر بتلا دینگے۔ کہ مادۂ مخالفت رسولؐ کا کس کے حصہ میں زیادہ تھا دیکھو حضرت پر قرآن نازل ہوا۔ آپ کمال شائق ہیں اُس قرآن کی ترتیل اور ترویج کے برخلاف آپ کے فلان شخص توریت کا نسخہ لکھکر لاتے ہیں رسولؐ کو پڑھکر سُناتے ہیں ہر چند رسولؐ کمال غیظ وغضب سے عرق عرق ہوئے جاتے ہیں مگر یہ عاشق توریت کی کچھ پروا ایذا رسول کی نہیں کرتے صرف مخالفت مدِ نظر ہے۔

(۴) اور دیکھئے آخری وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی اُمت کو ایسی وصیت لکھدینی چاہتے ہیں جس کے بعد اُمت گمراہ نہ ہو اور اس غرض کے پورا کرنیکو قلم دوات وکاغذ طلب فرما رہے ہیں بعض اشخاص تعمیل حکم کیطرف مایل ہیں مگر فلان صاحب نہیں لکھنے دیتے اور کہتے ہیں حسبنا کتاب اللہ اگرچہ کتاب اللہ سے ایک حکم کے معنی بھی پورے اخذ نہیں کر سکتے۔ مگر مقصود تو صرف مخالفتِ رسول ہے آخر مخالفت اس درجہ کو پہونچی کہ آپ نے فرمایا قوموا عنی چنانچہ نکالدیئے گئے مگر مخالفت نچھوڑی۔

(۶) اسی قسم کے صدہا واقعات مخالفت ہیں ایک معاملہ جیش اسامہ کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا جہزوا جیش اسامہ طیاری کرو لشکر اسامہ کیساتھ جانے کی و لعن اللہ من تخلف جیش اسامہ لعنت خدا کی ہے لشکر اسامہ سے تخلف کرنے والوں پر مگر فلان شخص نے تخلف کیا اور اپنے

دوست اور دیگر اصحاب کو بھی روکا کہ وہ مہم اس وقت ملتوی ہوگئی اور رسولؐ خدا اس آرزو کو اپنے ساتھ لے گئے یہ سب مخالفتین فلان صاحب کی بدولت ہیں۔

(۷) اس سے زیادہ افسوس ناک واقعہ رحلت جناب سرور کائنات کے بعد حضرت کی دُختر نیک اختر پر ظلم و جور کرنا ہے کہ وہ معصومہ مغمومہ وثیقہ فدک نوشتہ رسُول اللہ کو خلیفۂ وقت کے سامنے پیش کرتی ہیں جس کو پڑھکر کچھ رسول اللہ یاد آتے ہیں اور رقت بھی آتی ہے اور فرماتے ہیں فدا ہو جاؤں تیری باپ پر ہاں ضرور یہ حق اب تیرا ہے اور اپنے دستخط بھی کر دیتے ہیں لیکن خلیل فلان مطلع ہو کر فوراً ہی آتے ہیں اور کاغذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہاتھ کا فوراً چاک کر دیتے ہیں اور وہ مظلومہ روتی ہوئی مایوس اور مظلوم واپس چلی آتی ہیں۔

(۸) ان تمام ظلم اور زیادتی کو روکنے والا کوئی نہیں بلکہ آگ اور لکڑیاں لے جاتے ہیں فلان شخص دروازہ بضعۃ الرسول کو جلا دیتے ہیں اور خلیفۂ اوّل اس تمام ظلم اور جبر کو دیکھ رہے ہیں اور فلان شخص کے خوف کے باعث کچھ نہیں کہتے اور تمام حقوق رسول اللہ کے بھول جاتے ہیں یعنی طریقہ رحیم جو خاص رسولؐ اللہ کا راستہ تھا اُس سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

(۹) جس کا افسوس خود مرتے وقت بھی فرمایا ہے کہ اے کاش میں دروازۂ فاطمۂ زہرا سے کچھ غرض نہ رکھتا یعنی اُس کو نہ جلواتا پس کیا فرق ہوا اس افسوس اور اُس میں جو خدا فرماتا ہے کہ ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا کہ میں نے کیون رسولؐ اللہ کا راستہ اختیار نہ کیا اور کیون ایسے شخص کو دوست پکڑا جو باعث میری...... ہلاکت کا ہوا۔ اب تو ظالم بھی معلوم ہو گئے اور اُن کے خلیل فلان شخص بھی۔

(۱۰) اور یہ لفظ ظالم خدا نے ایسا فرمایا ہے کہ جس کو وہ ظالم خود بھی جانتے تھے۔ چنانچہ روایت صحیح بخاری کی ہے کہ عباس اور علیؑ باہم تنازع کرتے ہوئے میراث رسولؐ کا خلیفہ ثانی کے پاس گئے تو خلیفہ نے ازراہ غضب و عتاب یہ کہا کہ تم لوگ ابوبکر کو اور مجھکو ظالم اور کاذب جانتے ہو۔

۱۹/۵۸۰

آیت نمبر ۲۹۷ سورۂ فرقان رکوع ۵

صفحہ ۳۸۱

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا۔ اور خدا وہی ہے جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی کو پس بنایا اُس کو ناتا اور سسرال اور رب تیرا قادر ہے

(۱) یہ آیت خاص جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ اور علیٰ مرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی ہے
(۲) قرآن مجید مترجم طبع شدہ مطبع یوسفی دلّی کے حاشیہ پر اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے۔
انس بن مالک خادم رسول ؐ سے کہ میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے کہ علی ابن ابیطالب
کس طرح آپ کے بھائی ٹھیرے آپ نے فرمایا کہ ۴ ہزار سال قبل پیدائش آدم ؑ حق تعالےٰ نے ایک
پانی پیدا کیا اور زیر عرش الٰہی اُس کو جگہ دی ایک مروارید سبز میں تا آنکہ خلق کیا آدم ؑ کو۔ اور
اُس پانی کو مروارید سے منتقل کیا صلب آدم میں اور پھر شیث وغیرہ میں یعنی وہ پانی اصلاب پاکیزہ
میں اس طرح منتقل ہوتا چلا آیا یہانتک کہ پشتِ عبد المطلب تک پہونچا وہاں سے دو حصوں میں
تقسیم ہو کر نصف اول صلب پدرم عبد اللہ میں آیا۔ جس آب رحمت سے میری خلقت ہوئی اور نصف
دوم پشت دوم ابو طالب میں جاگزین ہوا جس سے علی ؑ کی خلقت ہوئی۔ پس علیؑ بھائی ہے میرا
دُنیا اور آخرت میں۔
(۳) خلقت بشر میں الماء سے یہ اشارہ ہے طرف اُس آبِ رحمت کے ورنہ کل انسان و حیوان ہی کے
پانی سے پیدا ہوتے ہیں اس ذکر کی ضرورت ہی کیا تھی اور پھر اس دعوی اور فخر کے ساتھ کہ ربّ تیرا
قادر ہے جو اُمورات اہم کے اظہار پر استعمال ہوا کرتا ہے۔
(۴) اہلسنت میں مثل سدی وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے
حق میں نازل ہوئی ہے اور علیؑ کے بارے میں۔
(۵) روایت ہے ابن اثیر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ محمود فرشتہ میرے پاس
آیا جس کے ۲۴ منہ تھے اُس نے خطاب کیا کہ السلام علیک یا اوّل یا آخر یا حاشر جو پہلی
میں نے کبھی یہ سُنا تھا میں نے پوچھا یہ کیا خطاب ہے کہا یا رسول اللہ خلقت آپ کی کل مخلوقات
سے اول ہے پس اوّل ہیں آپ اور چونکہ آپ خاتم پیغمبران ہیں نبوت کا آخر آپ کی ذات پر ہے اس
اعتبار سے آپ آخر قرار پائے اور مخلوقات کا حشر آپ کی اُمت کے سبب ہوگا لہذا آپ حاشر ہیں
اب ایک پیام بصورت احکام از جانب خداوند تعالیٰ لیکر آیا ہوں۔ یہ ہے کہ آپ نور کو نور کے
ساتھ تزویج کریں میں نے تفصیل کے ساتھ دریافت کیا تو کہا علی ؑ کا نکاح فاطمہ ؑ کے ساتھ زمین پر
بھی آپ کریں کہ بیت المعمور میں جو آسمان کا کعبہ ہے حق تعالیٰ نے اُنکو تزویج کر دیا ہے۔

(۶) اور روایت اہلبیت علیہم السلام میں بھی اس سے زیادہ ذکر شادی جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کا لکھا ہوا ہے۔

(۷) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السّلام کی فہرست میں یہ آیہ نمبر ۳۱ پر درج ہے جس کی تفسیر کتاب کفایت الطالبین میں علامہ عبداللہ بن یوسف گنجی کی روایت جو محمد بن سیرین سے لی ہے اس طرح لکھی ہے کہ اس آیت کا شان نزول اسی طرح زبانی محمود فرشتہ کی ہے اور آخر میں قبول کیا ہے کہ یہ آیت جناب ختمی مآب اور حضرت علیؑ ابن طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(۸) کہ نسب کی وجہ سے تو حضرت علیؑ بھائی عمّ زاد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے ہیں اور جناب فاطمہ علیہا السلام کے شوہر ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلعم اُن کے لیئے خسر کا رشتہ رکھتے ہیں پس یہ ہے مفہوم آیت کا فسباً وصہراً۔

(۹) اور بسندات خاصہ و عامہ اس آیت کے ثبوت ہونے سے یہ ظاہر ہوا کہ جناب امیرؑ کا ہر ایک امر خداوند تعالیٰ کس شان سے انجام دیتا ہے جو بات اسلام میں کسی کو مُیسّر نہیں ہوئی +

آیت نمبر ۲۹ سورۂ فرقان رکوع ۵

قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا۔
کہدو کہ نہیں چاہتا میں کچھ مزدوری اس کام پر مگر جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف راہ پکڑے۔

(۱) سورۂ شعرا میں ۵ پیغمبروں کی زبانی یہ کلمہ ہے وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ نہیں سوال میرا تم سے اس کام کی مزدوری کا کیونکہ مزدوری میری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اجر رسالت بہت ہی گران قدر ہے یعنی کسی کو جلتی ہوئی آگ میں سے نکال کر باغوں اور نہروں میں داخل کر دینا ابدالآباد کے واسطے کیسا احسان ہے اور پھر اُس کا بدلا کیسا ہو سکتا ہے سوائے خدا کے کوئی اجر اس کا دے نہیں سکتا۔

(۲) مگر خداوند تعالیٰ تو یہ بارِ احسان اُس کی طرف سے ہلکا کرے گا۔ جو فرمانبردار خدا ہوگا اور فرمانبرداری یا پیروی راہِ حق کی ہے جس کو دوسرے الفاظ میں اس طرح فرمایا۔ مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا۔

(۳) اور وہ راستہ خدا کی طرف جانے والا کونسا ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے آیت نمبر ۱۰۴ (انعام) وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا۔ اور آیت نمبر ۱۰۶ (انعام) اِنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوْا اور آیت نمبر ۱۶۶ سورۂ یوسف قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ صدہا آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کا راستہ صراط مستقیم ہے۔

(۴) اور آیت سورۂ حمد اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اور آیات سورۂ یٰسین اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور آیت نمبر ۱۰۳ (حجر) قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ سے ثابت ہو چکا کہ صراط مستقیم طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے۔

(۵) پس اب کوئی شک نہیں رہا کہ وہ راستہ خدا کی طرف جانے والا محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے پس مفہوم آیت کا یعنی مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا کا پیروی کرنا طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ کا ہے۔

(۶) جس نے طریقہ محمدؐ و آل محمدؐ کا اختیار کیا وہی خدا کے راستہ پر آ گیا۔ اور گویا اجرِ رسالت بھی اُس کی طرف سے ادا ہو گیا۔

(۷) جبھی تو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے سورۂ شوریٰ میں قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کہدو اے رسولؐ ان لوگوں سے کہ میں نہیں سوال کرتا ہوں تم سے اجر رسالت کا مگر یہ کہ محبت رکھنی چاہیئے میرے قریبوں سے۔

(۸) خلاصہ کلام کا یہ ہوا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ کے احسانات تبلیغ رسالت جو اُمت کی گردن پر ہیں وہ اس قدر گران بہا ہیں کہ اُمت اسکا بدلا اپنی گردن سے اُتار نہیں سکتی۔

(۹) لیکن خداوندِ رؤف و رحیم نے ادائے اجرِ رسالت اسی پر منحصر رکھا ہے کہ جو کوئی مطیع و محب آل محمدؐ ہوا۔ وہی خدا کے راستہ پر متصور ہوا۔ اور اُس سے خداوندِ تعالیٰ خوشنود ہو گیا اور اجرِ رسالت کے ادا کرنے سے وہ سُبکدوش ہو گیا ؎

آیت نمبر ۲۹۹ سورۂ فرقان رکوع ۶

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ (خاص) بندگان خدا وہ لوگ ہیں کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ

اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام سلام۔

(۱) اس آیت میں خاص اہلبیت رسالت کے صفات بیان کئے ہیں کیونکہ تفسیر آیہ نمبر ۲۸۰ کو ملاحظہ کرنا چاہیئے ہمارا دعویٰ تھا کہ قرآن میں یہ بھی ایک شناخت اہلبیتِ رسالت کی ہے کہ عبا دیا عبادی یا عبادِ اللّٰہ ایک محبت کے الفاظ میں خاص انہیں لوگوں سے خطاب ہوتا ہے۔

(۲) وہ خداوندِ تعالیٰ نے سچا کردیا اس مقام پر ورنہ زمین پر دوڑنے والے کیا خدا کے بندے نہیں مگر یہاں خصوصیت دکھلائی کہ ایسے حلیم و با وقار آہستہ رو ہمارے خاص بندے ہیں اور یہی دعویٰ ہمارا تھا الحمد اللہ

(۳) نمبر ۱۸۱ میں بھی ہے عبادی میرے خاص بندون کو خبر کردو اور آیت نمبر ۱۸۲ میں تو صاف شیطان نے خداوندِ تعالیٰ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میں اغوا کرون گا سب کو اِلّا عِبَادُكَ الْمُخلصِينَ مگر تیرے خاص بندے میرے اغوا میں نہیں آسکتے وہی خصوصیت عباد کے واسطے اوسنے بھی ظاہر کی

(۴) بلکہ اُس کے جواب میں جو خداوندِ تعالیٰ فرماتا ہے آیت نمبر ۱۸۴ اِنَّ عِبَادِی لَیسَ لَكَ عَلَیھِم سُلْطَانٌ بیشک میرے خاص بندون کے لئے تجھکو غلبہ نہیں ہے وہی خصوصیت عبادی کی موجود ہے اس طرح کی بہت آیات ہیں جیسے نمبر ۱۶۹ و نمبر ۲۵۳ و نمبر ۲۸۰ کہان تک لکھون یہ لفظ خاص اہلبیت کے واسطے ہے از راہ خصوصیت کے۔ آتا ہے

(۵) اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں۔ کہ سورۂ دہر تو بموجب اتفاق کل مفسرین سنی و شیعہ خاص اہلبیتِ رسالت کی شان میں مسلم ہے اُس میں ہے عیناً یشرب بھا عباد اللّٰہ یفجرونھا تفجیرا۔ ایک چشمہ ہے جس میں سے خاص بندگانِ خدا پیتے ہیں اور جاری کر لیتے ہیں اُس کو جاری کرنے کا حق۔

(۶) اب عباد اللہ یا عباد الرحمٰن تو بخوبی معلوم ہوگئے کہ آئمہ اہلبیت ہیں اب ان کی فروتنی کرنا جاہلون سے چشم پوشی محتاج بیان نہیں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام فقرا و مساکین خاک نشینون کے گروہ میں بیٹھ جاتے ہیں باوجود حکومت اہل اسلام کے اور آپ کا قول تھا انا مسکین جالس فی المساکین۔

(۷) اور حبکہ آپ قیصر اور کسراء کے ملکون کے مالک تھے اُس زمانہ میں آپ کی عبا میں اس قدر پیوند لگے تھے کہ آپ فرماتے تھے اب تو مجھکو خیاط سے بھی شرم آتی۔

(۸) اور جہاں سے در گذر کا یہ حال تھا مروان بنی اُمیہ کا شیطان تھا اور عبداللہ بن زبیر آپ کو احمق کہا کرتا تھا اور جنگ جمل میں آپ کے اوپر لشکر جرّار چڑھا کر لائے اور ہوا جو کچھ کہ ہوا مگر بعد فتح جب سامنے آئے تو دونو کو چھوڑ دیا اتنا کہا کہ پھر میرے سامنے نہ آنا اور سلام کے معنی بھی سلامتی کے ہیں پس ان دونو قابل قتل کی جو جان بخشی کی تو اُن کو سلامتی بخشی۔

(۹) اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت آئمہ آل محمدؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ وہ دشمن کے خوف سے زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور پرہیز کرتے ہیں دُشمنوں سے اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

آیت نمبر ۳۰۰ سورۂ فرقان رکوع ۶

وَالَّذِینَ یَبِیتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا اور وہ لوگ کہ راتیں کاٹ دیتے ہیں اپنے رب کیواسطے سجدے اور قیام میں۔

(۱) یہ آیت بھی اپنے ماقبل کے ساتھ متعلق ہے یعنی اون عباد الرحمان کی ایک یہ اور صفت زایدہ بیان کی کہ وہ ہمارے خاص بندے ایسے عابد ہیں کہ تمام تمام رات خدا کی عبادت میں سجدے اور قیام میں گذار دیتے ہیں۔

(۲) ایسی عبادت کرنے والے بجز اہلبیت رسالت دوسرا تو کوئی نظر ہی نہیں آتا۔

(۳) یہ وہ لوگ ہیں کہ کثرت عبادت سے جن کا لقب عابد بلکہ سجاد مقرر ہوا اور شیطان نے بطور آزمائش ان کی نماز باطل کرنے کی غرض سے سانپ بنکر پردۂ شب میں جبکہ آپ قیام میں تھے۔ آپ کے پاؤں کا انگوٹھا منہ میں لیکر دابنا اور کاٹنا شروع کیا مگر آپ کو مطلق اطلاع نہ ہوئی تب ہاتفِ غیبی نے آواز دی اَنْتَ زینُ العابِدین تو زینت ہے عباد کی۔

(۴) یہ پوتے کا ذکر تھا اور دادا ان کے جو علاوہ نماز ہائے واجبی کے ایک ہزار رکعت ہر شب پڑھا کرتے تھے۔ تو آخر ایک ہزار رکعت کے واسطے بھی کچھ رات چاہیئے ہمارے نزدیک تو تمام شب میں ہزار رکعت کا ختم ہونا اگر ممکن ہو تو پوری رات اس کے لئے چاہیئے پھر یہی مصداق ہے یبیتُونَ کے۔

(۵) علاوہ اس آیت کے اور آیات بھی ان کی عبادتِ شب کو ظاہر کر رہی ہیں آیت نمبر ۶۵ سورۂ آلِ عمران

الَّذِینَ یذکرُونَ اللّٰہ قِیَامًا وقعُودًا وَعلیٰ جنُوبِہم وہ لوگ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹون پر۔

(۶) اور آیت نمبرہ ۱۶۵ سورۂ توبہ اَلتَّائبُونَ العَابِدُونَ الحَامِدُونَ السَّائحُونَ الرَّاکعُونَ السَّاجِدُونَ اہلبیت کی شان میں یہی تو ہے۔

(۷) اور سورہ مزمل میں خداوندِ تعالیٰ رسول کی نماز کی صفت بیان فرماتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ یَعلَمُ اَنَّكَ تَقُومُ اَدنیٰ مِن ثُلُثَیِ اللَّیلِ وَنِصفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائفَةٌ مِنَ الَّذِینَ معكَ تحقیق تیرا رب خوب جانتا ہے کہ اُٹھتا ہے تو تہائی رات سے بھی کم گذرنے پر اور کبھی آدھی اور کبھی پچھلی تہائی باقی پر اور کچھ لوگ تمہارے ساتھی بھی ہوتے ہیں۔

(۸) یہ ساتھی جناب امیر علیہ السلام ہیں، جن کو اکثر جگہ قرآن میں ساتھی فرمایا ہے جیسا کہ آیت نمبر ۷۰ میں ہے فاولئك مَعَهُ الَّذِینَ۔

(۹) پھر آیت نمبرہ ۲۶ وَالَّذِینَ ہُم فِی صَلَاتِہِم خَاشِعُونَ اور آیت نمبر ۲۷۰ والَّذِینَ ہُم علیٰ صَلَاتِہِم یحَافِظُونَ میں ان نمازیون کا حال بہت کچھ لکھا ہے پس یہ ہیں الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃ۔

آیت نمبر ۱۰۳ سورۂ فرقان رکوع ۶

وَالَّذِینَ یَقُولُونَ رَبَّنَا ھَب لَنَا مِن اَزوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعیُنٍ وَاجعَلنَا لِلمُتَّقِینَ اِمَامًا۔ یہ سلسلہ آیات عباد الرحمان کا بہت بڑا ہے دو آیتیں ابتدائی لکھی گئیں بعد اسکے ۸ آیتیں چھوڑ دین اب آخر کی یہ دو آیتیں قابل تفسیر دیکھیں جن میں ایک تو یہ ہے کہ وہ لوگ ایسے ہیں کہتے ہیں اے ہمارے رب بخش تو واسطے ہمارے عورتون ہماری سے اور فرزندون ہمارے سے خنکی چشم کہ ہم اُن کو دیکھکر شادان اور فرحان ہون اور کردے تو ہم کو واسطے متقین کے پیشوا۔

(۱) یہ آیت اُسی سلسلہ کی ہے جس کے مخاطب اور موصوف اہلبیت رسول ثابت ہو چکے ہیں پس یہ آیت بھی اُنہیں سے متعلق ہے اور اول اہلبیت جناب امیر علیہ السلام ہیں لہذا سب سے زیادہ تعلق آیت کا جناب امیر علیہ السلام سے ہے۔

(۲) چنانچہ عمدۃ البیان کے صفحہ ۴۷۳ پر جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مراد اس سے

ہم ہیں یعنی وہ اولاد جناب امیرؑ ہیں ہم امام بعد امام کے۔

(۳) اور سعید بن جبیر سے روایت ہے فرمایا امام نے واللہ یہ آیت خاص امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اکثر دُعا اُن کی یہ ہی تھی کہ اے پروردگار بخش تو واسطے ہمارے ایسی عورت اور ایسے فرزند کہ وہ میری آنکھوں کی روشنی ہوں۔

(۴) چنانچہ قبولیت دُعا ظاہر ہے کہ جناب سیدۃ النساء العالمین جیسی زوجہ اور سیدا شباب اہل جنت جیسے فرزند علیؑ کو خدا نے دیئے کہ جن پر جس قدر فخر کریں بجا ہے۔

(۵) اور قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ قسم ہے خدا کی نہیں سوال کیا میں نے پروردگار اپنے سے فرزند تازہ رو اور خوش قد و قامت کا لیکن سوال تھا میرا واسطے فرزندوں کے جو فرمانبردار خدا ہوں اور ڈرنے والے ہوں خوف خدا سے یہاں تک کہ جب پایا میں نے اُن کو ایسا ہی فرمانبردار خدا اور ڈرنے والا خدا سے پس روشن ہوگئیں آنکھیں میری اُن کے باعث۔ قرۃ عینا کا مطلب بھی نکل آیا۔

(۶) چونکہ دُعا میں لفظ ذریت ہے جو خاص بیٹوں پر منحصر نہیں بلکہ سلسلۂ اولاد سے مراد ہے ذریت کی پس خدا نے ایسا کیا کہ دس پُشت آپ کی ذریت ایسی برگزیدہ امام حجت خدا نور خدا پیدا ہوتی رہی اور قیامت تک اُن کا وجود باقی ہے۔

(۷) اور دُعا کا اخیری فقرہ ہے کر دے ہم کو واسطے پرہیزگاروں کے امام اس سے زیادہ اور کیا مقبولیت ہوگی کہ خداوند تعالےٰ نے آپکو امام المتقین فرمایا۔

(۸) چنانچہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں ایک فہرست اسمائے مُبارک کی ہے اُس میں ایک نام آپ کا امام المتقین ہے جس کی سند میں ۷ حدیثیں ہیں آخری حدیث یہ ہے یا علیؑ انت سیّد المسلمین یعسوب الدین امام المتقین قاعد الغر المحجلین۔

(۹) اور جابر بن عبد اللہ انصاری نے کہا قال رسول اللہ ان اللہ عز و جل وصی فی علی انہ امام المتقین۔

آیت نمبر ۳۰۲ سورۂ فرقان رکوع ۶

اولئک یجزون الغرفتہ بما صبروا و یلقون فیہا تحیۃ و سلاما ۔ یہ لوگ

جزا دیئے جائیں گے مکانات کھڑکیون والے بہ سبب اپنے صبر کے اور ملیگا اُس میں تحفہ سلام کا یعنی فرشتے کہیں گے سلامتی ہو تم پر۔

(۱) او رکھڑکیون دار مکان ہوادار اور پُر تکلف ہوتا ہے مگر بعض کے نزدیک غرفہ بھی ایک نام ہے جنت کے نامون میں سے۔

(۲) بہر طور نعمات جنت کی بشارت ہے اہلبیت رسالت کو جن کا ذکر اوپر سے چلا آتا ہے۔

(۳) کیونکہ یہ قاعدہ قرآن میں جاری ہے کہ اول صفات بیان ہوتے ہیں اور جب صفات ختم ہو جاتی ہیں انکی جزا دکھلائی جاتی ہے صدہا جگہ اس طرح پایا جاتا ہے۔

(۴) جیسا کہ آیت نمبر ۲۸۶ سورہ نور میں ہے لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوا۔ تاکہ جزا دے اللہ انکو نیک بہ نسبت اُن کے عمل کے۔

(۵) اور آیت نمبر ۲۰۶ سورۂ نحل میں ہے وَلَيَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا۔ اور البتہ جزا دیں گے ہم اُن لوگون کو کہ صبر کیا تھا۔

(۶) دیکھو اس آیت میں صبر کی بھی مثال موجود ہے جیسا آیت زیر بحث میں فرمایا کہ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا (۷) ایسے ہی سورۂ دہر میں فرمایا ہے جَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا۔

(۸) اور سلام کا ذکر بھی صدہا جگہ قرآن میں ہے اُن بہشتیون کے لئے نمبر ۷۳ا سورۂ رعد میں ہے سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ نمبر ۱۸۶ سورۂ حجر میں ہے ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ نمبر ۱۹۷ سورۂ نحل میں ہے يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ۔

(۹) اور لُطف یہ ہے کہ جتنی آیات سند میں پیش کیگئی ہیں سب اہلبیت طہارت کی شان میں پایۂ ثبوت کو پہونچی ہوئی ہیں زیادہ لکھنا عبث ہے بوثوق دلائل معلوم ہوا کہ یہ آیت بشان اہلبیت علیہم السلام نازل ہوئی ہے ؂

آیت نمبر ۳۰۳ سورۂ فرقان رکوع ۶

خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا۔ ہمیشگی ہے اس میں اور اچھی جگہ ہے قرار کی اور مقام کی (۱) یہ آیت بھی اپنے ماقبل کے ساتھ ہے صرف جزا میں جو جنت ملیگی اُس کی خوبیان

خلود و دوام کی اس آیت میں بیان کر دی ہیں۔
(۲) نعمات اگرچہ گوناگون دُنیا میں بھی بعض بعض لوگون کو حاصل ہوتی ہیں لیکن بڑا نقص عدم ثبات ہے کہ ابھی کچھ تھا ابھی کچھ بھی نہیں۔
(۳) اُس عیب کی نفی دِکھلا کر اور بہشت کے ثبات و قرار سے اطلاع دیکر محظوظ فرماتا ہے خداوند تعالیٰ کہ
(۴) ہماری نعمتیں دوام اور ابدالاباد ہین کچھ ناٹک کا پردہ نہیں کہ جس کو قرار ہی نہیں۔
(۵) جبھی تو فرمایا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا دَّ قُرَارًا۔ ایسی خوبی جس کو استقرار اور دوام ہے

آیت نمبر ۴۰۳ سُورۂ شعراء رکوع ۵

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ اور کر تو میرے لئے زبان سچی آخر کے لوگون میں سے یہ دُعا حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی خداوند تعالےٰ سے اپنی ذریت کے لئے۔
(۱) اور آخرین سے مراد زمانۂ پیغمبر آخرالزمان ہے اکثر جگہ اس کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے۔
(۲) اس دُعائے ابراہیمؑ کی قبولیت بذریعہ تفسیر آیت نمبر ۲۳۰ سورۂ مریم بخوبی ظاہر ہو چکی ہے اب ازحد زیادہ لکھنے کی نہیں۔
(۳) انبیاء لوگ مجیب الدعوات ہوتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی خداوند کریم سے وَاجْعَل لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی اور کر واسطے میرے خلیفہ یا وزیر میری اہل میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو۔ فوراً خدا نے قبول کی دُعا موسیٰؑ کی اور صاف صاف فرمایا قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یَا مُوْسٰی۔ فرمایا بے شک دیا گیا جو کچھ سوال کیا تھا تم نے اے موسیٰؑ۔
(۴) اسی طرح ایک دُعائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سورۂ بقر رکوع ۱۵ میں ہے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ اے رب ہمارے مبعوث کر اُن میں یعنی میری ذریت میں سے ایک ایسا رسولؐ انہیں میں کا جو تیری آیتیں اُن کی سامنے پڑھے اور تعلیم کرے ان کو کتاب اور حکمت کی اور پاک کرے اُن کو تحقیق کہ تو غالب حکمت والا ہے۔ اب اس کی قبولیت کیسے صاف صاف پائی جاتی ہے آیت سورۂ جمعہ سے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمْ

الکتَابَ وَالحِکمَۃَ خدا وہ ہے جس نے مبعوث کر دیا۔ ایک رسول اَن پڑھ لوگون میں سے اُنہیں کی قوم کا جو پڑھتا ہے آیتیں خدا کے اُن لوگون کے سامنے اور پاک کرتا ہے اُن کو اور تعلیم کرتا ہے کتاب اور حکمت کی خیال کرنا چاہیئے کہ ابراہیمؑ کی دُعا کے ایک ایک لفظ کو خدا نے کس طرح قبول کیا اور اجابت کو دکھلا دیا۔

(۵) بالکل اس کے مطابق اس برگزیدہ خلیل خدا کی دعا یہ بھی ہے جو آیت زیر بحث میں خداوندِ تعالیٰ ذکر کرتا ہے، وَاجعَل لِی لِسَانَ صِدقٍ فِی الآخِرِینَ کر دے تو میرے لئے سچ کی زبان یا سچی زبان زمانہ آخر میں سے واسطے میرے کہ یہ معنی ہیں یعنی میری اولاد میں سے ایسا سچّا آدمی پیدا کر دے آخری زمانہ میں سے۔

(۶) اور زمانۂ آخری وہی زمانہ آخری پیغمبر کا ہے جو قیامت سے مِلا ہوا ہے اور اُس کی اور قیامت کی بیچ میں کوئی دوسرے پیغمبر کا زمانہ حائل نہیں پس اس زمانہ میں اولادِ ابراہیمؑ میں سے ایسا سچّا آدمی جس کو صدیق اکبر خطاب مِلا وہ ضرور اس قابل ٹھیرا کہ جس کو سچی زبان یا سچ کی زبان کہہ سکتے ہیں۔

(۷) پس قبولیت اس دعا خلیل اللہ کی حرف بحرف ظاہر ہوتی ہے آیت نمبر ۲۳۰ سورہ مریم سے وَوَھَبنَا لَھُم مِن رَحمَتِنَا وَجَعَلنَا لَھُم لِسَانَ صِدقٍ عَلِیّاً۔ اور بخشا ہم نے واسطے ابراہیمؑ کے اپنی رحمت سے (اُس دولت کو) اور کر دیا ہم نے واسطے اُن کے سچ کی زبان علی علیہ السلام کو۔

(۸) اس دُعا کی قبولیت بھی مثل دُعائے بعثتِ رسول ہے کہ دُعا میں ہے وَاجعَل قبولیت میں ہے وَجَعَلنَا دُعا میں ہے لِی واسطے میرے قبولیت میں ہے لَھُم واسطے اُن کے دُعا میں ہے لِسَانَ صِدقٍ قبولیت میں بھی ہے لسان صِدقٍ۔ دُعا میں ہے فی الاخرین قبولیت میں ہے علیًا جو زمانہ آخر میں ہمراہ آخری پیغمبر کے ظاہر ہوئی۔ دیکھو سوانح عمری حضرت امیر [illegible] طبع ثانی

(۹) اور باقی ثبوت تفسیر آیت نمبر ۲۳۰ کے ملاحظہ سے معلوم ہون گے یہ سچی زبان جناب امیر علیہ السلام صدیقِ اکبر ہیں جس پر روشنی ڈالتا ہے قول ابن مسعود کا جو اس آیت کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں کہ حقیق علیٰ علیٍ اِن لا یقول الا الحق۔ یعنی لسان صدق ہونا علیؑ کا حق ہے کہ جو بجز حق اور راستی کے بولتا ہی نہیں ؎

آیت نمبر ۳۰۵ سورۂ شعراء رکوع ۵

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ - اور وارث کر تو مجھکو جنت نعمتون والی کا

(۱) یہ آیت بھی اُسی سلسلہ میں ہے جس میں اوّل ہے الحقنی بالصالحین جس کی بابت اتنا لکھنا کافی ہے کہ قبولیت اس دُعا کی اس طرح ہوئی کہ آپ کی ذرّیت میں سے صالح المومنین پیدا ہوئے جسکے ذریعہ سے آپ مل گئے صالحین میں۔

(۲) دوسری دُعا ہے وَاجْعَلْ لِیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْآخِرِیْنَ اس کی بابت اوپر ذکر ہو چکا۔ آیت ماقبل میں کہ اجابت اس دُعا کی بذریعہ آیت نمبر ۲۳۰ سورۂ مریم ثابت ہے وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا اور بخشا اپنی رحمت سے اور کر دیا ہم نے واسطے اُس ابراہیمؑ کے سچی زبان علیؑ کو۔

(۳) اب یہ تیسری دُعا ہے کہ مجھکو جنت کا مالک کردے یعنی جنتِ نعیم میری وراثت میں دیدے یا میری جاگیر کردے یہ دُعا بھی ابراہیمؑ کی اپنی ذریت کے واسطے ہے کیونکہ وراثت اور جاگیر انسان کی نسلاً بعد نسلاً ہوا کرتی ہے۔

(۴) ورنہ ابراہیم خلیل رحمان تھے اُن کے جنّتی ہونے میں کیا کلام تھا دُعا اس طمع میں کی ہے کہ میں تو جنّتی ہون مگر جنت مجھکو اس طرح ملی کہ پشت در پشت میرے ذریت جنت کے وارث ہون۔ یہ مطلب ہے وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَرَثَةِ جَنَّتِ نَعِیْمٍ سے۔

(۵) اور چونکہ یہان حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں ایسے لوگون کا ذکر آیا جن کو برگزیدہ کیا خدا نے صالح المومنین کیا۔ سچی زبان اُن کو ابراہیمؑ کے لئے بنایا پس یہ دُعا بھی اُنہیں لوگون کے واسطے ہے سلسلہ جس کا شاہد ہے۔

(۶) بلکہ اس وراثت کی تصدیق ہوتی ہے آیت نمبر ۲، ۲ سورۂ مومنون میں کہ خدا فرماتا ہے اہلبیت رسالت کے واسطے الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنت فردوس کے مالک ہو گئے ہیں یہ ہے قبولیتِ دُعا ابراہیمؑ کا اظہار کہ آپ نے وراثت میں اسی غرض سے جنت طلب کی تھی کہ میرے بعد میری ذریت بھی مالک ہو جائے۔

(۷) اور آیاتِ قرآن بھی اس امر کی تائید کرتی ہیں جیسے آیت نمبر ۱۰۵ سورۂ انبیاء میں ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ تحقیق لکھ

دیا ہم نے کتبِ سابقہ میں کہ بعد ذکر یعنی پیغمبر آخری کے زمین جنت کے وارث میرے صالحین بندون میں سے ہون گے۔ بیچہ ابراہیمؑ کی دُعا ایسی قبول ہوئی کہ جسبڑی ہوگئی اُس پر خدا فرماتا ہے ہم نے کتابون میں لکھدیا وارث زمین کے صالحین بندون سے ہون گے اور امیرالمومنین توصالح المومنین ہیں بدرجہ اولیٰ وارثِ جنت ہوئے جب وارث کامل ہیں۔ جب خطاب مِلا ہے کہ علیؑ قسیم النار والجنت ہیں۔

(۸) اور آیت نمبرہ ۲۳ میں ہے تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا۔ یہ جنت وہی تو ہے جس کا وارث کردیا ہم نے اپنے متقی بندون میں سے اور علیؑ تو امام المتقین ہیں جو بدرجہ اولیٰ وارث جنت کے ہیں اولادِ ابراہیمؑ میں سے جبھی تو یہ اختیار آپ کو ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ فرماتے ہیں یَا عَلِیُّ اِنَّكَ اَوَّلُ مَنْ تَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ وَتَدْخُلُهَا۔ اے علیؑ تم وہ ہو کہ جو سب سے اوّل دروازۂ جنت پر آواز دیگا اور کھلوائے گا اُس کو۔ دیکھا وارث اصلی کس طرح جاکر دروازہ کھلواتا ہے اپنے مکان کا۔

(۹) رہا یہ امر کہ اُس جنت کا پتہ زبانی حضرتِ ابراہیم خلیل جنّت نعیم ہے یہ ہے قرآن میں جابجا اہلبیتؑ رسالت کو بتلا دیا ہے کہ وہ جنتِ نعیم تمہارا گھر ہے جیسے آیت نمبرہ ۱۳ میں ہے یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ۔ بشارت ہے انکو انکے رب کی طرف سے رحمت کی اور رضا مندی خدا اور جنات نعیم جہان قیام کریں گے۔

علاوہ ازیں سورہ واقعہ میں ہے اُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ اور سورۂ طور میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ۔ غرض ہر طرح وارث جنت کے بموجب دُعائے ابراہیمؑ اُن کی ذرّیت میں سے اہلبیتِ رسالت ہی ثابت ہوگئے الحمد للہ۔

آیت نمبر ۳۰۶ سورۂ شعراء رکوع ۶

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ مگر جو شخص کہ آئے خدا کے پاس بقلب سالم۔ یعنی قلب سلامت لیکر آوے (۱) مفسرین نے قلب سلیم کی تعریف اس طرح کی ہے کہ پاک ہو شرک اور کفر اور گناہون سے اور خالی ہو محبت مال اور دوستی دُنیا سے نظر برین صفات تو متحقق ہو چکا کہ اہلبیتِ رسولؐ کامل ہیں

ان صفات میں جن کے اوّل جناب امیر علیہ السلام ہیں کہ تمام عمر میں ایک آنِ واحد کے لئے بھی میل نہیں کیا بطرف کُفر و شرک کے۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ نے ثلاثۃٌ ماکفر باللہ قطۃ یعنی تین شخص ایسے ہیں کہ جنہون نے مطلق کفر نہیں کیا خداوند تعالیٰ سے۔ آگے تفصیل بیان فرمائی آپنے اُن تین شخص کے یعنی کہا مومنٌ اٰلِ یاسین وَ آسیہ اِمرأۃ فرعونَ وعلی ابنِ اَبی طالب عَلَیہ السلام۔

(۲) اور آیت نمبر ۲۷۶ وَالَّذِینَ ھُم بِرَبِّھِم لَا یُشرِکُونَ میں اس بات کو بخوبی ثابت کردیا ہے کہ بربّہم لا یُشرِکُونَ جناب امیر علیہ السلام کی ذات ہے یا اُن کی ذرّیت۔

(۳) اور گناہوں سے پاک ہونا یہ صفت تو معصوم کی ہے اور اس اُمت میں معصوم بجز اہلبیتِ رسول اور کوئی پیدا ہی نہیں ہوا جن کی عصمت پر آیہ اِنّما یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عَنکُم الرِّجسَ اھلبیت شاہد ہے یعنی فرمایا خدا نے کہ ارادہ کرلیا اللہ نے کہ دُور کردے تم سے گناہوں کو اے اہل بیتِ رسول ؐ۔

(۴) اور محبّت مال سے خالی قلب اُن کا ہی ہے جنہوں نے بیت المال کا مکان سونے چاندی سے خالی کرا کر اور صاف کر کے پانی چھڑکوایا اور مصلّٰی نماز کا بچھا دیا دیکھو تاریخ اعثم کوفی یہ تعریف بجز علیؑ کے کسی خلیفہ کی نہیں لکھی ایسا ہی مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا اے دُنیا میں نے تجھکو تین بار طلاق دیدی ہے جس کے بعد رجُوع ممکن نہیں جا کسی دوسرے کو فریب دے۔

(۵) اس خاندان کی سخاوت کا حال پوشیدہ نہیں اوپر آیت نمبر ۲۶۷ و نمبر ۲۷۷ سورۂ مومنون میں ذکر آچکا ہے اس سے زیادہ خالی از محبت مال دُنیا کِس کا قلب ہو گا۔

(۶) بلکہ آیت نمبر ۲۷۷ میں اخیر جملہ کی تفسیر میں کیفیت رجُوع قلب ان لوگوں کی بسوئے خدا ظاہر ہو چکی ہے (۷) اور آیت نمبر ۱۷۴ سورۂ رعد میں ہے خداوند تعالیٰ ان کے قلوب کی تعریف کرتا ہے اَلا بِذِکرِ اللہ تطمئنّ القُلُوبُ آگاہ ہو کہ ذکر خدا میں ان کے قلوب آرام پکڑتے ہیں اب قلوبِ مطمئن ان کے سِوا اور کون ہو گا قلب سلیم والا۔

(۸) جن کو سورۂ وَالفجر میں خدا نے اس طرح یاد کیا ہے یَا اَیَّتُھَا النَّفسُ المُطمَئِنَّۃُ ارجِعِی اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرضِیَّۃً اے نفس اطمینان والے رجُوع کر اپنے ربّ کیطرف تو خدا سے

راضی ہے اور خدا انجھ سے راضی ہے۔

(۹) اور سورۂ ق میں اُن کو فرماتا ہے خدا مَنۡ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ وَجَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِیۡبٍ جو شخص کہ ڈرتا ہے رحمان سے غیب کی حالت میں اور آیا ساتھ قلب رجوع کرنے والے کے خشو کا ذکر اُن کا آیات نمبر ۴۲،۷ سورہ مومن میں آچکا اور رجوع قلب اوپر دکھا دیا آیت نمبر ۴۲،۷ میں پھر اب قلب سلیم ان کا ثابت ہوا جو شرط آیت زیر بحث کی ہے۔

(۱۰) اور آیت نمبر ۲۶ سورۂ توبہ میں خداوند تعالیٰ ان کے حق میں فرما چکا ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَعَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ پھر نازل کی اللہ نے تسکین رسولؐ پر اور مومنین پر بلکہ سورۂ فتح میں تو لفظ قلوب موجود ہے ھُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ خداوند تعالیٰ کی دی ہوئی صفت ہے ان قلوب پر تسکین کہو یا سلامتی۔ پس ثابت ہوا یہ مومنین جن کے سردار امیر المومنین ہیں وہ قلب سلیم والے ہیں اور اسی قلب سے پیش خداوند تعالیٰ جائیں گے جن کو کہا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ۔

(۱۱) اور عمدۃ البیان کے ۴۸۴ صفحہ پر اس آیت کی تفسیر میں آخری قول بعض مفسروں کا یہ ہے کہ قلب سلیم وہ ہے کہ سلامت ہو بغض اہلبیت سے۔ اس صورت میں بھی محبان اہلبیت قلب سلیم والے قرار پائے جن کے حق میں خداوند تعالیٰ کہتا ہے آیت نمبر ۱۶۰ سورۂ انعام میں مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِہَا وہی بات یہاں ہے مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ۔ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہے مَنۡ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤۡمِنًا۔

آیت نمبر ۹۰ سورۂ شعرا رکوع ۵

وَاُزۡلِفَتِ الۡجَنَّۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ۔ اور نزدیک کیجاوے جنت متقین سے یہ قیامت کا ذکر ہے کہ اس روز متقین جنت میں ہوں گے۔

(۱) یہ جنت کی خبر متقین کے واسطے اکثر بیان ہوتی چلی آتی ہے اوپر آیت نمبر ۹۳ تک ۱۱ مقام پر ذکر متقین کا آچکا ہے اور یہ ۱۲ واں مقام ہے۔

(۲) آیت نمبر ۴۵ سورۂ حجر میں ہے اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ نمبر ۱۵ میں ہے۔ وَنَعِمَ

دارالمتقین یہ جنات عدن کی تعریف ہے۔

(۴) اور آیت نمبرہ ۲۳ میں ہے تلک الجنۃ التی نورث من عبادنا من کان تقیا۔ پس آیت زیر بحث میں تو نزدیکی جنت کی خبر ہے اور ان آیات مذکورہ بالا میں تو جنت کے اندر ہونا اور جنت گھر متقین کا ہونا اور جنت کا وارث ہونا متقین کا ثابت ہو چکا ہے۔

(۵) اب صرف یہ دریافت کرنا کہ وہ متقین کون ہیں چنداں ضروری نہیں جبکہ شروع قرآن کی آیت نمبر ۲ ہدی للمتقین میں ایک معقول بحث کے بعد تحقیق ہو چکا کہ وہ گروہ جناب امیر علیہ السلام کا ہے جن کے وہ سید و پیشوا ہیں۔

(۶) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں ایک فہرست آپ کے اسمائے گرامی کی طیار کی ہے جس میں ۸۳ نام و لقب آپ کے درج ہیں منجملہ اس کے دو نام آپ کے امام المتقین اور ولی المتقین لکھی ہیں پس فیصلہ ہو گیا جن کے امام اور ولی علی ابن ابی طالب ہیں وہ فرقہ متقی ہے۔

(۷) امام المتقین کی سند میں ۴ روایتیں درج ہیں جن میں سے اول جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ سرور عالم نے فرمایا کہ پروردگار عالم نے مجھکو علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقیوں کا امام ہے

(۸) اور ولی المتقین کی سند میں روایت ہے جناب امیر علیہ السلام سے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھ سے فرمایا کہ تو مسلمانوں کا سردار ہے اور متقیوں کا سردار اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہے (۹) علاوہ اس کے گیارہ جگہ اور جہاں ذکر متقین کا آیا ہے وہاں خاص جناب امیر علیہ السلام یا ان کی ذریت یا پیرو مراد ہیں بلکہ یہ آیت سورۂ ق میں دوبارہ نازل ہوئی ہے وازلفت الجنۃ للمتقین غیر بعید۔ اور نزدیک ہو گی جنت متقین سے نہ دور وہاں بھی متقین سے مراد پیروان جناب امیر علیہ السلام ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ابن عباس سے کہ بروز قیامت کنجیاں بہشت و دوزخ کی علیؑ کے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور ان کے حکم سے بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں جائینگے پس ضرور دوستان علیؑ سے جنت نزدیک ہو گی۔

آیت نمبر ۳۰۸ سورۂ شعراء رکوع ۵

فما لنا من شافعین پس نہیں ہے ہمارے واسطے (آج) کوئی شفاعت کرنے والا۔ ہیں کے آگے

دوسری آیت ہے وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ۔ اور نہ کوئی دوست مہربان ہے۔

(۱) طرز تقریر ہی تبلا رہا ہے کہ یہ قول کسی مایوس اور افسردہ دلون کا ایسا رشک آمیز ہے کہ گویا وہ دیکھ رہے ہیں اپنی آنکھون سے کسی فرقہ کی سفارش کرنے والے سفارش کر رہے ہیں۔ اور یہ خود محروم ہیں۔

(۲) اور اُس کی تفسیر عمدۃ البیان میں اسطرح ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ شافعین آئمہ معصومین ہیں۔ اور صدیق مومنین ہیں۔

(۳) اور فرمایا کہ قسم خدا کی ہم اپنے گنہگار شیعون کی شفاعت کریں گے یہان تک کہ ہمارے اعداء جس وقت ہم کو شفاعت کرتا دیکھیں گے تو کہیں گے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ۔

(۴) اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ شفاعت قبول کیگئی ہے اور نہ قبول کی جائیگی واسطے ناصبی کے۔

(۵) اور پھر فرمایا کہ شفاعت کریگا مومن تک اپنے ہمسایہ کی اور ادنی شفاعت کرنے والون میں وہ مومن ہوگا کہ وہ بیس شخص کی شفاعت کرے اُس وقت دوزخی اُس شفاعت کو دیکھکر کہیں گے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ۔

(۶) جب ادنی مومنین کی شفاعت اس درجہ پر قبول ہو گی تو امیر المومنین علیہ السلام کی شفاعت کا اندازہ کس طرح ہو سکتا ہے جن کے حق میں فرمایا حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ یا علیؑ اَنْتَ وَ شِیْعَتِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ۔

(۷) یہ فایزون گروہ تمام فیض یاب شفاعت جناب امیر علیہ السلام سے ہی تو ہیں اور یہ سب شفاعت واسطے شیعیان علیؑ کے مقدّر ہے کہ جن میں سے ۷۰ ہزار آدمی بدون حساب کے داخل جنت ہونگے دیکھو تفسیر آیت وَاَصْحَابُ الْیَمِیْنِ مَا اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ سورۂ واقعہ۔

آیت نمبر ۹ ۳۰ سورۂ شعراء رکوع ۱۱

صفحہ ۳۹۲ (۵۹۹)

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ہ اور ڈرا تو نزدیک تر قرابت دارون اپنے کو۔

(۱) ابتداء اسلام کا زمانہ ہے کہ یہ خاص قریب تر رشتہ داران رسولؐ کے واسطے حکم نازل ہوا ہے جس میں اظہار ایک راز سربستہ رسالت منظور تھا۔

(۲) یعنی اس حکم کی تعمیل سے یہ نتیجہ نکلا کہ خدا کا رسولؐ جو اجرائے دین خدا میں تنہا کام کر رہا تھا

اُس کی مدد کے واسطے خدا نے اُس کا ناصر اور مددگار ظاہر طور پر بنا دیا اور اُس رسول کا بازو اُس کے باعث سے قوی ہو گیا جیسا کہ مثل عام مشہور ہے۔ ایک اکیلا دو گیارہ۔

(۳) اور یہ ذکر تمام کتب اہلسنت میں تفصیل کیساتھ بلا اختلاف لکھا ہوا ہے مثل دُرِّ منثور۔ (۴) اور مسند احمد حنبل (۵) ریاض نظیرہ (۶) اور کنثیر الاعمال (۷) اور کامل ابن اثیر (۸) اور تاریخ ابو الفداء (۹) یہاں تک کہ انگریزی مؤرخ مسٹر جان ڈہنوپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

(۱۰) مگر ہم اہلسنت کی مقبول کتاب معالم التنزیل کی روایت کو نقل کرتے ہیں۔ ابن عباس راوی ہیں کہ مجھ سے کہا علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ اے علیؑ یہ حکم خدا اس طرح نازل ہوا ہے لیکن میں دل تنگ ہوں ان لوگوں کی طرف سے کہ میں جب اُن سے کچھ کہوں گا تو بہت ہی ناگوار حرکات ان کی طرف سے دیکھوں گا مگر تعمیل حکم ضرور ہے تو کچھ طعام مہیا کر چنانچہ میں نے ایک صاع کی روٹیاں اور ایک شانہ بز غالہ گوشت اور پیالہ دُودھ کا مہیا کر دیا آپ نے فرمایا کہ اب اکٹھا کر قوم کو میں نے اقربائے رسولؐ کو جمع کیا جس میں حضرت کے عمام عباسؓ و حمزہؓ اور ابو طالب اور ابو لہب شامل تھے پس حضرت نے اُس میں سے ذرا سا گوشت دانت سے چبا کر رکھدیا اور فرمایا کھانا سامنے رکھدو۔ اور سب نے اُس میں سے کھانا شروع کیا۔ اوّل یہ معجزہ حضرت کا تھا کہ وہ کل کھانا اس قدر تھا کہ قریش کا ایک تنومند آدمی کھائے اور کچھ بچنا ممکن نتھا۔ مگر وہ ایک کم یا ایک زیادہ چالیس آدمی کا مجمع اُس کھانے سے خوب سیر و سیراب ہو گیا اور کسی کو اشتہا باقی نرہی اب موافق حکم خدا حضرت نے کلام شروع کرنا چاہا کہ سبقت کی ابولہب نے اور کہا یہ کیسا جادو کیا تمہارے صاحب نے کہ اس قدر قلیل غذاء میں ایسا مجمع کثیر سیر ہو گیا اور اسی کلام پر مجمع متفرق ہو گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو افسوس ہوا اور دوسرے روز پھر وہی اہتمام کیا کھانے کا اور جمع کیا قوم کو اور کھانا کھلانے کے بعد کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور فرمایا اے قوم میں مبعوث ہوا ہوں جانب خدا سے تمام خلقت پر عام اور تم پر خاص اور نیکی لایا ہوں دُنیا اور آخرت کی تمہارے واسطے تم کو چاہیئے کہ فایدہ اُٹھاؤ اُس سے اور کون شخص تم میں ہے کہ مددگار ہے اس کام میں میرا اور خلیفہ اور وزیر میرا بنے مگر کسی نے جواب نہ دیا اور علیؑ اُس مجمع میں سب سے کم سن اور کم طاقت تھے مگر اُٹھے اور سامنے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے آنکر کہا یا رسول اللہ میں ہون مددگار آپ کا اور فرمابردار آپکا
اور نصرت کرنیوالا آپ کے ہر کام مین بیان کرتے ہیں جناب امیر علیہ السلام کہ میرے اس التماس پر
دونو ہاتھ آپ نے یعنی رسول اللہ نے میرے دونو شانون پر رکھدیئے اور فرمایا بے شک تو ہے مددگار
میرا اور خلیفہ میرا اور وزیر میرا اور وصی میرا اور بھائی میرا دنیا اور آخرت میں اور اے قوم تم سب
حکم مانو اس کا اور فرمانبرداری کرو اسکی اس پر ابو لہب نے کہا کہ حکم ہوا ابو طالب کو کہ حکم مانے علیؑ کا
اور فرمانبرداری کریں گویا یہ امر اُس نے مضحکہ میں ڈال دیا۔ تمام ہوا خلاصہ عبارت معالم التنزیل کا
جو صفحہ ۴۹۴ کتاب عمدۃ البیان پر مرقوم ہے۔

(۱۱) مگر اس معاملہ میں خلافت بلا فصل رسول اللہ واسطے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے زبانی اور
قولی اور فعلی اور عملی طور سے بذریعہ حکم خدا قایم ہوگی شروع ہی سے اسلام میں۔

(۱۲) اور اسی طور پر جناب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی اعلی اللہ مقامہ نے کتاب
انوار الہدیٰ میں بارہ مقام پہ استخلاف جناب امیر علیہ السلام ثابت کر دیا ہے۔

(۱۳) اور یہ رازِ خلافت سربستہ تھا اس حکم خدا کی تعمیل مین جسکا اشارہ ہم فقرہ نمبر (۱) میں کر آئے ہیں
کھلگیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ ۔

آیت نمبر ۱۳۰ سورۂ شعراء رکوع ۱۱

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور بچھا کر بازو اپنا تو اُس کے لئے جو
تیری تابعداری کرے۔ مؤمنین میں سے۔

(۱) آیت ماقبل میں جو ہدایت تھی اُس کی غرض اجرائے دینِ خدا ہے اور اجرا کے اسباب اور
صورتیں یہی ہوتی ہیں ترغیب اور تخویف پس خدا کے احکام رسول اللہ نے اپنے بہت قریب کنبہ
والون کو پہونچا دیئے اب خدا فرماتا ہے کہ ہمارے اس حکم کے اوپر جو کوئی ایمان لایا وہ مومن ہے انکے
ساتھ تم کو بتواضع پیش آنا چاہیئے یہ ہے ترغیب۔

(۲) اور اس سے اگلی آیت میں ہے فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور جو کوئی
انکار کرے تیرا یعنی تجھکو رسول خدا کا نہ سمجھے۔ بس کہدے اُن سے کہ میں تمہارے ان افعال سے

بیزار ہوں یہ ہے تخویف کہ باوجود ایسی قریبی قرابت کے اُن کو چھوڑ دیا اُن کے حال پر۔

(۳) اب اُس چالیس آدمیوں کے مجمع میں ایمان وہ لایا جس نے اس حکم کو منظور کر لیا اور کہا میں ہوں مددگار آپ کا اور ناصر آپ کا اور فرمانبردار آپ کا بس وہی تو مومن ہے اور وہی مومن قابلِ تعظیم ہے اور باقی کل مجمع وہ ہے جس کے عمل سے آپ بیزار ہوں گے۔

(۴) پس آپ نے عملی کارروائی اپنی تواضع کی دکھلا دی اور اپنے دونو ہاتھ دونو شانوں پر علی ابن ابیطالب کے اِس شفقت سے رکھے کہ گویا ظاہر کر دیا آپکی وزارت کو اپنے واسطے۔

(۵) اور در حقیقت جناب امیر علیہ السلام ایسے ہی خدائی رسول اور مومن کامل تھے کہ جس قدر ان کا احترام کیا جائے بجا اور درست ہے اور یہ احترام بھی بحکم خدا ہے نہ صرف اپنی رائے سے۔

(۶) کیونکہ خداوند تعالیٰ خود ان کا احترام کرتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ تحقیق تم سب سے مکرم خدا کے نزدیک تو وہ ہے جو سب سے زیادہ تم میں سے متقی ہے اور سب سے زیادہ متقی وہی شخص ہو سکتا ہے جو امام المتقین ہو دیکھو آیت نمبر ۲۰۷ کی تفسیر کہ جناب امیر علیہ السلام کیسے متقی ثابت ہوئے پس احترام از جانب خدا ان کے لئے ثابت ہوا۔

(۷) اب خدا و رسول کی طرف سے جو شخص محترم ہے اُمت پر بھی واجب ہے اس کا احترام اسی غرض سے اُمت کو دکھلا دیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ یہ ہیں قابل احترام علیؑ اور اُن کی اہل یعنی فاطمہؑ اور دونو فرزند حسنینؑ علیہم السلام۔

(۸) اور آیت نمبر ۹۳ سورہ حجر میں یعنی وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ کی تفسیر میں ہم نے دکھلا دیا ہے عملی کارروائی رسولؐ کو دوبارہ اکرام ان لوگوں کے۔

(۹) جب جناب فاطمہؑ آپ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ بہر تعظیم کھڑے ہو جاتے تھے ورنہ کوئی باپ اپنی دختر کی تعظیم اس طرح نہیں کرتا اور باپ بھی کون پیغمبر اور پیغمبر بھی کون اشرف الانبیاء ایسا ہی حسنینؑ کے ساتھ آپ کا سلوک تھا کہ عین نماز اور سجدۂ خالق میں اگر حسنینؑ آپ کی پیٹھ پر سوار ہو گئے تو اُن کو اُتارنا منظور نہیں کیا حتیٰ کہ ستر ستر مرتبہ ذکر سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ فرمایا مگر اُن کو جبراً نہ اُتارا جب تک وہ خود نہ اُتر گئے یہ تھی پورا پورا اکرام و تواضع آپ کی ان کے ساتھ جو افضل المومنین تھے اور یہ تھے صاف معنی بازو جھکا لینے کے۔

(۱۱) اور وہ تصویر ہے بازو نیچے کرنے کی کہ آپ زمین پر بیٹھ گئے علیؑ مرتضیٰ کے واسطے اور فرمایا تم چڑھ جاؤ میرے کندھون پر بروقت بُت شکنی کے۔ ظاہرا دکھلا دیا ہے رسولؐ نے تمام امت کو۔ یہ ہیں حقیقی مومن اور ان کی تواضع کا خدا نے حکم دیا جس کو ہیں نے پورا کیا۔

آیت نمبر ۱۱۳۱ و آیت نمبر ۱۱۳۲ سورہ شعراء رکوع ۱۱

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝ اسی اوپر ہے اور توکّل کر تو اور غالب مہربان کے یہ الذی اُس غالب مہربان کی طرف ہے یعنی خدا وہ شخص ہے کہ دیکھتا ہے تجھکو جبکہ تو اُٹھتا ہے (اور کیا دیکھتا ہے) پھرنا تیرا سجدہ کرنے والون میں۔

(۱) بعض مفسرین نے آیۂ اوّل کا تو صریح صاف مطلب سمجھا کہ زمانۂ حال سے تعلق ہے یعنی جو کچھ کاروبار تو کرتا ہے اُس کو خدا دیکھتا ہے مگر دوسری آیت میں جو تقلبک ہے اُسکو نور حضرت کا پشت ہائے طاہرہ میں بدلتا ہوا مقرر کیا ہے جو زمانۂ ماضی سے تعلق ہے۔

(۲) حالانکہ الذی یراك ایک مبتدا ہے جس کی خبر جیسی تقوم ہے ویسی عطف کے بعد تقلبک بھی اُسی مبتدا کی خبر ہے کہ خدا تیرا اُٹھنا اور پھرنا بھی دیکھتا ہے دونون کا ایک زمانہ حال سے تعلق ہے۔

(۳) برخلاف قول مذکورہ مفسرین عامہ جنھون نے ایک مبتداء کے واسطے ایک خبر زمانۂ حال کی تجویز کی اور دوسرے خبر زمانۂ ماضی سے متعلق مقرر کی اور اُسکو ایک بام دو ہوا کہا گیا ہے جو عقل سے بعید ہے

(۴) علاوہ اس کے تقوم کے لفظ کے معنی با محاورہ میں سوتے سے اُٹھنا کثرت سے استعمال ہوتا ہے ان اعتراضات کے رفع کرنے میں صاحب تفسیر حسینی نے جو علمائے اہلسنت سے ہیں بہت مناسب تفسیر لکھی ہے فارسی میں ہے۔

(۵) الذی یراك خدائیکہ می بیند ترا حین تقوم ہنگامیکہ برخیزی برائے نماز تہجد و تقلبک و می بیند گشتن ترا یعنی تصرف فرمودن فی الساجدین درمیان نماز گذاران در رکوع و سجدہ کنندگان کیا موافق واقع بیان ہے اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ ہے۔

(۶) کیونکہ ایک گروہ عابدون کا جنکو اصحاب صفّہ سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے مثل

سلمان رضہ وابوذر رضہ وصہیب وبلال نہ گھر رکھتے تھے نہ عیال اور مسجد کے ایک گوشہ میں کھجور کی کچھ شاخیں ڈال کر سایہ کر لیا تھا وہاں پڑے رہتے تھے اور وہیں شب کو عبادت کرتے تھے اگر کسی کا عیال ہوگا تو وہ علیٰحدہ جگہ میں تھے۔ عبادت کی جگہ مسجد میں مجرّد رہتے تھے۔ اور علی مرتضیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بھی عبادت میں ان کے شریک رہتے۔ یہ ہیں ساجدین جن کو ذیلا خدا نے کیونکہ تہجد کے وقت جبکہ زمانہ آرام میں ہوتا تھا یہ لوگ عبادۃ خدا میں معہ رسول اللہ مشغول ہوتے تھے یہ تقلبک اسی سے مراد ہے۔

(۷) اس کی تصدیق کرتی ہے آیت آخر سورہ مزمل کہ فرمایا خداوند تعالیٰ نے اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ بے شک رب تیرا جانتا ہے کہ تو اٹھ کھڑا ہوتا ہے کمتر تہائی رات سے اور کبھی آدھی رات سے اور کبھی تہائی باقی رات سے اور ایک طائفہ یا گروہ تیرے کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۸) اب اگر مقابلہ کیا جائے آیت زیر بحث سے تو کیسی موافقت ہے کیا فرق ہے الذی یراك اور اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ میں اور وہی حین تقوم اس جگہ ہے وہی تقلب فی السّاجدین کا مفہوم ہے وہی وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ سے ظاہر ہے بس مطلب صاف ہو گیا کہ رات کی نماز تہجد میں جو تم کھڑے رہتے ہو اور دیگر عابدوں کے اندر پھرتے ہو خداوند تعالیٰ اس وقت کی عبادت تمہاری دیکھتا ہے۔

(۹) اور وہ دیگر عابدین وہی ہیں جن کے نام ہم اوپر لکھ آئے ہیں جن کو حضرت نے اصحاب صفہ فرمایا ان کو یہاں خداوند تعالیٰ نے ساجدین فرمایا ہے وہ سب پیروان جناب امیر علیہ السلام ہیں اور آپ ان کے پیشوا اور امام تھے پس یہ ذکر ہے گروہ علی کا جن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ شامل ہو کر راتوں کو عبادت کیا کرتے تھے۔

(۱۰) اور ان کا ذکر آیت نمبر ۱۵ سورہ توبہ اور آیت نمبر ۳۰ سورہ فرقان میں ہو چکا ہے والذین يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وہ لوگ ہیں جو تمام راتیں گزار دیتے ہیں اپنے رب کے سجدے میں اور قیام میں ؎

19/600

آیت نمبر ۳ ا۳ سورہ نحل ۲۷ رکوع ۱

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ - اوپر اس کے ہے تِلْكَ اٰيَاتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ - یعنی آیات قرآن کے اور کتاب روشن کے یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر دوسری آیت میں ہے کہ وہ آیات کتاب کیا ہے ہدایت ہے اور بشارت ہے مومنین کے واسطے آگے مومنین کی تعریف ہے جس سے پہچانے جاتے ہیں وہ قایم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوۃ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں

(۱) آیت نمبر ۲ ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين میں بخوبی ثابت ہو چکا کہ یہ کتاب یعنی قرآن ہدایت ہے متقین کے لیئے ہے وہی بات یہاں ہے اُسی کتاب کی آیات ہدایت ہیں مومنین کے واسطے۔

(۲) اور جیسا وہاں معلوم ہوگیا کہ متقین سے افضل امام المتقین ہیں اس قرآن کے مرجع اور مورد اسی طرح یہاں معلوم ہوا کہ مومنین سے افضل امیر المومنین علیہ السلام ہیں آیات قرآن کے مستحق اور یہ دونام خدا کے مقرر کیے ہوئے ہیں واسطے جناب امیر علیہ السلام کے

(۳) اور کئی جگہ واضح ظاہر کر دیا ہے کہ اصل ہدایت تو آپ کے لیئے ہے جن پر ہدایت اثر کرے اور امیر المومنین پر اس قدر اثر ہدایت کا ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے اُن کا لقب ہاد فرمایا ولکل قوم هاد میں بہ اتفاق جمہور جناب امیر ہادی اُمت ہیں پھر ہادی سے زیادہ اور کون ہے جس کے واسطے یہ آیات ہدایت ہیں۔

(۴) اور خداوند تعالیٰ جس پر ایسا مہربان ہو کہ اپنی آیات قرآن کو ہدایت کر کے مخصوص کر دے اُس کی ذات سے پس ضرور بشارت ہے اُس شخص کے واسطے کی وہ بندہ برگزیدہ خدا ہے اور تمام نعمات خدا اُس کے واسطے ہیں۔

(۵) کیونکہ شروع قرآن سے آیات بشارت ان کے واسطے نازل ہوتی چلی آتی ہیں آیت نمبر ۲۵ سورۂ بقر میں ہے فبشر الذين آمنوا وعملوا الصالحات پس بشارت ہو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل اُن کے صالح ہیں۔

(۶) آیت نمبر ۱۵۱ میں ہی وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ اور بشارت ہے ان صبر کرنے
والون کو کہ جب پہونچتی ہے اُن کو مصیبت یہ آیت بھی جناب امیر علیہ السلام کی شان میں ہے پس ضرور
آیات قرآن ہدایت ہیں تو ان کے لیۓ اور بشارت ہے تو ان کے لیۓ۔

(۷) آگے خداوند تعالی شناخت ان کی ایسی صفت سے فرماتا ہے کہ جو صفت خاص اُن کے قرآن میں خود
فرما چکا ہے یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ چنانچہ آیت نمبر ۶۰ سورہ مائدہ مقبولہ طرفین
شان میں جناب امیر علیہ السلام کی ہے اُس میں یہی صفت خدا نے بیان فرمائی ہے۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ
اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ

(۸) تیسری صفت اخیر ان المومنین کی یہ ہے کہ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ یہ صفت جناب امیر
علیہ السلام کی ابتدائی قرآن سے شروع ہے جیسا کہ نمبر ۴ آیت میں ہے یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْمِنُوْنَ۔

(۹) پس ایک ایک لفظ آیت بتا رہا ہے کہ آیات قرآن جن مومنین کے واسطے ہدایت ہیں اور بشارت
ہیں وہ علیؑ ابن ابیطالب اور اُن کا گروہ پیروان صادق ہے٭

آیت نمبر ۴۰ سورہ نمل رکوع ۳

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ
طَرْفُکَ فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ۔ کہا اُس شخص نے جس کے پاس علم کتاب سے تھا۔ میں
لاتا ہوں اُس کو قبل اس کے کہ آنکھ جھپکی پس جو دیکھا تو رکھا ہوا تھا اُس کے پاس یعنی سلیمانؑ کے۔

(۱) یہ ذکر تخت بلقیس کا ہے جو سلیمانؑ کے واسطے طرفۃ العین میں حاضر کر دیا تھا ایک صاحب علم نے
اور شہرت بکثرت اس پر ہے کہ وہ صاحب علم آصف ابن برخیا تھے لانے والے تخت کے۔

(۲) مگر کلام اس میں ہے کیا سلیمان میں وہ قدرت اور علم نہ تھا کہ جو آصف میں تھا اس صورت میں
آصف کو فضیلت ہوئی ہے سلیمان پر۔

(۳) پھر اس آیت کی تفسیر میں صاحب عمدۃ البیان نے قول جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا لکھا
ہے فرمایا امام نے کہ اسم اعظم ۷۳ حروف پر شامل ہے منجملہ اس کے ۷۲ حروف کا علم خداوند تعالے نے

اہلبیت رسولؐ کو عنایت فرمایا ہے اور ایک حرف خدا نے اپنی ذات کے لئے مخفی رکھا جس کا علم کسی شخص تک نہیں پہونچا۔ ہاں اُن ۲۷ حروف مذکورہ میں سے ایک حرف پر آصف کو بھی مطلع کر دیا ہے۔

(۴) قول و اقوال آئمہ علیہم السلام کو کلامِ خدا سے وہ تعلق ہے جو معنی کو متن سے نسبت ہے آیت آخر سورۂ رعد میں ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ اور وہ جس کے پاس کامل علم کتاب کا ہے وہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں اور آیت زیر بحث میں ہے الَّذِي عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ وہ شخص جس کے پاس کتاب میں سے کسی چیز کا علم تھا وہ آصف برخیا ہیں اور یہی قول امام علیہ السلام کا ہے کہ ۷۲ حروف کا علم خدا نے ہم کو دیا اور ایک حرف کا علم آصف کو یہ ٹھیک ترجمہ قرآن کا ہے یا نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک حرف اسم اعظم کا عالم زیادہ قدرت رکھتا ہے اور اہم کی یا ۷۲ حروف اسم اعظم کے مالک زیادہ تر قادر ہیں سرانجام امور دشوار کے لئے یہ مکنون خاطر ہے۔

(۵) اور پھر قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آصف تخت کو لے آئے۔ قرآن کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ سلیمان نے کہا کون تخت کو لا سکتا ہے بلقیس کے آنے سے پہلے۔ اس پر ایک عفریت نے کہا میں لاؤں گا آپ کے کچہری سے اُٹھنے سے پہلے۔ پھر جس شخص کو کتاب کے علم سے کچھ حصہ ملا ہوا تھا اُس نے کہا میں لاتا ہوں آنکھ جھپکنے سے پہلے پھر جو دیکھا سلیمانؑ نے تو تخت موجود رکھا تھا۔

(۶) اس عبارت میں لانے والا کہاں معلوم ہوا ہاں مفسرین کی طبع آزمائیاں ہیں کسی نے کہا خضرؑ لائے کسی نے کہا کہ فرشتہ لایا تھا اور زیادہ مشہور ہے کہ آصف بن برخیا یہ کہکر سجدے میں گر پڑے اور اُسی حرف اسم اعظم کے ذریعہ دُعا کی لانے والا پھر نہیں معلوم ہوا۔

(۷) اب عقل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حرف اسم اعظم کے ذریعہ جب دُعا کی تو ۷۲ حروف اسم اعظم کے مالک اور زیادہ تر قوت رکھنے والے نے آصف کی مدد کی۔ اور وہی صاحب اعجاز مظہر العجائب تخت کو لایا (۸) جو اُستاد تھا جبرئیلؑ جیسے، شہر قوم لوط کے اُٹھوانے کا جس نے سلمانؓ کو دشت ارژن میں شیر سے بچایا تھا جس نے عفریت کے انگوٹھے دونو باندھ دیئے تھے۔ جس نے ہشتاد ناقہ سُرخ مو اعرابی کے لئے سنگ سے نکالدیئے تھے اُسی نے تو سلیمانؑ کی کُرسی کی نیچے سے تخت بلقیس کا نکالدیا۔

(۹) جنگ خیبر کا معاملہ تو پوشیدہ نہیں کہ جب چند روز کے محاصرے میں سپاہِ اسلام قلعہ فتح نہ کر سکی بلکہ تین روز تک برابر شکست کھائی اور آدمی سب قتل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ

بہت متفکر ہوئے اُسی وقت وحی خدا نازل ہوئی کہ کیوں ملول ہو نادِ علی مظہر العجائب یعنی بلا کو ظاہر کرنے والے معجزات کو بس آپ نے رہیں بیٹھے بیٹھے میدان خیبر میں آواز دی یا علیؑ یا علیؑ اور جناب امیر علیہ السلام اُس وقت مدینہ میں تھے فوراً جواب دیا لبیک لبیک یا رسولؐ اللہ اور تیسری آواز میں سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ کے حاضر تھے اب اس معاملہ کو تخت کے معاملہ سے کیسی مشابہت ہے پس معلوم ہوا کہ خدا نے ایسے اُمور آپ کی ذاتِ خاص سے متعلق کر دیئے ہیں خواہ کسی زمانہ میں ہوں

(۱۰) اور کتاب عمدۃ البیان کے صفحہ ۱۱۵ پر ہے کہ خلاصۃ المنہج میں لکھا ہے کہ ثعلبی جو کہ علماء اور مفسرین اہلسنت میں ہے بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سے پوچھا کہ کون شخص تھا جو تخت بلقیس کا شہر سبا سے سلیمانؑ کے پاس لایا تھا۔ فرمایا وہ شخص نہ تھا مگر علی ابن ابیطالب علیہ السلام کہ ساتھ اسم اعظم الٰہی کے تخت حاضر کر دیا تھا۔

(۱۱) اور اُسی وقت آپ نے علیؑ سے کہا کہ اے علیؑ تو پیغمبران سابق کے ہمراہ تھا پوشیدہ اور ہمارے ہمراہ ہے تو ظاہر میں پس مخبر صادق کے قول کے موافق حضرت سلیمانؑ کے پاس پہونچانے والے تخت بلقیس کے جناب امیر علیہ السلام ثابت ہوئے نہ آصف بن برخیا بقول عوام الناس۔

۱۹
۶۰۸

آیت نمبر ۱۵ ۳ سورۂ نمل رکوع ۴

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ کہدو حمد یعنی تعریف سب خدا کے لئے ہے اور سلام اوپر خدا کے اُن بندوں کے جن کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے۔

(۱) اس آیت میں تعلیم ہے کہ اوّل خداوندِ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنی چاہیئے اور بعد اُس کے بندگان برگزیدہ پر سلام بھیجنا چاہیئے جو پیغمبر اور وصی و جانشین پیغمبر ہیں۔

(۲) کلمہ شہادت میں کیا ہے یہی کہ اوّل وحدانیت خدا کا اقرار ہو بعد اُس کے رسولؐ کی صداقت کا یقین کامل بعد رسولؐ کے وصی اور جانشین اُس کے مثل رسولؐ ہادیٔ خلق ماننے چاہئیں پس تمام اسلام کا مدار اِن تین ولی پر ہے جیسے قرآن میں فرمایا اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا الاٰخر۔

(۳) یہ قول کہ سلام جن پر ہے وہ بندگان خاص رسول اللہ صلی اللہ ہیں اور اُنکی فرتبت اوّل تو لفظ

عبادہ سے ظاہر ہے کیونکہ تمام قرآن میں یہ ہی صورت ہے کہ جہاں جہاں عباد یا عبادی یا عبادی اللہ یا عبادہ آتا ہے وہاں مراد مخصوص اہلبیتِ رسولؐ سے ہوتی ہے ابھی آیت نمبر ۲۹۹ میں اس بحث کو طول کیساتھ ثابت کر دیا ہے اور وہ گیارہواں مقام تھا اس لفظ کے استعمال کا بجانب اہل بیتؑ اور یہ ۱۲واں مقام ہے۔

(۴) علاوہ ازیں خداوندِ تعالیٰ نے خود بتلا دیا لفظ اصطفیٰ سے کیونکہ برگزیدہ خدا وہی لوگ ہیں جن کو آیت نمبر ۳۹ سورۂ آل عمران میں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اصطفیٰ آدَمَ وَ نُوحًا وَّ آلَ اِبرَاھِیمَ وَ آلَ عِمرَانَ عَلَی العَالَمِینَ۔ اس آیت کی تفسیر میں ثابت ہو چکا ہے کہ آل عمران اولاد ابی طالب ہیں جو علی سے جاری ہو کر مہدی تک سب برگزیدہ ہیں معصوم ہیں رحمت خدا ہیں زمین پر جب ہی تو کہا عَلَی العَالَمِینَ۔

(۵) اور آیت نمبر ۲۶۲ سورۂ حج میں خداوندِ تعالیٰ فرماتا ہے اُن سے مخاطب ہو کر ھو اجتباکم خدا وہ ہے جس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اس کی تفسیر میں بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ برگزیدہ یہ ہی خاندان رسولؐ ہیں انہیں کو اصطفیٰ فرمایا اور انہیں کو اجتباکم فرمایا پس انہیں پر سلام ہے۔

(۶) اور تمام اُمت میں یہ فضیلت خدا نے انہیں کو عطا فرمائی کہ سلام اپنا ان پر نازل فرمایا مثل پیغمبران مُرسل کے سورۂ صافات میں ہے سَلَامٌ عَلٰی نُوحٍ فِی العَالَمِینَ سَلَامٌ عَلٰی اِبرَاھِیمَ سَلَامٌ عَلٰی مُوسٰی وَھَارُونَ اور کہا سَلَامٌ عَلٰی آلِ یٰسِینَ یٰسین نام پیغمبر محمد مصطفیٰ کا ہے یعنی سلام ہو اوپر آل محمدؐ کے۔

(۷) اور ایسا ہی سورۂ احزاب میں فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیہِ وَسَلِّمُوا تَسلِیمًا اے ایمان والو تم بھی صلوٰۃ بھیجو اُس پر اور سلام جناب رسول اللہ علیہ و آلہ سے طریقہ صلوٰۃ پوچھا تو فرمایا اس طرح کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ۔ تو جس صلوٰۃ و سلام کا خدا نے حکم دیا تھا نبی نے اُس میں اپنی اہلبیت کو شامل کیا۔

(۸) پس نتیجہ وہی نکلا کہ جس طرح مثل دیگر پیغمبران مرسل کے اہلبیت رسول پر خداوندِ تعالیٰ سلام بھیجتا ہے اُسی طرح مثل پیغمبر اشرف انبیا کے خداوندِ تعالیٰ اہلبیت رسولؐ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے اور فرشتہ بھی اور اُسی کی تعلیم ہے انسانوں کو بھی پس ایسے مستحق سلام ہیں یہ لوگ جنکو

آیت زیر بحث میں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

(۹) اور عمدۃ البیان کے صفحہ ۵۱۵ پر ہے کہ تفسیر اہلسنت میں مذکور ہے کہ مراد ان بندوں سے آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور یہ ہی دعویٰ ہمارا شروع سے تھا الحمدللہ کہ تصدیق ہمارے دعویٰ کی ہوگئی۔

آیت نمبر ۳۱۶ سورۂ نمل رکوع ۶

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْہِمْ اَخْرَجْنَا لَہُمْ دَابَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُہُمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ اور جبکہ واقع ہوا قول ان کے اوپر نکالتے ہیں ہم چلنے والیکو ان کے لئے زمین سے جو کلام کرے ان سے بیشک ایسے لوگ تھے۔ کہ جو ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے۔

(۱) یہ آیت ایک بطور پیشین گوئی خبر زمانۂ رجعت کی ہے جس کا اکثر لوگ یقین نہیں کرتے بلکہ بجز فرقہ حقہ کے تمام سواد عظیم اس نشانی خدا کا منکر ہے جس طرح کفار قیامت کے منکر ہیں اور یہ دونو نشانیاں خدا کی ہیں اول رجعت اس زمانے میں اہلبیت رسالت کے مظلوم معہ اپنے خاص خاص رفقاء اور انصار کے زندہ ہوجائیں گے اور ساتھ ہی ان کے اوپر ظلم کرنے والے بھی زندہ ہوکر اپنے اپنے ظلم کی سزا پائیں گے۔ اور دوسری قیامت۔

(۲) کتب اہل شیعہ تو اس حال سے مملو ہیں اور قرآن میں اکثر جگہ اس کا ذکر ہے چنانچہ آیت نمبر ۱۴۷ سورۂ توبہ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کہدو کہ تم لوگ عمل کرو قریب ہے کہ دیکھیگا اللہ عمل تمہارے اور رسولؐ اس کا اور مومنین یعنی جانشین رسولؐ۔ اس کی تفسیر میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ تین ولی امت جو ہیں یہی سب کے عمال کو دیکھ لیں گے پھر ولی سوم مومنین یعنی آئمہ اہل بیت کا وقت کب آیا۔ کہ قدرت اعمال دیکھنے کی ملی اور وعدہ خدا کا جھوٹا نہیں ہوتا اور قیامت کے روز تو خود مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ حکومت کریگا سب کے عمل دیکھیگا۔ اہلبیت رسالت کی حکومت کا زمانہ تو وہی زمانۂ رجعت ہے۔

(۳) اس کے بعد آیت نمبر ۹۸ سورۂ نحل وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَہْدَ اَیْمَانِہِمْ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ۔ قسمیں کھاتے ہیں سخت کی قسمیں کہ خدا نہ اٹھاویگا۔ تفسیر اس کے دیکھنے سے معلوم ہوگا یہ منکر وہی تو ہیں منکر رجعت نشانی خدا کے منکر۔

(۴) اور اوپر سورۂ نور میں آیت نمبر ۲۹۴ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی تفسیر میں ذکر حکومت ائمہ اہلبیت کا بہت تفصیل کے ساتھ آچکا ہے اور آئندہ بھی سورۂ قصص کے رکوع اول میں اور سورۂ مومن کے رکوع ایک میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(۵) اُسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ ہے اُس زمانہ میں منکرون کی سزا کے لئے خداوندِ تعالیٰ ایک اپنے بندہ کو پیدا کریگا یا زندہ کریگا جس کے ہاتھ سے اہم کام سرانجام ہوتے چلے آئے ہیں اُسی کو اس آیت میں دابّۃ سے تعبیر کیا ہے۔

(۶) اور دوبارہ زندہ ہونا تو اس آخری جملہ آیت سے مفہوم ہوتا ہے مِنَ الارض سے اور دابّۃ کے معنی سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین پر چلنے والا ہے اور یہ بھی آیت میں ہے کہ کلام کریگا یہی دلیل ہے انسان ہونے کی برخلاف زعم جہال کہ دابّۃ کو حیوان تصوّر کرتے ہیں۔

(۷) اور عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ قرطبی جو کہ علمائے اہلسنت سے ہی مقر ہے کہ دابّہ کے داڑھی ہوگی اور یہ اقرار اس کا موافق قول جناب امیر علیہ السلام ہے کہ فرمایا آپ نے دابّہ کے دُم نہیں بلکہ داڑہی ہے اور داڑہی سوائے انسان کے اور کسی کے نہیں ہوتی پس داڑہی کے اقرار اور دُم کے انکار سے قول جہال کا بخوبی رد ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ وہ انسان ہے۔

(۸) اب عقل کی ضرورت ہے کہ انسان بھی تو عام انسان نہ ہونا چاہئیے جن ظلام کا انتقام ایک مدت مدید سے اس زمانۂ رجعت پر منحصر تھا آخر وہ انتقام کسی شجاع اور قوی انسان کے ہاتھ پر بھی ضرور مقرر تھا۔ اور وہ شجاع وقوی واقعاتِ گذشتہ کی پڑتال سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے وہ ایسا شخص ہے کہ قتّال عرب مشہور ہوا۔ وہ اشدّاء علی الکفار تھا اُس کی ایک ضربت عبادت ثقلین تمام اُمت کی عبادۃ سے افضل اور بہتر ہے اُس کی صفت وثنا فرشتگانِ خدا نے کی ان کلمون سے لَا فَتیٰ اِلَّا علیؑ لَا سَیْفَ اِلَّا ذوالفقار اب تو معلوم ہو گیا وہ انسان۔

(۹) جس کی سند میں بہت روایات موجود ہیں جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص عمار یاسر کے پاس آیا اور دریافت کیا دابّۃ کون ہے اس آیت قرآن کے سمجھنے میں بہت پریشان ہوں اور کچھ حال نہیں کھلتا عمار رض نے کہا واللہ میں نہ بیٹھوں گا اور نہ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا جب تک کہ دابّۃ الارض کو تجھے دکھلا دوں یہ کہا اور اُس مرد کو لیکر عمار رض خدمت جناب امیر علیہ السلام میں

ہوئے اُس وقت حضرت کھجوریں اور مسکہ تناول فرمارہے تھے آپ نے فرمایا اے ابویقظان تو بھی کھا۔ عمار رضؓ بیٹھکر کھانے لگے وہ مرد بہت متعجب ہوا اور کہا سبحان اللہ تو نے تو یہی کہا تھا کہ نہ بیٹھونگا اور نہ کھاؤنگا اور نہ پیونگا حتی کہ تیرا مقصود تجھکو دکھلا ندون۔ تب عمارؓ نے کہا کہ دابۃ الارض تجھکو دکھلا دیا اگر عقل رکھتا ہے تو سمجھ لے کیسی مفصّل روایت ہے۔

(۱۰) اور امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے میں ہون صاحب رجعت اور میں ہون صاحب عصا و انگشتری اور میں ہون دابۃ الارض جو کلام کریگا آدمیون سے۔

(۱۱) اور ایک دوسری روایت جناب امیر علیہ السلام سے ہے جس میں تمام دجّال کا حال در دابۃ الارض کا اور ذکر انگشتری سلیمانؑ اور عصائے موسٰیؑ کے ساتھ ہونے کا اور نشان ہونے کا پیشانی پر ہر مومن و ہر کافر کے جس سے شناخت ہوگی مفصّل بیان ہے مگر بخیال طوالت نہیں لکھا۔

(۱۲) حالات دابۃ الارض اگرچہ عجائبات سے ہیں مگر نشا نہائے خدا جنکو خدا فرماتا ہے بآیاتنا اور جس کی ذات سے یہ حالات متعلق ہیں وہ ذات مظہر العجائب ہے ایسے کامون کے لئے خدا نے پیدا کیا تھا۔ بقول شاعر ؎ علیٌّ بشرٌ کیفَ بشرٌ ربُّہٗ فیہِ تجلّٰی وظہر جناب علیؑ اگرچہ بشر ہیں مگر کس قسم کے بشر ہیں اُن کے ربّ نے اُنہیں کی ذات میں اپنے انوار تجلّی کا ظہور دکھلا دیا ہے ؞

آیت نمبر ۷ ا ۳ سورۂ نمل رکوع ۷

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ۔ جو کوئی نیکی لیکر آیا اُس کے لئے تو اس سے زیادہ بہتری ہے اور وہ اُس دن خوف سے امن میں ہوگا اور جو کوئی بدی لے کر آیا پس اوندھے منہ جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔

(۱) اس آیت میں حسنہ دوستئ اہلبیتِ رسالت اور سیئہ بغض اور دشمنی اُن کی ہے جس کو ہم آیت نمبر ۱۰۰ میں ظاہر کر آئے ہیں۔

(۲) عمدۃ البیان میں تفسیر قمی سے نقل کیا ہے کہ مراد حسنہ سے قبول خلافت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے اور مراد سیئہ سے پیروی اُس کے دُشمنون کی۔

(۳) نیز قول جناب امیر علیہ السلام کا یہی ہے کہ حسنہ سے مراد اس آیت میں پہچاننا ہماری خلافت کا ہے اور دوستی ہم اہلبیت کی اور سیئہ سے مراد انکار ہماری خلافت کا اور دوستی ہمارے دشمنون کی۔

(۴) اور جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ عبداللہ بن حذبی خدمت جناب امیر المومنین میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کیا میں تجھکو خبر دون قول حق تعالیٰ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ سے۔ اُس نے عرض کی میں فدا فرمایئے۔ آپ نے اس طرح فرمایا کہ وہ حسنہ کہ اُس کا عامل داخل بہشت ہو اور اُسی بھی بہتر جزا پاوے وہ دوستی ہم اہلبیت کی ہے اور وہ بدی کہ جو اُس کو کرے اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے اور کوئی عمل بھی اُس کا قبول نہ ہو وہ دُشمنی ہماری ہے۔

(۵) روایت ہے جابر بن عبداللہ انصاری سے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اے علیؑ اُمت میری اگر روزے رکھے اس قدر کہ لاغری سے مثل چلّہ کمان کے بن جاوے اور نمازیں پڑھیں اس قدر کہ کثرت رکوع وسجود سے مثل کمان خمیدہ ہو جائیں اور تجھکو وہ دشمن رکھتی ہون تو خداوند تعالےٰ اوندھے مُنہ اُن کو جہنم میں ڈال دیگا۔

(۶) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں نمبر ۱۶ پر اسکی تفسیر میں ابن مردویہ سے قول جناب امیرؑ کا نقل کیا ہے قَالَ الْحَسَنَةُ حُبُّنَا وَسَيِّئَةُ بُغْضُنَا۔

(۷) نیز فہرست آیات اخبار امامیہ لکھنؤ میں نمبر ۲۱ پر اس کی تفسیر کی ہے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ہی قول سے سند لی ہے۔

(۸) اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی بھی ہے حُبُّ عَلِيٍّ حَسَنَةٌ لَا يَضُرُّ مَعَهُ سَيِّئَةٌ وَبُغْضُ عَلِيٍّ سَيِّئَةٌ لَا يَنْفَعُهُ مَعَهُ الْحَسَنَةُ محبت علیؑ کی وہ نیکی ہے کہ کوئی بدی اُس کو نقصان نہیں پہونچاتی اور بُغض علی کا ایسی بدی ہے کہ کوئی نیکی اُس کو فایدہ نہیں دیتی۔

(۹) اور یہی آیت سورۂ قصص کے رکوع ۹ میں بہت ہی کم تغیر الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

آیت نمبر ۱۸۱ سورۂ قصص رکوع ۱

وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ۔ اور ہمارا ارادہ ہے احسان کریں ہم اُن پر جو لوگ زمین میں ضعیف و بیچارے ہوگئے ہیں اور کردیں ہم اُن کو پیشوا اور کردیں ہم اُن کو وارث زمین کا۔ بعد اس کے دوسری آیت ہے۔

٢٠/٦١٢

آیت نمبر ۳۱۹ سورۂ قصص رکوع ۱

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (اور کیا ارادہ ہے) اور تمکین دیں ہم اُن کو زمین میں اور دکھادیں ہم فرعون کو اور ہامان کو اور انکے لشکروں کو وہ کچھ جس کا وہ خوف کرتے تھے۔

(۱) یہ دونو آیات بھی مثل آیہ نمبر ۳۱۶ پیشینگوئی جناب صاحب الامر علیہ السلام کی ہے۔

(۲) اور کئی جگہ تبلا دیا گیا ہے کہ کتب سماوی کی بعض عبارت تشبیہ اور استعارہ میں ہوا کرتی ہے جسکو راسخون فی العلم کے سوا دوسرا نہیں جانتا ایسے ہی یہ آیات بھی ایک معاملۂ راز داری ہے مابین خدا کے اور اُس کے رسُول کے ظاہرا تو ذکر ظلم فرعون وہامان اور بیچارگی بنی اسرائیل کا معلوم ہوتا ہے مگر مشبہ بہ اُس کے اہلبیت رسولؐ ہیں جنکو فرعون وہامان اُمت نے ضعیف و بیچارہ کردیا تھا ان کی تمکین فی الارض کی خبر سے رسُول اللہ کو تسکین دینا منظور تھا۔

(۳) چنانچہ فرمایا امام زین العابدین علیہ السلام نے قسم ہے خداے پاک کی کہ نیک آدمی ہم اہلبیتؑ کے اور شیعہ ہمارے بمنزلہ مُوسیٰؑ اور شیعیان موسیٰؑ کے ہیں اور دشمن ہمارے اور پیرو اُن کے بمنزلہ فرعون اور گروہ فرعون کے ہیں دیکھو امام نے مطلب کو آیت کے کیسا صاف کردیا۔

(۴) اور اکثر مفسرین اس کے قائل ہیں چنانچہ تفسیر عمدۃ البیان میں ہے کہ یہ دونو آیہ اگرچہ مُوسیٰؑ اور بنی اسرائیل اور فرعون کے امر میں وارد ہیں مگر مراد اس سے جناب مہدیؑ آخرالزمان علیہ السلام اور اُن کے ساتھی ہیں۔

(۵) اور توریت اور انجیل میں اس قسم کے کنایہ اور اشارات سے مقصود جناب رسالتمآب اور اُنکی اہلبیتؑ ہی معلوم ہوتے ہیں کعب الاحبار اور عبد اللہ بن سلام سے روایات بہت ہیں۔

(۶) جب کبھی جناب سرور کائنات برنج رسانی اُمت سے ملول ہوتے اُس وقت پروردگار انکے جلب کے

رفع ملال کی غرض سے ایسے وعدے اور اخبار یا دیں لاکر رفع ملال کر دیتا تھا تمام مفسرین اس کے قائل ہیں اور جگہ جگہ لکھا ہے کہ فلاں آیت برائے تشفی خاطر رسولؐ اللہ نازل ہوئی ہے پس یہ موقع بھی ایسا ہی ہے۔

(۷) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بخوبی آگاہ ہو چکے تھے کہ میری امت میرے بعد اہلبیتِ رسولؐ کو ایسا بیچارہ اور ضعیف کر دیگی جیسا کہ روایت ہے جناب صادق علیہ السلام سے کہ جناب رسالتمآبؐ نے دیکھا جناب امیر اور حسنین علیہم السلام کی طرف اور بہت روئے اور فرمایا میرے بعد یہ کیسے ضعیف اور بیچارے ہو جائیں گے پس ایسی حالتِ اندوہ میں خداوندِ تعالیٰ نے اگر اپنے حبیب کی خورسندی کیواسطے اہلبیتِ رسالت کے آخری زمانہ کا عروج و تمکین اس پردۂ بنی اسرائیل و فرعون کی تمثال میں بیان کر دیا تو کیا بعید بات ہے بلکہ عین مناسب ہے۔

(۸) اور قول جناب امیر علیہ السلام کا بھی کتاب نہج البلاغہ میں ہے قسم خدا کی یہ دُنیا بعد سرکشی اپنے کی پھر ہماری طرف رجوع کریگی مثل اس سرکش اونٹنی کے جو مہربان ہو اپنے فرزند پر اور زمانہ مہدئ اس کا مصداق ہے پھر آپنے یہ آیت تلاوت فرمائی وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ الآخر۔

(۹) اور اسی کے مطابق قول جناب سید الساجدین علیہ السلام کا ہے کہ یہ آیت ہمارے مقدمہ میں جاری ہے تا قیامت (۱۰) اور امام محمد باقر علیہ السلام نے اکیبار حضرت صادق علیہ السلام کی طرف دیکھ کر یہی فرمایا واللہ یہ اُن لوگوں میں ہے جس کے حق میں خداوندِ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ الآخر مطلب یہ کہ جناب صاحب الامر علیہ السلام ان کی اولاد سے ہوں گے۔

(۱۱) اور تہذیب الکمال میں روایت ہے کہ جس وقت جناب صاحب الامر علیہ السلام تولد ہوئے تو آپ نے تمام و کمال یہ آیات تلاوت فرمائیں وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ الآخر۔

(۱۲) اور اس وعدے کا ذکر تو آیت نمبر ۵۴ سورۂ نور میں بخوبی ہو چکا ہے یعنی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ کی تفسیر میں ثابت ہو گیا ہے یہ لوگ ایمان والے اور عمل صالح کرنے والے اہل بیتِ رسولؐ ہیں۔

(۱۳) اور واقعات بینہ ہیں کہ جن کو زمین میں ضعیف کر دیا تھا اہلبیتِ رسولؐ ہی تو ہیں انہیں کو اس آیت زیرِ بحث میں فرمایا الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ اور آیت وَعَدَ اللّٰهُ میں بھی لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

فی الارض۔ تاکہ خلیفہ کریں ہم اُن کو زمین میں اور آیاتِ زیرِ بحث میں ہے وَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّنَجْعَلَھُمُ الْوَارِثِیْنَ۔ اور کریں ہم اُن کو امام اور کردیں ہم اُن کو وارث زمین کا کیا فرق ہے امام اور خلیفہ اور وارث زمین میں بالکل ایک بات ہے۔ نیز آیۂ سابقہ میں ہے وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی۔ اور تاکہ تمکینِ دینِ ہو پسندیدہ طور پر اُن کے لئے اور آیت موجودہ میں ہے وَنُمَکِّنَ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ اور تمکین دیں ہم اُن کو زمین میں کچھ بھی فرق نہیں وہی مطلب ہے وہی الفاظ کا ٹوٹ پھوٹ ہے۔

آیۂ سابقہ کا مضمون ہے وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا اور بدل دیں گے ہم اُن کے تمام خوف کو امن کے ساتھ اس تمام مضمون کو آیت موجودہ کے ایک لفظ مَنّ میں ادا کردیا کہ احسان کریں ہم یعنی خوف کو امن سے بدلنا یہ بڑا احسان ہے یوں فرمایا کہ ہمارا ارادہ احسان کرنے کا ہے۔

اور آیت نمبر ۲۹۴ سابقہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ میں جو فرمایا ہے خدا نے وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یعنی اُن کے خوف کو ہم امن کے ساتھ بدل دیں گے پس دیکھنا چاہیئے کہ خوف کس کو ہوا کرتا ہے زبردست اور ظالم کو تو خوف ہوتا نہیں بلکہ مظلوم اور ضعیف کو خوف ہوتا ہے اس کا پتہ اس آیت زیرِ بحث میں ہے یعنی جن کو خوف تھا یہاں آیت میں اُن کو دکھلا دیا عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا وہ لوگ جو ضعیف ہو گئے تھے زمین میں ہائے ہائے کیسے ضعیف ہوئے زمین میں جن کی لاشوں کو دفن کے لئے زمین نہ ملتی تھی۔

اب ناظرین خبیر وبصیر پر روشن ہوگا کہ دونو آیت کا مفہوم اور مقصود ایک ہی ہے اور موعودلہ بھی ایک قوم مظلوم مومنین وصالحین ہیں۔

(۴) اب فقرہ نَجْعَلَھُمُ الْوَارِثِیْنَ کا مقابلہ باقی ہے اور آیت نمبر ۲۵۳ سورۂ انبیاء پر نظر ڈالنے سے اس کی بھی ماہیت کھلجاتی ہے وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔ اور لکھدیا ہم نے کتابوں میں بعد ذکر کہ زمین کے وارث صالحین بندے ہوں گے یہ جن صالحین کو وارث زمین لکھدیا ہے اُنہیں سے تو نمبر ۲۹۴ میں فرمایا وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور آیت نمبر ۲۹۴ کو مطابقت ہوگئی آیت موجودہ سے جس میں فرمایا وَنَجْعَلَھُمُ الْوَارِثِیْنَ۔ اب تو کوئی شک نہیں رہا وارث زمین ہونے میں آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے۔

(۵۱) دوسری توجیہ اس آیت نمبر ۲۵۳ میں یہ ممکن ہے کہ ذکر نام جناب پیغمبر خدا کا ہے تو بعد ذکر سے مراد بعد رسولؐ ہوئے اور بعد رسولؐ وہی اُن کے جانشین دوازدہم وارثِ زمین قرار پائے۔

(۱۶) فقرہ نمبر ۵ کو ہم چھوڑ آئے ہیں اس مقام پر کہ فرعون و ہامان تو گذر گئے اور دیکھ بھی گئے اپنی عمل کی سزا غرق ہوگئے ہاں اس اُمت کے فرعون و ہامان کو وہ چیز دکھانی ضرور باقی ہے جس کا ان کو خطرہ لگا ہوا تھا کہ کہیں بنی ہاشم یا ذریتِ رسولؐ نہ قوت پا جائیں زمین پر اور اسی خیال سے وہ درپے تخریبِ آلِ رسولؐ رہتے تھے اور کوئی امر ذریتِ رسولؐ کو مٹانے میں فروگذاشت نہیں کیا اور آخر کو ان کی تجویزات کا نتیجہ تو یزید ملعون کے ہاتھ سے ظاہر ہو گیا۔ کہ اپنے گمان میں آلِ رسولؐ کا نام ہی مٹا دیا تھا۔

(۱۷) ایک خط عمر خطاب کے ہاتھ کا بنام معاویہ اسی خیالات سے بھرا ہوا تاریخ بلادری میں نقل ہے عرصہ ہم سال کا گذرا کہ اخبار اثنا عشری دہلی میں بھی چھپا تھا اُس میں صاف لکھا ہے کہ اے معاویہ خبردار ان لوگوں کو یعنی اقربائے رسولؐ کو جہاں تک تیرا دسترس ہو ضعیف اور کمزور اور مجبور کر دیجو غالباً وہی خط تھا جو یزیدؔ نے دکھلایا تھا ابن عمر کو جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ابن عمر نے کچھ ملامت کی تھی یزیدؔ کو اور ابن عمر اپنے باپ کے اس خط کو ملاحظہ کر کے خاموش ہو گئے یہ امر تھا جس کو خداوندِ تعالےٰ فرماتا ہے جس کا اُن کو یعنی فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر کو خوف لگا ہوا تھا کہ قوت نہ پکڑیں آلِ رسولؐ اب آلِ رسولؐ سے اُن کی ۱۲ ویں فرزند کے وقت میں ایسی قوت ہوگئی انشاءاللہ کہ دیکھیں گے وہ جس کا کہ اُن کو خوف لگا ہوا تھا۔

(۱۸) رہا یہ وہم کہ آخر وہ فرعونِ اُمت بھی تو مر چکے اب کس طرح دیکھیں گے اس کا ثبوت تو مذہب حقہ کے اخبارات زمانۂ رجعت سے خوب ہوتا ہے کہ ایسا زمانہ ہوگا کہ دشمنانِ آل رسولؐ اور ظالمانِ اولادِ بتولؑ پھر زندہ ہوں گے اور جناب صاحب الامر علیہ السلام کے عہد میں اپنے کیفر کردار کی سزا پائیں گے اور بہت سی آیاتِ قرآن اس راز کے افشائی کی کنجی موجود ہیں جس میں زمانۂ رجعت کا ثبوت کافی موجود ہے جیسے آیت نمبر ۱۹۸ سورۂ نحل وَاَقسَمُوا بِاللّٰہ اور آیت نمبر ۲۵۹ سورۂ حج الذینَ مکنّاہم اور آیت نمبر ۲۹۴ سورۂ نور وَعَدَ اللّٰہُ الذینَ آمنوا نمبر ۳۱۶ سورۂ نحل وَاِذا وقع القول سے پتہ چلتا ہے اسی طرح آیت زیرِ بحث ۳۱۸ و ۳۱۹ کا حال ہے بلکہ سورۂ المومن رکوع ۲ میں تو

اور بھی صاف طور سے ذکر ہے جو قالو ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین کی تفسیر میں بھی معلوم ہوگا۔

آیت نمبر ۳۲ سورۂ قصص رکوع ۶

اولٰئک یؤتون اجرھم مرّتین بما صبروا ویدرءون بالحسنۃ السیّئۃ وممّا رزقنٰھم ینفقون۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دیا جاوے اجر اُن کا دوچند بہ سبب اُن کے صبر کے اور رفع کرتے ہیں بدی کو ساتھ نیکی کے اور خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے نفقہ کرتے ہیں۔

(۱) بہ سبب ماقبل ان لوگوں کے ذکر کے جو توریت انجیل کے عالم صفات رسولؐ سے واقف ہو کر ایمان لائے ہیں اس آیت کو بھی مفسرین ان ہی کے حق میں خیال کرتے ہیں مگر صفات مذکورہ آیت اس کثرت سے اہلبیتِ رسولؐ کے حق میں وارد ہو چکی ہیں کہ ہرگز موصوفین مقررہ کو چھوڑ کر خیال جدید پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔

(۲) ان صفات کا تکرار تو صدہا مرتبہ اہلبیتِ رسولؐ کے حق میں ہو چکا یہ صفات اُمت بھر میں خاص ان سے ہی متعلق ہو چکی ہیں جیسے ان کو دوچند اجر ملتا ہے۔ آیت نمبر ۱۰۸ میں ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا جو نیکی لے کر آیا اُس کے لئے دس گنا اُس کی مثل ہے۔

(۳) جیسے یہ بدلا اُس کا ہے جو صبر کیا تھا تم نے آیت نمبر ۲۷ سورۂ رعد میں ہے کلام فرشتوں کا سلامٌ علیکم بما صبرتم۔

(۴) اور سورۂ دہر میں ہے جزاھم بما صبروا جنّۃً وّحریرًا خاص بما صبروا وہی الفاظ ہیں جو آیت میں ہیں اور سورۂ دہر متفق علیہ شان میں اہلبیت علیہم السلام کی نازل ہوا ہے۔

(۵) اور آیت نمبر ۲۱ سورۂ رعد والذین صبروا ابتغاء وجہ ربّھم واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا ممّا رزقنٰھم سرًّا وّعلانیۃً وّیدرءون بالحسنۃ السّیّئۃ اولٰئک لھم عقبی الدار۔ اور جو لوگ صبر کرتے ہیں واسطے رضامندی خدا کے اور قائم کرتے ہیں نماز کو اور خرچ کرتے ہیں اُس میں سے جو روزی دی ہے ہم نے اُن کو پوشیدہ اور ظاہر اور دفع کرتے ہیں نیکی کے ساتھ بدی کو یہ لوگ وہی ہیں جن کے لئے گھر عاقبت کا ہے۔ دیکھئے اس آیہ مبارکہ میں صبر کرنا اور نیکی کے ساتھ بدی کو دفع کرنا اور نفقہ کرنا تینوں صفات مذکورہ آیت زیر بحث اس

آیت ثابت شدہ ہیں بحق اہلبیتؑ مذکور ہو چکی۔

(۶) اور قرآن مترجم مطبع یوسفی دہلی کے حاشیہ پر مطابق تفسیر عمدۃ البیان جلد دوم کے صفحہ ۱۴۱ ہ اس آیت کو بحق جناب ابو طالب لکھا ہے مضمون یہ ہے کہ اجماع اہلبیت ہے کہ ابو طالب مسلمان تھے اور مسلمان مرے (۷) اور جامع الاصول جو جامع ستہ ہے اُس میں ہے کہ وَاھلبیتِ یَقُوْلُوْنَ اَنَّ اَبا طالب کَانَ مُسْلِمًا وَمَاتَ مُسْلِمًا اور ہم کو پیروی اہلبیتؑ کی کفایت کرتی ہے اور عبدالحق دہلوی نے بھی اسلامِ ابو طالب اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور وہ شعر اُن کے جو دلالت کرتے ہیں اسلام پر لکھے ہیں۔

(۸) اور قول امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہے کہ اسلامِ ابو طالب مثل اسلام اصحابِ کہف کے تھا پوشیدہ کرتے ایمان کو ظاہر کرتے کفر کو اِسی بنا پر خداوندِ تعالےٰ نے اُن کے لئے اجر دو چند مقرر کیا اور یہ دونو فعل مقبولِ خدا اسی غرض سے تھے کہ ابو طالب نصرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر قادر تھے اِس پردہ میں پس دو مرتبہ اَجرِ بلاءِ رسولؐ کی حفاظت کا۔

(۹) اور بشارۃِ مصطفیٰ میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام صحن مسجدِ کوفہ میں رونق افروز تھے۔ اور اصحاب گرد جمع تھے کہا ایک مرد نے کہ اے امیر المومنینؑ آپ تو اس مرتبہ کے ساتھ فائز ہیں اور باپ تمہارے عذاب دوزخ میں ہیں فرمایا حضرتؑ نے خاموش خدا تیرا منہ توڑے قسم خدا کی اگر باپ میرا تمام روئے زمین کے باشندوں کی شفاعت کرے تو خداوندِ تعالیٰ قبول کرے اُسے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ باپ تو عذاب میں ہو اور بیٹا قسیم نار و جنۃ ہو۔

اور پھر فرمایا قسم ہے اُس کی جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو برحق مبعوث کیا ہے کہ نور ابو طالب کا بجھا دے گا تمام مخلوقات کے نوروں کو مگر پانچ نور کہ ہم اہلبیت پنجتن کے ہیں۔ یہ مرتبہ ہے ابو طالب کا پیش خداوند تعالےٰ کہ بعد پنجتن کے چھٹا نور اُن کے نور سے زیادہ نہیں ہے۔

(۱۰) اور نقشِ نگین حضرت ابو طالب یہ تھا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِابْنِ اَخِی نَبِیًّا وَابْنِی عَلِیٍّ وَصِیًّا جو عین کلمہ طیبہ کا ترجمہ ہے پس بموجب ہمارے دعوے کے مصداق آیت اہلبیتؑ قرار پائے یا مورثِ اعلیٰ اہل بیتؑ ایک ہی بات ہے ٭ ٭ ٭

آیت نمبر ۲۱ ۳ سورۂ قصص رکوع ۷

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ - کیا وہ شخص جس کو وعدہ دیا ہم نے وعدہ نیک پس وہ پانے والا اُس وعدہ کا ہے مثل اُس شخص کے ہو جائے گا جس کو متمتع کر دیا ہے ہم نے زندگانی دُنیا میں پھر قیامت کے روز یہ حاضر ہونے والا ہے واسطے حساب کے۔

(۱) اس آیت میں تقابل کیا ہے نیک اور بد کا استفہام انکاری کے قاعدے سے فرمایا ہے کہ یہ نیک شخص کیا مثل اُس بد آدمی کے ہو جائے گا گویا نہیں برابر ہو سکتا یہ بہشتی اور دوزخی میں خدا ضرور بڑا فرق ہے نور اور نار میں۔

(۲) یہ بھی ایک طریقہ قرآن میں خدا نے ایسا جاری رکھا ہے کہ فاضل اور مفضول کی شناخت سب کو ہو جائے اور جا بجا اُس میں فضیلت جناب امیر علیہ السلام کی ثابت ہوتی چلی آئی ہے جیسے آیت نمبر ۳۱۳ سورۂ توبہ میں اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ کی تفسیر میں تمام مفسّرین نے لکھا ہے کہ عباس اور ابن شیبہ نے فخر اپنا علیؑ کے روبرو ظاہر کیا تھا اُس پر خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ حجاج کا پانی پلانے والا اور مسجد حرام کا نگہبان برابر ہو جائے گا اُس شخص کی جو ایمان لایا خدا اور یوم آخرۃ پر اور جہاد کرتا ہے راہ خدا ہے جناب امیر علیہ السلام کی تعریف خدا نے خود فرمائی تھی۔

(۳) یہی آیت نمبر ۱۵ سورۂ یونس میں اَفَمَنْ يَّهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ یعنی حق کی طرف ہدایت یافتہ کیا برابر ہو جائے گا اُس جاہل کے جس کو خود ضرورت ہے ہدایت کی۔ اس کی تفسیر میں ثابت ہو چکا کہ علیؑ تو ایسے ہادی ہیں کہ خدا اُن کی شان میں فرماتا ہے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اور دیگر خلفاء ایسے تھے کہ اقرار کرتے تھے لولا علیٌ لہلک عمر۔ پس ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔

(۴) اور آیت نمبر ۲۰۱ سے هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ اس کی تفسیر بھی مثل آیت بالا ہے کہ ایک تو گونگا ہے اور دوسرا حکم کرنے والا عدل کا ہے کیونکر برابر ہو جائیں گے۔ دونو ادر حاکم عادل امام برحق جناب امیرؑ ہیں جسکے مقابل اور لوگ مثل گونگے کے ہیں۔

(۵) اور آیت نمبر ۴۱ سورہ اعراف میں وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ کی تفسیر میں صاف لکھا ہے

کہ یہ لوگ علیؑ اور حمزہؓ اور جعفرؓ ہیں کہ لوگوں کو پہچان لیں گے اُن کی پیشانی سے اور جن سے وہ کہیں گے کہ تم کو تمہاری جمع اور تکبر نے کچھ فایدہ نہ دیا وہ ابوجہل اور ولید بن مغیرہ لوگ ہوں گے۔

(۶) اور ایسا ہی سورۂ سجدہ میں ہے۔ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا کیا جو مومن ہے۔ وہ فاسق کی برابر ہو جائے گا وہاں مفسّرین نے بھی مومن جناب امیر علیہ السلام کو اور فاسق ولید بن عقبہ کو لکھا ہے غرض ہر مقابلہ کی جگہ فاضل جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۷) اور تفسیر عمدہ البیان کے صفحہ ۳۴۵ پر اس آیت کی تفسیر میں صاف لکھا ہے کہ افمن وعدنا کیا وہ شخص جسے وعدہ ہمارا نیک ہے۔ مثل رسولؐ خدا یا امیرؑ المومنین یا حمزہؓ یا عمارؓ کے ہے۔ اور اسی طرح کمن متعنا کے مصداق ابوجہل اور ولید کو لکھا ہے۔

(۸) اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں نمبر ۷۲ پر اس آیت کی تفسیر لکھی ہے مجاہد سے روایت ہے قال نزلت ھذا آیت فی علیؑ و حمزہ رضی اللہ عنہ اخرجہ محب طبری فی ریاض نضرہ۔ (۹) اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ مفسّران سنّی و شیعہ اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت علیؑ و حمزہ رضؓ کی شان میں ہے ٭٭٭

آیت نمبر ۳۲۲ سورۂ قصص رکوع ۷

مر ۶۲۷/۲۰ صفحہ ۲۱۰

وربک یخلق ما یشاء و یختار۔ اے رب تیرا جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اختیار کرتا ہے۔

(۱) اس آیت میں دونو فعل تخلیق و اختیار یکساں تابع ما یشاء کے ہیں یعنی جیسا پیدا کرنا کسی کا اپنی ذات کے متعلق رکھتا ہے ایسا ہی اختیار کرنا کسی منصب کے واسطے یہ بھی اپنی ذات سے متعلق کیا ہے کسی دوسرے کی رائے کو اس میں دخل نہیں۔

(۲) تفسیر عمدۃ البیان میں شان نزول اس آیت کا یہ ہی لکھا ہے کہ اشراف قریش اپنے زعم و تکبر میں کہتے تھے کہ خدا نے محمدؐ کو کیوں منصب نبوت پر فائز کیا اور طایف میں بڑے بڑے مرتبہ کے لوگ موجود تھے پس منصب عالی کے لائق تو ان میں سے کوئی ہوتا اس پر خداوند تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی یخلق ما یشاء و یختار سے ان لوگوں کو جواب دیا کہ یہ دونو کام خدا کے

اختیار میں ہیں تمہاری عقل کو اس میں دخل نہیں جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے منصبِ عالی کے واسطے اختیار کرتا ہے۔

(۳) مکرر ایسا ہی دوسری جگہ خدا فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ وَیَخْتَارُ اللہ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے اور اختیار کر لیتا ہے منصبِ عالی کے لئے اُس کو جس کو اپنی رحمت میں خاص الخاص کر لیتا ہے۔

(۴) اور منصبِ عالی خدا کی طرف سے ہدایت خلق ہے جس کے واسطے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث کر کے بھیجے اور پیغمبروں نے کیسے کیسے مصائب اُٹھائے صرف ہدایت کی غرض سے اور اسی منصبِ عالی کے واسطے بندوں کی رائے پر انتخاب مقرر نہیں کیا بلکہ اپنی رائے پر منحصر رکھا۔

(۵) اس واسطے کہ آدمی اپنے جیسے آدمی کا مافی الضمیر نہیں پہچان سکتا اور خدا کی تو سب مخلوق ہے اُس نے جب بنایا تو اپنی بنائی ہوئی شے کے مافی الضمیر سے بھی خوب آگاہ ہے کہ یہ اس منصب کی قابلیت رکھتا ہے یا نہیں پس جس کو اس کی قابل پایا اُس کو رحمت اپنی سے خاص کر لیا اور رحمت سے خاص کرنے کا یہ ہی نتیجہ دیا کہ اُس کو منصبِ عالی ہدایتِ خلق پر مامور کر دیا۔

(۶) جبھی تو فرماتا ہے آیت نمبر ۱۲۰ سورۂ انعام میں اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ اللہ خوب جانتا ہے جس جگہ اپنی رسالت کو مقرر کرتا ہے اور رسالت کے معنی پہونچانا نبیوں اور پیغمبروں کا کام احکام خدا کا پہونچانا ہے اس واسطے مرسل مشہور ہے اور احکام خدا وہی ہیں جس کو ہم اوپر ہدایت خلق لکھتے چلے آئے ہیں یہ کام ہدایت خلق یا رسالت پیغمبران مرسل نے خود بھی کیا اور بعد اپنے اپنے وصی اور جانشینوں کو اس کام پر مقرر کر گئے۔ وہ انجام دیتے رہے۔

(۷) اور پیغمبران مرسل تو چند گزرے مگر اُن کے وصی نایب اُن کے کام کو پشت در پشت ادا کرتے رہے چنانچہ آدمؑ کے بعد نوحؑ تک اور نوحؑ کے بعد ابراہیمؑ تک اور ابراہیمؑ کے بعد موسیٰؑ تک اور موسیٰؑ کے بعد عیسیٰؑ تک اور عیسیٰؑ کے بعد جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ تک اور اُس جناب کے بعد قیامت تک کام رسالت کا ان پیغمبروں کے نائب اور وصی جانشینوں ہی کے متعلق رہا۔

(۸) اور جب کام رسالت کا زیادہ حصہ وصی اور جانشینوں کی عرق ریزی ہی سے انجام پایا گیا تو اس منصبِ عالی میں یہ لوگ برابر کے شریک ہیں اور حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ میں اس طرح داخل ہیں جس طرح

مُرسلین۔ اور یختصو ابرحمتہ کے برابر کے حصّہ دار ہیں پس ما یشاء یختار کے بھی مصداق یہی ہیں اُسی طرح جس طرح پیغمبر لوگ۔

(۹) جبھی تو تفسیر عمدۃ البیان اور حاشیۂ قرآن مترجم طبع مطبع یوسفی دہلی میں اس طرح شرح کی ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کا قول یہ ہے کہ جس طرح پیغمبری تجویز کرنا انسانون کا اختیار نہیں ہے۔ اُسی طرح نصب امام بھی انسانی اختیارات سے باہر ہے جس کو چاہے اختیار کرتا ہے۔

(۱۰) کیونکہ خدا اصاف فرما چکا بموجب فقرہ ۴ کے خدا جس کو اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے اُس کو اختیار کر لیتا ہے اس منصبِ جلیل پر پس انسان کیونکر معلوم کر سکتے ہیں کہ خدا نے اُس کو اپنی رحمت میں خاص کر لیا ہے یا نہیں پھر بدون اس شرطِ رحمت کے اگر کسی کو اختیار کر لیا۔ تو خدا کو جھٹلایا اور خلافِ منشاء خدا کیا پس مخالفتِ خدا کا انجام جہنم ہے۔

(۱۱) پس ان دلائل مذکورہ سے ثابت ہوگیا کہ رسولؐ آخر زمان سے تا قیامت اس کام ہدایتِ خلق یا رسالت پر جتنے جانشین اور نایب رسولؐ کے ہوئے خدا کے اختیار کئے ہوئے ہیں مگر نقب اُن کا امام ہے جو افضل ہے نبوت سے قصۂ ابراہیمؑ شاہد ہے اور امام اول علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور امام آخر جناب صاحب زمان علیہ السلام قرب قیامت تک یہ ثابت کر دیا اس آیت یختار ما یشاء نے۔

(۱۲) اور علمی ثبوت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے دکھلا دیا کہ رسالت آیات براۃ کے لئے صاف حکم خدا آیا اے رسولؐ تم خود جاؤ یا مثل اپنے کو بھیجو۔

(۱۳) اور یختار کی کیفیت کو خوب کھول دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے جب فرمایا اپنی دختر نیک اختر فاطمہ زہرا سے کہ خدا نے نظر کی زمین کے رہنے والون پر اور اختیار کیا اُن میں سے تیرے باپ کو نبوت کے واسطے اور پھر دوبارہ نظر کی اہل زمین کی طرف اور اختیار کیا اُن میں سے تیرے شوہر کو وصی میرا کیا اور نکاح تیرا اُن سے میں نے کر دیا۔ دیکھو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام صفحہ ۴۹۴ یہ ہیں اختیار کردہ خدا اور یہ ہیں رحمتِ خدا سے خاص کئے گئے۔ کیونکہ اس حدیث میں یہ لفظ فرمائے ہیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت زہرا صلوات اللہ علیہا سے آیا تم نہیں جانتے کہ خداوند تعالےٰ نے خاص تمہارے لیئے کیا مہربانی کی ہے حدیث طویل ہے چھوڑ دی گئی ثبوت کے واسطے اتنا ہی کافی ہے ۔۔۔

آیت نمبر ۲۳ سورۂ قصص رکوع ۹

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ یہ خانۂ آخرۃ ہم نے مقرر کر دیا ہے اُن لوگون کے واسطے جو نہیں چاہتے برتری اپنی زمین میں اور نہ فساد چاہتے ہیں اور عاقبت تو واسطے متقین لوگون کے ہے۔

(۱) اس آیت میں خدا نے مخصوص کر دیا ہے دارِ آخرۃ کو ساتھ موصوفین کے بد وصفات مذکورہ آیت ہذا

(۲) اور صفات ایک تو عاجزی کی صفت ہے اور دوسری رفع فساد و دافع شر اور یہی صفات متقین کے ہوتے ہیں اور متقین تمام قرآن میں ثابت ہو چکے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام ہیں اور آپ کی ذریت اور پیرو آپ کے آیت نمبر ۲ سورۂ بقر میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور عمل آپ کا اس آیت پر اس قدر تھا کہ لکھا ہے کوفہ کے بازار دن میں ردبرد بقال وغیرہ لوگون کے آپ قرآن کھولتے اور اس آیت کی تلاوۃ فرماتے تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ الخ۔

(۳) اور آپ کی عاجزی انکسار اور ترک برتری کو اگر دیکھنا منظور ہو تو واقعات پر نظر ڈالو کہ ایک مالک ملک کسرا و قیصر گدا گر دن میں بیٹھا ہوا کہے اِنِّي مِسْكِينٌ جَالِسٌ فِي مَسَاكِينَ۔

(۴) اور با وجود خیر البشر ہونے کے حسب الارشاد پیغمبر اور پھر یہ اقرار فرمانا اَنَا عَبْدٌ مِنْ عُبَيْدِ مُحَمَّدٍ

(۵) اور اس پر گواہی قرآن کی کچھ کم ثبوت ان کی عاجزی کا نہیں آیت نمبر ۲۹ سورۂ فرقان وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ ہونا۔ اور بندے اللہ کے وہ لوگ ہیں کہ زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔ اور یہی نشان آیت زیر بحث میں ہے لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ

(۶) اب فساد سے پرہیز کرنا نہیں نفوس کا متحقق ہے جو بُری سے بُری حالت دیکھکر اس قدر صبر کریں کہ اُس بدی کے عوض میں نیکی سے پیش آویں پھر خود فساد رفع ہو جائے گا۔ اور اسی حالت اور صفت میں جناب امیر علیہ السلام اور باقی اہلبیتِ رسالت ایسی کامل ہیں کہ متواتر آیاتِ قرآن ان کی ثنا خوانی سے بھرے ہوئے ہیں۔

(۷) جیسے کہ ابھی اوپر آیت نمبر ۲۲ سورۂ قصص میں انہی کی تعریف ہے اُولٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ

یہ لوگ وہ ہیں جن کو دوگنا ثواب دیا جائے گا۔ اُن کے صبر کرنے پر اور وہ رفع کردیتے ہیں بدی کو ساتھ نیکی کے اور ہمارے عطیہ میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(۸) دوسری جگہ سورۂ رعد میں آیت نمبر ۱۷ا میں بھی اس کے موافق فرمایا خدا نے وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ عُقْبَى الدَّارِ اور خرچ کرتے ہیں جو کچھ ہم نے دیا ہے ظاہر اور پوشیدہ اور بدل دیتے ہیں بُرائی کو نیکی سے۔

(۹) اب برائی کے بدلے نیکی کرنا یا نیکی سے بُرائی کو بدل دینا یا رفع فساد کرنا جناب امیر علیہ السلام اور ان کی ذریت کا تو آیاتِ مذکورہ میں ثابت ہوا۔ اب ذرا اولٰئک عقبیٰ دار۔ یعنی انہی لوگوں کے لئے عاقبت کا گھر ہے غور طلب ہے۔ نیز دوسری جگہ فرمایا فنعم عقبیٰ دار یعنی کیا اچھا گھر عافیت کا ہے اُن کے لئے۔ ایک دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتِ نَعِيمٍ۔ متقی نعمت والے بہشتوں میں ہیں ایسا ہی آیت زیرِ بحث میں ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ اور جناب امیرؑ تو امام المتقین ہیں ٭

آیت نمبر ۸۴ سورہ قصص رکوع ۹

۲۰ / ۹۱۴۳ ؏ ۲۲۱

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّا آخر

جو کوئی نیکی کے ساتھ آوے پس اُس کے لئے بہتر ہے اور جو کوئی بُرائی لے کر آوے پس اُس کے لئے اُسی برابر بدلا ہے۔

(۱) اس آیت کی تفسیر اوپر آیت نمبر ۷۱ سورۂ نمل میں ہو گذری ہے جو بالکل اس آیت کے ہم معنی و ہم مضمون ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح اور مشرح ہے۔

(۲) اور وہاں ثابت کردیا ہے کہ یہ حسنہ جس کا ذکر ہے محبت اور دوستی اور اقرارِ خلافت جناب امیرؑ ہے اور یہ سئیہ برخلاف اس کے ہے۔

(۳) اور سند میں اس کے آیت نمبر ۱۰۸ سورۂ انعام (۴) اور قول جناب امیر علیہ السلام (۵) اور روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام (۶) اور روایت جابر بن عبد اللہ انصاری۔ (۷) نمبر ۱۶ فہرست سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام (۸) نمبر ۲۱ فہرست اخبار امامیہ (۹) اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ پیش کیگئی ہیں۔

۶۰/۶۳۱

آیت نمبر ۳۲۵ سورۂ قصص رکوع ۹

کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ - ہر چیز ہلاک اور فنا ہونے والی ہے مگر ذات اُس کی

(۱) کتاب عمدۃ البیان میں ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ تمام عمل باطل ہیں مگر وہ عمل جو بوجہ اللہ اور قربۃً الی اللہ ہو اُس کا اجر باقی ہے۔

(۲) کلام عرب میں وجہ سے ذات مراد لینا بہت مستعمل ہے اور عین محاورہ ہے۔

(۳) اور فرمایا حضرت صادق علیہ السلام نے کہ اس کی بابت ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر جس نے کہ اختیار کیا دینِ حق کو اور دین کیا ہے بموجب نص قرآنی اطیعوا اللّٰہ وَاطیعوا الرَّسُوْلَ وَاُولی الامر منکم۔

(۴) اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ جو کوئی بجا لاوے اُس چیز کو کہ حکم کیا گیا ہے اُس کے بجا لانے میں یعنی طاعتِ محمدؐ اور آئمہ علیہم السلام کے بعد رسول اللہ کے پس وہ وجہ ہے کہ ہلاک نہیں ہوتے۔

(۵) کیونکہ ہر مطیع خدا و رسولؐ متوجہ ہے طرف خدا کے پس وہ باقی رہنے والا ہے ہمیشہ کے بہشتوں میں

(۶) نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اصل وجہ نجات اور باعث حیاتِ ابدی پیروی خدا اور رسول و اہلبیتِ رسول و ہے (۷) اسی فرمانبرداری اپنی کی توجہ کو اپنی ذات کی طرف منسوب کر کے اس کو بقا کی خبر دی ہے (۸) اور علاوہ اس کے کل مخالفت کرنے والوں کو اپنی طرف توجہ سے غافل دیکھ کر ہلاک ہونے والوں میں شامل کر دیا۔

(۹) اسی کے مطابق تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ ہے کہ میری اُمت کے ۷۳ فرقہ ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ ناجی اور جنتی ہو گا باقی کل فی النار ہوں گے یہ ہے مطلب اس کا ؛

۶۰/۶۳۲

آیت نمبر ۳۲۶ سورۂ عنکبوت رکوع ۱

اَلٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ کیا گمان کرتے ہیں آدمی کہ چھوڑ دیئے جائیں گے صرف اتنا کہنے پر کہ ایمان لائے ہم اور آزمائے نہ جائیں گے۔

(۱) وہ ظاہر ہے ایمان لانے والوں کی طرف یہ خطاب ہے کہ یہ گمان اُن کا غلط ہے کہ ظاہر اقرارِ ایمان پر وہ چھوڑ دیئے جائیں اور اُن کی آزمایش نہ ہو۔

(۲) اسلام میں ایک بڑے گروہ کا یہی حال تھا کہ دعوی اسلام کرتے تھے مگر مومن نہ تھے بلکہ دوسری جگہ قرآن میں بھی اِن لوگوں سے فرمایا ہے لَا تَقُولُوا آمَنَّا بَلْ قُولُوا اَسْلَمْنَا۔ تم لوگ یہ دعویٰ نکرو کہ ہم ایمان لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم اِسلام لائے ہیں۔

(۳) اس جگہ تو ان کے ایمان کی نفی کردی مگر آیت موجودہ میں فرماتا ہے کہ بدون آزمایش تمہارا دعویٔ ایمان پس تمہاری زبان سے ہے اور قابلِ اعتبار نہیں بلکہ بعد آزمایش حقیقت کھُل جائیگی۔ چنانچہ اسی کے متعلق دوسری آیت ہے جس سے پوری پوری روشنی پڑتی ہے ضرورتِ آزمایش ایمان اِس گروہ ظاہر پرستوں پر ٭٭٭

آیت نمبر ۳۲۷ سورۂ عنکبوت رکوع ۱

(۳۲۷)

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِینَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِینَ صَدَقُوا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکَاذِبِینَ ۝

بے شک آزمایا تھا ہم نے اُن گمان کرنے والوں سے پہلے لوگوں کو پس ظاہر ہوگئے اُن میں سے سچے بھی اور جھوٹے بھی اِسی طرح ہم تم کو بھی آزمائیں گے اے اپنے منہ سے ایمان کا دعویٰ کرنے والو اور اس پر بھروسہ کرلیا کہ زیادہ باز پرس نہ ہوگی کہ ہم تو سب ایماندار مشہور ہوگئے۔

(۴) اب اس حدیثِ رسوؐل پر نظر کرنی چاہیئے جو آپ نے فرمایا تھا جو جو کچھ اُمتِ سابقہ میں ہوا ہے اُسی کے مطابق میری اُمت میں بھی ضرور ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ سوراخ سوسمار میں داخل ہوئے ہوں گے تو یہ بھی اُسی طرح داخل ہوں گے! اور اس مطابقت پر آزمایش اُمت موسیٰ کی یاد کرنی چاہیئے کہ صرف چالیس روز کی غیبتِ پیغمبر میں ۷۰ ہزار مسلمان جو دعوی ایمان رکھتے تھے۔ خلیفہ برحق حضرت ہارونؑ سے منحرف ہوکر گوسالہ پرستی کرنے لگے جس کی خبر سورۂ طٰہٰ رکوع ۵ میں زبانی ہارون علیہ السلام بیان کی ہے یَا قَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ۔

(۵) اگرہاں تھوڑے سے سچے ایماندار ہمراہ حضرت ہارونؑ کے خدا و رسولؐ کے ارشاد پر قائم رہے جن دو نو گروہ کی کیفیت خداوند تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ سچے بھی معلوم ہوگئے ہمراہی ہارونؑ اور

جھوٹے بھی ظاہر ہوگئے گوسالہ پرستی کرنے والے۔

(۶) اب پورا پورا تقابل ایک اس اُمتِ آخری کا اُمتِ سابقہ سے ظاہر ہے کہ اُن کی طرح آزمائش کے میدان میں گروہِ اعظم دعویدار ایمان جو بیعتِ خم غدیر رسول کے ہاتھ پر کر چکے تھے غیبت رسول میں خلیفۂ برحق رسول اللہ سے منحرف ہوگئے۔ جو بدرجۂ اَقل ۷۰ ہزار بتلائے گئے ہیں۔ ہاں چند نفوس اخیار سچے ایمان دار اپنی بیعت پر قائم رہے باقی تمام ٹڈی دَل نکث بیعت کرکے اس امتحان میں جھوٹا ثابت ہوا۔

(۷) یہ تھا امتحان اس اُمت کا جس کو خدا فرماتا ہے کہ کیا گمان کرتے ہیں کہ چھوڑ دیئے جائیں گے اس کہنے پر کہ ہم ایمان دار ہیں اور امتحان نہ لیا جائیگا بلکہ امتحان ہوا۔ اور ظاہر ہوگئے سچے اور جھوٹے جس کو صاحب قواضب الایمان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں مجھے کوئی صاحب ایمان بتلا دے کہ سوائے امر خلافت کے اور کون سا امتحان اس اُمت کا ہوا۔ جو عام ہو اور کل افراد اہل اسلام اُس میں شامل ہوں

(۸) اور اسی آیت کے وقت نزول فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ ضرور ہی فتنہ برپا ہو اور اُمت آزمائی جائے بعد پیغمبر کے تاکہ صادق جدا ہو جائے کاذب سے۔

(۹) اور روایت ہے جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہ بعد وفاتِ آنحضرت آئے حضرت عباس عمِ رسول جناب امیر علیہ السلام کے پاس اور کہا کہ چلو تاکہ لوگ بیعت کریں تمہارے ہاتھ پر پس فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے اگر ایسا ہو تو کہاں جائے گا قول خداوند تعالیٰ کا اَحَسِبَ النَّاسُ اَن یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ یعنی کیونکر بیعت کریں گے میرے ہاتھ پر جبکہ ابھی خدا کو آزمائش کرنا اور صادق الایمان کو ضعیف الایمان سے جدا کرنا منظور ہے۔

(۱۰) اور دوسری روایت بھی اسی طرح ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فتنہ ہوگا دین میں اور آزمائش ہوگی جس طرح سونا آزمایا جاتا ہے پھر خالص کئے جائیں گے ایمان دار جس طرح سونا خالص ہو جاتا ہے۔

(۱۱) کتاب صحیح مسلم میں ہے کہ دریافت کیا حذیفہ نے یا حضرت ہم زمانۂ جاہلیت میں شر کے اندر تھے خدا ہم کو آپ کی بدولت خیر میں لایا اب بعد حضرت کے کیا حال ہے فرمایا بعد میرے شر ہے۔

(۱۲) اور فہرست آیاتِ فضائل کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے نمبر ۴۷ پر اس آیت کی

تفسیر میں روایت ہے جناب امیر علیہ السلام سے کہ پوچھا میں نے یا حضرت یہ کیسی آزمائش تھی فرمایا لوگ تیری جہت سے آزمائے جائیں گے۔ ابن مردویہ نے اس کو مناقب میں لکھا ہے۔

(۱۳) اور اخبار امامیہ لکھنؤ کی فہرست کے نمبر ۸۷ پر اس آیت کی تفسیر مطابق سوانح عمری کے ہے۔

(۱۴) اور یہ ہی مطلب آیت نمبر ۱۳ سورہ توبہ کا ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَکُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا کیا گمان کرتے ہو تم کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ اور ابھی تو خدا نے اُن لوگوں کو ظاہر نہیں کیا جو جہاد کرنے والے ہیں۔

(۱۵) ایسے ہی آیت نمبر ۶۰ سورہ آل عمران میں ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا مِنْکُمْ وَ یَعْلَمُ الصَّابِرِیْنَ۔ پس کیا گمان ہے تمہارا کہ جنت میں تم داخل ہو جاؤ گے حالانکہ خداوند تعالیٰ تم میں سے مجاہدین کو جانتا ہے اور صابرین کو بھی جانتا ہے گویا نہ تم مجاہد کامل ہو اور نہ صابرین پورے پورے جو مستحق جنت کے ہو جاؤ گے۔ ہ اندون کے بعد اب تو معلوم ہو گیا کہ آزمائش اس اُمت سے بابت خلافتِ علیؑ کے ہوئی اور اس میں سچے اور جھوٹے ظاہر ہو گئے۔

آیت نمبر ۳۲۸ سورۂ عنکبوت رکوع ۵

فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ۔ پس جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی اور وہ اس پر ایمان لائے۔ (۱) بروایت قمی علیہ الرحمہ کہ خداوند تعالیٰ جن کے حق میں فرماتا ہے کہ ہم نے اُن کو کتاب دی اور وہ اس کتاب پر ایمان لائے یہ لوگ آلِ محمدؐ ہیں۔

(۲) اور اس قول کے موافق آیات کثیر التعداد نازل ہو چکی ہیں چنانچہ آیت نمبر ۱۷۶ سورۂ رعد قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ وَ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ پر تمام مفسرین خاصہ اور عامہ نے اتفاق کیا ہے کہ وہ صاحب علم کتاب علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں معنی آیت کے یہ ہیں کہدو کافی ہے اللہ گواہ درمیان میرے اور تمہارے اور وہ شخص کہ جس کے پاس علم کتاب کا ہے ظاہر بات ہے کہ حصول علم کتاب بدون حصول کتاب ممکن نہیں اور اُن کے علم کا خدا قائل ہے تو الذین اٰتیناھم الکتاب کے مصداق یہی تو ہیں۔

(۳) اسی وثوق پر دعوے کیا جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ علم کتاب ہمارے پاس ہے اور

اوّل ہمارے جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۴) پھر اس پر گواہی دوسری جگہ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۱۹ میں موجود ہے فرماتا ہے خداوند تعالیٰ قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا۔ اسی کتاب کا ذکر ہے فرماتا ہے خدا اپنے رسولؐ کو یعنی کہدو قریش سے کہ تم اس کتاب پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ مگر جو صاحبان علم ہیں وہ تو ایسا یقین اس کتاب پر رکھتے ہیں کہ جہاں آیاتِ کتاب پڑھی گئیں اور یہ دفورِ صدق ویقین سے سجدۂ خدا میں گر پڑتے ہیں۔ یہ آیت بشان اہلبیت اطہار ثابت ہو چکی ہے اور صاحب علم کتاب ہونا جناب امیر علیہ السلام کا آیت نمبر ۱۷۶ میں ظاہر ہے۔ پھر یہ سجدہ کرنا یقین کی دلیل ہے یا نہیں آیات کتاب پر یقین اس درجہ کا تھا تو کتاب سے اثر ہونا اور مستفیض ہونا ان کا ثابت ہوا۔ اور جس طرح علم کتاب کے وارث ہیں پس کتاب کے وارث بھی ان کو کہہ سکتے ہیں اور اسی صورت میں آتیناہم الکتاب بھی ان پر صادق آیا۔

(۵) جبھی تو آیت نمبر ۲ سورۂ بقر میں فرماتا ہے خداوند تعالیٰ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ۔ یہ کتاب جس میں شک نہیں ہدایت ہے متقین کے لئے اور جناب امیرؑ امام المتقین ہیں۔

(۶) پھر سورۂ لقمان کے شروع میں ہے تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ هُدًى لِلْمُحْسِنِينَ یہ آیات کتاب محکم ہدایت ہے محسنین کے واسطے اور یہ ایسے محسن ہیں جن کی محبت خدا نے حسنہ مقرر کی دیکھو آیات نمبر ۱۱ نمبر ۱۷۳ و نمبر ۴۲۲۔

(۷) یہ ایسے وارث کتاب ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے علیٌ مَعَهُ الْقُرْآنُ وَالْقُرْآنُ مَعَهُ الْعَلِيُّ مفارقت دونوں میں بالکل نہیں۔

(۸) دوسری حدیث مقبول فریقین ہے إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي ایسے وارث ہیں کتاب کے کہ آپ تو اُس کے ساتھ تھے ہی بلکہ اپنی اولاد امجاد بھی ہمیشہ کے لئے کتاب کے رفیق بن گئے یہاں تک کہ حوض کوثر پر جائینگے تو کتاب ساتھ ہی جائیگی اس حدیث کے انجام کے فقرہ سے ثابت ہے لن یفترقا الی الحوض۔

(۹) اور جنگ صفین میں تو صاف فرما دیا تھا جناب امیر علیہ السلام نے کہ یہ قرآن صامت ہے اور میں قرآن ناطق ہوں اس درجہ پر رفاقت اور وارثت کا ہونا تو گویا ایک جان و قالب صادق آیا ہے

اب الذینَ ایتناھمُ الکِتابَ ان کی شان میں ہونے میں کس کو تامل ہوگا بجز فاطر العقل دشمن کے۔

آیت نمبر ۹ ۲۳۲ سورۂ عنکبوت رکوع ۱

۶۳۲

وَالذینَ آمنوا وَعملوا الصّالحاتِ لنکفرنَّ عنھُمْ سیئاتِھِم وَلنجزینّھم احسن الذی مَا کانوا یعملونَ۔ اور جو لوگ ایمان والے عمل نیک کرتے ہیں اُن کی برائیاں قطعی ہم دور کردیں گے اور جزا دیں گے ہم ان کو خوب اور بہتر بہ نسبت اُن کے اعمال کے یعنی جو بدلا ہے اُن کے عمل کا اُس سے بھی زیادہ بہتر ملیگا۔

(۱) یہ دونو صفات اہل بیت رسالت کی ذات سے ایسی خصوصیت معروف رکھتی ہیں کہ ہر جگہ اور آیت نمبر ۴۹ تک ثابت ہوچکا ہے کہ آمنوا وعملوا الصالحات کے عامل اہل بیت رسالت ہیں۔ نہ امیر المومنین سے افضل کسی کا ایمان اور نہ صالح المومنین سے زیادہ کسی کی صلاحیت۔

(۲) رہا یہ کہ ان صفات پر ان کی قدر و منزلت کیا ہے آیت نمبر ۱۲ شروع قرآن میں ہے۔ والذینَ آمنوا وَعملوا الصّالحات اولٰئک اصحابُ الجنةِ ھم فیھا خالِدونَ معلوم ہو گیا کہ قطعی اصحاب الجنة ہیں (۳) پھر اصحاب الجنہ اور سیئات یہ کیا یہ لوگ معصوم کوئی سیئہ ان کے دامن تک نہیں پہونچتے مگر مفہوم اُس کا وہی ہے جو یُذہِبَ عنکم الرِّجسَ کا مفہوم ہے ہم تم سے رجس کو دُور کردیں گے وہی بات یہاں ہے بُرائیاں تمہاری دور کردیں گے یعنی دور کردیں تم سے برائیاں۔

(۴) اب رہا ذکر جزائے عمل کا یہ لوگ محبوب خدا ہیں اپنے پیاروں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یہی سلوک ہوتا اس واسطے فرمایا بقدر عمل تمہارے جو بدلہ ہے ہم اُس سے بھی زیادہ تم کو جزا دیں گے۔

(۵) اور یہ اس جگہ پر موقوف نہیں تمام قرآن میں ایسی ہی شفقت آمیز وعدے ان کے ساتھ مذکور ہیں (۶) دیکھو آیت نمبر ۲۰۶ سورۂ نحل وَلنجزینّ الذینَ صبروا اَجرھم باَحسنِ مَا کانوا یعملونَ۔

(۷) ایسا ہی آیت نمبر ۲۰۷ میں ہے وَلنجزینّھم اجرھم باحسنِ مَا کانوا یعملونَ

(۸) وہی عبارت آیت زیر بحث میں ہے وَلنجزینّھم احسنَ الذی کانوا یعملونَ کیسی مطابقت آیات سابقہ کی جو سند اً پیش کی گئی ہیں اور وہ ہر دو آیت بشان اہل بیت رسالت تحقیق ہو چکیں پس آیت زیر بحث بھی بالاولیٰ واسطے اہل بیت رسالت ثابت ہوئی غرض۔

آیت نمبر ۳۳ سورۂ عنکبوت رکوع ۵

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ اُوتُوا الْعِلْمَ ۔ بلکہ وہ روشن آیتیں جن کو علم دیا ہے اُن کے سینوں میں موجود ہیں۔

(۱) یہ آیت تصدیق کرتی ہے آیت ماسبق نمبر ۳۲۸ کی یعنی جن کو کتاب دی گئی وہ ایسے مالک اور حافظ اس کتاب کے بن گئے کہ اپنے دل میں اُس کی آیات کو جگہ دی ہے کیونکہ وہ علم والے ہیں۔

(۲) اور علم والے جناب امیر علیہ السلام اور اُن کی ذرّیت طاہرہ ہے بموجب آیت نمبر ۳۴ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ ۔

(۳) اور آیت نمبر ۳۶ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ ۔

(۴) اور آیات نمبر ۱۷۶ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ کے (۵) اور اُن کے سینوں میں آیات قرآن ہیں جیسا کہ روایت ہے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ پہلے تو آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے یہاں ہے وہ قرآن۔

(۶) اور اس کی تائید میں سورۂ واقعہ میں فرمایا اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی قرآن بزرگ لکھا ہوا ہے جائے پوشیدہ میں یعنی ایسا سینہ ہائے اہل بیت کے اندر پوشیدہ درج ہے جس کو کوئی چھو ہی نہیں سکتا۔ مگر وہی پاک لوگ جن کے سینہ کے اندر ہے۔

(۷) اور طہارت ان کی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ سے ظاہر ہے

(۸) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۱۳۷ لغایت ۱۴۰ سب ۱۱ روایتیں مستند لکھی ہیں جن سے جناب امیر علیہ السلام کا سب سے اوّل حفظِ قرآن کرنا ثابت ہوتا ہے روایت اوّل تاریخ الخلفاء سیوطی سے اس طرح ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے سب سے پہلے قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور حضرت کو سنا دیا تھا۔

(۹) بنظر اختصار چھوڑتا ہوں سب روایات کو مگر روایات نمبر ۹ عمر ابن خطاب سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا حضرت علی ع سے کہ تم سب سے پہلے میرے ساتھ ایمان لانے والے ہو اور تم سب سے خدا کی آیتوں کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہو عند الضرورت کافی ہے یہ سینہ ہیں

جن کے اندر آیاتِ خدا محفوظ ہیں۔

(۱۰) جن کے واسطے خداوندِ تعالیٰ فرماتا ہے نمبر ۱۰۲ سورۂ انعام میں فَمَن یُرِدِ اللّٰہُ اَن یَھدِیَہٗ یَشرَح صَدرَہٗ لِلاِسلام خداوند تعالیٰ جن کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اُس کا سینہ کھول دیتا ہی واسطے علم اسلامی کے۔

(۱۱) یہ ایسے سینہ ہائے گنجینۂ علم کا ذکر ہے جنمیں سے ایک سینہ کا ذکر اوپر ہم آیت نمبر ۱۹۲ سورۂ حجر میں دکھلا آئے ہیں بقول ابن عباس کہ ایک شب میں نماز عشا کے بعد خدمتِ جناب امیر علیہ السلام میں حاضر ہوا۔ اور آپ نے تفسیر بسم اللہ کی بیان کرنی شروع کی حتیٰ کہ نماز صبح کی اذان ہوگئی مگر تفسیر کا شمّہ بھی بیان نہ ہوا۔

(۱۲) یہ وہ سینہ ہے جس کا صاحب علی الاعلان فرماتا تھا سلونی سلونی پوچھ لو پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہے یہ میرا سینہ علم کا بھرا ہوا ہے۔

(۱۳) اور فرمایا مجھکو ہے علم قرآن اور میں جانتا ہون کہ کونسی آیت قرآن کی کس کے حق میں نازل ہوئی اور کس مقام پر نازل ہوئی اور کس وقت نازل ہوئی اور کس معاملہ میں نازل ہوئی یہ مفہوم ہے آیاتٌ بیناتٌ فی صدور الذین اوتو العلم کا ۔

آیت نمبر ۱۳۱ ۳ سورۂ عنکبوت رکوع ۶

وَالَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّھُم مِّنَ الجَنَّةِ غُرَفًا تَجرِی مِن تَحتِھَا الاَنھَارُ خَالِدِینَ فِیھَا نِعمَ اَجرُ العَامِلِینَ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیئے جگہ دینگے ہم بہشت کی کھڑکیون میں جاری ہیں نیچے گھرون کے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں اُن میں کیا اچھا بدلا ہے عمل کرنے والون کا۔

(۱) ان صفاتِ مذکورہ کی بابت اس کثرت سے قرآن میں ذکر ہے اور ہم جگہ جگہ دکھلاتے چلے آئے ہیں کہ موصوف بایں صفات خاص اہل بیتِ رسولؐ ہیں۔

(۲) جن کے اوّل جناب امیر علیہ السلام ہیں کہ اسلامی دُنیا میں سب سے پہلے آمنوا کی صفت آپکو اور پر قرار پائی حتیٰ کہ امیر المومنین ہوگئے۔

(۳) علیٰ ہذا خدا و رسولؐ نے ان کو صالح المومنین فرمایا نیز ان کے سامنے کوئی دوسرا اُس کا مخاطب ہو نہیں سکتا۔

(۴) ابھی ایک آیت درمیان میں گذری ہے کہ آیت نمبر ۳۲۹ میں بھی یہی ذکر صفات موصوف ہیں وعلاوہ بنت کا پھر اجرِ نیک مناسب بیان ہو چکا ہے بار بار لکھنا تحصیل حاصل ہے

(۵) یہی صفات آیات نمبر ۲۵۴ و نمبر ۲۵۶ میں مذکور ہے وَ یُدخِلُ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجرِی مِن تَحتِهَا الاَنھٰرُ

(۶) اور ہر جگہ مخاطب یہی اہلبیت رسولؐ ہیں پس وہی لوگ موصوف اس آیت کے ہیں ۔

آیت نمبر ۲۳۳ سورہ عنکبوت رکوع ۶

الَّذِینَ صَبَرُوا وَعَلٰی رَبِّھِم یَتَوَکَّلُونَ ہ اور وہ لوگ کہ صبر کرتے ہیں اور اپنے رب کے اوپر توکل رکھتے ہیں

(۱) یہ آیت بھی اپنی ماقبل آیت کا ایک جزو ہے کہ آیت اول میں صرف دو صفات ایمان اور عمل صالح بیان کر کے جزائے عمل کو ظاہر کرتے ہوئے آیت کو ختم کر دیا۔ اور باقی دو صفات صبر و توکل اس دوسری ایت زیر بحث میں بیان فرمائی جو کہ عین فصاحت ہے دیکھو ہماری مقدمہ کتاب کا قاعدہ نمبر اول۔

(۲) اور آیت ماقبل کو ہم بشانِ اہلبیت ثابت بھی کر چکے پس یہ آیت بھی کیا بہ سبب تعلق ماقبل اور کیا بہ سبب اظہار صفات خود بدرجہ اولیٰ شان میں اہلبیت رسالت کے ثابت ہوئی۔

(۳) اور یہ ہر دو صفات ان کے یعنی صبر و توکل ایسے مشہور و معروف اور مقبولۂ خاص و عام ہیں کہ قرآن میں بھی مفسرین نے جابجا اقرار کیا ہے کہ یہ خاص اہلبیتِ رسالت کے صفات ہیں چنانچہ ہم اس اپنے مختصر مجموعہ میں اکثر جگہ اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

(۴) جیسا کہ نمبر ۱۶۲ سورۂ ہود میں فرمایا خداوند تعالےٰ نے الَّذِینَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ لَھُم مَغفِرَۃٌ وَّاَجرٌ کَبِیرٌ ۔ یہی ایک صبر کی مثال ظاہر کرنے میں دوسری صفت عمل صالح کی مثال بھی ظاہر ہو گئی وہ اجر جس کو آیت ماقبل میں نِعمَ اَجرُ العٰمِلِینَ فرمایا اس آیت میں اسکو اجر کبیر کہا ہے۔

(۵) دوسری جگہ سورۂ رعد میں آیت نمبر ۱۴۳ اسی مضمون کی ہے سَلٰمٌ عَلَیکُم بِمَا صَبَرتُم فَ

نعم عقبیٰ دار فرشتے کہتے ہیں تمہارے اوپر سلامتی ہو اے اہل بیتِ رسالت بباعث اس کے کہ صبر کرنے والے تھے تم اب کیا اچھا گھر تمہارا ہے سبحان اللہ اس مثال میں صبر تو موجود ہے مگر ذرا نعم عقبیٰ دار کو ملاحظہ کرنا چاہیئے جو جزائے صبر میں ان کو حاصل ہوا ہے اور آیت ماقبل کے فنعم اجر العملین کے ساتھ اس کا ربط بھی دیکھنا لُطف سے خالی نہیں ہاں نظر کامل اور طبع سلیم چاہیئے۔

(۶) پھر اسی آیت کے اوپر نمبر ۱۷۱ سورۂ رعد میں ایک مقام ہے والذین صَبَرُوا ابتِغَاءَ رَبِّھِمْ یعنی جو صبر کرتے ہیں بخواہش رضا رب اپنے کے اور وہ کون لوگ ہیں وہ اہلبیت رسالت ہی تو ہیں جن کو خداوندِ تعالیٰ فرماتا ہے جزاؤہم بما صَبَرُوا جنّت و حریرا۔

(۷) تین مثالیں اوپر کی ہم نے صرف دس بیس سطر قرآن کے اندر سے پیش کر دیں اور پھر اسی خیال سے کہ معترض اگر کہے کہ کیونکر معلوم ہوا کہ یہ تینوں جگہ صبر اہلبیت کا ہی مذکور ہے اس لئے سورۂ دہر کی سند پیش کر دی جو تمام سورہ بالاتفاق جمہور بشان اہل بیت نازل ہوا ہے اور لطف یہ کہ اس آیت میں بھی وہی صبر مذکور ہے اور اُس کی جزا جنت کو ظاہر کیا ہے جو فنعم اجر العملین ہے۔

(۸) ایسا ہی حال توکل کا ہے اول تو صبر و توکل ایک ہی شے ہے اور اگر لفظ بصورت علیحدہ دیکھا جائے تو قرآن میں اُس کے لئے کمی نہیں ہے آیت نمبر ۱۲ سورۂ انفعال میں اِنَّمَا المؤمنون کی بحث میں آخر صفت اُن کی یہی ہے وعلیٰ ربھم یتوکلون۔ جو خاص آیت زیرِ بحث کا انجام ہے۔

(۹) اور آیت نمبر ۱۹۹ سورۂ نحل کے آگے دوسری آیت میں خداوندِ تعالیٰ اپنے قول کی شان ظاہر فرماتا ہے کہ جب کہا کُنْ فیکون یعنی جہاں ارادہ کیا کہ ہو جا بس فوراً ہو جاتا ہے۔ تیسری آیت پھر ان ہی مہاجرین راہ خدا کی شان میں ہے۔ وَالذین ہاجروا جس کے بعد چوتھی آیت میں صاف یہی عبارت پوری آیت زیرِ بحث کی ہے اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلیٰ رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ جس کو اس جگہ توارد واقع ہوا ہے بس معلوم ہو گیا کہ یہ صفات صبر و توکل کیسی خصوصیت رکھتی ہیں ذوات اہلبیت رسالت سے اور یہی ہمکو دکھلانا تھا الحمد للہ ربّ العالمین ٭

آیت نمبر ۳۳ سورۂ روم رکوع ۳

وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلیٰ واسطے اُس کے وصف عظیم ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے۔

(۱) یہاں لہٗ کی ضمیر خدا کی طرف بوجہ صفت برتر ہونے کی منعطف ہے یعنی اعلیٰ برتر کو کہتے ہیں اس نسبت سے علی ایک صفاتی نام خدا کا ہے کیونکہ ذاتی نام تو اللہ ہے۔ ورنہ ہزاروں نام خدا کے ہیں جو دیکھوگے صفاتی ہے جیسے رحیم و کریم و خالق و رازق ہر ایک نام ایک خاص صفت سے موصوف ہے اسی طرح یہ نام بھی اپنی صفت برتر سے موصوف ہے۔

(۲) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی تفسیر میں وجہ مثل الاعلیٰ ہونے کی یہ بھی لکھی ہے کہ نہ تو اُس کا مشابہ و مثل کوئی ہے اور نہ وہ صفت کیا جاتا ہے اور نہ وہم میں لایا جاتا ہے۔

(۳) اب اس کی مشابہت جناب امیر علیہ السلام کے نام علی میں پوری پوری موجود ہے جو برتری اعلیٰ میں ہے وہی برتری علی میں ہے۔ کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ؎ علیؑ سے زیر نہ ہو کیونکہ لشکر کفار دو علی ہو کل علی اور علی ہے حرف جار۔ جس طرح وہ اسم صفاتی ہے اُسی طرح یہ اسم صفاتی ہے جس طرح ذات خداوند تعالیٰ کا مشابہ کوئی نہیں اُسی طرح ذاتِ جناب امیر علیہ السلام کا آدمؑ سے لیکر قیامت تک کوئی مثل مشابہ نہ ہوگا۔

(۴) قول جناب امام حسن علیہ السلام سے ثابت ہے جو اپنی خلافت کے وقت ممبر کوفہ پر فرمایا تھا کسی تصدیق کرتا ہے اس امر کی آپ نے فرمایا ایہا الناس آج اُس شخص نے تم سے مفارقت کی ہے کہ نہ سابقین اُس کے کمالات کو پاسکے اور نہ لاحقین اُن کے رُتبہ تک پہونچیں گے۔

(۵) اور جس طرح ذات خداوند تعالیٰ پر پوری پوری تعریف و صفت قائم نہیں ہو سکتی ہے اور وہم و گمان میں نہیں آسکتا ہے اسی کے مشابہ ذاتِ جناب امیر علیہ السلام کی کوئی تعریف کرے تو کیا کرے شاعر کہتا ہے ؎ بشر کہوں تو بشر سے ہو مرتبہ میں سوا ٭ ملک کہوں تو ملک تیرے در کا ناصیہ سا ہو ٭ خدا کہوں تو سراسر یہ قول ہے بیجا ٭ عجیب قدرت خلاق یا علیؑ تم ہو ٭

(۶) پھر وہم و ادراک انسانی تو آپ کے بار میں عاجز ہو گئی عقل چکرا گئی کسی نے فضل البشر انسان جان لیا کسی نے خدا مان لیا شافعی کہتے ہیں وَمَاتَ الشَّافِعِی وَلَیسَ یَدرِی ٭ عَلِیٌّ رَبُّہٗ اَم رَبُّہٗ اللہ ٭ شافعی آخر ہو گیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ علیؑ اُس کا رب ہے یا اُس کا رب اللہ ہے۔

(۷) ایک عالم علم و کمال اعلی اللہ و مقامہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎ ھَا عَلِیٌّ بَشَرٌ کَیفَ بَشَر ٭ رَبُّہٗ فِیہِ تَجَلّٰی وَظَھَر ٭ یعنی علیؑ ہیں تو بشر مگر کیسے بشر ہیں ایسے ہیں کہ اُن کے رب نے اپنا ظہور

تجلی ان کی ذات میں دکھلایا ہے۔

(۸) پس اس کے ثبوت کی ہم کو ضرورت نہیں کہ علی نام جناب امیر علیہ السلام کا مشتق ہے علی نام خداوندِ عالم سے یہ مسلم الثبوت ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ وہاب ہے اُس نے جب اپنے اسم مبارک سے نام علی کو بخشا اور اُس کے رسم خطی وہی ہے یعنی علی اور اعلےٰ کے اور علی کی صفت برتر ہے تو اُس کے ساتھ یہ برتری بھی علیؑ کو بخش دی بے نظیر ہونا اور بے مشابہتی بھی عنایت کردی تو اب حلیا کہ مثل الاعلیٰ وہ خود تھا ایسا ہی ولہ مثل الاعلیٰ علی کے اوپر بھی صادق آ گیا جس کی بابت قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بہت قوی دلیل ہے۔ تفسیر میں منقول ہے جناب امام رضا علیہ السلام سے کہ فرمایا جناب رسول مقبول نے یا علیؑ تو مثل الاعلیٰ ہے۔

(۹) اور اس کا مؤید قول خداوند تعالیٰ ہے سورۂ ص رکوع ۵ میں شیطان لعین سے جہاں مواخذہ کیا ہے اور دریافت کیا ہے کہ تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا وہاں اس طرح ہے اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ یعنی تو نے جو سجدہ نکیا تو کیا تو عالی لوگوں میں سے تھا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ایسے عالی و برتر بھی کچھ لوگ ہیں جن کو آدم کی طرف سجدہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں اور تو تو ان میں سے نہ تھا پس عالی و بزرگ لوگ خدا کے قول سے ثابت ہیں اور ان میں سے جناب امیر علیہ السلام کو صاف بتلا دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے یا علیؑ انت مثل الاعلیٰ پس یہ اشارہ ہے اس آیت میں ولہ مثل الاعلیٰ ہے کہ واسطے اس علی کے ہے مثل الاعلیٰ یعنی برتری و بزرگی میں بے مثل ہے اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ

۲۱
۱۵۱

درباب فدک

آیت نمبر ۳۳۴ سورۂ روم رکوع ۴

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ پس دیدو قرابت والوں کو حق اُن کا اور مسکین کو اور مسافر کو۔

(۱) یہ آیت اس جگہ بطور تکرار کے واقع ہوئی ہے اس سے پہلے نمبر ۲۱۰ پر وارد ہے اور وہاں بہت مفصل طور پر تفسیر اس کی لکھی گئی ہے کہ یہ آیت فدک کے مقدمہ میں نازل ہوئی ہے

(۲) فدک ایسا علاقہ ملکیت یہود سے قبضۂ رسولؐ میں آیا کہ جس پر جنگ و جدل ہوئی اور

نہ فوج کشی ہوئی صرف یہود خیبر اور بنی نظیر وغیرہ کی بربادی دیکھکر مالک اس علاقہ کے رعب
میں اہل اسلام کے آگئے اور درخواست کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے کہ نصف زمین اور
جایداد ہماری ہم سے آپ لے لیں اور ہم کو آیندہ ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ یہ فیصلہ جناب
رسولؐ خدا نے منظور کیا۔

(۳) جب اس قدر علاقہ زرخیز قبضہ اسلام میں ایسے آسانی سے آیا جس کا غنیمت میں تقسیم
کرنا قرین انصاف سے نہایت۔ یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ حق ذو القربیٰ تمہارے کا ہے اُنکو
دیدو۔ (۴) پس بطریق اہلسنت ابو سعید خدری سے مروی ہے اور بھی بروایت اہلبیت جناب امام
محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے اس حکم کے صدور پر آپ نے دریافت کیا جبرئیلؑ سے کہ وہ
میرے قریب کون ہیں جن کو دینا منظور خدا ہے جبرئیل نے کہا وہ فاطمہؑ ہے دختر تمہاری پس حضرت
نے بلایا اپنی صاحبزادی کو اور حکم خدا سے آگاہ کیا اور علاقۂ فدک ان کے حوالہ کیا اور ایک نوشتہ
لکھدیا کہ یہ حق فاطمہ کا ہے۔

(۵) اور اس کا ذکر سورہ حشر میں خدا نے خوب تاکیداً فہمایش سے کیا ہے کہ اس مال پر کوئی طمع
نکرے نہ تمہارے گھوڑے اُس پر دوڑے نہ اونٹ نہ فوج کشی ہوئی نہ کوئی تکلیف پھر عام کا
حق اُس میں نہیں یہ رسولؐ کے رُعب سے قبضہ میں آیا ہے یا علیؑ کی تلوار کے ڈر سے خایف ہو کر
دیا ہے پس انصاف یہ ہے کہ رسولؐ کی صاحبزادی اور علیؑ کی زوجہ کا یہ مال ہے خبردار کوئی
مالدار اس پر تصرف نکرے کہ یہ تصرف بیجا ہے اور خدا دوست نہیں رکھتا ہے بیجا صرف
کرنے والوں کو۔

(۶) اور تا حیات رسول خدا یہ ہی دستور عمل رہا کہ آمدنی فدک کی قبضۂ جناب فاطمہؑ میں
رہی مگر حضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی جہان خلافت و بانی وہاں اس پر بھی ہاتھ پھیرا اور جناب
سیدہؑ کو محروم اور بجبر ون ان کے حق سے دور کر دیا اور وہ معصومہ ابوبکر و عمر کے اس فعل
قبیح کے سبب اس قدر غضبناک دُنیا سے گئیں کہ کبھی کلام نہیں کیا ان دونوں سے بخاری
میں یہ روایت موجود ہے کہ غضبناک رہیں فاطمہؑ ابو بکر سے نہیں کلام کیا یہاں تک کہ
انتقال فرمایا دُنیا سے۔

آیت نمبر ۳۳۵ سورۂ روم رکوع ۵

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ ظاہر ہوا فساد خشکی و تری میں بسبب کمانے ہاتھ آدمیونکے تاکہ چکھاوے خدا ان کو بدلا ان کے عمل بد کا شاید کہ پھریں وہ نیکی کی طرف اُس اپنے عمل بد سے یعنی فساد سے۔

(۱) تفسیر عمدۃ البیان میں حسب قول مفسرین عامہ لکھا ہے کہ مراد فساد سے نہ برسنا پانی کا کہ اگر مینہ نہ برسیگا تو زمین میں اناج غلہ درخت اور گھاس نہ اُگے گا اور دریا سے موتی اور مونگا نہ پیدا ہونگے اور یہ بباعث کثرت گناہ مرزم ہوتا ہے اور یہی تباہی ہے اور چکھانا ہے بدلا انکے افعال ناشائستہ کا اس واسطے کہ وہ سزا پاکر عبرت پکڑیں اور آگاہ ہو جائیں اپنی بدعملی پر اور توبہ کریں اور رجوع کریں طرف عمل خیر کے یہ چکھانا بدلا دنیا میں تنبیہ ہے ورنہ اصل بدلا تو آخرت میں ملے گا۔

(۲) مگر اصل بات وہی ہے جو ہم برابر آیات ۲۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و نمبر ۲۱۶ و ۱۸ و ۱۹ میں دکھلاتے چلے آئے ہیں کہ کتب آسمانی کی بعض بعض آیات تشبیہ و استعارہ میں ہوتی ہیں اور خاص خاص پیشینگوئیاں جو رازگی باتیں ہیں مابین خدا و رسولؐ کے وہ تو ضرور مبہم اور مستور طور پر امثالاً اور اشارۃً ادا ہوتی ہیں۔

(۳) نظر بریں صورت ظہر الفساد یہ وہ فساد ہے جو ظاہر ہوا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی بر یعنی میدان کربلا اور والبحر دریائے فرات کے بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ جو کہ واقع ہوا ہاتھ سے شامیان غدار و کوفیان مکار کے جن کے سردار عمر بن سعد اور ابن زیاد بدتر از کفار تھے۔

(۴) اب اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ فساد ایسا فساد ہے کہ جس کی نظیر آدم سے قیامت تک دنیا میں نہ ملیگی بر و بحر دونوں میں فساد تھا ضرور خشکی کی جلتی ہوئی ریت پر آل رسول کیا بلکہ خاص رسولؐ کا خون بہ رہا تھا اور مفسدین کے ہاتھ اُس خون میں رنگین تھے ظالمونکے گھوڑے جگر بند رسولؐ کے جسم اطہر پر دوڑ رہے تھے اور بحر کا فساد تو ظاہر ہے سگ دنوں

تک اُس سے سیراب ہوتے تھے اور آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اور خاصان خدا طاہر و اطہر اور سادات کے بچے اور معصوم اسی وجہ کے پانی سے محروم تھے روزہ داروں کا روزہ افطار نہ ہو سکتا تھا نہ نمازیوں کی وضو کے لئے پانی میسر ہوتا تھا ایسا فاسد ہو گیا تھا وہ پانی جس کو خدا نے اپنی کل مخلوق کی زندگی کا باعث پیدا کیا وہ پانی منع کر دیا اولادِ رسول ص پر جو باعث خلقت عالم تھے اُن سے منع کرنا ماعون کا کیسا فساد ہے جن کے حق میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ویمنعون الماعون (۵) آگے اُس کے بیچ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا تاکہ چکھا دیں ہم بعض عمل کی سزا اُن کو مشاہدے سے یہ بھی بخوبی ظاہر ہو گیا کہ ان مفسدین نے اپنے عمل کا بدلا چکھ لیا کہ یہ فساد ظاہر جس کے صرف ڈھائی برس بعد بانی فساد یعنی یزید ملعون داخل جہنم ہوا اب طالعین اُس کے ابن زیاد و عمر سعد اور شمر و حرملہ وغیرہ جن کے ہاتھوں سے یہ فساد ظاہر ہوا تھا زیادہ چار ہ سال سے امان نہ پا سکے اور خداوند تعالیٰ قادر مطلق نے ان کو مزہ چکھانے کے لئے اپنے نیک بندے مثل مختار بن عبیدہ ثقفی اور ابراہیم بن مالک اشتر اور سلیمان بن صرد اور اُنکے ہمراہی ایسے قوی و شجاع مفسدین کے قلع و قمع پر مامور کر دیئے کہ ایک ایک کو اون کے گھروں سے نکالکر کتوں کی موت مارا ہے اور اُن کے اجسام نجس کو آگ میں جلایا۔ قبل از موت ہاتھ کاٹے پاؤں کاٹے کان کاٹے آنکھوں میں سلیخ آہنی گرم کرکے پھیریں اور ایک دو نہیں قریب لاکھ آدمی قتل ہوئے آل ثارات الحسین کی تلواروں سے اور تصدیق ہو گئی قول خداوند تعالیٰ کی۔

(۶) اور اس کی دوسری آیت بھی اسی کا ایک جزو ہے ملاحظہ ہو ‌(بقیہ دیکھو صفحہ ۵۵۹)

آیت نمبر ۲۳۶ سورۂ روم رکوع ۶

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ اور کہا ان لوگوں نے جن کو علم و ایمان دیا گیا ہے تحقیق دیر کی تم نے دنیا میں یا قبر میں۔

(۱) اس آیت کے اوپر ذکر دوزخی لوگوں کا چلا آتا ہے کہ وہ دراز ہی مدت عذاب سے تنگ ہو کر کہیں گے قسم کھا کر کہ ہم نے دنیا میں تو ایک ساعت سے زیادہ دیر نہیں کی اور عذاب

ہیں یہ مدت دراز گذاری) تو ان لوگوں کو جھٹلائیں گے صاحبان علم و ایمان کہدینگے کہ تم نے دیر کی تھی یوم موت تک اب کیوں جھوٹی قسمیں کھاتے ہو۔

(۲) اب صرف بحث یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو جھٹلاوینگے ان دوزخیوں کو ہم کہتے ہیں وہ آئمہ اطہار اہلبیت رسول مختار ہیں بچند دلایل ثابت ہے۔

(۳) اوّل تو خدا نے اُن کو جو علم اور ایمان دیا ہے وہ دوسرے کو مُیسّر نہیں ہی نشان کافی ہے کیونکہ علم اُن کا پوشیدہ نہیں ابھی بہت نزدیک آیت نمبر ۲۹ سورہ میں فِی صُدُورِ الَّذِینَ اُوتُوا الْعِلْمَ۔ کی بحث میں وہ لوگ آئمۂ اطہار جن کے اول علیٔ مرتضے ہیں ثابت ہو چکے ہیں

(۴) بسند آیت نمبر ۳۱ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ

(۵) اور آیت نمبر ۳۶ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِکَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ۔

(۶) اور آیت نمبر ۴۳ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ کے

(۷) ایسا ہی درجہ کمال ایمان جناب امیر علیہ السلام کو حاصل ہے کہ امیر المومنین خدا و رسول کیجانب سے مقرر ہوئے ہو۔

(۸) پھر ایسے خوف اور بیم کے موقع پر کس کی مجال ہے جو پیش خداوند تعالیٰ کسی کو سچا یا جھوٹا کہنیکی جرأت کرے جبکہ کل پیغمبر نفسی نفسی کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے مگر بقول خداوند تعالیٰ لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ کوئی بھی کلام نہ کر سکیگا۔ مگر جس کو حکم یا خدا نے۔

(۹) اور ان حضرات یعنی آئمۂ اطہار کو اذن دینا خدا کا بلکہ گواہ مقرر کر دینا لوگوں پر قرآن سے بھی ثابت ہے جیسا کہ فرمایا آیت نمبر ۱۴۲ سورۂ بقر میں وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ اسی طرح ہم نے تمکو امت وسطی مقرر کیا تاکہ تم گواہی دو لوگوں پر۔ (۱۰) ایسا ہی سورۂ حج میں فرمایا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ تا کہ ہو ن رسول گواہ تیر اور تم گواہی دو لوگوں پر۔

(۱۱) یہ لوگ قابلیت رکھتے ہیں سچا جھوٹا کرنے مخلوق کی اور سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۴۴ تبلارہی ہے کہ اس طرح دوزخیوں کے جواب میں کہیں گے فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ پس ندا کی ایک ندا کرنے والے نے اُن جنتیوں میں سے

خدا کی لعنت ہے ظالمون پر۔

(۱۲) کس نے کہا تھا اور کون تھا وہ موذن جناب امیر علیہ السلام تھے دیکھو تفسیر آیت کی پس ثابت ہوا یہ لوگ معصوم اپنے عمل سے مطمئن دیانت رکھتے ہیں حشر میں جھوٹا سچا کرنے کی مخلوق کو۔

آیت نمبر ۳۳۷ و ۳۳۸ سورہ لقمان رکوع ۱

(۲۱ / ۶۵۵)

الٓمٓ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ۝ هُدًى وَرَحْمَةً لِلْمُحْسِنِينَ۔ ترجمہ یہ آئتیں کتاب محکم کی ہدایت اور رحمت ہیں محسنین کے لئے۔

یہ دونو آئتیں مثل آیت نمبر۲ شروع قرآن ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ کے ہیں (۱) حروف مقطعات دونو آیتون کے شروع میں یکسان ہیں۔ ذالک و تلک دونو ہم معنی ہیں جو کتاب ہے وہی آیات کتاب ہے۔ لاریب فیہ یعنی کوئی شک اس میں نہیں اور جس میں شک نہیں وہ ضرور محکم ہے اور حکیم کا قول ہے اُسی کو دونو جگہ ہدایت فرمایا در حقیقت وہ کتاب ہذا ہدایت کرنے والی ہے اور رحمت اُس ہدایت کی صفت ہی بالکل ایک ایک لفظ مطابق ہے۔ اب اس مبتداء کی خبر میں اگرچہ الفاظ کی کتابت مختلف ہے مگر معنی و مقصود للمتقین و للمحسنین کا ایک ہی معنی بس ہے وہی تو اہلبیتِ رسول متقین ہیں اور وہی محسنین ہیں

(۳) محسنین عامل حسنہ کو کہتے ہیں اور عامل حسنہ وہی ہوگا جو پرہیزگار اور متقی ہوگا۔

(۴) اور قرآن میں بہت جگہ یہ دونو خطاب معززہ واسطے اہلبیتِ طہارت استعمال کئے ہیں جیسا آیت نمبر ۱۹۵ سورہ نحل میں ہے وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا متقی لوگون سے پوچھا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا بولے خیر نازل ہوئی نیکو کارون کے واسطے۔

(۵) آیت نمبر ۲۰۹ قابل ملاحظہ ہے یہ بھی سورہ نحل میں ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ یعنی خداوند تعالیٰ پرہیزگارون اور نیکو کارون کی ساتھ ہے۔

(۶) پس بخوبی ظاہر ہوگیا جیسا یہ کتاب یعنی قرآن ہدایت ہے متقین کیلئے ہے اسی طرح ہدایت ہے محسنین کے لیئے ۔

(۷) اور متقین گروہ پیرو امام المتقین ہے۔

(۸) اور محسنین بھی وہی گروہ ہے جو عامل حسنہ ہے وہی پیروان اور محبان علیؑ ابن طالب ہیں

(۹) بموجب آیت نمبر ۴ ۳۲ سورۂ قصص اور آیت نمبر ۳۱۷ سورۂ نمل پس نتیجہ یہی برآمد ہوا کہ یہ کتاب ہدایت ہے واسطے گروہ پیروان علیؑ کے جن کے حق میں حدیث پیغمبر صلعم ہے علیٌّ معہ القرآن والقرآن معہ علیؑ ۔

آیت نمبر ۳۹ و ۳ نمبر ۴ سورہ لقمان رکوع ۱

اَلَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ

جو لوگ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اولئک علیٰ ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون یہ ہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر مہتدی ہیں اور یہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

(۱) یہ دونو آیات اپنی ماقبل آیات کے متعلق اور شامل ایک ہی سلسلہ میں ہیں۔

(۲) اور آیت ماقبل ہمجنس اور ہم معنی و ہم مراد آیت نمبر ۲ ذالک الکتاب کی ہے۔

(۳) اور جو مخاطب اور مقصود آیت ذالک الکتاب کے گروہ جناب امام المتقین تھے وہی ان آیات کے ماقبل وتلک آیات کتاب کے مخاطب اور مقصود محسنین لوگ گروہ جناب امیر علیہ السلام ثابت ہوئے ہیں۔

(۴) اور آیات نمبر ۲ ذالک الکتاب کے سلسلہ میں جو آیات ہیں وہ انہیں موصوفین کی شان میں ہیں جن کا ذکر بلفظ متقین ہوا تھا اسی طرح اس سلسلہ میں بھی مابعد کی آیات میں اوصاف ہیں جن کا ذکر آیت ماقبل میں محسنین کے خطاب سے گذر گیا۔

(۵) اور انہیں متقین کا ذکر یہاں محسنین کے نام سے ہے جو ایک ہی فرقہ اور ایک ہی گروہ ہے پس یہ دونو آیت بھی اسی گروہ جناب امیرؑ کے حق میں ہیں۔

(۶) اور لطف یہ ہے کہ جو صفات وہاں آیات مشمولہ ذالک الکتاب میں مذکور ہیں وہی اوصاف اس جگہ آیات مشمولہ تلک آیات الکتاب میں ہیں۔

(۷) وہاں آیات مشمولہ نمبر ۳ و نمبر ۴ کی عبارت یہ ہے اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ اور اس جگہ آیت مشمولہ نمبر ۳۲۹ کا مضمون ہے اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔

(۸) آسانی کے واسطے حروف الف تا ج لگادیئے ہیں مقابلہ بخوبی ہوگیا کہ بالکل مطابق اور دونوں ہیں دونو جگہ بس وہی لوگ مراد ہیں جو وہاں مراد تھے۔

(۹) رہا آخر سلسلہ کی آیت شروع قرآن نمبر ۵ اور آخر سلسلہ کی آیت نمبر ۳۳۰ تو ایک ہی آیت ہے اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اس سے زیادہ اور کیا مطابقت ہوگی ؛؛

آیت نمبر ۳۳۱ سورۂ لقمان رکوع ۳

٤١/٦٥٨

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً کیا نہیں دیکھا تونے کہ اللہ تعالے نے محکوم کردیا تمہارے لئے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اور تمام کردیا تم پر نعمت ظاہری اور باطنی کو۔

(۱) خداوند تعالے اپنے احسان ظاہر فرماتا ہے اور اپنی نعمتیں جو انسانوں کے لئے مفید ہیں شمار کرتا ہے حقیقت میں بموجب قول سعدی سہ

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

بادل و ہوا چاند سورج آسمان سب کام کررہے ہیں یہ تجھکو اس لئے سب کچھ موجود کردیا ہے کہ اپنی غذا لینے کے وقت شکر گذاری کرے تو۔

(۲) مگر مقصود ہمارا صرف دریافت کرنا اس امر کا ہے کہ آخری فقرہ میں جو فرمایا نعمت ظاہری و باطنی وہ کونسی نعمتیں ہیں۔

(۳) اس کی بابت اگرچہ مفسرین نے بہت کچھ نعمتوں کی تعریف میں قلم فرسائی کی ہے مگر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا قول ہے کہ نعمت ظاہری تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ

ہیں جو کچھ خدا کی طرف سے لائے معرفت و توحید یہ نعمت بھی ظاہری ہے اور نعمت باطنی دوستی اہل بیت علیہم السلام کی ہے۔

(۴) کیونکہ توحید و رسالت کا اقرار علی الاعلان کرنا ہوتا ہے اور دوستی اہلبیت خفیہ دل میں رکھنی ہوتی ہے۔

(۵) اور قول امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ہے کہ نعمت ظاہری امام ظاہر ہے اور نعمت باطنی امام غایب ہے۔ (۶) اور آیت نمبر ۵ سورۂ مائدہ میں جو فرمایا ہے خدا نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ یعنی آج کے دن کامل کر دیا ہم نے دین تمہارا اور تمام کر دی تم پر نعمت اپنی اس کی تفسیر میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ نعمت جو آج تمام ہو گئی اُمت پر نصب خلافت جناب امیر علیہ السلام ہے۔

(۷) اور آیت نمبر ۱۰۸ سورۂ ابراہیم میں فرمایا ہے کہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا کیا نہیں دیکھتا ان لوگوں کیطرف کہ نعمتِ خدا کو کفر سے بدل دیا یہاں نعمتِ خدا خلافتِ حقہ جناب امیر علیہ السلام سے مراد ہے اور کفر اُس سے انکار اور بدل اُس کا غیر کیطرف ظاہر ہے۔

(۸) آیت نمبر ۲۰۲ سورۂ نحل کا بھی مفہوم یہی ہے یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَہَا وَاَکْثَرُہُمُ الْکَافِرُوْنَ یعنی نعمتِ خدا کو پہچانتے بھی ہیں پھر اُس کا انکار کرتے ہیں اکثر اُن میں کافر ہیں۔ خلافت جناب امیر علیہ السلام ۷۰ ہزار آدمی کے مجمع میں قبول کر چکے تھے اور پھر انکار کر دیا یہ کافر ہی تھے۔

(۹) غرض ہر طور بڑی نعمتِ خدا کی دوستی اہلبیت رسالت ہے جس کے سبب آدمی حیات ابدی کا مالک بن جاتا ہے۔ آیت نمبر ۱۸ میں جو معنی الحق علیہم کے ہیں وہی مفہوم اسبغ علیکم کا ہے +

آیت نمبر ۲۴۲۳ سورۂ لقمان رکوع ۳

وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْہَہٗٓ اِلَی اللّٰہِ وَہُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی وَاِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ اور جس نے جھکا دیا منہ اپنا اللہ کیطرف اور وہ حسنہ کا عامل بھی ہے۔ (اُس کی مثال تو ایسی ہے گویا اُس نے ایک رسّی مضبوط پکڑ لی ہے۔

(۱) خواہش مند خوشنودیٔ خدا کے لئے عامل حسنہ ہونا ایک تشبیہ ہے جیسے کسی بلندی پر پہنچنے

کے ارادہ سے کوئی رسّی مضبوط اوپر سے نیچے تک لٹکتی ہوئی کو صعود کرنے والی نے مستحکم طور پر
پکڑ لیا ہو (۲) اور عامل حسنہ وہی ہے محبت اور دوستی رکھنے والا اہلبیت رسالت کا جو ابھی
اوپر آیت نمبر ۳۲۸ میں ہم بند ۳۲۴ اور ۳۱۷ ثابت کر آئے ہیں۔

(۳) اور یہ تشبیہ تامہ اوپر آیت نمبر ۳۰ سورہ آل عمران میں بھی بیان ہو چکی ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا یعنی خدا کی رسّی کو مضبوط پکڑو اور متفرق نہ ہو۔

(۴) اس کی تفسیر میں شرح بسط سے ثابت کر دیا ہے کہ حبل اللہ اہلبیتِ رسولؐ ہیں بلکہ قول امام
کا ہے نَحْنُ حَبْلُ اللّٰہِ۔

(۵) اور اس آیت موجودہ میں تسلیم وجہ الی اللہ کے ساتھ محسن یعنی عامل حسنہ ہونیکی قید لگی ہوئی ہے

(۶) پس معنی آیت کے یہ ہوئے کہ جو کوئی خوشنودی خدا کا خواہشمند ہو یا تسلیم کرے اپنے مُنہ کو
یا ذات کو اللہ کی طرف اور محسن بھی ہو یعنی محبتِ اہلبیت بھی رکھتا ہو وہ تو اپنی کامیابی میں
مانند اُس صعود کرنے والے بلند مقام کے ہے جس نے ایک رسّی مضبوط کو پکڑا ہوا ہو۔

(۷) یعنی وہ رسی مضبوط اُس کو ضرور صعود پر پہونچا دیگی۔

(۸) یعنی محبتِ اہلبیت رسالت اُس جانے والے صعود الی اللہ کے لئے بمنزلہ رسی مضبوط ہو جائیگی۔

(۹) اور آخر وہ اُسی رسّی کے وسیلہ اپنے مقاصد الی اللہ پر فائز ہو جائیگا کیونکہ وَاِلَی اللّٰہِ عَاقِبَةُ
الْاُمُوْرِ سے یہی اشارہ ہے اور حدیث رسول اللہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے وَمَنْ مَاتَ عَلٰی
حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا۔

(۱۰) آیت نمبر ۲۸ سورۂ بقر میں ہے فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی۔ یعنی شیطان کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا۔ اُس نے پکڑ لی رسّی مضبوط
یہ ہے تشبیہ اور یہی مراد ہے۔

آیت نمبر ۳۴۳ سورۂ لقمان رکوع ۳

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ
اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور دریا روشنائی

ہو جائے بلکہ اُس دریا کے بعد، دریا اور بھی سیاہی کا کام دیں تو بھی لکھتے لکھتے کلمات خدا تعالےٰ تمام نہ ہوں گے۔

(۱) اس آیت میں صفتِ مبالغہ سے کام لیا ہے اور وسعت کلماتِ خدا کو بے انتہا کر کے دکھایا ہے۔

(۲) اب تحقیق کلماتِ خدا میں اگر تفسیرات کی ورق گردانی کی جائے تو معلوم ہوگا ہر ایک نے اپنی عقل و خیال اور اپنے معلومات کے موافق کلماتِ خدا کی تعریف اور تشریح کی ہے اور اس میں بہت اختلاف ہے پھر کس کی پیروی کی جائے۔

(۳) لیکن ابھی اوپر نمبر ۲۲۸ سورۂ کہف میں بہت خفیف تبدال الفاظ کے ساتھ یہ آیت گذر گئی ہے اور وہاں تحقیق کلمات خدا میں آیت نمبر ۱۰ اسورۂ بقرے کامیابی ہوئی ہے۔

(۴) فتلقی آدم من ربہ کلمات اور سیکھ لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات، کہ وہ اسمائے پنجتنِ پاک علیہم السلام تھے۔

(۵) اور مدد دی اس کو تفسیر آیت نمبر ۱ اسورۂ بقر نے واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات اور آزمائش کی ابراہیم علیہ السلام کی اُس کے رب نے کلمات کے ساتھ اور تمام کیا ان کلمات کو ابراہیم نے یعنی دوستیٔ آل رسولؐ میں ابراہیمؑ کامل نکلے اس واسطے منصب امامت پر فائز ہوئے۔

(۶) اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے خدا نے کلمہ فرمایا ہے۔

(۷) غرض نتیجہ یہ نکلا تفسیر آیت نمبر ۲۲۸ کا کہ کلمات خدا جو خدا کو اکثر جگہ فرمایا ہے اور اس جگہ مراد کلماتِ خدا سے نورِ رسالتمآب یعنی اہلبیتِ رسولؐ ہیں جن کے اوّل و افضل علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔

(۸) اور اس پر روشنی پڑتی ہے اُس حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے جس کے راوی ابن عباس ہیں اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۱۳ پر (اخرجہ الدیلمی) کے پتہ سے نقل کیا ہے قال ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ لو کان البحر مداداً والاشجار اقلاماً والانس کتاباً والجن حساباً ما احصوا فضائلک یا ابا الحسن اگر تمام دریا روشنی ہو جائیں اور تمام درخت قلم بن جائیں، اور انسان لکھنے والے ہوں اور جنات حساب کرنے والے ہوں تو بھی تمہارے فضائل کا احصاد نہیں ہو سکتا اے ابو الحسنؑ۔

(۹) اور اس سے کچھ کم نہیں ہے وہ روایت کہ شبِ معراج اور نشانیاں قدرت خدا کی حضرت کے

مشاہدے میں آئیں منجملہ اُن کے قطار شتروں کی دیکھی ہر ایک شتر پر دو صندوق بار تھے اور ابتداء اور انتہا جس قطار کا نظر نہ آتا تھا برابر اونٹ جا رہے تھے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کیسی قطار ہے اور اُس کا ابتداء انتہا معلوم نہیں ہوتا۔ کہا جبرئیلؑ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ میں نے پیدا ہو کر اسی طرح اس کو دیکھا ہے نہ کبھی یہ اونٹ ٹھیرتے ہیں اور نہ انجام معلوم ہوتا ہے مگر اس قدر دریافت سے مجھکو معلوم ہوا ہے کہ ان صندوقوں میں کتابیں ہیں جو فضائل علی ابن ابی طالب سے مالا مال ہیں اور جبرئیل کے درازیٔ سن کی بابت وہ روایت ہے کہ ایک ستارہ ہزار سال بعد طلوع کرتا ہے اور حضرت جبرئیل نے ۷۰ مرتبہ اُس ستارہ کو طلوع ہوتے دیکھا ہے اب فضائل علیؑ کا لاتحصیٰ ہونا ظاہر ہے۔

آیت نمبر ۳۴۴ و ۳۴۵ سورۂ الم سجدہ رکوع ۲

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِآیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ سوائے اس کے نہیں کہ ہماری آیات پر ایمان لانے والے جبکہ یاد کرتے ہیں یا ذکر کرتے ہیں اُن آیات کا گر پڑتے ہیں سجدے میں اور تسبیح کرتے ہیں تعریف اپنے رب کی اور وہ تکبر کرنے والے نہیں ہیں۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ دور ہوتے ہیں پہلو اُن کے خوابگاہوں سے پکارتے ہیں رب اپنے کو از روئے خوف و رجا کے (۱) صفات مندرجہ ہر دو آیت گروہ جناب امیر علیہ السلام کے حق میں وارد ہیں کیونکہ اکثر مقام پر قرآن میں اسی گروہ کی نسبت یہ صفات ذکر کئے گئے ہیں۔

(۲) بنظر تحقیق اگر دیکھا جائے تو ایمان کا لانا ذکر خدا سے متاثر ہو کر سجدہ میں گر پڑنا اور تسبیح و تحمید خدا کرنا عجز و تکبر سے خالی ہونا راتوں کو اپنی خوابگاہوں کو چھوڑ کر عبادت خدا میں مصروف ہونا خوف و رجا سے خدا کو پکارنا خدا کے دیئے ہوئے مال میں سے نفقہ کرنا یہ ہیں صفات مخاطبین ہر دو آیت کے۔

(۳) اب دیگر آیات قرآن سے منکشف ہو چکا ہے کہ موصوف ان صفات مذکورہ کون لوگ

ہیں چنانچہ صفت اوّل ودوم آیت نمبر ۱۲۱ سورۂ انفعال اِنَّمَا المؤمِنُونَ اِذَا ذُکِرَ اللہُ وَجِلَت قُلُوبُہُم وَاِذَا تُلِیَت عَلَیہِم آیَاتُہٗ زَادَتہُم اِیمَاناً سے ظاہر ہے۔ کہ خاص جناب امیر علیہ السلام اور ذریتِ طاہرہ اُن کی یا سچے پیرو اُن کے مثل سلمانؓ اور ابو ذرؓ مقدادؓ و عمارؓ وغیرہ وغیرہ مرجع اس آیت کے ہیں۔ ترجمہ اس کا یہ ہے سوائے اس کے نہیں کہ ایماندار لوگون کے سامنے جب ذکر خدا ہوتا ہے تو اُن کے دل ہل جاتے ہیں اور جب آیات خدا پڑھی جاتی ہیں تو اور بھی ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے۔

(۴) اگرچہ دل ہلجانا کافی دلیل اثر ہے مگر ہم خاص اُنہیں الفاظ میں آیت نمبر ۱۹۲ بنی اسرائیل دکھلاتے ہیں اِنَّ الَّذِینَ اُوتُوا العِلمَ اِذَا یُتلٰی عَلَیہِم یَخِرُّونَ لِلاَذقَانِ سُجَّداً جن لوگون کو علم دیا گیا جب اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے قرآن یا ذکر خدا تو گر پڑتے ہیں ٹھوڑیون کے بل سجدہ میں۔

اس جگہ اگر صورت بیان اور طرز عبارت پر نظر ڈالی جائے تو کس قدر مشابہت پائی جائیگی ان دونو آیت میں نمبر ۱۲۱ اِنَّمَا المؤمِنُونَ اِذَا ذُکِرَ اللہ اور آیت زیر بحث نمبر ۲۲۴ اِنَّمَا یُؤمِنُ بِآیَاتِنَا الَّذِینَ اِذَا ذُکِّرُوا بِہَا میں گویا دونو ایک ہی مقصد کو ادا کرتے ہیں۔

(۵) پھر تیسری صفت تسبیح کرنا اور حمد کرنا اپنے رب کا ان ہی لوگون کا ورد وظیفہ ہے آیت نمبر ۲۲ سورۂ بنی اسرائیل وَیَقُولُونَ سُبحَانَ رَبِّنَا اور آیت نمبر ۱۱ سورۂ اعراف قَالُوا اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی الآخر سے بخوبی ظاہر ہو چکا۔

(۶) چوتھی صفت غرور و تکبر سے بری ہونا ان کا مزاج ہی خدا نے ایسا بنا دیا تھا دیکھنا چاہیے آیت نمبر ۶۹ سورۂ فرقان وَعِبَادُ الرَّحمٰنِ یَمشُونَ عَلَی الاَرضِ ان کی ہی توصیف و ثنا ہے (۷) صفت پنجم راتون کو اپنے بسترون کو چھوڑ کر عبادتِ خدا میں مصروف ہونا یہ ان ہی لوگون کا عمل ہے جس کی شہادت آیاتِ قرآن سے ہوتی ہے آیت نمبر ۷۰ فرقان وَالَّذِینَ یَبِیتُونَ لِرَبِّہِم سُجَّداً وَقِیَاماً وہ ایسے لوگ ہیں کہ تمام تمام راتیں سجدے اور قیام کی حالت میں گذار دیتے ہیں واسطے اپنے رب کے۔

نمبر ۲۱۲ و ۲۱۳ الَّذِی یَرَاکَ حِینَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِینَ خدا وہ ہے۔ کہ

دیکھتا ہے تجھکو کھڑا ہوا راتون کو پھرتی ہوئے سجدہ کرنے والون کی جماعت میں۔

(۸) چھٹی صفت۔ خدا کو پکارنیکی ہے جو آیت نمبر ۱۰ سورۂ یونس میں خداوند تعالیٰ ظاہر ہوا ہے انہیں کے خواص میں ہے دعواھم سبحانك اللھم پکارنا اُن کا یہ ہے کہ پاک ہے تو اے خداوند تعالیٰ۔

(۹) ساتویں صفت۔ نفقہ کرنا جناب امیر علیہ السلام کی ذات سے ایسا وابستہ ہے کہ افرادِ بشر میں کوئی ہمسری نہیں کر سکتا۔ بہت بیشمار آیاتِ قرآنی آپ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں جیسا کہ آیت نمبر ۱۳ سورۂ بقر الذین ینفقون امولھم فی سبیل اللہ اور آیت نمبر ۳۲ سورۂ بقر الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً وعلانیۃً۔

(۱۰) در تفسیر عمدۃ البیان کے صفحہ ۲۵ جلد سوم میں اس آیت کی تفسیر میں قول جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام اور اُنکے تابعدارون اور شیعون کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ اول شب تو وہ سو رہتے ہیں مگر جب دو تہائی یا کم بیش رات گزرتی ہے تو خوف خدا سے گھبرا کر عبادت کے واسطے اُٹھتے ہیں

(۱۱) اس کا اشارہ سورۂ مزمل میں ہے خدا فرماتا ہے انّ ربّك یعلم انّك تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معك۔ تحقیق رب تیرا جانتا ہے کہ تھوڑی سی رات رہے تو اُٹھ بیٹھتا ہے کبھی تہائی گذری ہوتی ہے اور کبھی آدھی اور کبھی تہائی باقی ہوتی ہے اور ایک گروہ عبادت گذارون کا تیرے ساتھ ہوتا ہے وہ گروہ عبادت گذارون کا جناب امیر علیہ السلام کا گروہ ہے ؂

آیت نمبر ۱۸ سورۂ الم سجدہ رکوع ۲

اَفَمَنْ کَانَ مُؤمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ۔ کیا مومن شخص مثل مرد فاسق کے ہوگا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۱) مطلب یہ کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا یہ بھی استفہام انکاری ہے۔

(۲) اور بھی آیت نمبر ۶۱ سورۂ قصص میں اس قسم کی آیت اَفَمَنْ وَعَدْنٰہُ وَعْدًا حَسَنًا

آچکی ہے اور وہاں مفصل طور پر بیان کر دیا ہے۔

(۳) اور جہاں اس قسم کی آیات آئی ہیں وہ تمام دکمال معہ تفسیر و معنی کے دکھادی ہیں مثل آیت نمبر ۱۳۳ سورۂ توبہ اجعلتم سقایۃ الحاج

(۴) نمبر ۱۵ آیت سورۂ یونس افمن یھدی الی الحق۔

(۵) آیت نمبر ۱۰۲ سورۂ نحل ہل یستوی ہو ومن۔ اور نتیجہ بھی دکھلا دیا کہ اس طرح فاضل اور مفضول کی شناخت ہوتی ہے اور فاضل ہر جگہ جناب امیر علیہ السلام کو پایا جاتا ہے۔

(۶) ایسا ہی یہ مقام ہے جس کا شانِ نزول اس طرح لکھا ہے کہ ایک روز ولید بن عقبہ برادر مادری عثمان نے جناب امیر علیہ السلام سے بطور فخر کے یہ کہا کہ اے علیؑ تو ابھی لڑکا ہے اور میری قوت جوانی کی تجھ سے زیادہ ہے اور زبان میری تجھ سے بڑتر ہے اور سنان میری تیز ہے تیری سنان سے اور لشکر میں میں زیادہ ثابت قدم ہوں بہ نسبت تیرے۔ پس جواب میں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خاموش اے فاسق بدکار کہاں طاقت ہے تجھکو کہ میرے مقابلے میں اپنا فخر کر سکے پس یہ آیت افمن کان خداوند تعالےٰ نے بتائید قول جناب امیر علیہ السلام نازل فرمائی

(۷) اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں نمبر ۱۷ پر اس آیت کی تفسیر واحدی اور ابن عساکر نے سعید بن جبیر سے اور اُس نے ابن عباس سے اِسی طرح کی ہے۔

(۸) اور علامہ جریر اور حافظ سلفی نے عطا ابن یسار سے اور ابن عدی اور خطیب نے اپنی تاریخ میں کلبی سے بطریق ابی صالح ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام اور ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(۹) اور فہرست امامیہ اخبار لکھنؤ کے نمبر ۲۴ پر اس آیت کی تفسیر یہی طور سے کی ہے پس فضیلت جناب امیر علیہ السلام بھی ظاہر ہوئی اور تعلق اس آیت کا بھی جناب امیر علیہ السلام سے ہی ظاہر ہوگیا۔

آیت نمبر ۲۴۳ سورۂ الم سجدہ رکوع ۲

اَمَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَھُمْ جَنَّاتُ الْمَاْوٰی نُزُلًا بِمَا کَانُوْ یَعْمَلُوْنَ۔ لیکن جو لوگ ایمان دار نیک اعمال ہیں پس اُن کے لئے تو جنتیں جگہ رہنے کی بطور

مہمانی کے ہیں بہ سبب اس کے اُن کے عمل ہی ایسے تھے۔

(۱) اس سلسلہ میں تین آیتیں ہیں آیت اوّل میں تو مجمل طور پر تبلادیا کہ مومن ایمان والا اور فاسق بدکار یہ دونو برابر نہیں۔

(۲) اب اس اجمال کی تفصیل ہے دوسری آیت میں اُس مومن صالح کیجگہ رہنے کی آخرت میں بتلادی کہ بہشت ہیں باغ ... اُن کا قیام ہے دائمی وہ نعمتیں اُنکو مہمانی میں ملیں گی۔

(۳) اور مہمان تازہ وارد کو کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی دارِ دُنیا سے خانۂ آخرت میں بہ طور تازہ وارد کے ہوں گے اس اعتبار سے مہمانی کا ذکر کیا۔

(۴) دوسری خوبی اس لفظ مہمانی اور ضیافت میں یہ بات نکلتی ہے کہ مہمان کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے میزبان کے نزدیک پس خداوندِ تعالیٰ جو بمنزلہ صاحب خانہ ہوگا اُس کے نزدیک بھی اُن مومنین صالح کی قدر و منزلت زیادہ ہوگی۔

(۵) اور مہمان کے جس قدر حقوق اُس میزبان کی خاطر نشین ہوتے ہیں اُسی قدر اُس کی تواضع زیادہ ہوتی ہے پس وہی صورت یہاں ہے خداوندِ تعالیٰ کی نظر میں اُن کے وہ حقوق ایمان کامل اور عمل صالح ہ نشین ہیں اس لئے اُن کی تواضع زیادہ ہوتی ہے اور فرما بھی دیا کہ تمہارے حقوق ہی ایسے تھے یعنی عمل ہی تم ایسے کرتے تھے جس کی جزا یہ ہے کہ ہم تمہاری مہمانوں کیطرح خاطر تواضع اور عظمت کریں۔

(۶) اس سے آگے آیت تیسری اس سلسلہ کی ہے جس میں اُس فاسق کا ٹھکانا رہنے کا تبلا دیا۔ وَاَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ۔ اور لیکن فاسق لوگوں کا ٹھکانا یا رہنے کی جگہ آتشِ جہنم ہے۔

(۷) وہ جو آیت اوّل میں لا یستوون فرمایا تھا اُس کی تشریح کر دی کہ یہ دونو برابر نہیں ہیں اس واسطے کہ مومن صالح کے واسطے تو بہشت کے باغ رہنے کو ملیں گے اور فاسق بدکار کے لیے آتش دوزخ رہنے کی جگہ ملیں گی۔

(۸) پس جناب امیر علیہ السلام کے قول کی خداوند تعالےٰ نے کیسی تصدیق فرمائی آپ نے جو فرمایا تھا ولید سے کہ خاموش او فاسق بدکار تیری کیا مجال ہے جو میرے مقابلہ میں اپنا فخر

بیان کرے اِس کو خداوندِ تعالےٰ نے اِن دونوں آیتوں میں ثابت کر دیا۔

(۹) نیز یہ صفت آمنوا و عملوا الصّالحات جو مقدمہ کتاب میں قاعدہ نمبر ۴ میں ثابت ہے آیت نمبر ۳۱۳ تک ہر جگہ مستعمل ہے اور یہ ۱۷ واں مقام ہے جس سے کیسا استحکام ہمارے دعوے کو ہوتا ہے کہ یہ صفات خاص اہلبیت علیہم السلام کے ہیں۔

آیت نمبر ۳۴۸ سورۂ الم سجدہ رکوع ۲

۲۱/۴۶۵

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔ بے شک ہم گنہگاروں سے بدلا لینے والے ہیں۔

(۱) شروع کتاب میں جہاں تعداد آیات قرآن بشان اہلبیتِ رسالت کا ذکر ہے وہاں یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ جس طرح صفت و ثنائے ذاتی سے فضیلتِ اہلبیتِ رسالت ظاہر ہوتی ہے اُسی طرح مدح و قدح مخالفین سے بھی ان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور یہی ہمارے مقصود کے موافق ہے کہ اس قسم کی آیات کو اپنے اس مجموعہ میں لیا ہے

(۲) جیسا کہ اپنے اوپر مخالف جناب امیر علیہ السلام یعنی ولید کا ذکر دیکھا ہے اسی طرح آیت زیر بحث میں مخالفانِ جنابِ امیر علیہ السلام کا ذکر ہے۔

(۳) فرق اتنا ہے کہ ولید نے ازراہِ بیحیائی ظاہر بظاہر بے ادبی کی جناب امیر علیہ السلام کے مقابلہ میں خداوندِ تعالےٰ نے بھی اُس کو علی الاعلان فاسق فرما کر اُس کی جگہ آتشِ دوزخ بتلاوی

(۴) اور مخاطبان آیت منافقانہ طور سے جناب امیر علیہ السلام کو خفیہ آزار پہنچاتے تھے اُن کے ہمراہ خداوندِ تعالےٰ نے بھی خفیہ سلوک کیا یعنی بطور رازداری کے اشارہ اور کنایہ میں اپنے رسول کو اُن کا انجام بد بتلا دیا اور مجرمین کا خطاب مجملاً فرما دیا۔

(۵) اور مثل آیت نمبر ۸۱۲ و نمبر ۳۱۹ کئی جگہ ہم اوپر بتلا آئے ہیں اور دکھا آئے ہیں کہ کتب سماوی کا یہی قاعدہ ہے کہ بعض بعض حالات مخفی طور پر رازداری کے قاعدے سے تشبیہ و استعارہ اور اشارہ اور کنایہ میں اپنے رسول کو خداوندِ تعالیٰ آگاہ کر دیتا ہے تمام آیات کیفیت رجعت اور احوال جناب صاحب عصر اور تخریب اعدائے دین اسی قاعدہ رازداری میں بیان ہوتے چلے آتے ہیں یہ آیت بھی اُسی قبیل سے اعدائے دین سے تعلق رکھتی ہے۔

(۶) اور اس وعدۂ انتقام کی خبر تو سورۂ زخرف رکوع ۴ میں بھی ایک آیت کے ذریعے اپنے رسول کو خدا نے منادی ہے فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُوْنَ پس اگر ہم تجھکو لیئے بھی جائیں پس تو بھی ہم اُن سے بدلا لیں گے کیا صاف بیان ہے کہ اگر تمہارے رحلت بھی ہو گئی تو تمہارے بعد بھی ہم اُن سے بدلا ضرور لیں لینگے۔

(۷) اِس آیت سورۂ زخرف سے کیسی تائید اور تصدیق آیت زیرِ بحث کی ظاہر ہوتی ہے اور وعدۂ خدا کا سچا ہے۔ تو یقینی معلوم ہو گیا کہ وہ ضرور دشمنان دین سے بدلا لے گا۔ خواہ دُنیا میں اور خواہ آخرت میں۔

(۸) اب دیکھنا تو یہ ہے کہ وہ مجرمین کون لوگ ہیں اس بحث کے فقرہ چہارم میں یہ تو بتلا دیا ہے ہم نے کہ یہ لوگ منافقانہ برتاؤ کرتے تھے اور منافق سب دشمن اور مخالف علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہوتے تھے اور اُنہیں کی عادت کے موافق خدا نے بھی خفیہ کاروائی میں رسول کو مطلع کر دیا یہ بھی ایک دلیل ہے ہمارے قول کی تصدیق میں۔

(۹) اب رہی فیصلہ کی خبر جو رازداری اپنے رسول کیساتھ خدا نے برتی ہے وہ یہ ہے کہ اُن مجرمین کا ٹھیک ٹھیک پتہ بتلا دیا ہے اپنے رسول کو جن سے انتقام لے گا۔ اور اشارہ یہ ہے کہ آیۂ زیرِ بحث اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ کے حروف کے اعداد بحساب جمل صغیر شمار کرنے سے تعداد ۱۲۰۲ کے برابر ہوتی ہے اور ان مجرمین خاص ثلاثہ کے معروف نام کے حروف کے اعداد بھی ۱۲۰۲ ہوتے ہیں پس تحقیق ہو گیا کہ جن کے ناموں کے حروف کے اعداد ۱۲۰۲ ہیں اس آیت میں اُنہیں لوگوں سے انتقام کا وعدہ ہے کیونکہ آیت کے تمام حروف کے اعداد بھی مساوی ان اعداد کے ہیں یہی وہ راز داری ہے جس کے ذریعے اپنے پیغمبر کو بتلا دیا کہ تم کیوں ملول ہوتے ہو ان دشمنان علی کے منافقانہ برتاؤ سے ہم تو ایک روز ان سے بدلا لے ہی لیں گے۔ اور یہ کمال فضیلت ہے جناب امیر علیہ السلام کی۔ چنانچہ دیکھو اوّل کے نام کے اعداد ۲۳۱۔ دوم کے تین سو سویم کے ۶۶۱ اور مجموعہ کل ۱۲۰۲ ہوتا ہے اور نزول قرآن موافق محاورہ اور مذاق عرب کے نازل ہونا ظاہر ہو جبکہ تمام صنائع مروجہ لسان عرب فصاحت بلاغت تشبیہہ استعارہ محکم و ماذل استفہام وغیرہ وغیرہ صنائع بدائع لسان عربی قرآن میں موجود ہیں پھر اتنی بڑی مشہور معروف صنعت استخراج اعداد متروک ہو جائے کیا وجہ ضرور یہی صنعت ہے یہاں کام لیا ہے

آیت نمبر ۳۴۹ سورۂ سجدہ رکوع ۳

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ - اور کئے ہم نے اُن میں سے پیشوا امام ہدایت کرنے والے ہمارے حکم کی جبکہ صبر کیا اُنہوں نے اور تھے وہ ہماری آیات پر یقین کرنے والے۔

(۱) اس سے اوپر یہ ذکر ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جو ہدایت تھی بنی اسرائیل کے لئے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ تم شک میں نہ پڑو۔

(۲) آگے اُس کے یہ آیت ہے کہ ہم نے اُن میں سے امام بنائے پس مفسرین نے لکھا ہے مراد اس سے یہ ہے کہ جس طرح ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اُسی طرح ہم نے تم کو کتاب عنایت کی۔ اور جس طرح ہم نے موسیٰ ع کی اُمت میں امام بنائے ہدایت کے لئے اُسی طرح ہم تمہاری اُمت میں بھی امام بنائیں گے۔

(۳) کیونکہ آیت نمبر ۱۶۴ سورۂ ہود میں بھی یہ خبر دی تھی اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ " آیا کوئی ہے ایسا کہ آیا ہو اوپر دلیل روشن کے (یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ ساتھ قرآن روشن کے آئے) اور آیا ایک گواہ اُنہیں میں سے (یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السلام گواہی دیتے ہوئے جو اُن ہی کی اہل سے ہیں)[ل]

اب اس کو مثال دیتا ہے خداوند تعالےٰ اس آیت میں وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً اور اس رسول سے پہلے بھی کتاب ہی دی تھی موسیٰ کو مثل اُن کے جو رحمت تھے اور امام بھی تھے موسیٰ کے واسطے اسی طرح دیئے تھے جو تصدیق کریں نبی کی مثل علی ابن ابیطالب کے تفسیر کو نمبر ۱۶۴ آیت کے دیکھو بقول امام اسیطرح معنی آئمہ کے ہونگے جس طرح ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

(۴) پس دہی خبر یہاں آیت زیر بحث میں ہے کہ جس طرح ہم نے امام اُمتِ موسیٰ میں بنائے تھے اُسی طرح اس اُمتِ رسول ص میں امام بنائیں گے۔

[ل] حاشیہ۔ لفظ منہ آئمہ آیت زیر بحث کو اور لفظ منہ آیتِ ہود کو اور لفظ منہ ارشاد رسول ص کو مقابلہ کی نظر سے دیکھنا کہ فرمایا عَلِیٌّ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْهُ ط

(۵) امام امتِ موسیٰ میں بارہ تھے جن کی خبر قرآن میں اثنا عشر نقیبا موجود ہے۔ پس اس امت میں بھی ۱۲ امام ہوں گے جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی حدیثوں سے ثابت ہے کہ میری امت میں بارہ امام ہوں گے۔

(۶) پھر آگے جس قدر صفات اُن اماموں کے لکھے ہیں یہ کل آئمہ اہلبیت میں بشہادت قرآن موجود ہیں مثلاً یہدون بامرنا آیت نمبر ۱۹ سورۂ اعراف میں ان کی شان میں ہے و ممن خلقنا اُمۃً یہدون بالحق و بہ یعدلون۔

(۷) لما صبروا چونکہ اُنہوں نے صبر کیا صفتِ صبر آئمہ اہلبیت ایسی مشہور ہے کہ پورا ایک سورہ دہر اسی صبر کی تعریف میں نازل ہوا ہے اور اسی آیت نمبر ۲۱ سورۂ عنکبوت الذین صبروا و علی ربہم یتوکلون کی تفسیر میں ان کا مفصل طور پر صبر دکھلا دیا گیا ہے جس میں آیات نمبر ۱۷ و نمبر ۱۷۳ ان کے صبر کی شہادت میں پیش کی گئی ہیں اور لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۸) اب رہا کانوا بآیاتنا یوقنون یہ تو ایسی صفت ہے تمام اُمت میں سب سے پہلے خدا کی آیات پر۔ رسول کی رسالت پر یقین کرنے والا وہی شخص ہے جو سابق اسلام ہے اور سابق اسلام باتفاق جمہور علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۴۰۵ لغایت ۵۰۰ آپ کے سابق اسلام کی بحث میں ۲۷ روایات بطریق اہلسنت درج ہیں دیکھو وہ مقام۔ پھر یقین بھی کیسا یقین کہ ان کے قول سے ظاہر ہے لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا اگر تمام پردہ ہائے حجابانہ درمیان سے اُٹھ جائیں تو بھی میرا یقین جس درجہ کا ہے وہاں سے کچھ زیادہ نہ ہو جائیگا۔ پہلے سے ایسے کامل یقین ہیں۔

(۹) جن کی شان میں شروع قرآن کی آیت نمبر ۴ ہے۔ والذین یؤمنون بما اُنزل الیک وما اُنزل من قبلک و بالآخرۃ ہُم یوقنون نازل ہوا ہے اور بہت سی آیتیں اسی قسم کی نازل ہوتی چلی آئی ہیں پھر ان کا کامل یقین ہونا ثابت ہوا۔ اور یہ کل صفات آئمہ اہلبیت کی ہی قرار پائی جس سے کمال فضیلت ان کی ظاہر ہوئی۔ کہ یہ لوگ اس اُمت کے امام مثل امام ہائے اُمت موسیٰ کے خدا نے پیدا کئے ہیں اور قرآن میں ان کی خبر دی ہے۔

صفحہ ۴۸۷ | ۲۱ / ص ۶۶۷

آیت نمبر ۵۰ ۳ سورۂ احزاب رکوع ۱

النَّبِیُّ اَولیٰ بِالْمُؤمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ یعنی نبی اولی بالتصرف ہے مومنین کی جانون سے اور ازواج نبی بمنزل ماؤن کے ہیں ان کی۔

(۱) حضرت امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآت اس آیت کی اس طرح تھی اَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ۔

(۲) اور قمی علیہ الرحمہ نے بھی کہا ہے کہ هُوَ اَبٌ لَّهُمْ نازل ہوا تھا اور یہی بڑی دلیل ہے اولی ہونے کی (۳) عہدِ سابق میں یہ محاورہ تھا کہ اپنے ولی نعمت کو کمال عزت اور تعظیم کے لحاظ سے باپ کہتے کیونکہ باپ سے زیادہ مکرم کوئی ہو نہیں سکتا۔ ہماری زبان میں آج تک مشہور ہے کہ میں آپ کو بجائے باپ کے سمجھتا ہوں۔

(۴) مگر اس وقت میں اس قدر تکلفات نہ تھا جیسا اب ہے چنانچہ عیسٰی نے بھی یہ کلمہ خدا کی جانب استعمال کیا کم عقل لوگون نے اس کو دوسرے معنون میں سمجھ لیا۔

(۵) اور جناب سرور کائنات تو اشرف الانبیاء بلکہ اشرف الناس بلکہ اشرف المخلوقات ہیں جس قدر اُن کا اکرام کیا جائے بجا ہے اور جس قدر تعظیم کا لفظ لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ اور تعظیم کا لفظ باپ سے زیادہ کوئی مل نہیں سکتا۔

(۶) اور تفسیر میں بھی یہی ہے کہ آنحضرت دین دنیا میں بھی باپ ہیں اُمت کے کیونکہ ہر نبی اُمت کا باپ ہے اس جہت سے کہ حیات ابدی کے حصول کا ذریعہ سب کا وہی ہے اور سببِ حیات باپ ہی ہوا کرتا ہے۔

(۷) اور اسی ایک باپ ہونے کی وجہ سے کل مومنین آپس میں ایک دوسرے کے بھائی مقرر ہوئے جیسا کہ فرمایا خدا نے اِنَّمَا الْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

(۸) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اور علیؑ دونو باپ ہیں اس امت کے کیونکہ مقصود میں دونو برابر ہیں گو علیؑ نبیؐ نہ پکارے گئے مگر ہادیٔ اُمت ضرور ہیں اور کام رسالت کا برابر انجام دیئے والے ہیں پس منصب علیؑ کا وہی ہے جو منصب رسولؐ

صلی اللہ علیہ و آلہ کا ہے۔

(۹) اور آیت نمبر ۱۳ سورہ بقرہ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا کی تفسیر میں ثابت ہو گیا ہے کہ رسول مقبول اور علیؑ مرتضیٰ دونوں امت کے باپ ہیں۔

---

(۱۰) اور قرآن مترجم بامحاورہ جو مولوی مقبول احمد صاحب نے مطبع نور المطابع لکھنؤ سے چھپوایا ہے اُس میں آیت وبالوالدین مذکورہ کی تفسیر میں یہ ہی لکھا ہے کہ نبی و علیؑ دونوں باپ اس اُمت کے ہیں۔

(۱۱) اور مسند میں حاشیہ صفحہ ۱۹ پر روایت جناب امیر علیہ السلام سے لکھی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علیؑ دونوں باپ اس اُمت کے ہیں۔

(۱۲) اور جو لوگ علیؑ کو باپ نہیں قبول کرتے وہ تعلق اخوت بھی مومنین کے ساتھ نہیں رکھتے بلکہ دشمن ہو جاتے ہیں اور کلام خدا انما المومنین اخوۃ سے باہر ہو جاتے ہیں یعنی مومن بھی نہیں رہتے (۱۳) اور جس طرح اس جگہ خداوند تعالے نے فرمایا کہ اولی ہے نبی مومنین کی جانوں سے اِسی طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقام غدیر میں تمام مجمع اہل اسلام سے اول تو اقرار لیا اس بات کا جو خدا نے فرمائی ہے آپ نے کہا اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ کیا میں نہیں ہوں اولی تمہاری جانوں سے پس سب نے کہا ہاں یعنی قالوا بلی تب آپ نے فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ یعنی جس کا مولا میں ہوں اُس کا مولا علیؑ ہے پس اس پیام اپ نے سب سے بیعت لی۔

(۱۴) لہٰذا نتیجہ یہ نکلا جس کا مولیٰ میں ہوں اُس کا مولیٰ علیؑ ہے جو منصب مجھکو حکومت کا تم سب کے اوپر حاصل تھا وہی منصب حکومت سب کے اوپر علیؑ کو حاصل ہو گیا جو بزرگی اور عظمت مجھکو تمام اُمت پر تھی۔ وہی بزرگی اور عظمت علیؑ کو حاصل تھی پس اگر میں باپ اُمت کا تھا تو علیؑ بھی باپ اُمت کا ہے ؕ

آیت نمبر ۱۵۳ سورۂ احزاب رکوع ۱

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهَاجِرِیْنَ

اور صاحبان قرابت اولیٰ ہیں بعض ان کے بعض سے کتاب خدا میں مومنین اور مہاجرین سے۔

(۱) یہ آیت پہلے نمبر ۱۲۹ پر سورۂ انفعال میں آچکی اور شان نزول اُس کا وہاں بیان ہو چکا مگر بطور تاکید کے دوبارہ نازل ہوئی۔

(۲) اس آیت کا تعلق سب سے زیادہ جناب امیر علیہ السلام سے ہے اور اُس وقت کے مُسلمان جناب امیر علیہ السلام سے کینہ رکھتے تھے اور خداوند تعالیٰ اِس بھید پر آگاہ تھا کہ لوگ اولیت جناب امیر علیہ السلام کے قائل نہوں گے اس واسطے دوبارہ آگاہ کر دیا۔ اور فرما دیا کہ یہ حکم کتاب خدا میں ہے اگر عدول کیا تو کتاب خدا سے عدول کیا۔

(۳) مگر دُنیا داروں نے اپنی غرض پوری کی نہ اوّل بار نزول پر خیال کیا اور نہ دوبارہ پر اور نہ کتاب خدا پر یقین کیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے زمانے پر عمل کیا نہ آپ کے دستور العمل کو دیکھا جس میں اپنا فائدہ دیکھا وہ کیا۔

(۴) سابقہ شان نزول میں ذکر آچکا ہے کہ اوّل ہی اوّل مکہ سے جدیدہ حالت میں نکل نکلکر جو مسلمان آئے اور مدینہ میں ٹھہرنے لگے قبائل و عشائر سے دُور غربت کی حالت میں بسر کرنا دُکھ بیماری تنہائی کی موت زندگی تھی پس اس بیکسی کو رفع کرنے کو یہ تدبیر کی تھی کہ دو دو آدمیوں میں بھائی چارہ مقرر کر دیا وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتا بیماری میں خبر گیراں ہوتا بعد موت وارث اُس کا ہوتا۔

(۵) مگر جب اس حال میں مدت گذری اور روز کی فتوحات کے سبب ایک ایک شخص بجائے خود مالدار ہو گیا۔ علاوہ اس کے خوف کفار کا جاتا رہا اپنے اپنے اہل و عیال و قرابتی مکہ سے بلالئے یا خود نکاح کر کے صاحب اولاد ہو گئے تو اب غیر کو بھائی بنانے کی ضرورت ہی نہ رہی اور پچھلے دینی بھائی کو وارث کریں تو تمام اقربائی حقیقی اپنے محروم ترکہ سے رہجاتے ہیں اور یہ بڑا ظلم ہے اقربا پر لہذا خداوند تعالےٰ نے قانون وراثت کے جاری رکھنے کی غرض سے یہ آیات نازل کیں۔

(۶) اور اس قانون وراثت میں خلل انداز تین صورتیں تھیں اول یہ کہ قرابتیوں میں تمیز نہ کرنا دوسرے اُس ضرورت کے موقع پر کسی ایک مہاجر کو بہ سبب مومنیت کسی انصار کا بھائی اور وارث بنا دینا تیسرے یہ کہ ایک مہاجر کو دوسرے مہاجر کا بہ سبب ہجرت کے بھائی اور وارث

بنا دینا۔ پس اس آیت مجریہ قانون وراثت میں تینوں خلل دور کر دیئے۔ اوّل تمیز کرا دیا اولیٰ
میں کہ سب یکساں نہیں ہیں بلکہ بعض اقربیٰ اولیٰ ہیں دوسرے سے اور وہی اولیٰ جبکہ بعض
اقربیٰ سے اولےٰ ہے دیسا ہی وہ مومنین سے بھی اولیٰ اور بہتر ہے جو بسبب مومنیت بھائی یا
وارث بنا دیئے تھے اور ایسا ہی وہ اولیٰ ہے مہاجرین سے جو بخیال ہجرت بھائی او
وارث بن گئے تھے اُن سے بھی اولیٰ وہی بعض اولیٰ قرار پایا۔ یعنی ہر سہ قسم کے بھائی سے۔
(۷) یہ مقصود ہے آیت کا جس کا حکم تو عام کے لیئے ہے مگر ایسا افضل اور اولیٰ اقربائے رسولؐ
میں صرف جناب امیر علیہ السلام تھے کہ عباس و عقیل وغیرہ سب سے اولیٰ اقرب تھے بسبب
دامادی کے اور ایمان میں بھی علیؑ افضل اور اولیٰ سب سے تھے کہ پیر کے روز حضرت مبعوث بہ
رسالت ہوئے اور منگل کے روز علیؑ ایمان لائے اور ہجرت میں بھی علیؑ افضل ہیں ہمراہی رسولؐ
میں کہ بعد روانگی رسول اللہ کے ذمہ سے امانات قریش ادا کیں اہل عیال رسولؐ کو لے کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے آن ملے جب تک علیؑ شامل رسولؐ نہ ہوئے آپ نے مدینہ میں
قدم نہ رکھا علیؑ کی ہجرت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہجرت ایک ہی ہے اس واسطے
ہجرت کی رو سے بھی علیؑ اولیٰ اور افضل ہیں اقربائے رسولؐ میں۔
(۸) اور بالکل اس ہمارے بیان کی تصدیق میں شاہد عادل ہے قول ابن عباس کا جو سوانح ۹۵
عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست آیات فضائل میں نمبر ۵۹ پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا
ہے کہا ابن عباس نے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ
جناب مومنین میں مہاجرین میں اور قرابت داروں میں طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے سب سے اولیٰ ہیں۔
(۹) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خطبۂ غدیر خم میں صاف صاف ارشاد
فرمایا اے گروہ مردم یہ علی ابن ابی طالب ہے تم سب سے زیادہ قرابت میں میرا عزیز ہے
اور مخاطبین میں حضرت کے دوسرے اقربا بھی تھے مومنین بھی تھے مہاجرین بھی تھے پس لفظ
(تم سب کا نقطہ) حاوی ہے ہر سہ گروہ پر۔ اب حضرت کے کلام کو مضمون آیت سے بالکل مطابقت
پائی جاتی ہے۔

(۱۰) پھر جو کچھ آپ نے زبانی اہلبیت و فضیلیت علیؑ کا اقرار کیا عملی ثبوت بھی اُسی کے موافق کر کر دکھا دیا یعنی اپنی قرۃ العین عزیزہ دُختر کا نکاح علیؑ سے کیا۔ (ب) اپنا وزیر اور خلیفہ اور جانشین علیؑ کو بنایا۔ (ج) اپنا ہمراز اور مشیر کار ہمیشہ علیؑ کو رکھا جو باعث حسد قوم ہوا (د) بموجب آیت کے اپنا وارث علیؑ کو مقرر کیا اور تمام ترکہ اپنا سب کے روبرو علیؑ کے حوالہ کیا۔ دُلدُل سواری کا عقاب دو مرا گھوڑا ناقہ غصبا یعفور مرکب اپنا۔ عمامہ سحاب۔ تازیانہ ممشوق تلوار عصا۔ غرض کل اثاثہ وارث کے حوالہ کر دیا جو اولی الارحام میں اولیٰ تھا۔

(۱۱) اب اگر احکام فی کتاب اللہ پر نظر کی جائے تو مختصر سا شمار یہ ہے آیت نمبر ۲۵ (۱) فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى آیت نمبر ۴۰ (۲) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى آیت نمبر ۲۱ (۳) وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ اور آیت نمبر ۳۳ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (۱۲) اخبار امامیہ لکھنؤ کی فہرست میں نمبر ۷۰ پر اس آیت کی تفسیر لکھی جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت بشان علیؑ ابن ابی طالب نازل ہوئی ہے۔

(۱۳) اور مولوی سید اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ نے اپنی کتاب مفاتیح المطالب کے صفحہ ۱۷ تا ۱۷ اس آیت کو استحقاق خلافت جناب امیر علیہ السلام کی سند مقرر کر کے بحث کی ہے فَمَنْ شَآءَ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهِ الْكِتَابِ وَاللّٰهُ خَيْرُ النّٰاصِرِيْنَ۔

(۱۴) اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت جاری ہوئی ہے اولادِ حسینؑ میں اور بعد اُس کے کہا ہم اولیٰ ہیں امارت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیساتھ مومنین اور مہاجرین اور انصار سے وہی مطابقت بیان میں ہے جو اوپر ہے ۔۔۔

آیت نمبر ۳۵۲ سورۂ احزاب رکوع ۱

لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ۔ تاکہ سوال کیا جائے سچوں سے اُن کے سچ کی بابت۔

(۱) اس آیت میں غور کرنے سے بعض جملہ محذوف معلوم ہوتا ہے معنی مسلسل معلوم نہیں ہوتے یعنی اور پیغمبران مرسل کے نام لے کر فرماتا ہے کہ ہم نے ان نبیوں سے میثاق غلیظ لیا یعنی پیمان و عہد محکم لیا اُس کے بعد یہ آیت ہے۔

(۲) پیغمبرون سے عہد یہی لیا جاتا ہے کہ میری وحدانیت کا یقین دلاؤ۔ بعد موت کے حشر و نشر کا اقرار ہو نیک عمل کی طرف ترغیب اور بد کامون سے محترز کرنا چاہیئے۔

(۳) اب یہ محذوف ہے کہ نبیون کی ہدایات نے کیا اثر کیا کس نے فرمانبرداری کی کس نے نافرمانی کس نے پیغمبرون کو سچا جانا اور کس نے تکذیب کی۔

(۴) اس تمام بیان کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے یہ فقرہ آیت یعنی عہد و پیمان کا مقصد یہ ہی تھا کہ سچے لوگ اور پیغمبرون کو سچا جاننے والے معلوم ہو جائیں کیونکہ وہی فرمان بجا لانے والے نکلے پس اُن کی اس تصدیق کی جزا اُن کو دیں یہ مطلب اس طرح ادا کیا تاکہ سوال کئے جائیں سچے اپنے سچ کی بابت اور اُن کی رضامندی ظاہر کیجائے اور جزاء نیک دیجائے۔

(۵) اب ہم کو وہ سچے اور پیغمبر کو سچا جاننے والے معلوم کرنے چاہئیں جو قرآن کی دوسری آیات سے بخوبی معلوم ہو جاتے ہیں جیسا کہ آیت نمبر ۹۳ سورۂ مائدہ میں قیامت کے ذکر میں فرمایا هٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُهُمۡ یعنی یہ آج کا دن وہ ہے کہ سچے لوگ اپنے سچ کا نفع اُٹھائیں گے دیکھیئے وہی بات آگے لِیَسۡئَلَ الصّٰدِقِیۡنَ عَنۡ صِدۡقِهِمۡ کا بھی یہی مطلب ہے جو یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُهُمۡ کا ہے اور یہ آیت اہلبیت رسولؐ کی شان میں ہے جن کے اول علیؑ ابن ابیطالب ہیں

(۶) جن کو نام ہی خدا اور رسولؐ نے سید الصادقین اور صدیق اکبر عنایت فرمائے ہیں جن کی ذریت میں امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں اُن سے زیادہ صادق اور صدیق کون ہو سکتا ہے۔

(۷) جن کا ذکر آیت نمبر ۱۷۷ سورۂ بقر میں اس طرح فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ یہ ہی لوگ تو سچے ہیں اور یہی لوگ تو پرہیزگار ہیں۔

(۸) اور یہ لوگ تو ایسے سچے ہیں اور اُن کی صداقت خداوند تعالیٰ کو پسند ہے کہ کل مومنین کو اُن کی پیروی کا حکم دیا قرآن میں آیت نمبر ۱۱۹ سورۂ توبہ میں ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اے ایمان والو ڈرو خدا سے اور سچون کی پیروی کرو۔

(۹) رہا یہ امر کہ اُن سے سوال کیون ہوگا ایک وجہ تو اس کی اوپر ہم لکھ چکے کہ جزائے نیک ملے جیسے یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ سے ثابت ہوا علاوہ اس کے دوسری وجہ ان سے سوال کرنے کی یہ ہے کہ اُن کا منصب یہی ہے تمام لوگون کے عمل کو ملاحظہ کریں کہ کس کس نے پیغمبر کا حکم سنا فرمانبرداری

(۱) اور کس کس نے نافرمانی کی اور پھر اُن کے اعمال کی گواہی دیں خدا کے سامنے حشر کے روز میں
اس واسطے اُن سے سوال ہوگا کہ کس نے سچ جانا اور کس نے تکذیب کی۔

(۱۰) سند اس امر کی کہ اُن کا منصب یہی ہو کہ ملاحظہ کریں عمل ان لوگوں کے آیت نمبر ۱۰۴ سورہ توبہ ہے کہ فرمایا خدا نے پیغمبر سے قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ کہدو لوگوں سے عمل کئے جاؤ قریب ہے کہ دیکھیگا خداوند تعالی عمل تمہارے اور رسول اُس کا اور مومنین یہ ملاحظہ کرنے والے اعمال کے خدا و رسول کے بعد مومنین یہی تو ہیں جو ولی اُمت ہیں آیت نمبر ۸۸ سورہ مبارکہ مائدہ کے بموجب۔

(۱۱) اب سند اس امر کی ان کے منصب سے یہ کام بھی متعلق ہے کہ گواہی دیں پیش خدا لوگوں کے اوپر آیت نمبر ۱۶ سورہ بقر سے ثابت ہے فرمایا خدا نے ان کو وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور ایسا ہی کیا ہم نے تم کو اُمت درمیانہ تا کہ تم گواہ ہو اوپر آدمیوں کے اور رسول تمہارے اوپر گواہ بنے یہ اختیارات ان کو دیئے ہیں خدا نے تب تو ان سے سوال ہوگا اور یہ لوگوں کی حقیقت پیش خداوند تعالی بیان کریں گے کہ اس نے حکم کی تعمیل کی جس کا تو نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا اور پیغمبروں نے انکو پہونچا دیا تھا اور اس نے نافرمانی کی اُس کی۔

(۱۲) اور آیت نمبر ۱۶ کی تائید میں دو آیات اور بھی موجود ہیں نمبر ۲۶۳ سورہ حج اور نمبر ۳۰۳ سورہ نحل جن کو نقل کرنا ضرور نہیں تھا۔

لا ص ۶۷۱

آیت نمبر ۳۵۳ سورہ احزاب رکوع ۳

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا اور جب دیکھا مومنوں نے ان لشکروں کو کہا یہ تو وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ و رسول اُس کے نے وعدے کے موافق یہ ہجوم ہے اور سچا کر دیا خدا اور رسول اُس کے نے اپنے وعدہ کو اور نہیں زیادہ ہوا مگر ایمان اور اطاعت ان لوگوں کی

(۱) اس آیت کے متعلق حالات تفسیر آیت نمبر ۶۲ سورہ آل عمران میں ہم ظاہر کر چکے ہیں

کہ بعد جنگ اُحد اپنی واپسی کے وقت ابوسفیان سال آئندہ بدرِ صغرا کو وعدہ گاہ مقرر کر گیا تھا جس کے بموجب آنحضرت گروہ اسلام کو لیکر اُس مقام پر جا پہونچے لیکن ابوسفیان کو ہیبت اسلام نے آنے کی قابل نہ رکھا تھا ہاں جھوٹی افواہ اُڑا دی تھی کہ ابوسفیان لشکر عظیم کے ساتھ ارادہ مدینہ منورہ کا رکھتا ہے۔

(۲) اس افواہ پر بھی سُست اعتقاد مُسلمان بہت متوش ہو گئے تھے اِلّا کامل الیقین اور صادق ایمان مسلمانون نے کثرتِ فوج مشرکین سُن کر جو کہا وہ خداوندِ تعالیٰ آیت نمبر ۶۲ سورہ آل عمران میں ان کی تعریف فرماتا ہے قالوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيل۔

(۳) اب وہی ابوسفیان دشمن خدا اور رسُول اپنی دو سال کی کوشش سے تمام قبائل عرب کو فراہم کرکے ایک انبوہِ کثیر لیکر آیا ہے اور مدینہ کو گھیر لیا سپاہ اسلام کی حالت تنگی وقحط سے فاقون پر پہونچی ہے اور کثرتِ دشمنی سے مرعوب ہو کر ایک خندق گرد اپنے کھود کر دبی دبائی پڑے ہیں اور ظاہرا دعویداران اسلام بہت ہی خوف زدہ ہیں رفع حاجت کے واسطے بھی خندق کے باہر نہیں جاتے۔

(۴) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بذریعہ وحیٔ خدا وعدۂ فتح سُنایا تھا اس حالت میں ڈھل یقین لوگون کو کہان باور آتا تھا بلکہ یہی کہتے تھے کہ رفع ضروری کے لئے تو ہم باہر خندق کے جا نہیں سکتے اور وعدے فتح عظیم کے پیغمبر ہمسے کِس بنا پر کرتا ہے۔

(۵) ہان سب ایسے بھی نہ تھے بلکہ وہ سچے ایماندار خدا ورسول کے فرمانبردار اسلام کے مددگار بھی موجود تھے جنہون نے افواہ کثرتِ فوج سُن کر اطمینان قلب سے یہ فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيل اور آج کثرتِ فوج کو دیکھکر بھی کوئی ہراس ان کے دل پر نہ ہوا۔ بلکہ وعدۂ خدا و رسول پر اعتقاد کامل تھا جس کے موافق اُن کی زبان سے یہ نِکلا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ۔

(۶) اب خداوندِ تعالیٰ سب کے دل کا حال جاننے والا اُن کی صفت وثنا کرتا ہے۔ مَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيمَانًا وَّتَسْلِيمًا یعنی مشاہدہ کثرتِ دشمن اور سختی اور تنگیٔ وقت مقتضی ہراس پریشانی تھے مگر یہ حالت اُن کے لئے تو اور بھی زیادتی ایمان اور فرمانبرداری کا باعث ہو گی کہ اُنہون نے یہ

یہی کہا سچ ہے وعدہ خدا و رسولؐ کا۔

(۷) اور آیت نمبر ۲۶ میں معلوم ہو چکا کہ کلمہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کے قائل جناب امیر علیہ السلام اور اُن کے ہمراہی تھے۔

(۸) اور اس جگہ خدا کے وعدے کی تصدیق کرنے والے بھی وہی لوگ تھے جن کو ضرور فتح کا یقین تھا اور ایمان ان کا زیادہ ہوا۔ اور فرمانبرداری بھی زیادہ ہو گئی۔

(۹) یہ ان کی عملی کارروائی سے ظاہر ہے برخلاف دیگر کم یقین لوگوں کے۔ یعنی جب خندق پھاند کر عمر عبدود آگیا اور مبارز طلب کیا اُس وقت ہر چند رسول اللہ فرماتے تھے۔ کہ جاؤ اس کے مقابلہ میں جاؤ اور دفعہ کرو اس سگِ ناپاک کے شر کو ہم سے مگر کسی کو یقین نہ تھا اپنی فتح کا نہ خدا و رسولؐ کے حکم اور وحی کا۔ پس یہ ہی یقین تھا کہ اُس کے سامنے گئے اور مرے۔ بلکہ جناب رسالتمآبؐ نے عمر خطاب سے خطاب کیا کہ جا عمر اس کو مار۔ باوجود فاتح روم و شام ہونے کے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا و رسولؐ سے۔ ہاں جسکو یقین کامل تھا وہ گیا اور اُس نے فتح کر کے دکھا دی اور قول خدا و رسولؐ کو سچا کر دیا اپنی فرمانبرداری سے۔

(۱۰) اور اس کے عوض میں دربارِ رسولؐ سے وہ مباہات کا خطاب و تمغہ پایا ضَرْبَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ۔

(۱۱) اور سرکار خداوندی سے یہ خطاب ملا جو قرآن میں موجود ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ بِعَلِيِّ ابْنِ اَبِيطَالِب یہ ہیں گروہ کفار کو دیکھکر بموجب وعدۂ خدا و رسولؐ فتح کا یقین رکھنے والے اور قول خدا و رسولؐ کو سچا جاننے والے ؀

آیت نمبر ۴۵ سورۂ احزاب رکوع ۳

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا۔ مومنین میں سے ایسے مرد بھی ہیں کہ سچ کر دیا جو عہد خدا سے کیا تھا پس اُن میں سے بعض تو پورا کر گئے اپنی نذر اور بعض ابھی منتظر وقت ہیں مگر بدلا نہیں بطور بدلنے کے۔

(۱) تمام مفسرین سنی و شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت عبیدہؓ بن حارث اور حمزہؓ اور جعفرؓ اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ یہ تینوں حضرات تو اپنے عہد کو وفا کر گئے اور شہید ہو گئے اور علیؑ اپنی شہادت کے انتظار میں ہیں۔

(۲) الفاظ پر اگر غور کیا جائے تو یہی لفظ رجال دوسری جگہ قرآن میں بھی ان ہی حضرات کے واسطے دو جگہ مستعمل ہیں سورۂ اعراف کی دو آیات نمبر ۱۱۳ و ۱۱۴ میں وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ وَأَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالٌ موجود ہے اور مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ رجال حمزہؓ اور جعفرؓ اور عبیدہؓ و علیؑ ہیں مقام اعراف پر۔

(۳) اور یہ صفت وفائے عہد بھی انہیں کی ذات سے متعلق ہے آیت نمبر ۲۴ میں ہے۔ وَيُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا اور وفا کرتے ہیں عہد اپنے کو جبکہ عہد کر لیتے ہیں یہ آیت بشان جناب امیر علیہ السلام ثابت ہو چکی ہے۔

(۴) اور آیت زیر بحث میں جو صدقوا ہے یہ صفت بھی ان کی عام مشہور ہے کہ اسی آیت میں جسکو سنداً پیش کیا ہے آخر پر ہے اُولٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔

(۵) اور ابھی دو ہی آیتیں گذری ہیں کہ لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ کی بحث میں ان کی صداقت پر کتنی سندیں ہم پیش کر چکے ہیں یہ نہیں سچے لوگوں کو فرمایا ہے صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا سچا کر دیا جو عہد کیا تھا خدائے تعالیٰ سے۔

(۶) اور تفسیر عمدۃ البیان میں صاف صاف قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ تحقیق عہد کیا میں نے خدا سے اور اُس کے رسول سے اور میرے بھائی جعفرؓ نے اور میرے چچا حمزہ رضؓ نے اور چچازاد بھائی عبیدہؓ نے ایک امر کا کہ وفا کیا ہم نے اُس عہد کو واسطے خدا کے مگر مقدم ہوئے مجھ سے وہ ہمراہی میرے اور میں پیچھے رہا بسبب ارادے خدائے عز و جل کے پس نازل ہوئی یہ آیت ہمارے مقدمہ میں از جانب خدا۔

(۷) اور اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ وہ لوگ کبھی کسی جہاد میں بھاگے نہیں بعض تو اپنی نذر کو پورا کر گئے مثل حمزہ رضؓ اور جعفر رضؓ کے اور بعض اپنی اجل کے منتظر ہیں جیسے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کہ بعد فتح جنگ اُحد روتے ہوئے آئے خدمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت نے سبب رونے کا دریافت کیا تو کہا یا رسول اللہ لوگ تو بدرجۂ شہادت فائز ہوگئے اور میں باقی رہ گیا جواب میں فرمایا یا رسول اللہ نے شہادت من ورائک شہادت تیز پیچھے آنیوالی ہے جب آپکو گونہ تسکین ہوئی۔ اس بات سے کس قدر انتظار اور آرزو شہادت کی پائی جاتی ہے جس کو خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ۔

(۸) اور جنگ خندق میں جب علیؑ بہ مقابلۂ عمر عبد ود چلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے دعا میں اپنے یہی نام لئے کہ الٰہی عبیدہ کو تو نے لیا مجھ سے جنگ بدر میں اور حمزہ رضی چھٹ گئے مجھ سے جنگ احد میں۔ اب صرف یہ علیؑ نام میرا باقی ہے تو اس کی حفاظت کریو۔ داہنے بائیں اور آگے پیچھے سے مطلب یہ کہ رسول اللہ کے اس طرح نام لینے سے تصدیق ہے تمام گذشتہ بیان کی وہی فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ کی مصداق فرمائی اور وہی وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ کو باقی فرمایا۔

(۹) اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست میں نمبرا پر اس آیت کی تفسیر بھی بطریق اہلسنت عکرمہ سے روایت کی ہے مطابق بیان گزشتہ اور ایک ایک یہی نام اس نے بھی لکھا ہے اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ مخالفین قائل ہیں کہ یہ آیت بشان جناب امیرؑ اور اُن کے ہمراہی حمزہؓ و جعفرؓ و عبیدہؓ کے نازل ہوئی ہے۔

آیت نمبر ۳۵۵ سورۂ احزاب رکوع ۳

ص ۴۷۱/۲۱

لِّيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ۔ تاکہ جزا دے اللہ سچوں کو اور عذاب کرے منافقین کو۔

(۱) یہ آیت اپنی ماقبل آیات کا ایک جزو ہے یا وہ مبتدا ہے اور یہ خبر ہے یعنی آیت ماسبق میں جن لوگوں کی صفت ہے کہ جو وعدہ خدا سے کیا تھا اس کو سچا کر دیا اور بدلا نہیں بطور بدلنے کے۔ اس دوسری آیت میں نہ بدلنے کی علت بیان کی ہے اس لیے وہ نہیں بدلا تا کہ خداوند تعالےٰ سچ کا بدلا دے۔

(۲) مطلب اُس کا جہاد میں قتال کی سختیون پر صبر کرنا ہے اور حقیقت میں ایسی مصیبتون اور سختیون پر صبر کرنے والے خاندانِ رسول کے ہی چند اشخاص تھے جنھون نے حمایتِ رسول میں اپنی جانیں دیدیں یا اپنی جان کو کچھ بھی نہ سمجھا اور عہدِ خدا و رسول کو سچا کر دیا بدلا نہیں باقی کلہم فراری عہدِ خدا کو توڑنے والے جو پیغمبرِ خدا کی حمایت کا اقرار کیا تھا اُس کو بدل دینے والے ہیں۔ ذرا تاریخ کا ورق اُلٹ کر میدانِ اُحد کی سیر کر لیجئے۔ ان ممبران خاندانِ رسول میں سے امیر حمزہ رض کی لاش پڑی ہوئی دکھائی دیگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُنہ اور پیشانی پر خون جاری معلوم ہوگا یا علیؑ مرتضیٰ کی تلوار کفار کے علمدارون کے سر پر چمکتی ہوئی نظر آئے گی باقی عیر اعیرا پہاڑ کی گھاٹی پر بُزکوہی کی طرح بھاگتے اور چھپتے پائیں گے۔

(۳) یہان دونو گروہ کا ذکر کر دیا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا سچا کرنے والے عہد کے عبیدہ و جعفر و حمزہ شہید ہو چکے اور علی شہادت کے انتظار میں ہے مگر بدلا نہیں جو وعدہ کیا تھا ہان بدلنے والے رسول اللہ کو نرغۂ کفار میں چھوڑ کر بھاگ گئے اور کھائی پہاڑ میں چھپے ہوئی دیکھ رہے ہیں ان کی نسبت یہ آخری جملہ ہے وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ اور عذاب کریں منافقون کو

(۴) اب زیادہ ثبوت کی ضرورت نہیں کہ ہم اس کی کوشش کریں کہ یہ آیت جناب امیرؑ اور اُن کے ہمراہیون کی شان میں ہے۔

(۵) ہان اگر ناظرین تمثیلاً اور آیات ان سچون کی شان میں دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں تو بسم اللہ آیت نمبر ۱۷۲ سورۂ بقر وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ہی جہاد اور قتال کی سختی کا ذکر ہے آگے چلئے اُولٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا۔ یہ وہی سچے لوگ ہیں جن کو ہم دیکھ رہے ہیں۔

(۶) رہا اس صداقت کا اُن کو بدلا ملنا خدا سے اِس کی خبر آیت نمبر ۱۱۹ سورۂ مائدہ میں مل چکی ہے يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ۔

(۷) اور لیجئے کچھ دُور نہیں ۲ آیتیں اوپر نمبر ۵ و ۳ میں بھی یہی خبر ہے لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ۔

(۸) وہی مفہوم آیت زیر بحث کا ہے لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ۔

(۹) وہی سچی ہیں جگہ جگہ ان کے سچ کی تعریف ہو رہی ہے۔

آیت نمبر ۳۵۶ سورۂ احزاب رکوع ۳

وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ اور کفایت کر دی اللہ نے مومنین کو یہ لڑائی۔

(۱) یہ لڑائی کونسی لڑائی ہے اور کس طرح کافی ہوئی مومنین کے واسطے۔

(۲) یہ لڑائی جنگِ خندق ہے جس کو جنگ احزاب قرآن میں کہا ہے اور ایک سورۂ احزاب اسی نسبت سے مسمیٰ ہوا ہے ابھی آیت نمبر ۳۵۳ میں ذکر اس کا شروع ہوا ہے کہ کثرت افواج کفار اور تعدد قبائل کو دیکھکر گروہِ اسلام ایسا خائف ہوا۔ کہ خندق کھود کر اُس کے اندر پناہ لی۔ مگر خوش اعتقاد اور کامل الایمان لوگوں نے کہا کہ یہ لشکر اور افواج تو وہی ہیں جن پر وعدۂ فتح دیا ہے ہمکو اللہ نے اور رسول اُسکے نے۔

(۳) مگر اس اعتقاد کے تو چند نفس صادق الیقین تھے۔ ورنہ باقی تمام گروہ قریب ایک ہزار سات سو کے ایسا تھا کہ ہرگز نہ اپنی فتح کا یقین تھا۔ اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعدے کا اعتبار تھا بلکہ یہ کہتے تھے کہ ہم رفع حاجت کے لئے تو باہر خندق کے جا نہیں سکتے اور یہ شخص ہم سے وعدے افتتاح ملک قیصر و کسریٰ کے کر رہا ہے۔

(۳) اور یہ تمام رعب کفار کا مسلمانوں پر بباعث موجودگی عمر عبد ود تھا کہ وہ کفار کی پشت پناہ بنکر آیا تھا اور فارس یل یل اُس کا لقب تھا جس مقام پر اُس نے جنگ میں ایک شتر کو بجائے سپر اُٹھا لیا تھا اُس کا نام یل یل تھا آخر یہ کیفیت دیکھکر قزاق تمام مال قافلہ کا چھوڑ کر بھاگ گئے یہ ایسا دلاور اور قوی دست تھا کہ تنہا اُس کی طاقت ایک ہزار سوار کے برابر شمار ہوتے تھے اس واسطے مسلمانان ظاہری کا دم نکلتا تھا اُس کے نام سے۔

(۴) اور حقیقت میں وہ اپنی دلیری سے خندق کو دا کر مسلمانوں کی حد میں داخل ہو جاتا اور مبارز طلب کرتا اور کہتا کہ مسلمانو! کہاں گئے وہ تمہاری جنت جو بعد شہادت ملتی ہے کیوں نہیں آتے میرے مقابلہ میں اور کیوں نہیں جنت حاصل کر لے یا کیوں نہیں غازی بنتے۔ اور افسوس میری تو آواز تنگ ہوگئی پکارتے پکارتے کیا تم میں کوئی مرد میدان نہیں۔

(۵) اور گروہِ اسلام میں جن کو فاتح روم و شام اور کیا کیا خطاب ملنے والے ہیں سب موجود تھے

مگر سرنگون سب کچھ سنتے تھے اور جواب نہ دیتے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا عمر بن خطاب کو کہ جا عمر اس سگِ ناپاک کے شر سے مسلمانوں کو نجات دلوا تو صاف انکار کیا کہ یا رسول اللہ وہ تو عمر بن عبدِ ود ہے میں اُس کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔

(۶) یہ حالت اس وقت مسلمانوں کی تھی اور یہ صورت تھی لڑائی کی جس کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہی کافی ہوئی لڑائی بھلا ایسی حالت بزدلی اسلام میں اور ایسی قوت جرأت کفار کی حالت میں کسکو اُمید تھی کہ ایک اکیس سالہ نوجوان رسول اللہ کے پہلو میں سے ایسا نکل آئیگا کہ اُس غار سل پل پل کے مقابلہ میں جا کر ایسا کامیاب ہوگا کہ ایک ہزار سوار کی قوت پر وہ تنہا غالب ہو جائے گا۔ اور اُس کا سر کاٹکر رسول اللہ کے قدموں میں ڈالدیگا۔ اور وہ بنا بنایا قلعہ کفار کا منہدم ہو جائیگا اور تمام تر قوت و جرأت اور کثرتِ کفار و شرکین کی خاک میں مل جائے گی۔

(۷) مگر بات اصل یہی وہ ہے جو خداوند تعالیٰ انجام آیت میں فرماتا ہے۔ وَکَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیزًا اور اللہ بہت طاقت والا اور غالب ہے جس کو چاہے غالب کردے اور جس کو چاہے مغلوب کردے اور چاہے جس قدر دشوار امر کی کفایت کردے اسی واسطے تو فرمایا وَکَفَی اللّٰهُ خدا نے کافی کردی وہ دشوار لڑائی خندق کی علی ابن ابیطالب کے ہاتھ سے عمر عبد ود کا قتل باعثِ کفایت ہوا۔ یہ ہی وہ لڑائی ہے اور اس طرح وہ کافی ہوگی۔

(۸) اور تفسیر عمدۃ البیان کی جلد سوم صفحہ ۳ ۵ پر یہ ہے قول جناب صادق علیہ السلام کا ہے۔ کَفَی اللّٰهُ المومنینَ القتالَ بعلی ابنِ ابی طالب علیہ السلام وَقتلہ عمر بن عبدِ ود وَکانَ ذالکَ بسبب ھزیمتہ القوم کفار کافی کردی اللہ نے لڑائی مومنین پر ہاتھ سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اور جبکہ قتل کیا اُنہوں نے عمر بن عبد ود کو اور یہی وجہ اور یہی سبب ہزیمتِ کفار کا ہے۔ اور اللہ قوت والا ہے۔

(۹) اور اسی طرح اس آیت کی شرح ابو بکر بن عباس نے لکھی ہے کہ علیؑ نے ایسی ضرب لگائی کہ اسلام میں ایسی بزرگ دوسری ضرب نہ تھی جس سے اسلام قوی ہوگیا ورنہ کفار تو اسلام کا نام صفحۂ ہستی سے مٹانے آئے تھے۔

(۱۰) جب ہی تو اُس بزرگ ضرب کی بزرگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس طرح ظاہر کی ہے

ضَرْبَتُ عَلیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ فَضْلٌ مِنْ عِبَادَۃِ اُمَّتِی اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

(۱۰) اور اکثر مفسرین قائل ہیں کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلیِّ ابْنِ طَالِبٍ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا۔

(۱۱) بلکہ ابن عباس اور ابن مسعود کی قرآن میں اس طرح تھا اور یہی قرأت ہے ان لوگوں کی

(۱۲) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اسی طرح پڑھا ہے۔

(۱۳) اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست میں نمبر ۴ پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اتفاق کیا ہے مفسرین اہلسنت نے مثل ابن مردویہ اور ابی حاتم اور ابن عساکر اور سیوطی نے کہ ابن مسعود کے قرآن میں یہ آیت اسیطرح تھی کَفَی اللّٰہُ مُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ عَلیِّ ابْنِ ابیطالب علیہ السلام وَکَانَ اللّٰہُ اور قرأت ابن مسعود کی یہ بھی تھی۔

(۱۴) اور فہرست مجموعہ اخبار امامیہ لکھنؤ کے نمبر ۵ پر تفسیر اس آیت کے بذریعہ ابن مردویہ اور ابو نعیم اسی طرح لکھی ہے۔

(۱۵) اور کتاب اربعین فی فضائل امیر المؤمنین کے صفحہ ۲۹۸ پر بھی یہی عبارت موجود ہے اور صاحب فضائل مرتضوی نے باب دوم میں جو آیات کا نقصان اور کمی دکھائی من جملہ ان کے یہ آیت بھی لکھی ہے کہ ابن مسعود کے قرآن میں قرأت اس طرح تھی کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ عَلیِّ ابْنِ طَالِبٍ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا۔

آیت نمبر ۳۵ سورہ احزاب رکوع ۴

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ بجز اس کے نہیں ارادہ رکھتا ہے اللہ کہ دور کرے تم سے رجس کو یعنی آلودگی گناہ کو اے اہلبیت نبوت اور پاک کرے تم کو حق پاک کرنے کا۔

(۱) باجماع اہلبیت یعنی بذریعہ سلسلۃ الذہب ثابت ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ اور حسنینؑ اور جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کے واسطے نازل ہوئی ہے۔

(۲) اور علاوہ کتب شیعہ کے بہت کتابیں اہلسنت کی ہیں جن میں یہی اقرار ہے کہ صرف یہی چار

بزرگوار مذکور صدر اس آیت کے مخاطب ہیں اور اکثر کتب اہلسنت میں مطابقت اس قول کی پائی جاتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری جمع بین الصحیحین ابو داؤد موطا مالک مسند احمد حنبل تفسیر ثعلبی اور راویان عائشہ و اُم سلمہ و ابو سعید خدری و عبد اللہ بن جعفر اور زید بن ارقم سب متفق اللفظ ہیں کہ یہ آیت شان میں جناب امیرؑ و جناب فاطمہؑ زہرا دختر رسول اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے نازل ہوئی ہے۔

(۳) مسند احمد حنبل حدیث کی سب سے پہلے اور معتبر کتاب میں عطا بن رباح راوی ہے کہ فرمایا اُم سلمہؓ نے کہ میرے گھر میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ کچھ کھانا جناب سیدہ حضرت کے لئے لائیں آپ نے اُن سب کو ہمراہ لیکر کھانا تناول فرمایا کہ جبرئیل یہ آیت لیکر نازل ہوئے۔ پھر تو حضرت نے اپنی چادر کھولکر اُس کے اندر لے لیا علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ کو فرمایا کہ خداوندا یہ ہیں میری اہلبیتؑ دور کر ان سے ناپاکی گناہ کو اُم سلمہ کہتی ہیں میں نے بھی عرض کی یا حضرت میں بھی تو آپ لوگوں میں ہوں جواب ملا تو بھی خیر پر ہے مگر اہلبیت میں شامل نہیں۔

(۴) اور جامع الاصول میں تو اس طرح ہی کہتے ہیں اُم سلمہؓ کہ میں نے گوشہ چادر پکڑ کر چاہا کہ میں بھی چادر کے اندر داخل ہو جاؤں پس آپ نے چادر کو چھڑا لیا میرے ہاتھ سے اور وہی جواب دیا جو اوپر لکھا ہے۔

(۵) اور ثعلبی نے عبد اللہ بن جعفر سے جو روایت لکھی ہے یہ ہی فرمایا رسول اللہ نے خداوندا ہر نبی کے واسطے اُن کی اہلبیت تھی۔ یہ چاروں میری اہلبیت ہیں پس خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

(۶) اور زینب زوجہ رسولؐ اللہ سے منقول ہے کہ میں نے عرض کیا تھا کہ یا رسولؐ اللہ میں بھی ان لوگوں میں داخل ہو جاؤں یہی ارشاد ہوا کہ تو اپنی جگہ خیر سے ہے مگر اہلبیت میں نہیں ہے۔

(۷) اور ثعلبی نے مجمع سے ایک روایت بیان کی ہے مجمع کہتا ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ تھا جو وہ گئی خدمت میں عائشہ کی اور علیؑ کا ذکر آگیا عائشہ نے کہا قسم خدا کی دیکھا میں نے علیؑ اور فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ کو رسولؐ خدا نے اپنے جامہ میں لے لیا یعنی کپڑا اُن کے سروں پر ڈال دیا اور کہا خداوندا یہ ہیں اہلبیت میری اور یگانہ میرے ان سے ناپاکی کو دُور کر اور پاک پاکیزہ کر تو آلودگی معصیت سے پس میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بھی تیرے اہلبیت میں سے ہوں فرمایا دُور ہو تو میری اہلبیت میں سے نہیں ہے۔

(۸) اور صواعق محرقہ میں مسلم سے لکھا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں تمکو یاد دلاتا ہون خدا کو بیچ اہلبیت اپنی کے اور پوچھا زید بن ارقم سے کہ اہلبیت کیا عورتون سے مراد ہیں جو ازواج ہیں کہا نہیں قسم ہے خدا کی عورت ایک مدت تک ہمراہ رہتی ہے مگر جب اُس کو طلاق دیدی تو کچھ علاقہ ہی اُس سے باقی نہیں رہتا۔ اہلبیت تو اُس کے قریبی قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

(۹) اور صحیح ابی داؤد اور موطا مالک میں انس سے روایت ہے کہ بعد نزول اس آیت کے معمول تھا رسول اللہ کا کہ جب نکلتے نماز صبح کے لئے تو دروازہ پر جناب سیدہ کے یہ آواز دیتے الصلوٰۃ یا اهل بیت اِنّما یُرِیدُ اللہ لِیُذْهِبَ عَنْکُمْ پوری آیت تلاوت فرماتے۔

(۱۰) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل سے تمام اُمت کو جتلا دیا کہ یہ ہیں میری اہلبیت اور یہ ہیں منزل اس آیت کے تاکہ اور کوئی اہلبیت نبی کا دعویٰ نہ کرے اور نہ آیت کا کسی اور کیطرف مرجع قرار دیا جاوے۔

(۱۱) اور سعد وقاص سے روایت ہے کہ نصاریٰ نجران کے مقابلہ میں حضرت ان چارون بزرگوارن کو لے گئے تھے اور فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰؤلاء اھلبیتی خداوندا یہی تو میری اہلبیت ہیں۔

(۱۲) اس کے علاوہ حدیث ثقلین میں جو آپ نے فرمایا ہے کِتَابَ اللّٰہ وَعِتْرَتِی اھلبیتی۔ آخر کتاب اللہ کے ہمراہ وہ کون لوگ ہوئے باتفاق سُنّی شیعہ وہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی ہیں یا اُن کی اولاد۔

(۱۳) اور ایک دلیل کامل یہ ہے کہ خدا کا یہ کہنا کہ ارادہ کیا کسی کام کا بمنزلہ اس کے ہوتا ہے کہ وہ کام کر دیا پس یہ جو پاک کرنے کا ارادہ کیا تھا اہلبیت کے واسطے اس کا نتیجہ کون ہیں وہ کون پاک ہو گیا گناہون سے ذرا کوئی بتلاوے تو سہی جس کو دیکھو خاطی ہے تمام اُمت میں باتفاق سُنّی وشیعہ معصوم گناہ سے پاک صرف اہلبیت رسالت ہیں پس تحقیق ہو گیا کہ انہیں کیطرف فرمایا تھا اور انہیں کو پاک کر دیا اور یہی پاک ہوئے اُس وعدے کے مُطابق۔ پس اب قطعی فیصلہ ہو گیا یہ آیت انہیں بزرگوارون علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے تیرہ دلیل اس پر ہم لاچکے ہیں اور (۱۴) قول امام حسن علیہ السلام کا ہے آپ نے فرمایا نحن اھلبیت الذی قال

اللہ تعالیٰ اَنّمایُریدُ اللہ لیذہب الاخر۔ یعنی ہم وہ اہلبیت ہیں جن کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے ارادہ اللہ کا ہے کہ دُور کرے تم سے ناپاکی اے اہلبیت رسولؐ۔

(۱۵) اور مجموعہ اخبار امامیہ لکھنؤ کی فہرست میں نمبر ۹ پر تفسیر اس آیت کی بسند قول عائشہ لکھی ہے

(۱۶) اور کتاب انوار الہدیٰ کے صفحہ ۲۰۷ پر اپنی فہرست کے نمبر ۸ پر تفسیر اس آیت کے موافق روایت احمد بن حنبل کی لکھی ہے۔

(۱۷) اور کتاب اربعین فی فضایل امیر المومنین کے صفحہ ۸۳ پر وہ ذکر ہے جناب امیر علیہ السلام کا شہادت طلب کرنا صحابہ سے قسم خدا کی دیکر کہ اس مجمع میں سوائے میرے اور میرے فرزندوں کے کوئی دوسرا اور بھی ہے جس کے واسطے نازل ہوئی آیت اِنّمایُریدُ اللہ لیذہب جس کے جواب میں حاضرین نے کہا لا واللہ مفصل لکھا ہے۔

(۱۸) اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست کے نمبر ۱ پر اس آیت کے تفسیر بطریق اہلسنت اثبات اور اقرار میں لکھی ہے۔

(۱۹) اور کتاب حسن المقال فی اظہار حال کے صفحہ ۴۷ پر بروایت جامع الاصول اس آیت کی تفسیر لکھی ہے

(۲۰) اور کتاب فضائل مرتضوی کے صفحہ ۲۳ پر بذریعہ تفسیر علی ابن ابراہیم قمی اور ابو جارود اسی کا ثبوت دیا ہے۔

(۲۱) اور حد تحقیق بمشرب سنی میں دو جگہ صفحہ ۲۳ اور صفحہ ۱۹۷ پر ذکر آیا ہے اور روائت عائشہ سے استدلال کیا ہے (۲۲) اور کتاب ذریعۃ النجات کے صفحہ ۳۸۹ پر اور (۲۳) کتاب خلاصۃ المصائب کے صفحہ ۱۰۱ پر مصائب کے ضمن میں اندر شہر دمشق کے امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ رسالہ شامی کا دریافت کرنا کہ قرآن میں تونے آیت اِنّما یُریدُ اللہ لیذہب کو بھی پڑھا ہے جب اُس نے اقرار کیا تب آپ نے فرمایا وہ اہلبیت ہم ہی تو ہیں ہم کو ہی خدا نے پاک کیا ہے مفصل لکھا ہے۔

(۲۴) اور نواصب الاسیاف کے صفحہ ۲۵۰ پر بھی اس آیت کی تفسیر میں روائت عائشہ کو حجت قرار دیا ہے۔

(۲۵) اور کتاب کشف الحجاب کے صفحہ ۱۲۳ پر ذکر آیۂ تطہیر کو بشان علیؑ و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت کیا ہے۔

(۲۶) اور مولوی اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مفاتیح المطالب میں صفحہ ۳۲ لغایت ۵۶ الجث کامل کے ذریعہ اس آئت کو استحقاق خلافت جناب امیر علیہ السلام کی ایک حجت قرار دیا ہے کہاں تک سندات پیش کئے جائیں اس کی شہرت اور تواتر قلم کو روک لیتا ہے۔

آیت نمبر ۸ ۵ ۳ سورۂ احزاب رکوع ۵

الذین یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ و لا یخشون احداً الا اللہ و کفیٰ باللہ حسیباً۔ جو لوگ احکام خدا کو پہونچاتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور کسی سے بھی نہیں ڈرتے بجز اُس اللہ کے بس کافی ہے اللہ اُن کو کفایت کرنے والا۔

(۱) صفاتِ مذکورہ آیت صاف صاف صفاتِ جناب امیر علیہ السلام ہیں کیونکہ اس منصب گرامی پیغام خدا و رسول پہونچانے کی قابلیت آپکی ذات گرامی میں خدا نے ودیعت رکھی تھی۔

(۲) یہاں تو اجمالاً فرمایا جو لوگ پیغامِ خدا پہونچاتے ہیں مگر آیت نمبر ۳۰ سورۂ توبہ کی تفسیر تو آئینہ ہے اس حال کا کہ اس منصب رسالت کی قابلیت کس سے ظاہر ہوئی۔

(۳) جب اسلام کی قوت کا وقت قریب آیا تو بذریعہ چند آیات شروع سورۂ برأت میں خداوند تعالیٰ نے خبر دیدی اپنے پیغمبر کو کہ مشرکون کا وجود چونکہ نجس ہے خانہ پاک کعبہ سے ان کو دُور کر دینا چاہیئے اور صرف چار مہینے مُہلت ان کے واسطے دے اب مناسب ہے بروقت حج چونکہ اجماع کثیر ہوگا اس حکم سے مشرکین کو آگاہ کر دینا چاہیئے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کام پر ابوبکر کو تجویز کیا اور آیات سورۂ برات حوالہ کیں کہ جاکر عین موقعہ حج پر سب کو سُنا دینا۔

(۴) خداوند تعالیٰ جو بموجب آیت نمبر ۱۰۲ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ خدا خوب جانتا ہے اُس جگہ کو جہاں رسالت اپنی مقرر کرتا ہے وہ واقف تھا ایک کبیر السن مجہول العقل بے علم کم وجاہت شخص اس منصب عالی کی قابل نہیں ہے فوراً وحی نازل فرمائی اور جبرئیل نے آنکر کہا یا رسول اللہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے یہ کام رسالت کا ہے ہر ایک شخص اس کو انجام نہیں دیکھتا اس غرض کے پورا کرنے کیلئے یا تو آپ خود جائیں اور یا مثل اپنے شخص کو بھیجیں تب جناب امیر علیہ السلام گئے اور آیات ابوبکر سے واپس لیکر خود موقع حج پر احکام خدا پہونچائے اور تمام مجمع کو

بلا خوف وخطر ان کی مخالفت کے پیغام سُنایا۔

(۵) یہ ہے خدا سے ڈرنا اور کسی سے نہ ڈرنا۔ کہ تعمیل حکم خدا کو مقدّم سمجھا اور ہزارہا مخالفین کا کچھ خوف نکیا اور یہ ہیں وہ لوگ جو پہونچاتے ہیں احکام خدا کو اور اس آیت نمبر۳ میں ان کو اذان مِنَ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ فرمایا خبر کرنے والا حکم خدا ورسول کا۔

(۶) کیا فرق ہے مابین یبلغون رسالاتُ اللّٰہِ و اَذَانٌ مِنَ اللّٰہِ کے پہونچانے والا پیغام خدا کا یا پکارنے والا جانب خدا سے وہی ایک امام اور وہی ایک منصب ہے اور اس کی قابلیت رکھنے والا بخوبی معلوم ہوگیا معزولی ابو بکر اور بحالی جناب امیر علیہ السلام سے

(۷) اور کئی واقعات ایسے نظر آئیں گے اگر تاریخ اسلام کی ورق گردانی کیجائے خالد ابن ولید کو یمن کے لوگوں پر بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا فرمان اہل یمن کے نام لکھکر خالد کے حوالہ کیا اور کہا جاؤ اہل یمن کو اسلام کیطرف ہدائت کرو۔ وہ گئے اور وہاں ہرچند مغز ماراکسی نے توجہ نہیں کی بلکہ مخالف ہوکر آمادۂ فساد ہوگئے بلکہ خالد محروم ومخذول واپس چلے آئے۔

(۸) تب وہی بات آئی کہ جو منصب کے قابل ہو وہ جائے آخیر جناب امیر علیہ السلام تشریف لے گئے اور تمام اہل یمن کو جمع کر کے حضرت کا فرمان سُنایا اسلام کی خوبیاں ظاہر فرمائیں بصورت عدم تعمیل انجام سے ڈرایا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اہل یمن اسلام سے مشرف ہوئے اور آج تک جیسے کامل یقین اور خوش اعتقاد اہل یمن ہیں دوسری جگہ مثال نہیں دکھلائی دیتی یہ اثر ہادی کامل کی ہدایت کا ہے ان کا ذکر ہے آیت میں اور ان کے واسطے دوسری جگہ فرمایا ہے وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔

(۹) رہا خدا سے ڈرنا اور کسی سے نہ ڈرنا اول تو اوپر دکھلا دیا کہ حج اکبر کا موقعہ ہزاروں لاکھوں کفار اور مشرکین کا مجمع پھر ان کے مخالف طبع خبر پہونچانی ان کے اخراج کی اطلاع دینی ان کے معبد ومسکن سے ان کو دُور کرنے کا فرمان سُنانا ایک تنفس تنہا مسافر دُور از دیار بے یار مددگار وہی ہوگا جو بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرے اور خوب سمجھ لے کہ اگر مارا بھی گیا تو میرا خدا تو مجھ سے خوش ہو گا (۱۰) علاوہ اس کے کثیر التعداد آیات آپ کی اس صفت کو ظاہر کرتی ہیں نمبر ۵ سورۂ مائدہ وَیُجَاھِدُوْنَ فِی اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ ۰ اور آیت نمبر ۱۳۲ سورۂ توبہ کی اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ۔

(۱۱) اور تمثیل کفیٰ باللہِ حسیبا۔ آیت نمبر ۶۲ سورہ آل عمران میں موجود ہے قالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل پس یہ تمام آیات جناب امیرؑ کی شان میں ثابت ہوچکیں پس آیت زیر بحث بھی آپ کے اوصاف ظاہر کرتی ہے ۔

صفحہ ۲۶۲

آیات نمبر ۳۵۹ و نمبر ۳۶۰ سورہ احزاب رکوع ۶

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ اے لوگو یاد کرو ذکر خدا کرو کثرت کے ساتھ اور تسبیح کرو اس کی صبح و شام یہ دو آیات ہیں مستحبات میں۔

(۱) اگرچہ ان کا حکم عام ہے مگر متقین و عابد لوگوں کا تعلق ہے ان آیات سے اور وہی مخاطب ہیں ان آیات کے جو خاص اسی کام عبادت کے شخاص ہیں جنہوں نے اس حکم کی تعمیل پوری پوری سے بھی زیادہ کرکے دکھلادی۔

(۲) انصاف سے غور کرنا چاہیئے بعض نام کے مسلمان ایسے ہیں جو واجبات کو بھی ادا نہیں کرتے صرف عید یا بقر عید کو نماز پڑھ لیتے ہیں دوسرا گروہ جو نمازی ہیں بمشکل ۱۷ رکعت واجبات ادا کرلیتے ہیں تیسرا گروہ البتہ بعض بعض ایسے پرہیزگار ہیں کہ وہ فرائض سے زیادہ مستحبات کو ادا کرتے ہیں لیکن وہ بھی زیادہ سے زیادہ علاوہ ۱۷ رکعت فریضہ کی ۳۴ رکعت نوافل بھی ادا کریں جو کل ۵۱ رکعت ہوتی ہیں وہ بھی کوئی شخص ایسا ہے جو ۵۱ رکعت بلاناغہ ادا کرتا ہو مگر گروہ چہارم جن کے امیر امام المتقین ہیں یا ایسا ہے کہ امیر ان کے ہر شب میں علاوہ واجبات کے ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتے تھے اب انصاف سے جواب دینا چاہیئے کہ ہر چہار گروہ جو ہم نے اوپر دکھلائے ان میں کونسا گروہ مخاطب اس آیت کا نظر آتا ہے۔

(۳) منصف مزاج شخص کا جواب یہی ہوگا کہ البتہ گروہ چہارم مخاطب اس آیت کا ہے اور وہی گروہ متقین کا ہے جس کے امام امام المتقین ہیں نہ ایسے لوگ جن کے حق میں خدا فرماتا ہے وَاِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی۔

(۴) نہ وہ گروہ جن کا ذکر ہے الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ

(۵) نہ وہ قوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن کی نسبت خدا سے عرض کرتے ہیں یَا رَبِّ اِنَّ

قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔

(۶) بلکہ تعلق آیت کا اُن سے ہے جن کی شان میں خداوند کریم نے فرمایا ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین

(۷) فرمایا تلک آیات الکتاب ھدی ورحمت للمحسنین اور یہ آیات ثابت ہو چکیں بشان متقین ومحسنین جن کے امام امام المتقین ہیں۔

(۸) اور اوپر جو ہم لکھ آئے ہیں کہ اُس کی تعمیل پوری سے بھی زیادہ ان لوگون نے کردی اسکی تصدیق میں آیت نمبر ۲۷، سورۂ رعد موجود ہے الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ایماندارون کے قلوب ذکر خدا سے آرام پکڑتے ہیں خبردار ہو وہ لوگ ایسے ہیں کہ ذکر خدا سے اُن کے قلوب آرام پکڑتے ہیں پس جن کو ذکر خدا سے چین پڑتا ہے اُن کو یہ بھی تاکید ہے کہ ذکر خدا تو تم کرتے ہو اور بھی زیادہ ذکر کرو۔

(۹) اور یہ لوگ وہی ہیں ساکنان بیت نبوت جن کے گھرون میں ہر وقت ذکر خدا اور تسبیح ہوتی ہے اور ان کا ذکر آیت نمبر ۲۸ سورۂ نور میں خداوند تعالیٰ بطور مباحات کے فرماتا ہے فی بیوت اذان اللہ ان ترفعہ ویذکر فیھا اسمہ یسبح فیھا بالغدو والآصال جن کے گھرون میں خدا نے حکم دیا ہے کہ بلند ہو اور ذکر کیا جائے اُن میں نام خدا کا پس اُس خدا کے لئے اُن گھرون میں تسبیح صبح وشام ہوتی ہے اب کوئی تبلادے کیا فرق ہے اس آیت میں اور آیت زیر بحث میں اور یہ گھر خانۂ نبوت اور خانۂ اہلبیت ہے اُس میں خدا کا نام اور ذکر بلند رہتا ہے وہیں یہ فرمایا کہ ذکر کثیر کرو اور انہیں گھرون میں تسبیح صبح وشام ہوتی ہے وہی اس آیت زیر بحث میں فرمایا تسبیح کرو صبح وشام۔

(۱۰) علاوہ ازیں تفسیر عمدۃ البیان میں قول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کا کہ ذکر کثیر سے مراد تسبیح فاطمہ ہے جو تعلیم فرمائی تھی حضرت نے اپنی دختر کو ۳۴ بار اللہ اکبر ۳۳ بار الحمد للہ ۳۳ بار سبحان اللہ جس پر عمل ہے فرقہ حقہ کا بعد ہر نماز کے صبح بھی اور شام بھی۔پس عمل آیت کا عمل فرقۂ شیعہ کا ہے پس یہ ہیں مخاطب آیت کے ؛؛

آیت نمبر ۱۶۳ سورۂ احزاب رکوع ۶

ھوالذی یُصلِّی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمؤمنین رحیما۔ اور وہ خدا کہ درود بھیجتا ہے تمہارے اوپر اور فرشتہ اُس کے تاکہ نکالے تمکو ظلمات سے نور کی طرف اور خداوند تعالیٰ مومنین کے اوپر مہربان ہے۔

(۱) یہ آیت بھی سلسلہ نمبر ۷ ایس شامل ہے جو یاایھا الذین آمنوا ذکر واسے شروع ہوتا ہے اور ہم نے اوپر کی آیات میں بخوبی ثابت کردیا ہے کہ یہ آیات اگرچہ عام طور پر ہے مگر مخاطب اس کے خاص اہلبیت اطہار ہیں جن کے اول امیرالمومنین ہیں اور جس پر دس دلیل قائم کیے ہیں

(۲) پس درود مندرجہ آیت ہذا کے مخاطب بھی اہلبیتِ رسُول ہیں اور عام لوگ نہیں ہوسکتے۔ اوّل اوپر کی آیت میں ہم نے چار فریق علیحدہ علیحدہ پیش کر کے عقل و انصاف سے فیصلہ طلب کیا تھا جیر صواد ہوا اس گروہ چہارم کے نام پر وہی ثبوت کافی ہے۔

(۳) اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ اگر عام اُمت کے واسطے درود قبول کرلیا جائے تو مروان اور حکم اور ابوسُفیان اور ولید جبکو آیت نمبر ۶۴ ۳ میں فاسق فرمایا اور مجرمین جن سے انتقام لینے کا وعدہ آیت نمبر ۸۴ ۳ میں ہے سب مستحق درود خداوند تعالیٰ ہو جائیں گے اور یہ محال ہے کہ جنکو فاسق فرماوے اور جن سے انتقام لینا ضرور ہے اُن پر درود بھیجے تدبر وا یا اولی الابصار۔

(۴) اور اس سلسلہ کو تو خداوند تعالیٰ نے شروع ہی کیا ہے یاایھا الذین آمنوا سے اور یہ جملہ وہی تو ہے جس کو ہم نے کتاب کے مقدمہ میں نمبر ۳ پر بہ سند روایت ابن عباس مندرجہ مسند احمد حنبل ثابت کردیا ہے کہ گروہِ علیؑ کے واسطے ہے پس یہی تو ہمارا دعوےٰ ہے کہ درود واسطے خاص ذریت علیؑ یا گروہ علیؑ کے ہے۔

(۵) اور جبھی تو آخر آیت میں خداوند عالم فرماتا ہے وکان بالمؤمنین رحیما یہ وہی مومنین ہیں جن کا ذکر اوپر شروع میں آچکا یاایھا الذین آمنوا جس کو ابن عباس نے بتلادیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن میں جس گروہ کیساتھ یہ خطاب یاایھا الذین آمنوا کیا ہے اُس کے راس ورئیس جناب امیرالمومنین علیہ السلام ہیں۔

(۶) پس جناب امیر علیہ السلام کے شاگرد عالم علم قرآن وحدیث نے یا ایہا الذین آمنوا سے جو مراد لی ہے وہی مراد ہماری ہے کہ اس جگہ خطاب گروہ علماءؑ کیطرف ہے اور گروہ علماءؑ میں افضل اور اعلیٰ اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

(۷) اور چونکہ آیت ہذا میں علیکم کی ضمیر راجع بطرف یا ایہا الذین آمنوا ہے جس سے مراد لیگئی اہلبیت رسالت پس نتیجہ یہ بر آمد ہوا کہ خداوند تعالیٰ درود بھیجتا ہے اہلبیت رسالت پر۔

(۸) اور دوسری دلیل اسپر یہ ہے کہ آیت آئندہ میں جو ہے اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یعنی خدا اور فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اور اس آیت میں ہے خدا ایسا ہے جو تمہارے اوپر یعنی مومنین کے اوپر (یعنی اہلبیتؑ کے اوپر) صلوات بھیجتا ہے پس دونو آیت کا مفہوم ملکر یہ ہوا کہ خدا اور فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں اہلبیت پر اور نبی پر پس تم سب بھی صلوات بھیجو اس طرح کہو اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وّ آلِ محمّد اور اس طرح تعلیم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو اور اس طرح آج تک عمل در آمد ہے۔

(۸) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ہمراہ شامل کرنا درود میں اہلبیت کو اسی آیت زیر بحث کے بموجب ہے۔

(۹) اور اگر آیت زیر بحث میں یصلّی علیکم کا مقصود عام اُمت ہوتی تو ضرور آپ بموجب حکم خدا اس طرح تعلیم کرتے کہ کہو صلّ علیٰ محمّدٍ وّعلیٰ اُمّتہٖ اے اللہ صلوات بھیج محمدؐ پر اور انکی اُمت پر مگر آپ نے اس طرح نہیں فرمایا بلکہ جس جس پر خدا نے صلوات بھیجنے کا اقرار کیا تھا اُن کو آپ نے شامل کیا صلوات میں اور فرمایا اس طرح کہو اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وّ آلِ محمّد (۱۰) تفسیر عمدۃ البیان جلد سوم کے صفحہ ۶۶ پر زمخشری کا قول اس طرح ہے اگرچہ اس آیت کی رو سے ہر ایک مومن پر صلوٰۃ بھیج سکتے ہیں مگر چونکہ شیعوں نے اپنا شعار یہ مقرر کیا ہے کہ وہ اپنے ہر ایک امام پر صلوات بھیجتے ہیں اس واسطے ہم نے ترک کیا غیر پر درود بھیجنا (۱۱) واسطے ہے زمخشری کی عقل و عمل پر یہ نکتہ کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم اس طرح کیا تھا کہ جس میں بجز اہلبیت اور کوئی داخل ہی نہیں صرف یہ فرمایا کہو صلّ علیٰ محمّدٍ وّ آلِ محمّد اُس کی تعمیل ہم نے بھی کی کیونکہ رسول اللہ م آیات قرآن کے

مطالب اور مفہوم کو زمخشری سے زیادہ سمجھتے تھے آخر کچھ سمجھکر فرمایا اس طرح ضرور آیت کا مفہوم اہلبیتِ رسُولؐ ہیں۔

(۱۱) اور زمخشری عاجز ہو گیا اس عمل پر کہ تمام اُمتِ محمدیؐ میں عملدرآمد یہی ہے کہ تشہد نماز میں کہتے ہیں صلوات محمدؐ و آل محمدؐ پر اور یہی مفہوم آیت کا ہے نہ محمدؐ اور اُمتہ محمدؐ جیسا کہ شافعی کی رُباعی کا مطلب ہے اے اہلبیتِ نبیؐ تمہارے لئے یہی فضیلت کافی ہے کہ تشہد نماز میں جو کوئی تمہارے اوپر صلوات نہ بھیجے۔ اُس کی نماز درست نہیں ہے۔

(۱۲) علاوہ اس کے ایک حجت اس دعوی پر فقرہ یخرجکم مِنَ الظلماتِ اِلی النُّور ہے اب دیکھو آیت نمبر ۲۰۹ سورۂ بقر اللہ وَلی الذینَ آمنُوا یُخرِجُکمْ مِنَ الظلماتِ اِلَی النُّور میں کون کون ظلمات سے نور کی طرف نکلے وہ خاص گروہِ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے نہ زمخشری نہ کوئی دوسرا۔

آیت نمبر ۳۶۲ سورۂ احزاب رکوع ۶

تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقُوْنَہٗ سَلَامٌ وَ اَعَدَّ لَھُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا۔ تحفہ اُن کے لئے اُس دن جبکہ ملینگے اُن سے سلام ہے اور طیار کیا گیا ہے اُن کے واسطے اجرِ بزرگ۔

(۱) یہ آیت بھی اُسی سلسلۂ بالا میں شامل ہے۔

(۲) یہ قاعدہ نظم قرآن کا ہم ثابت کرتے چلے آتے ہیں کہ اول صفات بیان ہوتے ہیں خوبیاں دکھلائی جاتی ہیں بعد اُس کے اُن کے لئے جو جزا تجویز ہوتی ہے وہ سُنائی جاتی ہیں اور یہ عین قدر شناسی ہے چنانچہ وہی صورت اس سلسلہ میں ہے اول اُن کے صفات ذکر خدا کرنا اُس کو زیادہ یاد کرنا اُس خدا کی تسبیح کرنا صبح و شام بیان کیا بعد اُس کے اُن کی جزا سب سے بڑی تو یہ ملی کہ خداوند تعالیٰ اُن پر درود بھیجتا ہے اُن کو ظلمات سے نکالکر نور کیطرف لاتا ہے اُن پر بہت مہربان ہے۔

(۳) اب اس آیت میں فرماتا ہے کہ تحفہ اُن کے واسطے کیا ہے روزِ قیامت جبکہ سب کو خوف و ہراس ہوگا اُن کے واسطے سلامتی ہو سلامتی ہو سُنائیں جائیں گے جبکہ آئیں گے وہ اپنے

رب سے یا ملاقات ہوگی اُن کے فرشتوں سے کہیں گے سلام ہو اور طیار کیا ہے اُن کیلئے بہشت جاودان کو جو بڑا ہی بھاری اجر ہے۔

(۴) اور یہ جزا اور خبر جو دیگئی ہے یہ بھی ایک پہچان ہے آئمہ اہلبیت علیہم السلام کیجگہ جگہ قرآن میں ان کو اس تحیۃ سلام کی بشارت دی ہے جیسے کہ آیت نمبر ۱۵۴ سورۂ یونس میں ہے دعوٰیھم سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وتحیتھم فیھا سَلَامٌ پکارنا اُن کا توسجان اللہ یعنی پاکی سے یاد کرنا خدا کو اور تحفہ اُن کا سلام ہے۔

(۵) اور آیت نمبر ۳۰۲ سورۂ فرقان میں فرمایا وَیُلَقَّوْنَ فِیْھَا تَحِیَّۃً وَّسَلٰمًا اور ملاقات اُن کی وہاں بہشت میں تحفہ سلام کا ہوگا۔

(۶) اب مقابلہ کرکے دیکھنا چاہیئے تو کیا فرق ہے تحیتھم یوم یلقونہ سَلٰمٌ تحفہ اُن کا اس دن ملاقات میں سلام ہوگا یہی آیت زیر بحث کا مضمون ہے اور یہی آیت سورۂ فرقان میں بھی کیسا مطابق اس کے ہے وَیُلَقَّوْنَ فِیْھَا وَسَلٰمًا اور ملاقات اُن کی اُس میں یعنی بہشت میں تحفہ سلام کا ہوگا بالکل ایک مضمون ہے جو بیان ہوچکا آئمۂ اہلبیت کی شان میں۔

(۷) اور یہ ملاقات کس کی ہے یہ بات آیت نمبر ۱۷۲ و نمبر ۱۷۳ سورۂ رعد سے معلوم ہوچکی ہے کہ یہ فرشتوں کی ملاقات ہے ان لوگوں سے چنانچہ فرماتا ہے خداوند تعالیٰ کہ جس وقت یہ جنت میں جائیں گے تو وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ اور فرشتے داخل ہوں گے اُن پر ہر ایک دروازہ سے (اور کہتے ہوں گے) سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ سلام ہو تمہارے اوپر بسبب اس کے کہ صبر کیا تھا تم نے اور کیا خوب گھر ہے عاقبت کا۔

(۸) اور سلام کا تو واسطے اہلبیت رسالت کے قرآن میں اس کثرت سے ذکر ہے جس کا شمار دشوار ہے ابھی اوپر آیت نمبر ۵۱۳ میں فرمایا وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سلام ہو ہمارا اوپر برگزیدہ بندوں کے اور وہ برگزیدہ اہلبیت رسولؐ ہیں جن پر سورۂ صافات میں مثل انبیائے مرسلین کے خداوند تعالیٰ سلام بھیجتا ہے سَلٰمٌ عَلٰی آلِ یٰسِیْن۔

(۹) اور جیسا کہ نمبر ۱۶۳ یعنی آیت بالا ھو الذی یُصَلِّی عَلَیْکُمْ مِّنْ صلوات کا ذکر ہے ایسا ہی اس آیت زیر بحث میں سلام کا ذکر ہے اور خلاصہ ہر دو آیت کا حکم آیندہ آیت میں

آئے گا صلو علیکم وسلموا تسلیما۔ پس معلوم ہوا کل سلسلہ آیات کا جو ختم ہوا ہے اس آیت پر وہ شان یا ایہا الذین آمنوا یا گروہ علیؑ کے ہے۔

آیت نمبر ۳۶۳ سورۂ احزاب رکوع ۷

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔ اور خوشخبری دو مومنین کو اس بات کی کہ بہت بڑا فضل خداوند تعالی کا اُن کی شامل حال ہے۔

(۱) ظاہر ظہور مبشر اس کے اہلبیت رسالت ہیں کیونکہ اول مومنین اور افضل مومنین وہ امیر المومنین وہ تمام قرآن میں مومنین سے مراد وہ جگہ جگہ مبشر وہ ہیں۔

(۲) اور آیت نمبر ۵ سورۂ بقر میں ہے فَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوا۔

(۳) آیت نمبر ۲۵ سورۂ یونس میں ہے وَ لبشر الذین آمنوا۔

(۴) آیت نمبر ۱۶ سورۂ یونس میں ہے الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى تینوں آیات میں بشارت الذین آمنوا کے واسطے ہے یعنی جو لوگ ایمان لائے بس اُنہیں کو تو مومنین کہتے ہیں اور اس آیت میں کہا وبشر الذین اور جناب امیر تو امیر المومنین ہیں پس بشارۃ اُن کے واسطے ثابت ہوئی اور ہر سہ آیات مذکورہ بھی اُن کی شان میں ثابت ہو چکی ہیں۔

(۵) اور آیت نمبر ۱۲ سورۂ بقر میں ہے وَبشر الصابرین یہ صابر کون ہیں دیکھو تفسیر اس کی یہ بھی امیر المومنین ہیں۔

(۶) اور آیت نمبر ۱۳۵ سورۂ توبہ میں بھی بشارت ہے اہلبیت کے واسطے فرمایا يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ وَرِضْوَانٍ بشارت دیتا ہے اُن کا رب اپنی رحمت اور رضوان کی یہی فضل کبیر ہے کہ خدا جس کی بشارت دیتا ہے اور آیت زیر بحث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ تم بشارت دید و فضل کبیر کی اور مبشر وہی لوگ ہیں۔

(۷) اور فضل خدا کی منزل اور مرجع اہلبیت رسول پہلی آیت قرآن اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے ظاہر ہو چکے بموجب قول علامہ کنتوری انعمت علیہم کے معنون میں تحریر فرماتے ہیں پیغمبر اور امام سے زیادہ تو انعام خدا کے دوسرے پر ہو نہیں سکتا کہ جن کو منصب ہدایت خلق عنایت کیا

ہوا پس یہی تو بڑا فضلِ خدا ہے نبوت اور امامت اس صورت میں بھی مبشر آیت کے خاندان رسول صلی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی مقرر ہوئے۔

(۸) اور اس امر کی شہادت میں آیت نمبر ۶۰ سورۂ نساء کی موجود ہے اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ کیا لوگ حسد کرتے ہیں اُن سے جن کو خداتعالیٰ نے اپنے فضل سے حصّہ دیا ہے۔ اِس آیت کی تفسیر سے بخوبی روشن ہو چکا ہے کہ فضل خدا کے جائے ورود اہلبیت رسول ہی تو ہیں جن سے لوگوں نے حسد کیا۔ پس آیت زیر بحث میں بھی انکی طرف اشارہ ہے فضل کبیر کا اور انہیں کے واسطے بشارت ہے۔

(۹) اور آیت نمبر ۶۳ سورۂ آل عمران میں ہے فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ اور آیت نمبر ۲۷ سورۂ نساء میں ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ہر دو جگہ فضل سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہی ہیں یعنی فضل خدا کا وفور اس درجہ آپ میں ہے کہ آپ خود فضل سے تعبیر کئے جاتے ہیں جیسا کہ جناب رسول مختار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بدرجہ کثرت رحمت خدا کا نزول ہے کہ آپ کا اِسم مبارک ہی رحمت العالمین ہو گیا۔ اس کثرتِ فضل کو خود آیت کی عبارت بتا رہی ہے فَضْلًا کَبِیْرًا۔ پس یہ آیت خاص جناب امیرؑ اور آئمہ علیہم السلام کی نشان ہیں کس وثوق کے ساتھ ثابت ہو گئی۔ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

آیت نمبر ۴۲ ۳۶ سورۂ احزاب رکوع ۷

۴۲ / ۶۷۹ صفحہ ۲۶۵

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اُس کے رحمت بھیجتے ہیں نبیؐ پر اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اُن پر اور سلام۔

(۱) اس آیت میں بدرجہ کمال فضیلت جناب رسالتمآب صلعم اور انکی اہلبیت کیواسطے ظاہر ہے

(۲) آدمیوں سے بڑھکر فرشتے اور اُن سے بھی زیادہ یہ کہ خود خداوند تعالےٰ اُن پر درود بھیجتا ہے۔ تفسیر میں ایک روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب معمول ایک دن پروردگار عالم کے ساتھ کچھ راز و نیاز کے مکالمہ میں مشغول تھے اثنائے گفتگو میں ذکر جناب

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا آگیا جس وقت اِسم مُبارک آپ کا مُوسیٰ کی زبان سے نکلا۔
تو فوراً خطاب ہوا یا ابن عمران درُود پڑھو درُود کہ ان کا نام بغیر درُود کے لینا مُناسب نہیں
کہ میں خود ان کے اوپر درُود بھیجتا ہوں۔

(۳) اس آیت میں ہم نے کوئی ضرورت ثبوت کی نہیں دیکھی کوئی فرقہ مسلمانوں کا ایسا نہ ہوگا جو اس کا
قائل نہ ہو اور عملدرآمد بھی سب کا اِسی پر ہے کہ ہر نماز کے تشہد میں اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ پڑھتے ہیں
علاوہ ازیں اوپر آیت نمبر ۱۳۶ ہُوَ الَّذِی یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰئِکَتُہٗ بھی اِسی مضمون کی آیت ہے اور اُس کی شرح
میں کوئی بات باقی نہیں رہی جو اُس کی تفسیر ہے وہی اُس کی تفسیر

(۴) ہم کو تو صرف یہ دکھلانا باقی ہے کہ اس فضیلت میں اہلبیت رسالت کا حِصّہ بھی برابر ہے سو یہ بات
اول تو اُس عام روایت سے ظاہر ہے کہ جبکہ یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے پوچھا کہ یا حضرت ہم
کس طرح درُود بھیجیں پس آپ نے فرمایا اس طرح کہو اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
وَبَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(۵) تفسیر عمدۃ البیان میں تین باتوں میں مساواتِ اہلبیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیساتھ
لکھی ہے اور کتاب سوانح عمری میں پانچ باتوں میں مساوات اہلبیت کو ساتھ رسول کی لکھی ہے صفحہ
۳۹۹ پر فخر الدین رازی سے روایت مفصل ہے کہ ایک تو سلام میں دوسری طہارۃ میں تیسری محبت
میں چوتھے صدقہ کے حرام ہونے میں اور پانچویں صلواۃ میں اور اسی کو تفسیر عمدۃ البیان میں تیسرے
درجہ پر لکھا ہے۔ غرضیکہ دونوں جگہ اس پر اتفاق ہے کہ صلوات بھیجنا جیسا کہ رسولؐ پر واجب ہے
ویسا ہی اہلبیتِ رسولؐ پر واجب ہے۔

(۶) اور بعض مفسّرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن میں خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے جس جگہ لفظ رسول
سے خطاب کیا ہے وہاں تو مراد تنہا حضرت کے وجود ذی جود سے ہے اور جہاں لفظ نبی سے ذکر کیا
ہے وہاں نور نبی سے مراد ہے اور نور نبی میں اہلبیت نبی شامل ہیں اور ایسا ہی اس آیت میں لفظ
نبی ہے (۷) کیونکہ درُودِ قدسی ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ یعنی نبی یا نور نبی موجود
تھا اُس وقت جبکہ آدم پانی اور مٹی میں تھے یعنی آدمؑ کا وجود نہ تھا تب سے حضرت مع اپنی
اہلبیت موجود تھے۔

.... اب حدیث نور سے مقابلہ کریں اس کلام کو بالکل مطابق پاتے ہیں فرمایا حضرتؐ نے کہ آدمؑ سے چار ہزار سال پیشتر میرا نور ایک سبز موتی میں عرش کے داہنی طرف موجود تھا۔ جب آدمؑ پیدا ہوئے تو اُن کی پشت میں داخل ہوا۔ اور برابر منتقل ہوتا رہا اصلاب طاہرہ میں حتیٰ کہ عبدالمطلب تک پہونچا پھر دو حصہ برابر کے ہوئے ایک حصہ عبداللہ کو ملا جس سے میری پیدایش ہے دوسرا حصہ ابوطالب کو ملا جس سے علیؑ کی خلقت ہے بعد اُس کے آنحضرتؐ کے دختر فاطمہؑ پیدا ہوئی اور تزویج ہوئی اُن کی علیؑ سے جن سے حسنؑ حسینؑ صلوات اللہ علیہ پیدا ہوئے یہ پانچوں ہیں رسول اور اہلبیت رسول اور ان کا وجود تھا آدم سے ۲۴ ہزار برس پیشتر تھا اور یہی مطالب ہے کَانَ نَبِیٌّ وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ کا۔ کیسا درست قول اُن مفسرین کا ہے۔ جنکا ذکر اوپر آیا

(۷) اور قرآن میں بھی یہی حال دیکھا جاتا ہے۔ ذرا غور سے ایسے مقام تلاش کرنے سے مقصود ملتا ہے ایک آیت نمبر ۱۴۳ سورۂ توبہ ہے یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ اے نبی جہاد کرو کفار سے اور منافقین سے خیال کرنا چاہیئے۔ وہی لفظ نبی اس آیت میں ہے اور وہی شمولیت اہلبیت اُس کی تعمیل میں ہوئی یعنی کفار سے جہاد کیا رسول اللہؐ نے اور منافقین سے جہاد کیا سردار اہلبیت جناب امیر علیہ السلام نے تفسیر اس آیت نمبر ۱۴۳ و آیت نمبر ۱۳۹ کے دیکھنے سے اُس کا حال مفصل معلوم ہوگا۔

(۸) اور دوسری آیت نمبر ۳۴۸ ہے اسی سورۂ احزاب میں فرمایا خداوند تعالیٰ نے اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی نبی اولیٰ ہے مومنین کے نفسوں سے یہاں بھی لفظ نبی تھا اس لئے یہی بات یہاں بھی ظاہر ہوئی کہ مومنین کے نفسوں سے اولیٰ مثل رسولؐ اور اہلبیت رسولؐ بھی مثل نبیؐ کے اولیٰ ثابت ہوئے بموجب ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ۔

(۹) اور ایک آیت سورۂ توبہ میں ہے اگرچہ ہم نے اُس آیت کو اپنے اس مجموعہ میں درج نہیں کیا مقام اُس کا مابین آیت نمبر ۱۳۹ و نمبر ۱۴۰ کے ہے عبارت اس کی یہ ہے وَمِنْهُمْ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ اور ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ ایذا دیتے ہیں نبی کو اس جگہ بھی لفظ نبی ہے اور یہاں بھی وہی مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلبیت کی اذیت کو اپنی اذیت فرمایا حدیثیں صحیح اُسپر موجود ہیں اَنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِنِّیْ وَمَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِیْ۔ یعنی فاطمہ میرا جگر کا ٹکڑا ہے جس نے

اذیت دی اُس کو اُس نے اذیت دی مجھکو۔ دوسری حدیث میں ہے مَنْ اٰذا علیا فقد اٰذانی اذیت علیؑ کی اذیت میری ہے غرض یہی صورت اکثر جگہ قرآن میں نظر آتی ہے کہ جس جگہ لفظ نبی سے خطاب کیا ہے وہاں مراد نبی معہ اہلبیت نبی سے لیجاتی ہے جیسا کہ آیت زیر بحث میں ہے اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ خدا اور فرشتے درود بھیجتے ہیں نبیؐ اور آلِ نبیؐ پر تم بھی اے مسلمانوں درود بھیجو ان دونوں پر اور سلام۔ یہ مقصد اصل اس آیت کا ہے جو بعونہ ثابت ہو گیا؛

۶۷۹ آیت نمبر ۳۶۵ سورہ احزاب رکوع ۷ صفحہ ۲۶۹

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ جو لوگ اذیت دیتے ہیں اللہ کو اور اُس کے رسولؐ کو لعنت ہے خدا کی اُن پر دُنیا اور آخرت میں طیار ہے اُن لوگوں کے لئے عذاب ذلیل کرنے والا۔

(۱) معنی تو آیت کے صاف ہیں خوبی اُس میں یہ ہے کہ علوی قدر و منزلت اپنے حبیب کا اظہار اس طرح کیا اور اپنے رسولؐ کا ادب و آداب اپنی ذات کی برابر مقرر کیا اور یہ سمجھا دیا کہ رسولؐ کا ادب خدا کا ادب ہے اور رسول کی اذیت خدا کی اذیت ہے کیونکہ خدا کو کون اذیت پہونچا سکتا ہے۔

(۲) اصل میں ظاہر کرنا یہی تھا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایذا پہونچائی اُس نے خدا کو ایذا پہونچائی اور اُس پر لعنت ہے دونو جہان میں اور اُس کے لئے عذاب ہے۔ چنانچہ سورہ توبہ رکوع ۸ میں ایک آیت ہے جس کو ہم اپنی تفسیر آیت ماقبل کے فقرہ ۹ میں دکھلا آئے ہیں۔ یعنی مِنْھُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ اور اُن لوگوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں۔

(۳) اب دوسری آیت میں اُن ایذا دہندوں کی سزا کا اظہار ہے نمبر ۱۴۸ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا کے رسول کو اُن کے لئے عذاب سخت ہے اور یہ سزا وہی ہے جو آیت زیر بحث میں موذیانِ خدا و رسول کے لئے مقرر ہے پس معلوم ہو گیا جبکہ موذی خدا و رسول کی سزا اور موذی تنہا رسول کی سزا ایک ہے تو ایذائے صرف رسول اور ایذائے خدا و رسولؐ ایک ہی بات ہے۔

(۴) اور یہ ہی بات ہم تفسیر آیت نمبر ۱۴۸ والذین یؤذون الرسول میں ثابت کر آئے ہیں کہ ایذاء

رسولؐ خاص ایذاء خدا ہے۔

(۵) اور ایسا ہی محبت کا حال ہے کہ محبتِ رسُول بھی عین محبتِ خدا ہے کیونکہ آیت نمبر ۳۰ سورہ آلِ عمران میں صاف خدا فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہدو کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو۔ تو میری تابعداری کرو۔ اور تابعداری اُسی کی ہوتی ہے جسکی محبت دل میں ہو خدا تمکو دوست رکھیگا۔

(۶) اب جس طرح تابعداری رسُول کی تابعداریٔ خدا ہے اور اذیت رسُولؐ کی اذیتِ خدا ہے اسی طرح تابعداری اہلبیت رسُول کی تابعداری رسول ہے اور اذیت اہلبیت رسولؐ خاص اذیت رسولؐ اللہ ہے اور اس بات کو ابھی ہم آیت ماقبل کے فقرہ ۹ میں دو حدیثون کی سند سے ثابت کر آئے ہیں۔

(۷) اور عمدۃُ البیان کے صفحہ ۴، جلد سوم پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابو القاسم حسکانی نے روایت کی ہے کہ فرمایا علیؑ ابن ابیطالب نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرماتے تھے کہ اے علیؑ جو کوئی ایک بیر مو تجھکو ایذا پہونچائے اُس نے مجھکو ایذا پہونچائی اور جس نے مجھکو ایذا پہونچائی اُس نے خدا کو ایذا پہونچائی اور جس نے خدا کو ایذا پہونچائی اُس پر لعنت ہے خدا کی اور یہ حدیث صحیح بخاری اور مسند احمد حنبل میں موجود ہے۔

(۸) اور وہ دونو حدیثیں بھی لکھی ہیں جو ہم آیت ماقبل کے فقرہ ۹ میں لکھ آئے ہیں کہ ایذا دہندۂ فاطمہؑ ایذا دہندہ رسولؐ ہے اور اتنا بیان زیادہ ہے کہ جس نے رسولؐ اللہ کو اذیت دی اُس نے خدا کو اذیت دی اور موذیٔ خدا پر لعنت ہے بعد میں وہ دُوسری حدیث ہے اذیت علی کی اذیتِ رسُولؐ کی ہے جو اوپر کی حدیث کے ضمن میں آ گئی اب اور لکھنا کچھ ضرور نہیں۔

(۹) اور صاحب کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام نے اپنی کتاب کے صفحہ ۶۳۵ سے ۶۴۳ تک اا فصلین لکھتے ہیں اور ہر ایک فصل میں دو دو چار چار حدیثیں مختلف راویون سے بطریق اہلسنت اسناد میں پیش کی ہیں اس بات پر کہ جس نے جناب امیر علیہ السلام کو چھوڑا اُس نے حضرت رسالتمآب صلعم کو چھوڑا اور جناب امیر علیہ السلام سے دشمنی کرنے والے کے ساتھ خدا دشمنی کرتا ہے اور جس نے جناب امیر علیہ السلام کی شان گھٹائی اُس نے حضرت کی شان گھٹائی اور جس نے جناب امیر علیہ السلام سے حسد کیا اُس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کیا اور جس نے جناب امیر علیہ السلام کی مدد کی اُس نے آنحضرت کی مدد کی جس نے جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کی اُس نے خود حضرت سے جنگ کی جس نے جناب امیرؑ

پر غضب کیا اُس نے پیغمبر خدا پر غضب کیا جس نے جناب امیر علیہ السلام پر غضب کیا اُس نے خاص رسول اللہ پر غضب کیا جس نے جناب امیر علیہ السلام سے بُغض رکھا اُس نے آنحضرت سے بُغض رکھا جس نے جناب امیر علیہ السلام کی اطاعت کی اُس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اور جس نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو ایذا پہونچائی اُس نے خاص جناب رسول خدا کو ایذا پہونچائی اور ایذا دینے والا رسول کا موذی خدا ہے بس اُس پر لعنت ہے خدا کی اور عذاب بھی مفہوم آیت ہے ؛

آیت نمبر ۳۶۶ سورہ احزاب رکوع ۷

ح ۶۸۰

اَلَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا۔ جو لوگ ایذاء دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو بغیر اُنکے کسی گناہ کے پس تحقیق اُٹھایا اُن موذیوں نے بہتان اور گناہ ظاہر۔

(۱) یہ آیت بھی اُسی سلسلہ سابق میں ہے اور ذکر اہلبیتِ رسالت کا ہی چل رہا ہے اوّل اُن کی فضیلت انتہائی بیان کی کہ اُن پر صلوات بھیجو اُن کی اذیت دینے سے ڈرایا کہ اُن کی اذیت کو اذیت خدا و رسول فرمایا اب صریح اُن کی اذیت دینے والوں کا ظلم اس آیت میں ظاہر فرمایا۔

(۲) اور قاعدۂ قرآن بھی مقتضی اس امر کا ہے کہ جہاں ذکر آتا ہے وہاں اُمت کا وہاں تینوں ولی کا ذکر آتا ہے جیسے فرمایا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور اکثر جگہ تیسرے ولی کا اظہار بلقب مومنین ہوتا ہے جیسے فرمایا انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین (۳) اسی طرح اس جگہ اوّل ایذائے خدا و رسول سے تعبیر کیا اب صاف اُن مومنین کی ایذا کا ذکر کیا جو ولی سوم ہیں اور چونکہ اہلبیتِ رسول میں جناب سیدہ بھی شامل ہیں اُسی رعایت سے مومنین و مومنات فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے ضرور یہ آیت اہلبیت رسالت سے تعلق رکھتی ہے (۴) اور ان کے مخالفین کا ذکر ہے کیونکہ آیات نمبر ۱۴۱ و نمبر ۱۴۲ سورہ توبہ میں یہی القاب والمومنین والمومنات استعمال کی ہیں جہاں ثابت ہو چکا ہے کہ مراد اُن میں اہلبیت رسول ہیں مع اپنے پیروان حقیقی کے (۵) اور عمدۃ البیان میں اوّل سب سے یہ ہی روایت لکھی ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں ہے کہ بعض منافقانِ اُمت آپ کو ایذا دیتے تھے۔

(۶) اور سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کی فہرست میں نمبر ۴۸۵ پر اس آیت کی تفسیر میں قول ابن مردویہ کا لکھا ہے کہ مقاتل نے سلیمان سے روایت کیا ہے یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ چند منافق آپ کو ایذا پہونچاتے تھے۔

(۷) فہرست اخبار امامیہ میں نمبر ۲۲ پر اس کی تفسیر میں وہی روایت مقاتل کی سلیمان سے لکھی ہے۔

(۸) اور طرز عبارت اور طریقہ بیان آیت پر نظر غور سے اگر دیکھا جائے اور موذیان اہلبیت کے ظلم اور گناہ عظیم سے مقابلہ کیا جائے تو ایسی مطابقت پائی جاتی ہے کہ خاص ان کی ہی کارروائی کو خداوند تعالیٰ بیان کر رہا ہے۔ یہ مسئلہ بھی کتب فقہ سے صاف ہو چکا ہے کہ گناہ بحالت خوف و ندامت اور بصورت اخفاء و حیا اگرچہ معصیت ہے مگر امید عفو کی گنجائش ہے کیونکہ خدا غفور الرحیم ہے اور برعکس اسکے بصورت اعلان و شہرت اور عدم ندامت بلکہ خوش ہونے اور فخر کرنیکی صورت میں کہ توبہ کا خیال بھی نہ ہو تو وہ گناہ گناہ نہیں بلکہ بغاوت ہے تمرد ہے کفر ہے۔

(۹) یہ انکی حالت خدا نے بیان کر دی جیسا سورۂ بروج میں بھی ہے اَلَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ جو لوگ ایذا دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو اور پھر توبہ بھی نہیں کرتے ان کے واسطے جہنم کا عذاب اور آگ کا عذاب ہے۔

(۱۰) اب واقعات اور مشاہدات سقیفہ کو نظارہ کرنا چاہیئے کہ کیسی کیسی اذیت دی اہلبیت رسول کو جو افضل المومنین اور امیر المومنین تھے اُن کا حق غصب کر لیا جناب سیدہ کا باغ فدک جو وسیلۂ معاش تھا چھین لیا کاغذ پھاڑ ڈالا دروازہ پر آگ اور لکڑیاں لے گئے جلانے کا خوف دیا جناب امیر علیہ السلام کے گلے میں کپڑا ڈالکر کھینچتے ہوئے سقیفہ میں لائے حسنینؑ کو رُلایا جناب سیدہ کو وہ ضرب پہونچائی کہ اسقاط حمل ہوا گویا محسنؑ شہید ہوا۔ اور یہی صدمہ آپ کا باعث موت ہوا۔ اب یہ کارروائی ظاہراً اور اعلان اور خوشی اور فخر کی حالت میں کیا نہ تھی ضرور تھی اور توبہ کا نام ہی نہ لیا یہ کثرت ظلم و عدوان کیا اثماً مبیناً نہیں ہے اور بہتان پر نظر کرو۔ تو حدیث لَا نُوۡرِثُ وَ لَا نُوۡرَثُ کیا صریح بہتان نہیں باندھا ضرور یہی کیا ہے جس کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا

(۱۱) اور فقرہ بغیر ما اکتسبوا سے تو اور بھی یقین ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اذیت اُن مومنین اور مومنات کو دی جنہوں نے کوئی قصور ہی نہ کیا تھا بلکہ وہ لوگ معصوم تھے اُن سے گناہ اور خطا دور ہو چکا تھا

اُن کو ستایا گیا سُبحان اللہ خدا کا کلام کیسا جامع ہے کیا کیا راز اُس میں پوشیدہ ہوتے ہیں ضرور یہ آیت ظالمان حق اہلبیت کے واسطے خاص الخاص نازل ہوئی ہے اللھم لعن اوّل ظالمٍ ظلم حق محمد و آل محمد و آخر تابع لہ علیٰ ذالک؂

آیت نمبر ۳۶ سورۂ احزاب رکوع ۹

یَا ایّھا الّذِینَ آمنوا اتقوا اللہ وَ قُولُوا قولًا سَدِیدًا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور قول محکم اور مضبوط منہ سے نکالو۔

(۱) ہم کہتے ہیں کہ مضبوط قول کیا ہے سچ ہے۔ جو قول سچا ہوگا وہ بدل ہی نہیں سکتا برخلاف اسکے جھوٹ کو پائداری نہیں پس نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ خداوند تعالیٰ صداقت کی تاکید کرتا ہے ڈراکر کہ خدا سے ڈرو اور صداقت اختیار کرو۔

(۲) اور یہ ارشاد تو سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۱ا میں صاف ظاہر ہو چکا ہے اس طرح سے کہ تم صداقت اختیار کرو سچّوں کی پیروی سے چنانچہ فرماتا ہے خدا یا ایّھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وَ کُونُوا معہ الصّادِقین۔

(۳) وہی مومنو سے خطاب ہے وہی خدا سے ڈرنے کا حکم ہے وہی سچونکی پیروی سے صداقت اختیار کرنے کا ارشاد ہے جو آیت زیر بحث میں ہے ذرا بھی تو فرق نہیں۔

(۴) اور سچے کون ہیں وہی اہلبیت رسولؐ جن کو صادقین قرآن میں فرمایا جیسا کہ آیت نمبر ۲۳ سورۂ احزاب میں ہے لیجزی اللہ صادقین بصدقھم۔ یہ آیت اہلبیت رسالت کی شان میں ثابت ہو چکی۔ (۵) سچّے وہی ہیں جناب امیرؑ جن کا لقب صدیق اکبر ہے پس ان کی پیروی سے صداقت حاصل ہوتی ہے۔

(۶) اور خدا سے خوف جس کو ہوگا وہ ان صادقین کے غیر سے بیزار ہو کر صادقین کی پیروی کریگا۔ اور اگر خوف خدا کا نہیں تو ضروری دُنیا داری میں اہل دُنیا کی پیروی کریگا جن سے صدق و راستی بہت دُور ہے۔

(۷) اور آیت نمبر ۱۷ میں بھی ان صادقین کیطرف رجوع کیا ہے یعنی فرمایا ہے کہ یُثَبِّتُ اللہ

اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ جو لوگ ایمان والے ہیں خداوند تعالیٰ اُن کو قول ثابت پر مضبوط اور ثابت قدم رکھتا ہے اب مقابلہ کرنا چاہیئے کہ وہی قول سدید ہے جو قول ثابت ہے اور اس آیت میں ثابت ہو چکا ہے ثابت قدمی قول ثابت پر اقرار امامت آئمہ ہے اُسی کی تاکید یہاں بھی ہے اور اُسی کی تاکید وہاں ہر جگہ وہی پیروی جناب امیر علیہ السلام اور اہلبیت کی تاکید ہے جبھی تو فرمایا کہ ڈرو خدا سے ان صادقین کو چھوڑ کر کاذبین کیساتھ رجوع کرتے ہو یہ ۷۲ فرقہ ہالکہ کیطرف اندازہ ہے اگر بنظر غور دیکھا جائے اور اسکی تعمیل صرف ایک فرقے کی جو رسی خدا کے مضبوط پکڑے ہوئے ہیں وہی سچے قول والے ہیں ہو

آیت نمبر ۳۶۸ سورہ احزاب رکوع ۹

یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ صلاح کردیگا اللہ تمہارے اعمال سے اور بخش دیگا تمہارے گناہوں کو کیونکہ جس نے تابعداری کی اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی پس تحقیق اُس نے رستگاری عظیم حاصل کی۔

(۱) یہ آیت اپنے ماقبل سے متعلق ہے کہ تم کو جو قول سدید یعنی راستی کی طرف رجوع کرنیکا یعنی صادقین کی پیروی کا حکم دیا ہے اور اُن کے غیر کیطرف رجوع کرنے سے ڈرایا ہے پس جس نے فرمانبرداری اس حکم کی کی وہ مُطیع خدا و رسول ہے۔

(۲) اور جب وہ مُطیع خدا و رسولؐ ہوا تو ہم بھی اُن کے اعمال کی صلاحیت کر دیں گے اور گناہ اُن کے بخش دینگے اور صلاحیت انکے اعمال کی کیونکر نہ ہوگی کہ وہ فرمانبردار اور پیرو صالح المومنین کے ہوئے (۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مطیع اہلبیت ہے ایمان اور یقین اُس کا کامل ہے تو ضرور خدا گناہ بھی بخش دیگا اور آئندہ کو اصلاح اُس کے عمل کی کر دیگا جیسا کہ آیت نمبر ۲۹ سورہ بقر میں فرمایا اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ جس کا ایمان درست ہے خدا اُس کا دوست ہے اور اُس کو اندھیرے سے نکالتا ہے طرف نور کے۔

(۴) اور ایسا ہی گروہ علیؑ کے لئے آیت نمبر ۲۲۳ سورہ انفعال میں خبر دیتا ہے اُولٰئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَہُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ وَمَغْفِرَۃٌ یہ تو وہی مومنین سچے ہیں اُن کے لئے تو درجے ہیں

نزدیک خدا کے اور مغفرت ایسا ہی گروہِ علیؑ کو یہاں مغفرت کا اُمیدوار کر لیا اور آیت نمبر ۷ سورۂ آلِ عمران میں بھی خبر دے چکا ہے مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ مَعَہٗ اَنْعَمَ اللّٰہُ الخ یعنی مَنْ یُّطِعِ اللّٰہ ورسولہٗ اس آیت میں پیروان جناب امیرؑ ہیں۔

(۶) فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا بموجب قاعدہ نمبر ۷ یہ جملہ تو خدا نے گروہِ جناب امیر علیہ السلام کیلئے مخصوص کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی سند مل چکی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور آیت نمبر ۳۳ تک ۱۹ بار اس کی تکرار بشان گروہ حیدر کرار ہو چکی یہ بیسواں مقام ہے اُس کے ورُود کا۔

(۷) اس آیت کا فقرہ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہ تو پورے کا پورا آیت نمبر ۲۹۲ سورۂ نور میں وارد ہو چکا ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور جس نے تابعداری کی اللہ اور اُس کے رسُول کی اور ڈرتا ہے اللہ سے اور پرہیزگاری کرتا رہا یہ لوگ فائز اور رستگار ہیں یہ وہی رستگار لوگ ہیں جن کا ذکر فقرہ ۶ میں ہے۔

(۸) بس ایک ایک جملہ سے معلوم ہوا کہ یہ آیت پیروان علیؑ کے واسطے ہے اور یہی مطلب تھا۔

آیت نمبر ۳۶۹ و نمبر ۳۷۰ سورۂ احزاب رکوع ۹

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا۔ بتحقیق پیش کیا ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑ پر مگر انکار کیا اُس کے اُٹھانے سے ڈر گئے سب اور اُٹھا لیا اُس کو انسان نے ساتھ ظلم اور جہالت کے۔

دوسری آیت لِیُعَذِّبَ اللّٰہُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ تاکہ عذاب کرے اللہ منافقین مردوں کو اور منافقین عورتوں کو۔

(۱) چنانچہ یہ دونو آیتیں منافقین کے حالات ظاہر کرتی ہیں۔

(۲) کیونکہ اوّل تو بزرگی اور عظمت اِس منصبِ جلیل کی بیان فرمائی کہ آسمان و زمین اُس کے اُٹھانے کی تاب نہ لا سکے ڈر گئے۔ مگر ظالم و جاہل انسانوں نے بدون لیاقت اور بدون استحقاق

اس منصبِ جلیل کو بزور اپنے اوپر اُٹھا لیا۔

(۳) پس اگر اس مضمون آیت کو پیش نظر رکھکر کارروائی حالتِ سقیفہ پر ایک مُشابہت کی نظر ڈالی جائے تو ناظرین روشن ضمیر پر تصویر کے دو نو رُخ یکسان نظر آئیں گے اور تشبیہ تامہ پائی جائیگی

(۴) اور آیت زیر بحث میں حَمَلَهَا الانسانَ انّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ جھولا یعنی اُٹھا لیا اُس کو انسان نے جو کہ ظالم اور جاہل تھا اس کو غور کی نظر سے دیکھنا ہے چونکہ ظالم اور جاہل دو صفات ظلم اور جہل کے موصوفین کا ذکر اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ جرأت کرنیوالے اس امر کے زیادہ تر دو ہی شخص تھے اور کارروائی سقیفہ سے ظاہر ہے کہ وہ دو نو جو ایک دُوسرے پر اس منصب کو عرض کرتے تھے آخر متفق ہو کر انہیں دو نو نے برضا مندی تقدم و تاخر اس منصب کو اپنے واسطے منظور کر لیا۔ اور اس امانتِ خدا کو امین لوگون سے چھین لیا۔

(۵) اور یہی اشارہ مخفی خداوند تعالیٰ نے دو نو کے لئے فرمایا کہ اُٹھانے والے اس بارِ عظیم کے ظالم اور جاہل ہیں اور یہ دلیل اوّل اُن کے ظلم و جہل کی ہے کہ اس امر عظیم کے مقابل میں اپنی کم لیاقتی پر نظر انصاف اور دریافت کی نہ ڈالے۔

(۶) دوسری دلیل ظلم کی یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اُن کو ظالم خیال فرماتے تھے۔ چنانچہ بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ جناب امیرؑ اور عباسؓ نے جب دعویٰ کیا وراثتِ رسولؐ کا تو کہا عمر ابن خطاب نے کہ تم دو نو ہم کو ظالم اور غادر و کاذب و آثم جانتے ہو اُس پر جو سکوت رضا مندانہ ظاہر کیا ان دو نو صاحبون نے اِس کلام پر کوئی تردید یا عذر نہیں کیا بجز قبولیت قلبی کہ ہر دو ہمارا خیال ایسا ہی ہے اور کوئی بات نہیں ہے۔

(۷) تیسری دلیل جاہل ہونیکی بیّن یہ ہے کہ سورۂ عبس میں جو نازل ہے وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا اس میں اَبًّا جو کہا گیا اس کے معنی گھاس اور چارہ انعام کے معنی میں ہے ابوبکر نے اس سے جہالت اپنی ظاہر کی صاف طور پر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا کیا معنی ہیں۔

(۸) پس معلوم ہوا کہ ظلومًا و جهولا یہ ہی دو نو صاحب ہیں انہیں نے جرأت کی اس منصبِ جلیل کے حاصل کرنے میں گو قیامت میں اس پر ندامت ہو گی اُن کو جیسا کہ آیت نمبر ۲۹ سورۂ فرقان میں ان کا قول ہے خداوند تعالیٰ وہان بھی ان کو ظالم کہتا ہے یَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْہِ

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا کہیگا اے کاشکہ میں رسول کے راستہ پر چلتا۔

(۹) اور کتاب عمدۃ البیان میں مذکور ہے اس آیت کی تفسیر میں کہ بعض روایت آئمہ معصومین علیہم السلام میں آیا ہے کہ مراد امانت سے جو یہاں ہے ولایت اور امامت ہے آئمہ دوازدہم کی جس کے اوّل امام علی ابن ابیطالب علیہ السلام تھے اور انسان اشارہ ہے اُن صاحبان کی طرف جنہوں نے باوجود ظالم اور جاہل ہونے کے اُٹھا لیا اپنے اوپر اس منصب کو۔

(۱۰) اس ظلم وجہالت پر فرمایا دوسری آیت میں لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ تاکہ عذاب کرے اللہ منافق مردوں اور منافقہ عورات پر۔

(۱۱) اب منافق مردوں کا حال تو بخوبی ظاہر ہو گیا منافقہ عورات بھی پوشیدہ نہیں ہیں انہی دونو صاحبان مذکورہ بالا کی دو صاحبزادیاں بھی اس امانتِ خدا کی خیانت میں جان ودل سے شریک تھیں اور بہت کوشش ان وکلاء نسوانی کی مفید ہوئی ان کے موکلوں کو۔ اوّل ہر ایک ساعت بساعت کے حالات حرم رسولؐ سے خبردار کرتی تھیں وقت آخری رسولؐ کے۔ دوسرے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بلاؤ میرے بھائی کو اس حکم پر طلب کیا ہر منافقہ نے اپنے باپ ہی کو بھائی رسولؐ کا بنا نیکی غرض سے پس منہ پھیر لیا رسولؐ نے دونو حاضر ہونے والوں سے تب حضرت اُم المومنین اُم سلمہؓ نے کہا بلاؤ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو اُن سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسا ہی قصہ پیشنمازی کا ہے کہ ہر ایک نے ان دونو میں سے حکم ظاہر کیا پیشنمازی کا اپنے اپنے باپ کے لئے۔ غرضکہ چار دن نے بلکہ چاروں پائے تختِ خلافت کے پکڑ کر اُٹھا لیا اس لئے خداوندِ تعالیٰ کے نزدیک لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ کا مستحق یہی گروہ ٹھہرا۔

(۱۲) اب تو معلوم ہوا کہ امانتِ خدا کیا تھی یعنی امامت تھی۔ اور اُس کو کس طرح غصب کیا جس کی خبر دیتا ہے خداوندِ تعالیٰ اور غاصبانِ امامت وخلافت کا انجام کیا ہوگا پھر اُس میں ایک اور خیال کو بھی موقع وگنجایش ممکن ہے کہ امانت اور امامت میں تجنیس خطی کس قدر ہے اور جامع قرآن کے اختیارات کی وسعت اس سے بہت زیادہ تھی کہ امامت کو امانت کر دیں جبکہ سورہ

کے سورہ عبارتیں باعتقاد اہلسنت اُڑادی ہون اِس صورت میں تو اور بھی مطلع صاف ہوگیا
جو اپنے خیال میں مفید دیکھا لکھدیا ۔

آیت نمبر ۱۷۳ سورۃ السباء رکوع ۱

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ - تاکہ جزا دے
خدا اُن لوگون کو جو ایمان لائے اور عمل اُن کے نیک ہیں اُن کے لئے مغفرت ہے اور رزق بُزرگ
(۱) اس آیت سے قبل یہ ذکر ہے کہ ذرہ برابر بھی کوئی عمل درمیان زمین و آسمان کے خدا سے پوشیدہ
نہیں کہ فرمایا لَا يَعْزُبُ عَنْهُ یعنی دُور ہوتا اُس سے اور سب کچھ کتاب روشن میں لکھا جاتا
ہے اب کتاب میں لکھنے کی علت غائی معلوم ہوئی یعنی اس واسطے درج ہوتا رہا تاکہ اُس کی
جزا دیجائے آیہ لیجزی خبر اپنے مبتدا لا یعزب عنہ ہوگی ہوگی۔
(۲) اب مقصد اصلی تو یہ ہے کہ جن کو جزائے نیک دی جائیگی وہ لوگ کون ہیں خداوند تعالیٰ اُن کی
شناخت خود بتا رہا ہے آمنوا و عملوا الصالحات۔
(۳) اور یہ جملہ آمنوا و عملوا اول پہچان ایسی معروف اور مشہور صفت واسطے اہلبیت رسول اور گروہ علی کے قرآن
میں مذکور ہے کہ نظرِ غایر کی ضرورت ہی نہیں کہ قاعدہ نمبر ۴ مقدمۂ کتاب اور آیت نمبر ۹ و نمبر ۱۲ میں بایہ
ثبوت کو پہونچ گیا کہ یہ صفات خاص اہلبیت رسول کی ہیں۔
(۴) جن کے اول وہ شخص ہیں جو امیر المومنین اور صالح المومنین زبان و کلام خدا و رسول سے مقرر ہو چکے
پھر ان سے زیادہ متصف بایں صفات کون ہوسکتا ہے۔
(۵) ہان اگر ہون تو اُنکی ذریت اور اُن کے پیرو جو قدم بقدم اُن کے تھے۔
(۶) اور اسی طرح آیت نمبر ۱۴۵ سورہ سجدہ تک ، اجگہ ہم ان اوصاف کو حضرات آئمہ اطہار کی نشان
میں دُہرا چکے ہیں اور یہ ۱۹ واں مقام ہے۔
(۷) اور کثرت ذکر باعث تقویت ہمارے دعوی کا ہوتا جاتا ہے کہ موصوف خاص اہلبیت رسول ہیں
(۸) پھر یہ خبر لہم مغفرۃ و رزق کریم اور بھی سونے میں سُہاگہ کا کام دے رہی ہے یعنی یہ الفاظ
مکرر وسہ کرر گروہ جناب امیر علیہ السلام کے لئے وارد ہو چکے ہیں۔

(۹) جیساکہ آیت نمبر ۲۳ سورۂ انفال میں ہے۔ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ کَرِیْمٌ

آیت نمبر ۲،۷۳ سورۃ السّبا، رکوع ۱

وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَیَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ دیکھتے ہیں یعنی جانتے ہیں وہ لوگ جو کہ دیئے گئے ہیں علم اُس چیز کو جو نازل ہوئی ہے تجھ پر تیرے رب کی طرف سے یعنی قرآن یہ حق ہے اور ہدایت کرتا ہے طرف راہِ خدا، غالب اور تعریف کیے گئے کی

(۱) معنی آیت کے صاف ہیں شروع زمانہ رسالت آخر زمانۂ جاہلیت کا دور تھا اپنے ہی بیچ میں سے ایک شخص کا دعویٰ پیغمبری کرنا نزول وحی خدا اُس پر ہونا فرشتہ کا آیات لیکر آنا کب باور کرتے تھے مگر جن لوگوں کا سینہ روشنی علم سے خدا نے معمور کر دیا تھا وہ تو عبارت قرآن سے پہچان گئے کہ ضرور یہ خدا کا کلام ہے اور ایمان کامل ہو گیا۔

(۲) یہ علم ہی کا باعث تھا جو معرفت ہوئی اُن کو کلام حق کے ورنہ جاہل کی عقل کور سائی اس مقام تک دُشوار ہے جیساکہ شاعر کا قول ہے کہ بے علم نتوان خدا را شناخت۔

(۳) آیت نمبر ۲۰۹ سورۂ شعرا کی تفسیر اس حال کا آئینہ ہے جو حسب روایت معالم التنزیل لکھی گئی ہے کہ حضرت نے بتعمیل حکم وانذر عشیرتک الاقربین اولاد عبدالمطلب سے ۴۰ آدمی کو جمع کر کے کھانا کھلایا اور بعد میں حکم خدا کا سنایا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہو کر آیا ہوں عام طور پر سب کیواسطے اور خاص طور پر تمہارے واسطے بس تم کو میری نصرت کرنی چاہیئے اور کون تم میں ایسا شخص ہے کہ جو اس رسالت کے کام میں میرا مددگار اور وزیر میرا بنے پھر کیا اثر ہوا جاہل پر کہ ۳۹ آدمی جو قریبی عزیز حضرت کے تھے ٹھٹھے مارتے ہوئے اُٹھ کر چلے گئے ہاں اس ہدایت کا اثر ہوا تو کس کو اور مددگار اور وزیر بنا تو کون وہی جس کو فرمایا تھا حضرت نے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔

(۴) یہ علم کا اثر ہے اور اس جگہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ علم والے قرآن کو حق اور ہدایت کرنیوالا سمجھنے والے یہ ہی تھے اہلبیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے اوّل و افضل جناب امیر علیہ السلام تھے یہ امر آیات کثیرہ قرآن سے ثابت ہوتا چلا آتا ہے۔

(۵) جیساکہ آیت نمبر ۳۴ سورۂ عنکبوت میں ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ

اور کہا اُن لوگون نے جنکو علم دیا گیا تھا اور ایمان ضرور دیر کی تھی تم نے یہان بھی علم کیساتھ ایمان کا جوہر موجود ہے اور دُشمنان خدا کی تکذیب کر رہے ہیں یعنی جن کا قول تھا کہ ہم نے دنیا میں دیر نہیں کی مگر ایک ساعت اُن کو جھٹلا رہے ہیں۔

(۶) اور آیت نمبر ۴۹ سورۂ عنکبوت میں ہے بَلْ ھُوَ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ فِی صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ بلکہ وہ روشن آیتیں قرآن کی اُن کے سینون میں موجود ہے جنکو علم دیا گیا ہے لیجیئے صُدُورِ الَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ اُن ہی کی طرف ہے جن کی طرف آیت زیر بحث میں بھی وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ ہے۔

(۷) اور پھر اور آیت نمبر ۴۷ سورۂ عنکبوت بھی اُن ہی لوگون کی شان میں ہے فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ پس جن لوگون کو دیگئی کتاب یا علم ایک ہی بات ہے وہ ایمان لائے اُس پر اور سچا جانا اور حق مانا اُس کو وہی بات ہے جو آیت زیر بحث میں ہے۔

(۸) اور ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا رسُول جاننے والا اور اُس پر گواہی دینے والا خدا نے چھانٹ لیا علم کتاب کا مالک آیت نمبر ۴۳ سورۂ رعد میں جس کا ذکر ہے قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ کہدو کافی ہے اللہ گواہ درمیان میرے اور تمہارے اور وہ شخص گواہ ہے جس کے پاس علم کتاب ہے وہی کتاب قرآن ہے اُس کا علم رکھنے والا اُس کو سچا جاننے والا اُسی قرآن کے نزول کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف گواہی دینے والا باتفاق مفسّران شیعہ و سُنّی وہی شخص علی ابن ابیطالب ہیں غرضکہ ہر ایک صورت اور سند کیموافق وہ علم والے قرآن کو سچا جاننے والے سب سے پہلے اقرار کرنے والے علی ابن ابیطالب ثابت ہوئے۔

(۹) اور حسبِ روایت کتاب عمدۃ البیان اس آیت کی تفسیر میں قول ہے قمی علیہ الرحمہ کا کہ وہ علم والے شخص علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں کہ سب سے پہلے قرآن کی تصدیق اس اُمت میں اُنہون نے کی جس کی تعریف ان لفظون میں خدا کرتا ہے وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ یہ آیت سورۂ زمر کی ہے اِس پر اتفاق کیا ہے مفسرانِ اہلسنت نے ساتھ مفسّرین اہل شیعہ کے کہ الَّذِیْ جَآءَ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس صدق کو لیکر آئے وہ قرآن ہے اور وہ صَدَّقَ جس نے تصدیق کی وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور یہ ہے مطلب وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ھُوَ الْحَقَّ کا ہے۔

آیت نمبر ۳۷۳ سورۃ السباء رکوع ۲

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ تحقیق سچا کیا گمان اپنا شیطان نے پس پیروی کی شیطان کی مگر ایک فرقہ مومنین میں سے پیروی شیطان سے باز رہا۔ یہ خاص فرقہ لفظ اِلَّا سے معلوم ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۳۷۴ سورۃ السباء رکوع ۲

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ یہ اُس فریق مومنین کی تعریف ہے اور نہ تھا واسطے اُس کے اُس فریق کے اوپر غلبہ۔

(۱) اگرچہ ذکر اہل سبا کا ہے کہ اکثر نے پیروی شیطان کی کر لی مگر مومن اُس کی پیروی سے علیحدہ رہے لیکن یہ تمثیلاً اور نسبتاً ذکر اُس اُمت کے پیروان شیطان اور دوسرے فریق مومنین خالص سے بہت مشابہ ہے (۲) دیکھو اسی شیطان کا ذکر سورۂ حجر رکوع ۳ میں موجود ہے جب قیامت تک کی مہلت ملگئی۔ تو کہا اُس نے میں اب تیرے سب بندوں کو اغوا کروں گا بدی کی طرف مگر آیت نمبر ۱۸۲ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ مگر تیرے خالص بندے اُن سب میں سے (میرے اغوا میں آنے والے ہیں) یہ مخصوص عبارت اِلَّا سے ظاہر ہے۔

(۳) اُس پر جواب ملا شیطان کو آیت نمبر ۱۸۳ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ یہ علیؑ کا راستہ تو ایسا ہی مستقیم اور مضبوط ہے کہ اغوائے شیطانی میں نہیں آتے۔

(۴) آیت نمبر ۱۸۴ یہ ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِنَّ عباد مخلصین اور صراط مستقیم والوں پر تو تجھکو غلبہ نہیں ہوسکتا۔

(۵) بلکہ تیسری جگہ فرمایا آیت نمبر ۲۰۰ سورۂ نحل میں اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ۔ بیشک اس شیطان کے واسطے اُن پر غلبہ نہیں ہے جو ایمان والے مومنین اپنے رب کے اوپر توکل رکھتے ہیں یعنی آیت نمبر ۳۷۳ مرقومہ صدر میں ہے فریق مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور یہاں ہے عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ اور یہ آیت بسبب صفات مذکورہ بشان

اہلبیت رسالت ثابت شدہ ہے۔

(۶) اس کے بعد چوتھی بار سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۶۵ میں پھر تاکیداً دوبارہ وہی کلام ہے جو آیت نمبر ۴۲ سورۂ حجر میں تھا اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۔ تحقیق میرے خاص بندون پر تجھکو غلبہ میسر نہیں کافی ہے تیرا رب اُن کی وکالت کرنیوالا۔

(۷) اب تو تحقیق ہوگیا وہی بات ہے وہی مضمون ہے وہی عبارت ہے وَمَا کَانَ لَھُمْ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ۔ اور نہیں ہے واسطے اُس شیطان کے اوپر اُن کے غلبہ وہی ایک شیطان ہے جو مایوس ہو چکا تھا عبادُ مخلصین کیطرف سے اِنہیں کو بار بار خداوند تعالیٰ اپنے بندے کہتا ہے کہ میرے خاص بندون پر تجھکو غلبہ نہیں وہی بیان فرماتا ہے اور وہ بموجب آیت نمبر ۴۱ صراط علیؑ پر چلنے والے ثابت ہیں۔

(۸) تو مخالف اُن کے اور مقابل اُن کے اغوائے شیطان میں آنے والے اہل سبا کے جامہ میں جن کا ذکر کیا ہے وہ ان حضرات کے زمانے کے مغوی اور گمراہ پیرو شیطان گمانِ شیطان کو سچا کرنے والے مُراد لئے جائیں گے نکہ خاص اہل سبا جو ہزارہا سال قبل زمانہ اہلبیتِ رسالت سے گزر چکے اور اُن کا کوئی تعلق اہلبیت رسالت سے نہیں تھا۔

(۹) بلکہ ان گمراہ اور تابع شیطان لوگون نے اہلبیت پر ظلم کئے اور اغوائے شیطان میں آنکر حکم خدا اور بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جو مقام غدیر خم میں کی تھی بھول گئے۔

(۱۰) اسکی تصدیق میں روایت ہے ابو سعید خدری کی جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ جب جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خلافت جناب امیر علیہ السلام کو قائم کردیا اور ہر ایک سے بیعت لیلی تو ایک ضعیف بڈھا اجنبی آیا۔ حضرت کے سامنے کھڑا ہوا اور بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ نے علیؑ کے واسطے کیا چھوڑا فرمایا جواب میں حضرت نے کہ میں نے وصی اپنا اور خلیفہ و جانشین اپنا اس اُمت پر علیؑ کو چھوڑا وہ دریافت کرنے والا بڈھا ابلیس تھا جس نے گمان کرلیا تھا کہ بعد رسول اللہ اس امر سے باز رکھون گا میں اِس اُمت کو چنانچہ ویسا ہی ہوا اور گمان اُس کا سچا ہوا اگرچہ کچھ خاص بندے خدا کے اخیار اُمت میں مثل سلمان رضہ و ابو ذر رضہ و حذیفہ یمان و عمارؓ وغیرہ پیروانِ علیؑ اغوائے شیطان سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱۱) اور آیت نمبر ۲ سورۂ عنکبوت میں جو فرمایا ہے خداوند تعالیٰ نے اَلٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ

اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ کیا گمان ہے اِن کا کہ اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائینگے کہ ہم تو ایمان لائے ہیں اور کیا آزمایش نہ ہوگی یہ وہی آزمایش تو ہے جو اغواء شیطان سے ظہور میں آئی جس پر شیطان کا گمان سچا ہو گیا۔ اور جس کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان کا گمان سچا ہو گیا مگر ہاں ایک فرقہ ایسا بھی تھا جس پر شیطان کا غلبہ نہو سکا سو وہ ہم اوپر دکھا چکے کہ وہ فرقہ اہلبیت رسول ہیں یا پیرو اُن کے۔

(۱۲) آیت نمبر ۷ ۳۲ کا یہی تو مفہوم ہے فَلَیَعۡلَمَنَّ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ تاکہ معلوم ہو جائیں سچے کون کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں سو وہ معلوم ہو گئے اس آزمایش اغواء شیطان میں سچا وہی ایک فرقہ ہے جن پر غلبہ شیطان کا نہو سکا اور باقی سب جھوٹے نکلے جن پر گمان شیطان کا سچا ہو گیا۔

(۱۳) اور یہ طریقہ قرآن میں جاری ہے۔ کہ منافقین کا ذکر ہمیشہ مخفی طور پر تمثیلاً تشبیہاً سمجھا دیا جاتا ہے کہیں تو ان کو فرعون کے برقعہ میں چھپایا کہیں اہل سبا کا جامہ پہنایا کہیں ظالمین و جاہلین فرمایا وہی صورت یہاں بھی ہے ذکر ضرور منافقانِ اُمت رسول آخر الزمان کا ہے کیونکہ مقابل اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہی لوگ تھے۔

آیت نمبر ۷۵ ۳ سورہ فاطر رکوع ۲

۲۲ ۷۹۳

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے اُن کے لئے تو مغفرۃ اور اجر بزرگ ہے۔

(۱) یہ آیت ابھی اوپر نمبر ۱۷ ۳ سورۃ السبا میں وارد ہو چکی ہے تفسیر اُسکی وہاں بیان کر دیگئی۔

(۲) اور بتلا دیا گیا ہے یہ صفت خاص اہلبیت رسالت کی ہے کیونکہ وہ معصوم تھے اور یہ صفت معصوم سے تعلق رکھتی ہے۔

(۳) اور اوّل اہلبیت جناب امیر علیہ السلام ہیں جو امیر المومنین اور صالح المومنین ہیں اور کوئی مومن امیر المومنین علیہ السلام کے مساوی نہیں ہو سکتا نہ کوئی عمل صالح مثل صالح المومنین کے کر سکتا ہے بس اُنکو چھوڑ کر دوسرے کی طرف تو گمان نہیں ہو سکتا اس صفت کی بابت۔

(۴) پھر قاعدہ نمبر ۴ مقدمہ کتاب میں اس کی بحث خوب ہو چکی جس سے مخصوص ہو گئی کہ یہہ صفت اہلبیت رسالت ہی کی لیئے ہاہے۔

(۵) شروع قرآن میں چنانچہ آیت نمبر ۸ اور نمبر ۱۲ سے یہ صفت بیان کرنی شروع کی ہے اور پچھلی آیت نمبر ۱، ۳ تک اٹھارہ (۱۸) جگہ مذکور ہے اور یہ ۱۹ واں مقام ہے کہ موصوف اس کے اہلبیت ثابت ہوتے چلے آتے ہیں۔

(۶) اب یہاں توارد اس کا ہوا ہے اور سبب توارد کا یہ ہے کہ اوپر اس کے ذکر ہے اصحاب السعیر کا جن کیواسطے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ۔

(۷) اب اصحاب السعیر کے مقابل میں اصحاب الجنۃ کو دکھلانا ضرور ہے اس واسطے ذکر انہیں لوگوں کا آگیا جو مخبر ہیں اصحاب الجنۃ کے اور یہ طریقہ قرآن کی عبارت کا ایسا جاری اور ساری ہے کہ باوجودیکہ اس کا خیال ہمکو برابر رہا۔ تاہم آیت ۲۹۲ تک ۱۴ جگہ ہم اس قاعدہ کیموافق بدترین کے بعد ذکر بہترین کا دیکھ چکے ہیں اور یہ ۱۵ واں مقام ہے اس کا۔

(۸) مقدمہ کتاب میں اس قرینہ کو ہم نمبر ۴ قاعدہ میں بخوبی بیان کر چکے ہیں پس بہر صورت یہ آیت متعلق بہ اہلبیت رسالت صلعم ہے ❊

آیت نمبر ۲۷۶ سورۂ فاطر رکوع ۲

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔ صعود کرتا ہے یا چڑہتا ہے کلمہ طیبہ اور عمل صالح چڑہاتا ہے اُس کو کس کو جس کا ذکر اوپر ہے یعنی کلمۂ طیبہ کو عمل صالح اوپر لیجاتا ہے یعنی قابل قبول کر دیتا ہے۔

(۱) صعود اعمال مردم ایک تحقیق امر ہے کہ فرشتگان کاتب اعمال صبح اور شام اعمال مردم آسمان پر لیجاتے ہیں کیونکہ سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۴۰۹ پر جو حدیث نمبر ۷ ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ مجھپر اور علیؑ پر سات برس تک درود بھیجتے رہے اس وجہ سے کہ بجز میرے اور علیؑ کے آسمان کی طرف کسی کی لا الہ الا اللہ پر شہادت دیکی آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔ اوپر چڑہنا ثابت ہوا بقول رسول ❊

(۲) یہ ہی صعود کلمۂ طیبہ کا معلوم ہو گیا۔ اب دوسری بات اس میں یہ ہے کہ اُس کلمہ طیبہ کو اوپر لیجاتا ہے عمل صالح جو آخر جزو آیت ہے وَالعمل الصالح یرفعہ۔ اور عمل صالح کیا ہی فعل ہے اُن لوگوں کا جن کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے الذین آمنوا وعملوا الصالحات جن کا ذکر ما سبق آیت میں ۱۹ ویں بار آچکا ہے اور وہ اہلبیت رسالت ہیں جن کا سرگروہ صالح المومنین ہے۔

(۳) پس معلوم ہوا کہ اہلبیت کا سا عمل جو کریگا اُس کا کلمہ اوپر چڑھیگا یعنی مقبول ہوگا اور اُن جیسا عمل تو وہی کریگا جو پیرو اُن کا ہوگا اور دل سے اُن کو دوست رکھیگا پس نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ کلمۂ طیبہ کو اوپر لیجانا یا قابل قبول بنانا کام عمل صالح کا یعنی پیروی اہلبیت یا محبت اہلبیت کا ہے اور بدون محبت اہلبیت کلمۂ طیبہ فایدہ نہیں دیتا۔

(۴) اور یہی مفہوم ہے آیت نمبر ۶۰ آل عمران کا اَم حَسِبتُم اَن تَدخُلُوا الجَنَّۃَ وَلَمَّا یَعلَمِ الَّذِینَ الآخرۃ کا کیا گمان تمہارا ہے کہ داخل ہو جاؤ گے تم جنت میں حالانکہ ابھی تو ہم نے ظاہر ہی نہیں کیے وہ مجاہد لوگ اور اس کی تفسیر میں ہم نے قول جناب امام رضا علیہ السلام کا بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے آپ نے فرمایا مَن قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَدَخَلَ الجَنَّۃَ اِلَّا بِشُرُوطِهَا وَشُرُوطُهَا وَ اَنَا مِن شُرُوطِهَا۔ یعنی قایل کلمۂ طیبہ مستحق جنت جب ہے جبکہ شرائط کلمہ بھی پورے کرے اور ان شرائط میں سے میں بھی ایک شرط ہوں معلوم ہو گیا شرائط کلمہ اقرار ولایت و امامت آئمہ ہدیٰ ہے منجملہ اُن کے جناب امام رضا علیہ السلام بھی ایک امام ہشتم تھے۔

(۵) وہی بات یہاں بھی نکلی بدون پیروی اہلبیت رسالت کلمہ قبول نہیں اُس پیروی اہلبیت کو عمل صالح فرمایا ہے جیسے کہ آیات نمبر ۱۰۸ سورۂ انعام اور آیت نمبر ۱۳۷ سورۂ نمل اور آیت نمبر ۴۲ سورۂ قصص میں بشرح من جاء بالحسنۃ کے ثابت ہو چکا ہے کہ حسنہ مودت اہلبیت رسالت ہے ایسا ہی عمل صالح بھی دوستی اہلبیت ہے اور نمبر ۲۱۷ کی تفسیر میں روایت از جابر ابن عبداللہ انصاری مذکور ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری اُمت اگر اس قدر روزے رکھے کہ لاغری سے مثل چلّہ کمان بنجائیں اور اس قدر نمازیں پڑھیں کہ مثل کمان خمیدہ ہو جائے اور اے علی اگر وہ تجھکو دشمن رکھتی ہوں تو خداوند تعالیٰ اُن کو اوندھے مونھ جہنم میں ڈالے گا یہی اشارہ اسطرف ہے کہ کلمہ بدون عمل صالح بیکار ہے۔

(۶) اسی کے موافق قول امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہے کہ کلمۂ طیّب مومن کا کہنا زبان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ وَخَلِیْفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور عمل صالح دل سے اعتقاد کرنا اس کا کہ یہ حق ہے خدا کیجانب سے اور کچھ شک اس میں نہیں۔

(۷) اور قمیؔ نے اپنی تفسیر میں بھی لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ کلمۂ اخلاص اور اقرار اُن چیزوں کا فرائض سے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم لائے ہیں اور ولایت جناب امیر علیہ السلام کا یہ بلند کرتے ہیں عمل صالح طرف خدا کے۔

(۸) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ دوستی ہم اہلبیت کی ہے اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کیطرف۔ اور فرمایا پس جو کوئی نہ دوست رکھے ہم کو تو نہ بلند ہوں گے اُن کے عمل خدا کی طرف (۹) جب قابیل کی قُربانی مقبول نہوئی تو ہابیل نے صاف کہدیا اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ بجز اس کے نہیں کہ خدا تو متقین سے قبول کرتا ہے اور متقین کون ہیں پیروان امام المتقین جو وسیلہ قبول ہیں اور وہی مثل کشتی نوح ہیں اور وہی باب حطہ ہیں اور انہیں کا طریقہ صراطِ مُستقیم ہے جو خدا تک پہونچاتا ہے انہیں کے نور کی روشنی میں مومنین صراطِ پر سے گذر جائیں گے ہزاروں طرح وہی ذریعہ خدا کے اور انسانوں کے درمیان ثابت ہو چکی ہیں وہی ذریعہ یہاں ہیں کہ کلمۂ طیبہ اُن کی اُلفت و محبت کے سبب سے صعود کرتا ہے آسمان پر یہ فضیلت ہے اِن کی۔

آیات نمبر ۲۷ و نمبر ۲۸ سورۂ فاطر رکوع ۴

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ تحقیق جو لوگ کتابِ خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور قائم کرتے ہیں نماز کو اور خرچ کرتے ہیں اُس میں سے جو ہم نے اُن کو عطا فرمایا ہے پوشیدہ طور پر اور ظاہر بھی وہ اُمید رکھتے ہیں ایسی تجارۃ کی جس میں کبھی نقصان ہی نہ ہو۔

(۱) اگرچہ یہ آیت عام مان بھی لیجائے تاہم صفات مندرجہ آیت ایسی صاف اور روشن خواص و عادات و عمل جناب امیر علیہ السلام سے مخصوص ہیں جن پر کلام خدا اور حدیث رسول کی شہادت کے علاوہ اقوال آئمہ اور اقرار مفسرین اور نظایر و تمثیلات گذشتہ بہت سے ایسے اسباب جمع ہو گئے ہیں۔ جو

خیالات کو غیر اہلبیت کی طرف جانیکی اجازت ہی نہیں دیتے۔

(۲) اول صفت یہ ہے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اس کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اس پر روشن دلیل یہ ہے کہ سب سے زیادہ قاری قرآن وہ ہے جس کا قرآن سے تعلق گہرا ہو اور تمام اُمت سے زیادہ تعلق رکھتا ہو۔

(۳) سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام کے صفحہ ۱۳ پر جناب امیر علیہ السلام کے علم قرآن کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے۔ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے اِنَّ عَلِیًّا اَحَدُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَعَرَضَہٗ عَلٰی رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ بیشک جناب علیؑ اکیلے ایسے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن کو جمع کیا اور سنا دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یعنی حافظ قرآن ہیں سب سے اوّل اسلامی دُنیا میں یہ ہیں پڑھنے والے قرآن کے جبھی تو آپ نے فرمایا کہ میں قرآن ناطق ہوں اور یہ قرآن صامت ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ الْعَلِیِّؑ۔ اور فرمایا خداوند تعالیٰ نے آیت نمبر ۴۳ سورہ رعد میں علیؑ کو وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ آیت نمبر ۲ سورہ بقر میں فرمایا ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ اور علی امام المتقین ہیں اور آیت نمبر ۴۸ سورہ عنکبوت میں ہے فَالَّذِیْنَ آتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ اور آیت نمبر ۵۰ میں ہے بَلْ هُوَ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ فِیْ صُدُوْرِ مُؤْمِنِیْنَ۔ اور علیؑ امیر المومنین ہیں۔

(۴) پس اب تو معلوم ہو گیا آیات کتاب ان کے سینہ میں جمع ہیں کتاب خدا نے اُن کو عطا فرمائی اور کتاب ہدایت ہے تو اُن کے واسطے علم کتاب کے عامل ہیں تو یہ ہیں قرآن اُن کے ساتھ اور یہ قرآن کے ساتھ ہیں بلکہ یہ خود قرآن ناطق ہیں حافظ قرآن اور جامع قرآن سب سے اوّل یہ ہی ہیں پس بدرجہ اولیٰ یہ ہیں جن کو خدا فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ الْکِتَابَ۔

(۵) ایسا ہی صفات اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَا کثرت سے قرآن میں انکے ہی واسطے مذکور ہے اوّل ہی اول شروع قرآن میں آیت نمبر ۳ کو ملاحظہ کریں اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ اور پھر آیت نمبر ۸۰ سورہ مائدہ اور آیت نمبر ۲۲ سورہ انفال اور آیت نمبر ۱۷ سورہ رعد اور آیت نمبر ۱۸ سورہ ابراہیم قُلْ لِعِبَادِیْ

الَّذِینَ آمنوا یُقیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَیُنفِقوا مِمّا رَزَقناھُم سِرًّا وَعَلانِیَۃً کہاں تک لکھوں صدہا آیتِ قرآن علیؑ کی ان صفات کو ظاہر کرتی ہیں اور اظہار صفات ہی نہیں بلکہ لفظ بلفظ اور حرف بہ حرف آیت زیرِبحث سے مطابقت ہے آئت اسناد یہ کو۔

(۶) پھر ان صفات کا اجر ان حرفوں میں ظاہر کیا کہ عامل صفات نے یہ ایسی تجارت کی ہے جس میں نقصان ہی متصور نہیں بیشک یہ ایسی تجارت ہے لازوال اور اس کے عامل بھی بیمثال ہیں جنکی تجارت کی خبر اوپر قرآن میں اسی تعریف کیساتھ خداوند تعالیٰ دیچکا ہے آیت نمبر ۹ ۱۴ سورۂ توبہ میں فرماتا ہے خداوندِ تعالیٰ اِنَّ اللہَ اشتریٰ مِنَ المؤمِنِینَ خداوند تعالیٰ نے خرید لی ہیں مومنین کی جانیں اور مال جنت کے بدلے اور پھر آخری فقرۂ آیت میں ہے فاستَبشِرُوا بِبَیعِکُمُ الَّذِی بایَعتُم بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَ الفَوزُ العَظِیمُ یعنی وہ سودا مومنین کا جو خدا سے ہوا ہے اُس کی بابت فرماتا ہے خدا کہ پس بشارت دو اُن کو ساتھ اُس بیع کے جو خدا کی ساتھ بیع کی ہے کیونکہ یہ بڑا ہی فوزِ عظیم ہے اس خرید و فروخت کو آیت زیرِبحث میں فرماتا ہے کہ اُمید ایسی تجارت کی رکھتے ہیں جس میں نقصان نہیں درحقیقت جبکہ فوزِ عظیم کے مستحق ہوگئے پھر نقصان کہاں رہا اور یہ آیت بھی جناب امیر علیہ السلام کی شان میں تھی پس وہ تجارت جناب امیر علیہ السلام کی ہے تمام آیت کس خوبی سے بحق جناب امیر المومنین علیہ السلام ثابت ہوئی ؛

آیت نمبر ۳۷۸ سورۂ فاطر رکوع ۴

لِیُوَفِّیَھُم اُجُورَھُم وَیَزِیدَھُم مِّن فَضلِہٖ اِنَّہٗ غَفُورٌ شَکُورٌ۔ یہ آیت خبر ہے اور مبتدا اس کا تجارتِ لن تبور ہے یعنی جس تجارۃ میں کبھی نقصان نہیں فوراً اجر اسکا خداوندِ تعالیٰ دیتا ہے بلکہ اجر سے زیادہ کچھ عنایت کر دیتا ہے بسبب اپنے فضل و کرم کے ہے کیونکہ وہ تو غفور اور قدردان ہے

(۱) اب یہاں کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے مخاطب آیات کے اوپر معلوم ہو چکے اہلبیت رسول ہیں جن کے اوّل جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

(۲) جن کے عمل کا اجر ملنا اور اجر سے زیادہ ملنا صدہا آیاتِ قرآن سے ظاہر ہے وہی ماقبل آیت میں ان کے عمل کو تجارتِ لازوال فرمایا اور کوئی تجارت بدونِ نقصان کے نہیں ہوا

کرتی مگران کی تجارت۔ پس یہ اجر اُن کے عمل کا ہے جو تمام دُنیا سے نرالا ہے۔

(۳) اس سے اوپر آیت نمبر ۶۳ میں دیکھو اُن کے عمل اور اُن کے محبون کے عمل آسمان پر صعود کرتے ہیں اور کسی کو یہ علو مراتب نصیب نہیں پھر یہ بھی زیادہ بات ہے یا نہیں۔

(۴) اُس سے اوپر آیت نمبر ۲۷ کو دیکھو لَہُم مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ذرا کبیر کے لفظ کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ کیسا اجر ہے یہی بات اس آیت میں ہے اجورہم ویزیدہم۔

(۵) اب رہا فضل یہ عطائے زاید سے ہے فضل کا ظاہر ہونا کہ کسی چیز کی قیمت دینی برابر عدل ہے اور قیمت سے زیادہ دینا فضل ہے اور خداوند تعالیٰ اپنے فضل سے جو کام لیتا ہے تو اپنے حبیب زیادہ ولی زیادہ بندون پر فضل جاری کرتا ہے نہ دشمنون پر اور آئمہ اہلبیت سے زیادہ کوئی اولیاء خدا نہیں پس فضل خدا اُن کے واسطے ہے اور یہ فضل خدا کے واسطے ہیں۔

(۶) کیونکہ آیت نمبر ۶۰ سورۂ نساء میں خدا فرماتا ہے اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ کیا حسد کرتے ہیں لوگ اوپر اُن کے جنکو خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے تفسیر آیت دیکھو منزل فضل اہلبیت رسالت یہی تو ہیں غرض ہر طرح فضیلت اہلبیت علیہم السلام کی ظاہر ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۳۷۹ سورۂ فاطر رکوع ۴

۲۲/۱۹۹

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ پھر ہم نے وارث کتاب کا کردیا اُن لوگون کو جو برگزیدہ کئے ہم نے اپنے بندون میں سے پس اُن میں سے اپنے نفسون پر ظلم کرنے والے بھی ہیں اور میانہ رو بھی ہیں اور اُن میں سبقت کرنے والے لوگ بھی ہیں۔

(۱) اس آیت میں تین قسم کے لوگون کا ذکر ہے اور یہی تین قسم تو تمام دُنیا میں ہیں نیک اور بد اور درمیانہ اسلام میں بھی اس تین قسم کے لوگ ہیں جنکا ذکر مفصل سورۂ واقعہ میں آئے گا انشاء اللہ اور ہمارے فرائض سے ایسے اذکار خارج ہیں کیونکہ ہمارا مقصود تو خاص شمار کرنا فضائل اہلبیت علیہم السلام کا ہے جو افضل و اعلیٰ ہیں تمام مخلوق سے اور

زید و عمر و بکر سے کام کچھ نہیں۔

(۲) پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ وارث کتاب خدا کون لوگ ہیں اوّل تو خداوند تعالیٰ خود اُن کو ظاہر کرتا ہے صفت اصطفینا سے جو آیت نمبر ۳۹ آل عمران میں خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اور تفسیر آیت مذکورہ میں آل عمران یا آلِ محمدؐ اولادِ ابوطالب سے ہیں جو ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے مراد ہیں درحقیقت یہ ہر چہار صاحب یعنی آدم و نوح و ابراہیم و محمد صلعم موجد کسی سلسلہ کے ہیں اور صاحب صحیفۂ آسمانی کے بھی ہیں چنانچہ آخری سلسلہ میں اہلبیتِ رسولؐ ہیں۔

(۳) اور ان اہلبیت رسالت کا برگزیدہ ہونا اکثر آیات قرآنی سے ثابت ہے جیسا کہ فرمایا آیت نمبر ۲۹۲ سورۂ حج میں وَهُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ہم نے تم کو برگزیدہ کیا اور تمہارے اوپر کوئی تنگی بھی نہ کی دین کے معاملے میں۔ اور مفسرین نے مخاطب اس آیت کے برگزیدہ لوگ جناب امیر علیہ السلام اور حمزہؓ اور جعفرؓ اور عبیدہؓ قرابت داران رسول ہی کو لکھا ہے۔

(۴) علاوہ ازیں یہ لوگ تو اپنے ناموں سے ہی برگزیدہ معلوم ہوتے ہیں جیسے مصطفیٰ و مرتضیٰ و مجتبیٰ۔

(۵) سوائے اس خبر کے یہ سبب برگزیدگی کے وارث کتاب کے ہوئے اور بہت خبریں قرآن میں ایسی ہیں کہ جن سے اُن کا تعلق کتابِ خدا سے پورا پورا معلوم ہوتا ہے جیسے آیت نمبر ۲۷ سورۂ رعد میں ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔

(۶) اور سورۂ عنکبوت میں ہے اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور بھی آیت نمبر ۳۷ میں کیا کچھ تعلق نہیں ثابت ہوتا۔

(۷) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ۔

(۸) اور ہمراہ کتاب کر گئے ان لوگوں کو قیامت تک چنانچہ فرمایا اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ یعنے ایسے وارث ہیں کہ تا قیامت کتاب ان سے جدا نہ ہوگی۔

(۹) تفسیر عمدۃ البیان میں ایک حدیث ہے جس قول پر امام زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام رضا علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام پانچ امام متفق ہیں کہ روایت کیا جناب امیر علیہ السلام نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے کہ الَّذِینَ اصْطَفَیْنَا اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ سے تیری اولاد مُراد ہے اے علیؑ۔

(۱۰) اور کتاب سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام میں اس آیت کو نمبر ۳۰ پر اور مجموعہ اخبار امامیہ میں نمبر ۸۴ پر لکھا ہے اور تفسیر ابن مردویہ سے اسی روایت جناب امیر علیہ السلام والی کے ذریعہ سے دو جگہ سند کی ہے

(۱۱) رہا سابقُونَ بالخیرات کی صفت بھی ان ہی حضرات سے متعلق ہے سند اس کی آیت نمبر ۷۵ سورۂ آل عمران موجود ہے یُؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَیَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُونَ فِی الْخَیْرَاتِ ساری صفات اہلبیتِ رسالت کی ہیں اور کچھ فرق نہیں سابقون و یُسَارِعُونَ میں پس بہر صورت سے یہ آیت اہلبیتِ رسالت کی شان میں ثابت ہے۔

آیت نمبر ۳۸۰ سورۂ فاطر رکوع چہارم

جَنَّاتُ عَدْنٍ یَدْخُلُونَهَا یُحَلَّوْنَ فِیهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِیهَا حَرِیرٌ (۱) یہ اُسی سلسلہ نمبر ۱۰ کی آیت ہے بموجب قاعدۂ قرآن آیت اول میں اُن کے صفات ظاہر کئے کہ یہ وارث کتاب خدا کے ہیں اور برگزیدہ ہیں اور خیرات کی طرف سبقت کرتے ہیں۔

(۲) اب دوسری آیت میں ان کی جزا بیان ہوئی کہ جنات عدن میں تو یہ داخل ہوں گے اور زیور پہنائے جائیں گے کنگن سونے کے جڑاؤ موتیوں سے اور لباس اُن کا حریر ریشمی باریک کپڑے کا ہوگا۔

(۳) کوئی ثبوت دینے کی ضرورت نہیں جن کے صفات اوپر کی آیت میں ہیں اُن کی جزا ہے یہ اور ایسے ہی سلسلہ آیات اوپر سے چلی آتی ہیں چنانچہ ۱۷ سلسلہ اس سے اوپر گزر چکے ہیں۔

(۴) قصہ مختصر ہمارا نشان ہم دکھلا دیتے ہیں کہ جنتِ عدن اور جنتِ فردوس یہ خاص مقام اہلبیت ہیں جو بہت اعلیٰ مقام ہے اُس کا ذکر ہم آیات نمبر ۱۴۱ و نمبر ۱۷۲ و نمبر ۱۹۶ و نمبر ۲۴۱ میں کر آئے ہیں کہ عدن وہ مقام ہے جہاں بجز نبی اور صدیق اور شہدا کسی کا دخل نہیں ہے۔

آیت نمبر ۳۸۱ و نمبر ۳۸۲ سورۂ فاطر رکوع ۴

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ اور کہیں گے شکر ہے خدا کا جس نے ہم سے غم و رنج دنیا کو دور کر دیا تحقیق ہمارا رب بڑا بخشنے والا مہربان ہے دوسری آیت

اَلَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ وہ خدا جس نے اُتارا ہم کو ایسے گھر ہمیشگی والے میں اپنے فضل سے کہ نہ تو ہم کو یہاں کوئی محنت ہے اور نہ یہاں ہم کو ماندگی اور تھکن ہے۔

(۱) یہ بھی دونو آئتیں اُسی سلسلہ کی آخری ایات ہیں کہ جب وہ داخل ہو جائیں گے جنت عدن میں تو اپنے خدا کا شکریہ کریں گے کہ وہ ایسا مہربان ہے ہمپر اُس نے اپنا فضل کیا کہ ایسا مقام رہنے کو دیا جس میں ہمیشگی آرام ہے محنت اور تکلیف ہی نہیں۔

(۲) یہ ہر نعمت پر شکر کرنا یہی طریقہ اہلبیت کا ہے جیسا کہ ان کا یہ بھی قول آیت نمبر ۱۰ا سورۂ اعراف میں ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

(۳) اور ایسا ہی جنت کے شکریہ میں قول ان کا سورۂ زمر کے آخر میں ہے قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ۔

(۴) بالکل یہی طریقہ شکر کا ہر سہ آیات میں یکسان ہے اور یہان تو ایک ثبوت اور بھی نکل آیا۔ کہ وراثتِ جنت کا شکر کر رہے ہیں یہ وارث کتاب گویا ہر خوبی کے وارث تھے۔

(۵) نیز ان دونو آیات شکریہ میں جو جو الفاظ ان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں اکثر آیات گذشتہ بالا میں بشانِ اہلبیت متصدقہ اس حال کے ہیں مثلاً آیت سورۂ انبیا نمبر ۱۰۳ میں بہشت کے ذکر میں ہے لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ نہ غمگین کریگا ان کو خوف بزرگ اور وہی آیت زیر بحث نمبر ۳۱ میں شکریہ ہے اَلَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ وہ ایسا خدا ہے جس نے ہم سے غم دُور کر دیا۔

(۶) ایسا ہی آیت نمبر ۴۸ سورۂ حجر میں ہے لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ نہ اُن کو وہان تکلیف پہونچیگی اور نہ وہ نکالے جائیں گے یہ ہی آیت زیر بحث کے شکریہ ہے اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ ہمکو اُتارا ہمیشگی کے گھر میں یہ مطابقت وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ سے ہو کہ نہ نکالے جائیں گے آگے یہی لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ نہیں لگتے ہمکو یہان تکلیف یہ مطابقت لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ سے ہے بلکہ وہی الفاظ ہیں گویا خبر دیدی تھی۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو اس کے مطابق ثواب عنایت ہوا پس اُنہیں اوصاف سے شکر کر رہے ہیں وہی لوگ جن کا وہان ذکر تھا وہی یہان شکر کرنیوالے ہیں اس سے زیادہ اور کیا مطابقت ہے اور یہ مطابقت بھی ایک صورت ثبوت کی ہے ۔

آیات نمبر ۳۸۳ و ۳۸۴ و نمبر ۳۸۵ و نمبر ۳۸۶ سورۂ یٰسین

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اے سید قسم ہے قرآن محکم کی کہ تو پیغمبران مرسل میں سے ہے اور پر راہ مستقیم کے۔

(۱) یہ سورۃ اسوجہ سے باعظمت ہے کہ جناب سید مرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام نامی سے شروع ہوتا ہے اور کمال عظمت وشان سے آپ کا ذکر کیا ہے اور ایسا جامع کلام ہے کہ تھوڑے الفاظ میں بہت سے مطالب جمع کئے ہیں۔

(۲) بلکہ ایک بات گہرے راز کی یہ پائی جاتی ہے کہ کفار کو جو آنحضرت صلعم کی پیغمبری کا انکار کیا کرتے تھے جیسا کہ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا۔ یہ آیات ان کی تکذیب اور رسالت کی تصدیق میں تھی کہ فرمایا اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ بیشک تو رسول ہے پھر قسم یاد فرمائی اور قسم سچی بات پر ہوتی ہے پس اس دعویٰ رسالت کو سچا کیا اور ایسے آداب سے اور ایسے خطاب سے کلام کیا کہ سید ہونا پہلے ہی ثابت ہوا اس کے بعد مرسلین کے گروہ سے ہونا فرمایا مطلب یہ ہوا کہ تو ہی سید المرسلین میں سے ہے (۳) یہ اور بھی منکرین کو خجل کیا کہ تم تو مرسل ہونیکے انکار کرتے تھے یہ تو سید المرسلین ہے علاوہ اس کے پیغمبر مرسل صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہوتا ہے پس وہ دونو منصب یہاں ظاہر کر دیئے۔

(۴) کہ قرآن وہ کتاب ہے جو حضرت کیواسطے نازل ہوئی پس اُس کتاب کی قسم کھائی وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ یہ اس سے مرسل کی کتاب ظاہر کر دی اب آگے فرمایا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ تو اوپر راہ مستقیم کے ہے یہ آپکی شریعت بھی معلوم ہوگئی دیکھو کیسی کفار کی تکذیب کی وہ تو مرسل ہونیکا انکار کرتے تھے خداوند تعالیٰ نے مرسل بھی فرمایا بلکہ سید المرسلین تبلایا اور جو اسباب مرسل کے ہوتے ہیں یعنی کتاب وہ تبلادی کہ قرآن ہے دوسری شریعت ہوتی ہے وہ بھی دکھلادی کہ صراط مستقیم ہے۔

(۵) اب کتاب اور شریعت ہر مرسل کی آدم سے تا خاتم خداوند تعالیٰ نے قائم اور جاری رکھی بذریعہ اوصیاء اور جانشین اُس پیغمبر کے حتیٰ کہ دوسرے پیغمبر کی ضرورت ہوئی تو مبعوث کیا اور اُسپر کتاب دوسری نازل ہوتی تھی لیکن یہ تو پیغمبر آخر الزمان ہیں اور کتاب بھی آخری

کتاب ہے اور اس آخری پیغمبر کی کتاب اور شریعت بند ہونیوالی تو نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے سُنت خدا کی تبدیل نہیں ہوتی۔

(۶) یہ بھی ظاہر ہے کہ پیغمبر اشرف الانبیاء ہے اور سید المرسلین ہے اور اُمت بھی اُمتِ مرحومہ ہے اور یہ کتاب بھی ناسخ کتب ہے پس ان کے جانشین وصی و خلیفہ بھی سید الاوصیا اور اشرف الخلفاء ہونے چاہئیں جن کے ذریعہ یہ کتاب اور شریعت مثل زمانۂ رسولان ماسلف قائم اور جاری رہیگی پس اس کام کیلئے خداوند تعالیٰ نے آپ کے جانشین بھی مثل آپ کے کامل ہی صفات میں پیدا کئے۔

(۷) اوّل یہ کہ خلقت آپ کے اوصیا کی اُسی نور سے ہے جس نور سے خلقت جناب رسول خدا صلعم کی ہے حدیث نور اس پر روشنی ڈالتی ہے کہ فرمایا حضرت نے اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ۔

(۸) اسی طرح شجرۂ طیبہ آپ کا اور آپ کے وصی کا حضرت عبدالمطلب سے ایک ہی ہے۔ اس پر بھی حدیث آپکی گواہ ہے اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ وَالنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی۔

(۹) اور جو ملۂ علم خدا نے حضرت کو عطا فرمایا وہی علم سب علیؑ کو حاصل تھا جس کی شاہد حدیث اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا موجود ہے۔

(۱۰) جو عزت خدا نے حضرت رسول خدا صلعم کو بخشی تھی وہی عزت بحکم خدا نبی نے علیؑ کو عنائت کی فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔

(۱۱) خدا نے جو درود و سلام نبیؐ پر نازل فرمایا نبی کی زبانی وہ درود و سلام اہلبیتِ رسولؐ پر جاری ہوا جس کی تعمیل تشہد نماز میں ہوتی ہے۔ اللھم صل علی محمد و آلِ محمد

(۱۲) صدقہ جو نبیؐ پر حرام ہے وہی اہلبیتِ رسولؐ پر حرام ہے اُس کی عوض میں خمس میں جو حق رسولؐ کا مقرر ہے وہی حق اہلبیتِ رسولؐ کا مقرر ہے جیسا آیت نمبرہ ۱۲ سورۂ انفال میں ہے فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی۔

(۱۳) جس طرح خداوند تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو طیب و طاہر کیا کہ قرآن میں فرمایا طٰہٰ ما انزلنا اسی طرح اہلبیتِ رسولؐ کو طاہر و پاکیزہ کیا ہر رجس سے چنانچہ آیت نمبرہ ۲۵ سورۂ احزاب میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

(۱۴) اور جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیغمبر مرسل صاحبِ کتاب ہیں اُسیطرح وارث

کتاب کے بہ نص قرآن آپ کے جانشین اور اوصیا مقرر ہوئے دیکھو آیت نمبر ۲۳۷۹ سورۂ فاطر
میں فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا۔

(۱۵) اور یہی حال مساواتِ شریعت میں ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو
فرمایا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنی تم صراطِ مستقیم پر ہے اور سورۂ حجر آیت نمبر ۲۸۱۳ میں فرمایا قَالَ
هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ۔ کہا یہ رستہ علی کا مستقیم ہے۔
پس بخوبی معلوم ہو گیا کہ ان آیات میں جن اسبابِ رسالت یعنی کتاب اور شریعت کا ذکر ہے اُس
کتاب و شریعت کے مالک بعدِ رسولؐ وصیِ رسولؐ ہیں منجانب خدا اور وہی حافظ اس کے
ہیں تا قیامت۔

(۱۶) اور یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے خطبۂ یومِ غدیر میں اے گروہِ مردم میں
چھوڑتا ہوں اُس کی امانت و وراثت اپنی اولاد میں روزِ قیامت تک اور تحقیق پہونچا دیا میں
نے اُس چیز کو کہ مامور ہوا تھا اُس کے پہونچانے پر یہ حجت ہے ہر حاضر و غائب پر۔
(۱۷) اور یہ ہی مقصود ہے حدیث ثقلین اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ
اَهْلَبَیْتِیْ اور انہیں کا ذکر آیت آیندہ میں کیا ہے کہ ڈرنیوالے خدا سے ہیں۔

آیت نمبر ۳۸۷ سورہ یٰسین رکوع ۱

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ کَرِیْمٍ
بجز اس کے نہیں کہ ڈرانا تو اُن کے لئے ہے جو مطابعت کرتے ہیں ذکر کی اور خدا سے خوف کرتے
ہیں بحالتِ غیبت پس بشارت ہے اُن کو مغفرة کی اور اجرِ بزرگ کی۔
(۱) اس آیت کے اوپر ایسے لوگوں کا ذکر ہے کہ نصیحت کو پذیرا نہیں کرتے پس اُن کا ڈرانا اور نہ
ڈرانا یکساں ہے وہ ایمان نہ لاویں گے دیکھو یہ وہی موقع ہے کہ اول بدترین کا ذکر ہوا اُس کے
مقابل میں بہترین کا ذکر آیا جو قاعدہ نمبر ۸ مقدمۂ کتاب میں تبلا دیا گیا تھا کہ قرینہ عبارت
قرآنی اسی طرح ہے اور آیت نمبر ۳۷۴ تک پندرہ جگہ اس کا استعمال ہم دکھلا آئے ہیں اور
یہ ۱۶ واں مقام ہے۔

(۲) اب صفات مندرجہ آیت پر اگر غور کیا جاوے تو یہ کل صفات ذاتِ جناب امیر علیہ السلام میں ایسی مشہور و معروف مذکور ہیں کہ دوسرے کیطرف نظر ڈالنے کی گنجایش نہیں ملتی اور ایک نکتہ اُس میں یہ بھی ہے کہ ذکر نام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قرآن میں جسکی رعائت سے اہل ذکر اہلبیت مقرر ہوئے پس اس صورت میں معنی یہ ہون گے کہ رسول کے مطیع اور مطابعت کرنے والے کے واسطے ڈرانا مناسب ہے۔

(۳) اور رسُول کی تابعداری کرنیوالے خدا کے قول سے جناب امیر علیہ السلام ہیں آیت نمبر ۱۲ سورۂ انفال میں ہے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اے نبی کافی ہے تجھکو خدا اور وہ تابعداری کرنیوالا تیرا مومنین میں سے یعنی علیؑ

(۴) بلکہ سورۂ شعراء کے آیت نمبر ۱۳ میں بھی اس کے موافق فرمایا ہے وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ بازو اپنا جھکالے یعنی تواضع کر اس شخص کی جو تابعداری تیری کرتا ہے مومنین میں سے یہان بھی تفسیر میں علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہی تابعدار رسولِ صلعم کے ظاہر ہوئے۔

(۵) اور سورۂ نور کی آیت نمبر ۲۹۲ میں تو دونو صفات مطابعت اور خوفِ خدا ان کی نسبت ظاہر ہو چکا ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ جو کوئی مطیع خدا و رسُول ہے اور خوف کرنیوالا ہے خدا کا اور ڈرانے والا ہے وہی لوگ توفائز ہونے والے ہیں۔ یہان بھی مخاطب اہلبیت ہیں۔

(۶) اور صفات خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ تو بشان جناب امیر علیہ السلام شروع قرآن سورۂ بقر نمبر ۱۳ میں موجود ہے وَیُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کو پڑھو۔

(۷) اور سورۂ مومنون آیت نمبر ۲۷۴ میں ہے اَلَّذِیْنَ ھُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّھِمْ مُّشْفِقُوْنَ

(۸) اب رہی باقی بشارت وہ بھی ان ہی لوگون کے واسطے آیت نمبر ۸ سورۂ بقر سے شروع ہی نبشر الذین آمنوا و عملوا الصالحات۔

(۹) اور آخری جملہ تو اکثر جگہ کثرت سے استعمال ہے ان کی شان میں جیسا کہ آیت نمبر ۱۲۲ سورۂ انفال میں ہے اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّھُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَةٌ

وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ - نیز آیت نمبر ۱، ۳ سورۃ السباء میں ہے لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ - اور آیت نمبر ۲، ۷ سورہ فاطر میں ہے وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَاَجْرٌ كَرِيْمٌ - پس تمام صفات مذکورہ اہلبیت کی شان میں ہیں تو ضرور
اس آیت کا تعلق بھی اہلبیتِ رسالت سے ہی ثابت ہو گیا ؛

آیت نمبر ۸۸، ۳ سورہ یٰسین رکوع (۱)

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ اور تمام اشیاء کو گھیر لیا ہے ہم نے امامِ ظاہر ہی میں۔
(۱) مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا علم امام مبین کو ہم نے عنایت کیا ہے اور وہ امام علی ابن
ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

(۲) مُبین کے معنی یہ ہی ہیں کہ جس پر تمام حالات بیّن اور آشکارا ہوں وہ مُبین ہے۔
(۳) آیت نمبر ۰۰ ا سورہ انعام وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۔ کی تفسیر میں لکھا
ہے کہ امام ابھی شکم مادر میں ہوتا ہے تو سب کی باتیں سُنتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ جب جنابِ
فاطمہ بنتِ اسد زمانۂ حمل میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کھڑی ہو جاتی تھیں
سبب دریافت کیا تو کہا کہ میرے پیٹ میں جو بچّہ ہے وہ مجھکو مجبور کرتا ہے تعظیم پر یہ
مشہور بات ہے۔

(۴) اور ہزارہا معجزہ ہر امام کے ایسے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے اماموں کا علم جیسا کہ امام محمد تقی
علیہ السلام ابھی خورد سال ہی تھے کہ مامون عباسی نے چھوٹی مچھلی جو باز لایا تھا مٹھی میں
لا کر سوال کیا کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے تو آپ نے تبلا دیا یہ قصّہ مشہور ہے! امام جعفر صادق
علیہ السلام کی ملاقات کو ایک شخص جُنب ہو کر آیا تھا امتحاناً آپ نے فوراً فرمایا کہ تو امام کے
پاس آیا نجس ہو کر۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی کنیز کے سکینہ پر ہاتھ مارا ایک شخص نے بیرون
در اور آپ اندر مکان میں تھے وہیں سے عتاب کیا اور یہ بھی فرمایا دیواریں ہماری نظر کو
نہیں روک سکتیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک اپنے معتقد کو تبلا دیا کہ تیری
زوجہ کہتی ہے کہ یہ تحفہ تو ہر سال لیجاتا ہے امام کے لئے امام تجھکو کیا دیتے ہیں تب وہ حیران

ہوگیا۔ جناب امیر علیہ السلام کے امتحان کیواسطے تین روز تک برابر سوار پر سوار خبر لایا کہ معاویہ مر گیا سب نے یقین کیا مگر آپ نے فرمایا ہرگز نہیں مرا جب ہی تو آپ کا نام مظہر العجائب ہی۔

(۵) اور جو آپ کا دعویٰ تھا سلونی سلونی یہ کس بنا پر تھا جب آپکو تمام حالات کا علم تھا جب یہ دعویٰ تھا سلونی سلونی اور تمام عمر کوئی خبر آپ کی دروغ ثابت ہوئی ہو تو کوئی تبلا دے اس سے زیادہ اور بہت ثبوت ہیں کہ آپ دانائے راز خفی وجلی تھے۔

(۶) خداوند تعالیٰ فرماتا ہے لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو کتاب میں نہ آگیا ہو اور دوسری جگہ قرآن میں فرمایا جناب امیر علیہ السلام کے لئے وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ تمام رطب یابس تو کتاب میں درج ہے اور کتاب کا علم علیؑ کو ہے تو كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ علیؑ وارث ہوئے یا نہیں (۷) اور تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ مذہب اہلبیت کا یہ ہے کہ امام مبین جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔

(۸) اور جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ واللہ میں امام مبین ہوں ظاہر کرتا ہوں حق کو باطل سے اور وارث ہوا ہوں اس منصب کا رسول خدا سے۔

(۹) اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب نازل ہوئی یہ آیت كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ پس کھڑے ہوئے ابوبکر اور عمر سامنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور سوال کیا یا رسول اللہ کیا امام مبین توریت ہے فرمایا نہیں پھر کہا تو کیا انجیل ہے آپ نے فرمایا نہیں پھر بولے تو کیا قرآن ہے آپ نے فرمایا یہ بھی نہیں اور فرمایا یہ کتابوں سے مراد نہیں ہے اور آپ متوجہ ہوئے طرف علیؑ کے اور فرمایا کہ امام مبین یہ ہے تحقیق یہ ایسا امام ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر ایک چیز کا علم بھر دیا ہے اُس میں۔

(۱۰) اس کے آگے عبارت کے مطابق خطبہ خم غدیر ہے جو کتاب تواضب کے صفحہ ۲۵۲ سے شروع ہوتا ہے اس میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایہا الناس کوئی علم ایسا نہیں ہے مگر احصا کر دیا ہے خداوند تعالیٰ نے میری ذات میں اور سکھلا دیا گیا ہوں میں پس احصا کر دیا میں نے وہ علیؑ کو اور علیؑ امام مبین ہیں۔

(۱۱) اور کتاب سراج غم میں روائت ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ ہشام بن عبدالملک بادشاہ نے میرے والد بزرگوار کو کہا کہ تم لوگ قایل ہو اور دعوی کرتے ہو کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو تمام علم کی آگاہی تھی پس جواب میں فرمایا حضرت نے کہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ کوئی علم ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو اور دوسری جگہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ امام مبین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں اب کونسا علم علیؑ سے باقی رہگیا پس ہشام عاجز ہوگیا اور حضرت کو بعزت واحتشام مدینہ کو واپس بھیجدیا اور کافی میں یہی ثبوت ہے اس آیت پر روایت امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے ۔٭

آیت نمبر ۳۸۹ سورہ یٰسین رکوع (۴)

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ۔ تحقیق صاحبان جنت آج کے دن اپنے شغلوں میں مشغول ہوں گے میوے کھاتے ہونگے۔

(۱) فاکِھَۃ مزہ پانیکو کہتے ہیں اس پر مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ کسی کا قول ہے کہ وہ حوروں کے ساتھ مشغول ہونگے کوئی راگ اور سماع سے لطف اُٹھانیکو سمجھتا ہے غرض لذت پانے سے ۔

(۲) اس جگہ بھی ایک سلسلہ آیات ہی دربارہ اصحاب جنۃ کے مثل گذشتہ سلسلہ وارثان کتاب کے اور یہ آیت نمبر ۳۸۹ سے شروع ہو کر آیت نمبر ۳۹۲ پر منتہی ہوتا ہے اور اس مجموعہ میں اس سلسلہ کا نمبر ۱۹ ہے۔

(۳) غرض اصلی تو اظہار اصحاب الجنۃ ہے کہ وہ کونسے نفوس قدسی جنت کے مالک ہیں۔

(۴) اوّل تو وہی طریقہ شناخت ہمارا دہی انشاد پردازی عبارت قرآن ہے جو اوپر آیت نمبر ۳۸ تک ۱۹ مرتبہ دکھادیا گیا ہے کہ جہاں اصحاب دوزخ کا ذکر آتا ہے اُس کے مقابل ضرور ذکر صاحبان جنت کا آتا ہے اور وہ فضل اور اعلیٰ تمام اہل جنت کے اہلبیت رسول اللہ ہوتے ہیں پس وہی صورت ۲۰ ویں بار اس جگہ موجود ہے کہ اوپر ذکر منکرین قیامت کا ہورہا تھا بعد میں ذکر ان صاحبان یقین کا شروع ہوا ہے ۔٭

(۵) علاوہ اس کے کچھ تردّد و تلاش کی ضرورت نہیں یہ اصحاب الجنّہ تو صدہا آیات سے مالک اور
وارث جنت کے مقرر ہو چکے ہیں جیسا کہ آیت نمبر ۲۲۶ سورۃ الکہف میں فرمایا اُنہم جَنّاتُ الفِردَوسِ
نُزُلًا لاسلیماندارون نیک عمل کا ذکر ہے کہ ان کی منزل جناتِ فردوس میں ہے۔
(۶) آیت نمبر ۲۳۵ سورۂ مریم میں ہے تِلكَ الجنّةِ التِی نُورِثُ مِن عِبادِنا مَن كانَ تقيًّا یہ وہ
جنّت ہے جس کا وارث ہم نے اپنے متقی بندوں کو کر دیا ہے۔
(۷) آیت نمبر ۲۷۱ سورۃ المومنون کو دیکھنا چاہیئے اولٰئک ہُمُ الوَارِثُونَ بلکہ اس کیساتھ آیت نمبر ۲۷۲
میں اور بھی مفصّل ہے اَلَّذِینَ یَرِثُونَ الفِردَوسَ هُمْ فِیهَا خَالِدُونَ یہ لوگ وارث جنّت ہیں
اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔
(۸) کہاں تک آیات پیش کیجائیں سورۂ زمر کے آخر میں اِن اصحاب الجنّہ کی زبانی شکریہ نعمتِ جنت کا
خداوندِ تعالےٰ بیان فرماتا ہے وَقَالُوا الحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِینَ صَدَقَنَا وَعدَہٗ وَاَورَثَنَا الاَرضَ
نَتَبَوَّءُ مِنَ الجَنَّۃِ حَیثُ نَشَاءُ کہتے ہیں سب تعریف اُس خدا کیواسطے ہے جس نے سچ کر دیا وعدہ اپنا
ہم سے اور وارث کر دیا زمین کا جہاں چاہیں ہم جنت میں رہیں۔ یہ ہیں وارث جنت کے اور یہیہ
ہیں اصحاب الجنّہ۔
(۹) یہ تمام آیات پیش کردہ بہ شذ دمد اہلبیتِ رسالت کی شان میں ثابت ہو چکی ہیں ہر ایک کی تفسیر
پر نظر ڈالنے سے حقیقت معلوم ہو جائیگی۔

آیت نمبر ۹۰ سورۂ یٰسین رکوع ۴

هُم وَاَزوَاجُهُم فِی ظِلَالٍ عَلَی الاَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ وہ اصحاب الجنّہ اور اُن کی ازواج تختہائے
جنّت پر تکیہ لگائے بآرام تمام عیش میں بیٹھے ہوں گے۔
(۱) قیامت کا روز وہ خوف و ہراس کا دن ہوگا کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہوگی بلکہ ماں اپنے بیٹے کو
اور خاوند کو عورت چھوڑ دیگی۔ آخر سورۃ العبس کی آیات اِس بات کو ظاہر کرتی ہیں یومَ یَفِرُّ
المَرءُ مِن اَخِیهِ وَاُمِّهِ وَاَبِیهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِیهِ اُس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی
سے اور ماں سے اور باپ سے اور زوجہ اپنے خاوند سے اور اولاد اپنی سے۔

(۲) پھر یہ بات کس کو نصیب ہوگی کہ عیش و آرام میں اپنی ازواج کے ہمراہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے یہ صرف خاندانِ رسول کو مرتبہ حاصل ہے اِس پر حدیثِ پیغمبر کیسی روشنی ڈالتی ہے کہ فرمایا آپ نے کہ قیامت کے روز تمام سلسلۂ قرابت اور تعلقات باہمی منقطع ہو جائیں گے مگر میرا تعلق اور رشتہ اور قرابت اُس طرح باقی رہیگا۔

(۳) اور ایسے شدید و سخت روز میں سایۂ درختان جو بڑی نعمت ہے وہ بھی خاص اسی گروہ اہلبیت کے واسطے مہیّا ہوگا جس کی خبر سورۂ واقعہ میں ہے فِی سِدْرٍ مَّخْضُودٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُودٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُودٍ وَّمَاءٍ مَّسْكُوبٍ بدون کانٹے کے درخت بیریوں میں ہوں گے جہاں تہہ بتہہ کیلے اور دُور دراز سایہ اور پانی ٹپکتا ہوا ہوگا۔

(۴) اور اُسی سورۃ میں اُن کے واسطے تخت بنے ہوئے تاروں کے موجود ہونے کا ذکر ہے عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِیْنَ اور پر بنے ہوئے تاروں کے تختوں کے تکیہ لگائے بیٹھی ہوں گی۔

(۵) اور نہ یہاں تخت کا ذکر بدون تکیہ کے ہے اور نہ آیت زیر بحث میں۔

(۶) یعنی مطابقت پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ کیسی مطابقت اور مشابہت ہے۔

آیت نمبر ۱۹۳ سورہ یٰسین رکوع ۴

لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ان کے واسطے بہشت میں میوے ہیں اور جس چیز کی خواہش یہ لوگ کریں گے سب کچھ موجود پائیں گے۔

(۱) وہی سلسلہ جاری ہے اور اصحاب الجنۃ کا ذکر ہو رہا ہے۔

(۲) یعنی وہاں جنت میں اُن کے لئے میوہ کھانے کے لئے حاضر ہیں یہ ہر جگہ ان بہشتوں کے واسطے میوہ ہائے جنّت کا ذکر ہے۔

(۳) جیسے کہ سورۂ واقعہ میں ہے وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ۔ اور میوے ہوں گے جن کو وہ پسند کرینگے۔

(۴) یہ آیت اصحاب الیمین کے ذکر میں ہے اور اصحاب الیمین وہی اصحاب الجنّۃ ہیں۔

(۵) پھر آگے اس کے ہے لَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ یہ بھی بہشت کی خوبی ہے کہ جس چیز کی خواہش ہووئے وہی چیز موجود ہو جاوے۔

(۶) اور یہ صفت بھی ان لوگون کے واسطے اکثر بیان ہو چکی ہے جیسا کہ سورۂ قٓ میں فرمایا لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ان کے واسطے جو کچھ وہ خواہش کریں موجود ہے بلکہ اُن کی خواہش سے بھی زیادہ ہماری طرف سے ملیگا۔

(۷) بالکل مُطابق اس عبارت کے ہے اور کیون نہو کہ وہی بہشت ہے وہی کثرت نعمات ہے وہی جنتی وہی اصحاب الجنّة وہی معطی یعنی عطا کرنے والا اُن کا خدا پھر فرق کس امر کا رہا۔

آیت نمبر ۳۹۲ سورۂ یٰسٓ رکوع ۴

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ۔ سلامتی ہے بموجب قول ربِ رحیم کے۔

(۱) اس جگہ وہ سلسلہ اصحاب الجنّة کا ختم ہوتا ہے۔

(۲) جہان اور نعمات کا ذکر ہے جو اصحاب الجنّة کے واسطے موجود ہون گی وہان یہ آخری درجہ کی نعمت کا ذکر کیا کہ خداوندِ تعالیٰ اپنی خوشنودی ظاہر میں دعاے سلامتی اِن کو دیتا ہے۔

(۳) اور بہشت گھر سلامتی کا ہے وہان زوال ہی نہیں پھر جو اُس جگہ کے وارث ہوئے وہ تو سلامتی کے سزاوار ہوئے۔

(۴) علاوہ ازیں یہ کلمات بذریعہ ملائکہ پہونچتے ہیں لیکن اخیر حکم خدا سے یہ کلمات جاری ہوتے ہیں لہٰذا سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ فرمانا بجا اور دُرست ہے۔

(۵) بلکہ یہ کلمات جنپر نازل ہوتے ہیں اُن کی عظمت اور خصوصیت اور عزت کا باعث ہوتے ہیں

(۶) اور کلماتِ سلامتی یا سلام بذریعہ ملائکہ بکثرت آیاتِ قرآنی میں اہلبیتِ رسالت پر نازل ہوتے رہے ہیں یا خبر دیگئی ہے کہ بہشت میں اس طرح کا سلوک ہوگا جیسا کہ سورۂ فرقان آیت نمبر ۳۶۲ میں اس طرح ذکر بہشت کا کرتے ہوئے فرمایا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا اور ملے گا بیچ اُس جگہ کے اُن کو تحفہ سلامتی کا۔

(۷) آیت نمبر ۱۹۷ سورۂ نحل میں دمِ واپسین کیحالت کا بیان ہے يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ یعنی فرشتے کہیں گے سلامتی ہو تمہارے اوپر داخل ہو جاؤ جنت میں

بہ باعث اُن اعمال کے جو تم کرتے تھے۔

(۸) اور آیت نمبر ۴۶ سورۂ حجر میں ہے اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ آمِنِيْنَ۔ داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی اور امن کے ساتھ۔

(۹) آیت نمبر ۲۴ سورۂ رعد میں ہے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ یہ بھی زبانی فرشتون کی ہے سلام ہو تمہارے اوپر بہ سبب صبر کے ہے جو تم نے کیا تھا بس اب کیا اچھا گھر ملا تمکو عاقبت کا۔ غرض کہان تک مثالیں دیجایئں تمام قرآن میں یہ ہی حال ہے اور یہی اہلبیتِ اطہار اُس کے مخاطب ہیں ؛

آیت نمبر ۴۲ سورہ یوسف رکوع ۵[۱]

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ أَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ یعنی ان دونون میں سے جس پر گمان تھا کہ چھوٹ جائیگا اُس سے کہا کہ اپنے مالک کے سامنے مجھکو بھی یاد کیجئیگا۔

(۱) یہ ذکر حضرت یوسف اور اُن کے قید خانہ کے دونو ساتھیون کا ہے جب ان کے خواب کی تعبیر بتلائی کہ ایک کو سُولی دی جائیگی اور دُوسرا مقرب سُلطان ہو جائیگا۔ بس اُس شخص سے کہا کہ تم جو مقرب بادشاہ کے ہو جاؤ گے تو ہماری بھی سفارش کرنا۔

(۲) خداوند تعالیٰ کو یہ امر ناگوار گذرا کہ یوسف پیغمبر ہو کر اپنے خدا کو بھول گئے اور مخلوق خدا سے سفارش چاہی۔ جبرئیل نے یہ خبر پہونچائی تو یوسفؑ بہت نادم ہو کر رونے لگے اور دُعا کی الٰہی میں سوال کرتا ہون تجھ سے بحقِ پدران خود کہ مجھکو کشائش دے اور رنج میرا دُور کر۔

(۳) اس کے جواب میں وحی الٰہی پہونچی کہ اے یوسف تیرے باپون کا مجھپر کیا حق ہے اگر آدم کو کہتا ہے تو میں نے اُس کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور بہشت اُنہی کو عطا کیا۔ ایک درخت سے منع کیا تھا اُسی کو کھا لیا۔ اور اگر نوحؑ سے تیرا مطلب ہے تو اُس کو ہم نے منصبِ پیغمبری عطا کیا اس قدر دراز عمر اُس کو بخشی ایک قوم کی فہمائش اُن کے ذمہ تھی مگر قوم نے نہ سُنا تو ایسا تنگ آیا کہ قوم کی بربادی کی دُعا کی پس ہم نے طوفان نازل کیا قوم کو ہلاک کیا۔ اور نوح کو

---

[۱] اس مجموعہ کی ترتیب اوّل میں اکثر آیات نظر انتخاب سے باقی رہگئیں ؛

اس کی اہل کو بذریعہ کشتی بچا لیا۔ اور اگر ابراہیمؑ سے غرض ہے تو اُس کو ہم نے اپنا خلیل بنایا آتش نمرود سے بچایا ضعیفی میں فرزند دیا دونو فرزند اُس کے پیغمبر کیئے اور اگر یعقوب کو باپ کہتا ہے تو ہم نے اُس کو ۱۲ فرزند دیئے اور ان میں سے ایک چند روز کے واسطے غائب ہو گیا تو روتا ہے رات دن حتیٰ کہ آنکھوں کا نور جاتا رہا اور سر راہ بیٹھا میری شکایت کرتا ہے۔ پس کیا حق ہے تیرے باپوں کا میرے اوپر جو تو نے کہا بحق پدرانِ خود دُعا کرتا ہوں۔

(۴) اب یہاں سے قصۂ قبول توبہ حضرت آدم علیہ السلام کو یاد کرنا چاہیئے اور نظر غور سے تفسیر آیت نمبر ۱۰ سورۂ بقر فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ کو دیکھنا چاہیئے تفسیر عمدۃ البیان میں لکھا ہے کہ جب آدمؑ کی توبہ قبول ہونے کا وقت آیا تو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے آدمؑ کیا تم بھول گئے وہ اسمائے پاک پنجتن جو ساق عرش پر مکتوب تم نے دیکھے اور تم نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو خداوند تعالیٰ نے تم کو مطلع کر دیا تھا کہ یہ شفیعانِ خلق ہیں کیوں نہیں ان کے ناموں کے ذریعہ سے دُعا مانگتے۔

(۵) تب آدم علیہ السلام نے اپنے دونو ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور اس طرح دُعا کی کہ الٰہی بحقِ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ توبہ میری قبول کر کہ تو توّاب اور رحیم ہے فوراً توبہ آدمؑ کی قبول ہو گئی یہ ہیں وہ اسمائے پاکؑ ذریعہ قبول توبہ آدمؑ ہوئے۔ جس کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ اور ان کے وسیلہ سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی جسکا پتہ ہے فتاب علیہ میں۔

(۶) اور یہ اس قدر مستند روایت ہے کہ علاوہ تفسیر عمدۃ البیان کے قرآن مترجم جناب مولوی عمار علی صاحب مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی اور قرآن مترجمہ جدید مولوی مقبول احمد صاحب اور کتاب اربعین مولوی مقرب علی صاحب میں بیان اس کا ہے۔

(۷) یَا اَیُّهَا النّٰظِرِیْنَ۔ اب یہ دونو واقع مثل آئینہ صاف صاف تمہاری نظر کے سامنے موجود ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے جو دُعا کی بحق پدرانِ خود یعنی آدم نوح و ابراہیم و یعقوب علیہم السلام تو یہ کورا جواب مِلا کہ کیا حق ہے تیرے باپوں کا ہمارے اوپر۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کو جب روتے روتے سالہا سال گذر گئے تو اُن کو بذریعہ جبرئیلؑ ہدایت

ہوئی کیوں نہیں دُعا مانگتا بذریعہ شفیعان خلق یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ حسینؑ میں
تفاوت رہ از کجاست تابکجا۔
(۸) اُن ہر چہار پیغمبران برگزیدہ کا جو خداوند تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حال سُنایا
اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے فضل و کرم کے مقابلہ میں خدمات ان پیغمبروں کی کچھ زیادہ
نہیں ہیں جو تم ان کا حق ہم پر ظاہر کرو۔ کیا حق ہے ان کا ہمارے اوپر۔
(۹) برخلاف اُن پیغمبران مذکور جناب خطمی مآب اور اہلبیت رسولؐ کی خدمات وہ ہیں کہ خداوند تعالیٰ
سورہ دہر میں فرماتا ہے اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَاءً وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا یہ جنت کی
نعمتیں تو بدلا ہیں تمہارے عمل کا پھر بھی تمہاری سعی مشکور ہے یعنی خدمات تمہاری قابل شکریہ
ہیں جنت وغیرہ دیکر بھی تمہاری خدمات کے ہم ممنون اور مشکور ہیں پس اُن کا حق خدا پر ایسا ہی
کہ دُعا میں ان کا واسطہ دیا جائے تو فوراً دُعا قبول ہوتی ہے ؎

آیت نمبر ۹۴ سورہ نور رکوع ۷

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ اور قائم کرو نماز کو اور
ادا کرو زکوۃ کو اور تابعداری کرو رسول کی تاکہ تم پر رحم کیجاوے۔
(۱) اس آیت میں ۳ حکم ہیں قیام نماز اور ادائے زکوۃ و مطابعتِ رسولؐ اب دیکھنا یہ ہے
کہ ان احکام پر بہترین عامل کون ہے۔ اوّل نماز ہے اُس کے عامل بہترین وہ ہیں جنہوں نے ۶
و ۷ برس تک ایسے وقت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی جبکہ زمین پر کوئی نماز
پڑھنے والا ہی نہ تھا اور یہ صفت جناب امیر علیہ السلام کی ہے ہم ثابت کر چکے۔
(۲) اور بہترین نماز پر عمل اُن کا ہے جس کی تعریف کرتا ہے خداوند تعالیٰ سورہ مومنون میں
دو آیتوں میں نمبر ۲۶۵ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ۔ اور دوسری آیت نمبر ۲۷۰ ہیں
ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ۔ اس کی تفسیر کا ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ
نماز کی حفاظت کرنا جناب امیر علیہ السلام اور امام حسین اور امام زین العابدین علیہم السلام کا
کیسا ثابت ہوا ہے پس جبکہ خدا ان کی حفاظتِ نماز کی تعریف کرتا ہے تو یہی لوگ بہترین

عامل اس حکم کے ہیں۔

(۳) ایسا ہی نمبر ۸ میں خداوند تعالیٰ ان کی نماز اور زکوٰۃ دونو پر فخر و مباحات کرتا ہے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رٰکِعُوْنَ پس زکوٰۃ کے عامل بھی یہی تو ہیں بدرجۂ اولیٰ۔

(۴) اب اطاعتِ رسول کرنا جناب امیر علیہ السلام کا ابھی اوپر آیت نمبر ۳۰۷ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ کی تفسیر میں دکھلا دیا ہے جس میں آیت نمبر ۱۲۸ و نمبر ۳۱۰ اور آیت نمبر ۲۹۳ سے سند لی ہے یہ چہار آیت مطابعت رسولؐ کو ظاہر کرتی ہیں جناب امیرؑ کی طرف سے کہ کس درجہ کی آپ نے مطابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے کہ خطبہ غدیر خم میں خود فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے گروہِ مردم اس علیؑ کا حق تم سب سے زیادہ ہے میرے اوپر کہ اس نے تم سے زیادہ میری مطابعت کی ہے۔ اس حکم کے عامل بھی سب سے زیادہ اُمت بھر میں جناب امیر علیہ السلام ہی ثابت ہو گئے۔

آیت نمبر ۳۹۵ سورۂ یونس رکوع ۵

وَیَسْتَنْبِئُوْنَکَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ۔ اور خبر پوچھتے ہیں تجھ سے کیا یہ سچ ہے کہہ دو ان سے قسم ہے پروردگار میرے کی کہ تحقیق بالکل سچ ہے اور حق ہے اور حق کو تم عاجز نہیں کر سکتے یعنی اگر حکم خدا کا یقین نکرو اور مخالفت کرو اس خبر اور حکم کی تو کچھ خدا اور رسولؐ کو عاجز نہیں کر سکتے ہو جو حکم ہو چکا ہو چکا۔

(۱) اور یہ خبر خلافت جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے تھے اور باور نہیں کرتے اور کہتے تھے کیا یہ سچ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی علیؑ مرتضیٰ مقرر ہوا۔

(۲) اس کا ذکر آیت نمبر ۳۰۹ میں اوپر ہو چکا ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مجمع اقربا میں سے کسی کو اپنا مددگار نہ پایا اور جناب امیر علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ میں آپ کی امداد کو حاضر ہوں تب آپ نے فرمایا کہ یہ ہے خلیفہ میرا اور مددگار میرا اور وزیر میرا

اس کا حکم مانو تب براہِ استہزا ابو لہب نے ابو طالب سے کہا کہ علیؑ کی فرمانبرداری کر دیکھ کیسا مطابق واقع ہے اِس آیت کے مضمون سے

(۳) اور ابو لہب تو کافر تھا تمام منافقین کا یہی حال تھا علیؑ کی مخالفت میں دوسری جگہ انشاءاللہ سائل سائلؔ کی تفسیر میں تمام قصہ حارث بن نعمان فہری کا مذکور ہے اُس نے یہی تو سوال کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ یہ علیؑ کی خلافت کا حکم آپ نے دیا ہے خود اپنی طرف سے دیا ہے یا خدا کی طرف سے حکم آیا ہے حضرت نے فرمایا کہ یہ خدا کا حکم ہے تب اُس نے کہا اگر یہ بات سچ ہے تو خدا مجھکو ہلاک کرے فوراً ایک پتھر آسمان سے گرا اُس کے سر پر اور مقعد سے نکل گیا کیا فرق ہے قول حارث میں اور عبارت اس آیت میں۔ درحقیقت یہی حال تھا منافقین کا۔

(۴) اور تفسیر عمدۃ البیان جلد دوم صفحہ ۳۲ پر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ مکّہ کے لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علی ابن طالب علیہ السلام کی خبر پوچھتے تھے کیا یہ امام ہے پس حقتعالیٰ نے فرمایا کہدو ہاں خدا کی قسم ضرور ہے اور کیا تم خدا کو عاجز کر لوگے مخالفت کرکے ہرگز نہیں ہوسکتا۔

(۵) اور مولوی مقبول احمد صاحب کے ترجمہ کیئے ہوئے قرآن کے صفحہ ۴۴۱ پر حاشیہ ہے فستبنونک احق ہو کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا کے اس قول کا یہ مطلب ہے کہ اے رسولؐ تم سے دریافت کرتے ہیں کہ علی علیہ السلام کے بارہ میں جو کچھ تم کہتے ہو آیا یہ حق ہے تم اُس کے جواب میں کہو ہاں میرے پروردگار کی قسم یہ ضرور برحق ہے اور تم خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہو جس کا یہ مطلب ہے کہ اگر تم علی مرتضیٰ علیہ السلام کو جسے خدا نے میرا خلیفہ مقرر کیا ہے تسلیم نکروگے اور اپنی پنچایت سے کسی کو چودھری بنالوگے تو اس سے خدا کے انتظام میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور تمہاری مخالفت سے خدا عاجز نہیں ہوسکتا کہ تمہارے بنائے ہوئے خلیفہ کو اپنا خلیفہ قبول کرلے۔

(۶) اور تفسیر عیاشی اور تفسیر منتہی المجالس میں سے وہ روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی نقل کی ہے جو ہم عمدۃ البیان سے لکھ چکے ہیں ؎

۱۳/۲۰۲

آیت نمبر ۳۹۶ سورۂ رعد رکوع ۵

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وصف اُس جنت کا جو وعدہ کیگئی ہے متقیون سے یہ ہے کہ جاری ہیں نیچے اُس کے نہریں اور کھاتے ہیں میوے اور سایہ اُس کا مدامی ہے یہ انجام ہے اُن لوگونکا جو پرہیزگار ہیں۔

(۱) یہ متقین اور جنت کی خبر ہے کوئی نئی بات نہیں جنت کی یہ تعریف صدہا جگہ ہے کہ نیچے اُس کے نہریں جاری ہیں اور ابھی اوپر آیت نمبر ۳۱۳ سورۂ عنکبوت میں یہی صفت جنت کی ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ۔

(۲) بلکہ لفظ خالدین سے وہ دوسری بات دائمی بھی نکل آئی کیونکہ جنت کی ہر نعمت دائمی ہے جس کو زوال ہی نہیں جیسا میوے ہمیشہ رہیں گے ایسا ہی سایہ بھی ہمیشہ رہیگا۔

(۳) اور جنت کے واسطے ذکر میوے اور سایہ کا لازمی بات ہے ابھی اوپر آیت نمبر ۳۸۵ اور نمبر ۳۸۶ میں دونو چیز کا ذکر آچکا ہے کہ فرمایا هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ۔

(۴) جنت کے صفات تو معلوم ہوگئے جو صدہا جگہ مذکور ہیں وہی یہان ہیں اب رہا یہ کہ جنت وعدہ گاہ متقین کی ہے یہ بھی کوئی جدید خبر نہیں صدہا جگہ قرآن میں متقین کو جنت کی خبر اور جنت کا وعدہ مل چکا ہے دیکھو آیت نمبر ۲۳۵ سورۂ مریم تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔ یہ وہی جنت ہے جس کا وارث کردیا ہم نے اپنے بندون میں سے اُنکو جو متقی ہیں یعنے متقین وارثِ جنت ہو چکے اور وعدہ کیساتھ۔

(۶) اب اگر یہ کہو کہ متقی کون لوگ ہیں تو یہ تجاہل عارفانہ ہی شروع قرآن کی آیت نمبر ۲ ہُدی للمتقین سے جو ثابت ہوا ہے کہ متقی گروہ پیروان امام المتقین کا ہے تو برابر ذکر متقین کا اُسی گروہ کیواسطے جابجا چلا آتا ہے جیسا تھوڑی دُور چلکر پھر فرمایا ہے اولٰئك الذين صدقوا

اولٰئک ھُم المتّقوُن پس بخوبی ثابت ہو گیا کہ جنت کا وعدہ گروہِ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ ہے اور وہی متقین ہیں۔

آیت نمبر ٣٩٧ سورۂ فرقان رکوُع ٣

اَصحَابُ الجَنَّۃِ یَومَئِذٍ خَیرٌ مُستَقَرًّا وَّاَحسَنُ مَقِیلًا اور صاحبانِ جنت اُس روز بہت اچھی قرار گاہ میں ہوں گے اور بہت خوب آرام گاہ ہے۔

(١) اصحابِ جنت کے لئے خبر ہے کہ اُس روز یعنی قیامت کے دن بہت بہتر مکان میں ہوں گے اور بہت خوب ٹھکانا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اصحاب جنت ہیں تو جنت سے زیادہ اور بہتر اور آرام کی جگہ اور کونسی ہو سکتی ہے۔

(٢) اب دریافت کرنا کہ اصحاب جنت کون وہی تجاہل عارفانہ ہے ابھی آیت نمبر ٣٨٤ میں ثابت ہو چکا ہے کہ اصحاب الجنۃ اہلبیت رسالت علیہم السلام ہیں فرمایا اُن کے لئے اِنَّ اَصحَابَ الجَنَّۃِ الیَومَ فِی شُغُلٍ فَاکِھُونَ۔

(٣) ابھی آیت ماسبق میں فرمایا ہے جنت وعدہ گاہ متقین کی ہے اور متقین گروہ امام المتقین یعنی وہی ذریت علیؑ ہیں

(٤) اور ابھی اوپر آیت نمبر ٣٢٣ کی سند پیش کی ہے کہ متقین یعنی اہلبیت علیہم السلام کو وارث جنت کا کر دیا خداوند تعالیٰ نے۔

(٥) جب وعدۂ جنت کا انسے وارثِ جنت کے یہیں اصحابِ جنت یہ ثابت ہو چکے سورۂ یٰسین میں بھی اب وہی تو اصحاب الجنہ ہیں جن کو اور بھی ایک جگہ خداوند تعالیٰ فرما چکا ہے لَا یَستَوِی اَصحَابُ النَّارِ وَاَصحَابُ الجَنَّۃِ اَصحَابُ الجَنَّۃِ ھُمُ الفَائِزُونَ اور فائزون گروہ علیؑ کا ہی بموجب حدیث رسولؐ یَا عَلِیُّ اَنتَ وَشِیعَتُکَ ھُمُ الفَائِزُونَ۔ غرض ہر طرح اصحاب الجنۃ ذریت علیؑ اور گروہ علیؑ ثابت ہوا۔

آیت نمبر ٣٩٨ سورۂ نمل رکوُع ٦

اِنَّہٗ ھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ تحقیق وہ قرآن ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان داروں کے واسطے اوپر سے بدیقین اور منکرین قرآن کا ذکر چلا آتا ہے کہ اکثر لوگ اُس میں اختلاف کرتے ہیں بعد میں ذکر ان کامل الیقین مومنین کا آیا کہ ہاں یہی قرآن مومنین کے لئے ہدائت و رحمت ہے۔

(۱) یہاں مومنین سے مُراد یہی اہلبیتِ رسالت ہیں اوّل تو وہی قاعدہ نمبر ۶ مقدمہ کتاب کا معیار شناخت ہے کہ اوّل ذکر بدیقین لوگوں کا ہے تو مقابل میں یہی صادق الیقین ضرور پیش کئے جائیں گے۔ آیت نمبر ۷۰ ۳ تک ۱۶ دفعہ اور آیت نمبر ۳۶۹ تک ۱۷ مرتبہ اس کا استعمال ہوا اور یہ اٹھارواں مقام ہے۔

(۲) اور ابھی اوپر آیت نمبر ۳۴۸ سورۂ لقمان میں یہی صفت ان کی قرآن کے بارہ میں موجود ہے کہ فرمایا ھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّلْمُحْسِنِیْنَ اب کیا فرق رہا وہی قرآن کا ذِکر یہاں ہے کہ وہ تو ہدائت اور رحمت ہے نیک لوگوں کے لیئے۔

(۳) اور تفسیر اُس آیت کی دیکھو محسنین یہی لوگ اہلبیتِ رسالت ثابت ہو چکے ہیں جن کو یہاں مومنین فرمایا اور آیت نمبر ۲ میں ان کو متقین فرمایا۔ اور آیت نمبر ۳۳۸ میں محسنین فرمایا۔

(۴) نمبر ۲ میں بھی یہی ذکر ہے ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ یعنی یہ کتاب جس میں کچھ شک نہیں ہے ہدایت ہے متقین کے واسطے اب تو بخوبی معلوم ہو گیا کہ تینوں جگہ ایک ہی ذکر ہے یعنی قرآن ہدایت اور رحمت ہے واسطے اہلبیتِ رسالت کے۔

(۵) جبھی تو آیت نمبر ۳۷۹ میں ان کو وارث کر دیا اس کتاب کا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا۔

(۶) ایسے برگزیدہ ہیں کہ وارث ہو گئے اس کتاب کے جو ہدائت اور رحمت ہے اُن کے واسطے۔

آیت نمبر ۳۹۹ سورۂ فرقان رکوع ۶

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل نیک کئے پس یہ لوگ ہیں کہ بدل دیگا اللہ اُن کی بُرائیوں کو نیکیوں سے اللہ غفور رحیم ہے۔

(۱) یہ آیت اُن پیروانِ علیؑ کے مقدمہ میں ہے کہ جو پہلے لغزش میں آگئے تھے مگر پھر توبہ کی اور رجوع قلب سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کیطرف رجوع کیا پس خداوند تعالیٰ نے اُن کے سیئات گزشتہ کو معاف کیا اور حسناتِ جدیدہ سے بدل دیا۔

(۲) اوّل تو وہی معیارِ شناخت گروہِ علیؑ یہاں بھی موجود ہے جو ۱۹ ویں مقام پر ہو، ور آیت ماقبل میں ۱۸ ویں نمبر پر تھا یعنی اوّل ذکر گمراہون کا ہوا ہے کہ دوچند عذاب اُن کو ہوگا بعد میں ذکر اِس گروہ حق شناس کا شروع ہوا اِلّا سے مُستثنیٰ کر دیا اُنکو مسبُوق الذکر لوگون سے۔

(۳) دوسری صفت ایمان اور عمل صالح کی ایسی روشن دلیل ہے گروہِ اہلبیت کے واسطے کہ آیت نمبر ۲۷۵ پر ۱۰ جگہ قرآن میں یہ گروہ اِس صفت کیساتھ متصف ہے یہ ۱۹ واں مقام ہے۔

(۴) علاوہ اِس کے مشاہدہ گواہ ہے کہ ایک بڑا گروہ رحلتِ جناب ختمی مآب کے وقت حق سے پھر گیا تھا اور ۲۵ سال تک زید و بکر کی موافقت میں آکر خلیفہ برحق کو چھوڑ دیا تھا مگر جن کا انجام بخیر تھا اُنکی آنکھیں کھُل گئیں اور حکومتِ ظاہری جناب امیر علیہ السلام کے وقت اپنے عمل گزشتہ سے نادم ہوکر توبہ کی اور رجوع قلب سے ایمان لائے اور مُطابعتِ خلیفۂ برحق میں جنگ جمل و صفین و حرور میں نمایاں خدمتین دینِ حق کی بجالائے اُن کے حق میں یہ آیت ہے۔

(۵) بلکہ آیت نمبر ۸۹ سورۂ آل عمران پیشتر اِن کے حق میں آچکی ہے اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا بَعۡدَ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ بالکل مُطابق آیت زیرِ بحث کے ہے ذرا بھی فرق نہیں

(۶) پھر یہ جو فرمایا آیت میں کہ اُن کی بُرائیان بدل دی جائیں گی نیکیون کیساتھ واقعی محبّت علیؑ کی ایسی چیز ہے کہ گناہون کو کھا جاتی ہو جسطرح آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے حدیث حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہے حُبُّ عَلِيٍّ یَأۡکُلُ الذُّنُوۡبَ کَمَا یَأۡکُلُ النَّارُ الۡحَطَبَ اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حُبُّ عَلِیٍّ حَسَنَةٌ لَا یَضُرُّ مَعَهَا السَّیِّئَةُ محبّت علیؑ کی ایسی نیکی ہے کہ جس کو کوئی بُرائی نقصان نہیں پہونچاتی۔ یہ مطلب قرآن کا ہے کہ اُن کی بُرائیان بدل جائیں گی حسنے کے ساتھ ۔

آیت نمبر ۴۰ سورۂ ہود رکوع ۴

۱۲/۲۵۶۶

اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ وَاَخْبَتُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اُولٰئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کے عامل ہیں اور عاجزی کرتے ہیں مثل پروردگار یہی لوگ تو صاحبانِ جنت ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۱) صفات مُندرجہ آیت علی الاعلان اپنے موصوفین کو بتلا رہے ہیں کیونکہ آیت نمبر ۷، ۲ تک ۸ دفعہ یہ صفات اہلبیت رسالت سے متعلق ظاہر ہوتی چلی آئی ہیں۔

(۲) خوب بتلا دیا ہے امیرالمومنین علیہ السلام سے زیادہ مخاطب آمنوا کوئی نہیں ہوسکتا اور صالح المومنین کے سامنے صلاحیت عمل کسی کا شمار نہیں ہوسکتا۔

(۳) پھر عاجزی کی صفت اہلبیتِ رسُول کی تمام اُمت میں مشہور ہے کہ مسکین اور فقیروں میں شامل ہو کر بیٹھ جانا اور باوجود حکومت ملک وقیصر وکسرےٰ یہی فرمایا اَنَا مِسْكِيْنٌ جَالِسٌ فِي الْمَسَاكِيْنِ۔

(۴) قرآن میں بھی آیات نمبر ۱۴۱ ۲ ونمبر ۲۶۵ ۲ ونمبر ۴۷ ۲ ہمارے مجموعہ سے ان لوگوں کی عاجزی کا حال روشن ہے۔

(۵) یہ تینوں صفات اہلبیت میں بدرجۂ اولیٰ پائی جاتی ہیں اور اصحاب الجنہ یہی قرار پائے جو اکثر جگہ اصحاب الجنہ ہونا اِنکا ثابت ہو چکا ہے۔

(۶) ابھی اوپر آیت نمبر ۲۹۷ میں اصحاب الجنّۃ یہی حضرات ثابت ہو چکے ہیں۔

(۷) اور اُس جگہ جو سند آیت نمبر ۳۰۴ کی پیش کی ہے اُس میں بھی اصحاب الجنّۃ اہلبیت رسالت علیہم السلام ہیں۔

(۸) آیت نمبر ۲۳۵ سورۂ مریم میں یہ لوگ وارثِ جنّت کے قرار پا چکے ہیں۔

(۹) اِتنے ثبوت اور اس کثرت اظہار کے اوپر اصحاب الجنّۃ ہونے میں اہلبیتِ رسالت کے کیا شک باقی رہا۔ اہلبیت کے حق میں فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَثَلُ اَهْلِبَيْتِيْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰى۔

تمت بالخیر

بقیہ مضمون آیت نمبر ۶۹ سورۂ نساء رکوع ۱۱

بقیہ صفحہ ۱۲۲

(۱۰) علاوہ ازیں حدیث میں قید ۱۲ کی ہے یعنی اثنا عشر خلیفہ ہوں اور اس عقاد کی رُو سے کہ ہر ایک وقت کا حاکم اولی الامر و خلیفہ ہے ہزاروں کی تعداد ہوگئی اور ہوتی چلی جاتی ہے پس حدیث ۱۲ خلیفہ کی تکذیب کیسی لازم آتی ہے (۱۱) دوسری خرابی یہ ہے کہ ہر ایک ملک اور اقلیم کا اولی الامر علیحدہ علیحدہ ہوگا مثلاً روم کا عثمانی اور ایران کا قاچاری اور ہندوستان کا عیسائی وغیرہ وغیرہ اب ان میں سچا اولی الامر جس کا ذکر قرآن میں ہے اور مثل نبی کے ہے وہ کونسا ہو (۱۲) اس سے زیادہ لطیف حکایت موجودہ اولی الامر کی پیش نظر ہے کہ عبدالحمید خان عثمانی بادشاہ غازی محافظ حرمین شریفین کل سواد اعظم کا ۳۳ سالہ اولی الامر جمعہ کو روز بدستور اولی الامر اور مقتدا اور امام خاص و عام نماز جمعہ پڑھ رہا تھا صرف روز شنبہ درمیان میں گذرا یکشنبہ کے روز ہر چہار طرف سے سرداران اہل اسلام نے بحکم شیخ الاسلام اس اولی الامر کا دانہ پانی بند کرکے اُس پر گولہ باری شروع کردی ــ واہ واہ کیا خوب اولی الامر ہے اور طرفہ مطابعت ہو (۱۳) اور قرآن مترجم مولوی مقبول احمد صاحب کے صفحہ ۱۳۸ پر تفسیر اس آیت کا جو مضمون حاشیہ پر ہے یہ ہے اولی الامر منکم کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں خاص ہم ہی مراد لئے گئے ہیں اور تمام مومنین کو قیامت تک ہماری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے (۱۴) اور کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے کسی سے سوال کیا کہ وہ اوصیاء جن کی اطاعت فرض ہے وہ کون ہیں فرمایا وہی ہیں جن کے بارہ میں خدا نے یہ آیت نازل کی ہے واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما ولیکم اللہ والرسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون ۰

تکملہ آیت نمبر ۳۵ سورۂ روم رکوع (۵)

بقیہ صفحہ ۶۱۲

(۶) اور تصدیق اسکی اُس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتی ہے جس میں فرمایا آپ نے کہ میرے خدا نے مجھکو اطلاع دی ہے کہ بعوض خون یحییٰ ابن زکریا ہم نے ...۷ ہزار آدمی

اُس قوم کے قتل کرائے اور حسینؑ بن علی کے خون کے عوض ہم دومرتبہ ستر ستر ہزار آدمی کو قتل کرائیں گے اس قول کے بموجب قتل اول ستر ہزار اشرار کا بعوض خون حسینؑ تو وہی ہے جس کی تعداد ایک لاکھ تک مورخین نے لکھی ہے جو لیذیقنہم کی تفسیر میں ہم اوپر بیان کر آئے ہیں جو سلمان بن سرد اور مختار ثقفی اور ابراہیم بن مالک اشتر کے ہاتھ سے پورا ہوا دوسری بار کا قتل ستر ہزار کا زمانۂ رجعت میں پورا ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ جس زمانہ کی خبر آیات نمبر ۲۹ و نمبر ۳۱۶ و ۱۰ و ۱۹ سے برابر منکشف ہوتی چلی آئی ہے (۷) اب بعلہم یرجعون کی حقیقت بھی بخوبی کھلگئی انقلاب زمانہ سو کہ یا تو ایسا وقت تھا کہ فرزند رسولؐ کی طرف سوائے ۷۲ نفوس قدسی کے ۳۰ ودان شخص بید انہیں ہوا ایسا غلبہ تھا اہل فساد کا اور یہ کمی تھی راجعان خیر کی اور یا اُس شہادت باکرامت نے دین حق کو ایسی ترقی دی کہ افواج اہل فساد ہنوز شام سے واپس بھی نہوئی تھیں کہ راجعان حق نے نعرہ یا ثارات حسین بلند کردیا اور سب سے پہلے اس صدا کے بلند کرنیوالے جناب سلمان بن سرد معہ اپنے ہمراہیوں کے تھے جنہوں نے ہزارہا اشرار کو جہنم واصل کرکے بھی چین نہ لیا جبتک اپنے آقا امام حسینؑ کے نجد ہتمیں نہ پہنچ گئے (۸) بعد انکے جو ترقی ہوئی راجعان حق کی مثل جناب مختار بن عبید ثقفی اور ابراہیم سے جسکی تعداد کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے جو اوپر بیان ہوا کہ ۷۰ ہزار سے ایک لاکھ تک اشرار کا قتل ان آل ثارات حسینؑ کے ہاتھ سے ہوا آخر کیسی کثرت ہوئی یا ثارات الحسینؑ کہنے والوں کی جنکی تلواروں نے نہ عبید اللہ بن زیاد کو چھوڑا اور نہ شمر و عمر سعد کو اور نہ حرملہ بن کاہل و سنان بن انس وغیرہ وغیرہ ۷۰ ہزار کو دار البوار میں پہنچا دیا یہ اثر تھا اُس شہادتِ باکرامت کا اور یہ ظہور ہے بعلہم یرجعون کا (۹) اور پھر روز بروز اس گروہ راجع الی حق کو وہ ترقی ہوتی چلی جاتی ہے کہ آج اگر تمام عالم میں دیکھا جائے تو کروڑوں اور دہ کروڑوں تک نوبت پہونچی نظر آئیگی راجعان الی حق کے پہچاننے اور اُنکو اہل فساد پر لعنت کرنیوالے اور ان مظلوموں پر رونیوالے گریہ و ماتم کرنیوالے اور بذریعہ یالیتنی کنت معہم فافوز فوزاً کے شامل ہونیوالے اسی مالک کے موجود ہیں یہ سب بعلہم یرجعون کے احاطہ میں ہیں (۱۰) اور کتاب جلاء العیون حصہ دوم کے صفحہ ۲۰۰ پر کعب اللہ حبار سے روایت ہے کہ جمیع فتنہ و فساد سے عظیم تر اور کل مصائب سے شدید تر قتل جناب سید الشہدا ہے اور یہ فساد وہی ہے جسکی خبر قرآن میں خدا نے دی ہے وظہر الفساد فی البرّ والبحر بما کسبت ایدی الناس کہا سب سے پہلا فساد زمین پر قتل ہابیل تھا اور سب سے آخر اور عظیم الشان فساد قتل حسینؑ کا ہے کہ دروازہ ہائے آسمان کھل گئے تھے اور خون برستا تھا۔ یہ عالم کتب سماوی کا بیان ہے انشاء اللہ باقی آیات کی تفسیر جلد دوم میں نظر سے گذرے گی ؎

نام کتاب	مضمون	قیمت
مودۃ الاسلام	دربیان محبت و فضیلت آئمہ معصومین	۸ر
نجم الہدے	مناظرہ	عہ ر
فیض عام ترجمہ اردو حسینیہ	مناظرہ	۵ر
دفع المغالطہ	آیۂ استخلاف کی بحث	۸ر
احسن الدلائل	جناب امیرؑ کی خلافت کو نصی ثابت کیا ہے	۵ر
عطر کلام	بے نظیر سلاموں کا مجموعہ	۶ر
گلدستۂ قضا	بے مثل سلاموں کا مجموعہ	۴ر
زین المتقین اردو	احکام مذہب اثنا عشری	۶ر
تحفۂ جعفری	احکامات مذہبی منظوم	۴ر
پھولوں کا زیور	مجموعۂ میلاد	۸ر
المعروف بچودہ ساغر تضمین ہفت بند کاشی	ملا کاشی کے ہفت بند پر مصرع لگائے ہیں	۶ر
تذکرۃ المعصومین اردو	حالات چہاردہ معصوم علیہم السلام	عہ ر
اسنی المطالب فی نجات ابیطالب	جناب امیر علیہ السلام کے والد ماجد کا ابتدا سے آخر تک مومن ہونا ثابت کیا ہے	۸ر
آیات محکمات	مناظرہ	۲ر
تنبیہ المنکرین	ہر دو رسالہ یکجائی جواز متعہ میں	۳ر
مخزن الفرائض	ترتیب دیئے گئے ہیں	
انوار الہدیٰ	مناظرہ	عہ ر
عین البکا المعروف بہ چہل مجلس	دربیان مصائب سید الشہدا	۶ر
بیاض نوحجات شعرائے لکھنؤ	چیدہ چیدہ نوحجات کا بے نظیر مجموعہ	عہ

نام کتاب	مضمون	قیمت
جلد اول کامل سلیس	انتخاب ۹۹ مرثیوں کا مجموعہ	عہ ر
در المصائب	مصائب سید الشہدا علیہ السلام	
ہر پنج جلد اردو	"	عہ ۸ر
اخبار ماتم	دربیان مصائب سید الشہدا علیہ السلام	۵ر
عناقید العجیب	استخارہ دیکھنے کی ترکیبیں	۳ر
ترجمہ مفاتیح الغیب فی	"	
فضائل مرتضوی	معجزات جناب امیر علیہ السلام	۵ر
نان و نمک	شیعی تصوف	۳ر
قرآن السعدین	حالات جناب سیدہ	۴ر
منتخب کل مالعلوم	شیعی تصوف	۸ر
رسالہ احکام النساء	عورتوں کے مسئلے	۲ر
ہادی التواریخ	سعد و نحس تاریخوں کا مفصل زائچہ	۳ر
دانش نامۂ جہاں	مسائل حکمت و فلسفہ	۱۲ر
نخل ماتم	مصائب کے بیان میں	۹ر
قسم دوم	"	
نہر المصائب	مصائب کے بیان میں	عہ ر
نوحہ جات سلیس	نوحوں کا عمدہ مجموعہ	۶ر
تجہیز الموتیٰ	احکام میت کے بیان میں	۱ر
کھری بات	اصول و فروع دین	۱ر
فقہ جمیلہ	شرعی قصہ	۱ر
فال جعفری	خواب نامہ	
تعبیر خواب منظوم	"	۱ر

نام کتاب	مضمون	قیمت
مثنوی مظہر العجائب	معجزات جناب امیر علیہ السلام منظوم	/۶
رسالہ اعتقادیہ	اعتقادات شیعہ	/۲
مولود سرور کائنات	جناب رسولخدا کے حالات پیدائش منظوم	/۲
اصلاح الرسوم بکلام المعصوم	اسلامی رسوم پر مذہبی نقطۂ خیال سے کافی بحث	عہ/
سیف حسینی مع صولت حیدریہ	دربیان تعزیہ داری بحث بیعت جناب امیر علیہ السلام بہ شیخین	/۲
مشہور طور ملقب بہ برق نور	فضائل حدود	/۱
مناقب شکل کشا	فضائل و مناقب جناب امیر علیہ السلام	/۱
شرح ہفت بند	ہفت بند کاشی مع شرح کے	/۸
انتخاب المراثی	چیدہ چیدہ مرثیوں کا مجموعہ	/۳
خلاصۃ الطاعات مع خطبات مترجم	اس میں احکام نماز جمعہ و احکام شک بیان اذان وغیرہ آخر میں خطبات عیدین	/۴
امجد روحی الہی قصہ جوان عذری	ایک جوان عاشق کا قصہ ہے	/۱
تنبیہ الاطفال	بچوں کے لئے ضروری مسئلوں کا مجموعہ	/۳
تاریخ المبین فی تاریخ امیر المومنین ہر دو جلد	سوانح عمری جناب اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام	اول ۸/ دوم عہ/

نام کتاب	مضمون	قیمت
دامن مریم	اردو علم ادب کی کتاب	ہر
آفتاب خلافت	مناظرہ	/۴
مشعل ہدایت	مناظرہ	/۴
شرح کنز مکتوم فی بحث تقدیم مختوم	مناظرہ	ہر
جام جہان نما	مناظرہ	/۸
حسن اردو	انشا پردازی کا اعلیٰ نمونہ	/۳
فضائل مرتضوی نظم و نثر المعروف بہ مظہر العجائب	دربیان مناقب جناب امیر خیبر گیر	/۲
لمعۃ البیان فی الخ من اخبار الرضا	سوانح عمری جناب امام رضا علیہ السلام	۸عہ/
تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین	حالات و واقعات جناب امیر	عا/
غزوات حیدری ترجمہ اردو حملہ حیدری	جناب علی ابن ابیطالب کا فضائل کا ایک فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے	۸/
یا علی مدد	کلمہ ندائیہ "یا علی" کی پوری تشریح	/۱
نور العینین فی معراج سید الکونین	جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کے بیان میں	/۱
سراج الایمان	مذہب اثنا عشری کے سچے ہونیکی ثبوت میں	/۲